ٹائٹل طبع اوّل حصہ اوّل

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

بفضل عظیم حضرت باری عالم عالمیان و رحمت عمیم رہنمائے گمشدگان کتاب لاجواب موسوم بہ

براہین احمدیہ

ملقب بہ

البراہین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللّٰہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ

جس کو فخر اہل اسلام منتخب جناب میرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب دام اقبالہٗ نے کمال تحقیق اور تدقیق سے تالیف کر کے منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کیلئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا

امرتسر پنجاب

سفیر ہند پریس میں در سنہ ۱۸۸۰ء طبع ہوئی

امیر علی دولہ پرنٹر

اعلان[لہ]

کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور دیگر ضروری گذارش

بعالی خدمت تمام معزز و بزرگ خریداران کتاب براہین احمدیہ کے گذارش کی جاتی ہے کہ کتاب ہذا بڑی مبسوط کتاب ہے یہاں تک کہ جس کی ضخامت سو جزو سے کچھ زیادہ ہوگی اور تا اختتام طبع وقتاً فوقتاً حواشی لکھنے سے اور بھی بڑھ جائے گی اور ایسی عمدگی کاغذ اور پاکیزگی خط اور دیگر لوازم حسن اور لطافت اور موزونیت سے چھپ رہی ہے کہ جس کے مصارف کا حساب جو لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اصل قیمت اس کی یعنی جو اپنا خرچ آتا ہے فی جلد پچیس روپیہ ہے مگر ابتدا میں پانچ روپیہ قیمت اس کی اس غرض سے مقرر ہوئی تھی اور یہ تجویز اٹھائی گئی تھی جو کسی طرح سے مسلمانوں میں یہ کتاب عام طور پر پھیل جائے اور اس کا خریدنا کسی مسلمان پر گراں نہ ہو اور یہ امید کی گئی تھی کہ امراء اسلام جو ذی ہمت اور اولوالعزم ہیں ایسی ضروری کتاب کی اعانت میں دلی ارادت سے مدد کریں گے تب جبر اس نقصان کا ہو جائیگا مگر بد اتفاق ہے کہ اب تک وہ امید پوری نہیں ہوئی بلکہ بجز والی جناب حضرت خلیفہ سید محمد حسن خان صاحب بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ پنجاب کے جنہوں نے مسکین طالب علموں کو تقسیم کرنے کیلئے پچاس جلدیں اس کتاب کی خرید لیں اور جو قیمت بذریعہ اشتہار شائع ہو چکی تھی وہ سب بھیجی اور نیز فراہمی خریداران میں بڑی مدد فرمائی۔ اور کسی طرح سے آئندہ بھی مدد دینے کا وعدہ فرمایا۔ (خدا ان کو اس فعل

لہ یہ اعلان طبع دوم میں نہیں ہے لیکن طبع اوّل اور سوم میں ہے۔ (شمس)

تعمیر کا ثواب دے اور اجر عظیم بخشے) اور اکثر صاحبوں نے ایک یا دو نسخہ سے زیادہ نہیں خریدا۔ اب حال یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے بموجب اشتہار مشتہرہ سوم دسمبر ۱۸۸۲ء بجائے پانچ روپیہ کے دس روپیہ قیمت کتاب کی مقرر کر دی مگر تب بھی وہ قیمت اصل قیمت سے ڈیوڑھ حصہ کم ہے۔ علاوہ اس کے اس قیمت ثانی سے وہ سب صاحب مستثنیٰ ہیں جو اس اشتہار سے پہلے قیمت ادا کر چکے لہذا بذریعہ اس اعلان کے بخدمت ان عالی مراتب خریداروں کے کہ جن کے نام نامی حاشیہ میں بڑے فخر سے درج ہیں اور دیگر ذی ہمت امراء کے جو حمایت دین اسلام میں مصروف ہو رہے ہیں عرض کی جاتی ہے کہ وہ ایسے کار ثواب ہیں کہ جس سے اعلائے کلمۂ اسلام ہوتا ہے اور جس کا نفع صرف اپنے ہی نفس میں محدود نہیں بلکہ ہزارہا بندگان خدا کو ہمیشہ پہنچتا رہے گا۔ اعانت سے دریغ نہ فرماویں کہ بموجب فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے کوئی اور بڑا عمل صالح نہیں کہ انسان اپنی طاقتوں کو ان کاموں میں خرچ کرے کہ جن سے عباد الٰہی کو سعادت اخروی حاصل ہو۔ اگر حضرات معدودین اس طرف متوجہ ہوں گے تو یہ کام کہ جس کا انجام بہت روپیہ کو چاہتا ہو اور جس کی

(۱) جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بالقابہا فرمانروائے بھوپال۔
(۲) جناب نواب علاؤ الدین احمد خان بہادر والی لوہارو۔
(۳) جناب مولوی محمد چراغ علی خان صاحب نائب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدرآباد دکن۔
(۴) جناب غلام قادر خان صاحب وزیر ریاست نالاگڑھ پنجاب۔
(۵) جناب نواب مکرم الدولہ بہادر حیدرآباد۔
(۶) جناب نواب ظہیر الدولہ بہادر بھوپال۔
(۷) جناب نواب سلطان الدولہ بہادر بھوپال۔
(۸) جناب نواب علی محمد خان صاحب بہادر لدھیانہ پنجاب۔
(۹) جناب نواب غلام محبوب سبحانی خان صاحب بہادر رئیس اعظم لاہور۔
(۱۰) جناب سردار غلام محمد خان صاحب رئیس واہ۔
(۱۱) جناب مرزا سعید الدین احمد خان صاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر فیروز پور۔

حالت موجودہ پر نظر کر کے کئی طرح کی زیر باریاں نظر آتی ہیں نہایت آسانی سے انجام پذیر ہو جائے گا۔ اور امید تو ہے کہ خدا ہمارے اس کام کو جو اشد ضروری ہے ضائع ہونے نہیں دے گا اور جیسا کہ اس دین کے ہمیشہ بطور معجزہ کے کام ہوتے رہے ہیں۔ ایسا ہی کوئی غیب سے مددگار ہو جائے گا۔ و توکلنا علی اللہ ھو نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

المشتھر

مرزا غلام احمد رئیس قادیان ضلع گورداسپور پنجاب مصنف کتاب

عذر

یہ کتاب اب تک قریب نصف کے چھپ چکی مگر بباعث علالت طبع مہتمم صاحب سفیر ہند امرتسر پنجاب کہ جن کے مطبع میں یہ کتاب چھپ رہی ہے اور نیز کئی اور طرح کی مجبوریوں سے جو اتفاقاً ان کو پیش آگئیں سات آٹھ مہینے کی دیر ہو گئی۔ اب انشاء اللہ آئندہ کبھی ایسی توقف نہیں ہوگی۔

غلام احمد

التماس ضروری از مؤلف کتاب

اس خداوند عالم کا کیا کیا شکر ادا کیا جائے کہ جس نے اقل مجھ ناچیز کو محض اپنے فضل اور کرم اور عنایت غیبی سے اس کتاب کی تالیف اور تصنیف کی توفیق بخشی اور پھر اس تصنیف کے شائع کرنے اور پھیلانے اور چھپوانے کیلئے اسلام کے علماء اور بزرگوں اور اکابر اور امیروں اور دیگر بھائیوں اور مومنوں اور مسلمانوں کو شائق اور راغب اور متوجہ کر دیا پس اس جگہ ان تمام حضرات معاونین کا شکر کرنا بھی واجبات سے ہے کہ جن کی کریمانہ توجہات سے میرے مقاصد دینی ضائع ہونے سے سلامت رہے اور میری محنتیں برباد جانے سے بچ رہیں میں ان صاحبوں کی اعانتوں سے ایسا ممنون ہوں کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ جن سے میں ان کا شکر ادا کر سکوں بالخصوص جب میں دیکھتا ہوں کہ بعض صاحبوں نے اس کار خیر کی تائید میں بڑھ بڑھ کے قدم رکھے ہیں اور بعض نے از راہ اعانتوں کیلئے اور بھی مواعید فرمائے ہیں تو میری ممنونی اور احسان مندی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

میں نے اسی تقریب کے ذیل میں اسماء مبارک ان تمام مردان اہل ہمت اور اولی العزم کے جنہوں نے خریداری اور اعانت طبع اس کتاب میں کچھ کچھ عنایت فرمایا مع رقوم عنایت شدہ ان کی کے زیب تحریر کئے ہیں اور ایسا ہی آئندہ بھی تا اختتام طبع کتاب مجلد آمد رہے گا کہ تا جب تک صفحہ روزگار میں نقش افادہ اور افاضہ اس کتاب کا باقی رہے ہر ایک مستفیض کہ جس کا اس کتاب سے وقت خوش ہو مجھ کو اور میرے معاونین کو دعائے خیر سے یاد کرے۔

اور اس جگہ بطور تذکرہ خاص کے اس بات کا اظہار کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کار خیر میں

آج تک سب سے زیادہ حضرت خلیفہ سید محمد حسن خان صاحب بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ سے اعانت ظہور میں آئی یعنے حضرت ممدوح نے اپنی عالی ہمتی اور کمال محبت دینی سے مبلغ دو سو پچاس روپیہ اپنی جیب خاص سے پچھتر روپیہ اپنے اور دوستوں سے فراہم کرکے تین سو پچیس روپیہ بوجہ خریداری کتابوں کے عطا فرمایا عالی جناب سیدنا وزیر صاحب ممدوح الاوصاف نے اپنے والا نامہ میں یہ بھی وعدہ فرمایا ہے کہ تا اختتام کتاب فراہمی چندہ اور بہم رسانی خریداروں میں اور بھی سعی فرماتے رہیں گے۔ اور نیز اسی طرح حضرت فخر الدولہ نواب مرزا محمد علاؤ الدین احمد خان بہادر فرمانروائے ریاست لوہارو نے مبلغ چالیس روپیہ کہ جن میں سے بیس روپیہ محض بطور اعانت کتاب کے ہیں مرحمت فرمائے اور آئندہ اس بارہ میں مدد کرنے کا اور بھی وعدہ فرمایا اور علی ہذا القیاس توجہ خاص جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کراؤن آف انڈیا رئیس دلاور اعظم طبقہ اعلائے ستارۂ ہند رئیسہ بھوپال دام اقبالہا کی بھی قابل بے انتہا شکر گزاری کے ہے کہ جنہوں نے عادات فاضلہ ہمدردی مخلوق اللہ کے تقاضا سے خریداری کتب کا وعدہ فرمایا اور مجھ کو بہت توقع ہے کہ حضرت ممدوحہ الیہا ایسے کام بزرگ میں کہ جس میں صداقت اور شان و شوکت حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوتی ہو اور دلائل حقیت اسلام کی مثل روز روشن کے جلوہ گر ہوتی ہیں اور بندگان الٰہی کو غایت درجہ کا فائدہ پہنچتا ہو کامل توجہ فرماویں گی۔

اب میں اس جگہ بخدمت عالی دیگر امرائے اور اکابر کے بھی کہ جن کو اب تک اس کتاب سے کچھ اطلاع نہیں اس قدر گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اگر اشاعت اس کتاب کی غرض سے کچھ مدد فرماوینگے تو انکی ادنی توجہ سے پھیلنا اور شائع ہونا اس کتاب کا جو دلی مقصود اور قلبی تمنا ہے نہایت آسانی سے ظہور میں آجائیگا۔ اے بزرگان و حامیان اسلام! آپ سب صاحب خوب جانتے ہونگے کہ آجکل اشاعت دلائل حقیت اسلام

صحـ

کی نہایت ضرورت ہے اور تعلیم دینا اور سکھلانا بڑا بھاری ثبوت اس دین متین کا اپنی اولاد اور عزیزوں کو ایسا فرض اور واجب ہو گیا ہے اور ایسا واضح الوجوب ہے کہ جس میں کسی قدر ایما کی بھی حاجت نہیں جس قدر ان دنوں میں لوگوں کے عقائد میں بے دینی و بدعتی پھوٹی ہے اور خیالات اکثر طبائع کے حالت خرابی اور ابتری میں پڑے ہوئے ہیں کسی پر پوشیدہ نہ ہوگا کیا کیا رائیں ہیں جو نکل رہی ہیں کیا کیا ہوائیں ہیں جو چل رہی ہیں کیا کیا مخلوقات ہیں جو اٹھ رہے ہیں پس جن جن صاحبوں کو ان اندھیریوں سے جو بڑے بڑے متزلزلوں کو جڑ سے اکھیڑتی جاتی ہیں کچھ خبر ہے وہ خوب سمجھتے ہوں گے جو تالیف اس کتاب کی بلا خاص ضرورت کے نہیں۔ ہر زمانہ کے باطل اعتقادات اور فاسد خیالات الگ الگ رنگوں اور فصلوں میں ظہور پکڑتے ہیں اور خدا نے ان کے ابطال اور ازالہ کے لئے یہی علاج رکھا ہوا ہے جو اسی زمانہ میں ایسی تالیفات مہیا کر دیتا ہے جو اسکی پاک کلام سے روشنی پکڑ کر پوری پوری قوت سے ان خیالات کی مدافعت کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں اور معاندین دین کو اپنی لاجواب تقریروں سے ساکت اور ملزم کرتی ہیں پس ایسے انتظام سے پودا اسلام کا ہمیشہ سرسبز اور نرو تازہ اور شاداب رہتا ہے۔

اے معزز بزرگان اسلام! مجھے اس بات پر یقین کلی ہے کہ آپ سب صاحبان پہلے سے اپنے ذاتی تجربہ اور عام واقفیت سے ان خرابیوں موجودہ زمانہ پر کہ جن کا بیان کرنا ایک دردانگیز قصہ ہے بخوبی اطلاع رکھتے ہوں گے اور جو جو فساد طبائع میں واقع ہو گئے ہیں اور جس طرح پر لوگ بباعث اغوا اور اضلال وسوسہ اندازوں کے بگڑتے جاتے ہیں آپ پر پوشیدہ نہ ہوگا پس یہ سارے نتیجے اسی بات کے ہیں کہ اکثر لوگ دلائل حقیت اسلام سے بے خبر ہیں اور اگر کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں تو ایسے مکاتب اور مدارس میں کہ جہاں علوم دینیہ بالکل سکھائے نہیں جاتے اور سارا عمر و زمانہ انکے فہم اور ادراک اور تفکر اور تدبر کا انہیں علوم اور فنون میں کھویا جاتا ہے اور کوچہ دین سے محض ناآشنا رہتے ہیں پس مگر

ان کو دلائل حقیقت اسلام سے جلد تر باخبر نہ کیا جائے تو آخر کار ایسے لوگ یا تو محض دُنیا کے کیڑے ہو جاتے ہیں کہ جن کو دین کی کچھ بھی پروا نہیں رہتی اور یا الحاد و ارتداد کا لباس پہن لیتے ہیں یہ قول میرا محض قیاسی بات نہیں بڑے بڑے شرفا کے بیٹے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں جو بباعث بے خبری دین کے اصطباغ پاتے ہوئے گرجا گھروں میں بیٹھے ہیں بلکہ فضل عظیم پروردگار کا نام اور حامی اسلام کا نہ ہوتا اور وہ بذریعہ پُر زور تقریرات و تحریرات علماء و فضلاء کے منع کرتے اس سچے دین کی نگہداشت نہ کرتا تو تھوڑا زمانہ نہ گزرتا پاتا جو دُنیا پرست لوگوں کو اتنی خبر بھی نہ رہتی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس ملک میں پیدا ہوئے تھے بالخصوص اس پُر آشوب زمانہ میں کہ چاروں طرف خیالات فاسدہ کی کثرت پائی جاتی ہے اگر محققان دین اسلام جو بڑی مردی اور مضبوطی سے ہر ایک منکر اور ملحد کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کر رہے ہیں اپنی اس خدمت اور چاکری سے خاموش رہیں تو تھوڑی مدت میں اس قدر شعار اسلام کا ناپید ہو جائے کہ بجائے سلام مسنون کے گڈ بائی و گڈ مارننگ کی آواز سُنی جائے پس ایسے وقت میں دلائل حقیقت اسلام کی اشاعت میں ہمہ تن مشغول رہنا حقیقت میں اپنی ہی جان اور اپنی ہی نسل پر رحم کرنا ہے کیونکہ جب وبا کے ایام میں زہرناک ہوا چلتی ہے تو اس کی تاثیر سے ہر ایک کو خطرہ ہوتا ہے۔

شاید بعض صاحبوں کے دل میں اس کتاب کی نسبت یہ وسوسہ گزرے کہ جو اب تک کتابیں مناظرات مذہبی میں تصنیف ہو چکی ہیں کیا وہ الزام اور افحام مخاصمین کیلئے کافی نہیں ہیں کہ اسکی حاجت لہذا میں اس بات کو بخوبی منقوش خاطر کر دینا چاہتا ہوں جو اس کتاب اور ان کتابوں کے فوائد میں بڑا ہی فرق ہے وہ کتابیں خاص خاص فرقوں کے مقابلہ پر بنائی گئی ہیں اور انکی وجوہات اور دلائل صرف اسی حد تک ہیں جو اس فرقہ خاص کے ملزم کرنے کیلئے کفایت کرتی ہیں اور گو وہ کتابیں بے نظیر و پر لطائف ہیں مگر ان سے وہی خاص قوم فائدہ اُٹھا سکتی ہے کہ جس کے مقابلہ پر وہ تالیف پائی ہیں لیکن یہ کتاب تمام فرقوں کے مقابلہ پر حقیقت اسلام اور سچائی عقائد اسلام کی ثابت کرتی ہے اور علوم تحقیقات سے حقانیت قرآن مجید کی جابجا ثبوت پہنچاتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو عقلی اور نقلی علوم تحقیقات میں گئے ہیں خاص مباحثات میں انکشاف

ان کا ہرگز محسن نہیں کسی خاص قوم کے ساتھ جو شخص مناظرہ کرتا ہے اسکو ایسی حاجتیں کہاں پڑتی ہیں کہ
جن امور کو اس قوم نے تسلیم کیا ہوا ہے انکو بھی اپنی تحقیق اور مستحکم تحقیقات سے ثابت کرے بلکہ
خاص مباحثات میں اکثر الزامی جوابات سے کام نکالا جاتا ہے اور دلائل معقولی کی طرف نہایت ہی کم
توجہ ہوتی ہے اور خاص محل کا کچھ مقتضا ہی ایسا ہوتا ہے جو فلسفی طور پر تحقیقات کرنے کی حاجت
نہیں پڑتی اور پوری دلائل کا تو ذکر ہی کیا ہے بسا اوقات چند دلائل عقلیہ کا بھی اندراج نہیں پاتا مثلاً
جب ہم ایسے شخص سے بحث کرتے ہیں جو وجود صانع عالم کا قائل ہے الہام کا معترف ہے خالقیت
باری تعالے کو مانتا ہے تو پھر ہم کو کیا ضرور ہوگا جو دلائل عقلیہ سے اس کے روبرو اثبات وجود
صانع کریں یا ضرورت الہام کی وجوہ دکھلاویں یا خالقیت باری تعالے پر دلائل لکھیں بلکہ بالکل بیہودہ
ہوگا کہ جس بات کا کچھ تنازعہ ہی نہیں اس کا جھگڑا لے بیٹھیں مگر جس شخص کو مختلف عقائد
مختلف عندیات مختلف مذہبات مختلف شبہات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اس کی
تحقیقاتوں میں کسی قسم کی فروگذاشت باقی نہیں رہتی۔

علاوہ اس کے جو خاص قوم کے مقابلہ پر کچھ لکھا جاتا ہے وہ اکثر اس قسم کی دلائل ہوتی ہیں کہ
دوسری قوم پر حجت نہیں ہو سکتیں مثلاً جب ہم بائبل شریف سے چند پیشینگوئی نکال کر صدق
نبوت حضرت خاتم انبیا صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ ان کے ثابت کریں تو ہم اس ثبوت سے
عیسائیوں اور یہودیوں کو ملزم کردیں مگر جب ہم وہ ثبوت کسی ہندو یا مجوسی یا فلسفی یا
برہمو سماجی کے روبرو پیش کرینگے تو وہ یہی کہے گا کہ جس حالت میں میں ان کتابوں کو ہی نہیں
مانتا تو پھر ایسا ثبوت جو انہیں سے لیا گیا ہے کیونکر مان لوں اسی طرح جو بات مفید مطلب ہم
وید سے نکال کر عیسائیوں کے سامنے پیش کرینگے تو وہ بھی یہی جواب دینگے پس بہرحال ایسی
کتاب کی اشد ضرورت تھی کہ جو ہر ایک فرقہ کے مقابلہ پر سچائی اور حقیت اسلام کی دلائل عقلیہ
سے ثابت کرے کہ جنکے ماننے سے کسی انسان کو چارہ نہیں سو الحمد للہ کہ ان تمام مقاصد کے پورا
کرنے کیلئے یہ کتاب طیار ہوئی دوسری اس کتاب میں یہ بھی خوبی ہے جو اس میں معاندین کے تمام

عذرات رفع کرنے کے لئے اور اپنی حجت ان پر پوری کرنے کیلئے خوب بندوبست کیا گیا ہے یعنی ایک اشتہار تعدادی دس ہزار روپیہ کا اسی غرض سے اس میں داخل کیا گیا ہے تا منکرین کو کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے اور یہ اشتہار مخالفین پر ایک ایسا بڑا بوجھ ہے کہ جس سے سبکدوشی حاصل کرنا قیامت تک ان کو نصیب نہیں ہو سکتا اور نیز یہ ان کی منکرانہ زندگی کو ایسا تلخ کرتا ہے جو انہیں کا جی جانتا ہوگا غرض یہ کتاب نہایت ہی ضروری اور حق کے طالبوں کے لئے نہایت ہی مبارک ہے کہ جس سے حقیقت اسلام کی مثل آفتاب کے واضح اور نمایاں اور روشن ہوتی ہے اور شان اور شوکت اس مقدس کتاب کی کھلتی ہے کہ جس کے ساتھ عزت اور عظمت اور صداقت اسلام کی وابستہ ہے۔

فہرست معاونین کی جنہوں نے ہمدردی دینی سے اشاعت کتاب براہین احمدیہ میں اعانت کی اور خریداری کتابوں سے ممنون اور مشکور فرمایا۔

نمبر	نام اسماء معاونین صاحبان کہ جنہوں نے خریداری کتاب پیشگی یا اعانت فرمائی	تعداد زر نقد	کیفیت
(۱)	حضرت خلیفہ سید محمد حسن خان صاحب بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ	صلہ عہ (بذریعہ خاص عہ، بذریعہ احباب عہ)	بابت خریداری کتاب

معرفت جناب ممدوح

الف	مولوی فضل حکیم صاحب	عہ	بابت خریداری کتاب
ب	خدا بخش خان صاحب ماسٹر	عہ	ایضاً
ج	سید محمد علی صاحب مہتمم تعمیر چھاؤنی	عہ	〃
د	مولوی احمد حسن صاحب خلف مولوی علی احمد صاحب	عہ	〃
ہ	غلام نبی خان صاحب محرر نظامت کرم گڈھ	عہ	〃
و	لالہ آتما رام صاحب ناظم کرم گڈھ	عہ	〃
ز	شیخ کریم اللہ صاحب ڈاکٹر ناظم مصطفیٰ پور	عہ	〃
ح	شیخ فرزند علی صاحب سول سرجن	عہ	〃

ط	سید عنایت علی صاحب جرنیل	صہ ر	بابت خریداری کتاب
ی	بلاخان صاحب جمعدار تحصیلدار	صہ ر	ایضاً
ک	میر سعد الدین صاحب سررشتہ دار نظامت کریم گڑھ ..	صہ ر	"
ل	میر ہدایت حسین صاحب سالک پنشنی نظامت سرہند ..	صہ ر	"
م	سید نیاز علی صاحب ناظم شہر	صہ ر	"
ن	سید نشان علی صاحب وکیل کشتری اخبار ..	صہ ر	"
(۲)	حضرت فخر الدولہ نواب مرزا محمد علاؤ الدین احمد خان صاحب بہادر فرمان روائے ریاست لوہارو	للعہ ر بابت خریداری کتاب؛ عہ	محض بطور اعانت عہ
(۳)	جناب مولوی محمد چراغ علی خان صاحب بہادر نائب معتمد مدار المہام حیدرآباد دکن	عہ ر	محض بطور اعانت طبع کتاب
(۴)	جناب نواب غلام محبوب سبحانی صاحب بہادر رئیس اعظم لاہور	صہ ر	"
(۵)	محمد عبد اللہ صاحب بہاری رئیس کلکتہ	صہ ر	بشرح صہ ر
(۶)	جناب نواب محمد مکرم الدولہ صاحب مدار المہام انگریزی سرکار حیدرآباد	عہ ر	"
(۷)	جناب نواب علی محمد خان صاحب بہادر رئیس جھجر	صہ ر	"
(۸)	وزیر غلام قادر خان صاحب بہادر ریاست نالاگڑھ ..	صہ ر	"
(۹)	ملک یار محمد خان صاحب تھانہ دار بٹالہ	؏ ر	بطور اعانت
(۱۰)	حکیم [illegible] صاحب رسالدار ترپ نمبر ۲ رجمنٹ اول رسالہ نظام عالی مومن آباد حیدرآباد	صہ ر	بابت خریداری کتاب
(۱۱)	مولوی عبد الحمید صاحب قاضی جلال آباد ضلع فیروزپور	؏ صہ ر	بشرح صہ ر
(۱۲)	میاں جان محمد صاحب قادیان	عہ صہ ر	بطور اعانت
(۱۳)	میاں غلام قادر صاحب قادیان	عہ ر بابت خریداری کتاب صہ ر	بطور اعانت صہ ر

(۱۴) جناب نواب احمد علی خانصاحب بہادر بھوپال	عہ/	بابت خریداری کتاب
(۱۵) مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تحصیل مظفرگڑھ ..	عہ/	بشرح عہ
(۱۶) میاں کریم بخش صاحب نائب منصرم تحصیل مظفرگڑھ ..	عہ/	"
(۱۷) قاضی محمد رضا حسین صاحب منصرم تحصیل مظفرگڑھ ..	عہ/	"
(۱۸) میاں جلال الدین صاحب تاریخ نویس مظفرگڑھ ..	عہ/	"
(۱۹) شیخ عبدالکریم صاحب محرر جوڈیشل مظفرگڑھ ..	عہ/	"
(۲۰) میاں اکبر ساکن بھیووال ضلع گورداسپور	۲/	بطور امانت

ا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سبحانک ما اقوی برهانک العظمة کلها لک والقدرة کلها لک العالم کلّه ضعیف والقوة کلها لک انت الاحد الصمد الذی توحد فی وجوب وجوده وتفرد فی فضله وجوده جلت حکمتک وتجلت حجتک وتمت نعمتک وعمت رحمتک وتنزه ذاتک عن کل منقصة ونقصان وتعالٰی شانک من جمیع ما یشان انت المتوحد المتفرد بجلال ذاته وکمال صفاته المنزه عن شوائب النقص وسماته نحمدک علٰی ما تفضلت علینا بتنزیل کتاب لاریب فیه ولا خطأ ولا نسیان وکشفت به علٰی نفوسنا الخاطئة المخطئة سبیل الحق والعرفان فانت هدیتنا بالفضل والجود والاحسان وما کنا لنهتدی لولا هداک یا رحمٰن۔

ونسئلک ان تصلی علٰی رسولک النبی الامی الذی نجیتنا به من سُبل الضلالة والطغیان واخرجتنا به من ظلمات العمی والحرمان الذی ظهر دینه الحق علٰی کل دین من الادیان وتقدست ملته عن کل شرک وبدعة وعدوان وسبقت شریعته فی

ب کل معرفة وحکمة وبرهان هو العبد المخلص الذی اصطفیته لمحبتک وتوحیدک وجعلت احب الیه من نفسه ذکر تقدیسک وتمجیدک ارسلته رحمة للعالمین وحجة علی المنکرین وسراجًا منیرًا للسالکین وداعیًا الی اللّٰه للطالبین وبشیرًا ومبشرًا

للمؤمنين وانسانا كاملا للناظرين جاء بكتاب محيط على القوانين الحكمية ويهدى الى جميع السعادات الدينية اكمل كثيرا من الناس فى القوى النظرية والعملية فجعلهم المتحلين بالاخلاق المرضية الالهية والمتخلين عن الادناس البشرية السفلية فاصبحوا بتعليمه المترقين فى العلوم الحقيقية اليقينية والمتلذذين بالمحبة الربانية الاحدية والمستعدين لحظيرة القدس والتجليات القدسية اللهم فصل عليه وعلى جميع اخوانه من الرسل والنبيين وآله الطيبين الطاهرين واصحابه الصالحين الصديقين۔

ہر دم از کلخ عالم آواز نیست — کز کشش بانی و بنا ساز نیست
ہیچکس او را شریک و انباز نیست — نے بکارش دخیل و ہمراز نیست
ایں جہاں را عمارت انداز اوست — واز جہاں برتر است و ممتاز اوست
وحدہٗ لاشریک حی و قدیر — لم یزل لایزال فرد و بصیر
کارساز جہان و پاک و قدیم — خالق و رازق و کریم و رحیم
رہنما و معلم رہ دیں — ہادی و ملہم علوم یقین
متصف باہمہ صفات کمال — برتر از احتیاج آل و عیال
بیک حال ہست در ہمہ حال — رہ نیابد بدو فنا و زوال
نیست از حکم او برون چیزے — نہ ز چیز است او نہ چوں چیزے
نتواں گفت او ہمیں اشیاست — نے تواں گفتن ایں کہ دور از ماست ش
ذات او گرچہ ہست بالاتر — نتواں گفت زیر اوست دگر
ہرچہ آید بفہم و عقل و قیاس — ذات او برتر است زاں وسواس
ذات بے چون و چند آں اوست — وز حدود و قیود آزاد است

نہ وجودے بذاتِ او انباز — نہ کسے در صفاتِ او انباز
ہمہ پیدا ز دستِ قدرتِ او — کثرتِ شاں گواہِ وحدتِ او
گر شریکش بُدی ز خلق دگر — گشتی ایں جملہ خلق زیر و زبر
ہر چہ از وصفِ خالی و شکّ ست — ذاتِ بیچون او ازاں پاک ست
بند بر پائے ہر وجود نہاد — خود ز ہر قید و بند ہست آزاد
آدمی بندہ ہست و نفسش بند — در دو صد حرص و آز و سر بکمند
ہمچنیں بندہ آفتاب و قمر — بند در سیرگاہِ خویش و مقر
ماہ را نیست طاقتِ ایں کار — کہ نتابد بروز چوں احرار
نیّرِ خورشید را نہ یارائے — کہ نہد بر سریرِ شب پائے
آب ہم بندہ ہست زیں کہ مدام — بند در سردی است نے خودکام
آتشِ تیز نیز بندۂ او — در چنیں سوزشے فگندۂ او
گر برآری بہ پیشِ او فریاد — گرمیش کم نگردد اے استاد
پائے اشجار در زمیں بند ست — سخت در پا سلاسل افگند ست
ایں ہمہ بستگانِ آں یک ذات — بہ وجودش دلائل و آیات
اے خداوندِ خلق و عالمیاں — خلق و عالم ز قدرتت حیراں
چہ عجیب ست شان و شوکتِ تو — چہ عجیب ست کار و صنعتِ تو
حمد را با تو نسبت از آغاز — نے دراں کس شریک نے انباز
تو وحیدی و بے نظیر و قدیم — منزّہ ز ہر قسیم و سہیم
کس نظیرِ تو نیست در دو جہاں — بر دو عالم توئی خدائے یگاں
زورِ تو غالب است بر ہمہ چیز — ہمہ چیزے بجنبِ تو ناچیز
ترست ایمن کند ز ترس و خطر — ہر کہ عارف ترست ترساں تر

خلق جوید پناہ در سایہ کس — وال پناہ ہمہ تو ہستی و بس
ہست یادت کلید ہر کارے — خاطرے بے تو خاطر آزارے
ہر کہ نالد بدرگہت بہ نیاز — بخت گم کردہ را بیابد باز
لطف تو ترک طالباں نکند — کس بکار رحمت زیاں نکند
ہر کہ با ذاتِ تو سرے دارد — پشت بر روئے دیگرے دارد
زینکہ چوں کار بر تو بگذارد — رو بہ اغیار از چہ رو آرد
ذات پاکت بس است یار یکے — دل یکے جاں یکے نگار یکے
ہر کہ پوشیدہ با تو در سازد — رحمت آشکار بنوازد
ہر کہ گیرد درت بصدق و حضور — از در و بام او ببارد نور
ہر کہ راحت گرفت کارش شد — صد امیدے بروزگارش شد
ہر کہ راہِ تو جست یافتہ است — تافت آں رو کہ سر نتافتہ است
وانکہ از ظلِ قربت تو رسید — بر درِ ہر کہ رفت ذلت دید
اے خداوند من گناہم بخش — سوئے درگاہِ خویش راہم بخش
روشنی بخش در دل و جانم — پاک کن از گناہِ پنہانم
دلستانی و دلربائی کن — بہ نگاہے گرہ کشائی کن
در دو عالم مرا عزیز توئی — وآنچہ میخواہم از تو نیز توئی

لاکھ لاکھ حمد اور تعریف اس قادرِ مطلق کی ذات کے لائق ہے کہ جس نے ساری ارواح اور اجسام بغیر کسی مادّہ اور ہیولیٰ کے اپنے ہی حکم اور امر سے پیدا کر کے اپنی قدرتِ عظیم کا نمونہ دکھلایا اور تمام نفوسِ قدسیّہ انبیا کو بغیر کسی اُستاد اور اتالیق کے آپ ہی تعلیم اور تادیب فرما کر اپنے فیوضِ قدیمہ کا نشان ظاہر فرمایا سُبحان اللہ کیا رحمٰن اور منّان وہ ذات ہے کہ جس نے بغیر کسی استحقاق ہمارے کے

سب کام ہم ضعیفوں کا آپ بنا دیا ہمارے جسمی قیام کے لئے سورج اور چاند اور بادلوں اور ہواؤں کو کام میں لگایا اور ہمارے روحانی انتظام کے لئے توریت اور انجیل اور فرقان اور سب آسمانی کتابوں کو عین وقتوں پر پہنچایا الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر کہ تو نے ہم کو اپنی پہچان کا آپ راہ بتایا اور اپنی پاک کتابوں کو نازل کر کے فکر اور عقل کی غلطیوں اور خطاؤں سے بچایا اور درود اور سلام حضرت سید الرسل محمد مصطفٰے اور ان کی آل و اصحاب پر کہ جس سے خدا نے ایک عالم گم گشتہ کو سیدھی راہ پر چلایا اور وہ مربی اور نفع رساں کہ جو بھولی ہوئی خلقت کو پھر راہ راست پر لایا وہ محسن اور صاحب احسان کہ جس نے لوگوں کو شرک اور بتوں کی بلا سے چھوڑایا وہ نور اور نور افشاں کہ جس نے توحید کی روشنی کو دنیا میں پھیلایا وہ حکیم اور معالج زمان کہ جس نے بگڑے ہوئے دلوں کا راستی پر قدم جمایا وہ کریم اور کرامت نشان کہ جس نے مردوں کو زندگی کا پانی پلایا وہ رحیم اور مہربان کہ جس نے امت کے لئے غم کھایا اور درد اٹھایا وہ شجاع اور پہلوان جو ہم کو موت کے منہ سے نکال کر لایا وہ حلیم اور بے نفس انسان کہ جس نے بندگی میں سر جھکایا اور اپنی ہستی کو خاک سے ملایا۔ وہ کامل موحد اور بحر عرفان کہ جس کو صرف خدا کا جلال بھایا اور غیر کو اپنی نظر سے گرایا وہ معجزہ قدرت رحمٰن کہ جو امی ہو کر سب پہ علوم حقانی میں غالب آیا اور ہر یک قوم کو غلطیوں اور خطاؤں کا ملزم ٹھہرایا۔

در دلم جوشد ثنائے سرورے | آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشق یار ازل | آنکہ روحش واصل آں دلبرے
آنکہ مجذوب عنایات حق است | ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در بر و کرم بحر عظیم | آنکہ در لطف اتم یکتا درے
آنکہ در جود و سخا ابر بہار | آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

آں رحیم و رحمتِ حق را آیتے　　آں کریم و جودِ حق را مظہرے
آں رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او　　زشت رُو را میکند خوش منظرے
آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است　　صد درونِ تیرہ را چوں اخترے
آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ او　　رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے
احمدِ آخر زماں کز نورِ او　　شد دلِ مردم ز خور تاباں ترے
از بنی آدم فزوں تر در جمال　　واز لآلے پاک تر در گوہرے
بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ　　در دلش پُر از معارف کوثرے
بہرِ حق دامن ز غیرِ حق بر فشاند　　ثانیٔ او نیست در بحر و برے
آں چراغش داد حق کش تا ابد　　بے خطر نے غم ز بادِ صرصرے
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل　　بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
تیرِ او تیزی بہر میداں نمود　　تیغِ او ہر جا نمودہ جوہرے
کرد ثابت بر جہاں عجزِ بتاں　　وا نمودہ زورِ آں یک قادرے
تا نماند بے خبر از زورِ حق　　بُت ستا و بُت پرست و بُت گرے
عاشقِ صدق و سداد و راستی　　دشمنِ کذب و فساد و ہر شرے
خواجہ و ہم عاجزاں را بندۂ　　بادشاہ و بے کساں را چاکرے
آں ترحم ہا کہ خلق از وے بدید　　کس ندیدہ در جہاں از مادرے
از شرابِ شوقِ جاناں بیخودی　　در سرش بر خاک بنہادہ سرے
روشنی از وے بہر قومے رسید　　نورِ او رخشید بر ہر کشورے
آیتِ رحمٰن برائے ہر بصیر　　حجتِ حق بہرِ ہر دیدہ ورے
ناتوانان را برحمت دستگیر　　خستہ جاناں را بشفقت غمخورے
حُسنِ رُویش بہ ز ماہ و آفتاب　　خاکِ کویش بہ ز مشکِ عنبرے　　حاشیہ

آفتاب و مه چه میماند بدو | ذره دلش از نور حق صد نیرے
یک نظر بهتر ز عمر جاودان | گر فتد کس را بر آن خوش پیکرے
منکر هر جنبشش نبی دارم خبر | جان فشانم گر بود دل دیگرے
یاد آن صورت مرا از خود برد | هر زمان مستم کند از ساغرے
می‌پریدم سوے کوے او مدام | من اگر میداشتم بال و پرے
لاله و ریحان چه کار آید مرا | من بسے دارم بآن بت روے دلبرے
خوبی او دامن دل می‌کشد | سوے کشانم می‌برد زور آورے
دیده‌ام کو هست نور دیده‌ها | در اثر هر نفس چون مهر انورے
تا فتد آن روے کز آن مه نتافت | یافت آن دوران که کند آن دیے
هر که بے او زد قدم در بحر دین | گرد در اول قدم گم معبرے
امّی و در علم و حکمت بے نظیر | زین چه باشد حجّتی روشن ترے
آن شراب معرفت دادش خدا | کز شعاعش خیره شد هر اخترے
شد عیان از شیء علی الوجه الاتم | جوهر انسان که بود آن مضمرے
ختم شد بر نفس پاکش هر کمال | لاجرم شد ختم هر پیغمبرے
آفتاب هر زمین و هر زمان | رهبر هر اسود و هر احمرے
مجمع البحرین علم و معرفت | جامع الاسمین ابر و خاورے
چشم من بسیار گردید و ندید | چشمه چون دین او صافی ترے
سالکان را نیست غیر از وے امام | رهروان را نیست جز وے رهبرے
جاے او جاے که طیر قدس را | سوزد از انوار آن بال و پرے
آن خداوندش بداد آن شرع و دین | کان نگردد تا ابد متغیرے
تا نیفتد قفل بر دل تا زبان | تا زبانش را شود درمان گرے

بعد ازاں آں نور دین و شرع پاک　　شد محیط عالمے چوں صرصرے
خلق را بخشید از حق کامہا　　وا رہانیدہ ز کامِ اژدرے
یک طرف حیران از و شاہانِ وقت　　یک طرف مبہوت ہر دانشورے
نے بعلمش کس رسیدے نے بزور　　در شکستہ کبرِ ہر مستکبرے
او چہ میدارد بمدحِ کس نیاز　　مدحِ او خود فخرِ ہر مدحت گرے
ہست او در روضۂ قدس و جلال　　واز خیالِ مادحاں بالاترے
اے خدا بر وے سلامِ ما رسان　　ہم بر اخوانش ز ہر پیغمبرے
ہر رسولے آفتابِ صدق بود　　ہر رسولے بود مہرِ انورے
ہر رسولے بود ظلّے دیں پناہ　　ہر رسولے بود باغے مثمرے
گر بدنیا نامدے ایں خیلِ پاک　　کارِ دیں ماندے سراسر ابترے ۱۲
ہر کہ شکرِ بعثِ شاں نارد بجا　　ہست او الائے حق را کافرے
آں ہمہ از یک صدف صد گوہر اند　　متحد در ذات و اصل و گوہرے
اُمتے ہرگز نبودہ در جہاں　　کاندراں نامد بوقتے منذرے
اوّل آدم آخر شاں احمد ست　　اے خنک آنکس کہ بیند آخرے
انبیا روشن گہر ہستند لیک　　ہست احمد زاں ہمہ روشن ترے
آں ہمہ کانِ معارف بودہ اند　　ہر یکے از راہِ مولیٰ مخبرے
ہر کرا علمے ز توحیدِ حق ست　　ہست اصلِ علمش از پیغمبرے
آں رسیدش از رہِ تعلیمہا　　گو شود اکنوں ز نخوت منکرے
ہست قومے کج رو و ناپاک رائے　　آنکہ زیں پاکاں ہمی پیچد سرے
دیدۂ شاں روئے حق ہرگز ندید　　بس سیہ کردند روئے دفترے
شور بختیہائے بختِ شاں ببیں　　تا ز بر چشم و گریزاں از خورے

چشم گر بودے خفی از آفتاب — کس نبودے تیرہ بیں چوں شپّرے
ہر کہ کور است و براہش صد مغاک — وائے بر وے گر ندارد رہبرے
قوم دیگر را چنیں رائے رکیک — در نشستہ از جہالت در سرے
کاں خدا گفتے دگر اندر جہاں — از دیارِ شاں ندیدہ خوشترے
۱۱۳ ہمگر روئے پرو سے محبوب شاں — تا دلش مرغوب طبع و خاطرے
لاجرم از ابتدائش تا ابد — ماند و خواہد ماند آنجا بسترے
مذہب دیگر گرچہ میرد در ضلال — مے نگردد زو بہے مستغفرے
داد ہر یک ذرّہ قوتے را کتاب — ترک کرد صد ہزاراں معشرے
چوں بروزِ ابتدا تقسیم کرد — درمیانِ خلق از خیر و شرے
راستی در حصہ اوشاں فتاد — دیگراں را کذب شد آبشخورے
قولِ شاں ایں است کاندر خیرِ شاں — آمدہ صد کاذب و حیلت گرے
لیک نامد نزد شاں یک نیّر ہم — آنکہ بودے از خدا دیں گسترے
آنکہ ایشاں را نمودے راہِ حق — در کشودے کذبِ ہر کذب آورے
تا شدے وادار را حجت تمام — بر سرِ ہر مسلم و مستعمرے
الغرض نزدیک شاں آں ذاتِ پاک — ہست ظالم تر ز ہر ظالم ترے
کو گذارد عالمے را در ضلال — شب ستاند ہیچ ہر ناکسے
خود ہمی دارد بیک قومے مدام — ہمچو شیدائے کسے میل و سرے
اینچنیں پُر حمق رائے ایں قوم را — حمق دیگر ایں کہ بروے فاخرے
عاقبت ایں رائے زشت بدخیال — کرد ایشاں را عجب کور و کرے
۱۱۴ چشم پوشیدند از صد چشمۂ — سر نگوں گشتند پیشِ آخورے
سخت ورزیدند کیں با انبیا — الاماں از کین ہر مستکبرے

آنچہ کیں شان بپاکان ثابت ست — از شیاطین کس ندارد باورے
خر بود اندر حماقت بے نظیر — لیکن ایشان را بہر سو صد خرے
نے سر تحقیق دارند و ثبوت — نے زنند از صدق پا بر جبرے
نے دوائے را شناسند از اثر — نے درختے را شناسند از برے
نے زکس پرسند از روئے نیاز — نے بعیب فکر خود متفکرے
نے بدل پروائے این تفتیش ہا — کز بہر دین ہا کدامین بہترے
ہمچو مائل علو صد ہزار — فارغ از فرق اقل و اکثرے
نے بدل خوف خدائے کردگار — نے بخاطر بیم روز محشرے
تیرہ جانان دیدہ ہا را دوختہ — سوختہ در کین وری چون اخگرے
دیدہ و دانستہ از حق تاصمد — دل نہادہ در جہان غادرے
از بہائے حق تراشیدہ ہبل — دائما در خانہ خود منبرے
آن خدائے شان عجب باشد خدا — کو تغافل داشت از ہر کشورے
بہر الہام آمدش دائم پسند — یک زبان یک خطہ کوتہ ترے
اینچنین رائے کجا باشد درست — کے خرد گردد بسویش رہبرے ۱۱
کے گمان بد کند بر نیکوان — آنکہ باشد نیک و نیکو محضرے
ماہ را گفتن کہ چیزے نیست این — ہست دشنامے ز کین از خرولے
کور گر گوید کجا ہست آفتاب — میشود در کوری باطن رسوا ترے
در خور تابان نمی شک و گمان — تا ملامت را نگردی درخورے
گر خدا خواہی بجرات کن پیروی — چون نمی ترسی ز قہر قاہرے
چون نمی ترسی ز روز باز پرس — چون نہ ترسی از حضور داورے
آخر اے شاکی چسان گشتت یقین — با خدائے وانمودہ دفترے

نور شان یک عالمے را در گرفت | تو ہنوز اے کور در شور و شرے
لعل تابان را اگر گوئی کثیف | زین چہ کاہد قدر روشن گوہرے
طعنہ بر پاکان نہ بر پاکان بود | خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے
بغض با مردان حق نامردی ست | آن بشر باشد کہ باشد بے شرے
مکر و کین و کراہت سخت ست | نفس دون را است صید لاغرے
صد مراتب بہ ز چشم اہل کین | چشم نابینا و کور و اعورے
ہست کین و تعصب خاک باد | ہم بفرق کین وران خاکسترے
مجد و پابندی حق بس دگر | ورنہ گیرد باشد اے اکبرے
تا بہ پیغمبران را اجپا کریم | ہیچ خاکے اوفتادہ بر درے
ہر دو سوے کو طریق حق نمود | جان باقسریان بران حق پرے
اے خداوندم بہ خیل انبیا | کش فرستادے بفضل اوفرے
معرفت ہم دہ چو بخشیدی دلم | مے بدہ زان سان کہ دادی ساغرے
اے خداوندم بنام مصطفےٰ | کش شدے در ہر مقامے ناصرے
دست من گیر از رہ لطف و کرم | در مہم باش یار و یاورے
تکیہ بر زور تو دارم گرچہ من | ہمچو خاکم بلکہ زان ہم کمترے

اب ہر سب طالبان حق پر واضح ہو کہ مقصود اس کتاب کی تالیف سے جو موسوم بالبراہین الاحمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوة المحمدیہ ہے یہ ہے کہ دین اسلام کی سچائی کے دلائل اور قرآن مجید کی حقیت کے براہین اور حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کے ثبوت سب لوگوں پر بصراحت تمام ظاہر کئے جائیں اور نیز ان سب کو جو اس دین متین اور مقدس کتاب اور برگزیدہ نبی سے منکر ہیں ایسے کامل اور معقول طریق سے ملزم اور لاجواب کیا جا

جو اَشد ہ ان کو بمقابلہ اسلام کے دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے۔

اور یہ کتاب مرتب ہے ایک اشتہار اور ایک مقدمہ اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر

خدا اس کو حق کے طالبوں کے لئے مبارک کرے اور بہتوں کو اس کے پڑھنے سے اپنے سچے دین کی ہدایت دے۔ آمین۔

اشتہار

انعامی اشتہار دس ہزار روپیہ ان سب لوگوں کے لئے جو مشارکت اپنی کتاب کے فرقان مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھیں ثابت کردکھائیں یا اگر کتاب الہامی ان کے ان دلائل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہو تو اس عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کرکے ہمارے ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دیں۔

میں جو مصنف اس کتاب براہین

احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے

بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ

جمیع ارباب مذہب اور ملت کے جو حقانیت
فرقانِ مجید اور نبوتِ حضرت محمد مصطفٰے
صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً
للحجۃ شائع کر کے اقرارِ صحیح قانونی اور
عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی
صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی
کتاب کی فرقانِ مجید سے اُن سب

ص۲۱ براہین اور دلائل میں جو ہم نے دوبارہ
حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت
حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم
ص۲۲ اسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریریں[1]
ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت
کر کے دکھلاوے یا اگر تعداد میں ان
ص۲۳ کے برابر پیش نہ کرسکے تو نصف ان

[1] یہ لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم سے اس جگہ لکھا ہے۔ شمس

سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا
خمس ان سے نکال کر پیش کرے یا
اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو
ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دے صفحہ ۲۴
تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین
منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ
رائے ظاہر کردیں کہ ایفاء شرط جیسا صفحہ ۲۵

کر چاہیے تھا ظہور میں آ گیا میں مُشتہر
ایسے مُجیب کو بلا عذرے و حیلتے اپنی
جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و ۲۶
دخل دے دونگا مگر واضح رہے کہ اگر اپنی
کتاب کی دلائل معقولہ پیش کرنے سے
عاجز اور قاصر رہیں یا بر طبق شرط ۲۷
اشتہار کی خمس تک پیش نہ کر سکیں تو

اس حالت میں بصراحت تمام تحریر
کرنا ہوگا جو بوجہ ناکامل یا غیر معقول
ہونے کتاب کے اس شق کے پورا کرنے ۲۵
سے مجبور اور معذور رہے۔ اور اگر دلائل
مطلوبہ پیش کریں تو اس بات کو یاد
رکھنا چاہیئے کہ جو ہم نے خمس دلائل ۲۶
یا ثلث پیش کرنے کی اجازت اور رخصت

دی ہے اس سے ہماری یہ مراد نہیں
ہے جو اس تمام مجموعہ دلائل کا بغیر کسی ص۳۰
تفریق اور امتیاز کے نصف یا ثلث یا
ربع یا خمس پیش کر دیا جائے بلکہ یہ شرط
ہر یک صنف کی دلائل سے متعلق ہے ص۳۱
اور ہر صنف کے براہین میں سے
نصف یا ثلث یا ربع یا خمس پیش

کرنا ہوگا۔

شاید کسی صاحب کا فہم اس بات کے ۳۶
سمجھنے سے قاصر ہے جو عبارتِ مذکورہ
میں صنفِ دلائل سے کیا مُراد ہے
پس بغرضِ تشریح اس فقرہ کے لکھا ۳۷
جاتا ہے جو دلائل اور براہین فُرقانِ مجید
کی کہ جن سے حقیّت اس کلام پاک

۲۴ کی اور صدق رسالت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ثابت ہوتا ہی دو قسم پر ہیں
۲۵ اوّل وہ دلائل جو اِس پاک کتاب اور
آنحضرت کی صداقت پر اندرونی اور
ذاتی شہادتیں ہیں یعنی ایسی دلائل جو
۲۶ اُسی مقدس کتاب کے کمالات ذاتیہ
اور خود آنحضرت کی ہی خصائلِ قدسیہ

اور اخلاقِ مرضیہ اور صفاتِ کاملہ سے
حاصل ہوتی ہیں دوسری وہ دلائل جو ص۲۴
بیرونی طور پر قرآن شریف اور آنحضرت
کی سچائی پر شواہدِ قاطعہ ہیں یعنی ایسی دلائل
جو خارجی واقعات اور حادثاتِ متواترہ ص۲۵
مثبتہ سے لی گئی ہیں۔
اور پھر ہریک ان دونوں قسموں کی

۳۹ دلائل سے دو قسم پر ہے دلیلِ بسیط اور
دلیلِ مرکب۔ دلیلِ بسیط وہ دلیل ہے
جو اثباتِ حقیّتِ قرآن شریف اور صدق
۴۰ رسالتِ آنحضرت کے لئے کسی اور امر
کے الحاق اور انضمام کی محتاج نہیں
۴۱ اور دلیلِ مرکب وہ دلیل ہے جو اُسکے
تحقق دلالت کے لئے ایک ایسے

کُل مجموعے کی ضرورت ہے کہ اگر
من حیث الاجتماع اُسپر نظر ڈالی جائے ۴۲
یعنی نظر یکجائی سے اُس کی تمام افراد کو
دیکھا جائے تو وہ کُل مجموعی ایک ایسی
عالی حالت میں ہو جو تحقق اُس حالت کا ۴۳
تحقق حقیتِ فرقانِ مجید اور صدقِ
رسالتِ آنحضرت کو مُستلزم ہو اور جب

۴۴ اجزا اس کی الگ الگ دیکھی جائیں تو
یہ مرتبہ بداہیت کا جیسا کہ اُنکو چاہیے حاصل
۴۵ نہ ہو اور وجہ اس تفاوت کی یہ ہے جو
کُل مجموعی اور کُل واحد ہمیشہ متخالف
فی الاحکام ہوتے ہیں جیسے ایک بوجھ
۴۶ کو دس آدمی اکٹھے ہوکر اُٹھا سکتے ہیں
اور اگر وہی دس آدمی ایک ایک ہوکر

اٹھانا چاہیں تو یہ امر محال ہو جاتا ہے۔

صہ ۳۷ اور ہر واحد ان دونوں قسم کی دلائل

بسیط اور مرکبہ سے جب اپنی خاص

صہ ۳۸ خاص صورتوں اور ہیئتوں اور وضعوں

کے لحاظ سے تصور کئے جائیں تو اُن کا

نام اس کتاب میں اصنافِ دلائل ہے۔

صہ ۳۹ اور یہ وہی اصناف ہیں کہ جن کے

التزام کے لئے ہم نے صدر اشتہار ہذا
میں یہ قید لگادی ہے جو ہر مصنف کی
براہین میں سے شخص متصدی مقابلہ
فرقان مجید کا نصف یا ثلث یا ربع
یا خمس پیش کرے یعنی اس صورت
میں کہ جب ان کل دلائل کے پیش
کرنے سے عاجز ہو جو ایک مصنف

کے تحت میں داخل ہیں۔ اور نیز اِسجگہ
یہ امر زیادہ تر قابلِ انکشاف ہے کہ
جو صاحب کسی دلیلِ مرکّب کا کہ
جس کی تعریف ابھی ہم بیان کر چکے
ہیں اپنی کتاب میں سے نمونہ دکھلانا
چاہیں تو اُن پر واجب ہوگا کہ اگر وہ
دلیل مرکّب ایسی مجموعہ اجزا سے مرکّب

ہو جو ہر یک جز اُس کا بجائے خود کسی
امر پر دلیل ہو تو ان سب جزوی دلائل
۵۵ کا بھی کم سے کم ایک ایک نمونہ پیش
کرنا ہوگا۔
چونکہ سمجھنا اس شرط کا محتاج تمثیل
۵۶ ہے اس لئے ہم بطور تمثیل کے اس جگہ
اسی قسم کی ایک دلیل دلائل مرکبہ

مشتملہ حقیقتِ فرقانِ مجید سے تحریر کرتے
ح۵۲ ہیں اور وہ یہ ہے جو تعلیم اصولی
فرقانِ مجید کی دلائلِ حکمیّہ پر مبنی اور
مشتمل ہے یعنی فرقانِ مجید ہر ایک
ح۵۸ اصولِ اعتقادی کو جو مدار نجات کا
ہے محققانہ طور سے ثابت کرتا ہے
اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں سے

بپایۂ صداقت پہنچاتا ہے جیسے وجود ص۹۹
صانع عالم کا ثابت کرنا توحید کو بپایۂ
ثبوت پہنچانا ضرورتِ الہام پر دلائلِ
قاطعہ کا لکھنا اور کسی احقاقِ حق اور ص۲۰
ابطالِ باطل سے قاصر نہ رہنا بپایہ
امر فرقانِ مجید کے منجانب اللہ ہونے
پر بڑی بزرگ دلیل ہے جس سے حقیت ص۲۱

اور افضلیّت اُس کی بوجہ کمال ثابت

ہوتی ہے کیونکہ دنیا کے تمام عقائدِ

فاسدہ کو ہر یک نوع اور ہر صنف کی ۴۲

غلطیوں سے بدلائل واضحہ پاک کرنا

اور ہر قسم کے شکوک اور شُبہات کو

جو لوگوں کے دلوں میں دخل کر گئے ۴۳

ہوں براہینِ قاطعہ سے مٹا دینا اور

ایسا مجموعہ اصولِ مدلّلہ محققہ مثبتہ کا اپنی
کتاب میں درج کرنا کہ نہ پہلے اُس ۱۴
سے وہ مجموعہ کسی الہامی کتاب میں
درج ہو اور نہ کسی ایسے حکیم اور
فیلسوف کا پتا مل سکتا ہو کہ جو کبھی ۱۵
کسی زمانہ میں اپنی نظر اور فکر اور عقل
اور قیاس اور فہم اور ادراک کے زور

سے اُس مجموعہ کی حقیقی سچائی کا دریافت صہ ۲۴
کرنے والا ہو چکا ہو اور نہ کبھی کسی
بھلے مانس نے ایک ذرہ اس بات کا
ثبوت دیا ہو جو آنحضرت صلے اللہ صہ ۲۵
علیہ وسلم کبھی کوئی ایک آدھ دن کسی
مدرسہ یا مکتب میں پڑھنے بیٹھے
تھے یا کسی سے کچھ علم معقول یا منقول صہ ۲۶

سیکھا تھا یا کبھی کسی فلسفی اور منطقی سے
اُن کی صُحبت اور مخالطت رہی تھی
کہ جس کے اثر سے اُنہوں نے ص ۴۹
ہریک اصولِ حقّہ پر دلائلِ فلسفہ قائم
کر کے تمام عقائد مدارِ نجات کی
حقیقی سچّائی کو ایسا کھول دیا کہ
جس کی نظیر صفحۂ روزگار میں کہیں ص ۵۰

نہیں پائی جاتی یہ ایسا کام ہے کہ
بجز تائید الٰہی اور الہام ربّانی کے
ہرگز کسی سے انجام پذیر نہیں ہوسکتا ملک
پس ناچار عقل اس بات پر قطع
واجب کرتی ہے جو قرآن شریف
اس خدائے واحد لاشریک کی کلام ملک
ہے کہ جس کے علم کے ساتھ کسی

انسان کا علم برابر نہیں۔ یہ دلیل ہے
جو ہم نے بطور نمونہ کے اُن دلائلِ مرکبہ
میں سے لکھی ہے کہ جن کا مجموعہ اجزا
تمام ایسی جزوں سے مرکب ہے کہ
وہ سب جُزیں دلائل ہی ہیں چنانچہ
اس دلیل کے اجزا سب کے سب
وہ دلائل ہیں جو عقد مِقدّمہ پر قائم

س۴۵ کی گئی ہیں اور چونکہ یہ دلیل بھی اصناف
دلائل میں سے ایک صنف ہے اس
لئے جیسا کہ مخاصم پر تمام اصناف
دلائل کا پیش کرنا فرض ہے اسی لئے
س۴۶ اس دلیل کا بھی پیش کرنا فرض ہے
مگر اس دلیل کو دکھلانے کے لئے
اُن تمام دلائل کا دکھلانا بھی ضروری

ہے کہ جن سے اس دلیل کی تالیف اور
ترکیب ہے اور جن کی ہیئتِ اجتماعی
سے اس کا وجود تیار ہوتا ہے جیسی دلیلِ
اثباتِ وجودِ صانع دلیلِ اثباتِ
توحید دلیلِ اثباتِ خالقیت
باری تعالیٰ وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہی دلائل٭
کی اجزا ہیں اور وجود کل کا بغیر وجود

٭ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیر استعمال نسخہ میں یہاں بجائے ’’اس دلیل‘‘ کے الفاظ قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔ شمس

اجزا کے ممکن نہیں اور نہ تحصّل کسی ص۷۹
ماہیّت کا بدون اس کی جزوں کے
ہوسکتا ہے پس مخاصم پر لازم ہے جو
اُن تمام جزوی دلائل کو بھی پیش کرے ص۸۰
ہاں یہ اختیار ہے کہ جہاں ہم نے مثلاً
کسی اُصول کے اثبات پر پانچ دلیلیں
لکھی ہوں مخاصم صاحب اُس کے ص۸۱

اثبات پر یا اُس کے ابطال پر یعنی جیسا کہ
رائے اور اعتقاد ہو صرف ایک ہی دلیل بپابندی
اُنہیں شرائط اور اُنہیں حدود کے جو ص۸۲
اشتہار ہذا میں ہم ذکر کر چکے ہیں اپنی
الہامی کتاب سے نکال کر دکھلاویں *

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد مقام قادیان ضلع گورداسپور

پنجاب

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

بفضل عظیم حضرت باری عزّ اسمہٗ و عمّ نوالہٗ بعد تمہید مقدمات کتاب لاجواب حصہ دوم

براہین احمدیہ

ملقب بہ

البراہین الاحمدیہ علی حقیقۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ

جس کو فخر اہل اسلام پنجاب جناب میرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان
ضلع گورداسپور پنجاب دام اقبالہم نے کمال تحقیق اور تدقیق سے تالیف کر کے
منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کیلئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا

امرتسر پنجاب

سفیر ہند پریس میں در سنہ ۱۸۸۰ء طبع ہوئی

امیر علی دولہ پرنٹر

سَاُورِیْکُمْ آیَاتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْن
الجزو ۱۷ سورۃ الانبیاء

براہینِ احمدیہ کے مخالفوں کی جلدی

کئی ایک پادری صاحبوں اور ہندو صاحبوں نے جوش میں آکر اخبار سفیر ہند اور نور افشاں اور رسالہ ودیا پرکاشک میں ہمارے نام طرح طرح کے اعلان چھپوائے ہیں جن میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ضرور ہم رد اس کتاب کی لکھیں گے اور بعض صاحب ڈوموں کی طرح ایسے ایسے صریح ہجو آمیز الفاظ استعمال میں لاتے ہیں کہ جن سے ان کی طینت کی پاکی خوب ظاہر ہوتی ہے گویا وہ اپنی اوباشانہ تقریر دل سے ہمیں ڈراتے اور دھمکاتے ہیں۔ مگر انہیں معلوم نہیں ہم تو ان کی تہ سے واقف ہیں اور ان کے جھوٹے اور ذلیل اور پست خیال ہم پر پوشیدہ نہیں۔ سو ان سے ہم کیا ڈریں گے اور وہ کیا ڈرا دیں گے۔

کرمکِ بے دانہ را چوں موت می آید فراز   می شتابد بر شمع سوزاں از رہِ شوخی و ناز

بہرحال ہم ان کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ ذرا صبر کریں اور جب کوئی حصہ کتاب کی فصلوں میں سے چھپ چکتا ہے تب جتنا چاہیں زور لگا لیں۔ ایک عام مقولہ مشہور ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں۔ سو ہم سچ پر ہیں۔ ہمارے سامنے کسی پادری یا پنڈت کی کیا پیش جا سکتی ہے اور کسی کی نری زبان کی فضول گوئی سے ہمارا کیا بگڑ سکتا ہے بلکہ ایسی باتوں سے خود

؎ یہ اشتہار طبع اوّل و طبع سوم میں موجود ہے لیکن طبع دوم میں نہیں۔ شمس

پادریوں اور پنڈتوں کی دیانت داری کھلتی جاتی ہے۔ کیونکہ جس کتاب کو ابھی نہ دیکھا اور نہ بھالا نہ اس کی براہین سے کچھ اطلاع نہ اُس کے پایۂ تحقیقات سے کچھ خبر اُس کی نسبت جھٹ پٹ مونہہ کھول کر ردّ لکھنے کا دعویٰ کر دیا گیا یہی ان لوگوں کی ایمانداری اور راستبازی ہے۔ واہ حضرات! جب آپ لوگوں نے ابھی میری دلائل کو ہی نہیں دیکھا تو پھر آپ کو کیسے معلوم ہو کہ آپ ان تمام دلائل کا جواب لکھ سکیں گے۔ جب تک کسی کی کوئی حجت نکالی ہوئی یا کوئی برہان قائم کی ہوئی یا کوئی دلیل لکھی ہوئی معلوم نہ ہو اور پھر اُس کو جانچا نہ جائے کہ یقینی ہے یا ظنی اور مقدمات صحیح پر مبنی ہے یا مغالطات پر تب تک اس کی نسبت کوئی مخالفانہ رائے ظاہر کرنا اور خواہ نخواہ اس کے ردّ لکھنے کے لئے دم زنی کرنا اگر تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جب آپ لوگوں نے قبل از دریافت اصل حقیقت ردّ لکھنے کی پہلے ہی ٹھہرا لی تو پھر کب نفس امّارہ آپ کا اس بات سے باز آنے کا ہے جو بات بات میں فریب اور تلبیس اور خیانت اور بددیانتی کو کام میں لایا جائے تا کسی طرح یہ فخر حاصل کریں کہ ہم نے جواب لکھ دیا۔

اگر آپ لوگوں کی نیت میں کچھ خلوص اور دل میں کچھ انصاف ہوتا تو آپ لوگ یوں اعلان دیتے کہ اگر دلائل کتاب کی واقع میں صحیح اور سچی ہوں گی تو ہم بسرو چشم ان کو قبول کریں گے۔ ورنہ اظہار حق کی غرض سے اُن کی ردّ لکھیں گے۔ اگر آپ ایسا کرتے تو بیشک منصفوں کے نزدیک منصف ٹھہرتے اور صاف باطن کہلاتے لیکن خدا ان کو سمجھ دے ایسے لوگوں کے دلوں میں انصاف ہو جو خدا کے ساتھ بھی بے انصافی کرنے سے نہیں ڈرتے اور بعض نے اُس کو خالق ہونے سے ہی جواب دے رکھا ہے اور بعض ایک کے تین بنائے بیٹھے ہیں اور کسی نے اُس کو ناصرہ میں لا ڈالا ہے اور کوئی اُس کو اجودھیا کی طرف کھینچ لایا ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں اور افلاطون بن جاویں بیکن کا اوتار دھاریں ارسطو کی نظر اور فکر لاویں اپنے مصنوعی

خداؤں کے آگے استمداد کے لیئے ہاتھ جوڑیں۔ پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے اٹھیہ باطلہ۔ جب تک اِس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک توحید کو الیشرکت اور ست دویا اور باقی سارے پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفت حیا اور شرم سے دُور سمجھیں۔

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں　　خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں　　حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟
کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے　　آخر قدم بصدق اُٹھاؤ گے یا نہیں؟
کیونکر کرو گے رد جو محقق ہو ایک بات　　کچھ ہوش کر کے عذر سناؤ گے یا نہیں؟

سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

اشتہارِ ضروری

کتاب براہین احمدیہ کی قیمت جو بالفعل دس روپیہ قرار پائی ہے وہ صرف مسلمانوں کے لئے کمال درجہ کی تخفیف اور رعایت سے کہ جن کو بشرط وسعت اور طاقت مالی کے اعانت دینِ متین میں کسی نوع کا دریغ نہیں۔ لیکن جو صاحب کسی اور مذہب یا ملّت کے پابند ہو کر اس کتاب کو خریدنا چاہیں تو چونکہ اعانت کی اُن سے کچھ توقع نہیں۔ لہذا اُن سے وہ پوری پوری قیمت لی جائے گی جو حصۂ اولیٰ کے اعلان میں شائع ہو چکی ہے۔

المشتہر

مؤلّفِ براہینِ احمدیہ

عرضِ ضروری بحالتِ مجبوری

انسان کی کمزوریاں جو ہمیشہ اس کی فطرت کے ساتھ لگی ہوئی ہیں ہمیشہ اس کو تمدن اور تعاون کا محتاج رکھتی ہیں اور یہ حاجت تمدن اور تعاون کی ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ جس میں کسی عاقل کو کلام نہیں خود ہمارے وجود کی ہی ترکیب ایسی ہے کہ جو تعاون کی ضرورت پر اوّل ثبوت ہے ہمارے ہاتھ اور پاؤں اور کان اور ناک اور آنکھ وغیرہ اعضا اور ہماری سب اندرونی اور بیرونی طاقتیں ایسی طرز پر واقع ہیں کہ جب تک وہ باہم ملکر ایک دوسرے کی مدد نہ کریں تب تک افعال ہمارے وجود کے علی مجری الصحت ہرگز جاری نہیں ہو سکتے اور انسانیت کی کل ہی معطل پڑی رہتی ہے جو کام دو ہاتھ کے ملنے سے ہونا چاہئے وہ محض ایک ہی ہاتھ سے انجام نہیں ہو سکتا۔ اور جس راہ کو دو پاؤں ملکر طے کرتے ہیں وہ فقط ایک ہی پاؤں سے طے نہیں ہو سکتا اسی طرح تمام کامیابی ہماری معاشرت اور آخرت کے تعاون پر ہی موقوف ہو رہی ہے کیا کوئی اکیلا انسان کسی کام دین یا دنیا کو انجام دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں کوئی کام دینی ہو یا دنیوی بغیر معاونت باہمی کے چل ہی نہیں سکتا ہر یک گروہ کہ جس کا مدعا اور مقصد ایک ہی مثل اعضا یکدیگر ہے اور ممکن نہیں جو کوئی فعل جو متعلق غرض مشترک اس گروہ کے ہے بغیر معاونت باہمی ان کے بخوبی و خوش اسلوبی ہو سکے بالخصوص جس قدر جلیل القدر کام ہیں اور جن کی علت غائی کوئی فائدہ عظیمہ جمہوری ہے وہ تو بجز جمہوری اعانت کے کسی طور پر انجام پذیر ہی نہیں ہو سکتے اور صرف ایک ہی شخص ان کا متحمل ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا انبیاء علیہم السلام جو توکل اور تفویض اور تحمل اور مجاہدات افعال خیر میں سب سے بڑھ کر ہیں ان کو بھی برعایت

اسباب ظاہری مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کہنا پڑا خدا نے بھی اپنے قانون تشریعی میں
بہ تصدیق اپنے قانونِ قدرت تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کا حکم فرمایا۔

مگر افسوس جو مسلمانوں میں سے بہتوں نے اس اصولِ متبرک کو فراموش کر دیا ہے اور ایسی اصل عظیم کو کہ جس پر ترقی اور اقبالِ دین کا سارا مدار تھا بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسری قومیں کہ جن کی الہامی کتابوں میں اس بارے میں کچھ تاکید بھی نہیں تھی وہ اپنی دلی تدبیر سے اپنے دین کی اشاعت کے شوق سے مضمون تَعَاوَنُوْا پر عمل کرتی جاتی ہیں اور خیالات مذہبی ان کے بباعث قومی تعاون کے روز بروز زیادہ سے زیادہ پھیلتے چلے جاتے ہیں آجکل عیسائیوں کی قوم کو ہی دیکھو جو اپنے دین کے پھیلانے میں کس قدر دلی جوش رکھتے ہیں اور کیا کچھ محنت اور جانفشانی کر رہے ہیں لاکھ ہا روپیہ بلکہ کروڑ ہا اُن کا صرف تالیفات جدیدہ کے چھپوانے اور شائع کرنے کی غرض سے جمع رہتا ہے۔ ایک متوسط دولتمند یورپ یا امریکہ کا اشاعت تعلیم انجیل کے لئے اس قدر روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر دیتا ہے جو اہلِ اسلام کے اعلیٰ سے اعلیٰ دولتمند من حیث المجموع بھی اس کی برابری نہیں کر سکتے یوں تو مسلمانوں کا اس ملک ہندوستان میں ایک بڑا گروہ ہے اور بعض بعض متموّل اور صاحب توفیق بھی ہیں مگر امور خیر کی بجا آوری میں (باستثنائے ایک جماعت قلیل اُمراء اور وزراء اور عہدہ داروں کے) اکثر لوگ نہایت درجہ کے پست ہمت اور منقبض الخاطر اور تنگ دل ہیں کہ جن کے خیالات محض نفسانی خواہشوں میں محدود ہیں اور جنکے دماغ استغنا کے مواد ردیہ سے متعفن ہو رہے ہیں یہ لوگ دین اور ضروریاتِ دین کو تو کچھ چیز ہی نہیں سمجھتے ہاں ننگ و نام کے موقعہ پر سارا گھر بار لٹانے کو بھی حاضر ہیں۔ خالصاً دین کے لئے عالی ہمت مسلمان (جیسے ایک سید نامدار مخدومنا حضرت خلیفہ سید محمد حسن خانصاحب بہادر وزیر ب اعظم پٹیالہ) اس قدر تھوڑے ہیں کہ جن کو انگلیوں پر بھی شمار کرنے کی حاجت نہیں۔

لہ القصص : ۱۵ ؛ سلہ مائدہ : ۳

ماسوا اس کے بعض لوگ اگر کچھ تھوڑا بہت دین کے معاملہ میں خرچ بھی کرتے ہیں تو ایک رسم کے پیرایہ میں نہ واقعی ضرورت کے انجام دینے کی نیت سے جیسے ایک کو مسجد بنواتے دیکھ کر دوسرا بھی جو اس کا حریف ہے خواہ مخواہ اس کے مقابلہ پر مسجد بنواتا ہے اور خواہ واقعی ضرورت ہو یا نہ ہو مگر ہزار ہا روپیہ خرچ کر ڈالتا ہے کسی کو یہ خیال پیدا نہیں ہوتا جو اس زمانہ میں سب سے مقدم اشاعت علم دین ہے اور نہیں سمجھتے کہ اگر لوگ دیندار ہی نہیں رہیں گے تو پھر ان مسجدوں میں کون نماز پڑھے گا صرف پتھروں کے مضبوط اور بلند میناروں سے دین کی مضبوطی اور بلندی چاہتے ہیں اور فقط سنگ مرمر کے خوبصورت قطعات سے دین کی خوبصورتی کے خواہاں ہیں لیکن جس روحانی مضبوطی اور بلندی اور خوبصورتی کو قرآن شریف پیش کرتا ہے اور جو اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء[1] کا مصداق ہے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور اس شجرہ طیبہ کے ظل ظلیل دکھلانے کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتے۔ اور یہود کی طرح صرف ظاہر پرست بن رہے ہیں۔ نہ دینی فرائض کو اپنے محل پر ادا کرتے ہیں اور نہ ادا کرنا جانتے ہیں اور نہ جاننے کی کچھ پروا رکھتے ہیں۔

اگرچہ یہ بات قابل تسلیم ہے جو ہر سال میں ہماری قوم کے ہاتھ سے بے شمار روپیہ بنام نہاد خیرات و صدقات کے نکل جاتا ہے مگر افسوس جو اکثر لوگ ان میں سے نہیں جانتے کہ حقیقی نیکی کیا چیز ہے اور بذل اموال میں اصلح اور انسب طریقوں کو ملحوظ نہیں رکھتے اور آنکھ بند کر کے بے موقع خرچ کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر جب سارا شوق دلی اسی بے موقع خرچ کرنے میں تمام ہو جاتا ہے تو موقعہ پر آ کر اصل فرض کے ادا کرنے سے بالکل قاصر رہ جاتے ہیں اور اپنے پہلے اسراف اور افراط کا تدارک بطور تفریط و ترک واجب کے کرنا چاہتے ہیں یہ ان لوگوں کی سیرت ہے کہ جن میں روح کی سچائی سے قوت فیاضی اور نفع رسانی کی جوش نہیں مارتی بلکہ صرف اپنی ہی طبع خاص سے متلوّن ہو کر بے اندیشی سالی

[1] ابراھیم : ۲۵

کے وقت میں آخرت کی آن آسانی کا ایک حیلہ سوچ کر مسجد بنوا لے اور بہشت میں بنا بنایا گھر لینے کا لالچ پیدا ہو جاتا ہے اور حقیقی نیکی پر ان کی ہمدردی کا یہ حال ہے کہ اگر کشتی دین کی ان کی نظر کے سامنے ساری کی ساری ڈوب جائے یا تمام دین ایک دفعہ ہی تباہ ہو جائے تب بھی اُن کے دل کو ذرا لرزہ نہیں آتا اور دین کے رہنے یا جانے کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے۔ اگر درد ہے تو دنیا کا۔ اگر فکر ہے تو دنیا کا اگر عشق ہے تو دنیا کا۔ اگر سودا ہے تو دنیا کا اور پھر دنیا بھی جیسا کہ دوسری قوموں کو حاصل ہے حاصل نہیں ہر یک شخص جو قوم کی اصلاح کے لئے کوشش کر رہا ہے وہ ان لوگوں کی لاپروائی سے نالاں اور گریاں ہی نظر آتا ہے اور ہر یک طرف سے یا حسرتاً علی القوم کی ہی آواز آتی ہے اوروں کی کیا کہیں ہم آپ ہی سنتے ہیں۔

ہم نے صدہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا چونکہ یہ مخالفین پر فتح عظیم اور مومنین کے دل و جان کی مراد تھی اس لئے امراء اسلام کی عالی ہمتی پر بڑا بھروسا تھا جو وہ ایسی کتاب لاجواب کی بڑی قدر کریں گے اور جو جو مشکلات اس کی طبع میں پیش آرہی ہیں۔ اُن کے دور کرنے میں بدل و جان متوجہ ہو جائیں گے مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں اللّٰہ المستعان و اللّٰہ خیرٌ و ابقٰی!!

بعض صاحبوں نے قطع نظر اعانت سے ہم کو سخت تفکر اور تردد میں ڈال دیا ہے ہم نے پہلا حصہ جو چھپ چکا تھا اس میں سے قریب ایک سو پچاس جلد کے بڑے بڑے امیروں اور دولت مندوں اور رئیسوں کی خدمت میں بھیجی تھیں اور یہ امید کی گئی تھی جو امراء عالی قدر خریداری کتاب کی منظور فرما کر قیمت کتاب جو ایک ادنیٰ رقم ہے بطور پیشگی بھیج دیں گے اور ان کی اس طور کی اعانت سے وہ دینی کام بآسانی پورا ہو جائے گا

اور ہزارہا بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچے گا۔ اسی امید پر ہم نے قریب ڈیڑھ سو کے خطوط اور عرائض بھی لکھے اور بہ انکسار تمام حقیقتِ حال سے مطلع کیا مگر باستثناء دو تین عالی ہمتوں کے سب کی طرف سے خاموشی رہی۔ نہ خطوط کا جواب آیا نہ کتابیں واپس آئیں مصارفِ ڈاک تو سب ضائع ہوئے لیکن اگر خدانخواستہ کتابیں بھی واپس نہ ملیں تو سخت دقت پیش آئیگی اور بڑا نقصان اُٹھانا پڑے گا افسوس جو ہم کو اپنے معزز بھائیوں سے بجائے اعانت کے تکلیف پہنچ گئی اگر یہی حمایتِ اسلام ہے تو کارِ دین تمام ہے ہم بکمال غربت عرض کرتے ہیں کہ اگر قیمت پیشگی کتابوں کا بھیجنا منظور نہیں تو کتابوں کو بذریعہ ڈاک واپس بھیج دیں ہم اسی کو عطیہ عظمیٰ سمجھیں گے اور احسانِ عظیم خیال کریں گے ورنہ ہمارا بڑا حرج ہوگا۔ اور گم شدہ حصوں کو دوبارہ چھپوانا پڑے گا کیونکہ یہ پرچہ اخبار نہیں کہ جس کے ضائع ہونے میں کچھ مضائقہ نہ ہو ہر یک حصہ کتاب کا ایک ایسا ضروری ہے کہ جس کے تلف ہونے سے ساری کتاب ناقص رہ جاتی ہے برائے خدا ہمارے معزز اخوان سرد مہری اور لاپروائی کو کام میں نہ لائیں اور دنیوی استغناء کو دین میں استعمال نہ کریں اور ہماری اس مشکل کو سوچ لیں کہ اگر ہمارے پاس اجزا کتاب کے ہی نہیں ہوں گے تو ہم خریداروں کو کیا دیں گے اور ان سے پیشگی روپیہ کہ جس پر چھپنا کتاب کا موقوف ہے کیونکر لیں گے۔ کام ابتر پڑ جائے گا اور دین کے کام میں جو سب کا مشترک ہے ناحق کی دقت پیش آجائے گی۔

اُمیدوار بود آدمی بخیرِ کساں — مرا بخیرِ تو امید نیست بد مرساں

ایک اور بڑی تکلیف ہے جو بعض ناسمجھ لوگوں کی زبان سے ہم کو پہنچ رہی ہے اور وہ یہ ہے جو بعض صاحب کہ جن کی رائے بباعث کم توجہی کے دینی معاملات میں صحیح نہیں ہے وہ اس حقیقتِ حال پر اطلاع پا کر جو کتاب براہین احمدیہ کی تیاری پر نو ہزار روپیہ خرچ آتا ہے بجائے اس کے جو دلی خوشی سے کسی نوع کی اعانت کی طرف متوجہ ہوتے

اور جو زیر باریاں بوجہ کمی قیمت کتاب و کثرت مصارف طبع کے عائد حال ہیں ان کے
بجز نقصان کے لئے کچھ للہ فی اللہ ہمت دکھلانے سے منافقانہ باتیں کرنے سے ہمارے
کام میں خلل انداز ہو رہے ہیں اور لوگوں کو یہ وعظ سناتے ہیں جو کیا پہلی کتابیں کچھ تھوڑی
ہیں جو اب اس کی حاجت ہے اگرچہ ہم کو ان لوگوں کے اعتراضوں پر کچھ نظر اور خیال نہیں
اور ہم جانتے ہیں جو دنیا پرستوں کی ہر یک بات میں کوئی غرض ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ
اسی طرح شرعی فرائض کو اپنے سر پر سے ٹالتے رہتے ہیں کہ تا کسی دینی کارروائی کی
ضرورت کو تسلیم کر کے کوئی کوڑی ہاتھ سے نہ چھوڑنی پڑے لیکن چونکہ وہ ہماری اس
سعی بلیغ کی تحقیر کر کے لوگوں کو اس کے فوائد عظیمہ سے محروم رکھنا چاہتے ہیں اور باوصفیکہ
ہم نے پہلے حصہ کے پرچہ مشتہرہ میں وجوہ ضرورت کتاب موصوف کی بیان
کر دی تھیں پھر بھی بمقتضائے فطرتی خاصیت اپنی کے نکتہ چینی کرتے ہیں ناچار اس
اندیشہ سے کہ مبادا کوئی شخص ان کی واہیات باتوں سے دھوکا نہ کھاجائے پھر کھولکر
بیان کیا جاتا ہے کہ کتاب براہین احمدیہ بغیر اشد ضرورت کے نہیں لکھی گئی جس مقصد
اور مطلب کے انجام دینے کے لئے ہم نے اس کتاب کو تالیف کیا ہے اگر وہ مقصد کسی
پہلی کتاب سے حاصل ہو سکتا تو ہم اسی کتاب کو کافی سمجھتے اور اسی کی اشاعت کے لئے
بدل وجان مصروف ہو جاتے اور کچھ ضرور نہ تھا جو ہم سالہا سال اپنی جان کو محنت
شدیدہ میں ڈال کر اور اپنی عمر عزیز کا ایک حصہ خرچ کر کے پھر آخر کار ایسا کام کرتے جو
محض تحصیل حاصل تھا لیکن جہاں تک ہم نے نظر کی ہم کو کوئی کتاب ایسی نہ ملی جو
جامع ان تمام دلائل اور براہین کی ہوتی کہ جن کو ہم نے اس کتاب میں جمع کیا ہے اور جن کا
شائع کرنا بغرض اثبات حقیقت دین اسلام کے اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے
تو ناچار واجب دیکھ کر ہم نے یہ تالیف کی اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو تو ایسی
کتاب کہیں سے نکال کر ہم کو دکھلا دے تا ہم بھی جانیں ورنہ بیہودہ بکواس کرنا اور ناحق

بندگانِ خدا کو ایک چشمۂ فیض سے روکنا بڑا عیب ہے۔

مگر یاد رہے جو اس تقریر سے کسی نوع کی خودستائی ہمارا مطلب نہیں جو تحقیقات ہم نے کی اور پہلے عالی شان فضلاء نے نہ کی یا جو دلائل ہم نے لکھیں اور انہوں نے نہ لکھیں یہ ایک ایسا امر ہے جو زمانہ کے حالات سے متعلق ہے نہ اس سے ہماری ناچیز حیثیت بڑھتی ہے اور نہ اُن کی بلند شان میں کچھ فرق آتا ہے۔ انہوں نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں ابھی خیالاتِ فاسدہ کم پھیلے تھے اور صرف غفلت کے طور پر باپ دادوں کی تقلید کا بازار گرم تھا سو ان بزرگوں نے اپنی تالیفات میں وہ روش اختیار کی جو ان کے زمانہ کی اصلاح کے لئے کافی تھی۔ پھر ہم نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں بباعث زور خیالاتِ فاسدہ کے وہ پہلی روش کافی نہ رہی بلکہ ایک پُرزور تحقیقات کی حاجت پڑی جو اس وقت کی شدتِ فساد کی پوری پوری اصلاح کرے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ کیوں ازمنۂ مختلفہ میں تالیفاتِ جدیدہ کی حاجت پڑتی ہے اس کا باعث یہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا یعنی کسی زمانہ میں مفاسد کم اور کسی میں زیادہ ہو جاتے ہیں اور کسی وقت کسی رنگ میں اور کسی وقت کسی رنگ میں پھیلتے ہیں اب مؤلف کسی کتاب کا جو ان خیالات کو مٹانا چاہتا ہے اُس کو ضرور ہوتا ہے جو وہ طبیب حاذق کی طرح مزاج اور طبیعت اور مقدار فساد اور قسم فساد پر نظر کر کے اپنی تدبیر کو علیٰ قدر ما ینبغی و علیٰ نحو ما ینبغی عمل میں لاوے۔ اور جس قدر یا جس نوع کا بگاڑ ہو گیا ہے اُسی طور سے اس کی اصلاح کا بندوبست کرے اور وہی طریق اختیار کرے کہ جس سے احسن اور اسہل طور پر اُس مرض کا ازالہ ہوتا ہو کیونکہ اگر کسی تالیف میں مخاطبین کے مناسب حال تدارک نہ کیا جائے تو وہ تالیف نہایت نکمی اور غیر مفید اور بے سود ہوتی ہے اور ایسی تالیف کے بیانات میں یہ زور ہرگز نہیں ہوتا جو منکر کی طبیعت کے پورے گہراؤ تک غوطہ لگا کر اس کے دل کی ظلمات کو بکلی مستاصل کرے پس ہمارے معترضین اگر ذرا غور کر کے سوچیں گے تو ان پر

بہ یقین کامل واضح ہو جائے گا کہ جن انواع و اقسام کے مفاسد نے آجکل دامن پھیلایا ہوا ہے ان کی صورت پہلے فسادوں کی صورت سے بالکل مختلف ہے وہ زمانہ جو کچھ عرصہ پہلے اس سے گزر گیا ہے وہ جاہلانہ تقلید کا زمانہ تھا اور یہ زمانہ کہ جس کی ہم ہدایت کرتے ہیں بے عقلی کی بد استعمالی کا زمانہ ہے پہلے اس سے اکثر لوگوں کو نامعقول تقلید نے خراب کر رکھا تھا اور اب فکر اور نظر کی غلطی نے بہتوں کی مٹی پلید کر دی ہے یہی وجہ ہے کہ جن دلائل عقیدہ اور براہین قاطعہ لکھنے کی ہم کو ضرورتیں پیش آئیں وہ ان نیک اور بزرگ عالموں کو کہ جنہوں نے صرف جاہلانہ تقلید کا غلبہ دیکھ کر کتابیں لکھی تھیں پیش نہیں آئی تھیں ہمارے زمانہ کی نئی روشنی (خاک بر فرق ایں روشنی) نوآموزوں کی روحانی قوتوں کو افسردہ کر رہی ہے۔ ان کے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور بجائے خدا کی ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔ اگرچہ آجکل تقریباً تمام نوآموزوں کا قدرتی میلان وجوہات عقلیہ کی طرف ہو گیا ہے لیکن افسوس کہ یہی میلان بباعث عقل ناتمام اور علم خام کے بجائے رہبر ہونے کے رہزن ہوتا جاتا ہے فکر اور نظر کی کجروی نے لوگوں کے قیاسات میں بڑی بڑی غلطیاں ڈال دی ہیں اور مختلف رایوں اور رنگارنگ خیالات کے شائع ہونے کے باعث سے کم فہم لوگوں کے لئے بڑی بڑی دقتیں پیش آ گئی ہیں سوفسطائی تقریروں نے نوآموزوں کی طبائع میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں۔ جو امور نہایت معقولیت میں تھے وہ ان کی آنکھوں سے چھپ گئے ہیں۔ جو باتیں نہایت درجہ نامعقول ہیں ان کو وہ اعلیٰ درجہ کی صداقتیں سمجھ رہے ہیں وہ حرکات جو نشاء انسانیت سے مغائر ہیں ان کو وہ تہذیب خیال کئے بیٹھے ہیں اور جو حقیقی تہذیب ہے اس کو وہ نظر استخفاف اور استحقار سے دیکھتے ہیں پس ایسے وقت میں اور ایسے لوگوں کے علاج کے لئے جو اپنے ہی گھر میں محقق بن بیٹھے ہیں اور اپنے ہی منہ سے میاں مٹھو کہلاتے ہیں ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو جو تین سو براہین

تفسیر عقلیہ پر مشتمل ہے بغرض اثبات حقانیت قرآن شریف جس سے یہ لوگ بکمال نخوت منہ پھیر رہے ہیں تالیف کیا ہے کیونکہ یہ بات اجلیٰ بدیہیات سے ہے جو سرگشتۂ عقل کو عقل ہی سے تسلی ہو سکتی ہے اور جو عقل کا رہزدہ ہے وہ عقل ہی کے ذریعہ سے راہ پر آسکتا ہے۔

اب ہر یک مومن کے لئے خیال کرنے کا مقام ہے کہ جس کتاب کے ذریعہ سے کئی سو دلائل عقلی حقیت قرآن شریف پر شائع ہو گئیں اور تمام مخالفین کے شبہات کو دفع اور دور کیا جائیگا وہ کتاب کیا کچھ متلاشیان خدا کو فائدہ پہنچائیگی اور کیسے فروغ اور جاہ و جلال اسلام کا اس کی اشاعت سے چمکیگا ایسے ضروری امر کی اعانت سے وہی لوگ لاپروا رہتے ہیں جو حالت موجودہ زمانہ پر نظر نہیں ڈالتے۔ اور مفاسد منتشرہ کو نہیں دیکھتے اور عواقب امور کو نہیں سوچتے یا وہ لوگ کہ جن کو دین سے کچھ غرض ہی نہیں اور خدا اور رسول سے کچھ محبت ہی نہیں۔ اے عزیزو!!! اس پر آشوب زمانہ میں دین اسی سے برپا رہ سکتا ہے جو مقابلہ زور طوفان گمراہی کے دین کی سچائی کا زور بھی دکھایا جاوے اور ان بیرونی حملوں کے جو چاروں طرف سے ہو رہے ہیں حقانیت کی قوی طاقت سے مدافعت کی جائے یہ سخت تاریکی جو چہرۂ زمانہ پر چھا گئی ہے یہ تب ہی دور ہوگی کہ جب دین کی حقیقت کے براہین دنیا میں بکثرت چمکیں اور اس کی صداقت کی شعاعیں چاروں طرف سے چھوٹتی نظر آویں اس پر آشوب وقت میں وہی مناظرہ کی کتاب روحانی جمعیت بخش سکتی ہے کہ جو بذریعہ تحقیق عمیق کے اصل ماہیت کے باریک دقیقہ کی تہ کو کھولتی ہو اور اس حقیقت کے اصل قرارگاہ تک پہنچاتی ہو کہ جس کے جاننے پر دلوں کی تشفی موقوف ہے۔

اے بزرگو!!! اب یہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ جو شخص بغیر اعلیٰ درجہ کے عقلی ثبوتوں کے اپنے دین کی خیر منانی چاہے تو یہ خیال محال اور طمع خام ہے۔ تم آپ ہی نظر اٹھا کر دیکھو کیسی طبیعتیں خودرائی اختیار کرتی جاتی ہیں اور کیسے خیالات بگڑتے جاتے ہیں اس زمانہ کی ترقی

ملک

علوم عقلیہ نے بھی اُلٹا اثر کیا ہے حال کے تعلیم یافتہ لوگوں کی طبائع میں ایک عجیب طرح کی آزادی مغشی پڑھتی جاتی ہے اور وہ سعادت جو سادگی اور غربت اور صفا باطنی میں ہے وہ اُن کے مغرور دلوں سے بالکل جاتی رہی ہے اور جن جن خیالات کو وہ سیکھتے ہیں وہ اکثر ایسے ہیں کہ جن سے ایک لامذہبی کے وساوس پیدا کرنیوالا اُن کے دلوں پر اثر پڑتا جاتا ہے اور اکثر لوگ قبل اس کے جو ان کو کوئی مرتبہ تحقیق کامل کا حاصل ہو صرف جہل مرکب کے غلبہ سے فلسفی طبیعت کے آدمی بنتے جاتے ہیں تو آپ اپنی اطفال اور اپنی قوم اور اپنے ہموطنوں پر رحم کرو اور قبل اس کے جو وہ باطل کی طرف کھینچے جائیں۔ اُن کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لاؤ تا تمہارا اور تمہاری ذرّیت کا بھلا ہو اور تا سب کو معلوم ہو جو بمقابلہ دین اسلام کے اور سب ادیان بے حقیقت محض ہیں دُنیا میں خدا کا قانون قدرت یہی ہے جو کوشش اور سعی اکثر حصول مطلب کا ذریعہ ہو جاتی ہے اور جو شخص ہاتھ پاؤں توڑ کر اور غافل ہو کر بیٹھ جاتا ہے وہ اکثر محروم اور بے نصیب رہتا ہے سو آپ لوگ اگر دین اسلام کی حقیت کے پھیلانے کے لئے جو فی الواقع حق ہے کوشش کریں گے تو خدا اس سعی کو ضائع نہیں کریگا خدا نے ہم کو صدہا براہین قاطعہ حقیت اسلام پر عنایت کیں اور ہمارے مخالفین کو ان میں سے ایک بھی نصیب نہیں اور خدا نے ہم کو حق محض عطا فرمایا اور ہمارے مخالفین باطل پر ہیں باوجود اسکے باطل کے دلوں میں جاہلانہ ضدیت سے ظاہر کرنے کے لئے سچا جوش ہوتا ہے اُسکی ہمارے مخالفوں کو بو بھی نہیں پہنچی لیکن تب بھی دن رات کی کوشش ایک ایسی موثر چیز ہے کہ باطل پرست لوگ بھی اس سے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں اور چوروں کی طرح کہیں نہ کہیں نقب بھی لگتی ہی رہتی ہے دیکھو عیسائی کا دین کہ جس کا اصل ہی باطل الدین ٹھہرتا ہے پادریوں کی ہمیشگی کی کوششوں سے کیسا ترقی پر ہے اور کیسے ہر سال اُن کی طرف سے تحریریں چھپتی رہتی ہیں کہ اس برس چار ہزار عیسائی ہوئے اور اس سال آٹھ ہزار پر خداوند مسیح کا فضل ہو گیا ابھی کلکتہ میں جو پادری ہیکر صاحب نے تازہ کرسچان شدہ آدمیوں کا بیان کیا ہے اس سے ایک نہایت قابل افسوس خبر ظاہر ہوتی ہے پادری صاحب

فرماتے ہیں جو پچاس سال سے پہلے تمام ہندوستان میں کرسٹان شدہ لوگوں کی تعداد صرف ستائیس ہزار تھی اس پچاس سال میں یکدفعہ ترقی ہوئی ہو کر ستائیس ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار عیسائیوں کا پہنچ گیا ہے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ!! اے بزرگو!! اس سے زیادہ تر اور کونسا وقت انتشار گمراہی کا ہے جس کے آنے کی آپ لوگ راہ دیکھتے ہیں ایک وہ زمانہ تھا جو دین اسلام يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا[۱] کا مصداق تھا اور اب یہ زمانہ!!! کیا آپ لوگوں کا دل اس مصیبت کو سنکر نہیں ہلتا؟ کیا اس ویلۂ عظیم کو دیکھ کر آپ کی ہمدردی جوش نہیں مارتی؟ ہوشمند صاحبوں کی عقل و فراست اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ جو فساد دین کی بے خبری سے پھیلا ہے اس کی اصلاح اشاعت علم دین پر ہی موقوف ہے سو اسی مطلب کو کامل طور پر پورا کرنے کیلئے میں نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے اور اس کتاب میں ایسی بسط وعلوم سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا اس کتاب کی اعانت طبع کے لئے جس قدر ہم نے لکھا ہے وہ محض مسلمانوں کی ہمدردی سے لکھا گیا ہے کیونکہ ایسی کتاب کے مصارف جو ہزارہا روپیہ کا معاملہ ہے اور جس کی قیمت بھی بہ نیت عام فائدہ مسلمانوں کے نصف سے بھی کم کر دی گئی ہے یعنی پچیس روپیہ میں سے صرف دس روپیہ رکھے گئے ہیں وہ کیونکر بغیر اعانت عالی ہمت مسلمانوں کے انجام پذیر ہو۔

بعض صاحبوں کی سمجھ پر بڑا افسوس ہے جو وہ بوقت درخواست اعانت کے یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم کتاب کو بعد تیاری کتاب کے خرید لیں گے پہلے نہیں ان کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کچھ تجارت کا معاملہ نہیں اور مؤلف کو بجز تائید دین کے کسی کے مال سے کچھ غرض نہیں اعانت کا وقت تو یہی ہے کہ جب طبع کتاب میں مشکلات پیش آرہی ہیں نہ بعد چھپ چکنے کے اعانت کرنا ایسا ہے کہ جیسے بعد تندرستی کے دوا دینا پس ایسی بلا حاصل اعانت سے کس ثواب کی توقع ہوگی۔ خدا نے لوگوں کے دلوں سے دینی محبت کیسی اٹھا دی جو اپنے ننگ و ناموس کے کاموں میں ہزارہا روپیہ آنکھ بند کر کے خرچ کرتے چلے جاتے ہیں لیکن دینی کاموں کے بارے میں جو اس

[۱] النصر : ۳

حیاتِ فانی کا مقصودِ اصلی ہیں۔ لمبے لمبے ناخنوں میں پھنسے ہوئے ہیں زبان سے تو کہتے ہیں جو
ہم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں پر حقیقت میں اُن کو نہ خدا پر ایمان ہے نہ آخرت پر
اگر ایک ساعت اپنے بذلِ اموال کی کیفیت پر نظر کریں جو خداداد نعمتوں کو اپنے نفسِ امّارہ
کے فربہ کرنے کے لئے ایک برس میں کس قدر خرچ کر ڈالتے ہیں اور پھر سوچیں جو
خلق اللہ کی بھلائی اور بہبودی کے لئے ساری عمر میں خالصاً للہ کتنے کام کئے ہیں تو اپنے
خیانت پیشہ ہونے پر آپ ہی روویں پر ان باتوں کو کون سوچے اور وہ پردے جو دل پر
ہیں کیونکر دور ہوں وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ [1] انہیں لوگوں کی پست ہمتی
اور دنیا پرستی پر خیال کر کے بعض ہمارے معزز دوستوں نے جو دین کی محبت میں مثلِ عاشق
زار پائے جاتے ہیں بمقتضائے بشریت کے ہم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس صورت میں
لوگوں کا یہ حال ہے تو اتنی بڑی کتاب تالیف کرنا کہ جس کی چھپوائی پر ہزارہا روپیہ خرچ
آتا ہے بے موقع تھا سو اُن کی خدمت والا میں یہ عرض ہے کہ اگر ہم اُن صدہا دقائق اور
حقائق کو نہ لکھتے کہ جو درحقیقت کتاب کے حجم بڑھ جانے کا موجب ہیں تو پھر خود کتاب کی
تالیف ہی غیر مفید ہوتی رہا یہ فکر کہ اس قدر روپیہ کیونکر میسر آوے گا سو اس سے تو
ہمارے دوست ہم کو مت ڈراویں اور یقین کر کے سمجھیں جو ہم کو اپنے خدائے قادرِ مطلق اور
اپنے مولیٰ کریم پر اس سے زیادہ تر بھروسا ہے کہ جو ممسک اور خسیس لوگوں کو اپنی دولت
کے صندوقوں پر بھروسا ہوتا ہے کہ جن کی تالی ہر وقت اُن کی جیب میں رہتی ہے سو وہی
قادر توانا اپنے دین اور اپنی وحدانیت اور اپنے بندہ کی حمایت کے لئے آپ مدد کرے گا۔
اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [2]

بہا ہم آں توانا نیست ہرگز ز بخل ناتواناں ہم مترساں

مطبوعہ سفیر ہند امرتسر

[1] الرعد : ۳۴ [2] البقرہ : ۱۰۷

مقدمہ

اور اس میں کئی مقصد واجب الاظہار ہیں جو ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں

اوّل ہر ایک صاحب کی خدمت میں جو اعتقاد اور مذہب میں ہم سے مخالف ہیں بقصد ادب اور غربت عرض کی جاتی ہے جو اس کتاب کی تصنیف سے ہمارا ہرگز یہ مطلب اور مدعا نہیں جو کسی دل کو رنجیدہ کیا جائے یا کسی نوع کا بے اصل جھگڑا اٹھایا جائے بلکہ محض حق اور راستی کا ظاہر کرنا مراد دلی اور تمنا قلبی ہے اور ہم کو ہرگز منظور نہ تھا کہ اس کتاب میں کسی اپنے مخالف کے خیالات اور عندیات کا ذکر زبان پر لاتے بلکہ اپنے کام سے کام تھا اور مطلب سے مطلب مگر کیا کیجئے کہ کامل تحقیقات اور باستیفاء بیان کرنا جمیع اصول حقہ اور دلائل کاملہ کا اسی پر موقوف ہے کہ ان سب ارباب مذاہب کا جو برخلاف اصول حقہ کے رائے اور خیال رکھتے ہیں غلطی پر ہونا دکھلایا جائے پس اس جہت سے ان کا ذکر کرنا اور ان کے شکوک کو رفع دفع کرنا ضروری اور واجب ہوا اور خود ظاہر ہے کہ کوئی ثبوت بغیر رفع کرنے مقدرات فریق ثانی کے کما حقہ اپنی صداقت کو نہیں پہنچتا مثلاً جب ہم اثبات وجود صانع عالم کی بحث لکھیں تو تکمیل اس بحث کی اس بات پر موقوف ہوگی جو دہریہ یعنے منکرین وجود خالق کائنات کے ظنون فاسدہ کو دور کیا جائے اور جب ہم حضرت باری کے خالق الارواح والاجسام ہونے پر دلائل قلمبند کریں تو ہم پر انصافاً لازم ہے جو آریہ سماج والوں کے اوہام اور وساوس کو بھی جو خواہ نخواہ ان کے

حاشیہ: یہ ایک نیا فرقہ ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوا ہے جو اپنی مذہبی مجلس کو آریہ سماج سے موسوم کرتے ہیں۔ ان دنوں میں سرپرست اور بانی مبانی اس فرقہ کے ایک پنڈت صاحب ہیں کہ جن کا

خالق ہونے سے منکر ہیں منادیں۔ اور جب ہم ضرورت الہام کی دلائل تحریر کریں تو ہم پر اُن
شبہات کا ازالہ کرنا بھی واجب ہوگا جو برہمو سماج والوں کے دلوں میں متمکن ہو رہے
ہیں۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی نہایت پختہ تجربہ سے ثابت ہے کہ اس زمانہ کے مخالفین اسلام
کی یہ عادت ہو رہی ہے کہ جب تک اپنے اصول مسلّمہ کو باطل اور خلاف حق نہیں دیکھتے اور
اپنے مذہب کے فساد پر مطلع نہیں ہوتے تب تک راستی اور صداقت دین اسلام
کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور گو آفتاب صداقت دین الٰہی کا کیسا ہی ان کو چمکتا نظر
آوے۔ تب بھی اس آفتاب سے دوسری طرف منہ پھیر لیتے ہیں۔ پس جبکہ یہ حال ہے
تو ایسی صورت میں دوسرے مذاہب کا ذکر کرنا نہ صرف جائز بلکہ دیانت اور امانت اور
پوری ہمدردی کا یہی مقتضا ہے جو ضرور ذکر کیا جائے اور ان کے اوہام کے مٹانے اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ *

ماہو یا تسبیب اور ہم اس وجہ سے اس فرقہ کو نیا فرقہ کہتے ہیں کہ وہ اصول کہ جن کا یہ فرقہ پابند
ہے اور وہ تمام خیالات اور تاویلات کہ جن کی نسبت اس فرقہ نے پیدا کئے ہیں وہ بجز شاذ و نادر
کسی قدیم ہندو مذہب میں نہیں پائی جاتیں اور نہ کسی وید یا شاستر اور نہ کسی شاستر کے بجائی طور پر
ان کا پتہ ملتا ہے بلکہ تعلیمات وغیرہ متفرق خیالات سے کچھ تو پنڈت دیانند صاحب کے اپنے ہی
دل کے تخیلات ہیں اور کچھ ایسے بے جا تصرفات ہیں کہ کسی جگہ سے سر اور کسی جگہ سے ٹانگ
لے لی۔ غرض اسی قسم کی کارسازیوں سے اس فرقہ کا قالب طیار کیا گیا اور پہلا اصول اس فرقہ
کا یہی ہے جو پرمیشر روحوں اور اجسام کا خالق نہیں بلکہ یہ سب چیزیں پرمیشر کی طرح قدیم
اور انادی اور اپنے وجود کی آپ ہی پرمیشر ہیں اور پرمیشر ان کے نزدیک ایک ایسا شخص ہے
جو اپنی بہادری سے یا اتفاق سے سلطنت کو پہنچ گیا ہے اور اپنے جیسی چیزوں پر حکومت کرتا ہے
اور نہیں کے سوا اس اور دوسرے سے اس کی پرمیشری بنی ہوئی ہے ورنہ اگر وہ چیزیں نہ ہوتیں
تو پھر پرمیشر بھی اور وہ سب چیزیں یعنی ارواح اور اجزاء صغار اجسام کی اپنے وجود اور بقا میں
بالکل پرمیشر سے بے تعلق ہیں یہاں تک کہ اگر پرمیشر کا مرنا بھی فرض کیا جائے تو ان کو کچھ بھی
حرج نہیں۔ نعوذ باللہ من ھذہ الھفوات۔ منہ

ان کے عقائد کے بطلان ظاہر کرنے میں کسی طرح کی فروگذاشت اور کسی طور کا اخفا روا رکھا جاوے
بالخصوص جبکہ وہ لوگ جاہلی ودانستہ میں صراط مستقیم سے دور اور مہجور ہیں اور
ف ہم اپنے سچے دل سے اُن کو خطا پر سمجھتے ہیں اور ان کے اصول کو حق کے برخلاف جانتے
اور ان کا انہیں عقائد پر اس عالم فانی سے کوچ کرنا موجب عذاب عظیم یقین رکھتے ہیں۔ تو
پھر اس صورت میں اگر ہم ان کی اصلاح سے عمداً چشم پوشی کریں اور ان کا گمراہ ہونا اور
دوسرے لوگوں کو گمراہی میں ڈالنا دیدہ ودانستہ روا رکھیں تو پھر ہمارا کیا ایمان اور کیا دین ہوگا
اور ہم اپنے خدا کو کیا جواب دیویں گے۔ اور اگرچہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض دنیا پرست کوئی
کہ جن کو خدا اور خدا کے سچے دین کی کچھ بھی پروا نہیں ان کو اپنے مذہب کی خرابیاں یا
اسلام کی خوبیاں سن کر بڑا رنج دل میں گذرے گا اور منہ بگاڑیں گے اور کچھ کا کچھ بولیں گے
مگر ہم امید رکھتے ہیں کہ ایسے طالب صادق بھی کئی نکلیں گے جو اس کتاب کے پڑھنے
سے صراط مستقیم کو پاکر جناب الٰہی میں سجدات شکر کے ادا کریں گے اور خدا نے جو ہم کو
سمجھایا ہے وہ اُن کو بھی سمجھا دیگا اور جو کچھ ہم پر ظاہر کیا ہے وہ ان پر بھی ظاہر کرے گا
اور حقیقت میں یہ کتاب انہیں کے لئے تصنیف ہوئی ہے اور یہ سارا بوجھ ہم نے انہیں کی
خاطر اٹھایا ہے وہی ہمارے حقیقی مخاطب ہیں اور اُن کی خیرخواہی اور ہمدردی ہمارے
دل میں اس قدر بھری ہوئی ہے کہ نہ زبان کو طاقت ہے کہ بیان کرے اور نہ قلم کو
قوت ہے کہ تحریر میں لاوے۔

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبان حق — نمے گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم
دل وجانم چناں مستغرق اندر فکر اوشاں ست — کہ نے از دل خبر دارم نہ از جان خود آگاہم
بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوق خدا دارم — ازیں در لذتم کز درد مے خیزد ز دل آہم
مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق ست — ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم
نہ من از خود نہم در کوچہ پند و نصیحت پا — کہ ہمدردی برد آنجا بجبر و قہر و اکراہم

ہمہ شغلم خدا و صرف از زباں بیروں چہ کار است ایں　　گرش صد جاں بپا ریزم ہنوزش عذر مےخواہم

چو پوشم چشم پُر غبار و تیرہ حال عالمے بینم　　خدا بروے فرود آرد دعا ہائے سحرگاہم

سواب سب ارباب صدق و صفا کی خدمت میں التماس ہے جو مجھ مخلص کو ایک حقیقی خیر خواہ اور دلی ہمدرد تصور فرما کر میری اس کتاب کو نظر کامل سے مطالعہ فرماویں اور جیسا کہ انسان اپنے دوست کی بات میں بہت غور کرتا ہے اور جہاں تک ممکن ہے اس کی نصائح مشفقانہ کو بدظنی کی نظر سے نہیں دیکھتا اور اگر حقیقت میں وہ نصائح اس کے حق میں بہتر اور مفید ہوں تو اپنی ضد چھوڑ کر ان کو قبول کر لیتا ہے بلکہ اس دوست کا ممنون اور مشکور ہو جاتا ہے جو قلبی محبت اور صداقت سے اُس کا ناصح بنا اور جن باتوں میں اُس کی بہبود اور بھلائی تھی اُن سے اُس کو اطلاع دیدی اسی طرح میں بھی ہر یک قوم کے بزرگوں اور ارباب علم و فضل سے متوقع ہوں کہ جو جو میں نے براہین اور دلائل حقیت دین اسلام کے بارے میں لکھی ہیں اور جن جن وجوہات سے میں نے کلام الٰہی ہونا فرقان مجید کا اور افضل و اعلیٰ ہونا اس کا دوسری کتب الہامیہ سے ثابت کیا ہے۔ اگر ان ثبوتوں کو کامل اور لاجواب پاویں تو انصاف اور خدا ترسی سے قبول فرماویں اور یونہی لاپروائی اور بدظنی سے مونہہ نہ پھیر لیں۔

حاشیہ

* اگر کوئی مخالفین اسلام میں سے یہ اعتراض کرے کہ قرآن شریف کو سب الہامی کتابوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دینے میں یہ لازم آتا ہے کہ دوسری الہامی کتابیں اُس سے مرتبہ میں کم ہوں حالانکہ وہ سب ایک خدا کی کلام ہے اس میں ادنیٰ اور اعلیٰ کیونکر تجویز ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک باعتبار نفس الہام کے سب کتابیں مساوی ہیں مگر باعتبار زیادت بیان امور تکمیلات دین کے بعض کو بعض پر فضیلت ہے پس اسی جہت سے قرآن شریف کو سب کتابوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ جس قدر قرآن شریف میں امور تکمیل دین کے جیسے مسائل توحید اور مناصب نبوت و انواع و اقسام شرک اور معالجات امراض روحانی اور دلائل ابطال مذاہب باطلہ اور براہین اثبات عقائد حقہ وغیرہ کمال بسط و مد سے بیان فرمائے گئے ہیں وہ دوسری کتابوں میں درج نہیں۔ جیسا کہ ہم ثبوت اسی دعویٰ کا فصل اوّل اس کتاب

بقیہ

خاکساریم و سخن از رہ غربت گوئیم — یعلم اللہ کہ کسے نیست ہوا خواہ مارا
مائیم بیہودہ پئے ایں سرو گلزار سے بہ دویم — جلوۂ حسن کشندہ جانب یار سے مارا

صاحبو! انسان کی دانشمندی اور زیرکی سب اسی میں ہے کہ وہ ان اصولوں اور اعتقادوں کو جو بعد مرنے کے موجب سعادت ابدی یا شقاوت ابدی کا ٹھہریں گے اسی زندگی میں خوب معلوم کر کے حق پر قائم اور باطل سے گریزاں ہو اور اپنے ان نازک عقائد کی بنا کو جن کو مدار نجات کا جانتا ہے اور آخری خوشحالی کا باعث تصور کرتا ہے ثبوت کامل اور مستحکم

حاشیہ

میں بہ تفصیل تمام ذکر کریں گے۔

اور اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ خدا تعالیٰ نے حقائق اور معارف دینی کو اپنی ساری کتابوں میں برابر کیوں درج نہ فرمایا اور قرآن شریف کو سب سے زیادہ جامع کمالات کیوں رکھا۔ تو ایسا شبہ بھی صرف اسی شخص کے دل میں گذرے گا کہ جو وحی کی حقیقت کو نہیں جانتا اور اس بات پر اطلاع نہیں رکھتا کہ کن تحریکات سے اور کس طرح پر وحی نازل ہوتی ہے سو ایسے شخص پر واضح ہے کہ اصل حقیقت وحی کی یہ ہے کہ جو نزول وحی کا بغیر کسی موجب کے جو مستدعی نزول وحی ہو ہرگز نہیں ہوتا بلکہ ضرورت کے پیش آ جانے کے بعد ہوتا ہے۔ اور جیسی جیسی ضرورتیں پیش آتی ہیں مطابق ان کے وحی بھی نازل ہوتی ہے کیونکہ وحی کے باب میں یہی عادت اللہ جاری ہے کہ جب تک باعث محرک وحی پیدا نہ ہو لے تب تک وحی نازل نہیں ہوتی۔ اور خود ظاہر بھی ہے جو بغیر موجود ہونے کسی باعث کے جو محرک وحی کی کرتا ہو یونہی بلا موجب وحی کا نازل ہو جانا ایک بے فائدہ کام ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف جو حکیم مطلق ہے اور ہر یک کام برعایت حکمت اور مصلحت اور مقتضا وقت کے کرتا ہے منسوب نہیں ہو سکتا پس سمجھنا چاہیئے کہ جو قرآن شریف میں تعلیم حقانی کامل اور مفصل طور پر بیان ہوئی اور دوسری کتابوں میں بیان نہیں ہوئی یا جو جو امور تکمیل دین کے اس میں لکھے گئے اور دوسری کتابوں میں نہ لکھے گئے تو اس کا یہی باعث ہے کہ پہلی کتابوں کو وہ تمام وجوہ محرک وحی کے پیش نہ آئے اور قرآن شریف کو پیش آ گئے۔ اور خود ظاہر ہے ہو جانا ان تمام وجوہ محرکہ وحی کا کسی پہلے عہد میں قبل عہد قرآن شریف کے ایک امر محال تھا۔ چنانچہ اس بات کا ثبوت بھی فصل اول میں بدلائل کاملہ دیا جائے گا۔ منہ

پڑیکے اور ایسی باتوں پر جو بچپن میں کسی پالنے والی ماما نے سکھائی تھیں مغرور اور فریفتہ
ہو رہے کیونکہ صرف ان اوہام اور خیالات پر بھروسہ کرکے بیٹھے رہنا کہ جن کی حقیت کی
اپنے ہاتھ میں ایک بھی دلیل نہیں حقیقت میں اپنے نفس کو آپ دھوکا دینا ہے ہر یک
عاقل جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسی کتابیں یا ایسے اصول کتابوں کے کہ جن کو مختلف قوموں نے
خدا کی رضامندی اور اپنی رستگاری کا وسیلہ سمجھ رکھا ہے اور جن کے نہ ماننے سے ایک قوم
دوسری قوم کو دوزخ کی طرف بھیج رہی ہے علاوہ شہادت الہامیہ کے دلائل عقلیہ سے بھی
ثابت کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ اگرچہ شہادت الہامی بڑی معتبر ہے اور استکمال حاشیہ
مراتب یقین کا اسی پر موقوف ہے لیکن اگر کوئی کتاب مدعی الہام کی کسی ایسے امر کی تعلیم
کرے کہ جس کے امتناع پر کھلی کھلی دلائل عقلیہ قائم ہوتی ہیں تو وہ امر ہرگز درست نہیں
ٹھہر سکتا بلکہ وہ کتاب ہی باطل یا محرف یا مبدل المعنی کہلائے گی کہ جس میں کوئی ایسا خلاف عقل
امر لکھا گیا پس جبکہ تصفیہ ہر یک امر کے جائز یا ممتنع ہونے کا عقل ہی کے حکم پر موقوف ہے
اور ممکن اور محال کی شناخت کرنے کے لئے عقل ہی معیار ہے تو اس سے لازم آیا کہ
حقیقت اصول نجات کی بھی عقل ہی سے ثابت کی جائے کیونکہ اگر اصول مذاہب مختلفہ
کے دلائل عقلیہ سے ثابت نہ ہوں بلکہ ان کا باطل اور ممتنع اور محال ہونا ثابت ہو تو پھر ہمیں
کیونکر معلوم ہو کہ زید کے اصول سچے اور بکر کے جھوٹے ہیں یا چند دونوں کی بنشک غلط ہو
بنی اسرائیل کی کتابیں صحیح ہیں اور نیز اگر حق اور باطل میں عقلاً کچھ فرق قائم نہ ہو تو پھر اس حالت
میں کیونکر ایک طالب حق کا جھوٹ اور سچ میں تمیز کرکے جھوٹ کو چھوڑے اور سچ کو اختیار
کرے اور کیونکر ایسے اصولوں کے نہ ماننے سے کوئی شخص خداوند تعالیٰ کے حضور میں ملزم
ٹھہرے نہ ہو اور جبکہ ہم فی الحقیقت اپنی نجات کے لئے ایسے عقائد کے محتاج ہیں کہ جن کا

حاشیہ

غیر مستقل اصول کہ جن کے امتناع پر عقل دلائل پیش کرتی ہے ہرگز سچے نہیں ہو سکتے
کیونکہ اگر وہ سچے ہوں تو پھر ہر یک امر میں دلائل قطعیہ عقلیہ کا اعتبار اٹھ جائے گا۔

حق ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت ہو تو پھر یہ سوال ہوگا کہ وہ عقائد حقہ کیونکر ہمیں معلوم ہوں اور کس یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ سے ہم ان تمام عقائد کو مع ان کی دلائل کے بآسانی دریافت کرلیں اور حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ جائیں پس اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف اور مشقت مزاولت شکوک اور شبہات اور خطا اور سہو کے اصول صحیحہ مع ان کی دلائل عقلیہ کے معلوم ہوجائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں وہ قرآن شریف ہے اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ ہے کہ جس سے یہ مقصد اعظم ہمارا پورا ہوسکے *

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

پس جب وہی اصول جو مدار نجات کا سمجھے گئے تھے سچے نہ ہوئے تو پھر بالضرور ایسے لوگ جو ان پر بھروسہ کئے بیٹھے تھے بغیر نجات کے رہ جائیں گے اور مستوجب عذاب ابدی اور عقوبت دائمی کے ٹھہریں گے کیونکہ ان کے اپنے گھر کے اصول تو جھوٹے نکلے اور سچے اصول کو جو عقل کے مطابق تھے انہوں نے پہلے ہی قبول نہ کیا اور یہ بات اسی دنیا میں ظاہر ہے کہ جو شخص کسی امر ممتنع اور محال یا دروغ اور باطل کو اپنا اعتقاد ٹھہراتا ہے اور معقول اور ثابت شدہ باتوں کو قبول نہیں کرتا اس کو کیسی کیسی ندامتیں اٹھانی پڑتی ہیں اور کیا کچھ اہل تحقیق کے منہ سے سننا پڑتا ہے بلکہ اپنا ہی نفس اس کا ہر وقت اس کو ملزم قرار دیتا ہے اور بسا اوقات گھبرا کر آپ ہی اپنے دل سے خطاب کرتا ہے جو یہ کیا واہیات اعتقاد ہے جو میں نے اختیار کر رکھا ہے۔ پس یہ بھی ایک عذاب روحانی ہے جو اسی جہان میں اس پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ منہ

* حاشیہ نمبر ۲

یہ قول ہمارا جو یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ شناخت عقائد حقہ کا بجز قرآن شریف کے اور کوئی نہیں اپنے موقعہ پر بدلائل کاملہ ثابت کیا گیا ہے اور جو لوگ دوسری کتابوں کے پابند ہیں ان کے اصولوں کا غلط اور باطل اور نادرست ہونا بکمال تحقیق دکھلایا گیا ہے مگر شاید اس جگہ برہمو سماج والے جو کسی کتاب الہامی کے پابند نہیں اور اصول حقہ کے جاننے میں صرف اپنی ہی عقل کو کافی سمجھتے ہیں اس وہم کو دل میں جگہ دیں کہ کیا مجرد عقل انسان

صاحبو! میں نے بہ یقین تمام معلوم کر لیا ہے اور جو شخص ان باتوں پر غور کرے گا کہ جن پر میں نے غور کی ہے وہ بھی بہ یقین تمام معلوم کر لے گا کہ وہ سب اصول کہ جن پر ایمان لانا ہر یک طالب سعادت پر واجب ہے اور جن پر ہم سب کی نجات موقوف ہے اور جن سے ساری اُخروی خوشحالی انسان کی وابستہ ہے وہ صرف قرآن شریف ہی میں محفوظ ہیں اور

حاشیہ در حاشیہ

کی معرفت اصول حقّہ کے لئے یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ نہیں سو اگرچہ یہ وہم اُن کا الہام کے بحث میں جو انشاء اللہ عنقریب بہ تفصیل تمام اسی کتاب میں درج ہوگی جیسا کہ چاہئے دور کیا جائے گا مگر اس مقام میں بھی وہم مذکور کا قلع قمع کرنا ضروری ہے سو واضح ہو کہ اگرچہ یہ سچ بات ہے کہ عقل بھی خدا نے انسان کو ایک چراغ عطا کیا ہے کہ جس کی روشنی اس کو حق اور راستی کی طرف کھینچتی ہے اور کئی طرح کے شکوک اور شبہات سے بچا لیتی ہے اور انواع و اقسام کے بے بنیاد خیالوں اور بے جا وساوس کو دور کرتی ہے نہایت مفید ہے بہت ضروری ہے بڑی نعمت ہے مگر پھر بھی باوجود ان سب باتوں اور ان تمام صفتوں کے اس میں یہ نقصان ہے کہ صرف وہی اکیلی معرفت حقائق اشیاء میں مرتبہ یقین کامل تک نہیں پہنچا سکتی کیونکہ مرتبہ یقین کامل کا یہ ہے کہ جیسا کہ حقائق اشیاء کے واقعہ میں موجود ہیں انسان کو بھی ان پر ایسا ہی یقین آجائے کہ ہاں حقیقت میں موجود ہیں مگر مجرد عقل انسان کو اس اعلیٰ درجہ کا مالک نہیں بنا سکتی کیونکہ غایت درجہ حکم عقل کا یہ ہے کہ وہ کسی شے کے موجود ہونے کی ضرورت کو ثابت کرے جیسا کسی چیز کی نسبت یہ حکم دے کہ اس چیز کا ہونا ضروری ہے یا یہ چیز ہونی چاہئے مگر ایسا حکم ہرگز نہیں دے سکتی کہ وہ چیز فی الواقعہ ہے بھی اور یہ پایہ یقین کامل کا کہ علم انسان کا کسی امر کی نسبت ہونا چاہئے کے مرتبہ سے ترقی کر کے ہے کے مرتبہ تک پہنچ جائے تب حاصل ہوتا ہے کہ جب عقل کے ساتھ کوئی دوسرا ایسا رفیق مل جاتا ہے کہ جو اس کی قیاسی وجوہات کی تصدیق کر کے واقعات مشہودہ کا لباس پہناتا ہے یعنی جس امر کی نسبت عقل کہتی ہے کہ ہونا چاہئے وہ رفیق اس امر کی نسبت یہ خبر دیتا ہے کہ واقعہ میں وہ امر موجود بھی ہے کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں عقل صرف ضرورت شے کو ثابت کرتی ہے خود شے کو ثابت نہیں کر سکتی اور ظاہر ہے کہ کسی شے کی ضرورت کا ثابت ہونا

باقی سب کتابوں کے اصول بگڑ گئے ہیں اور ایسی جعلی اور مصنوعی اور اس قدر طریقہ مستقیمہ حکمت اور نیچری طبعی سے دور جا پڑے ہیں کہ ان کے لکھنے سے بھی ہمیں شرم آتی ہے اور یہ قول ہمارا بلا تحقیق نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کتاب کی تالیف سے

بقیہ حاشیہ

امر دیگر ہے اور خود اس شے کا ثابت ہو جانا امر دیگر۔ بہر حال عقل کے لئے ایک رفیق کی حاجت ہوئی کہ تا وہ رفیق عقل کے اس قیاسی اور ناقص قول کا کہ ہونا چاہیئے کے لفظ سے بولا جاتا ہے شہودی اور کامل قول سے جو ہے کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جبر نقصان کرے۔ اور واقعات سے جیسا کہ وہ نفس الامر میں واقعہ ہیں آگاہی بخشے۔ سو خدا نے جو بڑا ہی رحیم اور کریم ہے اور انسان کو مراتب قصوی یقین تک پہنچانا چاہتا ہے اس حاجت کو پورا کیا ہے اور عقل کے لئے کئی رفیق مقرر کر کے راستہ یقین کامل کا اس پر کھول دیا ہے۔ تا نفس انسان کا کہ جس کی ساری سعادت اور نجات یقین کامل پر موقوف ہے اپنی سعادت مطلوبہ سے محروم نہ رہے۔ اور ہونا چاہیئے کے نازک اور پُر خطر پل سے کہ عقل نے شکوک اور شبہات کے دریا پر باندھا ہے بہت جلد آگے عبور کر کے ہے کے قصر عالی تک جو دار الامن والاطمینان ہے واصل ہو جاوے۔ اور وہ رفیق عقل کے جو اس کے یار و مددگار ہیں۔ ہر مقام اور موقعہ میں الگ الگ ہیں۔ لیکن از روئے حصر عقلی کے تین سے زیادہ نہیں۔ اور ان تینوں کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ اگر حکم عقل کا دنیا کے محسوسات اور مشہودات سے متعلق ہو جو ہر روز دیکھے جاتے یا سنے جاتے یا سونگھے جاتے یا ٹٹولے جاتے ہیں تو اس وقت رفیق اس کا جو اس کے حکم کو یقین کامل تک پہنچاوے مشاہدہ صحیحہ ہے کہ جس کا نام تجربہ ہے۔ اور اگر حکم عقل کا ان حوادث اور واقعات سے متعلق ہو جو مختلف ازمنہ اور امکنہ میں صدور پاتے رہے ہیں یا صدور پاتے ہیں تو اس وقت اس کا ایک اور رفیق بنتا ہے کہ جس کا نام تواریخ اور اخبار اور خطوط اور مراسلات ہیں اور وہ بھی تجربہ کی طرح عقل کی دود آمیز روشنی کو ایسا مصفا کر دیتا ہے کہ پھر اس میں شک کرنا ایک حمق اور جنون اور سودا ہوتا ہے۔ اور اگر حکم عقل کا ان واقعات سے متعلق ہو جو ماوراء المحسوسات ہیں جن کو نہ آنکھ سے دیکھ سکتے

پہلے ایک بڑی تحقیقات کی گئی اور ہر یک مذہب کی کتاب دیانت اور امانت اور خوض اور تدبر سے دیکھی گئی اور فرقان مجید اور ان کتابوں کا باہم مقابلہ بھی کیا گیا اور زبانی مباحثات بھی اکثر قوموں کے بزرگ علماء سے ہوتے رہے۔ غرض جہاں تک طاقت بشری ہے

ہیں اور نہ کانوں سے سن سکتے ہیں اور نہ ہاتھ سے ٹٹول سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کی آزمائش سے دریافت کر سکتے ہیں تو اُس وقت اُن کا ایک تیسرا طریق ملتا ہے کہ جس کا نام الہام اور وحی ہے اور قانون قدرت بھی یہی چاہتا ہے کہ جیسے پہلے دو مواضع میں عقل ناتمام کو دو رفیق میسر آگئے ہیں تیسرے موضع میں بھی میسر آیا ہو کیونکہ قوانین فطرتیہ میں اختلاف نہیں ہو سکتا بالخصوص جبکہ خدا نے دنیا کے علوم معقول میں کہ جن کے نقصان اور سہو اور خطا میں چنداں حرج بھی نہیں انسان کو ناقص رکھنا نہیں چاہا تو اس صورت میں خدا کی نسبت یہ بڑی بدگمانی ہوگی جو ایسا خیال کیا جاوے جو اُس نے ان امور کی معرفت تامہ کے بارے میں کہ جن پر کامل یقین رکھنا نجات اُخروی کی شرط ہے اور جن کی نسبت شک رکھنے سے جہنم ابدی طیار ہے انسان کو ناقص رکھنا چاہا ہے اور اُس کے علم اُخروی کو صرف ایسے ایسے ناقص خیالات پر ختم کر دیا ہے کہ جن کی صحت اٹکلوں پر ہی ساری بنیاد ہے اور ایسا ذریعہ اُنکے لئے کوئی بھی مقرر نہیں کیا کہ جو شہادت واقعہ دے کر اس کے دل کو تسلی اور تشفی بخشے کہ وہ اصول نجات کہ جن کا ہونا عقل بطور قیاس اور اٹکل کے تجویز کرتی ہے وہ حقیقت میں موجود ہی ہیں اور جس ضرورت کو عقل قائم کرتی ہے وہ فرضی ضرورت نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی ضرورت ہے۔ اب جبکہ یہ ثابت ہوا کہ الٰہیات میں یقین کامل صرف الہام ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے اور انسان کو اپنی نجات کے لئے یقین کامل کی ضرورت ہے اور بغیر یقین کامل کے ایمان سلامت لے جانا مشکل ہے تو نتیجہ ظاہر ہے کہ انسان کو الہام کی ضرورت ہے اور اس جگہ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اگرچہ ہر یک الہام الٰہی یقین دلانے کے لئے ہی آیا تھا لیکن قرآن شریف نے اس اعلیٰ درجہ یقین کی بنیاد ڈالی کہ بس حد ہی کر دی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پہلے جتنے الہام خدا کی طرف سے نازل ہوئے

ہر یک طور کی کوشش اور جانفشانی طلب حق کے لئے کی گئی۔ بالآخر ان تمام تحقیقاتوں سے یہ امر بپایۂ ثبوت پہنچ گیا کہ آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر

وہ صرف شہادت وفکر ہی ادا کرتے رہے۔ اور ان کی ساری طرز منقولات کی طرز تھی اور اسی باعث سے وہ آخر میں بگڑ گئے۔ اور خود غرضوں اور خود پرستوں نے کچھ کا کچھ سمجھ لیا۔ لیکن قرآن شریف کی تعلیم نے عقل کا بھی سارا بوجھ آپ ہی اٹھا لیا۔ اور انسان کو ہر یک طرح کی مشکلات سے خلاصی بخشی۔ آپ ہی مخبر صادق ہو کر الٰہیات کے واقعات کی خبر دی۔ اور پھر آپ ہی عقلی طور پر اس خبر کو بپایۂ ثبوت پہنچایا۔ جو شخص دیکھے اُسے معلوم ہو کہ قرآن شریف میں دو امر کا التزام اوّل سے آخر تک پایا جاتا ہے۔ ایک عقلی وجوہ اور دوسری الہامی شہادت۔ یہ دونوں امر فرقان مجید میں دو بزرگ نہروں کی طرح جاری ہیں۔ جو ایک دوسرے کے محاذی اور ایک دوسرے پر اثر ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ عقلی وجوہ کی جو نہر ہے۔ موں ظاہر کر دی گئی ہے کہ یہ امر ایسا ہونا چاہئے جو اس کے مقابلہ پر
۹۴ح الہامی شہادت کی نہر ہے۔ وہ بزرگ اور راستباز مخبر کی طرح یہ دلوں کو تسلی بخشتی گئی ہے کہ واقعہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور طرز فرقانی سے جو طالب حق کو حق کے معلوم کرنے میں آسانی ہے۔ وہ بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ پڑھنے والا فرقان مجید کا ساتھ ساتھ دلائل عقلی کو بھی معلوم کرتا جاتا ہے۔ ایسے دلائل کہ جس سے زیادہ تر محکم دلائل کسی دفتر فلسفی میں مرقوم نہیں۔ جیسا کہ ہم اسی دعوے کو اسی کتاب کی فصل اوّل میں ثابت کریں گے۔ اور پھر دوسری طرف الہام الٰہی سے شہادت واقعہ پاکر اعلیٰ درجہ یقین کو پہنچ جاتا ہے اور یہ سب کچھ اس کو مفت ملتا ہے جو دوسرے شخص کو ساری عمر کی مغز خواری اور جانکنی سے بھی نہیں مل سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ شناخت اصول حقہ کا اور ان سب عقائد کا کہ جن کے علم یقینی پر ہماری نجات موقوف ہے۔ صرف قرآن شریف ہے۔ اور یہی ثابت کرنا تھا۔ منہ

جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں۔ جس کے عقائد ایسے
کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں۔ جس کے احکام حق محض پر
قائم ہیں۔ جس کی تعلیمات ہریک طرح کی آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی
پاک ہیں۔ جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کیلئے انتہا کا
جوش ہے۔ جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا
دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذات پاک حضرت باری تعالیٰ پر نہیں لگاتا اور
کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرانا نہیں چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اسکی صداقت کی وجوہات پہلے
دکھلا لیتا ہے۔ اور ہریک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے۔ اور ہریک
اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کرکے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے۔
اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال
میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام
آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے۔
اور ہریک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آجکل پھیلا ہوا ہے۔ اسکی
تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانون فطرت کی
ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دلی اور بصیرت قلبی کیلئے ایک آفتاب چشم افروز ہے اور عقل
کے اجمال کو تفصیل دینے والا اور اس کے نقصان کا جبر کرنے والا ہے۔ لیکن دوسری کتابیں
جو الہامی کہلاتی ہیں۔ جب ان کی حالت موجودہ کو دیکھا گیا۔ تو بخوبی ثابت ہو گیا۔ جو وہ سب
کتابیں ان صداقت کاملہ سے بالکل خالی اور عاری ہیں۔ اور خدا کی ذات اور صفات کی نسبت
طرح طرح کی بدگمانیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ اور معتقد ان کتابوں کے عجیب عجیب عقائد کے
پابند ہو رہے ہیں۔ کوئی فرقہ ان میں سے خدا کو خالق اور قادر ہونے سے جواب دے رہا ہے۔
اور قدیم اور خود بخود ہونے میں اس کا بھائی اور حصہ دار بن بیٹھا ہے۔ اور کوئی بتوں اور

مورتوں اور دیوتوں کو اس کے کارخانہ میں دخیل اور اس کی سلطنت کا مدار المہام سمجھ رہا ہے کوئی اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں اور پوتے اور پوتیاں تراش رہا ہے اور کوئی خود اسی کو مچھ اور کچھ کا جنم دے رہا ہے۔ غرض ایک دوسرے سے بڑھ کر اس ذات کامل کو ایسا خیال کر رہے ہیں کہ گویا وہ نہایت ہی بدنصیب ہے کہ جس کمال تام کو اس کیلئے عقل چاہتی تھی وہ اس کو میسر نہ ہوا۔ اب اے بھائیو! خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میں نے ایسے ایسے باطل عقائد میں لوگوں کو مبتلا دیکھا اور اس درجہ کی گمراہی میں پایا کہ جس کو دیکھ کر جی پگھل آیا اور دل اور بدن کانپ اٹھا تو میں نے ان کی رہنمائی کیلئے اس کتاب کا تالیف کرنا اپنے نفس پر ایک حق واجب اور دین لازم دیکھا جو بجز ادا کرنے کے ساقط نہ ہوگا۔ چنانچہ مسودہ اس کتاب کا خدا کے فضل و کرم سے تھوڑے ہی دنوں میں ایک قلیل بلکہ اقل مدت میں جو عادت سے باہر تھی طیار ہو گیا اور حقیقت میں یہ کتاب طالبان حق کو ایک بشارت اور منکرین دین اسلام پر ایک حجت الٰہی ہے کہ جس کا جواب قیامت تک ان سے میسر نہیں آسکتا اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ ایک اشتہار بھی انعامی دس ہزار روپیہ کا شامل کیا گیا کہ تا ہر یک منکر اور معاند پر جو اسلام کی حقیقت سے انکاری ہے اتمام حجت ہو اور اپنے باطل خیال اور جھوٹے اعتقاد پر مغرور اور فریفتہ نہ رہے۔

بیا اے طلبگار صدق و صواب ۔ بجو دل از سر خوض و فکر این کتاب
گرت بر کتابم فتد یک نگاہ ۔ بدانی کہ تا جنت این ست راہ
گرت شیوہ انصاف و حق پروریست ۔ کہ انصاف مفتاح دانشوریست
دو چیز است چوبان دنیا و دین ۔ دل روشن و دیدۂ دوربین ۹۳
کسے کو خرد دارد و نیز داد ۔ نخواہد مگر راہ صدق و سداد
نہ پیچد سر از آنچہ پاک است و راست ۔ نتابد رخ از آنچہ حق و بجا است
چو بیند سخن را ز حق پردہ ے ۔ دگر در سخن کم کند داورے

الا اینکه خواهی نجات از خدا
بقصر نجات از در حق در آ

بحق گردد حق را بخاطر نشان
منه دل به باطل چو کژ خاطران

مشو عاشق زشت رو زینهار
وگر خوب گم گردد از روزگار

زمین از زراعت تهی داشتن
به از تخم خار و خسک کاشتن

اگر گرددت دیدهٔ عقل باز
بجوئی ره حق ز عجز و نیاز

طلبگار گردی بصدق دلی
بخواب اندر اندیشه هم نگسلی

نگیری دمی استراحت از آن
مگر چون ز حق باز یابی نشان

اجل بر سرت هستی ات چون حباب
تو زین سان سر اندر نهاده بخواب

بآباء و اجداد و پیغمبر نگر
که چون در گذشتند زین رهگذر

بیادت نیامد ست انجام شان
فراموش کردی چه در اندک زمان

حذرت با اجل چیست از مکر و پند
چه دیوار داری کشیده بلند

چو ناگه بهنگ اجل در کشد
چرا آدمی این چنین سر کشد

بدنیای دون دل بنه ای جوان
تماشای گل بگذرد ناگهان

بدنیا کسی جاودانه نماند
بر یک رنگ وضع زمانه نماند

بدست خود از حالت دردناک
سپردیم بسیار کس را بخاک

چو خود دفن کردیم خلقی کثیر
چرا یاد ناریم روز اخیر

ز خاطر چرا یاد شان افگنیم
ز ما آتش جسم و روح تنیم

بترس ای معاند ز قهر خدا
که سخت است قهر خداوند ما

به نا کردن ترس پروردگار
بسا شهر ویران شدند و دیار

ازان سی هراسان نشانی نماند
نشانی ز هیچ یک استخوانی نماند

همه زیرکی در هراسیدن است
وگرنه بلا بر بلا دیدن است

بہ ناپاکی و خبث با زیستن — جدا ازیں چنیں زیست نا زیستن
بیا و بنہ سوئے انصاف گام — ز کیں توبہ کردن چرا شد حرام
یقیں داں کہ تو لمز حق پروریست — خلاف دگر آں بسے سرسریست
بہر مذہبے غور کردم بسے — شنیدم جدل حجت ہر کسے
بخواندم ز ہر ملتے دفترے — بدیدم ز ہر قوم دانشورے
ہم از کودکی سوئے ایں تاختم — دریں شغل خود را بینداختم
جوانی ہمہ اندریں باختم — دل از غیر ایں کار پرداختم
بماندم دریں غم زمانے دراز — نخفتم ز فکرش شبان دراز
نگہ کردم از روئے صدق و سداد — بترس خدا و بعدل و بداد
چو اسلام دینے قوی و متیں — ندیدم کہ بر منبعش آفریں
چناں دیدم ایں دیں صفا پیش پیش — کہ حاسد ببیند درو روئے خویش
نیاید ازاں گونہ راہِ صفا — کہ گردد بصدقش خرد رہنما
ہمہ حکمت آموزد و عقل و داد — رہاند ز ہر نوع جہل و فساد
ندارد دگر مشکل خود در بلاد — نخوانش طریقے کہ شکلش مباد
اصولش کہ رست آں مدار نجات — چو خورشید تابد بصدق و ثبات
اصول دگر کیش با ہم عیاں — نہ چیزے کہ پوشیدنش مے تواں
اگر نامسلماں خبر داشتے — بجاں جنس اسلام نگذاشتے
محمد جبیں نقش نور خداست — کہ ہر گو چنوئے بگیتی کجاست
تہی بود از راستی ہر دیار — بکردار آں شب کہ تاریک و تار
خدا ایش فرستاد و حق گسترید — زمیں را بدآں مقتدے جاں دمید
نہالیست از باغ قدس و کمال — ہمہ آلِ او ہمچو گلہائے آل

دوم یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ اگر کوئی صاحب بر طبق شرائط مندرجہ اشتہار کے
جواب اس کتاب کا لکھنا چاہیں۔ تو ان پر لازم ہوگا کہ جیسا کہ اشتہار میں قرار پا چکا ہے
دونوں طور پر جواب تحریر فرماویں۔ پہلے بغرض مقابلہ دلائل فرقان مجید کے اپنی کتاب
کی دلائل بھی پیش کریں اور ہماری دلائل کو بھی توڑ کر دکھلاویں۔ اور اگر اپنی کتاب کی
دلائل بالمقابل پیش نہیں کریں گے اور صرف ہماری دلائل کی جرح قدح کی طرف متوجہ
ہوں گے۔ تو اس سے یہ سمجھا جائیگا کہ وہ اپنی کتاب کی دلائل حقیت کے پیش کرنے سے بکلی عاجز
ہیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ ہم بدل خواہشمند ہیں کہ اگر کسی صاحب کو اس بات میں
ہم سے اتفاق رائے نہ ہو۔ جو فرقان مجید حقیقت میں خدا کی کتاب اور سب الہٰی کتابوں
سے افضل اور اعلیٰ ہے اور اپنی حقانیت کے ثبوت میں بے مثل و مانند ہے۔ تو وہ اپنے
اس خیال کی تائید میں ضرور کچھ قلم زنی کریں اور ہم سچ سچ کہتے ہیں جو ہم ان کی اس تکلیف کشی
سے نہایت ہی ممنون ہوں گے کیونکہ ہم ہر چند سوچتے ہیں کہ کیونکر عامہ خلائق پر یہ بات ظاہر
کر دیں کہ جو جو فضائل اور خوبیاں قرآن مجید کو حاصل ہیں یا جن جن دلائل اور براہین قاطعہ
سے قرآن شریف کا کلام الہٰی ہونا ثابت ہے وہ فضیلتیں اور وہ ثبوت دوسری کتابوں
کے لئے ہرگز حاصل نہیں۔ تو بعد بہت سی سوچ کے ہم کو اس سے بہتر اور کوئی تدبیر معلوم
نہیں ہوتی کہ کوئی صاحب ان وجوہات اور ان ثبوتوں کو جو ہم نے قرآن مجید کی حقیت اور
افضلیت پر لکھی ہیں اپنی کتاب کی نسبت دعویٰ کر کے کوئی رسالہ شائع کرے۔ اور اگر ایسا ہوا
تو خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ تو پھر آفتاب صداقت اور بزرگی قرآن شریف کا ہر یک
ضعیف البصر پر بھی ظاہر ہو جائے گا۔ اور آئندہ کوئی سادہ لوح مخالفین کے بہکانے
میں نہیں آوے گا۔ اور اگر اس کتاب کے رد لکھنے والا کوئی ایسا شخص ہو جو کسی کتاب الہامی کا
پابند نہیں جیسے برہمو سماج والے ہیں۔ تو اس پر صرف یہی واجب ہوگا جو ہمارے سب
دلائل کو نمبروار توڑ کر دکھلاوے۔ اور اپنے مخالفانہ خیالات کو بمقابلہ ہمارے عقائد کے

عقلی دلائل سے ثابت کر کے دکھلاوے۔ پس اگر کوئی ایسا شخص بھی اُٹھا۔ تو اسکی حیرت انگیز تحریرات سے بھی لوگوں کو بڑا فائدہ ہوگا۔ اور جو صاحبان برہمو سماج ہمیشہ عقل عقل کہتے ہیں اُن کی عقل کا بھی قصہ پاک ہو جائے گا۔ غرض ہم یقیناً جانتے ہیں جو ہماری کتاب کی اسی دن پوری پوری تاثیر ہوگی۔ اور اسی وقت اس کا ٹھیک ٹھیک قدر بھی معلوم ہوگا کہ جب بمقابلہ اس کی حقانیت کی دلائل کے کوئی صاحب اپنی کتاب کی بھی دلائل پیش کریں گے یا اس زمانہ کے آزاد مشربوں کی طرح صرف اپنے خود تراشیدہ عقائد پر وجوہات دکھلاوینگے
۹۵ کیونکہ ہر یک چیز کا قدر و منزلت مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ اور پھول کی خوبی اور لطافت تب ہی ظاہر ہوتی ہے کہ جب خار بھی اس کے پہلو میں ہو۔

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ و سیہ — کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را
گر نیفتادے بخصمے کار در جنگ و نبرد — کے شدے جوہر عیاں شمشیر خون آشام را
روشنی را قدر از تاریکی است ای تیرگی — وز جہالت ہاست عزّ و وقر عقل تام را
حجت صادق ز نقص و قدح روشن تر شود — عذر نا معقول ثابت مے کند الزام را

اور اس جگہ یہ بھی التماس ہے کہ جو صاحب رد لکھنے کی طرف متوجہ ہوں وہ اس بات کو یاد رکھیں کہ اگر اظہار حق منظور ہے اور انصاف مد نظر ہے اور یہ پورا کرنا شرط اشتہار کا مقصود خاطر ہے تو ہماری دلائل کو اپنی کتاب میں تمام و کمال نقل کریں اور نمبروار جواب دیں۔ اس طرح پر کہ اوّل ہماری دلیل کو بالفاظہ درج فرماویں اور پھر اس کا جواب بتصریح لکھیں کہ جس میں کسی طرح کا اجمال اور اہمال نہ ہو کہ تا ہر یک منصف پر نظر ڈالتے ہی روشن ہو جائے کہ جواب ادا ہو گیا یا نہیں۔ کیونکہ خلاصوں میں پوری پوری کیفیت استدلال کی معلوم نہیں ہو سکتی اور بہت سے ایسے مطالب ہوتے ہیں کہ بروقت اختصار کے معاندین کے خائنانہ تصرفات سے یا ان کی جہالت اور سادہ لوحی سے فوت ہو جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات حذف و اسقاط سے اصل مدعا شخص قائل کا کچھ کا کچھ بن جاتا ہے پھر ایسی حالت

میں یہ بات غیر ممکن ہو جاتی ہے جو ناظرین اس کتاب سے کہ جن کے پاس فریق ثانی کی کتاب موجود نہیں کسی بات کو صحیح طور پر سمجھ سکیں یا کسی رائے کے ظاہر کرنے کا موقعہ پاویں۔ پس چونکہ یہ کتاب اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے کہ جس میں بہ نیت اتمام حجت کے پورا پورا جواب دینے والے کو انعام کثیر دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ تو ایسی کتاب کے مقابلہ پر فریب اور تدلیس کو استعمال میں لانا ایک بے جا اور بے سود چالاکی ہے۔ لہذا بکمال تاکید لکھا جاتا ہے کہ صفائی اسی میں ہے اور صرف اسی حالت میں کوئی رد لکھنے والا شرائط اشتہار سے استفادہ اٹھا سکتا ہے کہ جو تقریر ہمارے منہ سے نکلی ہے اور جو طرز عبارت ہماری کتاب میں مندرج ہے وہ سب کامل طور پر بترتیب و بالفاظہ بیان کرے۔

سوم یہ امر بھی ہر یک صاحب پر روشن رہے کہ ہم نے اس کتاب میں جس قدر دلائل حقیت قرآن مجید اور براہین صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہیں یا جو جو فضائل اور محاسن قرآن شریف کے اور آیات بینات منجانب اللہ ہونے اس کتاب کے کتاب ہذا میں درج کئے ہیں یا جس طور کا اس کی نسبت کوئی دعویٰ کیا ہے۔ وہ سب دلائل وغیرہ اسی مقدس کتاب سے ماخوذ اور مستنبط ہیں جتنے دعویٰ بھی وہی لکھا ہے جو کتاب ممدوح نے کیا ہے۔ اور دلیل بھی وہی لکھی ہے جو اسی پاک کتاب نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ نہ ہم نے فقط اپنے ہی قیاس سے کوئی دلیل لکھی ہے اور نہ کوئی دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ جا بجا وہ سب آیات کریمہ کہ جن سے ہماری دلائل اور دعاوی ماخوذ ہیں۔ درج کرتے گئے ہیں۔ پس جو صاحب بمقابلہ ہماری دلائل کے کچھ اپنی کتاب کے متعلق لکھنا چاہیں۔ یا کوئی دعویٰ کریں۔ تو ان پر بھی لازم ہے کہ جو پابندی اسی طریق معہود ہمارے کے کاربند ہوں۔ یعنی وہی دعویٰ اور وہی دلیل نفس کتاب اور اصول کتاب کے اثبات کی نسبت پیش کریں جو ان کی کتاب میں مندرج ہو۔ اور اس جگہ یہ بھی یاد رکھیں کہ دلیل سے مراد ہماری عقلی دلیل ہے کہ جس کو منقولی لوگ اپنے مطالب کے اثبات میں پیش کیا کرتے

ہیچ کوئی تھا۔ یا قصہ یا کہانی مراد نہیں ہے۔ غرض ہر ایک باب میں عقلی دلیل جو کتاب الہامی میں درج ہو۔ دکھلاویں اور صرف اپنے ہی خیال سے کوئی قیاسی امر بیان کرنا کہ جس کا کوئی اصل صحیح کتاب میں نہیں پایا جاتا روا نہ رکھیں۔ کیونکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ ربانی کتاب کا یہ آپ فرض ہے کہ اپنے الہامی ہونے کے بارے میں جو جو دعویٰ کرنا واجب ہے
ص۱ وہ آپ کرے۔ اور اس کی دلائل بھی آپ لکھے۔ اور ایسا ہی اپنے اصولوں کی حقیت کو آپ دلائل واضحہ سے بپایۂ صداقت پہنچاوے۔ نہ یہ کہ کتاب الہامی اپنا دعویٰ پیش کرنے اور اس کا ثبوت دینے سے قطعاً ساکت ہو اور اپنے اصولوں کی وجوہ صداقت پیش کرنے سے بکلّی سکوت اختیار کرے اور کوئی دوسرا اٹھ کر اس کی وکالت کرنا چاہے۔

حاشیہ نمبر ۴

الہامی کتاب کا اپنے اصول کی سچائی پر آپ دلائل بیان کرنا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ الہامی کتاب کا صرف یہ منصب نہیں ہے کہ جیسے کوئی شخص طوطے کی طرح چند غیر معقول اور مجہول الکیفیت باتیں سیکھ کر اپنے دل میں سمجھ بیٹھے کہ بس اب میں نجات پا گیا۔ بلکہ عمدہ کام الہامی کتاب کا تو یہی ہے کہ دلائل عقلیہ بتلا کر اس اعلیٰ مرتبہ یقین تک پہنچاوے۔ جو کسی وسوسہ انداز کے وسوسہ ڈالنے سے زائل نہ ہو سکے۔ تا اس کامل یقین کی برکت سے سارے اعمال اور اقوال اور عقائد ایماندار کے درست ہو جائیں۔ اور تا راستی کو حقیقت میں راستی سمجھ کر اور نیکی کو حقیقت میں نیکی سمجھ کر حقیقی تقویٰ کی صفت سے متصف ہو جائے۔ کیونکہ جب تک انسان جہالت کے دوزخ میں پڑا ہوا ہے اور بجز ایمان تقلیدی کے کہ جس پر بباعث غفلت اور لاپروائی اور غلبۂ حب دنیا کے پورا پورا یقین بھی نہیں رہا۔ اور کسی طرح کی عقلی بصیرت اس کو حاصل نہیں تو وہ بڑی خطرہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور اس کے حسب حال یہ آیت قرآن شریف کی ہے۔ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا[1]۔ (سورۃ بنی اسرائیل سیپارہ ۱۵) یعنی جو شخص اس جہان میں اندھا ہے۔ وہ اس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ بلکہ اندھوں سے بدتر۔ پس جو کتاب اپنی حقیت اور اپنے اصول کی حقیت کو ثابت کر کے نہیں دکھلاتی۔ وہ انسان پر حقیقی سعادت

[1] بنی اسرائیل : ۷۳

پس یہ خیال یاد خاطر رہے کہ جو صاحب بغرض اثبات حقانیت اپنی کتاب اور اپنے اصول کے کوئی ایسا دعویٰ یا دلیل پیش کریں گے کہ جس کو ان کی الہامی کتاب نے پیش نہیں کیا تو یہ فعل ان کا اس امر پر شہادت قاطعہ ہوگا جو کتاب مقبولہ ان کی کہ جس کو وہ الہامی خیال کر رہے ہیں۔ البتہ مضمون اس شرائط سے قاصر ہوگا۔

چہارم۔ بخدمت جملہ صاحبان یہ بھی عرض ہے کہ یہ کتاب کمال تہذیب اور رعایت آداب سے تصنیف کی گئی ہے اور اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقہ کی کسر شان لازم آوے۔ اور خود ہم ایسے الفاظ کو صراحتاً یا کنایتاً اختیار

کا دروازہ نہیں کھولتی اور نہ اس کو عقل اور علم میں ترقی کرنے دیتی ہے۔ بلکہ ترقیات سے روکتی ہے۔ اور مُردے کی طرح صرف تقلید کے گڑھے میں ڈالنا چاہتی ہے کہ جس میں وہ نہ دیکھے نہ سنے نہ سمجھے اور جو شخص ایسی کتابوں کا پیرو ہوتا ہے وہ عقل اور قیاس اور نظر اور فکر سے کچھ سروکار نہیں رکھتا۔ بلکہ محض تعصب اور کہانیوں پر بھروسہ کر بیٹھتا ہے اور حقائق امور کی تہ کو نہیں پہنچتا اور تدبر اور تفکر کی قوت کو بالکل بیکار چھوڑ کر اور ان تمام استعدادوں کو جو اس کی فطرت میں مخزون اور موجود ہیں دانستہ تلف کر کے رفتہ رفتہ حیوانات و عقل سے بھی پرے پار ہو جاتا ہے اور بالآخر طریقۂ عقل اور قیاس اور فکر اور ادراک سے کہ جس سے انسان کی تمام انسانیت وابستہ ہے۔ بالکل بیگانہ اور ناآشنا ہو کر ایک ایسا مسلوب الحواس بن جاتا ہے کہ پھر وہ کسی لائق بھی نہیں رہتا کہ اس کو انسان کہا جائے۔ اور اس میں یہ قابلیت ہی نہیں رہتی جو عقلی طور پر حق اور باطل میں تمیز کر سکے۔ اور اس پر وہ تمثیل خوب صادق آتی ہے جو فرقان مجید میں مذکور ہے۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ [لہ]

(سورۃ اعراف سیپارہ ۹) یعنے وہ لوگ جو صرف باپ دادے کی تقلید پر چلنے والے ہیں۔ وہ دل تو رکھتے ہیں پر دلوں سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ اور ان کی آنکھیں بھی ہیں پر

لہ اعراف : ۱۸۰

کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجہ کا شریر النفس خیال کرتے ہیں۔
سو اسی طرح ہر ایک اپنے شریف مخاطب کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ ان کی کوششیں
۱۰۳ بھی اس بارے میں مصروف ہونی چاہئیں کہ تمام تحریریں ان کی بشرطیکہ کچھ تحریر کریں جیسا کہ
مہذب اشخاص کے لائق ہے سراسر تہذیب پر مبنی ہو۔ اور اوباشانہ کلام اور ہجو اور جنگ
مقدسین اور رسولوں اور نبیوں سے بکلی پاک ہو۔ یہ منصب تالیفات مذہبی کا بڑا نازک
منصب ہے۔ اور اس میں حالان حکومت صرف ایک ہی شخص کے ہاتھ میں نہیں ہوتی بلکہ
ہر ایک حسن اور قبح میں فرق کرنے والے اور منصف اور متعصب اور مفسد اور حق گو کو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

آنکھوں کو دیکھنے سے معطل چھوڑا ہوا ہے اور کان بھی رکھتے ہیں پر وہ بھی بیکار پڑے ہوئے ہیں۔ یہ
لوگ چارپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ غرض کلام الٰہی کا یہ نہایت عمدہ کام
ہے کہ جو جو طاقتیں اور قوتیں انسان کی فطرت میں ڈالی گئی ہیں کہ ان کو بطور اصلح اور انسب کے استعمال
میں لانے کی تاکید کرے تا کوئی قوت اور طاقت جو عین حکمت اور مصلحت سے انسان کو عطا کی گئی تھی۔
ضائع نہ ہو جاوے یا بطور افراط یا تفریط کے استعمال میں نہ لائی جاوے اور منجملہ ان سب طاقتوں
کے ایک عقل بھی طاقت ہے کہ جس کی تکمیل میں شرف انسان کا ہے اور جس کے ٹھیک
ٹھیک استعمال میں لانے سے انسان حقیقی طور پر انسان بنتا ہے۔ اور اپنے کمال
مطلوب کو پہنچتا ہے۔ اور وہی ایک آلہ انسان کے ہاتھ میں ہے جو بے انتہا ترقیات
کے حاصل کرنے کے لئے عام طور پر ہر ایک کو دیا گیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر الہامی
کتاب اس آلہ کی ممد اور معاون اور محافظ نہ ہو۔ بلکہ یہ تعلیم دے جو اس آلہ کو بالکل
معطل چھوڑ دینا چاہئے۔ تو ایسی کتاب بجائے اس کے جو انسان کو فطرتی طاقتوں کو
وضع استقامت پر چلاوے۔ خود ان طاقتوں کو وضع استقامت پر چلنے سے روکے گی
اور بجائے اس کے جو کچھ یاری اور مددگاری کرے۔ خود رہزن اور مضل بن جائے گی
اور جو کچھ اس کے ذریعہ سے سیکھا اور سمجھا جائے گا۔ وہ ایسی شے نہ ہوگی کہ جس کو علم
اور حکمت کہا جاوے۔ بلکہ صرف خام طمع اور غیر معقول اعتقادیں اور بےجا ہوسیں

پہچاننے والے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ایسے شریف لوگ ہر ایک قوم میں کم و بیش موجود ہوتے ہیں جو مفسدانہ اور غیر مہذب تقریروں کو بالطبع پسند نہیں کرتے اور مختلف فرقوں کے بزرگ ہادیوں کو بدی اور بے ادبی سے یاد کرنا پرلے درجہ کی خباثت اور شرارت سمجھتے ہیں۔ اور فی الواقع سچ بھی یہی ہے کہ جن مقدسوں کو خدا نے اپنی خاص مصلحت اور ذاتی ارادہ سے مقتدا اور پیشوا قوموں کا بنایا۔ اور جن روشن جوہروں کو اُس نے دنیا پر چمکا کر ایک عالم کو اُن کے ہاتھ سے نور خدا پرستی اور توحید کا بخشا جن کی پُر زور تعلیمات سے شرک اور مخلوق پرستی جو اُم الخبائث ہے۔ اکثر حصوں زمین سے معدوم ہو گئی اور درخت ذکر وحدانیت الٰہی جو سُوکھ گیا تھا۔ پھر سرسبز اور شاداب اور خوشحال ہو گیا۔ اور عمارت خدا پرستی کی جو گر پڑی تھی۔ پھر اپنے مضبوط چبوترہ پر بنائی گئی۔ جن مقبولوں کو خدا نے اپنے خاص سایۂ عاطفت میں لیکر ایسے عجائب طور پر تائید کی کہ وہ کروڑوں مخالفوں سے نہ ڈرے اور نہ تھکے اور نہ گھٹے اور نہ اُن کی کارروائیوں میں کچھ تنزل ہوا۔ اور نہ ان پر کچھ بلا آئی جب تک کہ انہوں نے راستی کو ہر ایک موذی سے امن میں رہ کر زمین پر قائم نہ کر لیا۔ ایسے مقبولانِ الٰہی کی نسبت زبان درازی کرنا نہایت درجہ کی ناپاکی اور نااہلی اور ہٹ دھرمی ہے۔

هر کہ تف انگند بہ مہر منیر — هم بروئیش فتد تف تحقیر
تا قیامت تفست بر رویش — قدسیاں دور تر ز بدگویش

اور جو کچھ میں اس مقام میں ادب اور حفظ لسان کے بارے میں نصیحت کر رہا ہوں یہ بلاوجہ
اور بلا خاص معنے کے نہیں۔ اس وقت میرے ذہن میں کئی ایک ایسے لوگ حاضر ہیں کہ جو ۱۰۲
انبیاء اور رسولوں کی تحقیر کر کے ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا ایک بڑے ثواب کا کام کر رہے

[illegible] اور قصوں اور کہانیوں کا ذخیرہ ہوگا۔ اور منقولات کا سودائیوں اور وہمیوں کی طرح بغیر ہونے کے کا ٹھکانا اُمید رکھے گا۔ پس ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کہ جس کے اصولوں کی سرسبزی عقل کی پیچکش پر موقوف ہے۔ انسان کو کسی قسم کی بھلائی نہیں پہنچا سکتی۔ منہ

ہیں اور ایسے پُر تہذیب فقرے لکھتے ہیں کہ جن سے انکی طینت کی پاکی خوب ظاہر ہوتی ہے
میں نے خوب تحقیق کی ہے کہ ان نالائق حرکات کے بھی دو باعث ہیں کہ جب بعض لوگ
حکیمانہ اور معقول کلام کرنے کا مادہ نہیں رکھتے۔ یا جب کسی اہل حق کے الزام اور افحام سے
تنگ آجاتے ہیں اور رُک جاتے ہیں تو پھر وہ اپنی پردہ پوشی اسی میں دیکھتے ہیں کہ علمی بحث
کو ٹھٹھے اور ہنسی کی طرف منتقل کر دیں۔ اور اگر کسی اور طور سے نہیں۔ تو اسی طرح سے
اپنے ہمشربوں میں نام حاصل کریں۔ پس ایسے لوگوں کو جو اپنی قوم کے معلم اور اتالیق
بن بیٹھتے ہیں۔ بغرض حفاظت اس کلاہِ فضیلت کے بات بات میں ضد کرنی پڑتی ہے
اور عوام لوگوں سے کچھ بڑھ کر مادہ تعصب کا دکھلانا پڑتا ہے۔ اور اگر سچ پوچھو تو ایسوں پر
کچھ افسوس بھی نہیں۔ کیونکہ جہالت اور تعصب نے چاروں طرف سے ان کو گھیرا ہوا
ہوتا ہے۔ نہ خدا کا کچھ خوف ہوتا ہے اور نہ ایمان اور حق اور راستی کی کچھ پروا ہوتی
ہے اور جیفۂ دنیا پر مرے جاتے ہیں۔ تو پھر جبکہ ان کو خدا سے کچھ غرض ہی نہیں۔ اور
حیا سے اور شرم سے کچھ کام ہی نہیں اور سچ کا قبول کرنا کسی طور سے منظور ہی نہیں۔ تو
اس حالت میں اگر بیہودہ اوباشانہ باتیں نہ کریں تو اور کیا کریں۔ اور اگر زبان درازی ظاہر
نہ کریں تو ان کے ظرف میں اور کیا ہے جو ظاہر کریں۔ اگر بولیں تو کیا بولیں۔ اگر لکھیں تو کیا
لکھیں۔ عیسائیوں میں باستثناء ان لوگوں کے کہ جن کو تہذیب اور تحقیق سے کچھ
غرض نہیں ٭ اس وقت ہزار ہا ایسے شریف النفس اور منصف مزاج پیدا ہوتے جاتے

٭ حاشیہ ٭

سی اعتراض سے عوام مسیحی بھی خالی نہیں کہ علاوہ اس ذاتی بغض کے جو ان کو حضرت
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دلوں میں بھرا ہوا ہے باقی تمام نبیوں کی عزت اور تعظیم
بھی بجز ایک ذات حضرت مسیح علیہ السلام کے جیسا کہ لائق ہے ہرگز نہیں کرتے۔ بلکہ جب یہی
سے کہ ایک شخص اصطباغ پاکر حضرت عیسیٰ کو خدا کا خاص فرزند خیال کرتا ہے اسی دم
سے اور نبیوں کی نسبت اس کی زبان کھل جاتی ہے۔ خصوصاً ایسے ایسے فقروں

سے

ہیں کہ جنہوں نے دلی انصاف سے عظمت شان اسلام کو قبول کر لیا ہے اور تثلیث کے
مسئلہ کا غلط ہونا اور بہت سی بدعتوں کا عیسائی مذہب میں مخلوط ہو جانا اپنی تصنیفات میں
بڑی شد و مد سے بیان کیا ہے۔ مگر افسوس کہ یہ انصاف ہمارے ہموطنوں آریہ قوم
سے مشابہ آتا ہے۔ اس قوم کو تعصب نے اس قدر گھیرا ہے کہ انبیاء کا ادب سے نام لینا
بھی ایک پاپ سمجھتے ہیں۔ اور تمام انبیاء کی کسر شان کر کے اور سب کو مفتری اور
جعلساز ٹھہرا کر یہ دعویٰ بلا دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک وید ہی خدا کی کلام ہے۔

حاشیہ در حاشیہ

نے ان کو بہت خراب کر رکھا ہے کیونکہ جیسے یہ لکھا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے جتنے پہلے
نبی آئے وہ سب چور اور ڈاکو تھے۔ مگر یہ مشرکانہ الفاظ کسی حالت میں کسی نیک پاک آدمی
کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز
اور بے نفس بندے تھے۔ جو انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا۔ جو کوئی ان کو نیک آدمی بھی
کہے۔ پھر کیونکر ان کی طرف کوئی غرور آمیز لفظ کہ جس میں اپنی شیخی اور دوسرے کی
توہین پائی جاتی ہے۔ منسوب کیا جائے۔ بے شک اگر ہم خدا کے پاک نبیوں کو چور اور
ڈاکو کہیں۔ تو ہم چوروں اور ڈاکوؤں سے بڑا درجہ بدتر ہیں۔ جن دلوں پر خدا کی کلام
مقدس نازل ہوتی رہی ہے۔ اگر وہ دل مقدس نہیں تھے۔ تو ناپاک کو پاک سے کیا نسبت
تھی۔ یہ نہایت چالاکی ہے۔ جو خدا کے برگزیدہ بندوں کی شان میں بے جا الفاظ
بولے جائیں۔ کیا افسوس کا مقام ہے۔ کہ جو لوگ اپنی خودی سے ایک دم باہر نہیں
نکلتے۔ اور جنہوں نے دنیا سے ایسی ربط بڑھائی اور تعلق پیدا کئے۔ کہ ان کے
دلوں میں ہر دم دنیا ہی دنیا ہے۔ وہ خدا کے مقدس لوگوں کو حقیر سے یاد کریں۔
اے بھائیو! نبیوں کا پاک اور کامل اور راستباز ہونا تسلیم کرو۔ تا وہ کتابیں بھی پاک
ٹھہریں جو نبیوں پر نازل ہوئیں۔ وہ جن دلوں سے وہ کتابیں نکلی ہیں۔ اگر وہ دل ہی
پاک نہیں تو پھر کتابیں کیونکر پاک ہو سکتی ہیں۔ کیا ممکن ہے کہ دھتورے کے درخت
کو انگور کا پھل لگے۔ یا آگ کو انجیر۔ جب چشمہ کا پانی صاف ہے تو چشمہ بھی صاف ہی
سمجھو۔ مگر وہ لوگ جب سے اور ہرگز وہ ان کے کامل اتحاد پر بیٹھے نہیں تھے۔

حاشیہ جو ہمارے بزرگوں پر نازل ہوئی تھی اور باقی سب الہامی کتابیں جن سے دنیا کو ہزارہا طور
کا فائدہ توحید اور معرفت الٰہی کا پہنچا ہے۔ وہ لوگوں نے آپ ہی بنالی ہیں۔ سو اگرچہ
یہ دعویٰ تو اس کتاب میں ایسا رد کیا گیا ہے کہ وید موجودہ کا قصہ ہی پاک ہو گیا ہے۔ لیکن
اس جگہ ہم کو یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ کس قدر ان لوگوں کے خیالات اصول حسن ظن اور تہذیب
اور پاک دلی سے دور پڑے ہوئے ہیں اور کیسے یہ لوگ تعصب مذہبی کی شامت سے جو ان کی
رگ و ریشہ اور تار اور پود میں اثر کر گیا ہے۔ ان نیک خلقی کی عادتوں کو جو انسان کی شرافت

تو گویا ہمارے بھی اعتراض ٹھہرا۔ بھائی کو جوہر قابل کی شناخت نہیں اور نعوذ باللہ یہ ماننا پڑا
جو خدا بھی بد وضع لوگوں کی طرح چوروں ڈاکوؤں سے ہی میل ملاپ رکھتا ہے۔ تم آپ
ہی سوچو کہ جو لوگ تمہارا خلقت میں واسطہ ہیں۔ اور جو اخلاق فاضلہ کو زمین پر
پھیلانے والے ہیں۔ وہ کامل چاہئیں یا ناقص اور راستباز چاہئیں یا دروغ باز۔ جب
علت غائی رسالت اور پیغمبری کی عقائد حقہ اور اعمال صالحہ پر قائم کرنا ہے تو پھر اگر اس
۱۰۵ علت غائی پر یہی لوگ آپ ہی قائم نہ ہوں۔ تو ان کی کون سن سکتا ہے۔ اور کس کی
ان کی بات میں اثر ہوگا۔ ان کو تو آپ ہی لوگ مفسد کہیں گے۔ کہ اے حکیم۔ پہلے تم اپنا ہی
علاج کراؤ۔ اور ماسوا اس کے کیا یہ انصاف ہے یا تہذیب ہے یا حیا آدمیت میں داخل
ہے۔ جو خدا کے پاک نبیوں کا نام ایسا ہتک اور استخفاف سے لیں کہ جیسے کسی ذلیل
مزدوری یا چوکیدار کا اور کسی دنیادار کا نام لکھیں تو ایک بالشت بھر القاب لکھتے
ہی چلے جائیں۔ اس سے کم نہیں۔ کیا یہ جائز ہے کہ ایک بقال دولتمند کی تعظیم کیلئے
سر و قد اٹھ کھڑے ہوں۔ اور جن لوگوں کو خدا کی ہمکلامی کی عزت حاصل ہے اور ان میں
وہ خوبیاں ہیں جو خدا کو بھاگئی ہیں۔ وہ ایسی نظر سے حقیر معلوم ہوں جو ان کی زبان سے
بھی تعظیم نہ کی جائے۔ اگرچہ تمہاری دانست میں حقیر ہیں تو پھر ان کو نبی کیوں مانتے ہو۔
سیدھے ہی کیوں نہیں کہتے کہ ہم کو ان کی نبوت سے ہی انکار ہے۔ سارا باعث
اس بدگمانی کا یہ ہے کہ آپ لوگوں کو انبیاء علیہم السلام کی حقیقت معلوم نہیں۔ اور آپ لوگ
ایسا سمجھ رہے ہیں کہ الہام بھی ایک جسمانی خدمت ہے کہ جیسے کسی شخص کو کسی بڑے انتظام

اور نجابت اور سعادت کا معیار تھیں اور اس کی انسانیت کا زیب و زینت تھیں یہ یکلخت
کھو بیٹھے ہیں۔ جو ان کے دلوں میں یہ خیال سمایا ہوا ہے جو کچھ تو یہ دلیں کے اونچے طبقوں
میں نبی اور رسول آئے۔ جنہوں نے بہت سے لوگوں کو تاریکی شرک اور مخلوق پرستی سے باہر

ضرورت نبی معصوم

گورنمنٹ سے کوئی عہدہ مثلاً ججی یا تحصیلداری یا رسالداری کا بغیر دریافت
چال چلن اور لیاقت کے مل جاتا ہے۔ یا جس میں حکام کو صرف کام لینے سے مطلب ہوتا ہے
اور کچھ تھوڑی سی معمولی نیک چلنی اور لیاقت دیکھی جاتی ہے کیونکہ وہ عہدہ ہی ایسا ذلیل
اور ناچیز ہوتا ہے۔ کہ جس میں کامل دیانتداری اور نیک چلنی اور نیک وضعی کی
ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن اے بھائیو! یہ آپ لوگوں کی کمال غلطی ہے۔ وحی الٰہی وہ
خدا کی پاک کلام ہے کہ جس میں منزل علیہ کی طہارت تامہ اور قابلیت کاملہ شرط ہے کیونکہ
جو شخص طرح طرح کے اغشیہ جسمانی اور اغطیہ نفسانی سے محجوب ہے۔ اس میں اور مبداء
پاک میں پہلے درجہ کی دوری واقع ہے کہ جس سے وہ قابل افاضہ علوم الٰہی ہرگز نہیں ٹھہر سکتا
پس جب تک ایک نفس کو ہر یک قسم کی تاثاریکی باتوں سے تنزہ تام حاصل نہ ہو جائے۔
تب تک وہ نفس قابلیت فیضان وحی کی پیدا نہیں کرتا۔ اور اگر تنزہ تام کی شرط نہ ہوتی۔
اور قابل اور غیر قابل یکساں ہوتا۔ تو سارا جہان نبی ہو جاتا۔ اور جب تنزہ تام شرط ہے
تو پھر نبیوں کو اعلیٰ درجہ کے پاک یقین کرنا چاہیئے کہ جس سے زیادہ تر پاکی نوع انسان
کے لئے متصور نہیں۔ اگر حضرت داؤد ایسے ہی پاک نہ ہوتے کہ جیسے حضرت مسیح پاک تھے
تو ہرگز نبی ہونے کے لائق نہ ٹھہرتے۔ مسیح کو داؤد سے زیادہ پاک اور بہتر سمجھنا یہی ایک غلط
خیال ہے جو بباعث حمق اور ناواقفیت حقیقت الہام اور رسالت کے عیسائی لوگوں کے

نیک خلقی

نیک خلقی انسان میں ایک فطرتی قوت ہے۔ اور جب تک کوئی وجہ بدگمانی کی پیدا
نہ ہو تب تک اس قوت کو استعمال میں لانا انسان کا ایک طبعی خاصہ ہے۔ اور اگر کوئی
شخص بلا وجہ اس قوت کا برتنا چھوڑ کر بدظنی کرنے کی عادت پکڑلے تو ایسا انسان سودائی
یا وہمی یا مجنون یا مسلوب الحواس کہلاتا ہے جیسا کہ جیسے کوئی بازار کی شیرینی یا دودھ وغیرہ
کو اس وجہ سے کھانا چھوڑ دے کہ کہیں حلوائیوں یا نان بائیوں وغیرہ نے ان چیزوں

۱۰۶ نکالا۔ اور کروڑہا مخلوقات کو نور ایمان اور توحید سے منور کیا۔ وہ سب نعوذ باللہ جھوٹے اور مفتری تھے۔ اور سچی رسالت اور پیغمبری صرف برہمنوں کی وراثت اور انہیں کے بزرگوں کی جاگیر خاص ہے۔ اور اس بارے میں خدا نے ہمیشہ کے لئے انہیں کو ٹھیکہ دے رکھا ہے اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

دلوں میں متمکن ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم تفصیل اس کی معہ تمام دلائل کے اپنے موقعہ پر درج کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جن عیسائیوں کا اس حاشیہ میں ذکر ہے وہ ایک طرف تو خدا کے پاک پیغمبروں سے ٹھٹھا ہنسی کرتے ہیں اور دوسری طرف حضرت مسیح کو خدا تو بنا ہی رکھا ہے مگر علاوہ الوہیت کے نبوت میں بھی سب نبیوں سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ سو واضح رہے کہ یہ بھی ان کی ایک دوسری غلطی ہے۔ بلکہ جس حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دنیا کا مربی اعظم ہے۔ یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے فساد اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا۔ جس نے توحید گم گشتہ اور ناپدید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا۔ جس نے تمام مذاہب باطلہ کو حجت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر یک گمراہ کے شبہات مٹائے۔ جس نے ہر یک ملحد کے وسواس دور کئے اور سچا سامان نجات کا کہ جس کے لئے کسی بے گناہ کو پھانسی دینا ضروری نہیں اور خدا کو اپنی قدیمی اور ازلی جگہ سے کھسکا کر کسی عورت کے پیٹ میں ڈالنا کچھ حاجت نہیں۔ اصول حقہ کی تعلیم سے از سر نو عطا فرمایا۔ پس اس دلیل سے کہ اس کا فائدہ اور افاضہ سب سے زیادہ ہے۔ اس کا درجہ اور رتبہ بھی سب سے زیادہ ہے۔ اب تواریخ بتلاتی ہے۔ کتاب آسمانی شاہد ہے۔ جن کی آنکھیں ہیں وہ آپ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ نبی جو بموجب اس قاعدہ کے سب نبیوں سے افضل ٹھہرتا ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ عنقریب اسی کتاب میں یہ ثبوت آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا۔ منہ

حاشیہ نمبر ۱۱

میں زہر نہ ملا رکھی ہو۔ یا سفر کی حالت میں ہر یک راستہ چلنے والے پر شک کرے کہ شاید یہ مجھے دھوکا ہی نہ دیتا ہو۔ یا حجامت کرانے کے وقت میں حجام سے ڈرے کہ کہیں استرہ مار کر
۱۰۷ مجھے قتل نہ کر دے۔ یہ سب خیال مقدمات جنون اور دیوانگی کے ہیں۔ اور جب کوئی دیوانہ

اپنے وسیع دریا ہدایت اور رہنمائی کو انہیں کے چھوٹے سے ملک میں محصور کر دیا ہے
اور بعض اس کو انہیں کا دیس اور انہیں کی زبان اور انہیں میں سے پیغمبر پسند کئے ہیں *

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہونے لگتی ہے تو پہلے ایسے ویسے ہی خیالات نامعقول دل میں اٹھا کرتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ پکا سودائی ہو جاتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ بغیر معقول وجوہ رکھنے کے بدظنی کرنا ایک شعبہ دیوانگی کا ہے کہ جس سے عاقل آدمی ضرور ہے کہ پرہیز کرے۔ اور خدا نے قوت نیک ظنی کی جو انسان کی فطرت میں ڈال دی تو اس میں یہ حکمت ہے جو بنی آدم میں راستگوئی اور راست روشی بھی ایک فطرتی قوت ہے اور جب تک انسان کسی امر سے مجبور نہ ہو۔ نہ جھوٹ بولنا چاہتا ہے اور نہ کسی اور طرح کی بدی کا ارتکاب جائز رکھتا ہے۔ سو اگر نیک ظنی کی قوت انسان کو عطا نہ کی جاتی تو وہ تمام فوائد جو راستگوئی اور راست روشی کی قوت کے ذریعہ سے ایک دوسرے کو پہنچتے ہیں۔ اور جن پر تمام مہمات تمدن اور معاشرت اور تدابیر منزلی اور ملکی موقوف ہیں ضائع ہو جاتے اور نفوس انسانی جمیع منافع سے جو قوت مذکورہ کے استعمال پر مترتب ہوتے ہیں محروم رہ جاتے۔ مثلاً یہ نیک ظنی کی ہی برکت ہے کہ چھوٹے بچے بآسانی بولنا اور باتیں کرنا سیکھ لیتے ہیں اور ماں باپ کو ماں باپ کر کے جانتے ہیں۔ اگر بدظنی کرتے تو کچھ بھی نہ سیکھتے اور دل میں کہتے کہ شاید ان سکھانے والوں کا کچھ اپنی ہی غرض ہوگی۔ اور آخر اس بدظنی سے گونگے ہی رہ جاتے اور والدین کے والدین ہونے میں بھی شک ہی رہتا۔ منہ

* حاشیہ نمبر ۱۱

جو حال میں بعض صاحبوں کے ہاتھ میں وید ہیں کہ جو وہ رگ اور یجر اور سام اور اتھرون سے موسوم کرتے ہیں۔ اور رچ اور یجش اور سام اور اتھروا بھی بولتے ہیں۔ ان کا ٹھیک ٹھیک حال کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کن حضرات پر نازل ہوئے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ اگنی اور وایو اور سورج کو یہ الہام ہوا تھا جو بالکل نامعقول بات ہے۔ اور کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ برہما کے چار منہ سے یہ چاروں وید نکلے تھے۔ اور کسی کی یہ رائے ہے کہ بیاس اور رشیوں کے اپنے ہی بنائے ہیں۔ اب ان بیانات میں یہاں تک شک ہے کہ کچھ پتہ نہیں ملتا کہ آیا ان اشخاص کا کچھ خارج میں وجود بھی تھا یا محض فرضی نام ہیں۔ اور وید بہ نظر

۱۰۵ اور وہ بھی صرف تین یا چار کتابیں ہیں سے مسئلہ الہام اور رسالت کا تو انہیں عادت قدرتیہ اور
عادات قدیمہ الٰہیہ میں داخل بھی نہیں ہو سکتا۔ اور امر نبوت اور وحی کا بباعث قلت
تعداد الہام یافتہ لوگوں کے ضعیف اور غیر معتبر اور مشکوک اور مشتبہ ٹھہر جاتا ہے اور نیز
کروڑ ہا بندگان خدا جو اس ملک سے بے خبر رہے یا یہ ملک ان کے ملکوں سے بے خبر
رہا۔ فضل اور رحمت اور ہدایت الٰہی سے محروم اور نجات سے بے نصیب رہ جاتے ہیں۔
اور پھر طرفہ یہ کہ جب بخوش عقیدہ آریہ صاحبوں کے وہ تین یا چار بھی خدا تعالیٰ کے
ارادہ اور مصلحت خاص سے منصب نبوت پر مامور نہیں ہوئے بلکہ خود کسی نامعلوم جنم
کے نیک عملوں کے باعث سے اس عہدہ پانے کے مستحق ہو گئے اور خدا کو بہرحال انہیں پیغمبر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کرنے سے تیسری رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اب بھی وید کے جدا جدا منتروں پر جدا جدا
رشیوں کے نام لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ اور اتھرون وید کی نسبت تو اکثر محقق
۱۰۶ پنڈتوں کا اسی پر اتفاق ہے کہ وہ ایک جعلی وید یا براہمن پستک ہے جو پیچھے
سے ویدوں کے ساتھ ملا یا گیا ہے۔ اور یہ رائے سچی بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ
رگ وید میں جو سب ویدوں کا اصل الاصول اور سب سے زیادہ معتبر خیال کیا جاتا ہے
صرف رگ اور یجر اور شام وید کا ذکر ہے۔ اور اتھرون وید کا نام تک درج نہیں۔ اگر وہ
وید ہوتا۔ تو اس کا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ پھر یجر وید کے ۳۴ - ادھیائے میں بھی صاف لکھا
ہے کہ وید صرف تین ہی ہیں۔ اور ایسا ہی شام وید میں بھی ویدوں کا تین ہونا ہی بیان
کیا ہے۔ اور منو جی بھی اپنی پستک کے ساتویں ادھیائے میں اشلوک میں تین وید
ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اور جوگ بششٹ میں جو ہندوؤں میں بڑی متبرک کتاب خیال کی
جاتی ہے۔ اور ان تعلیمات کا مجموعہ ہے جو خاص راجہ رام چندر جی کو ان کے بزرگ استاد
نے دی تھیں۔ چاروں ویدوں کی نسبت ایسا صاف بیان کیا ہے کہ بس فیصلہ ہی کر دیا
ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف اتھرون وید کے وید ہونے میں بحث نہیں۔ بلکہ
سارے ویدوں کا یہی حال ہے۔ اور کوئی ان میں سے ایسا نہیں جو تغیر اور تبدل اور
کمی اور بیشی سے خالی ہو۔ [illegible]

بنا ہی پڑا۔ اور باقی سب لوگوں کو ہمیشہ کے لئے اس مرتبہ عالیہ سے جواب مل گیا اور کوئی
کسی الزام سے اور کوئی کسی تعصب سے اور کوئی آریہ قوم اور آریہ دیس سے باہر سکونت
رکھنے کے جرم سے الہام پانے سے محروم رہا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس ناپاک اعتقاد میں
خدا کے مقبول بندوں پر کہ جنہوں نے آفتاب کی طرح ظہور کر کے اس اندھیرے کو دُور کیا
جو اُن کے وقت میں دُنیا پر چھا رہا تھا کس قدر ناحق بے موجب بدظنی کی گئی ہے۔ اور
پھر پنڈت پرمیشر پر بھی یہ بدظنی جو اس کو غافل یا مدہوش یا مخبط الحواس تصور کیا ہے کہ جو
اس قدر بے خبر ہے کہ گو بعد وید کے ہزار ہا طور کی نئی نئی بدعتیں نکلیں اور لاکھوں طرح کے ۱۰۲
طوفان آئے اور اندھیریاں چلیں اور رنگارنگ کے فساد برپا ہوئے اور اس کے راج میں ایک
بُری طرح کا گڑبڑ پڑ گیا اور دُنیا کو اصلاح جدید کی سخت سخت حاجتیں پیش آئیں۔ پر وہ
کچھ ایسا سویا کہ پھر نہ جاگا اور کچھ ایسا کھسکا کہ پھر نہ آیا۔ گویا اُس کے پاس اتنا ہی الہام تھا
جو وید میں خرچ کر بیٹھا۔ اور وہی سرمایہ تھا جو پہلے ہی بانٹ چکا تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے
خالی ہاتھ رہ گیا اور مُنہ پر مُہر لگ گئی اور ساری صفتیں اب تک بنی رہیں مگر تکلّم کی صفت
صرف وید کے زمانہ تک رہی پھر باطل ہو گئی اور پرمیشر ہمیشہ کے لئے کلام کرنے اور الہام
بھیجنے سے عاجز ہو گیا* یہ اعتقاد آریہ قوم کا ہے کہ جس پر ہر یک ہندو کو رغبت دلائی ۱۰۳

حاشیہ

* شاید اس جگہ کسی کے دل میں یہ وسوسہ اُٹھے کہ مسلمانوں کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ وحی ۱۰۳
حضرت آدم سے شروع ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی سو اس عقیدہ کے
رُو سے بھی بعد زمانہ حضرت خاتم الانبیاء کے انقطاع وحی کا ہمیشہ کے لئے لازم آیا۔ سو
اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے جو ہمارا ہندوؤں کی طرح ہرگز یہ اعتقاد نہیں جو خدا
کے پاس اتنی ہی کلام تھی جتنی وہ ظاہر کر چکا۔ بلکہ بموجب اعتقاد اسلام کے خدا کی کلام
اور خدا کا علم اور حکمت مثل ذات اُسی کی کے غیر محدود ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ
نے آپ فرمایا ہے۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ
قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا[1] (سورہ کہف جزو ۱۶)

[1] الکہف : ۱۱۰

جاتا ہے کہ انہیں کو اپنا دھرم بناؤ۔ مگر تعجب کہ اس اعتقاد کا وید میں کہیں ذکر تک نہیں۔ اور کوئی شرتی اس شبہ سے خالی نہیں کہ اس متعصبانہ بد ظنی کی تعلیم دیتی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشلوک انہیں دنوں میں گھڑا گیا ہے کہ جب آریہ قوم کے عقلمندوں نے اپنی پیشگوں(؟) ...

جیسے مگر خدا کی کلام کے لکھنے کے لئے سمندر کو سیاہی بنایا جائے تو لکھتے لکھتے سمندر ختم ہو جائے اور کلام میں کچھ کمی نہ ہو۔ گو ویسے ہی اور سمندر بطور مدد کے کام میں لائے جائیں۔ رہی یہ بات کہ ہم لوگ ختم ہونا وحی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کن معنوں سے مانتے ہیں۔ سو اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ گو کلام الٰہی اپنی ذات میں غیر محدود ہے لیکن چونکہ وہ مفاسد کہ جن کی اصلاح کے لئے کلام الٰہی نازل ہوتی رہی ہے یا وہ ضرورتیں کہ جن کو الہام ربانی پورا کرتا رہا ہے۔ وہ قدر محدود سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس لئے کلام الٰہی بھی اسی قدر نازل ہوئی ہے کہ جس قدر بنی آدم کو اس کی ضرورت تھی۔ اور قرآن شریف ایسے زمانہ میں آیا تھا کہ جس میں ہر ایک طرح کی ضرورتیں کہ جن کا پیش آنا ممکن ہے پیش آ گئی تھیں یعنے تمام امور اخلاقی اور اعتقادی اور قولی اور فعلی بگڑ گئے تھے اور ہر ایک قسم کا افراط تفریط اور ہر ایک نوع کا فساد اپنے انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ اس لئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ پر نازل ہوئی۔ پس انہیں معنوں سے شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ٹھہری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں کیونکہ پہلے زمانوں میں وہ مفاسد کہ جن کی اصلاح کے لئے الہامی کتابیں آئیں وہ بھی انتہائی درجہ تک

۱۱۰ نہیں پہنچے تھے۔ اور قرآن شریف کے وقت میں وہ سب اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ پس اب قرآن شریف اور دوسری الہامی کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں اگر ہر ایک طرح کے خلل سے محفوظ بھی رہتیں۔ پھر بھی بوجہ ناقص ہونے تعلیم کے ضرور تھا کہ کسی وقت کامل تعلیم یعنے فرقان مجید ظہور پذیر ہوتا۔ مگر قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور کتاب بھی آوے۔ کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں۔ ہاں اگر یہ فرض کیا جائے کہ کسی وقت اصول حقہ قرآن شریف کے وید اور انجیل کی طرح مشرکانہ اصول بنائے جائیں گے اور تعلیم توحید میں تبدیل اور تحریف عمل میں آوے گی یا اگر ساتھ اس کے یہ بھی فرض کیا جائے کہ کسی زمانہ میں وہ کروڑہا مسلمان جو توحید پر قائم ہیں

شاستروں میں یہ بھی لکھ مارا تھا جو ہمالہ پہاڑ اور کچھ ایشیا کے حصہ سے پرے کوئی ملک
ہی نہیں۔ اور اسی طرح اور بھی بیشمار غلط خیالات اور وہم پرستیاں کہ جن کا اس وقت ذکر کرنا بھی
فضول ہے اور جو اب روز بروز دنیا سے مٹتی جاتی ہیں اور علم ہیئت و عقل کے حاصل کرنیوالے ۱۱۱
خود بخود ان کو چھوڑتے جاتے ہیں اُنہیں دنوں میں نکلی تھیں۔ پس غضب کی بات ہے

وہ بھی پھر طریق شرک اور مخلوق پرستی کا اختیار کرلیں گے۔ تو بیشک ایسی صورتوں میں دوسری
شریعت اور دوسرے رسول کا آنا ضروری ہوگا۔ مگر دونوں قسم کے فرض محال ہیں۔ قرآن شریف
کی تعلیم کا محرّف مبدّل ہونا اس لئے محال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ
نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[1] (سورۃ الحجر الجزو نمبر ۱۴) یعنی اس
کتاب کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ رہیں گے۔ سو تیرہ سو برس سے
اس پیشگوئی کی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔ اب تک قرآن شریف میں پہلی کتابوں کی طرح کوئی
مشرکانہ تعلیم ملنے نہیں پائی اور آئندہ بھی عقل تجویز نہیں کرسکتی کہ اس میں کسی نوع کی مشرکانہ
تعلیم مخلوط ہوسکے کیونکہ لاکھوں مسلمان اس کے حافظ ہیں۔ ہزارہا اس کی تفسیریں ہیں۔
پانچ وقت اس کی آیات نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ ہر روز اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔
اسی طرح تمام ملکوں میں اس کا پھیل جانا۔ کروڑہا نسخے اس کے دنیا میں موجود ہونا۔ ہر یک قوم کا
اس کی تعلیم سے مطلع ہو جانا۔ یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن کے لحاظ سے عقل اس بات پر قطع
واجب کرتی ہے کہ آئندہ بھی کسی نوع کا تغیر اور تبدل قرآن شریف میں واقع ہونا ممتنع اور
محال ہے۔ اور مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنع ہے کہ خدا تعالیٰ نے
اس بارے میں بھی پیشگوئی کرکے آپ فرمادیا ہے۔ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا
يُعِيْدُ[2] (سورۃ سبا الجزو ۲۲) یعنی شرک اور مخلوق پرستی جس قدر نابود ہوچکی ہے پھر
وہ دنیا میں کبھی سر نہیں نکالے گی اور دوبارہ اپنی پہلی حالت پر عود نہیں کرے گی۔ سو اس پیشگوئی
کی صداقت بھی اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ باوجود منقضی ہونے زمانہ دراز کے
اب تک ان قوموں اور ان ملکوں میں کہ جن سے مخلوق پرستی معدوم کی گئی تھی پھر شرک

[1] حجر: ۱۰ [2] سبا: ۵۰

کہ جو لوگ اس تحقیق اور تدقیق کے مالک ہیں اور جن کے وید مقدس میں بجز آگ اور ہوا اور سورج اور چاند وغیرہ مخلوق چیزوں کے خدا کا پتہ بھی مشکل سے ملتا ہے وہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح اور حضرت خاتم الانبیاء کو مفتری ٹھہراویں اور ان کے ادوار مبارک کو مکر اور فریب کے دور قرار دیں اور ان کی کامیابیوں کو جو تائید الٰہی کے بڑے نمونے ہیں بخت
اور اتفاق پر حمل کریں اور ان کی پاک کتابیں جو خدا کی طرف سے تھیں ضرورتوں کے وقتوں ۱۱۲
میں ان کو ملیں جن کے ذریعہ سے بڑی اصلاح دنیا کی ہوئی۔ وہ وید کے مضامین سے سرقہ خیال کئے جائیں۔ اور تماشا یہ کہ اب تک یہ پتہ نہیں دیا گیا کہ کس طور کے سرقہ کا ارتکاب

حاشیہ در حاشیہ

اور بت پرستی نے توحید کی جگہ نہیں لی اور آئندہ بھی عقل اس پیشگوئی کی سچائی پر کامل یقین رکھتی ہے کیونکہ جب اس زمانہ میں کہ مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی تعلیم توحید میں کچھ تزلزل واقع نہیں ہوا بلکہ روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ تو اب کہ ایک جماعت اس موحد قوم کی بیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ ہے کیونکر تزلزل ممکن ہے۔ علاوہ اس کے زمانہ بھی وہ آگیا ہے کہ مشرکین کی طبیعتیں بباعث متواتر استماع تعلیم فرقانی اور دائمی صحبت اہل توحید کے کچھ کچھ توحید کی طرف میل کرتی جاتی ہیں جدھر دیکھو وہ دلائل وحدانیت کے جیسا دریا سیلابوں کی طرح شرک کے خیالات اور وہمی ترکیبوں پر گولہ اندازی کر رہے ہیں اور توحید کے قدرتی جوش نے مشرکوں کے دلوں پر ایک ہلچل ڈال رکھی ہے اور مخلوق پرستی کی عمارت کا بودا ہونا اہل خیال لوگوں پر ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ اور وحدانیت الٰہی کا پر زور سیلاب شرک کے بدنما جھونپڑوں کو اڑاتا جاتا ہے۔ پس ان تمام آثار سے ظاہر ہے کہ اب اندھیرا شرک کا ان اگلے دنوں کی طرح پھیلنا کہ جب تمام دنیا نے مصنوع چیزوں کو مالک مطلق کی ذات اور صفات میں حصہ دار ٹھہرایا تھا ممتنع اور محال ہے اور جبکہ قرآن مجید کے اصول حقہ کا معروف اور مقبول ہو جانا۔ یا پھر ساتھ اس کے تمام خلقت پر تاریکی شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا عند العقل محال اور ممتنع ہوا۔ تو نئی شریعت اور نئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا۔ کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت حقیقت میں خاتم الرسل ہیں۔ وھو المطلوب

ہوا کیا کسی جگہ قرآن شریف یا انجیل یا توریت میں وید کی طرح اگنی کی پرستش کا حکم پایا جاتا ہے یا نہیں۔ وائیو اور جل کی استت جابجا لکھ دی ہے یا کسی مقام میں آکاش اور چاند اور سورج کی حمد و ثنا کی گئی ہے یا کسی آیت میں اندر کی مہما اور برنن کر کے اس سے بہت سی گئوئیں اور بے انتہا مال مانگا گیا ہے۔ اور اگر ان چیزوں میں سے جو وید کا لُبّ لباب اور اس کی ساری تعلیموں کا خلاصہ ہیں کچھ بھی نہیں لیا گیا۔ تو پھر وید میں سے کیا چرایا۔ اور اس جگہ ہمیں پنڈت دیانند صاحب پر بڑا افسوس ہے جو وہ توریت اور انجیل اور قرآن شریف کی نسبت اپنے بعض رسالوں اور نیز اپنے وید بھاش کے بھومکا میں سخت سخت الفاظ استعمال میں لائے ہیں۔ اور معاذ اللہ وید کو کھرا سونا۔ اور باقی خدا کی ساری کتابوں کو کھوٹا سونا قرار دیا ہے۔ سارا باعث ان واہیات باتوں اور بیہودہ چالاکیوں کا یہ ہے کہ پنڈت صاحب نہ عربی جانتے ہیں نہ فارسی۔ اور نہ بجز سنسکرت کے کوئی اور بولی بلکہ اردو خوانی سے بھی بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔ اور ایک اور بھی باعث ہے جو ان کی تصنیف کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ علاوہ کم فہمی اور بے علمی اور تعصب کے ان کی فطرت بھی سودائیوں اور وہمیوں کی طرح وضع استقامت پر قائم ہونے اور صراط مستقیم پر ٹھہرنے سے نہایت لاچار ہے۔ اور نیک کو بد خیال کرنا اور بد کو نیک سمجھنا۔ اور کھرے کو کھوٹا اور کھوٹے کو کھرا قرار دینا۔ اور اُلٹے کو سیدھا اور سیدھے کو اُلٹا جاننا ان کی ایک عام عادت ہو گئی ہے۔ جو ہر جگہ بلا اختیار ان سے ظہور میں آتی ہے اور اسی وجہ سے وید کی وہ تاویلیں جو کبھی کسی کی خواب میں بھی نہیں آئی تھیں وہ کرتے جاتے ہیں اور پھر ان بے بنیاد خیالات کو چھپوا کر لوگوں سے اپنی رسوائی کراتے ہیں۔ اور اگرچہ سارے ہندوستان کے پنڈت شور مچا رہے ہیں جو بعد وید میں توحید کا نام و نشان نہیں اور ہمارے باپ دادوں نے یہ سبق کبھی پڑھا ہی نہیں اور وید نے ہم کو کسی جگہ مخلوق پرستی سے منع کیا ہی نہیں۔ مگر پنڈت جی پھر بھی اپنے

خیالی پلاؤ پکانے سے باز نہیں آتے اور اُن صدہا دیوتوں کو جو وید کے متفرق معبود ہیں
صرف ایک ہی خدا بنانا چاہتے ہیں کہ تا وید کے الہامی ہونے میں کچھ فرق نہ آجائے۔
بہرحال جو کچھ انہوں نے وید پر دست درازی کی اور کرتے ہیں یہ تو اُن کا اختیار ہے
مگر قرآن شریف کی نسبت ناحق چمک اور توہین کرنا یہ وہ کام ہے کہ جس سے اُن کی سخت
رُسوائی ہوگی۔ چنانچہ اس کتاب کی تصنیف سے دعویٰ بھی کیا ہے اور ہمیں معلوم نہیں
کہ اب پنڈت صاحب صدہا دلائل حقیت اور افضلیت قرآن شریف کی اور صدہا دلائل
بطلان اصول وید کے کتاب ہذا سے بذریعہ کسی پڑھے آدمی کے معلوم کرکے پھر بھی
چھپتے رہیں گے یا خودکشی کا ارادہ جوش مارے گا۔ کیا عجب کی بات ہے کہ قرآن شریف
جیسی اعلیٰ اور افضل اور اتم اور اکمل اور احسن اور اجمل کتاب کی توہین کرکے نہ عاقبت کی
ذلت سے ڈرتے ہیں اور نہ اس جہان کے طعن و تشنیع کا کچھ اندیشہ رکھتے ہیں۔ شاید اُن کو
دونوں عالم کی کچھ پروا نہیں رہی۔ اگر خدا کا کچھ خوف نہیں تھا تو بارے دُنیا کی ہی رُسوائی کا
کچھ خوف کرتے۔ اور اگر شرم و حیا اٹھ گیا تھا تو کاش لوگوں کے ہی لعن طعن کا اندیشہ باقی
رہتا۔ اور اگر پنڈت صاحب کا کچھ مادہ ہی ایسا ہے کہ وہ ناحق خدا کے مقدس رسولوں کی
توہین کرکے خوش ہوتے ہیں اور کچھ خو ہی ایسی ہے کہ سنبھل نہیں جاتی تو اس سے بھی
وہ خدا کے پاک لوگوں کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ پہلے اس سے نبیوں کے دشمنوں نے اُن
روشن چراغوں کے بجھانے کے لئے کیا کیا نہ کیا۔ اور کونسی تدبیر ہے جو عمل میں نہ لائے لیکن
چونکہ وہ راستی اور صداقت کے درخت تھے۔ اس لئے وہ غیبی مدد سے دم بدم نشوونما
پکڑتے گئے اور معاندین کی مخالفانہ تدبیروں سے کچھ بھی اُن کا نقصان نہ ہوا۔ بلکہ وہ
۱۱۳ اُن لطیف اور خوشنما پودوں کی طرح جو مالک کے جی کو بھاتے ہیں اور بھی بڑھتے پھولتے
گئے۔ یہاں تک کہ وہ بڑے بڑے سایہ دار اور پھلدار درختوں کے مانند ہوگئے اور
دور دور کے روحانی اور حقانی آرام کے ڈھونڈنے والے پرندوں نے اُن میں بسیرا کر لیا اور

حق الحقوں کی کچھ بھی پیش نہ گئی۔ اور گو اُن بد اندیشوں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے۔ ایڑیاں رگڑیں۔ مکاریاں اور عیاریاں دکھلائیں۔ پر آخر مرغ گرفتار کی طرح پھڑ پھڑا کے رہ گئے۔ پس جبکہ باطلوں سے اُن مقدس لوگوں کا نقصان نہ ہوسکا تو صرف زبان کے ہتک آمیز الفاظ سے کب ہو سکتا ہے۔ یہ وہ برگزیدہ قوم ہے کہ جن کا اقبال کئی انہیں کے زمانہ میں آزمایش ہو چکی ہے۔ وہ اقبال نہ بُت پرستوں کے روکنے سے رُکا اور نہ کسی اور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند رہا۔ نہ تلواروں کی دھار اُس شان و شوکت کو کاٹ سکی۔ نہ تیروں کی تیزی اس میں کچھ رخنہ ڈال سکی۔ وہ جلال ایسا چمکا جو اُس کا حسد قتلوں کا لہو پی گیا۔ وہ تیر ایسا برسا جو اُس کا چھوٹنا کئی کلیجوں کو کھا گیا۔ وہ آسمانی پتھر جس پر پڑا۔ اُسے پیس ڈالتا رہا۔ اور جو شخص اُس پر پڑا۔ وہ آپ ہی پس گیا۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے ۔ جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اڑاتی ہے ۔ وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے ۔ کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے ۔ بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

خلاصہ اِس کلام کا یہ ہے کہ اگر پنڈت صاحب وغیرہ معاندین و مخالفین کو دنیا اور قوم کی محبت کے باعث یا ننگ ناموس کے سبب یا صفت حیائی کمزوری کی وجہ سے خدا کی سچی کتابوں پر ایمان لانا منظور نہ ہو تو خیر یہ اُن کی خوشی۔ مگر ہم اُن کو نصیحت کرتے ہیں جو زبان درازیوں سے باز رہیں جو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اور بفرض محال یہ بھی ۱۱۱
ہم نے تسلیم کیا جو خدا کے پاک پیغمبروں کا صدق اُن کی عقل ناقص کے نزدیک ثابت نہیں ہوا۔ مگر پھر بھی وہ شخص کہ جس کے دل میں کچھ خدا کا خوف یا لوگوں کے طعن سے بھی کچھ ڈر ہے۔ وہ اس بات کو ضرور تسلیم کریگا کہ صدق کے عدمِ ثبوت سے کذب کا ثبوت لازم نہیں آتا۔ کیونکہ مفہوم اِس عبارت کا کہ زید کا سچا ہونا ثابت نہیں۔ اِس عبارت

کے مفہوم سے ہرگز مساوی نہیں ہو سکتا کہ زید کا جھوٹا ہونا ثابت ہے پس جس حالت
میں کسی شخص کا کذب ثابت نہیں تو اس پر احکام کذب کے وارد کرنا اور کاذب کاذب کرکے
پکارنا حقیقت میں انہیں لوگوں کا کام ہے کہ جن کا دھرم اور ایمان اور پیشہ اور بھگوان
صرف جیفہ دنیا کا لالچ یا جاہلانہ ننگ ناموس یا قوم اور برادری ہے اگر وہ حق کو قبول
کریں اور ہریک نوع کی ضدبیت چھوڑ دیں تو پھر ایک غریب درویش کی طرح سب کچھ
چھوڑ چھاڑ کر دین الٰہی میں داخل ہونا پڑے تو پھر پنڈت جی اور گورو جی اور سوامی جی
ان کو کون کہے۔ پس اگر ایسے لوگ حق اور راستی کے مزاحم نہ ہوں تو اور کون ہو۔ اور
اگر ان کا غضب اور غصہ نہ بھڑکے تو اور کس کا بھڑکے۔ ان کو تو اسلام کی عزت ماننے
سے اپنی عزت میں فرق آتا ہے۔ طرح طرح کی وجوہ معاش بند ہوتی ہیں۔ تو پھر کیوں کر
ایک اسلام کو قبول کرکے ہزار آفت خرید لیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس سچائی پر یقین کرنے کیلئے
صدہا سامان موجود ہیں اس کو تو قبول نہیں کرتے اور جن کتابوں کی تعلیم حرف حرف میں
شرک کا سبق دیتی ہے ان پر ایمان لائے بیٹھے ہیں اور بے انصافی ان کی اس سے ظاہر
ہے کہ اگر مثلاً کوئی عورت کہ جس کی پاکدامنی بھی کچھ ایسی ویسی ہی ثابت ہو کسی ناکردنی
فعل سے متہم کی جائے تو فی الفور کہیں گے جو کس نے پکڑا اور کس نے دیکھا اور کون معائنہ
واردات کا گواہ ہے۔ مگر ان مقدسوں کی نسبت کہ جن کی راستبازی پر نہ ایک نہ دو
بلکہ کروڑہا آدمی گواہی دیتے چلے آئے ہیں بغیر ثبوت معتبر اس امر کے کہ کسی کے سامنے
انہوں نے مسودہ افترا کا بنایا یا اس منصوبہ میں کسی دوسرے سے مشورہ لیا یا وہ
راز کسی شخص کو اپنے لڑکوں یا دوستوں یا عورتوں میں سے بتلایا یا کسی اور شخص نے ۱۱۹
مشورہ کرتے یا راز بتلاتے پکڑا۔ یا آپ ہی موت کا سامنا دیکھ کر اپنے مفتری ہونے
کا اقرار کر دیا۔ یونہی جھوٹی تہمت لگانے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ پس یہی تو سیاہ باطنی
کی نشانی ہے اور اسی سے تو ان کی اندرونی خرابی مترشح ہو رہی ہے انہیں وہ لوگ

ہیں کہ جنہوں نے اپنی کامل راستبازی کی قوی حجت پیش کر کے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا جیسا کہ یہ الزام قرآن شریف میں سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے جہاں فرمایا ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (سورہ یونس الجزو ۱۱)[1] یعنے میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افترا کروں۔ دیکھو میں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افترا ثابت کیا پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں یعنے یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آجتک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا۔ وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔ غرض انبیاء کے واقعات عمری اور ان کی سلامت روشی ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر ان کے واقعات کو ہی دیکھا جائے تو ان کی صداقت ان کے واقعات سے ہی روشن ہو رہی ہے مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل ان تمام براہین اور دلائل صدق نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اس کتاب میں لکھی جائینگی قطع نظر کر کے محض ان کے حالات پر ہی غور کرے تو بلاشبہ انہیں حالات پر غور کرنے سے ان کے نبی صادق ہونے پر دل سے یقین کریگا اور کیونکر یقین نہ کرے وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطر ہیں کہ حق کے طالبوں کے دل بلااختیار ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ کس استقلال سے آنحضرتؐ اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گذرتا تھا بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے ۱۰۸

[1] یونس : ۱۷

سر پر اٹھا لیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور
برباد ہو گیا۔ بار بار زہر دی گئی۔ اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے۔ اور جو دوست تھے وہ
دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے
ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں۔ اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا
ہوا۔ تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا۔ کوئی عمارت نہ بنائی۔
کوئی بارگاہ طیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا۔ کوئی اور
ذاتی نفع نہ اٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں
کی خبرگیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔ اور پھر صاف گوئی
اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے
لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا۔ جو اپنے اور خویش تھے ان کو
بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی
کیونکہ ان کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بداعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیح
کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا نہایت دل جل گیا اور سخت عداوت پر
آمادہ ہو گئے اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح عیسائیوں کو
بھی خفا کر دیا گیا کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا حضرت عیسیٰ کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا
قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی پا کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور
ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے۔ کیونکہ ان کو بھی ان کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت
کی گئی اور مدار نجات کا صرف توحید ٹھہرائی گئی۔ اب جائے انصاف ہے کہ کیا دنیا حاصل
کرنے کی یہی تدبیر تھی کہ ہر یک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دلآزار باتیں سنائی گئیں کہ
جس سے سب کے سب مخالفت پر کمر باندھیں اور سب کے دل ٹوٹ گئے اور قبل اس کے کہ
اپنی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوئی یا کسی کا حملہ روکنے کے لئے کچھ طاقت بہم پہنچ جاتی مشلط

سب کی طبیعت کو ایسا اشتعال دیا کہ جس سے وہ تحمل کرنے کے پیاسے ہوگئے۔ زمانہ سازی
کی تدبیر تو یہ تھی کہ جیسا بعضوں کو جھوٹا کہا تھا ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا۔ تا اگر
بعض مخالف ہوتے تو بعض موافق بھی رہتے۔ بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا کہ تمہارے ہی لات و
عزّیٰ سچے ہیں تو وہ تو اُسی دم قدموں پر گر پڑتے اور جو چاہتا ان سے کرا لیتے۔ کیونکہ
وہ سب خویش اور اقارب اور جمعیت قومی میں سب شامل تھے اور ساری بات مانی منائی تھی
صرف تعلیم بت پرستی سے خوش ہو جاتے اور بدل و جان اطاعت اختیار کرتے لیکن
سوچنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ کا یکلخت ہر یک خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف توحید
کو جو اُن دنوں میں اس سے زیادہ دنیا کے لئے کوئی نفرتی چیز نہ تھی اور جس کے باعث
سے صدہا مشکلیں پڑتی جاتی تھیں بلکہ جان سے مارے جانا نظر آتا تھا مضبوط پکڑ لینا
یہ کس مصلحت دُنیوی کا تقاضا تھا اور جبکہ پہلے اسی کے باعث سے اپنی تمام دنیا اور
جمعیت برباد کر چکے تھے تو پھر اسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے کہ جس کو تباہ کرتے
ہیں تو مسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت ماریں نصیب ہوں کس مقصد کا حاصل کرنا
مراد تھا۔ کیا دنیا کمانے کے لئے یہی ڈھنگ تھا کہ ہر یک کو کلمہ تلخ جو اسکی طبیعت اور عادت
اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا سنا کر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا دیا۔
اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا۔ جو لوگ طامع اور مکار ہوتے ہیں کیا وہ ایسی ہی
تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ جس سے دوست بھی دشمن ہو جائیں۔ جو لوگ کسی مکر سے دنیا کو
کمانا چاہتے ہیں کیا ان کا یہی اصول ہوا کرتا ہے کہ یکبارگی ساری دنیا کو عداوت کرنے کا
جوش دلا دیں اور اپنی جان کو ہر وقت کی فکر میں ڈال لیں۔ وہ تو اپنا مطلب سادھنے
کے لئے سب سے صلحکاری اختیار کرتے ہیں اور ہر یک فرقہ کو سچائی کا ہی سرٹیفکیٹ
دیتے ہیں۔ خدا کے لئے یکرنگ ہو جانا ان کی عادت کہاں ہوا کرتی ہے خدا کی وحدانیت
اور عظمت کا کب وہ کچھ دھیان رکھا کرتے ہیں۔ ان کو اس سے غرض کیا ہوتی ہے کہ ناحق

خدا کے لئے دکھ اٹھاتے پھریں۔ وہ تو صیاد کی طرح وہیں دام بچھاتے ہیں کہ جو شکار مارنے کا بہت آسان راستہ ہوتا ہے۔ اور وہی طریق اختیار کرتے ہیں کہ جس میں محنت کم اور فائدہ دنیا کا بہت زیادہ ہو۔ نفاق ان کا پیشہ اور خوشامد ان کی سیرت ہوتی ہے۔ سب سے میٹھی میٹھی باتیں کرنا اور ہر ایک چور اور ساہوکار سے برابر رابطہ رکھنا ان کا ایک خاص اصول ہوتا ہے۔ مسلمانوں سے ان شاء اللہ اور ہندوؤں سے رام رام کہنے کو ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ اور ہر ایک مجلس میں ہاں سے ہاں اور نہیں سے نہیں ملاتے رہتے ہیں اور اگر کوئی میر مجلس دن کو رات کہے تو چاند اور ستارے دکھلانے کو بھی تیار ہو جاتے ہیں ان کو خدا سے کیا تعلق اور اس کے ساتھ وفاداری کرنے سے کیا واسطہ۔ اور اپنی خوش باش جان کو مفت میں ادھر ادھر کا غم لگانا نہیں کیا ضرورت۔ اُستاد نے ان کو سبق ہی ایک پڑھایا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کو یہی بات کہنا چاہیے کہ جو تیرا راستہ ہے وہی سیدھا ہے۔ اور جو تیری رائے ہے وہی درست ہے اور جو تو نے سمجھا ہے وہی ٹھیک ہے غرض ان کی راست اور ناراست اور حق اور باطل اور نیک اور بد پر کچھ نظر ہی نہیں ہوتی بلکہ جس کے ہاتھ سے ان کا کچھ منہ میٹھا ہو جائے وہی ان کے حساب میں بھگت اور سدھ اور جنٹلمین ہوتا ہے اور جس کی تعریف سے کچھ پیٹ کا دوزخ بھرتا نظر آوے۔ اسی کو مکتی پانے والا اور سُرگ کا وارث اور حیاتِ ابدی کا مالک بنا دیتے ہیں۔ لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرت اعلیٰ درجہ کے یکرنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے۔ کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام

شدائد اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لاتے۔ اور ۱۲۰
جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے
کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواقعات
خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے
منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک
بھی ثابت نہیں۔ پس ذرہ ایمانداری سے سوچنا چاہئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرتؐ
کے اندرونی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں۔ ماسوا اس کے جب عاقل آدمی اس حالت
پر اور بھی غور کرے کہ وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے حقیقت میں
ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربّانی
اور ہادی آسمانی کی اشد محتاج تھی ٭ اور جو جو تعلیم دی گئی۔

حاشیہ نمبر ۱۱

توریت صاف جتاتی ہے۔ اور قرآن مجید کے کئی مقامات میں کہ جن کا انشاء اللہ ۱۲۱
فصل اوّل میں ذکر ہوگا بصراحت تمام وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس
زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے کہ جب تمام دنیا میں شرک اور گمراہی اور مخلوق پرستی
پھیل چکی تھی اور تمام لوگوں نے اصول حقّہ کو چھوڑ دیا تھا اور صراط مستقیم کو بھول
بھلا کر ہر یک فرقہ نے الگ الگ بدعتوں کا راستہ لے لیا تھا۔ عرب میں بت پرستی
کا نہایت زور تھا۔ فارس میں آتش پرستی کا بازار گرم تھا۔ ہند میں علاوہ بت پرستی
کے اور صدہا طرح کی مخلوق پرستی پھیل گئی تھی اور انہیں دنوں میں کئی پُران اور پُستک
کہ جن کے رو سے بیسیوں خدا کے بندے خدا بنائے گئے اور اوتار پرستی کی بنیاد
ڈالی گئی تصنیف ہو چکی تھی اور بقول پادری بورٹ صاحب اور کئی فاضل انگریزوں
کے ان دنوں میں عیسائی مذہب سے زیادہ اور کوئی مذہب خراب نہ تھا۔ اور
پادری لوگوں کی بد چلنی اور بد اعتقادی سے مذہب عیسوی پر ایک سخت دھبہ لگ
چکا تھا۔ اور مسیحی عقائد میں نہ ایک نہ دو بلکہ کئی چیزوں نے خدا کا منصب لے لیا تھا۔

۱۱۲ وہ بھی واقعہ میں سچی آئی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی۔ اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں۔ اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی۔ اور لاکھوں سینوں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا نقش جما دیا۔ اور جو نبوت کی علتِ غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کے اس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا۔ تو ان واقعات پر نظر ڈالنے سے بلا اختیار یہ شہادت دل سے جوش مار کر نکلے گی کہ آنحضرت ضرور خدا کی طرف سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

پس آنحضرتؐ کا ایسی عام گمراہی کے وقت میں مبعوث ہونا کہ جب خود حالت موجودہ زمانہ کی ایک بزرگ مصلح اور مصلح کو چاہتی تھی اور ہدایت ربانی کی کمال ضرورت تھی۔ اور پھر ظہور فرما کر ایک عالم کو توحید اور اعمال صالحہ سے منور کرنا اور شرک اور مخلوق پرستی کا جو اُمّ الشرور ہے
۱۱۳ قلع قمع فرمانا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ آنحضرتؐ خدا کے سچے رسول اور سب رسولوں سے افضل تھے۔ سچا ہونا ان کا تو اس بات سے ثابت ہے کہ اس عام ضلالت کے زمانہ میں قانون قدرت ایک سچے ہادی کا مقتضی تھا اور سنت اللہ ایک رہبر صادق کی مقتضی تھی۔ کیونکہ قانون قدیم حضرت رب العالمین کا یہی ہے کہ جب دنیا میں کسی نوع کی شدت اور صعوبت اپنے انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت الٰہی اس کے دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسے جب امساک باران سے غایت درجہ کا قحط پڑ کر خلقت کا کام تمام ہونے لگتا ہے تو آخر خداوند کریم بارش کر دیتا ہے۔ اور جب وبا سے لاکھوں آدمی مرنے لگتے ہیں تو کوئی صورت اصلاح ہوا کی نکل آتی ہے یا کوئی دوا ہی پیدا ہو جاتی ہے اور جب کسی ظالم کے پنجہ میں کوئی قوم گرفتار ہوتی ہے تو آخر کوئی عادل اور فریاد رس پیدا ہو جاتا ہے۔ پس ایسا ہی جب لوگ خدا کا راستہ بھول جاتے ہیں اور توحید اور حق پرستی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو خداوند تعالیٰ اپنی طرف سے کسی بندہ کو بصیرت کامل عطا فرما کر اور اپنے کلام اور الہام

سچے ہادی ہیں۔ جو شخص تعصب اور ضدیت سے انکاری ہو۔ اس کی مرض تو لاعلاج ہے۔ خواہ وہ خدا سے بھی منکر ہو جاوے۔ ورنہ یہ سلسلہ آثار صداقت جو آنحضرت میں کامل طور پر جمع ہیں کسی اور نبی میں کوئی ایک تو ثابت کرکے دکھلاوے تا ہم بھی جانیں۔ مُنہ سے فضول باتیں بکنا کوئی بڑی بات نہیں جو چاہے بک لیا کون روکتا ہے۔ لیکن معقول طور پر مدلل بات کا مدلل جواب دینا شرط انصاف ہے۔ یوں تو ہمارے سارے مخالفین گالیاں

حاشیہ نمبر ۱۱

سے مشرف کرکے بنی آدم کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے کہ تا جس قدر بگاڑ ہو گیا ہے اس کی اصلاح کرے اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ پروردگار جو قیّوم عالم کا ہے اور بقاء اور وجود عالم کا اسی کے سہارے اور آسرے سے ہے کسی اپنی فیضان رسانی کی صفت کو خلقت سے دریغ نہیں کرتا اور نہ بیکار اور معطل چھوڑتا ہے بلکہ ہر یک صفت اس کی اپنے موقعہ پر فی الفور ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ پس جبکہ ازروئے تجویز عقل کے اس بات پر قطع واجب ہوا کہ ہر یک آفت کا غلبہ توڑنے کے لئے خدائے تعالیٰ کی وہ صفت جو اس کے مقابل پر پڑی ہے ظہور کرتی ہے اور یہ بات تواریخ سے اور خود مخالفین کے اقرار سے اور خاص فرقان مجید کے بیان واضح سے ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت میں یہ آفت غالب ہو رہی تھی کہ دنیا کی تمام قوموں نے سیدھا راستہ توحید اور اخلاص اور حق پرستی کا چھوڑ دیا تھا اور نیز یہ بات بھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس فساد موجودہ کے اصلاح کرنے والے اور ایک عالم کو ظلمات شرک اور مخلوق پرستی سے نکال کر توحید پر قائم کرنے والے صرف آنحضرت ہی ہیں کوئی دوسرا نہیں۔ تو ان سب مقدمات سے نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرت خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں۔ چنانچہ اسی دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں آپ ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

دینے اور توہین کرنے کو بڑے چالاک ہیں اور ہجو اور اہانت کرنا کسی استاد سے خوب سیکھے ہیں۔ ہشتم دوسرے تمام پیغمبروں اور کتابوں کی تکذیب کر کے صرف وید کا جگن گا رہے ہیں کہ جو ہے سو وید ہی ہے۔ عیسائی ساری تعلیم الٰہی انجیل پر ختم کئے بیٹھے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ قدر و منزلت ہر یک کتاب کی افادہ توحید سے وزن کی جاتی ہے اور جو کتاب توحید کا فائدہ پہنچانے میں زیادہ ہو وہی رتبہ میں زیادہ ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر مسئلہ وحدانیت الٰہی کا کیسا ہی جامع اخلاق کیوں نہ ہو مگر تب بھی نجات نہیں پا سکتا۔ اب ان صاحبوں
۱۲۳ کو سوچنا چاہیئے کہ توحید جو مدار نجات کا ہے کس کتاب کے ذریعے سے دنیا میں سب سے زیادہ شائع ہوئی بھلا کوئی بتلائے تو سہی کہ کس ملک میں وید کے ذریعے سے وحدانیت الٰہی پھیلی ہوئی ہے۔

حاشیہ در حاشیہ

بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۞ (سورۃ النحل الجزو ۱۴)[1]

یعنے ہم کو اپنی ذات الوہیت کی قسم ہے جو مبدء فیضان ہدایت اور پرورش اور جامع تمام صفات کاملہ ہے جو ہم نے تجھ سے پہلے دنیا کے کئی فرقوں اور قوموں میں پیغمبر بھیجے پس وہ لوگ شیطان کے دھوکا دینے سے بگڑ گئے۔ سو وہی شیطان آج ان سب کا رفیق ہے۔ اور یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی کہ تا ان لوگوں کا رفع اختلافات کیا جائے اور جو امر حق ہے وہ کھول کر سنا یا جائے اور حقیقت حال یہ ہے کہ زمین ساری کی ساری مر گئی تھی۔ خدا نے آسمان سے پانی اُتارا اور نئے سرے اس مُردہ زمین کو زندہ کیا۔ یہ ایک نشان صداقت اس کتاب کا ہے۔ پر اُن لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں یعنے طالب حق ہیں۔

اب غور سے دیکھنا چاہیئے کہ وہ تینوں مقدمات متذکرہ بالا کہ جن سے ابھی ہم نے
۱۲۴ آنحضرتؐ کے سچے ہادی ہونے کا نتیجہ نکالا تھا۔ کس خوبی اور لطافت سے آیات ممدوحہ میں مندرج ہیں۔ اول گمراہوں کے دلوں کو جو صدہا سال کی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ زمین خشک اور مُردہ سے تشبیہ دے کر اور کلام الٰہی کو مینہ کا پانی جو آسمان کی طرف سے آتا ہے ٹھہرا کر اس قانون قدیم کی طرف اشارہ فرمایا جو امساک باران کی شدت کے وقت میں ہمیشہ رحمت الٰہی بنی آدم کو برباد ہونے سے بچا لیتی ہے اور یہ بات جتلا دی کہ یہ

[1] النحل : ۶۴ - ۶۶

باقی دنیا کس پردہ زمین میں بستی ہے کہ جہاں رگ اور یجر اور شام اور اتھرون نے توحید الٰہی کا نقارہ بجا رکھا ہے۔ جو کچھ وید کے ذریعہ سے ہندوستان میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ تو یہی آتش پرستی اور شمس پرستی اور بشن پرستی وغیرہ انواع و اقسام کی مخلوق پرستیاں ہیں کہ جن کے لکھنے سے بھی کراہت آتی ہے۔ ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک نظر
اٹھا کر دیکھو جتنے ہندو ہیں سب مخلوق پرستی میں ڈوبے ہوئے نظر آویں گے ۱۲۲
کوئی مہادیو جی کا پجاری اور کوئی کرشن جی کا بھجن گانے والا۔ اور کوئی مورتوں کے آگے ہاتھ جوڑنے والا۔ ایسا ہی انجیل کا حال ہے۔ کوئی ملک

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

قانونِ قدرت صرف جسمانی پانی میں محدود نہیں بلکہ روحانی پانی بھی شدت اور ضرورت کے وقت میں جو پھیلنا عام گمراہی کا ہے ضرور نازل ہوتا ہے اور اس جگہ بھی رحمت الٰہی آفت قلوب کا غلبہ توڑنے کے لئے ضرور ظہور کرتی ہے۔ اور پھر انہیں آیات میں دوسری بات بھی بتلا دی کہ آنحضرت کے ظہور سے پہلے تمام زمین گمراہ ہو چکی تھی۔ اور اسی طرح اخیر پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ان روحانی مُردوں کو اس کلام پاک نے زندہ کیا اور آخری بات کو کہ اس میں یہ اس کتاب کی صداقت کا نشان ہے طالبینِ حق کو اس نتیجہ نکالنے کی طرف توجہ دلائی کہ قرآن مجید خدا کی کتاب ہے۔

اور جیسا کہ اس دلیل سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی صادق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس سے آنحضرت کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا بھی ثابت ہوتا
ہے۔ کیونکہ آنحضرت کو تمام عالم کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور جو کام حضرت ممدوح کو سپرد ہوا۔ وہ ۱۲۲
حقیقت میں ہزار دو ہزار نبی کا کام تھا۔ لیکن چونکہ خدا کو منظور تھا جو بنی آدم ایک ہی قوم اور ایک ہی قبیلہ کی طرح ہو جائیں۔ اور غیریت اور بیگانگی جاتی رہے۔ اور جیسے یہ سلسلہ وحدت سے شروع ہوا ہے۔ وحدت پر ہی ختم ہو۔ اس لئے اس نے آخری ہدایت کو تمام دنیا کے لئے مشترک ٹھہرایا اور اس وقت زمانہ بھی وہ آ پہنچا تھا کہ بباعث کھل جانے راستوں اور مطلع ہونے ایک قوم کے دوسری قوم سے اور ایک ملک کے

نظر نہیں آتا کہ جہاں بذریعہ انجیل کے اشاعت توحید کی ہوئی ہو۔ بلکہ انجیل کے ماننے والے موحد کو ناجی ہی نہیں سمجھتے اور پادری لوگ اہل توحید کو ایک اندھیری آگ میں بھیج رہے ہیں کہ جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا اور بقول ان کے اس کالی آگ سے وہی بچے گا۔ جو خدا پر موت اور مصیبت اور بھوک اور پیاس اور درد اور دکھ اور تجسم اور حلول ہمیشہ کے لئے روا رکھتا ہو۔ ورنہ کوئی صورت بچنے کی نہیں۔ گویا یہ فرضی بہشت یورپ کی دو بزرگ قوموں انگریزوں اور روسیوں کو نصفا نصف تقسیم کر کے دیا جائیگا۔ اور باقی سب موحد اس قصور سے جو خدا کو ہر ایک طرح کے
۱۲۴ نقصان سے جو اس کے کمال تام کے منافی ہے پاک سمجھتے تھے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ غرض ہماری اس تحریر سے یہ ہے کہ آج صفحۂ دنیا میں وہ شے کہ جس کا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

دوسرے ملک کے اتحاد سلسلہ نوعی کی کارروائی شروع ہو گئی تھی۔ اور بوجہ میل ملاپ باہمی کے خیالات بعض ملکوں کے بعض ملکوں میں اثر کرنے لگے تھے۔ چنانچہ یہ کارروائی اب تک ترقی پر ہے۔ اور سارے سامان جیسے ریل تار اور جہاز وغیرہ ایسے ہی دن بدن نکلتے آتے ہیں کہ جن سے یقیناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قادر مطلق کا یہی ارادہ ہے کہ کسی دن تمام دنیا کو ایک قوم کی طرح بنادے۔ بہر حال پہلے نبیوں کی محدود کوشش تھی کیونکہ ان کی رسالت بھی ایک قوم میں محدود ہوتی تھی۔ اور آنحضرت کی غیر محدود اور وسیع کوشش تھی کیونکہ ان کی رسالت عام تھی۔ یہی وجہ ہے جو قرآن مجید میں دنیا کے تمام مذاہب باطلہ کا ردّ موجود ہے۔ اور انجیل میں صرف یہودیوں کی بدچلنی کا ذکر ہے۔ پس آنحضرت کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا ایسی غیر محدود کوشش سے ثابت ہے۔
۱۲۵ ماسوا اس کے یہ بات اجلی بدیہیات ہے کہ شرک اور مخلوق پرستی کو دور کرنا اور وحدانیت اور جلال الٰہی کو دلوں پر جمانا سب نیکیوں سے افضل اور اعلیٰ نیکی

نام توحید ہے بجز امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی فرقہ میں نہیں پائی جاتی
اور بجز قرآن شریف کے اور کسی کتاب کا نشان نہیں ملتا کہ جو کروڑہا مخلوقات کو
وحدانیت الٰہی پر قائم کرتی ہو اور کمال تعظیم سے اس سچے خدا کی طرف رہبر ہو
ہر یک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی خدا بنا لیا اور مسلمانوں کا وہی خدا
ہے جو قدیم سے لازوال اور غیر متبدل اور اپنی ازلی صفتوں میں
ایسا ہی ہے جو پہلے تھا۔ سو یہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ جن سے ہادیٔ
اسلام کا صدق نبوت اظہر من الشمس ہے کیونکہ معنے نبوت کے اور علّتِ غائی
رسالت اور پیغمبری کی انہیں کی ذات بابرکات میں ثابت اور متحقق ہو رہی ہے
اور جیسا کہ مصنوعات سے صانع شناخت کیا جاتا ہے ویسا ہی عاقل لوگ
اصلاحِ موجودہ سے اس مصلحِ ربانی کی شناخت کرتے ہیں اسی طرح ہزارہا ایسے ۱۲۶

حاشیہ نمبر ۱۱

ہے۔ پس کیا کوئی اس سے انکار کر سکتا ہے کہ یہ نیکی جیسی آنحضرتؐ سے ظہور میں
آئی ہے۔ کسی اور نبی سے ظہور میں نہیں آئی۔ آج دنیا میں بجز فرقان مجید کے
اور کونسی کتاب ہے کہ جس نے کروڑہا مخلوقات کو توحید پر قائم کر رکھا ہے اور ظاہر
ہے کہ جس کے ہاتھ سے بڑی اصلاح ہوئی وہی سب سے بڑا ہے۔

اس جگہ پادری فنڈر صاحب مصنف میزان الحق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں
کہ فی الحقیقت اس زمانہ کے عیسائی کہ جب دین اسلام شروع ہوا تھا۔ سخت
سخت بدعتوں میں گرفتار تھے اور انجیل پر سے ان کا عمل جاتا رہا تھا اور پھر بعد
اس کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ یہی باعث تھا جو
خدا نے ان کو دین پھیلانے سے نہ روکا۔ کیونکہ اس وقت خدا کو بھی منظور تھا جو
عیسائیوں کو کہ جنہوں نے انجیل پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا۔ تنبیہ اور سزا دے

اور بھی واقعات ہیں کہ جن سے آنحضرت کا مؤید بتائید الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بیکس اُمّی یتیم تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا۔ کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی۔ اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے۔ فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔ اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی۔ کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے۔ خیال کرنا چاہیئے کہ جب آنحضرت نے پہلے پہل

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اب پادری صاحب کی دیانت اور انصاف اور ایمانداری کو دیکھئے۔ کہ بات کو کہاں سے کہاں گھسیٹ کر لے گئے۔ اپنے عیسائی بھائیوں پر قہر الٰہی نازل کر دیا۔ مگر آنحضرت کی رسالت قبول کرنا طبیعت پر گوارا نہ ہوا۔ واہ رے تیرا تعصب مزا دینے کی خوب کہی۔ افسوس کہ پادری صاحب کو ایسی متعصبانہ رائے ظاہر کرتے ہوئے کچھ خدا کا خوف نہ آیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ کی نسبت یہ بات
۱۱۸ مُنہ پر لانا کہ ایک عالم کو گمراہ اور غلطی میں ڈالنے کے لئے ایسا سامان مقرر کرتا ہے کہ جس سے وہ اور بھی گمراہی میں پڑیں نہایت درجہ کا کفر اور پرلے درجہ کی بے ادبی اور ہٹ دھرمی ہے۔ اور یہ پادری صاحبوں کی ہی نیک بختی اور دینداری ہے کہ آنحضرت کی عداوت کے لئے خدا کو بھی ہادی ہونے کی صفت سے جواب دیتے ہیں۔ ورنہ کون عاقل اور ایماندار اس فعل کو خدا کی طرف نسبت دے سکتا ہے کہ خدا کو اس زمانہ میں کہ جب گمراہی اور بداعتقادی کمال کو پہنچ گئی تھی اور لوگ سراسر شرک اور مخلوق پرستی میں ڈوب گئے تھے۔ یہی تدبیر

مکّے کے لوگوں میں منادی کی کرتے پھرتے ہوں۔ اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا اور کس بادشاہ کا خزانہ ان کے قبضہ میں آگیا تھا کہ جس پر اعتماد کر کے ساری دنیا ﴿۱۲۹﴾
سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی یا کونسی فوج اکٹھی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں کے حملوں سے امن ہو گیا تھا۔ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اس وقت آنحضرت زمین پر اکیلے اور بیکس اور بے سامان تھے صرف ان کے ساتھ خدا تھا جس نے ان کو ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا تھا۔ پھر ذرہ اس طرف بھی غور کرنی چاہئے کہ وہ کس مکتب میں پڑھے تھے اور کس سکول کا پاس حاصل کیا تھا۔ اور کب انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں اور آریہ لوگوں وغیرہ

حاشیہ نمبر ۱۱

سو بھی اور یہی علاج دل کو پسند آیا جو بقول پادری صاحب خلقت کو پہلے سے بھی بدتر کر دے اور بجائے پیدا کرنے ایک مصلح کے ایسے شخص کو خلقت پر مسلط کرے جو بزعم پادریوں کے ہر یک صلاحیت کو بھی دور کر کے یعنی خدا کو لہو اور گندگی میں گھس آنے سے پاک سمجھے اور تولّد اور موت اور فوت اور درد اور دکھ سے منزّہ قرار دے۔ کیا کسی کے خیال میں آسکتا ہے کہ کسی منصف کا انصاف دل یہ فتویٰ دے سکتا ہے جو خدائے کریم و رحیم میں ایسی ہی عادات ہیں اور وہ دنیا کو گمراہ دیکھ کر ایسا ہی بندوبست کیا کرتا ہے جو پہلے سے مفسد اور بدتر یا وہ گمراہی میں ڈالتا ہے کسی اہل انصاف پر اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ دنیا میں فساد عام پھیل جانا ایک مصلح کو چاہتا ہے۔ اور ہر یک عاقل کو صریح نظر آتا ہے کہ بروقت غلبہ جہالت اور گمراہی کے خدا کی صفت رہنمائی کی خلقت پر ظاہر ہونی چاہئے۔ مگر جو شخص تعصب سے اندھا ﴿۱۳۰﴾
ہو جائے۔ اس کو کیونکر نظر آوے۔ کیا کبھی اندھے نے کچھ دیکھا ہے کہ وہ بھی دیکھے۔ افسوس پادری لوگ ایسی ایسی ہٹ دھرمی کر کے پھر روز مواخذہ سے

دنیا کے فرقوں کی مقدس کتابیں مطالعہ کی تھیں۔ پس اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے تو کیونکر اس میں تمام دنیا کے علوم حقہ الٰہیہ لکھے گئے اور وہ تمام ادلّہ کاملہ علم الٰہیات کی کہ جن کے باستیفاء اور بصحت لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے اور ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے ڈوبتے مر گئے وہ کس فلاسفر بے مثل دانشمند نے قرآن شریف میں درج کر دیں اور کیونکر وہ اعلیٰ درجہ کی مدلّل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن دلائل کو دیکھ کر مغرور حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو تو جیتے ہی مر جائیں ایک غریب اُمّی کے ہونٹوں سے نکلیں اس قدر دلائل صدق کی پہلے نبیوں میں کہاں موجود ہیں۔ آج دنیا میں وہ کونسی کتاب ہے جو ان سب باتوں میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکتی ہے کس نبی پر وہ سب واقعات جو ہم نے بیان کئے مثل آنحضرتؐ کے گذرے ہیں بالخصوص جو وید کے الہام یافتہ رشی قرار دئیے جاتے ہیں ان کا تو خود وجود ہی ثابت نہیں ہوتا قطع نظر اس سے کہ کوئی اثر صدق کا ثابت ہو۔ صاحبو! اگر آپ لوگوں کے نزدیک

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ڈرتے نہیں الا کیونکہ ذرّیت مسیح کے کفارہ پر بھروسہ ہو چکا۔ ورنہ عقل ہرگز باور نہیں کر سکتی کہ پادریوں کی ایسی ناقص سمجھ ہے کہ وہ اب تک خدا کے قانون قدیم سے بھی بے خبر ہیں اور وہ خدا کہ جس نے موسیٰ کے وقت میں ایک قوم کو غافل اور ظالم کے ہاتھ میں گرفتار دیکھ کر اپنا پیغمبر بھیجا اور پھر حضرت عیسیٰ کے وقت میں یہودیوں کی ذرہ سی بدچلنی پر جھٹ پٹ حضرت مسیح کو بھیج دیا۔ وہ آخری زمانہ میں ایسا سخت دل اور بے رحم ہو گیا کہ باوجودیکہ ساری دنیا شرک اور مخلوق پرستی میں غرق ہو گئی پر اُسے ہدایت نازل کرنے کا کچھ بھی خیال نہ آیا بلکہ الٹا گمراہوں کی اور بھی ستیاناس کرنے لگا گویا پہلے زمانوں میں تو اُسے گمراہی بُری معلوم ہوتی تھی اور اب اچھی معلوم ہونے لگی۔ منہ

انصاف بھی کچھ چیز ہے اور عقل بھی کوئی شے قابلِ لحاظ ہے تو آؤ تو ایسی دلائل صدق اور
راستی کی کہ جن پر قرآن شریف مشتمل ہے جن کو ہم فصلِ اوّل سے لکھنا شروع
کرینگے کسی اپنی کتاب سے نکال کر دکھلاؤ ورنہ حیا اور شرم کی صفت کو عمل میں لاکر
زبان درازی چھوڑ دو۔ اور اگر خدا کا کچھ خوف ہے اور نجات کی کچھ خواہش ہے تو ایمان لاؤ
اب یہ مقدمہ ختم ہو گیا اور جس قدر ہم نے مطالب بالائی لکھنے تھے سب لکھ چکے
بعد اس کے اصل مطلب کتاب کا شروع ہوگا اور دلائل حقیت قرآن شریف اور
صدق نبوت آنحضرت کی بسط اور تفصیل سے بیان کی جائیں گی بعد وہ تمام
براہین کہ جن کی سچائی کے اعلیٰ مرتبہ پر نظر کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار کتاب
ہذا کے شامل کیا گیا ہے خود قرآن مجید میں سے نکال کر دکھلائی جائیں گی بعد یہ طرز ۱۲۹
دلائل عقلیہ پیش کرنے کی کہ جس کا خاص کلام الٰہی کے بیان پر حصر رکھا گیا ہے یہ ہم میں اور
ہمارے مخالفین میں ایک ایسا صاف فیصلہ ہے کہ جو ہر یک عقلمند کی آنکھ کھول دینے
کو کافی ہے اور ایک ایسی رہنما روشنی ہے کہ جس سے جھوٹوں اور سچوں میں نہایت
آسانی سے فرق کھل جائے گا سو اب اے حضرات منکرین اسلام اگر آپ لوگوں کو
حقیت قرآن شریف میں کچھ کلام ہے یا اس کی افضلیت ماننے میں کچھ تامل ہے تو آپ
پر فرض ہو چکا ہے کہ ان دلائل اور براہین کا اپنی کتابوں میں سے عقلی طور پر جواب دیں
ورنہ آپ لوگ جانتے ہیں اور ہر ایک منصف جانتا ہے کہ جس کتاب کی صداقت
اور افضلیت صد ہا دلائل سے ثابت ہو چکی ہو۔ تو پھر اس کو بغیر توڑنے دلائل
اس کی کے اور بغیر پیش کرنے ایسی کتاب کے جو کمالات میں اس سے برابر ہو
افترا انسان کا سمجھنا اور توہین کرنا ایک ایسا نامنصفانہ فعل ہے کہ جو صفت
حیا اور شرم اور پاک اخلاقی سے بالکل بعید ہے۔ اور اس جگہ ہم اس بات
کو بھی کھول کر بیان کر دیتے ہیں کہ جو صاحب بعد اشاعت اس کتاب کے

راستبازوں کی طرح اس کی دلائل کے توڑنے کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور یونہی اپنے رسالوں اور اخباروں اور تقریروں اور تحریروں میں عوام کو دھوکا دینے کے لئے اسلام کے چشمۂ پاک کا کدورت ناک ہونا بیان کریں۔ یا اپنے گھر میں ہی تعلیم فرقانی کو قابل اعتراض ٹھہرا دیں۔ تو ایسے صاحب خواہ عیسائی ہوں خواہ ہندو خواہ برہمو سماج والے یا کوئی اور ہوں۔ بہرحال یہ فعل ان کا دیانت اور پاک طینتی کے برخلاف سمجھا جائے گا۔ کیونکہ جس حالت میں ہم دلائل قاطعہ سے حقیت اور صداقت فرقان مجید کی بخوبی ثابت کر چکے اور سارے اعتراض کوتہ اندیشوں اور ناقص عقلوں کے دفعہ اور دور کئے گئے اور اتماماً للحجۃ جواب دینے والوں کو زر کثیر دینے کا وعدہ بھی دیا گیا۔ کہ اگر چاہیں تو اپنے دل کی تسلی کے لئے بہ رجسٹری سرکار تمسک بھی لکھا لیں تو پھر باوجود ہماری ایسی صداقت اور اس درجہ کی صاف باطنی کے اگر اب بھی کوئی شخص یہ سیدھا راستہ بحث اور مناظرہ کا
صـ ۷۲ کہ جس میں غالب آنے سے اس قدر منفعت روپیہ ملتا ہے اختیار نہ کرے اور اس کتاب کے مقابلہ سے بھاگ کر جاہلوں اور لڑکوں اور عوام کے بہکانے کے لئے جھوٹے الزام اسلام پر لگاتا رہے تو بجز اس کے اور کیا سمجھیں جو اس کی نیت میں ہی فساد اور اس کی طینت میں ہی خلل ہے۔ صاحبو! تعصب کو چھوڑو اور حق کو قبول کرو۔ آؤ کچھ خدا سے ڈرو یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں اس پر فریفتہ مت ہو۔ یہ چند روزہ زندگی مزرعۂ آخرت ہے۔ اس کو باطل عقیدوں اور جھوٹے خیالوں میں ضائع مت کرو یہ

بڑے کام کی چیز ہے اس کو یونہی ہاتھ سے مت دو۔ یہ مسافر خانہ کسی دن کی بات ہے اس سے دل مت لگاؤ۔ اور یہ عیش و عشرت دائمی نہیں اس پر مت بھولو۔

عیش دنیائے دُوں دمے چند است — آخرش کار با خداوند است
ایں سرائے زوال و موت و فناست — ہر کہ بنشست اندریں برخاست
یک دمے رَو بسوئے گورستان — واز خموشان آں بپرس نشاں
کہ مآلِ حیات دنیا چیست — ہر کہ پیدا شد ست تا کے زیست
ترک کن کین و کبر و ناز و دلال — تا نہ کارت کشد بسوئے ضلال
چوں ازیں کارگہ بہ بندی بار — باز نائی دریں بلاد و دیار
اے زدیں بے خبر بجو غم دیں — کہ نجاتت معلق ست بدیں
ہاں تغافل مکن ازیں غم خویش — کہ ترا کار مشکل ست بہ پیش
دل ازیں درد و غم فگار بکن — دل چہ جاں نیز ہم نثار بکن
ہست کارت ہمہ بآں یک ذات — چوں صبوری کنی ازو ہیہات
بخت گردد چو رو بگردی باز — دولت آید ز آمدن بہ نیاز
چوں ببری زاں چنیں یارے — چوں بدیں ابلہی کنی کارے ۱۲۱
ایں جہان ست مثل مُردارے — چوں سگے ہر طرف طلبگارے
خُنک آں مرد کو ازیں مُردار — روئے آرد بسوئے آں دلدار
چشم بندد ز غیر و دل بدہد — در سرِ یار سر بباد دہد
ایں ہمہ چوں شپرہ حرص آز و ہوا — ہست تا ہست مرد نابینا
چشمِ دل اندکے چو گردد باز — مرد گردد بر آں ہمہ آز

اے رسن ہائے آز کردہ دراز زیں ہوسہا چرا نیائی باز
دولتِ عمر می‌رسد بزوال تو پریشاں بفکرِ دولت و مال
خویش و قوم و قبیلہ پُر ز دغا تو بریدہ برائے شاں ز خدا
ایں ہمہ را بکشتنت آہنگ گہ بغفلت کشند و گاہ بجنگ
خاک بر رشتہ کہ پیوندت بگسلاند ز یار دل بندت
ہست آخر بآں خدا کارت نہ تو یارِ کسے نہ کس یارت
قدمے خود بنہ بخوف اتم تا روی از جہاں بصدق قدم
تا عنایات محسنِ خود سازد نظرِ لطف بر تو اندازد
بادہ نوشی ز عشق و زاں بادہ مست باشی و بےخود افتادہ
نیست ایں جائے گہ مقام ظلم ہوش کن تا نہ بد شود انجام
مہر آں زندہ نورت افزاید مہر ایں مُردگاں چہ کار آید
لقمہ و معدہ و سر و دستار سر بسر ہست بخشش دادار ۱۲۷
حقِ باری شناس و شرم بدار پیش زاں کز جہاں بہ بندی بار
رو از و از چہ رو بگردانی سگ وفا مے‌کند تو انسانی
ترس باید ز قادرِ اکبر ہر کہ عارف ترست ترساں تر
فاسقاں در سیاہ کاری اند عارفاں در دعا و زاری اند
اے خنک دیدۂ کہ گریانش اے ہمایوں دلے کہ بریانش
اے مبارک کسیکہ طالبِ اوست فارغ از عمرو زید با رخِ دوست
ہر کہ گیرد رہِ خدائے یگاں آں خدایش بس است در دو جہاں
لاجرم طالبِ رضائے خدا بگسلد از ہمہ برائے خدا

شیوہ اش مے شود فدا گشتن   بہر حق ہم ز جاں جدا گشتن
در رضائے خدا شدن چوں خاک   نیستی و فنا و استہلاک
دل نہادن در آنچہ مرضیٔ یار   صبر زیر مجاریٔ اقدار
تو بجز نیز دیگرے خواہی   ایں خیال ست اصل گمراہی
گر دہندت بصیرت و مردی   از ہمہ خلق سوئے حق گردی
در حقیقت بس ست یار یکے   دل یکے جاں یکے نگار یکے
ہر کہ او عاشقِ یکے باشد   ترکِ جاں پیشش اندکے باشد
کوئے او باشدش ز بستاں بہ   روئے او باشدش ز ریحاں بہ
ہر چہ دلبر بدو کند آں بہ   دیدنِ دلبرش ز صد جاں بہ ۱۳۳
پا بہ زنجیر پیشِ دلدارے   بہ ز ہجران و سیرِ گلزارے
ہر کہ دارد سرے دلآرامے   جز بوصلش نیابد آرامے
شب بہ بستر تپید ز فرقتِ یار   ہمہ عالم بخواب و او بیدار
تا نہ بیند صبوری اش ناید   ہر دمش سیلِ عشق برباید
در دلِ عاشقاں قرار کجا   توبہ کردن ز روئے یار کجا
حسنِ جاناں بگوشِ خاطرشاں   گفت رازے کہ گفتنش نتواں
ہم چنیں ست سیرتِ عشاق   صدق ورزاں بایزدِ خلاق
جاں منور بشمعِ صدق و یقیں   نورِ حق تافتہ بلوحِ جبیں
کامیابان و زیں جہاں ناکام   زیرکاں دور تر پریدہ ز دام
از خود و نفسِ خود خلاص شدہ   مہبطِ فیضِ نورِ خاص شدہ
در خداوندِ خویش دل بستہ   باطن از غیرِ یار بگسستہ

پاک از دخلِ غیر منزلِ دل — یار کردہ بجیب جان و دل منزل
دین و دنیا بکارِ او کردند — بر رہش او فتادہ چو گردند
ریزہ ریزہ شُدہ آبگینۂ شاں — بوئے دلبر دمد ز سینۂ شاں
نقشِ ہستی بشُست جلوۂ یار — سر زد آخر ز جیبِ دل دلدار
گر برآرند شعلہ ہائے درُوں — دود خیزد ز تربتِ مجنوں
نے ز سر ہوش نے ز پا خبرے — در سرِ دلستاں بخاک سرے ۱۳۴
ہر کسے را بجز و سر و کارے — کار دل راد گل بدلدارے
ہر کسے را بعزّتِ خود کار — فکرِ ایشاں ہمہ بعزّتِ یار
تو سرِ خویش تافتہ از دیں — حاصلِ روزگارِ تو ہمہ کیں
در عناد و فساد افتادہ — داد و دانش ز دستِ خود دادہ
سرکشیدہ بناز و کبر و ریا — و از تدیّن نہادہ بیروں پا
چوں خیالات نداد نورِ دروں — عقل و ہوشِ تو جملہ گشت نگوں
کفر گوئی عبادت انگاری — فسق ورزی ثواب پنداری
صد حجابست بچشمِ خویش فرا — باز گوئی کہ آفتاب کجا
پردہ بردار تا ببینی پیش — جانِ ما سوختی بکوئی خویش
تافتی سر ز منعمِ منّان — ایں بود شکرِ نعمت اے ناداں
دل نہادی دریں سراچۂ دُوں — عاقبت مے کشند زیں بیروں
ترکِ کوئے حق از وفا دُور ست — دل بغیرے مدہ کہ غیور ست
دانیٔ و باز سرکشی از وے — ایں چہ برخود ستم کنی ہے ہے
ہر چہ غیرے خدا بخاطرِ تست — آں بتِ تست اے بایماں سست

پُر حذر باش زیں بتانِ نہاں — دامنِ دل ز دستِ شاں برہاں
چیست تدبیر کے کہ شرکش کار — چوں ندیں زانیہ ہزارش یار
صدق بے ورز و صدق پیشہ بگیر — جانبِ صدق را ہمیشہ بگیر ۱۲۵
دیدۂ تو بصدق بکشاید — یار رفتہ بصدق باز آید
صادق آں ست کو بقلبِ سلیم — گیرد آں دیں کہ ہست پاک و قویم
دینِ پاک ست ملتِ اسلام — از خدائے کہ ہست علمش تام
زیں گرو دیں از برائے آں باشد — کہ ز باطل بحق کشاں باشد
دیں صفت ہست خاصۂ فرقاں — ہر اصولش موثق از برہاں
با براہین روشن و تاباں — مے نماید رہِ خدائے یگاں
من گر از مرد سیم داشتمے — آں براہیں بزر نگاشتمے
اللہ اللہ چہ پاک دیں ست ایں — رحمتِ ربِّ عالمیں ست ایں
آفتابِ رہِ صواب ست ایں — بخدا بہ ز آفتاب ست ایں
مے برآرد ز جہل و تاریکی — سوئے انوارِ قرب و نزدیکی
مے نماید بطالباں رہِ راست — راستی موجبِ رضائے خداست
گر ترا ہست بیم آں دادار — بہ پذیر و ز خلق و بیم مدار
چوں بود بر تو رحمتِ آں پاک — دیگر از لعن و طعنِ خلق چہ باک
لعنتِ خلق سہل و آساں ست — لعنت آں ست کو ز رحماں ست

بالآخر بعد تحریر تمام مراتب ضروریہ کے اس بات کا واضح کرنا بھی اسی مقدمہ
میں قرین مصلحت ہے جو کن کن قسموں کے فوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ تا ۱۲۶
وہ لوگ جو حقانی صداقتوں کے جان لینے پر جان دیتے ہیں اپنے روحانی

محبوب کی خوشخبری پاویں۔ اور تا ان پر جو راستی کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ اپنی دلی مراد کا راستہ ظاہر ہو جاوے۔ سو وہ فوائد چھ قسم کے ہیں۔ جو بہ تفصیل ذیل ہیں:۔

اوّل اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ یہ کتاب حقائق دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں۔ بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں۔ اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے۔ وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں۔ اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہو جاوے گا۔ اور کسی مغوی اور بہکانے والے کے پیچ میں نہیں آئیں گے۔ بلکہ دوسرے کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لئے ایک کامل استاد اور ایک عیار رہبر بن جائیں گے۔

دوسرا یہ فائدہ کہ یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر یک طالب حق پر ظاہر ہو گی بجز اس شخص کے کہ بالکل اندھا اور تعصب کی سخت تاریکی میں مبتلا ہو۔

تیسرا یہ فائدہ کہ جتنے ہمارے مخالف ہیں یہودی۔ عیسائی۔ مجوسی۔ آریہ برہمو۔ بت پرست۔ دہریہ۔ طبعیہ۔ اباحتی۔ لامذہب سب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے۔ اور جواب بھی ایسا جواب کہ دروغگو کو اس کے گھر تک پہنچایا گیا ہے۔ اور پھر صرف رفع اعتراض پر کفایت نہیں کی گئی بلکہ یہ ثابت کر کے دکھلایا گیا کہ جس امر کو مخالف ناقص الفہم نے جائے اعتراض

سمجھا ہے وہ حقیقت میں ایک ایسا امر ہے کہ جس سے تعلیم قرآنی کی دوسری کتابوں پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ جائے اعتراض اور پھر وہ فضیلت بھی ایسی دلائل واضح سے ثابت کی گئی ہے کہ جس سے معترض خود معترض الیہ ٹھہر گیا ہے۔

چوتھا یہ فائدہ جو اس میں بمقابلہ اصولِ اسلام کے مخالفین کے ۱۲۶
اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور تمام وہ اصول اور عقائد ان کے جو صداقت سے خارج ہیں بمقابلہ اصولِ حقّہ قرآنی کے ان کی حقیقت باطلہ کو دکھلایا گیا ہے کیونکہ قدر ہر یک جوہر بیش قیمت کا مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقائق اور معارف کلام ربانی کے معلوم ہو جائیں گے۔ اور حکمت اور معرفت اس کتاب مقدس کی کہ جس کے نورِ رُوح افروز سے اسلام کی روشنی ہے سب پر منکشف ہو جائے گی۔ کیونکہ تمام وہ دلائل اور براہین جو اس میں لکھی گئی ہیں اور وہ تمام کامل صداقتیں جو اس میں دکھائی گئی ہیں وہ سب آیاتِ بیّناتِ قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور ہر یک دلیل عقلی وہی پیش کی گئی ہے جو خدا نے اپنی کلام میں آپ پیش کی ہے۔ اور اسی التزام کے باعث سے تقریباً باراں سیپارہ قرآن شریف کے اس کتاب میں اندراج پائے ہیں پس حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ

اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ ظاہر کرنے کے لئے ایک عالی بیان تفسیر ہے کہ جس کے مطالعہ سے ہر ایک طالب صادق پر اپنے مولیٰ کریم کی بے مثل و مانند کتاب کا علو مرتبہ مثل آفتاب عالمتاب کے روشن ہوگا۔

چھٹا فائدہ یہ ہے جو اس کے مباحث کو نہایت متانت اور عمدگی قوانین استدلال کے مذاق پر مگر بہت آسان طور پر کمال خوبی اور موزونیت اور لطافت سے بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ جو ترقی علوم اور پختگی فکر اور نظر کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہوگا کیونکہ دلائل صحیحہ کے توغل اور استعمال سے قوت ذہنی بڑھتی ہے اور ادراک امور دقیقہ میں طاقت مدرکہ تیز ہو جاتی ہے۔ اور بباعث ورزش براہین حقہ کے عقل سچائی پر ثبات اور قیام پکڑتی ہے۔ اور ہر یک امر متنازع کی اصلیت اور حقیقت دریافت کرنے کے لئے ایک ایسی کامل استعداد اور بزرگ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جو تکمیل قوائے نظریہ کا موجب اور نفس ناطقہ انسانی کے لئے ایک منزل اقصیٰ کا کمال ہے کہ جس پر تمام سعادت اور شرف نفس کا موقوف ہے وھٰذا آخر ما اردنا بیانہ فی ھٰذہ المقدمۃ والحمد للّٰہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنّا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ ۔

مُسْنَدُ المُقِلِّينَ
[illegible]

ٹائٹل طبع اوّل حصہ سوم

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

بفضل عظیم حضرت مولیٰ عالم عالمیان و عنایت عمیم ربنا کمالیت کتاب یافت حصہ سوم

براہین احمدیہ

ملقب بہ

البراہین الاحمدیہ علی حقیّۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ

جس کو فخر اہل اسلام جناب میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان
ضلع گورداسپور ملک پنجاب نے کمال تحقیق اور تدقیق سے تالیف کر کے
منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کیلئے بصرف کثیر عمدہ و خوبصورت شائع کیا

امرتسر پنجاب

سفیر ہند پریس میں در سنہ ۱۸۸۲ء طبع ہوئی

امیر علی مولوی پرنٹر

یا اللہ

مسلمانوں کی حالت اور اسلام کی غربت اور نیز بعض ضروری امور سے اطلاع

آجکل غربت اسلام کی علامتیں اور دین متین محمدی پر مصیبتیں ایسی ظاہر ہو رہی ہیں کہ جہاں تک زمانہ بعثت حضرت نبوی کے بعد میں نام دیکھتے ہیں کسی قرن میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اس سے زیادہ تر اور کیا مصیبت ہوگی کہ مسلمان لوگ دینی غمخواری میں نہایت درجہ کی سستی اور غفلت رکھتے ہیں اپنے اعتقادوں کی تائید اور اشاعت میں بیجا دل طرف کر سست اور بجست نظر آتے ہیں جس حالت میں دین سے بیزاری اور ہر یک قسم کی تحقیر کا دروازہ کھلتا جاتا ہے اور لوگ فوج در فوج مرتد ہو کر ناپاک عقائد اختیار کرتے جاتے ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے مخالف دین کے عقائد فاسدہ بڑی سرگرمی میں ہیں۔ وہ لوگ اپنے اپنے دین کی حمایت میں سرگرم ہیں یہاں تک کہ یورپ اور امریکہ میں عیسائی دین کے پھیلانے کے لئے ہمیشہ لاکھوں ہی چندہ دیئے جاتے ہیں اور اکثر لوگ مرتے وقت وصیت کر جاتے ہیں کہ اس قدر ترکہ ہمارا خالص مسیحی مذہب کی اشاعت میں خرچ ہو مگر مسلمانوں کا حال کیا کہیں اور کیا لکھیں کہ ان کی غفلت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ نہ آپ ہی کچھ غمخواری کرتے ہیں اور نہ کسی غمخوار کو نیک ظنی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ غمخواری دین کا کیسا موقعہ تھا اور مقدمہ تنگدستی کا کیا عذر مشکل تھا کہ کتاب براہین احمدیہ جس میں تین سو مضبوط دلیل سے حقیت اسلام ثابت کی گئی ہے اور ہر یک مخالف کے عقائد باطلہ کا ایسا استیصال کیا گیا ہے کہ گویا اس مذہب کو ذبح کیا گیا کہ پھر زندہ نہیں ہو سکتا اس کتاب کے بارے میں بجز چند عالی ہمت مسلمانوں کے جن کی توجہ سے دو حصے اور تیسرا حصہ چھپ گیا جو کچھ اور لوگوں نے اعانت کی وہ ایسی ہے کہ گویا ہم نے تفرقہ کے عوض ایسی حالت دیکھ کر إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہنا پڑتا ہے۔ ایھا الاخوان المؤمنون۔ مالکم لا تتوجھون حرکناکم فلم تتحرکوا۔ و نبھناکم فلم تتنبھوا۔ اسمعوا عباد اللّٰہ اسمعوا انصروا تنصروا۔ ذقی الانصار تجتنوا۔ و فی بلیا ربیت ترحموا۔ و ان مقعدی صدق تقعدوا۔ رحمنا اللّٰہ وایاکم ھو مولانا نعم المولٰی و نعم النصیر۔ اور اگر کوئی یہ بھی توجہ نہ کرے تو خیر ہم کو ارحم الراحمین کہتے ہیں اور اس کے پاک وعدے ہم غریبوں کو تسلی بخش ہیں۔ اور اس جگہ یہ امر بھی واجب الاطلاع ہے کہ پہلے یہ کتاب صرف تیس پینتیس جزو تک تالیف ہوئی تھی اور پھر سو جزو تک بڑھا دی گئی اور دس روپیہ عام مسلمانوں کے لئے اور پچیس روپیہ دوسری قسم کے خواص کے لئے

ف یہ اشتہار براہین احمدیہ حصہ سوم ۱۸۸۲ء میں شامل ہے مگر صرف طبع سوم ۱۸۸۲ء میں ہے۔ محشی

مقرر ہوئی تھی مگر اب یہ کتاب بوجہ احاطہ جمیع ضروریات تحقیق و تدقیق اور اتمام حجت کے تین سو جزو تک پہنچ گئی ہے جس کی مصارف پر نظر کر کے یہ واجب معلوم ہوتا تھا کہ آئندہ قیمت کتاب سو روپیہ رکھی جائے مگر بباعث پست ہمتی اکثر لوگوں کے یہی قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اب وہی قیمت مقررہ سابق کہ کچھ بھی نہیں ایک دوامی قیمت قرار پائے۔ اور لوگوں کو ان کے وسعت سے زیادہ تکلیف دیکر پریشان خاطر نہ کیا جائے۔ لیکن خریداروں کو یہ استحقاق نہیں ہوگا کہ جو بطور حق واجب کے اس قدر اجزا کا مطالبہ کریں بلکہ جو اجزا زائد از حق واجب ان کو پہنچیں گی وہ محض للہ فی اللہ ہونگی اور ان کا ثواب ان لوگوں کو پہنچے گا کہ جو خالصاً للہ اس کام کے انجام کے لئے مدد کریں گے۔ اور واضح رہے کہ اب یہ کام صرف ان لوگوں کی ہمت سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا کہ جو محض خریدار ہونے کی وجہ سے ایک ادنیٰ جوش رکھتے ہیں۔ بلکہ اس وقت کئی ایک ایسے عالی ہمتوں کی توجہات کی حاجت ہے کہ جن کے دلوں میں ایمانی غیوری کے باعث سے حقیقی اور واقعی جوش ہے کہ جن کا بے بہا ایمان صرف خرید و فروخت کی تنگ ظرف میں نہیں سما سکتا بلکہ اپنے مالوں کے عوض میں بہشت جاودانی خریدنا چاہتے ہیں وذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء۔ بالآخر ہم اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں۔ کہ اے خداوند کریم تو اپنے خاص بندوں کو اس طرف کامل توجہ بخش۔ اے رحمان و رحیم تو آپ ان کو یاد دلا۔ اے قادر توانا تو ان کے دلوں میں آپ الہام کر۔ آمین ثم آمین۔ وتوکلی علی ربنا رب السمٰوٰت والارض رب العالمین۔

اعلان اب کی دفعہ ان صاحبوں کے نام جنہوں نے کتاب کو خرید فرما کر قیمت بھیجی یا محض للہ اعانت کی بوجہ عدم گنجائش نہیں لکھے گئے۔ اور بعض صاحبوں کی یہ بھی رائے ہے کہ لکھنا کچھ ضرورت نہیں۔ بہرحال آئندہ حصص میں جو کچھ اکثر صاحبوں کی نظر میں قرین مصلحت ہوگا اسی پر عمل کیا جائیگا۔ خاکسار میرزا غلام احمد

عذر - اب کی دفعہ کہ جو حصہ سوم کے نکلنے میں قریب دو برس کے توقف ہو گئی۔ غالباً اس توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہوں گے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ تمام توقف مہتمم صاحب سفیر ہند کی بعض مجبوریوں سے جن کے مطبع میں کتاب چھپتی ہے ظہور میں آئی ہے۔

خاکسار
غلام احمد عفی عنہ

گذارش ضروری[1]

چونکہ کتاب اب تین سو جز تک بڑھ گئی ہے لہذا اُن خریداروں کی خدمت میں جنہوں نے ابتک کچھ قیمت نہیں بھیجی یا پُوری قیمت نہیں بھیجی التماس ہے کہ اگر کچھ نہیں تو صرف اتنی مہربانی کریں کہ بقیہ قیمت بلاتوقف بھیجدیں کیونکہ جس حالت میں اب اصل قیمت کتاب کی سَو روپیہ اور اسکے عوض دس یا پندرہ روپیہ قیمت قرار پائی ہے پس اگر یہ ناچیز قیمت بھی مسلمان لوگ بطور پیشگی ادا نہ کریں تو پھر گویا وہ کام کے انجام سے آپ مانع ہونگے اور اس قدر ہم نے برعایت ظاہر لکھا ہے ورنہ اگر کوئی مدد نہیں کریگا یا کم توجہی سے پیش آئیگا حقیقت میں وہ آپ ہی ایک سعادت عظمیٰ سے محروم رہیگا اور خدا کے کام رُک نہیں سکتے اور نہ کبھی رُکے جن باتوں کو قادر مطلق چاہتا ہے۔ وہ کسی کی کم توجہی سے ملتوی نہیں رہ سکتیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

خاکسار میرزا غلام احمد

[1] یہ اشتہار حصہ سوم ۱۸۸۲ء کے ایڈیشن میں درج ہے۔ (ناشر)

الف

اسلامی انجمنوں کی خدمت میں التماس ضروری

ایک خط انجمن اسلامیہ لاہور کے سیکرٹری صاحب کی طرف سے اور ایسا ہی ایک تحریر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کی طرف سے کہ جو انجمن ہمدردی اسلامی لاہور کے سیکرٹری ہیں موصول ہو کر اس عاجز کے ملاحظہ سے گذری جس کا یہ مطلب تھا کہ ان عرضداشتوں پر معزز برادران اہل اسلام و مصنفین اہل ہنود کے دستخط کرائے جائیں کہ جو مسلمانوں کی تحصیل تعلیم و ملازمت و نیز مدارس کی تعلیم میں اُردو زبان قائم رکھنے کے لئے گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے طیار کی گئی ہیں مگر افسوس کہ میں اوّل بوجہ علالت اپنی طبیعت کے اور پھر بوجہ قیام ضروری امرتسر کے اس خدمت کو ادا نہیں کر سکا لیکن بحکم الدین النصیحت اس قدر عرض کرنا اپنے بھائیوں کے دین اور دنیا کی بہبودی کا موجب سمجھتا ہوں کہ اگرچہ گورنمنٹ کی رحیمانہ نظر میں مسلمانوں کی شکستہ حالت بہرحال قابل رحم ٹھہرے گی جس گورنمنٹ نے اپنے قوانین میں مویشی اور چارپایوں سے بھی ہمدردی ظاہر کی ہے وہ کیونکر ایک گروہ کثیر انسانوں کی ہمدردی سے کہ جو اسکی رعیّت اور اسکی زیر دست ہیں اور ایک غربت اور مصیبت کی حالت میں پڑے ہیں تغافل کر سکتی ہے۔ لیکن ہمارے معزز بھائیوں پر صرف یہی واجب نہیں کہ وہ مسلمانوں کو افلاس اور تنزّل اور نا تربیت یافتہ ہونے کی حالت میں دیکھ کر ہمیشہ اسی بات پر زور مارا کریں کہ کوئی تحریر طیار کر کے اور بہت سے دستخط اس پر کرا کر گورنمنٹ میں بھیجا جائے۔ ہر ایک کام دینی ہو یا دنیوی اس میں استمداد سے پہلے اپنی خداداد طاقت اور ہمّت کا خرچ کرنا ضروری ہے اور پھر اس فعل کی تکمیل کے لئے مدد طلب کرنا خدا نے ہم کو ہماری ہر روزہ عبادت میں بھی یہی تعلیم دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہم اِیَّاکَ نَعْبُدُ کو اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں مقدم رکھیں اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کو اِیَّاکَ

نتیجہ۔ مسلمانوں پر جن امور کا اپنی اصلاح حال کے لئے اپنی ہمت اور کوشش سے انجام دینا لازم ہے وہ انہیں فکر اور غور کے وقت آپ ہی معلوم ہو جائیں گے۔ حاجت بیان و تشریح نہیں۔ مگر اس جگہ ان امور میں سے یہ امر قابل تذکرہ ہے جس پر گورنمنٹ انگلشیہ کی عنایات اور توجہات موقوف ہیں کہ گورنمنٹ ممدوحہ کے دل پر اچھی طرح یہ امر مرکوز کرنا چاہئے کہ مسلمانان ہند ایک وفادار رعیت ہے کیونکہ بعض ناواقف انگریزوں نے خصوصاً ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے کہ جو کمیشن تعلیم کے اب پریسیڈنٹ ہیں اپنی ایک مشہور تصنیف میں اس دعوے پر بہت اصرار کیا ہے کہ مسلمان لوگ سرکار انگریزی کے دلی خیرخواہ نہیں ہیں اور انگریزوں سے جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ گو یہ خیال ڈاکٹر صاحب کا شریعت اسلام پر نظر کرنے کے بعد ہریک شخص پر محض بے اصل اور خلاف واقعہ ثابت ہوگا۔ لیکن افسوس کہ بعض کوہستانی اور بے تمیز مسلمانوں کی نالائق حرکتیں اس خیال کی تائید کرتی ہیں اور شاید انہیں اتفاقی مشاہدات سے ڈاکٹر صاحب موصوف کا وہم بھی مستحکم ہو گیا ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی جاہل لوگوں کی طرف سے اس قسم کی حرکات صادر ہوتی رہتی ہیں لیکن محقق پر یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے لوگ اسلامی تدین سے دور و مہجور ہیں اور ایسے ہی مسلمان ہیں جیسے ملکین عیسائی تھا پس ظاہر ہے کہ ان کی یہ ذاتی حرکات ہیں نہ شرعی پابندی سے۔ اور ان کے مقابل پر ان ہزارہا مسلمانوں کو دیکھنا چاہئے کہ جو ہمیشہ جان نثاری سے خیرخواہی دولت انگلشیہ کی کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں جو کچھ فساد ہوا اس میں بجز جہلاء اور بدچلن لوگوں کے اور کوئی شائستہ اور نیک بخت مسلمان جو باعلم اور باتمیز تھا ہرگز مفسدوں میں شامل نہیں ہوا۔ بلکہ پنجاب میں بھی غریب غریب مسلمانوں نے سرکار انگریزی کو اپنی طاقت سے زیادہ مدد دی۔ چنانچہ ہمارے والد صاحب مرحوم نے بھی باوصف کم استطاعتی کے اپنے اخلاص اور جوش خیرخواہی سے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس

مضبوط اور لائق سپاہی بہم پہنچا کر سرکار میں بطور مدد کے نذر کئے اور اپنی غریبانہ حالت سے بڑھ کر خیر خواہی دکھلائی۔ اور جو مسلمان لوگ صاحب دولت و ملک تھے۔ انہوں نے تو بڑے بڑے خدمات نمایاں ادا کئے۔ اب پھر ہم اس تقریر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ جو مسلمانوں کی طرف سے اخلاص اور وفاداری کے بڑے بڑے نمونے ظاہر ہو چکے ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے مسلمانوں کی بدنصیبی کی وجہ سے ان تمام وفاداریوں کو نظر انداز کر دیا۔ اور نتیجہ نکالنے کے وقت ان مخلصانہ خدمات کو نہ اپنے قیاس کے صغریٰ میں جگہ دی اور نہ کبریٰ میں۔

بہرحال ہمارے بھائی مسلمانوں پر لازم ہے کہ گورنمنٹ پر ان کے دھوکوں سے متاثر ہونے سے پہلے مجدد طور پر اپنی خیر خواہی ظاہر کریں۔ جس حالت میں شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں۔ اور جس کے عطیات سے ممنون منت اور مرہون احسان ہوں۔ اور جس کی مبارک سلطنت حقیقت میں نیکی اور ہدایت پھیلانے کے لئے کامل مددگار ہو۔ قطعی حرام ہے۔ تو پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ علمائے اسلام اپنے جمہوری اتفاق سے اس مسئلہ کو اچھی طرح شائع نہ کریں تا اس وقت لوگوں کی زبان اور قلم سے مورد اعتراض ہوتے رہیں۔ جن اعتراضوں سے ان کے دین کی سستی پائی جائے۔ اور ان کی دنیا کو ناحق کا ضرر پہنچے۔ سو اس عاجز کی دانست میں قرین مصلحت یہ ہے کہ انجمن اسلامیہ لاہور و کلکتہ و بمبئی وغیرہ یہ بندوبست کریں کہ چند نامی مولوی صاحبان جن کی فضیلت اور علم اور زہد اور تقویٰ اکثر لوگوں کی نظر میں مسلّم الثبوت ہو۔ اس امر کے لئے چن لئے جائیں کہ اطراف اکناف کے اہل علم کہ جو اپنے مسکن کے گرد و نواح میں کسی قدر شہرت رکھتے ہوں اپنی اپنی عالمانہ تحریریں جن میں بطبق شریعت حقّہ سلطنت انگلشیہ سے جو مسلمانان ہند کی مربی و محسن ہے جہاد کرنے کی صاف ممانعت ہو۔ ان علماء کی خدمت میں بہ ثبت مواہیر بھیج دیں کہ بموجب قرارداد بالا اس خدمت کیلئے منتخب کئے گئے ہیں۔ اور جب سب خطوط جمع ہو جائیں تو یہ مجموعہ خطوط کہ جو مکتوبات علماء ہند سے موسوم ہو سکتا ہے کسی خوشخط مطبع میں بصحت تمام

بھیجا جائے اور پھر دس بیس نسخہ انگلش گورنمنٹ میں اور باقی نسخہ جات متفرق مواضع پنجاب و ہندوستان خاصکر سرحدی ملکوں میں تقسیم کئے جائیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض نفر مسلمانوں نے ڈاکٹر صاحب کے خیالات کا رد لکھا ہے۔ مگر یہ دو چار مسلمانوں کا رد جمہوری رد کا ہرگز قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ جمہوری رد کا اثر ایسا قوی اور پرزور ہوگا جس سے ڈاکٹر صاحب کی تمام غلط تحریریں خاک سے مل جائیں گی اور بعض ناواقف مسلمان بھی اپنے سچے اور پاک اصول سے بکلی مطلع ہو جائیں گے اور گورنمنٹ انگلشیہ پر بھی صاف باطنی مسلمانوں کی اور خیرخواہی اس رعیت کی کما حقہٗ کھل جائے گی اور بعض کوہستانی جہلا کے خیالات کی اصلاح بھی بذریعہ اسی کتاب کی وعظ اور نصیحت کے ہوتی رہے گی۔ بالآخر یہ بات بھی ظاہر کرنا ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ اگرچہ تمام ہندوستان پر یہ حق واجب ہے کہ بنظر ان احسانات کے کہ جو سلطنت انگلشیہ سے اس کی حکومت اور آرام بخش حکمت کے ذریعہ سے عامہ خلائق پر وارد ہیں سلطنت ممدوحہ کو خداوند تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھیں اور مثل اور نعماء الٰہی کے اس کا شکر بھی ادا کریں۔ لیکن پنجاب کے مسلمان بڑے ناشکرگذار ہوں گے اگر وہ اس سلطنت کو جو ان کے حق میں خدا کی ایک عظیم الشان رحمت ہے نعمت عظمیٰ یقین نہ کریں۔ انکو سوچنا چاہیئے کہ اس سلطنت سے پہلے وہ کس حالت پرملالت میں تھے اور پھر کیسے امن و امان میں آ گئے۔ پس فی الحقیقت یہ سلطنت ان کے لئے ایک آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے جس کے آنے سے سب تکلیفیں ان کی دور ہو گئیں اور ہر یک قسم کے ظلم اور تعدی سے نجات حاصل ہوئی اور ہر یک ناجائز روک اور مزاحمت سے آزادی میسر آئی۔ کوئی ایسا مانع نہیں کہ جو ہم کو نیک کام کرنے سے روک سکے یا ہماری آسائش میں خلل ڈال سکے۔ پس حقیقت میں خداوند کریم و رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک باران رحمت بھیجا ہے جس سے پودہ اسلام کا پھر اس ملک پنجاب میں سرسبز ہوتا جاتا ہے اور جس کے فوائد کا اقرار حقیقت میں خدا کے احسانوں کا اقرار ہے۔ یہی سلطنت ہے جس کی آزادی ایسی بدیہی اور مسلم بشہرت ہے کہ بعض دوسرے ملکوں سے مظلوم مسلمان ہجرت کر کے اس ملک میں آنا بدل و جان پسند کرتے ہیں۔ جیسی صفائی سے اس سلطنت کے ظل حمایت میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے

اور ملک کی بدعاتِ مخلوطہ دُور کرنے کے لئے وعظ ہو سکتا ہے۔ اور جن تقریبات سے علماءِ اسلام کو ترویجِ دین کیلئے اس گورنمنٹ میں جوش پیدا ہوتے ہیں اور فکر اور نظر سے اعلیٰ درجہ کا کام لینا پڑتا ہے اور عمیق تحقیقاتوں سے تائیدِ دینِ متین میں تالیفات ہو کر حجتِ اسلام مخالفین پر پوری کی جاتی ہے وہ میری دانست میں آجکل کسی اور ملک میں ممکن نہیں۔ یہی سلطنت ہے جس کی عادلانہ حمایت سے علماء کو قرنوں کے بعد گویا صدہا سال کے بعد یہ موقعہ ملا کہ بے دھڑک بدعات کی آلودگیوں سے اور شرک کی خرابیوں سے اور مخلوق پرستی کے فسادوں سے نادان لوگوں کو مطلع کریں اور اپنے رسولِ مقبول کا اصلی اور مستقیم رستہ کھول کر ان کو بتلا دیں۔ کیا ایسی سلطنت کی بدخواہی جس کے زیرِ سایہ تمام مسلمان امن اور آزادی سے بسر کرتے ہیں اور فرائضِ دین کو کما حقہٗ بجا لاتے ہیں اور ترویجِ دین میں سب ملکوں سے زیادہ مشغول ہیں جائز ہو سکتی ہے۔ حاشا وکلا ہرگز جائز نہیں اور نہ کوئی نیک اور دیندار آدمی ایسا خیال دل میں لا سکتا ہے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ دنیا میں آج یہی ایک سلطنت ہے جس کے سایۂ عاطفت میں بعض بعض اسلامی مقاصد ایسے حاصل ہوتے ہیں کہ جو دوسرے ممالک میں ہرگز ممکن الحصول نہیں۔ شیعوں کے ملک میں جاؤ تو وہ سنّت جماعت کے ملکوں سے افروختہ ہوتے ہیں اور سنّت جماعت کے ملکوں میں شیعہ اپنی رائے ظاہر کرنے سے خائف ہیں۔ ایسا ہی مقلدین موحدین کے شہروں میں اور موحدین مقلدین کی بلاد میں دم نہیں مار سکتے۔ اور اگر کسی بدعت کو اپنی آنکھ سے دیکھیں منہ سے بات نکالنے کا موقعہ نہیں رکھتے۔ مگر یہی سلطنت ہے جس کی پناہ میں ہر یک فرقہ امن اور آرام سے اپنی رائے ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ بات اہلِ حق کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ کیونکہ جس ملک میں بات کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ نصیحت دینے کا موقعہ ہی نہیں۔ اس ملک میں کیونکر راستی پھیل سکتی ہے۔ راستی پھیلانے کے لئے وہی ملک مناسب ہے جس میں آزادی سے اہلِ حق وعظ کر سکتے ہیں۔ یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ دینی جہادوں سے اصلی غرض آزادی کا قائم کرنا اور ظلم کا دُور کرنا تھا۔ اور دینی جہاد انہیں ملکوں کے مقابلہ پر ہوئے تھے جن میں

واعظین کو اپنے وعظ کے وقت جان کا اندیشہ تھا اور جن میں اُن کے ساتھ وعظ ہونا قطعی محال تھا۔ اور کوئی شخص طریقہ حقہ کو اختیار کر کے اپنی قوم کے ظلم سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن سلطنت انگلشیہ کی آزادی نہ صرف ان خرابیوں سے خالی ہے۔ بلکہ اسلامی ترقی کی بدرجۂ غایت ناصر اور مؤید ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس خداداد نعمت کا قدر کریں اور اسکے ذریعہ سے اپنی دینی ترقیات میں قدم بڑھاویں اور اس طرف بھی توجہ کریں کہ اس مربی سلطنت کی شکرگذاری کیلئے یہ بھی ضرور ہے کہ جیسا اُن کی دولت ظاہری کی خیر خواہی کی جائے ایسا ہی اپنے وعظ اور معقول بیان اور عمدہ تالیفات سے یہ کوشش کی جائے کہ کسی طرح دین اسلام کی برکتیں بھی اس قوم کے حصہ میں آجائیں۔ اور یہ امر بجز رفق اور مدارا اور محبت اور حلم کے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ خدا کے بندوں پر رحم کرنا اور عرب اور انگلستان وغیرہ ممالک کا ایک ہی خالق سمجھنا اور اسکی عاجز مخلوق کی دل و جان سے غمخواری کرنا اصل دین و ایمان کا ہے۔ پس سب سے اوّل بعض ان ناواقف انگریزوں کے اس وہم کو دور کرنا چاہئے کہ جو بوجہ ناواقفیت یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا قوم مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ جو نیکی کرنیوالوں سے بدی کرتی ہے اور اپنے محسنوں سے ایذا کے ساتھ پیش آتی ہے اور اپنی مربی گورنمنٹ کی بدخواہ ہے۔ حالانکہ اپنے محسن کے ساتھ باحسان پیش آنے کی تاکید جس قدر قرآن شریف میں ہے اور کسی کتاب میں اس کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی۔ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اصْطَنَعَ اِلَیْکُمْ مَعْرُوْفًا فَجَازُوْہُ فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ مُجَازَاتِہٖ فَادْعُوْا لَہٗ حَتّٰی یَعْلَمُوْا اَنَّکُمْ قَدْ شَکَرْتُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ یُحِبُّ الشَّاکِرِیْنَ۔

الملتمس خاکسار غلام احمد عفی عنہ

پہلی فصل

اُن براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر بیرونی اور اندرونی شہادتیں ہیں۔

قبل از تحریر براہین فصل ہٰذا کے چند ایسے امور کا بطور تمہید بیان کرنا ضروری ہے جو دلائل آئندہ کے اکثر مطالب دریافت کرنے اور ان کی کیفیت اور ماہیت سمجھنے کے لئے قواعد کلیہ ہیں۔ چنانچہ ذیل میں وہ سب تمہیدیں لکھی جاتی ہیں۔

تمہید اوّل۔ بیرونی شہادتوں سے وہ واقعات خارجیہ مراد ہیں جو ایک ایسی حالت پر واقعہ ہوں کہ جس حالت پر نظر کرنے سے کسی کتاب کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہو۔ یا اس کے منجانب اللہ ہونے کی ضرورت ثابت ہوتی ہو۔ اور اندرونی شہادتوں سے وہ ذاتی کمالات کسی کتاب کی مُراد ہیں کہ خود اُسی کتاب میں موجود ہوں جن پر نظر کرنے سے عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہو کہ وہ خدا کی کلام ہے اور انسان اس کے بنانے پر قادر نہیں۔

تمہید دوم۔ وہ براہین جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں چار قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو امور محتاج الاصلاح سے ماخوذ ہیں۔ دوسری وہ جو امور محتاج التکمیل سے ماخوذ ہیں۔ تیسری وہ جو امور قدرتیہ سے ماخوذ ہیں۔ چوتھی وہ جو امور غیبیہ سے ماخوذ ہیں۔ لیکن وہ براہین جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر ح۱۴۳

اندرونی شہادتیں ہیں۔ وہ تمام امور قدرتیہ ہی سے ماخوذ ہیں۔ اور تعریف اقسام مذکورہ کی بتفصیل ذیل ہے:-

امورِ محتاج الاصلاح سے وہ امورِ کفر اور بے ایمانی اور شرک اور بدعملی کے مراد ہیں۔ جن کو بنی آدم نے بجائے عقائدِ حقہ اور اعمالِ صالحہ کے اختیار کر رکھا ہو۔ اور جو عام طور پر تمام دنیا میں پھیلنے کی وجہ سے اس لائق ہو گئے ہوں کہ عنایتِ ازلیہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ کرے۔

امورِ محتاج التکمیل سے وہ امورِ تعلیمیہ مراد ہیں جو کتب الہامیہ میں ناقص طور پر پائے جاتے ہوں اور حالتِ کاملہ تعلیم پر نظر کرنے سے ان کا ناقص اور ادھورا ہونا ثابت ہوتا ہو۔ اور اس وجہ سے وہ ایک ایسی کتاب الہامی کے محتاج ہوں جو ان کو مرتبۂ کمال تک پہنچا دے۔

امورِ قدرتیہ دو طور پر ہیں:-

(۱) بیرونی شہادتیں۔ ان سے وہ امور مراد ہیں جو بغیر وسیلہ انسانی تدبیروں کے خدا کی طرف سے پیدا ہو جائیں۔ اور ہر ایک ذرۂ بے مقدار کو وہ شوکت و شان اور عظمت و بزرگی بخشیں جس کا حاصل ہونا عند العقل محالاتِ عادیہ سے متصور ہو اور جس کی نظیر صفحۂ دنیا میں کہیں نہ پائی جاتی ہو۔

(۲) اندرونی شہادتیں۔ ان سے وہ محاسنِ صوری اور معنوی کتاب الہامی کے مراد ہیں جن کا مقابلہ کرنے سے قویٰ بشریہ عاجز ہوں اور جو فی الواقعہ بے مثل و مانند ہو کر ایسے قادرِ یکتا پر دلالت کرتی ہوں کہ گویا آئینہ خدا نما ہوں۔

امورِ غیبیہ سے وہ امور مراد ہیں جو ایک ایسے شخص کی زبان سے نکلیں جس کی نسبت یہ یقین کیا جائے کہ ان امور کا بیان کرنا من کل الوجوہ اس کی طاقت سے باہر ہے یعنی ان امور پر نظر کرنے اور اس شخص کے حال پر نظر کرنے سے یہ بات بہ بداہت

واضح ہو کہ نہ وہ امور اس کے لئے حکم بدیہی اور مشہود کا رکھتے ہیں اور نہ بذریعہ نظر اور فکر کے اس کو حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ اس کی نسبت عند العقل یہ گمان جائز ہے کہ اس نے بذریعہ کسی دوسرے واقف کار کے ان امور کو حاصل کر لیا ہوگا۔ گو وہی امور کسی دوسرے شخص کی طاقت سے باہر نہ ہوں۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ امور غیبیہ اضافی اور نسبتی امور ہیں۔ یعنی ایسے امور ہیں کہ جب بعض خاص اشخاص کی طرف ان کو نسبت دی جاتی ہے تو اس قابل ہو جاتے ہیں کہ امور غیبیہ ہونے کا ان پر اطلاق ہو۔ اور پھر جب وہی امور بعض دیگر کی طرف منسوب کئے جائیں۔ تو یہ قابلیت ان میں متحقق نہیں ہوتی۔ ص۱۲۱

تمثیلات

(الف) زید ایک شخص ہے جو ہمارے اس زمانہ میں پیدا ہوا۔ اور بکر ایک شخص ہے جو پچاس برس بعد زید کے پیدا ہوا۔ جس کا زمانہ زید نے نہیں پایا اور نہ اس کے واقعات سے مطلع ہونے کا زید کو کوئی خارجی ذریعہ حاصل ہوا۔ سو وہ واقعات جو بکر پر گذرے اگرچہ وہ بکر کی نسبت امور غیبیہ نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اسی کے واقعات ہیں اور اس کے لئے مشہود اور محسوس ہیں۔ لیکن اگر انہیں واقعات سے زید ٹھیک ٹھیک اطلاع دے۔ ایسا کہ سر مو فرق نہ ہو۔ تو کہا جائیگا کہ زید نے امور غیبیہ سے اطلاع دی۔ کیونکہ وہ امور زید کے لئے مشہود اور محسوس نہیں ہیں اور نہ ممکن تھا کہ ان کے حصول کے لئے زید کو کوئی ذریعہ خارجی حاصل ہوتا۔

(ب) بکر ایک فلاسفر ہے جس نے کتب فلسفہ میں ایک زمانہ دراز تک بغور تمام نظر اور فکر کر کے دقائق حکمیہ کے جاننے اور معلوم کرنے میں ملکہ کاملہ پیدا کیا ہے۔ اور بوجہ تحصیل علوم عقلیہ اور مطالعہ تالیفات اولین اور حصول ذخائر تحقیقات متقدمین اور نیز بباعث ہمیشہ کے سوچ بچار اور مشق اور مغز زنی اور استعمال قواعد مقررہ صناعت

منطق کے بہت سے حقائق علمیہ اور دلائل یقینیہ اس کو مستحضر ہو گئے ہیں۔ اور
زید ایک شخص ہے جس کی نسبت یہ واقعہ ثابت ہے کہ نہ اس نے کچھ منطق و صلعم
فلسفہ وغیرہ سے کوئی حرف پڑھا ہے اور نہ کتب فلسفہ سے اُس کو کچھ اطلاع ہے۔
اور نہ طریقہ نظر اور فکر میں اُس کو کچھ مشق ہے۔ اور نہ کسی اہل علم اور حکمت سے اسکی
مخالطت اور صحبت ہے بلکہ محض اُمّی ہے اور اُمیوں ہی میں ہمیشہ بود و باش رکھتا ہے
پس وہ علوم جو بکر نے بتمامتر محنت و کلفت و مشقت حاصل کئے ہیں۔ وہ بکر
کی نسبت امور غیبیہ نہیں ہیں۔ کیونکہ بکر نے اُن کو ایک مدت مدید تک جہد شدید سے
تعلیم پاکر حاصل کیا ہے۔ لیکن زید جو بالکل ناخواندہ ہے۔ اگر حکمت اور فلسفہ کے باریک
اور دقیق علوم کو ایسا صاف اور صحیح بیان کرے جس میں بسر مو تفاوت نہ ہو۔ اور علوم
عالیہ کی نازک اور اعلیٰ صداقتوں کو ایسے کامل طور پر ظاہر کرے جس میں کسی نوع کا قصور
اور نقصان نہ پایا جائے۔ اور دقائق حکمیہ کا ایسا مکمل مجموعہ پیش کرے۔ جن کا
بااستیفاء بیان کرنا پہلے اس سے کسی حکیم کو میسر نہ ہوا ہو۔ تو ہر یک امر کی نسبت
مکمل بیان اس کا جس میں شرائط مذکورہ بالا پائی جائیں۔ امور غیبیہ میں داخل ہوگا۔
کیونکہ اُس نے اُن امور کو بیان کیا جن کا بیان کرنا اُس کی طاقت اور استعداد اور
اندازۂ علم اور فہم سے باہر تھا۔ اور جن کے بیان کرنے میں اُس کے پاس اسباب
عادیہ میں سے کوئی ذریعہ موجود نہ تھا۔

(ج) بکر ایک پادری یا پنڈت یا کسی اور مذہب کا عالم اور فاضل اور ماہر جزو و کل ہو۔
جس نے ایک کلاں حصہ اپنی عمر کا خرچ کر کے اور بیسیوں برس محنت اور مشقت
اُٹھا کر اس مذہب کے متعلق جو نہایت دقیق باتیں ہیں۔ دریافت کیں۔ اور جو کچھ اس
مذہب کی کتاب میں صواب یا خطا ہے یا جو نہایت درجہ کی باریک صداقتیں ہیں۔
وہ سب مدت دراز کے تفکر اور تدبر سے معلوم کر لیں۔ اور زید ایک شخص ہے جس کی

نسبت یہ وقوعہ ثابت ہو کہ بباعث ناخواندہ ہونے کے کسی کتاب کو پڑھ نہیں سکتا ہے
سو اگر بکر ان کتابوں میں سے کچھ امور یا مسائل یا واقعات بیان کرے تو وہ امور غیبیہ نہیں ہیں ۱۴۲
کیونکہ بکر بذریعہ تعلیم کامل اور عرصہ دراز کی مشق کے اُن کتابوں کے مضامین پر بخوبی مطلع
اور حاوی ہے۔ لیکن اگر زید جو شخص اُمّی ہے ان حقائق عمیقہ کو بیان کرے جن کا جاننا بجز
وقفیت تام کے محال عادی ہے اور ان کتابوں کی ایسی باریک صداقتوں کو کھول دے جو
بجز خواص علماء کے کسی پر منکشف نہیں ہوتیں اور اُن کے وہ تمام معائب اور نقصانات
ظاہر کرے جن کا ظاہر کرنا بجز نہایت درجہ کی دقت نظر کے علاوہ تام تتبع کے۔ اور پھر اس منصب
تدقیق اور تحقیق میں ایسا کامل ہو جو اپنی نظیر نہ رکھتا ہو۔ تو اس صورت میں اُسکی نسبت یہ کہنا
حق اور راست ہوگا کہ اُس نے اُمور غیبیہ کو بیان کیا۔

تشریح

شاید کوئی معترض اس تمہید پر اعتراض کرے کہ اُن سہل اور آسان منقولات کا
بیان کرنا جو مذہبی کتابوں میں مدوّن اور مرقوم ہیں۔ بذریعہ سماعت بھی ممکن ہے جس میں
لکھا پڑھا ہونا کچھ ضروری نہیں کیونکہ ناخواندہ آدمی کسی واقعہ کو کسی خواندہ آدمی سے سنکر
بیان کرسکتا ہے۔ یہ کچھ مسائل دقیقہ علمیہ نہیں ہیں جن کا جاننا بغیر تعلّم باقاعدہ کے محال ہو
ایسے معترض سے یہ سوال کیا جائیگا کہ تمہاری کتابوں میں کوئی ایسی باریک صداقتیں
بھی ہیں یا نہیں۔ جن کو بجز اعلیٰ درجے کے عالم اور اعلیٰ فاضل کے ہر یک شخص کا
کام نہیں کہ دریافت کرسکے بلکہ انہیں لوگوں کے ذہن اُن کی طرف سبقت کرنے والے
ہیں جنہوں نے زمانہ دراز تک اُن کتابوں کے مطالعہ میں خونِ جگر کھایا ہے اور مکاتب
علمیہ میں کامل اُستادوں سے پڑھا سیکھا ہے۔ پس اگر اس سوال کا یہ جواب دیں کہ
ایسی اعلیٰ درجہ کی دقیق صداقتیں ہماری کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔ بلکہ اُن میں تمام
موٹی اور سرسری اور بے مغز باتیں بھری ہوئی ہیں جن کو عوام الناس بھی ادنیٰ التفات ۱۴۳

سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اور جن پر ایک کم فہم لڑکا بھی سرسری نظر مار کر ان کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور جن کا جاننا کچھ فضیلت علمیہ میں داخل نہیں۔ بلکہ غایت کار مثل اُن کتابوں کے ہیں جن میں قصے کہانیاں لکھی جاتی ہیں یا جو محض اطفال اور عوام کے مطالعہ کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ تو افسوس ایسی گئی گذری کتابوں پر۔ کیونکہ یہ امر نہایت صاف اور واضح ہے کہ اگر مضامین کسی کتاب کے صرف عوام الناس کی موٹی عقل تک ہی ختم ہوں اور حقائق دقیقہ کے مرتبہ سے بکلی متنزل ہوں۔ تو وہ کتاب بھی کوئی عمدہ کتاب نہیں کہلاتی۔ بلکہ وہ بھی عقلمندوں کی نظر میں ایسی ہی موٹی اور کم عزت ہوتی ہے۔ جیسے اس کے مضامین موٹے ہیں۔ اور اس کا مضمون کوئی ایسی شے نہیں ہوتا جس کو علوم حکمیہ کی سلک میں منسلک کیا جائے یا حقائق عالیہ کے رتبہ پر سمجھا جائے۔ پس جو شخص اپنی الہامی کتاب کی نسبت دعویٰ کرتا ہے کہ اسکی تمام باتیں موٹی اور خفیف ہیں! اور ان جمیع صداقتوں سے خالی اور عاری ہیں جو نہایت باریک اور دقیق ہیں اور جن کا جاننا ارباب علم اور نظر اور فکر سے مخصوص ہے۔ تو وہ آپ ہی اپنی کتاب کی توہین کرتا ہے اور اس سے اُس کی شیخی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ جس چیز کی تہ تک پہنچنے میں عوام الناس بھی اس کے ساتھ شریک اور مساوی ہیں۔ اس چیز کے حاصل کرنے سے وہ کسی ایسی فضیلت علمیہ کو حاصل نہیں کر سکتا کہ عوام الناس سے اس کو امتیاز بخشے یا کوئی لقب عالم یا فاضل کا اُس کو عطا کرے۔ بلکہ وہ بھی بلاشبہ عوام کالانعام میں سے ہوگا۔ کیونکہ اس کے علم اور معرفت کا اندازہ عوام سے زیادہ نہیں۔ اور بلا ریب ایسی بیہودہ اور ذلیل کتابوں کا علم اُمور علمیہ میں داخل نہیں ہوگا۔ لیکن پھر بھی یہ شرط ہے کہ تعلیمات ان کی ایسی شائع اور متعارف ہوں۔ جن کی نسبت یہ باور کرنے کی وجہ ہو۔ کہ ہر ایک اُمّی اور ناخواندہ آدمی بھی ادنیٰ توجہ سے اُن کے مضامین پر مطلع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر مضامین اُنکے ۱۳۹
شائع اور مشہور نہ ہوں۔ تو گو وہ کیسی ہی بے مغز اور موٹی باتیں ہوں۔ تب بھی اُس

شخص کے لئے جو اس زبان سے ناواقف ہے جس زبان میں مضامین اُن کتابوں کے لکھے گئے ہیں حکم امورِ غیبیہ کا رکھتے ہیں۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ جب کوئی قوم اپنی کتب الہامیہ کی نسبت آپ قبول کرے کہ وہ باریک صداقتوں سے عاری اور بے نصیب ہیں۔ لیکن اگر کسی قوم کی یہ رائے ہو کہ ان کی الہامی کتابوں میں باریک صداقتیں بھی ہیں جن پر اطلاع کرنا بجز ان اعلیٰ درجہ کے اہل علم لوگوں کے جن کی عمریں انہیں میں تدبر تفکر کرتے کرتے فرسودہ ہو گئی ہیں اور جن میں ایسی صداقتیں بھی ہیں جن کی تہ اور مغز تک وہی لوگ پہنچتے ہیں جو نہایت درجہ کے زیرک اور عمیق الفکر اور راسخ فی العلم ہیں تو اس جواب سے خود ہمارا مطلب ثابت ہے کیونکہ اگر ایک اُمّی اور ناخواندہ آدمی اُن حقائق دقیقہ کو اُن کی کتابوں میں سے بیان کرے جن کو باقرار اُن کے عوام اہل علم بھی بیان نہیں کر سکتے۔ صرف خواص کا کام ہے۔ تو بلاشبہ بیان اس اُمّی کا بعد ثبوت اس بات کے کہ وہ اُمّی ہے امورِ غیبیہ میں داخل ہو گا۔ اور یہی تمثیل سیوم کا مطلب ہے۔

تنبیہ

اُمورِ غیبیہ کو منجانب اللہ ہونے پر دلالت کامل ہے کیونکہ یہ بات بہ بداہت عقل ثابت ہے کہ غیب کا دریافت کرنا مخلوق کی طاقتوں سے باہر ہے۔ اور جو امر مخلوق کی طاقتوں سے باہر ہو۔ وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس اس دلیل سے ظاہر ہے کہ اُمورِ غیبیہ خدا کی طرف سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور ان کا منجانب اللہ ہونا یقینی اور قطعی ہے۔

تمہید سیوم۔ جو چیز محض قدرت کاملہ خدائے تعالیٰ سے ظہور پذیر ہو۔ خواہ وہ چیز اس کی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق ہو۔ اور خواہ وہ اس کی پاک کتابوں میں سے کوئی (حاشیہ) کتاب ہو۔ جو لفظاً اور معناً اسی کی طرف سے صادر ہو۔ اس کا اس صفت سے متصف ہونا ضروری ہے۔ کہ کوئی مخلوق اس کی مثل بنانے پر قادر نہ ہو۔ اور یہ اصول عام جو

ہر یک صادر من اللہ سے متعلق ہے۔ دو طور سے ثابت ہوتا ہے۔ اوّل قیاس سے کیونکہ
از روئے قیاس صحیح و مستحکم کے خدا کا اپنی ذات اور صفات اور افعال میں واحد لاشریک
ہونا ضروری ہے اور اس کی کسی صنعت یا قول یا فعل میں شراکت مخلوق کی جائز نہیں۔ دلیل
اس پر یہ ہے کہ اگر اس کی کسی صنعت یا قول * یا فعل میں شراکت مخلوق کی جائز ہو تو البتہ

* حاشیہ نمبر ۱۱ *

* اس جگہ یہ بعض نادان دہریہ طبیعت فکر کرنے کی عادت نہیں رکھتے یہ وسوسہ پیش کرتے ہیں کہ بلاشبہ حروف اور الفاظ مفردہ خدا کی کلام اور انسانوں کی کلام میں مشترک ہیں۔ سو حروف اور الفاظ مفردہ میں شراکت انسان کی خدا کے ساتھ لازم آئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا متن میں یہ تفصیل مندرج ہے تعلیم زبانوں کی خدا کی طرف سے ہے۔ پس حروف اور الفاظ مفردہ بھی خدا ہی نے انسانوں کو سکھائے ہیں۔ انسان نے خود اپنی عقل سے ایجاد نہیں کیا۔ جس بات کو انسان ایجاد کرتا ہے وہ صرف ترکیب کلمات ہے یعنی فقط یہ امر انسان کا اختیاری اور کسبی ہے کہ کسی مضمون کے ظاہر کرنے کے لئے اپنی طرف سے ایک عبارت طیار کر سکتا ہے جس میں کوئی فقرہ کسی جگہ اور کوئی فقرہ کسی جگہ پر وضع کرتا ہے اور کسی ترکیب کو کسی محل پر اور کسی ترکیب کو کسی محل پر رکھتا ہے۔ سو یہی املاء و انشاء اس کا اپنی طرف سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں ہم کہتے ہیں کہ خدا کی املاء و انشاء سے انسان کا املاء و انشاء ہرگز برابر نہیں ہو سکتا اور نہ برابر ہونا جائز ہے کیونکہ اس میں مشارکت باری کی مخلوق سے لازم آتی ہے۔ لیکن انسان کا وہی حروف اور الفاظ مفردہ بولنا جو خدا نے اپنے کلام میں استعمال کئے ہیں یہ مشارکت نہیں بلکہ یہ تو بعینہ ایسی بات ہے کہ جیسے انسان مٹی کو جو خدا کی پیدائش ہے اپنے استعمال میں لاتا ہے اور طرح طرح کے برتن وغیرہ بناتا ہے۔ پس اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ انسان خدا کا شریک ہو گیا ہے کیونکہ مٹی تو بلاشبہ خدا کی مخلوق ہے نہ انسان کی مخلوق۔ شراکت تو تب ثابت ہو کہ جب کوئی انسان خدا کی طرح اس مٹی سے حیوانات اور نباتات اور طرح طرح کے جواہرات بنا کر دکھلاوے۔ سو ظاہر ہے کہ انسان میں یہ مقدور نہیں کیونکہ یہ منصب اُسی کو جو

سطر ۱۴ پھر سب صفات اور افعال میں جائز ہو۔ اور اگر سب صفات اور افعال میں جائز ہو تو پھر
کوئی دوسرا خدا بھی پیدا ہونا جائز ہو۔ کیونکہ جس چیز میں تمام صفات خدا کی پائی جائیں۔
سطر ۱۵ اُسی کا نام خدا ہے۔ اور اگر کسی چیز میں بعض صفات باری تعالیٰ کی پائی جائیں تب بھی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کیا ہے وہ بھی اسی قانون کے پابند رہ کر کیا ہے۔ یہ تو سچ بات ہے کہ ادنیٰ ایجاد اور انشاء کا انسان کے ہاتھ میں بھی ویسا ہی ہے جس کو خدا اپنے قوانین مقررہ کی پابندی سے استعمال میں لاتا ہے۔ پر فرض کے طور پر یہ بات کب سچ ہو سکتی ہے کہ ایجاد و انشاء انسان کا خدا کی ایجاد و انشاء سے برابر ہے۔ اگر انسان خدا کا مقابلہ کرنے میں آسانی کی چال بھی چلے یعنی یہ ارادہ کرے کہ جس مخلوق کے اعضاء متفرق ہو چکے ہوں اُسی کی ہڈیاں اور گوشت اور پوست جمع کر کے پھر وہی جاندار بنانا چاہے یا جان نہیں ویسا ہی قالب طیار کرنا چاہے تو یہ بھی اس کیلئے ممکن نہیں۔ پس انسان ضعیف البنیان خدا کا مقابلہ کیونکر کر سکے۔ اِسکی تو حیوانات کا مقابلہ بھی نہیں ہو سکتا بلکہ چھوٹے چھوٹے کیڑوں مکوڑوں کے مقابلہ کرنے سے بھی عاجز ہے اور بعض کیڑے اپنی صنعتوں میں اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ کوئی اُنکے میں سے ریشم بناتا ہے اور کوئی انگبین شہد کا شربت بناتا ہے۔ ایسا ہی کوئی کچھ اور کوئی کچھ طیار کرتا ہے اور انسان کو ان میں سے ایک بھی ہنر یاد نہیں۔ تو پھر دیکھئے کہ نادانی ہے یا نہیں کہ اس قدر دعویٰ اور اس پر اتنی شیخی کہ خدا کے ساتھ مقابلہ۔

چوں ندیدند سگے کانپ بھی ہوا — پس چلوں گنی بقادر مطلق برابری
شرم آید ترزو صنعت تو خود بہ کردگار — رو قدر خود بہ بیں کہ زنیک کرم کمتری

اس جگہ یہ بات بھی بخوبی یاد رکھنی چاہئے کہ جیسے عناصر جسم انسان کے خدا کی طرف سے ہیں ایسا ہی عناصر کلام کے بھی خدا کی طرف سے ہیں۔ اور عناصر کلام سے مراد ہماری حروف اور الفاظ اور چھوٹے چھوٹے فقرے ہیں جن پر تعلیم زبان کی موقوف ہے۔ جیسے خدا ہے۔ بندہ فلاں ہے۔ الحمد للہ۔ رب العالمین وغیرہ وغیرہ یہ سب عناصر کلام ہی ہیں جو خدا نے اپنی طرف سے انسان پر ظاہر کئے ہیں۔ کیونکہ خدا کا صرف اتنا کام نہیں تھا کہ وہ صرف ایک پتلا خاک کا بنا کر بیکار ہو جاتا۔ بلکہ ظاہر ہے کہ انسان نے جو کچھ اپنی تکمیل فطرت کیلئے پایا وہ سب خدا ہی سے

وہ بعض میں شریک باری تعالیٰ کے ہوئے۔ اور شریک الباری بہ بداہت عقل ممتنع ہے
پس اس دلیل سے ثابت ہے کہ خدا کلام اپنی تمام صفات اور اقوال اور افعال میں واحد

حاشیہ نمبر ۱۱

پایہ گھورتے تو کچھ مذاہب سو طالب حق کو چاہیے کہ اس سے دھوکا نہ کھاوے کہ حروف اور الفاظ مفردہ یا چھوٹے چھوٹے فقرات جو خدا کی کلام میں موجود ہیں وہ انسان کی کلام میں بھی موجود ہیں۔ اور اس بات کو بخوبی یاد رکھے کہ یہ مختصر کلام کے ہیں جو خدا کی طرف سے ہیں انسان بھی ان کو اپنے استعمال میں لاتا ہے چنانچہ خدا بھی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خدا کی کلام میں جو لفظاً و معناً خدا کی کلام ہے۔ وہ الفاظ اور فقرات ایسی ترتیب محکم اور پُرحکمت سے اور کمال موزونیت اور اعتدال سے اپنے اپنے محل پر موضوع ہوتے ہیں۔ جیسے سارے کام خدا کے جو دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ کمال موزونیت اور اعتدال اور رعایت حکمت سے ہیں۔ انسان کو اپنی انشاء میں وہ مرتبہ خدائی کا حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا دوسرے تمام کاموں میں حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کفار قرآن شریف کے مقابلہ پر باوصف دعوے فصاحت اور بلاغت اور ملک الشعراء کہلانے کے زبان بند کئے بیٹھے ہیں اور اب بھی خاموش اور لاجواب بیٹھے ہیں اور یہی خاموشی ان کی عاجز ہو کر ہی ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ عاجز اور کیا ہوتا ہے یہی تو عجز ہے کہ مقابلہ کی حجت کو سن اور سمجھ کر توڑ کر نہ دکھلاویں۔

یہاں تک تو اس حاشیے میں کلام الٰہی کے بے مثل ہونے کی ضرورت ہم نے قانون قدرت کے رو سے ثابت کی ہے۔ لیکن بجز اس کے بے مثل ہونا کلام الٰہی کا ایک اور طریق سے بھی واجب ٹھہرتا ہے جس کا بیان کرنا اسی حاشیے میں قرین مصلحت ہے اور وہ یہ ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بلا وجود انسان کا ایسا نیک خاتمہ ہو جانا جس پر بالیقین نجات کی امید ہو۔ اس بات پر موقوف ہے کہ اس کو صانع حقیقی کے وجود اور اس کے قادر مطلق ہونے کی نسبت اور اس کے وعدہ جزا سزا کی بابت یقین کامل کا مرتبہ حاصل ہو جائے اور یہ امر صرف ملاحظہ تعلقات سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس

ص۱۲۹ لاشریک ہونا ضروری ہے اور ذات اس کی ان تمام نالائق امور سے منزہ ہے جو شریک الباری پیدا ہونے کی طرف منجر ہوں۔ دوسرے ثبوت اس دعویٰ کا استقراء تام پر ہوتا

حاشیہ نمبر ۱۱

مرتبہ یقین تک پہنچانے کے لئے ایک ایسی الہامی کتاب کی ضرورت ہے جس کی مثل بنانا انسانی طاقتوں سے باہر ہو۔ اب اس تقریر کو دو طرح سمجھانے کے لئے دو باتوں کا بیان کرنا ضروری ہے اوّل یہ کہ یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل سے کیوں وابستہ ہے۔ دوم یہ کہ وہ یقین کامل صرف ملاحظہ مخلوقات سے کیوں حاصل نہیں ہو سکتا۔ سو پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یقین کامل اس اعتقاد صحیح جازم کا نام ہے جس میں کوئی احتمال شک کا باقی نہ رہے اور امر متصور التحقیق کی نسبت پوری پوری تسلی اور تشفی دل کو حاصل ہو جائے۔ اور ہر ایک اعتقاد جو اس حد سے متنزل اور فروتر ہو وہ مرتبہ یقین کامل پر نہیں ہے بلکہ شک یا غایت کار ظن غالب ہے۔

اور یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل پر اس لئے موقوف ہے کہ مدار نجات کا اس بات پر ہے کہ انسان اپنے مولیٰ کریم کی جانب کو تمام دنیا اور اس کے عیش و عشرت اور اپنے مال و متاع اور رشتے کے تمام تعلقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدم سمجھے۔ اور کوئی محبت خدا کی محبت پر غالب ہونے نہ پاوے۔ لیکن انسان پر یہ بلا وارد ہے کہ وہ برخلاف اس طریقہ کے جس پر اس کی نجات موقوف ہے۔ ایسی چیزوں سے دل لگا رہا ہے جن سے دل
ص۱۳۰ لگانا خدا سے دل ہٹانے کے مستلزم ہے اور دل بھی ایسا لگایا ہوا ہے کہ یقینی طور پر سمجھ رہا ہے کہ تمام راحت اور آرام میرا انہیں تعلقات میں ہے اور نہ صرف سمجھ رہا ہے بلکہ وہ لذات بہ یقین کامل اس کے لئے مشہود اور محسوس بھی ہیں جن کے وجود میں اس کو ذرا سا شک نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی لذت وصال اور اس کی جزا و سزا اور اس کی آلاء و نعماء کی نسبت ایسا ہی یقین کامل نہ ہو جیسا اس کو اپنے گھر کی دولت پر۔ اور اپنے صندوق کے گنے ہوئے روپیوں پر۔ اور اپنے ہاتھ کے لگائے ہوئے باغوں پر۔ اور اپنی زرخرید یا موروثی جائداد پر۔ اور اپنی آزمودہ اور چشیدہ لذتوں پر۔ اور اپنے دلآرام دوستوں پر حاصل ہے تب تک خدا کی طرف دل پورے جوش سے رجوع لانا محال ہے۔

ہے جو ان سب چیزوں پر جو صادر من اللہ ہیں نظر تدبر کر کے بہ پایہ ثبوت پہنچ گیا ہے۔
کیونکہ تمام جزئیات عالم جو خدا کی قدرت کاملہ سے ظہور پذیر ہیں جب ہم ہر یک کو

کیونکہ کمزور خیال زبردست خیال پر غالب نہیں آسکتا۔ اور بلا شبہ یہ سچ بات ہے کہ جب ایسا آدمی جس کا یقین بہ نسبت امور آخرت کے دنیا پر زیادہ ہے۔ اس مسافرخانہ سے کوچ کرنے لگے اور وہ نازک وقت جس کو جان کندن کہتے ہیں۔ یکایک اس کے سر پر نمودار ہو کر اس کو اس کی یقینی لذات سے دور ڈالنا چاہے جو دنیا میں اس کو حاصل ہیں۔ اور اس کو ان پیاروں سے علیحدہ کرنا چاہے جن کو وہ یقینی چشم خود برابر دیکھتا ہے۔ اور ان مالوں اور ملکوں اور دولتوں سے اس کو جدا کرنے لگے جن کو وہ بلا شبہ اپنی ملکیت سمجھتا ہے۔ تو ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ اس کا خیال خدائے تعالیٰ کی طرف قائم رہے۔ مگر صرف اس صورت میں کہ جب اس یقین کامل کے مقابل پر خدائے تعالیٰ کے وجود اور اس کی لذت وصال اور اس کے وعدہ جزا سزا پر بھی ایسا ہی یقین کامل بلکہ اس سے زیادہ ہو۔ اور اگر اس آخری وقت میں اس درجہ کا یقین جو خیالات دنیوی کی مدافعت کر سکے۔ اس کو حاصل نہ ہو۔ تو یہ امر غالباً اس کے لئے بد خاتمہ کا موجب ہوگا۔

اور یہ بات کہ صرف ملاحظہ مخلوقات سے یقین کامل حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح پر ثابت ہے کہ مخلوقات کوئی ایسا صحیفہ نہیں ہے کہ جس پر بطور دال کے انسان یہ لکھا ہوا پڑھ لے کہ ہاں اس مخلوق کو خدا نے پیدا کیا ہے اور واقعی خدا موجود ہے اور اسی کی لذت وصال راحت حقیقی ہے۔ اور وہی مطیعوں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا دے گا۔ بلکہ مخلوقات کو دیکھ کر اور اس عالم کو ایک ترتیب احسن اور ابلغ پر مرتب پا کر فقط قیاسی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مخلوقات کا کوئی خالق ہونا چاہیئے۔ اور فقط ہونا چاہیئے اور ہے کے مصداق میں بڑا فرق ہے۔ مفہوم ہونا چاہیئے اس یقین جازم تک نہیں پہنچا سکتا جس تک مفہوم ہے کا پہنچاتا ہے۔ بلکہ اس میں کسی قدر رنگ شک باقی رہ جاتا ہے۔ اور جو شخص کسی امر کی نسبت بطور قیاسی ہونا چاہیئے کہتا ہے اس کے قول کا صرف اسی قدر مطلب ہے کہ میرے قیاس میں تو ہونا لازم ہے۔ اور آگے مجھے خبر نہیں کہ واقعی ہے بھی یا

اُن میں سے عمیق نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اعلیٰ سے ادنیٰ تک بلکہ حقیر سے حقیر چیزوں کو ۱۵۱
جیسے مکھی اور مچھر اور حشرات وغیرہ ہیں۔ خیال میں لاتے ہیں۔ تو اُن میں سے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ فقط مخلوقات پر نظر کرنے والے گذرے ہیں۔ وہ نتیجہ نکالنے میں کبھی متفق نہیں ہوئے اور نہ اب ہیں اور نہ آئندہ ہونا ممکن ہے۔ ہاں اگر آسمان کے کسی گوشہ پر ہوتی اور جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہوتا کہ میں بے مثل و مانند خدا ہوں جس نے ان چیزوں کو بنایا ہے اور جو نیکوں اور بدوں کو اُن کی نیکی یا بدی کا عوض دے گا۔ تو پھر بلاشبہ ملاحظہ مخلوقات سے خدا کے وجود پر بعد اُس کی جزا سزا پر یقین کامل ہو جایا کرتا۔ اور ایسی حالت میں کچھ ضرور نہ تھا کہ خدائے تعالیٰ کوئی اور ذریعہ یقین کامل تک پہنچانے کا پیدا کرتا۔ لیکن اب تو وہ بات نہیں ہے اور خواہ تم کیسی ہی غور سے زمین آسمان پر نظر ڈالو۔ کہیں اس تحریر کا پتہ نہیں ملے گا۔ صرف اپنا قیاس ہے اور بس۔ اسی جہت سے تمام حکماء اس بات کے قائل ہیں کہ زمین آسمان پر نظر ڈالنے سے وجود باری کی نسبت شہادت واقعی حاصل نہیں ہوتی۔ صرف ایک شہادت قیاسی حاصل ہوتی ہے جس کا مفہوم فقط اس قدر ہے کہ ایک صانع کا وجود چاہیئے۔ اور وہ بھی اس کی نظر میں کہ جو وجود اُن چیزوں کا خود بخود ہونا محال سمجھتا ہو۔ لیکن دہریہ کی نظر میں وہ شہادت درست نہیں۔ کیونکہ وہ قدامت عالم کا قائل ہے۔ اسی بنا پر اس کی یہ تقریر ہے کہ اگر کوئی وجود بے موجد جائز نہیں ہے تو پھر خدا کا وجود بے موجد کیوں جائز ہے۔ اگر جائز ہے تو پھر انہیں چیزوں کا وجود جن کو کسی نے بنتے ہوئے بچشم خود نہیں دیکھا۔ بے موجد کیوں نہ مانا جاوے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ وجود قدیم حضرت باری ہیں تب ہی دہریہ کو ایک قیاس پرست کے ساتھ نزاع کرنے کی گنجائش ہے کہ مخلوقات پر نظر کرنے سے ناقص شہادت صانع عالم پر پیدا نہیں ہوتی یعنی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت ایک صانع عالم موجود ہے۔ بلکہ صرف اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ ہونا چاہیئے۔ اور اسی وجہ سے امر معرفت صانع عالم کا صرف قیاسی طور سے دہریہ پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم اس مطلب کو کسی قدر حاشیہ نمبر ۴ میں بیان کر آئے ہیں جس میں ہم نے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ عقل صرف موجود ہونے کی ضرورت کو

کوئی بھی ایسی چیز ہم کو معلوم نہیں ہوتی جس کے بنانے پر انسان بھی قدرت رکھتا ہو
۱۴۲ بلکہ ان چیزوں کی بناوٹ اور ترکیب پر غور کرنے سے ایسے عجائب کام دست قدرت کے

حاشیہ نمبر ۱۱

ثابت کرتی ہے خود موجود ہونا ثابت نہیں کر سکتی۔ اور کسی وجود کی ضرورت کا ثابت ہونا شے دیگر ہے
اور خود اس وجود ہی کا ثابت ہو جانا یہ اور بات ہے پس جس کے نزدیک معرفت الٰہی صرف
۱۴۳ مخلوقات کے واسطہ تک ہی ختم ہے اُس کے پاس اس اقرار کرنے کا کوئی سامان موجود نہیں
کہ خدا فی الواقعہ موجود ہے۔ بلکہ اُس کے علم کا اندازہ صرف اس قدر ہے کہ ہونا چاہیئے۔ اور
وہ بھی تب کہ جب دہریہ مذہب کی طرف نہ جھک جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حکماء متقدمین
میں سے محض قیاسی دلائل کے پابند رہے۔ انہوں نے بڑی بڑی غلطیاں کیں اور صدہا طرح
کا اختلاف ڈال کر بغیر تصفیہ کرنے کے گذر گئے۔ اور متاخرین کا ایسی بے آرامی میں ہونا کہ
ہزارہا شکوک اور ظنون میں پڑ کر اکثر ان میں سے دہریئے اور طبعی اور ملحد ہو کر مرے اور
فلسفہ کے کافروں کی کشتی ان کو کنارے تک نہ پہنچا سکی۔ کیونکہ ایک طرف تو محبت دنیا نے
انہیں دبائے رکھا۔ اور دوسری طرف انہیں واقعی طور پر معلوم نہ ہوا کہ آگے کیا پیش
آنے والا ہے۔ سو بڑی بے قراری کی حالت میں حق الیقین سے دور اور مہجور رہ کر اس عالم
سے انہوں نے سفر کیا۔ اور اس بارے میں ان کا آپ ہی اقرار ہے کہ ہمارا علم صانع عالم اور
دوسرے امور آخرت کی نسبت من حیث الیقین نہیں بلکہ من حیث ما ہو الاشبہ ہے
یعنی اس قسم کا ادراک ہے کہ جیسے کوئی بغیر اطلاع حقیقت حال کے یونہی اٹکل سے ایک
چیز کی نسبت کہے کہ اس چیز کی حالت کے یہی لائق ہے کہ ایسی ہو۔ اور اصل میں نہ جانتا
ہو کہ ایسی ہے یا نہیں۔ حکیموں نے جس امر کو اپنی رائے میں دیکھا کہ ایسا ہونا مناسب ہے۔
اُس کو اپنے گھر میں ہی تجویز کر لیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ جیسے کوئی کہے کہ مثلاً زید کا اس وقت
ہمارے پاس آنا مناسب ہے پھر آپ ہی دل میں ٹھہرا لے کہ ضرور آتا ہوگا۔ اور پھر
سوچے کہ زید کا گھوڑے پر ہی آنا لائق ہے اور پھر تصور کر لے کہ گھوڑے پر ہی آیا ہوگا۔
ایسا ہی حکیم لوگ ڈھکوسلوں پر اپنا کام چلاتے رہے اور خدا کو موجود فی الحقیقت یقین کرنا
انہیں نصیب نہ ہوا۔ بلکہ ان کی عقل نے اگر بہت ہی ٹھیک ٹھیک دوڑ کی تو فقط اس قدر

ان کے جسم میں مشہود اور موجود پاتے ہیں جو صانع عالم کے وجود پر دلائل قاطعہ اور براہین
۱۵۱ ساطعہ ہیں۔ علاوہ ان سب دلائل کے یہ بات بھی ہر یک دانشمند پر روشن ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

کہ ایک صانع کے موجود ہونے کی ضرورت سے اپنے تو یہ ہے کہ اس ادنیٰ خیال میں بھی بہا عقلوں
کی طرح ان کو شکوک اور شبہات پیش آتے رہے اور طریق حق پر ان کا قدم نہیں پڑا۔
بعض خدا کے مدبر و خالق بالارادہ ہونے سے انکاری رہے۔ بعض اوروں کے ساتھ ہیولیٰ
کو لے بیٹھے۔ بعض نے جمیع ارواح کو خدا کی قدامت میں بھائی بندوں کی طرح حصہ دار
ٹھہرایا جن کے وارث اب تک آریہ سماج والے چلے آتے ہیں۔ بعض نے ارواح انسانیہ
کی بقا کو اور جزا سزا کو تسلیم نہ کیا۔ بعض نے زمانہ کو ہی خدا کی طرح مؤثر حقیقی قرار دے دیا۔
بعض نے خدا کے علم بالجزئیات ہونے سے منہ پھیر لیا۔ بعض بتوں پر ہی قربانیاں چڑھاتے
۱۵۲ رہے اور مصنوعی دیوتوں کے آگے ہاتھ جوڑتے رہے۔ اور بہتیرے بڑے بڑے حکیم خداوند تعالیٰ
کے وجود سے ہی منکر رہے۔ اور کوئی ان میں ایسا نہ ہوا کہ ان تمام مفاسد سے بچ رہتا۔

اب ہم اصل کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ مجرد ملاحظہ مخلوقات سے ہرگز یقین کامل حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی کسی کو ہوا۔ بلکہ جس قدر حاصل ہو سکتا ہے اور شاید بعضوں کو ہوا ہے وہ اسی قدر ہے کہ جو ہونا چاہیئے کا مصداق ہے اور یہ بھی وجود صانع عالم کی بابت ہے اور جزا و سزا وغیرہ میں تو اتنا بھی نہیں۔ اور جب کہ مخلوقات پر نظر ڈالنے سے یقین کامل حاصل نہ ہو سکا۔ تو دو باتوں میں سے ایک بات ماننی پڑی۔ یا تو یہ کہ خدا نے یقین کامل تک پہنچانے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ اور یا یہ کہ ضرور اس نے یقین کامل تک پہنچانے کے لئے کوئی ذریعہ رکھا ہے۔ لیکن امر اوّل الذکر تو بدیہی البطلان ہے اور کسی عاقل کو اس کے باطل ہونے میں کلام نہیں۔ اور امر دوئم کے قرار دینے کی حالت میں یعنی اس صورت میں کہ جب ہم تسلیم کریں کہ خدا نے مخلوقات کی نجات کے لئے ضرور کوئی کامل ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ بجز اس بات کے ماننے کے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ کامل ذریعہ ایسی کتاب الہامی ہوگی جو اپنی ذات میں بے مثل و مانند ہو اور اپنے بیان میں قانون قدرت کے ہر یک اجمال کو کھولتی ہو۔ کیونکہ جب کامل ذریعہ کے لئے یہ شرط ہوئی کہ وہ چیز

کہ اگر یہ جائز ہوتا کہ جو چیزیں خدا کے دست قدرت سے بطور بدیہ ہیں۔ اُن کے بنانے پر کوئی دوسرا شخص بھی قادر ہو سکتا۔ تو کسی مصنوع کو اپنے خالق حقیقی کے وجود پر دلالت

حاشیہ نمبر ۱۱

بے مثل و مانند ہو۔ اور نیز اس میں منجانب اللہ ہونے کے بارے میں اور ہر یک امر دینی کے لئے تحریری شہادت بھی موجود ہو۔ تو یہ تمام صفات صرف کتاب الہامی میں جو بے مثل و مانند ہو جمع ہونگی اور کسی چیز میں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ یہ خوبی صرف کتاب الہامی میں متحقق ہو سکتی ہے کہ اپنے بیان اور اپنی بے نظیری کی حالت کے ذریعہ سے یقین کامل اور معرفت کامل کے مرتبہ تک پہنچاوے۔ وجہ یہ کہ آسمان و زمین کے وجود پر اگر کوئی کم بخت دہریہ شک کرے تو کرے کہ وہ قدیم سے چلے آتے ہیں۔ مگر ایک کلام کو انسانی طاقتوں سے بالاتر تسلیم کرکے پھر انسان اُس سے انکار کرنے سے کہاں بھاگ سکتا ہے کہ خدا فی الواقع موجود ہے۔ جیسے اس کتاب کو کامل کیا علاوہ ہوسکی اس جگہ خدا کو موجود ماننا صرف اپنا ہی قیاس نہیں۔ بلکہ وہی کتاب بطور خبر واقعہ کے یہی بتلاتی ہے کہ خدا موجود ہے اور جیسا امر ادا حق ہے۔ پس جس یقین کامل کو طالب حق زمین و آسمان میں تلاش کرتا تھا اور نہیں پاتا۔ وہ مراد اس کو اس جگہ مل جاتی ہے۔ لہٰذا دہریہ کو خدا کے قائل کرنے کے لئے جیسا کلام بے مثل سے علاج متصور ہے۔ ویسا زمین و آسمان کے ملاحظہ سے ہرگز ممکن نہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہر یک وہ شخص میں کہ جو مجرد قیاس پر رہتے دہریہ پن کا ایک رنگ وہی رنگ دہریہ میں کچھ زیادہ وہ حصول کر ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ دل میں مخفی رہتی ہے۔ اِس رنگ کو وہی الہامی کتاب کاٹتی ہے جو فی الواقع انسانی طاقتوں سے باہر ہو۔ کیونکہ جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ آسمان و زمین سے نتیجہ نکالنے میں ہمیشہ لوگوں کا بھی مختلف رہی ہے۔ کسی نے یوں سمجھا اور کسی نے دُوں سمجھا لیکن یہ اختلاف کلام بے مثل میں نہیں ہو سکتا۔ اور گو کوئی دہریہ ہی ہو۔ یہ کلام بے مثل کی نسبت یہ رائے ظاہر نہیں کر سکتا کہ وہ بغیر متکلم کسی متکلم کے زمین و آسمان کی طرح خود بخود قدیم سے وجود رکھتی ہے۔ بلکہ کلام بے مثل میں اُسی وقت تک دہریہ بحث و تکرار کرے گا جب تک اس کے بے مثل ہونے میں اُس کو کلام ہے اور جب ہی اسنے اِس بات کو قبول کر لیا کہ فی الواقع یہ انسانی طاقتوں سے باہر

ص ۱۵۶ کامل ضروری تھی اور تمام معرفت صانع عالم کا بالکل مشتبہ ہو جاتا۔ کیونکہ جب بعض ان اشیاء
کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوئی ہیں بجز خدا کے کوئی اور بھی بنا سکتا ہے تو پھر

ہے۔ اسی وقت سے خدا کے ماننے کے لئے اس کے دل میں ایک تخم بویا جاوے گا۔ کیونکہ اس وہم کے
کرنے کی اس کو گنجائش ہی نہیں کہ اس کلام کے متکلم کا وجود قیاسی ہے نہ واقعی۔ اس جہت سے
کہ کلام کا وجود بغیر وجود متکلم کے ہو ہی نہیں سکتا۔ ماسوا اس کے کلام بے مثل میں یہ بھی خوبی ہو کہ
جو کچھ علم مبدء اور معاد و تکمیل نفس کے لئے ضروری ہے۔ وہ سب بطور امر واقعہ کے اس میں لکھا ہوا
موجود ہے۔ اور یہ خوبی بھی زمین آسمان میں موجود نہیں۔ کیونکہ اوّل تو ان کے ملاحظہ سے اسرار
دقیقہ کچھ معلوم ہی نہیں ہوتے۔ اور اگر کچھ ہوں بھی تو اکثر اوقات وہی مثل مشہور ہے کہ گئے
کے اشتباہ اُن کی طرف پڑ جاتے۔ اب اس تمام تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ بے مثل ہونا کلام الٰہی کا
صرف اسی جہت سے واجب نہیں کہ استغنائے ربانی قدرت کا اس پر موقوف ہے۔ بلکہ
اس جہت سے بھی واجب ہے کہ بغیر بے مثل کلام کے نجات کا امر ہی ادھورا رہتا ہے۔ کیونکہ
جب خدا پر ہی یقین کامل نہ ہوا تو پھر نجات کیسی اور کہاں سے۔ جو لوگ خدا کی کلام کا بے مثل و
مانند ہونا ضروری نہیں سمجھتے۔ ان کی کیسی نادانی ہے کہ حکیم مطلق پر بدگمانی کرتے ہیں کہ جو خدا اپنی
کتاب میں بھیجے یہ بات ذہنی ہی خیالی رہی جو پہلے تھی۔ اور وہ کلام نہ کیا جس سے لوگوں کا ایمان
اپنے کمال کو پہنچتا۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ سوچتے نہیں کہ خدا کا قانون قدرت ایسا ٹھہرا ہے کہ اُس نے
کیڑوں مکوڑوں کو بھی کہ جن سے کچھ ایسا بڑا فائدہ متصور نہیں۔ بے نظیر بنانے سے دریغ نہیں
کیا۔ تو کیا اس کی حکمت پر یہ اعتراض نہ ہوگا کہ اُس کو دریغ کرنے کا مقام کہاں آکر سوجھا جس سے
ص ۱۵۷ تمام انسانوں کی کشتی ہی غرق ہوتی ہے۔ اور جس کا یہ خیال کرنا پڑتا ہے کہ گویا خدا کو ہرگز منظور
ہی نہیں کہ کوئی انسان نجات کا مرتبہ حاصل کرے۔ مگر جس حالت میں خدائے تعالیٰ کی نسبت
ایسا گمان کرنا کفر عظیم ہے۔ تو بالضرور دوسری بات جو خدا کی شان کے لائق اور بندوں کی
حاجت کے موافق ہے ماننی پڑی۔ یعنی یہ کہ خدا نے بندوں کی نجات اور تکمیل معرفت
کے لئے ضرور ایسی کتاب بھیجی ہے جو عدیم النظیر ہونے کی وجہ سے معرفت کامل تک پہنچاتی ہے
اور جو کام مجرد عقل سے نہیں ہو سکتا۔ اس کو پورا کر کے دکھلاتی ہے۔ سو وہ کتاب قرآن شریف

اس بات پر کیا دلیل ہے جو کل اشیاء کو کوئی اور نہیں بنا سکتا۔ اب جبکہ دلائل مستحکم ۱۵۴
سے ثابت ہو گیا کہ جو چیزیں خدا کی طرف سے ہیں۔ ان کا بے نظیر ہونا اور پھر ان کی

صفت جیسے اس کلام تام کا دعویٰ کیا ہے اور اس کو بپایۂ صداقت پہنچایا ہے۔

ہست فرقاں آفتابِ علم و دیں ۔۔۔ تا برد ظلمت از گماں سوئے یقیں
ہست فرقاں از خدا حبل المتیں ۔۔۔ تا کشد خلقے سوئے ربّ العالمیں
ہست فرقاں روزِ روشن از خدا ۔۔۔ تا ببینند روشنی دیدہ ہا
حق فرستاد ایں کلامِ بے مثال ۔۔۔ تا رسی در حضرتِ قدس و جلال
داروئے شک ہست الہامِ خدائے ۔۔۔ کو نماید قدرتِ تامِ خدائے
ہر کہ روئے خود ز فرقاں درکشید ۔۔۔ جانِ او روئے یقیں ہرگز ندید
ہاں بخور رائے کی بد خود روی ۔۔۔ باز مانی از جہاں کور و غوی
کاش جانت میل عرفاں داشتے ۔۔۔ کاش سعیت تخمِ حق را کاشتے
خود بگو کاں از سرِ انصافِ دیں ۔۔۔ از گماں ہا کے شود کارِ یقیں
ہر کہ را شورش ببے بکشودہ است ۔۔۔ از یقیں ہے از گماں ہا بودہ است
قدرِ فرقاں نزدِ تو زانکار نیست ۔۔۔ ایں ملالت جز ز روئے یار نیست
وحیِ فرقاں مردگاں را جاں دہد ۔۔۔ صد خبر از کوچۂ عرفاں دہد
از یقیں ہا مے نماید عالمے ۔۔۔ کاں نہ بیند کس بصد عالم ہمے

اس جگہ برہمو سماج والوں نے بڑی جانکاہی سے چند وساوس بنا رکھے ہیں تاکہ خدائی کتاب کے قبول کرنے سے عذر کرنے کی کوئی وجہ پیدا ہو جائے اور کسی طرح انتظام ہدایت کا بحصہ الٰہی سے اپنے کمال کو نہ پہنچے۔ اور کہیں یہ نہ کہنا پڑے کہ خدا رحیم کریم ہے کہ جس نے انسان کی جسمانی تربیت کے لئے سورج اور چاند وغیرہ چیزیں بنائیں تاکہ انسان کی خوراک کا بندوبست کرے اور روحانی تربیت کے لئے اپنی کتاب بھیجی تا انتظام ہدایت فرماوے۔ سو چونکہ یہ لوگ خداوند کریم و رحیم پر بخل اور بے مروتی اور بد انتظامی کی تہمت لگانا چاہتے ہیں۔ اور ان کے عقائد فاسدہ میں حضرت باری تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کی بدگمانیاں اور تحقیرانہ توہین پائی جاتی ہے اس لئے مناسب ہے کہ جہاں تک وساوس ان کے اس بحث سے متعلق ۱۵۵

بے نظیری اُن کی منجانب اللہ ہونے پر دلیل قاطع ہونا اُن کی صادر من اللہ ہونے
کے لئے شرط ضروری ہے۔ تو اس تحقیق سے جھوٹ اُن لوگوں کا صاف کھل گیا جن کی ۱۵۲

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہیں۔ وہ اس جگہ دور کئے جاویں۔ لہٰذا مع الجواب ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

وسوسۂ اوّل۔ یہ بحث کہ کوئی کتاب الہامی انسانی طاقتوں سے باہر ہے۔ اصل بحث الہام کی ایک فرع ہے۔ اور الہام کی نسبت یہ ثابت ہے کہ وہ عندالعقل ضروری نہیں۔ اور جب الہام کی کچھ ضرورت نہیں۔ تو پھر یہ بحث کرنا ہی بے فائدہ ہے کہ کسی کتاب کی نظیر بنانے سے قوّتِ بشریہ عاجز ہیں یا نہیں۔

جواب۔ اس کا جواب ابھی گذر چکا ہے کہ بذریعہ قیاساتِ عقلیہ کے جو کچھ خدا اور امورِ آخرت کے بارے میں سوچا جاتا اور فکر کیا جاتا ہے۔ اس سے نہ یقین کامل حاصل ہوتا ہے نہ معرفت کامل۔ اور باوجود سارے قیاس پرستوں کے دل میں کھٹکے رہتے ہیں اُن کا تدارک بجز الہام کے ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر بچشم خود اس قدر سمجھا بھی گیا کہ عالم کا ایک صانع ضرور چاہئے۔ لیکن اس کا بیان کرنے والا کون ہے کہ وہ صانع ہے بھی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ عمارت کو دیکھ کر معمار پر یقین آ سکتا ہے۔ پر وہ یقین عادی طور پر ہم کو حاصل ہے۔ کیونکہ جیسے ہم عمارتوں کو دیکھتے ہیں۔ ساتھ ہی معماروں کو بھی دیکھتے ہیں۔ لیکن زمین و آسمان بنانے والے کو کون دکھاوے۔ اس کا تو تب ہی پورا پورا یقین ہووے کہ جب معماروں کی طرح اُس کا بھی کچھ پتہ لگے۔ اگر عقل نے گواہی بھی دی۔ کہ کوئی اس عالم کا بنانے والا چاہئے۔ تو وہی عقل پھر آپ ہی حیرت کے دریا میں ڈوبے گی۔ کہ اگر یہ خیال سچا ہے۔ تو پھر اس صانع کا آج تک کوئی پتہ بھی تو لگا ہوتا۔ پس اگر عقل نے صانع کے وجود کی طرف کسی قدر رہبری کی۔ تو پھر دیکھنا چاہئے کہ رہزن بھی تو وہی عقل ہوئی۔ کسی کو دہریہ بنایا۔ کسی کو طبعیہ۔ کوئی کسی طرف جھکا اور کوئی کسی طرف۔ بھلا فقط عقلی خیال سے کہ جس کی تصدیق کبھی نہیں ہوئی۔ اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔ یقین کیونکر آوے اگر عقل نے قیاس بھی دوڑایا کہ بنانے والا ضرور چاہئے۔ تو اب کون ہے کہ ہمیں پوری پوری تسلی دے کہ اس قیاس میں کچھ دھوکا نہیں۔ اور اس سے زیادہ اگر ہم غور بھی کریں تو کیا کریں۔ اگر عقل سے ہی پورا پورا کام نکلتا ہے۔ تو پھر کیوں عقل

یہ رائے ہے کہ کلام الٰہی کا بے نظیر ہونا ضروری نہیں یا اُس کے بے نظیر ہونے سے اُس کا خدا کی طرف سے ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس جگہ بغرض اتمام

ہمیں راستہ چھوڑ کر آگے چلنے سے انکار کرتی ہے۔ کیا مرتبہ اعلیٰ ہماری معرفت اور خداشناسی کا یہی ہے کہ ہم صرف اتنے پر ہی کفایت کریں کہ کوئی بنانے والا چاہیئے۔ کیا ایسے اٹکل پچو خیال سے ہم اُس خوشحالی دائمی کے وارث ہو سکتے ہیں کہ جو کامل الیقین اور کامل المعرفت لوگوں کے لئے طیار کی گئی ہے۔ جس یقین کامل کے لئے ہماری روح تڑپتی ہے۔ اگر وہ صرف عقل سے ہم کو مل جاتا تو پھر یہ قول بھی ہمارا بجا ہوتا کہ اب ہمیں الہام کی کچھ حاجت نہیں۔ اپنے مطلب کو پہنچ گئے۔ لیکن جب ہم بیمار ہو کر پھر بھی علاج کے متلاشی نہ ہوں اور صحت کامل کے وسائل طلب نہ کریں۔ تو یہ ہماری بدبختی کی نشانی ہے۔

اے کہ انکار داری از الہام — کردۂ عقل تو عقل را بدنام
از خدا رہ بخویشتن آوری — ایں چہ آئین و کیش آوردی
تا نہ کس سر ز خویشتن تابد — راز توحید را چہ ساں یابد
تا نہ بر فرق نفس پا بزنی — کے بہ پاکی و پلیہ فرق کنی
ہر کہ شد تابع کلام خدا — رست از اتباع حرص و ہوا
از وجود نفس خود خلاص شدہ — محو فیض و نور خاص شدہ
برتر از رنگ ایں جہاں گشتہ — آنچہ ناید بوہم آں گشتہ
ما اسیران نفس آوارہ — بے خدائیم سخت ناکارہ
تا میاں بست وحی حق بر شاد — اے بسا عقدہائے دل کشاد
نہ شود از تو کار ربانی — آسیائے تہی چہ گردانی
تو و علم تو ما و علم خدا — فرق بیں از کجاست تا بکجا
آں یکے را نگار خویش بہ بر — دیگرے چشم انتظار بہ در
آں یکے عشقیں بوسہ زند روئے — دیگرے ہرزہ گرد در کوئے

محبت اُن کا ایک وہم جو اُن کے دلوں کو پکڑتا ہے۔ دُور کرنا قرین مصلحت ہے۔
اور وہ یہ ہے کہ اُن کو بباعث کوتہ اندیشی یہ خیالِ فاسدہ دل میں متمکن ہے کہ

آں یکے کام یافتہ بہ تمام | دیگرے سوختہ بفکرت خام
عارف آید ز عالم اسرار | تو زخود دم زنی زہے پندار
ہمہ کار تو ناتمام افتاد | وہ چہ کاریست بعقل خام افتاد

سو اے بھائیو۔ یہ تجویز صلاح والی ہے۔ جب کہ آپ لوگوں کو خداوند کریم نے دیکھنے بھالنے کے لئے آنکھیں دی ہیں۔ تو پھر تم آپ ہی ذرہ آنکھ کھول کر دیکھ لو کہ ضرورت الہام کی ثابت ہے یا نہیں۔ اور زیادہ تفصیل اس کی بحوالہ دلائل عقلیہ قرآن شریف کے اپنے موقعہ پر مندرج ہے۔ وہاں پڑھ لو۔ پھر اگر خدا سے خوف کر کے سچا راستہ قبول کر لو۔ اور منصب رہنمائی کا خدا ہی کے لئے رہنے دو۔ تو یہ بڑی خوش قسمتی کی نشانی ہے۔ ورنہ اگر کچھ بس چل سکتا ہے تو ان دلائل کو معقول بیان سے توڑ کر دکھلاؤ۔ لیکن سودائیوں کی چال تو مت چلو کہ جو کسی کی سنتے نہیں اور اپنی ہی بکے جاتے ہیں۔ کیا تعجب کریں یا نہ کریں کہ تم لوگ بات بات میں کٹے جاتے ہو۔ اور قدم قدم میں رُکے جاتے ہو۔ پھر نہ جانے کہ کس بلا کے پردے ہیں کہ وہ اٹھتے ہی نہیں۔ کیسے دل ہیں کہ سمجھتے ہی نہیں۔ عقل کی کسوٹی کس طاق میں رکھ کر بھول گئے کہ کھرے کو کھوٹا اور کھوٹے کو کھرا خیال کرنے لگے۔ خیال پرستی پر کسی کو نہیں آتا۔ یہ تم کونسا نیا تحفہ لائے کہ جس پر بغلیں بجاتے ہو۔ کوئی باعث نہیں کھلتا کہ کیوں تمہارے دل کے کواڑ نہیں کھلتے۔ کیوں تمہاری آنکھیں دیکھنے سے عاجز ہو رہی ہیں۔ عقل نے تم سے کیسی بے وفائی کی۔ کہ تم جیسے بیماروں سے دُور بھاگ گئی۔ حضرات!! تم خود سوچ کر دیکھ لو کہ الہام کے بغیر نہ یقین کامل ممکن ہے نہ غلطی سے بچنا ممکن۔ نہ توحید خالص پر قائم ہونا ممکن۔ نہ جذبات نفسانیہ پر غالب آنا حیز امکان میں داخل ہے۔ وہ الہام ہی ہے جس کے ذریعہ سے خدا کی نسبت ہے کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ اور تمام دنیا ہست ہست کر کے اس کو پکار رہی ہے۔ وہ الہام ہی ہے جو ابتدا سے دلوں میں جوش ڈالتا آیا

شاہ بہت سی کلام انسان کی دنیا میں ایسی موجود ہیں جن کی مثل آج تک دوسرا

حاشیہ نمبر ۱۱

کہ خدا موجود ہے۔ وہی ہے جس سے پرستاروں کو پرستش کی لذت آتی ہے۔ ایمانداروں کو خدا کے وجود اور عالم آخرت پر تسلی ملتی ہے۔ وہی ہے جس سے کروڑہا عارفوں نے بڑی استقامت اور جوش محبت الٰہیہ سے اس مسافر خانے کو چھوڑا۔ وہی ہے جس کی صداقت پر ہزارہا شہیدوں نے اپنے خون سے مہریں کر دیں۔ ہاں وہی ہے جس کی قوت جاذبہ سے بادشاہوں نے فقر کا جامہ پہن لیا۔ بڑے بڑے مالداروں نے دولتمندی پر درویشی اختیار کر لی۔ اُسی کی برکت سے لاکھوں اُمّی اور ناخواندہ اور بوڑھی عورتیں جوش ایمان سے کوچ کر گئیں۔ وہی ایک کشتی ہے جس نے بارہا یہ کام کر دکھایا کہ بے شمار لوگوں کو ورطہ مخلوق پرستی اور بدگمانی سے نکال کر ساحل توحید اور یقین کامل تک پہنچا دیا۔ وہی آخری دم کا یار اور نازک وقت کا مددگار ہے۔ لیکن فقط عقل کے پیرووں سے جس قدر دنیا کو ضرر پہنچا ہے۔ وہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ بھلا تم آپ ہی بتلاؤ۔ کس نے افلاطون اور اس کے توابع کو خدا کی خالقیت سے منکر بنایا؟ کس نے جالینوس کو روحوں کے باقی رہنے اور جزا سزا کے بارے میں شک میں ڈال دیا؟ کس نے تمام حکیموں کو خدا کے عالم بالجزئیات ہونے سے انکاری رکھا؟ کس نے بڑے بڑے فلاسفروں سے بت پرستی کرائی؟ کس نے مورتوں کے آگے مرغوں اور دوسرے حیوانات کو ذبح کرایا؟ کیا یہی عقل نہیں تھی جس کے ساتھ الہام نہ تھا۔ اور یہ شبہ پیش کرنا کہ بہت سے لوگ الہام کے تابع ہو کر بھی مشرک بن گئے۔ نئے نئے خدا بنا لئے۔ درست نہیں۔ کیونکہ یہ خدا کے سچے الہام کا قصور نہیں بلکہ ان لوگوں کا قصور ہے جنہوں نے سچ کے ساتھ جھوٹ ملا دیا اور خدا پرستی پر خود پرستی کو اختیار کر لیا۔ پھر بھی الہام حقیقی کے تدارک سے غافل نہیں رہا۔ کسی کو فراموش نہیں کیا بلکہ جن جن باتوں میں وہ حق سے دور پڑ گئے۔ دوسرے الہام نے ان باتوں کی اصلاح کی اور اگر یہ کہو کہ عقل کا بگاڑ بھی کم عقلوں کا قصور ہے نہ عقل کامل کا قصور۔ تو یہ قول

کلام نہیں ہوا۔ مگر وہ خدا کی کلام تسلیم نہیں ہو سکتی۔ سو واضح ہو کہ یہ وہم قلت تفکر اور

حاشیہ نمبر ۱۱

صحیح نہیں۔ ظاہر ہے کہ عقل اپنے اطلاق اور قطعیت کے مرتبہ میں تو کوئی کاروائی نہیں کر سکتی۔
۱۵۵ کیونکہ اس مرتبہ میں وہ ایک کلّی ہے اور کلّی کا وجود بجز وجود افراد متحقق نہیں ہو سکتا بلکہ
کیفیت اس کی بذریعہ اس کے افراد کے معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ایسے فرد کامل کو کون دکھا سکتا ہے
جس نے فقط عقل کا تابعدار ہو کر اپنے خود تراشیدہ عقائد میں کبھی غلطی نہیں کی۔ الٰہیات کے
بیان میں کبھی ٹھوکر نہیں کھائی۔ ایسا عاقل کہاں ہے جس کا یقین وجود صانع عالم اور جزا
سزا وغیرہ امور معادیہ سے کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہو۔ جس کی توحید میں شرک کی
کوئی رگ باقی نہ رہی ہو۔ جس کے جذبات نفسانیہ پر رجوع الی اللہ غالب آگیا ہو۔ اور
ہم ابھی اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ خود حکماء کا اقرار ہے کہ انسان مجرد عقل کے ذریعہ سے
الٰہیات کے مسائل میں مرتبہ یقین کامل تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ صرف ایک مشتبہ اور
مظنون رائے کا مالک ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک کسی کا علم مشتبہ اور مظنون ہے
اور مرتبہ یقین سے متنزل اور فروتر۔ تب تک غلطی کرنے سے اس کو امن حاصل نہیں
جیسے اندھے کو راستہ بھولنے سے۔ اور یہ خیال کرنا کہ مجرد عقل سے غلطیاں تو ہو جاتی ہیں مگر
وہ مکرر سہ کرر نظر سے رفع بھی ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی تمہاری عجیب عقل کی ایک غلطی ہی
ہے جو اب تک رفع نہیں ہوئی۔ کیونکہ ہم اس سے پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ عقل
انسانی سے امور ماوراء المحسوسات میں بوجہ انفصال مرتبہ بصیرت کامل کبھی نہ کبھی اور
کہیں نہ کہیں غلطی ہو جانا ایک امر لازمی ہے جس سے کسی عاقل کو انکار نہیں۔ لیکن
اگر تم خوب سوچ کر دیکھو تو ہر ایک غلطی پر متنبہ ہو جانا اور اس کی اصلاح کر لینا امر لازمی
نہیں ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ عقل کا مدار ایک غیر لازمی سے ہمیشہ اور
ہر حال میں ممکن نہیں۔ بلکہ غلطی لازمی کی اصلاح وہی شے کر سکتی ہے جس کو بمقابلہ
اس کے صحت و راستی لازم ہو جس میں ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ [1] کی
صفت پائی جائے۔ اور یہ بات کہ کیوں توحید خالص الہام الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

[1] البقرۃ : ۳

تدبر سے ناشی ہوتا ہے۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ گو کسی بشر کا کلام کیسا ہی صاف

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

اور کیوں الہام کا منکر شرک کی آلودگی سے پاک نہیں ہوتا۔ خود توحید کی حقیقت پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ توحید اس بات کا نام ہے کہ خدا کی ذات اور صفات کو مشارکت بالغیر سے منزہ سمجھیں۔ اور جو کام اس کی قوت اور طاقت سے ہونا چاہیئے۔ وہ کام دوسرے کی طاقت سے انجام پذیر ہو جانا روا نہ رکھیں۔ اسی توحید کے چھوڑنے سے آتش پرست۔ آفتاب پرست۔ بت پرست وغیرہ وغیرہ مشرک کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے بتوں اور دیوتاؤں سے ایسی ایسی مرادیں مانگتے ہیں جن کا عطا کرنا صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ الہام سے انکاری ہیں۔ وہ بھی بت پرستوں کی طرح خدا کی بعض صفتوں سے مخلوق کا متصف ہونا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس قادر مطلق کی طاقتوں کا ۱۵۲ بندوں میں پایا جانا مانتے ہیں۔ کیونکہ ان کا یہ خیال ہے کہ ہم نے اپنی ہی عقل کے زور سے خدا کا پتہ لگایا ہے۔ اور ہمیں ہی ابتدا میں یہ خیال آیا تھا کہ کوئی خدا مقرر کرنا چاہیئے۔ اور ہماری ہی کوششوں سے وہ گوشۂ گمنامی سے باہر نکلا۔ شناخت کیا گیا۔ معبود خلائق ہوا۔ قابل پرستش ٹھہرا۔ ورنہ پہلے اسے کون جانتا تھا۔ اس کے وجود کی کسے خبر تھی۔ ہم عقلمند لوگ پیدا ہوئے۔ تب اس کے بھی نصیب جاگے۔ کیا یہ اعتقاد بت پرستوں کے اعتقاد سے کچھ کم ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا ہے کہ بت پرست لوگ اور اور چیزوں کو اپنا منعم اور محسن قرار دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر اپنی ہی عقل کو اپنا ہادی اور محسن جانتے ہیں۔ بلکہ اگر غور کیجئے۔ تو بت پرستوں سے بھی ان کا پلہ کچھ بھاری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ بت پرست اس بات کے تو قائل ہیں کہ خدا نے ہمارے دیوتاؤں کو بڑی بڑی طاقتیں دے رکھی ہیں۔ اور وہ کچھ تھوڑا نیاز لے کر اپنے پوجاریوں کو مرادیں دے دیا کرتے ہیں۔ لیکن اب تک انہوں نے یہ رائے ظاہر نہیں کی کہ خدا کا پتہ انہیں دیوتاؤں نے لگایا ہے۔ اور یہ نعمت عقلی وجود حضرت باری کی انہیں کے زور بازو سے معلوم ہوئی ہے یہ بات تو انہیں حضرات (منکرین الہام) کو سوجھی جنہوں نے خدا کو بھی اپنی ایجادات کی فہرست میں درج کر لیا اور یکبارگی فخر و ناز کی بلند آواز سے بول اٹھے کہ خدا کی طرف سے

اور شستہ ہو۔ مگر اس کی نسبت یہ کہنا جائز نہیں ہوسکتا کہ فی الواقعہ تالیف اسکی

وناالموجود ہونے کی کبھی آواز نہیں آسکی۔ یہ بہادری انہی بہادروں کی ہے جنہوں نے خود بخود بے جتلائے، بے جتلائے اُسے معلوم کرلیا۔ وہ تو ایسا چپ تھا۔ جیسے کوئی سویا ہوا، یا مرا ہوا ہوتا ہے۔ انہیں نے فکر کرتے کرتے۔ کھودتے کھودتے اس کا کھوج لگایا۔ گویا خدا کا احسان تو ان پر کیا ہوتا تھا۔ ایک طور پر انہیں کا خدا پر احسان ہے کہ اس بات کی پختہ خبر ملنے کے بغیر کہ خدا بھی ہے اور اس امر کے یقین کامل ہونے کے بدوں کہ اسکی نافرمانی سے ایسا ایسا عذاب اور اس کی فرمانبرداری سے ایسا ایسا انعام مل رہیگا۔ یونہی بھوکے کمائے اور بے سنے سنائے اس خدا سے جو ہیولی فرمانبرداری کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ گویا آپ ہی پکایا اور آپ ہی کھایا۔ لیکن خدا ایسا کمزور اور ضعیف تھا کہ جس سے اتنا نہ ہوسکا کہ اپنے وجود کی آپ خبر دیتا اور اپنے وعدوں کے بارے میں آپ تسلی بخشتا۔ بلکہ وہ چھپا ہوا تھا۔ انہوں نے ظاہر کیا۔ وہ گمنام تھا۔ انہوں نے شہرت دی۔ وہ چپ تھا۔ انہوں نے اس کا کلام آپ کیا۔ گویا وہ تھوڑی ہی مدت سے اپنی خدائی میں مشہور ہوا ہے اور وہ بھی انہی کی کوششوں سے۔ ہر یک عاقل جانتا ہے کہ یہ قول بت پرستوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ بت پرست لوگ اپنے دیوتاؤں کو صرف اپنی نسبت محسن اور منعم قرار دیتے ہیں۔ لیکن منکرین الہام نے تو حد کردی۔ کہ ان کے زعم میں ان کی دیوی کا ذکر تو یہ ہے نہ فقط لوگوں پر بلکہ خدا پر بھی احسان ہوا کہ جنکے ذریعہ سے (بقول ان کے) خدا نے شہرت پائی۔ اس صورت میں نہایت روشن ہے کہ الہام کے انکاری ہونے سے صرف اس میں ہی فساد نہیں کہ خدا کے وجود پر مشتبہ اور مظنون طور پر ایمان لاتے ہیں اور طرح طرح کی غلطیوں میں مبتلا ہیں۔ بلکہ یہ فساد بھی ہے کہ توحید کامل سے بھی محروم اور بے نصیب ہیں اور شرک سے آلودہ ہیں۔ کیونکہ شرک اور کیا ہوتا ہے۔ یہی تو شرک ہے کہ خدا کے احسانات اور انعامات کو دوسرے کی طرف سے سمجھا جاوے۔ اس جگہ شاید برہمو سماج والے یہ جواب دیں کہ ہم اپنی عقل کو خدا ہی کی طرف سے سمجھتے ہیں اور اس کے فضل و احسان کے قائل ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ جواب انکا دھوکا ہے۔ انسان کی فطرت

انسانی طاقتوں سے باہر ہے اور مؤلف نے ایک خدائی کا کام کیا ہے۔ بلکہ جس کو

حاشیہ نمبر ۱۱

میں یہ بات داخل ہے کہ جس چیز پر اپنے نفس کو قادر سمجھتا ہے یا جس بات کو اپنی محنت سے پیدا کرتا ہے۔ اس کو اپنے ہی نفس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ دنیا میں جس قدر حقوق پیدا ہوتے ہیں صرف اسی خیال سے پیدا ہوتے ہیں کہ ہر یک شخص جس چیز کو اپنی سعی سے حاصل کرتا ہے اس کو اپنی ملک اور اپنا مال جانتا ہے۔ صاحب خانہ اگر یہ سمجھے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ خدا کا ہے۔ اس میں میرا حق نہیں ہے۔ تو پھر چور کو کیوں پکڑے۔ اپنے مقروضوں سے قرض کا کیوں مطالبہ کرے۔ بلاشبہ انسان جو کچھ اپنی قوتوں سے کرتا ہے۔ اس کو اپنی طرف نسبت دیتا ہے۔ خدا نے بھی دنیا کے انتظام کے لئے یہی قانون قدرت رکھا ہے۔ اسی پر ہر یک فطرت ناظر ہے۔ مزدور مزدوری کر کے اجرت پانے کا دعویٰ رکھتا ہے۔ نوکر نوکری بجا لا کر اپنی تنخواہ مانگتا ہے۔ ایک کا دخل بیجا دوسرے کے حق پر اسکو مجرم ٹھہرا دیتا ہے۔ غرض یہ بات ہرگز ممکن نہیں کہ مثلاً کوئی شخص تمام رات جاگ کر ایک ایک پہر اپنی آنکھوں سے نکال کر جنگل میں بھوکا پیاسا رہ کر شدت سردی کی تکلیف اٹھا کر اپنے کھیت میں آبپاشی کرے اور صبح خدا کا ایسا ہی شکر بجا لاوے جیسا اس حالت میں بجا لاتا کہ وہ ساری رات گھر میں آرام سے سوتا رہتا اور صبح کھیت پر جا کر اسے معلوم ہوتا کہ رات بادل آیا اور خوب بارش ہو کر جس قدر ضرورت تھی اس کے کھیت کو بھر دیا۔ پس ظاہر ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل نہیں کہ خدا نے انسان کو عاجز و کمزور اور ناقص العقل بے علم اور مغلوب النفس دیکھ کر۔ اور سہو و نسیان میں مبتلا پا کر اس پر آپ رحمت کر کے الہام کے ذریعہ سے سیدھا راستہ دکھلایا ہے۔ بلکہ یہ خیال کرتا ہے کہ ہم نے آپ ہی محنت اور جانفشانی سے سارا علم خدا کے پتہ لگانے اور اسکے پہچاننے کا کیا ہے۔ وہ ہرگز ہرگز ۲۱
خدا کی شکرگذاری میں اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جو یقین دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ خدا نے سراسر لطف و احسان سے میری کسی محنت اور کوشش کے بغیر مجھ کو اپنی کلام سے سیدھے راستہ کی ہدایت کی ہے۔ میں سویا ہوا تھا۔ خدا ہی نے مجھے جگایا۔ میں مرا ہوا تھا خدا ہی نے مجھے جلایا۔ میں نالائق تھا۔ خدا ہی نے میری دستگیری کی۔ پس

صـ۱۴۰ ذرا بھی عقل ہے وہ خوب جانتا ہے کہ جس چیز کو قوائے بشریہ نے بنایا ہے اُس کا بنانا بشری طاقت سے باہر نہیں۔ ورنہ کوئی بشر اس کے بنانے پر قادر نہ ہوسکتا جب تم نے ایک کلام کو بشری کلام کہا۔ تو اس ضمن میں تم نے آپ ہی قبول کر لیا۔ کہ صـ۱۴۱ بشری طاقتیں اس کلام کو بنا سکتی ہیں۔ اور جس صورت میں بشری طاقتیں اُس کو بنا سکتی ہیں۔ تو پھر وہ بے نظیر کاہے کی ہوئی۔ پس یہ خیال تو سراسر سودائیوں اور

حاشیہ نمبر ۱۱

اس تمام تقریر سے ثابت ہے کہ منکرین الہام کامل توحید سے بے نصیب ہیں اور ہرگز ممکن نہیں کہ ان کی روح میں سے سچے ایمانداروں کی طرح یہ آواز نکل سکے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ھَدٰىنَا لِھٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰىنَا اللّٰهُ[1] الجزو ۸ سب تعریفیں خدا کو ہیں۔ جس نے جنت کی طرف ہم کو آپ رہبری کی۔ اور ہم کیا چیز تھے کہ خود بخود منزل مقصود تک پہنچ جاتے اگر خدا رہبری نہ کرتا۔ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی قدر شناسی خوب کی کہ جو صفتیں اس کی طرف منسوب کرنی واجب تھیں وہ اپنی عقل کی طرف منسوب کر دیں۔ اور جو جلال اُس کا ظاہر کرنا چاہیئے تھا۔ وہ اپنے نفس کا ظاہر کیا۔ اور جو جو طاقتیں اُس کیلئے خاص تھیں اُن سب کے مالک آپ بن گئے۔ ان کے حق میں خداوند کریم نے سچ فرمایا ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ[2] الجزو ۷ یعنے الہام کے منکروں نے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کا کچھ قدر شناخت نہیں کیا۔ اور اس کی رحمت کو جو بندوں کی ہر یک حاجت کے وقت جوش مارتی ہے نہیں پہچانا۔ تب ہی انہوں نے کہا کہ خدا نے کوئی کتاب کسی بشر پر نازل نہیں کی۔

ترا عقلیکہ تو ہر دم بپائے بند کبر پیدارد ۔۔۔ بجز خشکی طلب کی کت ز خود پیچی بجل آید

نہال عجز کو تا علم حق از حق بیاموزیم ۔۔۔ کہ ایں عقلے کہ ما داریم صد سہو و خطا دارد

کہ گیرد بہتر از توش کر او قلم شق خشیند ۔۔۔ نگیرد دست علی تا اُس کرد دوست تو نگہ دارد

بہ در قصد حق میں نیز از حجت کامل الہام جستن ۔۔۔ کہ ایں حجت کہ می آری بجاہ رہ بصرت آرد

میں بلا تعصب کہتا ہوں کہ الہام کے بغیر مجرد عقل کی پیروی میں صرف ایک نقصان نہیں۔

[1] الاعراف: ۴۴ [2] الانعام: ۹۲

مسئلہ الہام سوں کا ساتھ ہو کر پہلے ایک چیز کو اپنے منہ سے قوی بشریہ کی بنائی ہوئی مان لیں۔ ۱۴۱

بلکہ یہ وہ آفت ہے کہ کئی آفتیں اس سے پیدا ہوتی ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ اپنے موقعہ پر درج ہو گی۔ خداوند کریم نے جیسا ہر ایک چیز کا باہم جوڑ باندھ دیا ہے۔ ایسا ہی الہام اور عقل کا باہم جوڑ مقرر کیا ہے۔ اس حکیم مطلق کا عام طور پر یہی قانون قدرت پایا جاتا ہے۔ کہ جب تک ایک چیز اپنے جوڑ سے الگ ہے۔ تب تک اس کے جوہر چھپے رہتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات نفع کی جگہ مضر ہوتا ہے۔ ایسا ہی عقل کا حال ہے کہ علوم دین میں اس کے نیک آثار تب مترتب
ہوتے ہیں جب وہ جوڑ یعنی الہام اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔ ورنہ اپنے جوڑ کے ۱۴۲
بغیر ڈائن ہو کر ملتی ہے۔ سارا گھر نگلنے کو طیار ہو جاتی ہے۔ سارا شہر سنسان ویران کرنا چاہتی ہے۔ پر جب جوڑ میسر آ گیا۔ تب تو چشم بد دور کیا ہی پاک صورت اور پاک سیرت ہے۔ جس گھر میں رہے۔ مالا مال کر دے۔ جس کے پاس جائے۔ اس کی سب نحوستیں اتار دے۔ تم آپ ہی سوچو کہ جوڑ کے بغیر کوئی چیز اکیلی کس کام کی؟ پھر تم کیوں یہ ادھوری عقل اس قدر ناز سے لئے پھرتے ہو کیا یہ وہی نہیں جو کئی بار [illegible] رسوائیاں اٹھا چکی؟ کیا یہ وہی نہیں جس کے سر پر بار بار گرنے سے بڑے بڑے داغ موجود ہیں؟ مجھے بتائیے تو سہی کہ آپ کا جی کس پر بھر آیا۔ یہ کہاں کی پری آ گئی جس کو دل دے بیٹھے؟ کیا تمہیں خبر نہیں کہ اس نے تم سے پہلے کتنوں کا کھو دیا۔ کتنوں کو گمراہی کے کنوئیں میں دھکیل دیا۔ تم جیسے کئی یاروں کو کھا چکی۔ صدہا اشخاص کو ٹھکانے لگا چکی۔ بھلا تم نے اس اکیلی عقل کے ذریعے سے کونسی ایسی دینی صداقتیں پیدا کی ہیں۔ جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہیں۔ زیادہ نہیں دو چار ہی دکھاؤ۔ مگر تم مجرد عقل سے ایسے حقائق عالیہ نکالتے جن کا قرآن شریف میں کچھ ذکر نہ ہوتا تب بھی ایک بات تھی۔ اور اس صورت میں تم بڑے ناز سے اپنی سطح میں پیش کر سکتے تھے کہ ہاں ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہ صداقتیں نکالیں جو الہامی کتابوں میں موجود نہیں۔ لیکن افسوس کہ تمہارے رسائل میں بجز ان چند باتوں کے جو بطور سرقہ قرآن شریف سے لئے گئے ہیں۔ اور جو کچھ نظر آتا ہے سراسر متاع ردی ہے جس کی بر خلاف عقلمندی کے آپ لوگوں کی بے علمی اور بے سمجھی اور غلطی ثابت ہوتی ہے جس کی حقیقت انشاء اللہ

اور پھر آپ ہی بڑ بڑائیں کہ اب قویٰ بشریہ اس کی مثل بنانے سے قاصر اور عاجز ہیں اور اس مجنونانہ قول کا خلاصہ یہ ہوگا کہ قویٰ بشریہ ایک چیز کے بنانے پر قادر ہیں۔

حاشیہ نمبر ۱۱

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اسی کتاب میں بخوبی کھول کر لکھی جاوے گی۔ پھر اس منہ اور اس لیاقت کے ساتھ ربانی الہام سے انکار کرنا اور آپ ہی خدا کا قائم مقام بن بیٹھنا اور حضرات مقدس انبیاء کو اپنا فرض سمجھنا یہ آپ لوگوں کی نیک طینتی ہے۔ اور اس سے دعویٰ کا مت کہنا کہ عقل ایک عمدہ چیز ہے۔ ہم ہر ایک تحقیق عقل ہی کے ذریعہ سے کرتے ہیں۔ بلاشبہ عمدہ چیز ہے لیکن اس کا جوہر تب ہی ظاہر ہوتا ہے جب وہ اپنے جوڑ کے ساتھ شامل ہو۔ ورنہ وہ دغا کار دینے میں دشمنوں سے بدتر ہے۔ ڈانواں ڈول دکھلانے میں منافقوں سے بڑھ کر ہے۔ سو تمہاری بدنصیبی تم اس کے جوڑ کے نام سے بھی چڑتے ہو۔ دوستو! خوب سوچو۔ بن جوڑ کسی بات کی بھی گت نہیں۔ خدا نے جوڑ بھی ایک عجیب چیز بنائی ہے۔ جہاں دیکھو جوڑ ہی سے کام نکلتا ہے۔ ہم تم سب آنکھوں ہی سے دیکھتے ہیں۔ پر آفتاب کی بھی ضرورت ہے۔ کانوں ہی سے سنتے ہیں پر ہوا کی بھی حاجت ہے۔ آفتاب چھپا تو بس اندھے بیٹھے رہو۔ کانوں کو ہوا سے ڈھانک لو۔ تو بس سننے سے چھٹی ہوئی۔ جس عورت کے خاوند سے کوئی بات ہونے نہ پائے۔ بھلا اس کا کس پر حمل ٹھہرے۔ جس زراعت کو پانی چھوا بھی نہیں گیا اس کو کیونکر پھل لگے۔ یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ تمہاری سمجھ سے دور ہوں۔ یہ وہی قانون قدرت ہے جس پر عمل کرنے کا تم کو دعویٰ ہے۔ سو اب اس دعوے پر عمل بھی کرو۔ تا زبانی دکھانے کے ہی دانت نہ رہیں۔

حاجت نور سے بود ور چشم را | ایں چنیں افتاد قانون خدا
چشم بینا بے خور نابکار دید | کے چنیں چشمے خداوند آفرید
چوں تو خود قانون قدرت بشکنی | پس چرا بر دیگراں سر میزنی
آنکہ در ہر کار شد حاجت روا | چوں روا داری کہ نبود رہنما
آنکہ اسپ و گاؤ خر را آفرید | تا رہد پشت تو از بار شدید

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۱۴۱ اَور نہیں۔ اور علاوہ اِس کے آج تک کسی انسان نے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا کہ میرے

چوں تو حیراں گزاردے بہر معاد	اے عجب تو عاقلی و ایں اعتقاد
چوں دو چشمت دادہ اند اے بے خبر	پس چرا پوشی یکے وقتِ نظر
آنکہ زد بر قدرتش تہمت عیاں	قدرتِ گفتار چوں ماندے نہاں
آنکہ شد ہر وصفِ پاکش جلوہ گر	پس چرا ایں وصف ماندے مستتر
ہر کرا عاقل بود از یار دوست	چارہ سازِ غفلتش پیغامِ اوست
تو عجب داری ز پیغامِ خدائے	ایں چہ عقل و فکر تست اے خود نمائے
لطفِ او چوں خاکیاں را عشق داد	عاشقاں را چوں بیفگندے ز یاد
عشق چوں بخشید از لطفِ اتم	چوں نہ بخشیدے دوائے آں الم
خود چو کرد از عشق خود دلہا کباب	چوں نہ کردے از سرِ رحمت خطاب
دل نیارامد بجُز گفتارِ یار	گرچہ پیشش دیدہ باشد صد نگار
پس چو خود دلبر بود اندر حجاب	کے تواں کردن صبوری از خطاب
لیک آں داند کہ او دلدادہ است	در طریقِ عاشقی افتادہ است
عشق را با عاشقاں باشد سرے	بے نظر ورے کے بود عاشق منظرے
عاشق آں باشد کہ او گم از خود است	در طریقِ عشق خود بینی بد است
لیکن استیصال ایں کبر و خودی	نیست ممکن جز بذاتِ ایزدی
ہر کہ ذوقِ یارِ جانی یافت ست	آں ز وحیِ آسمانی یافت ست
عشق از الہام آمد در جہاں	درد از الہام شد آتش فشاں
شوق و اُنس و اُلفت و مہر و وفا	جملہ از الہام مے دارد ضیا
ہر کہ حق را یافت از الہام یافت	ہر رُخے کو تافت از الہام تافت
تو نہٖ اہلِ محبت زیں سبب	از کلامِ یار مے داری عجب
عشق می خواہد کلامِ یار را	رو بپرس از عاشق ایں اسرار را
ایں مگو کز ور گشتن دو رہیم ما	ربط او با مشتِ خاک ما کجا
ذات آں مرسلے کہ روشن جاں بود	لیکن طلب در فطرتِ انساں بود

کلمات اور مصنوعات خدا کے کلمات اور مصنوعات کی طرح بے مثل و مانند ہیں اور اگر کوئی

حاشیہ نمبر ۱۱

دل نمی گیرد تسلی جز خدا ۔ این چنین افتاد فطرت ز ابتدا
دل ندارد صبر از قولِ نگار ۔ کاشت خود این تخم از آغاز کار
آنکہ انسان را چنین فطرت بداد ۔ چون کمالِ فطرتش دادے بباد
کارِ حق کے از بشر گردد ادا ۔ کے شود از کرمکے کارِ خدا
ما ہمہ جاہلیم او دانائے راز ۔ ما ہمہ کوریم او را دیدہ باز
با خدا ہم دعوئے فرزانگی ۔ سخت جہلست و رگِ دیوانگی
تافتی رو از خورِ تاباں کہ من ۔ خود برآرم روشنی از خویشتن
عالمے را کور کرد است این خیال ۔ سرنگون افگندہ در چاہِ ضلال
ناز بر فطنت مکن گر فطنتے ست ۔ در دو قوائے خردمندی ہیچ ست
عقل کاں با کبر پیدا شد خلق ۔ ہست حمقی و عقل پندارند خلق
کبر شہرِ عقل را ویراں کند ۔ عاقلاں را گمرہ و ناداں کند
آنچہ افزاید غرور و منی ۔ چون رساند تا ہدایت اے غوی
خود روی در شرک اندازد ترا ۔ کو رہی از خود روی اے خودنما
ہست مشرک از سعادت دورتر ۔ وز فیضِ سرمدی مہجورتر
از خدا باشد خدا را یافتن ۔ نے بہ مکر و حیلہ و تدبیر و فن
تا نیائی پیشِ حق چون طفلِ خورد ۔ ہست جاہل گو سراسر پُر ز درد
شرطِ فیضِ حق بود عجز و نیاز ۔ کس ندیدہ آب بر جائے فراز
حق نیازی جو بود آنجا ناز نیست ۔ از پئے خود تا بکشش پرواز نیست
عاجزاں را می برد ذاتِ اجل ۔ سرکشاں محروم و مردود از ازل
چون نیائی زیرِ تابِ آفتاب ۔ کے فتد بر تو شعاعے در حجاب
آب شو تا در کفت ہست اے عزیز ۔ تا ز ظلمت کی اگر داری تمیز

نادان مغرور ایسا دعویٰ کرتا تو پھر اوروں اُس سے بہتر تالیفیں کرنیوالے اور اس کے مُنہ ۱۶۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

آبِ جاں بخشی ز جاناں آیدت | زو طلب میکن اگر جاں بایدت
ہست آں آبِ بقا بس ناپدید | کس بجز مصباحِ حق راہش ندید
تن خیالاتے کہ بینی از خرد | پرتو آں ہم ز شمعِ حق رسد
لیک چشمِ معرفت چوں باز نیست | زیں دلِ تو محرمِ ایں راز نیست
سرکشی از حق کہ من دانا دلم | حاجتِ وحیش ندارم عاقلم
لغزشِ تو حاجتے پیدا کند | دردمے عقلِ ترا رسوا کند
عقلِ تو گوید بجستن بز دلی | واندرونش چیست یک وہمے زبوں
منتہائے عقل تعلیمِ خداست | ہر صداقت را ظہور از انبیاست
ہر کسے یافت از تعلیم یافت | تا نخست آں شمع رہ شے نیافت
با زبانِ حال گوید روزگار | اے قصیر العمر کیسہ آمد نگار
طبع زاد با فضل ہم ناقص است | گر ز تو گوشے بود حرفے بس است
حق منزہ از خطا تو پُر خطا | واد عیب کم کن و برحق مپا
عقلِ تو مغلوبِ صد حرص و ہواست | تکیہ بر مغلوب کارِ اشقیاست
از کسے دانا کسے آموزی فنون | عار داری زاں حکیمِ بے چگوں
از تکبر راہِ حق بگذاشتی | ایں چہ کردی ایں چہ تخمے کاشتی
اے تکبر ایں جہالِ جاہلاں است | کز حقیقت جملہ لافی و ہباست
ابر و باراں و مہ و مہر آفرید | کرد تا بستان و سبزہا پدید
تا بفضل از غذاہے خود خوریم | زندہ مانیم و تنِ خود پروریم
آنکہ بر تن کرد ایں لطفِ اتم | کے کند محروم جاں را از کرم
وحیِ فرقاں ہست جذبِ ایزدی | تا برہانت ز خودی و بیخودی
ہست قرآں دافعِ شرکِ نہاں | تا مراد و ہم از و یابی نشاں
تا رہی از کبر و خود بینی و ناز | تا شوی مشغولِ فضلِ کارساز
دور شو از کبر تا رحم آیدش | بندگی کن بندگی مے بایدش

میں ذلت کی خاک بھرنے والے پیدا ہو جاتے۔ یہ خدا ہی کی شان ہے کہ سارے جہان کو

حاشیہ نمبر ۱۱

زندگی در مُردن عجز و بکاست ہر کہ افتادہ ست او آخر بخاست
ہست جام نیستی آب حیات ہر کہ نوشیدست او رست از ممات
عاقل آں باشد کہ جوید یار را وز تذلل ہا برآرد کار را
ابلہے بہتر ازاں عقل و خرد کت بجاہ و کبر و نخوت افگند
طالب حق باش و بیروں از خود آ خود روی ہا ترک کن بہر خدا
من ندیدم ایں بہ ایماں ہست دیں دم زدن در جنب رب العالمین
۱۹۵ تو کجا و آں جناب مطلق عجب تو بہ کن ایں ابلہی ہا کم طلب
یک دمے گر رشحۂ فیضش کم شود ایں ہمہ خلق و جہاں برہم شود
پست ہستی ہاست استعداد مزن وا ز تکبر خویش بیروں پا مزن
عابد آں باشد کہ پیشش فانی است عارف آں کو گویدش لا ثانی است
خویشتن را نیک اندیشیدۂ اے چہ لافی اے چہ بد فہمیدۂ
ایں چنیں بالا ز بالا چوں پری یا مگر زاں ذات بیچوں منکری
کار دنیا را چہ پیوستی جدا کت خوش افتادست ہیں فانی سرا
دل چرا عاقل بہ بندد اندریں تا گسل باید شدن بیروں ازیں
از پئے دُنیا بُریدن از خدا بس ہمیں باشد نشان اشقیا
چوں شود خشنودئ حق برکسے دل نمے ماند بہ دنیا کشش بسے
ہر خوشی کیں جا بگیری جائے فات با خدا میباش چوں آخر خداست
زہر قاتل گر بدست خود خوری من چساں دانم کہ تو دانشوری
آنکہ روے بیں کہ از خود فانی اند جاں فشاں بر گفتۂ ربانی اند
فارغ افتادہ ز نام و عزّ و جاہ دل ز کف و از فرق افتادہ کلاہ
دور تر از خود بیار آمیختہ آبرو از بہر روے ریختہ
دیدن شاں می دہد یاد از خدا صدق ورزاں در جناب کبریا

۱۹۵ صفحہ

اپنی کلام کی مثل پیش کرنے سے عاجز ہونے کی صورت ظہور دے اور تحت تحت لفظوں سے آگاہان

حاشیہ نمبر ۱۱

تو ز استکبار سر بر آسمان | پا زدہ بیرون ز راہ بندگان
تا نگردد عجز تو نفست عیان | نور حقانی چسان تابد بر آن
تا نمیرد دانہ اندر زمین | کے ز یک صد میشود تو خود ببین
نیست شو تا بر تو فیضانے رسد | جان بیفشان تا دگر جانے رسد
تا نہ زار و عاجز و مضطر نۂ | لائق فیضان آں دلبر نۂ
چیست ایمان وعدہ پنداشتن | کار حق را با خدا بگذاشتن
چوں ز آموزش خرد را یافتی | پس ز تعلیمش چرا سر تافتی
آمدن عقل خویش را روشن بدان | آنچہ می تابد بتابد ز آسمان
گر بہ ہست آں پید کفر ایں تو نیست | گر بہ ہست آں چینکہ فرقت نیست
صالحین و صادقین و اتقیا | جملہ رہ دیدند از وحی خدا
تو کجا عقلے کہ از خود دانیش | خود آں شخصے کہ او خواندش
عقل بے وحیش بتے داری براہ | بت پرستی تا کجا ہست اے سیاہ
پیش چشمت گر شدہ ایں بت جمیل | از سر شیب تو شدہ چوں سے روال
لیک از بدقسمتی چشمت نماند | بت پرستی آخرت چوں بت نشاند
عقل در اسرار حق بس نارساست | آنچہ از گرمی رسد علم از خداست
گر خرد پاکیزہ رائے آورد | آں نہ از خود ہم زجائے آورد
تو بعقل خویش در کبر شدید | یا فدائے آنکہ او عقل آفرید
در قیاسات تہی جانت اسیر | جان با قربان علیم آں بصیر
تیرہ دل با نیکوان داری سرے | بر کنی تف میر سند بد گوہرے
جست بر اسرار اسرار دگر | تا کجا تازد بحسب فکر و نظر
ایں چراغ مردہ از نور تہی | چوں رہ باریک بنماید ترا
وحی باید تا دلی زندہ کند | تا طلوع نور را ہمرہ کند

اور ملعون اور جہنمی کہنے سے بلکہ نہ ماننے والوں کے لئے بحالت انکار سزا اور موت مقرر

افتادہ بے ہنر در جسم و جاں | حق باشد دم زنی با آں یگاں
چیست پیش خود را فتنہ انگیختن | وز سر بی‌مستی قدم برداشتن
چوں بہ بینی باد و صد درد و نفیر | کس بجز خود نگردد دستگیر
با تحیر با دل تپیدہ بے خبر | رحم بر کورے کنند اہل بصر
ہمچنیں قانون قدرت اوفتاد | مر ضعیفاں را قوی آید بیاد
چوں ازیں قانون شود حالاں بحال | دیگر تزلزل از چہ باید فسردنا
آنکہ او ہر بار را برداشت ہست | ایں چہ رحمت را فرو بگذاشت است
چوں ترا غافل شود زامر دیں | غیرت آید نہ چنیں انکار و کیں
دل منہ در خاکداں بے وفا | یاد کن آخر وفا ہائے خدا
بارہا شد بر تو ثابت کایں عقول | مبتلا ہستند در سہو و ذہول
بارہا دیدی بعقل خود فساد | بارہا زیں عقل ماندی بے مراد
باز نخوت میکنی بر عقل خویش | واز دلیری میروی باز پیش پیش
نفس خود را پاک کن از ہر فضول | ترک خود کن تا کند رحمت نزول
لیک ترک نفس کے آساں بود | مردن واز خود شدن یکساں بود
ایں چنیں دل کم بود در سینہ | کاں بود پاک از غرور و کینہ
در حقیقت مردم معنی کم اند | گر بظاہر از روے صورت مردم اند
ہر کسی ہست در چہے افتادہ | عقل و دیں از دست خود در دادہ
خیر محمودی بہ محمودی بجو | کار نور حق از دودی مجو
آنچہ باید جست با عجز و نیاز | تو مجو با کبر و خود بینی و ناز
وہ چہ خوب ست ایں سخن زاں معنوی | یادگار مولوی در مثنوی
زیرکی ضد شکست ست و نیاز | زیرکی بگذار و با گولی بساز
زانکہ طفل خورد را مادر نہار | دست و پا باشد نہادہ در کنار

وسوسہ دوم۔ اگر ہم یہی قبول کر لیں کہ معرفت کی تکمیل کے لئے ایک ایسے الہام کی

حاشیہ نمبر ۱۱

۱۴۱

کرنے سے خود بار بار اس بات کی طرف جوش دلاوے کہ وہ نظیر بنانے میں کوئی دقیقہ سعی
اور کوشش اور اتفاق باہمی کا اُٹھا نہ رکھیں اور اپنی جان بچانے کے لئے جان لڑا کر ۱۹۲

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ضرورت ہے جو کامل اور بے نظیر ہو۔ تب بھی لازم نہیں آتا کہ خداوند تعالیٰ نے ضرور وہ الہام نازل کیا ہے۔ کیونکہ بہت سی چیزوں کی دنیا میں بھی انسان کو ضرورت ہے۔ مگر خدا نے وہ ساری ضرورتیں اس کی پوری نہیں کیں۔ مثلاً انسان چاہتا ہے کہ اس کو موت نہ آوے۔ کبھی مفلس نہ ہو۔ کبھی بیمار نہ ہو۔ لیکن اپنی مراد کے برخلاف آخر ایک دن مرتا ہے اور افلاس اور بیماری بھی آتی رہتی ہے۔

جواب۔ جس حالت میں وہ کامل اور بے نظیر الہام جس کی ہمیں ضرورت تھی موجود ہے۔ یعنی قرآن شریف جس کی کاملیت اور بے نظیری کے مقابلہ پر آج تک کسی نے دم بھی نہیں مارا تو پھر موجود کو غیر موجود سمجھنا اور اس کی ضرورت کو ایک فرضی ضرورت قرار دینا انہی لوگوں کا کام ہے جن کی قوت بینائی جاتی رہی ہے۔ ہاں اگر کچھ بس چل سکتا ہے تو قرآن شریف کی دلائل بے نظیری اور کاملیت کو جن کو ہم نے بھی اس کتاب میں لکھا ہے توڑ کر دکھلائیے۔ ورنہ لاجواب رہ کر پھر بھی بولتے رہنا صفت حیا کے مفقود ہونے کی نشانی ہے۔ جس حالت میں ایسا کامل اور بے نظیر الہام آچکا جس نے بے نظیری کا دعویٰ کرنے سے آپ ہی فیصلہ کردیا ہے کہ کوئی اس کی بے نظیری توڑے۔ اور پھر بلاشبہ الہام کا منکر بنا رہے تو پھر کیا اس کے جواب کا کوئی معقول جوابدہی الہام کی ضرورت کو فرضی ضرورت ہی کہتے رہنا۔ کیا یہ ایمانداری ہے یا ہٹ دھرمی ہے۔ اور عالم ثانی کو دنیا پر قیاس کرنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ دنیا کو خدا نے ہمیشہ کے آرام کیلئے ۱۹۳ نہیں بنایا۔ اور نہ ہمیشہ کے دکھ کے لئے بنایا ہے۔ بلکہ اس کے رنج و راحت دونوں گذرنے والی چیزیں ہیں اور ہر یک ذرہ اس کا ختم ہونے والا ہے۔ لیکن دار آخرت وہ عالم ہے کہ جو راحت دائمی یا عقوبت دائمی کا مقام ہے جس کے لئے ہر یک ذرہ اذیت آدمی آپ تکلیف اُٹھاتا ہے اور خاتمہ بد سے ڈر کر بمشقت تمام طاعات الٰہی بجا لاتا ہے۔ عیش و عشرت کو چھوڑتا ہے۔ شدت و صعوبت کو اختیار کرتا ہے۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ اس عالم جاودانی کے مقابلہ پر اس مقام فانی کی نظیر پیش کرنا عقلمندوں کا کام ہے یا نہیں۔

مقابلہ کریں۔ ورنہ اگر یونہی بلا پیش کرنے نظیر کے انکار کرتے رہیں تو اپنے گھر کو
۱۹۷ غارت اور اپنی عورتوں کی کنیزیں اور اپنے آپ کو مقتول سمجھیں۔ کیا ایسا وعدہ

وسوسۂ سوم۔ اگر مجرد عقل کے ذریعہ سے معرفت تام وقطعی تام میسر نہ ہو تب بھی کسی قدر معرفت تو حاصل ہوتی ہے وہی نجات کے لئے کافی ہے۔

جواب۔ یہ وسوسہ بالکل تعصب بذخیال ہے۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ کسی دغدغہ کے بغیر خاطر نہ یک ہو جانا یقین کامل پر موقوف ہے۔ اور یقین کامل خدا کی بے نظیر کتاب کے بدوں حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی غلطیوں سے بچے رہنا بجز معرفت کامل ممکن نہیں۔ اور معرفت کامل بھی الہام کامل کے بغیر غیر ممکن۔ پھر مجرد عقل ناقص کیونکر نجات کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ بالخصوص وہ طریقہ خداشناسی جس کو بر مجرد سلاح والوں کی عقل عجیب نے بہ تبعیت بعض یورپ کے فلاسفروں کے پسند کیا ہے۔ ایسا خراب اور تردد انگیز ہے کہ اس سے کوئی معرفت کا مرتبہ حاصل ہونا تو کیا امید کی جائے خود وہ انسان کو طرح طرح کے شکوک اور شبہات میں ڈالتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کو ایک ایسا پتلا بے جان فرض کیا ہے جس سے ساری عزت اور بزرگی اس کی مفقود ہوتی ہے۔ ان کا مقولہ ہے کہ خدا کے وجود کا پتہ لگ جانا خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اتفاقی امر ہے کہ عقلمندوں کی کوششوں سے ظہور میں آیا۔ اور یوں بیان کرتے ہیں کہ اول اول جب بنی آدم پیدا ہوئے۔ محض بے عقل اور وحشیوں کی طرح تھے۔ خدا نے اپنے وجود سے کسی کو خبر نہیں دی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ لوگوں کو آپ ہی خیال آیا کہ کوئی معبود مقرر کریں۔ اول پہاڑ اور درخت اور دریا وغیرہ کو کہ آس پاس اور ارد گرد کی چیزیں تھیں اپنا خدا ٹھہرایا۔ پھر کچھ ذرا اوپر چڑھے اور ہوا۔ طوفان وغیرہ کو قادر مطلق خیال کیا۔ پھر اور بھی آگے قدم بڑھا کر سورج۔ چاند۔ ستاروں کو اپنا رب سمجھ بیٹھے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ غور کامل کرنے سے حقیقی خدا کی طرف رجوع لے آئے۔ اب دیکھئے کہ اس تقریر سے خدا تعالیٰ کی
۱۹۸ ہستی حقیقی پر کس قدر شک پڑتا ہے اور اس کے کئی دقیقہ عمدہ مدبر بالارادہ ہونے کی نسبت کیا کیا بدگمانیاں عائد ہوتی ہیں کہ نعوذ باللہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ خدا نے (جیسا کہ ایک ذات موجود عالم الغیب اور قادر مطلق کا خاصہ ہونا چاہئے) اپنے وجود کی آپ

اور پھر اس زور و شور کا کبھی کسی انسان نے بھی کیا؟ ہرگز نہیں۔ پس جس حالت میں کسی بشر نے اپنی کلام کے بے مثل ہونے میں دم بھی نہ مارا۔ اور نہ اپنی قویٰ کو قویٰ بشریہ سے ۲۱۵ کچھ زیادہ خیال کیا۔ بلکہ صدہا نامی گرامی شاعروں نے لڑ کر مرنا اختیار کیا۔ مگر قرآن شریف جیسا کوئی کلام بقدر ایک سورت بھی نہ بنا سکے تو پھر خواہ نخواہ ان بیچاروں کی کلام خام کو بے نظیر ٹھہرانا اور صفت کاملہ خاصۂ الٰہیہ میں انہیں شریک کرنا پرلے درجے کی نادانی و کوری ہے۔ کیونکہ جو شخص اس قدر دلائل واضحہ سے خدا اور انسان

حاشیہ نمبر ۱۱

اطلاع نہیں دی۔ بلکہ یہ سارا منصوبہ انسان ہی کا ہے۔ اسی کے دل نے خود بخود بیٹھے بیٹھے یہ بات گھڑ لی۔ کہ کوئی خدا مقرر کریں۔ چنانچہ اس نے کبھی پانی کو خدا بنایا۔ کبھی درختوں کو۔ کبھی پتھروں کو۔ آخر آپ ہی دل میں یہ خیال جما لیا کہ یہ چیزیں خدا نہیں ہیں۔ خدا کوئی اور ہوگا۔ جو کبھی نظر نہیں آتا۔ کیا یہ اعتقاد انسان کو اس وہم میں نہیں ڈالے گا کہ اگر واقعی طور پر اس خدا کے مفروض کا کچھ وجود بھی ہوتا تو وہ کبھی تو ان لوگوں کی طرح جو زندہ موجود ہوتے ہیں۔ اپنے وجود سے اطلاع دیتا۔ بالخصوص جب اس خیال کا پابند دیکھے گا کہ خدا تعالیٰ کو ادھورا اور ناقص یا گونگا تجویز کرنا ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ بلکہ جیسے اس کے لئے دیکھنا۔ سننا۔ جاننا وغیرہ صفات کاملہ ضروری ہیں۔ ایسا ہی اس میں قدرت تکلم بھی پائی جانا ضروری معلوم ہوتی ہے۔ تو پھر اس حیرت میں پڑے گا کہ اگر کلام کرنے کی قدرت بھی اس میں پائی جاتی ہے۔ تو اس کا ثبوت کہاں ہے۔ اور اگر نہیں پائی جاتی۔ تو پھر وہ کامل کیونکر ہوا۔ اور اگر کامل نہیں تو پھر خدا بننے کے لائق کیونکر ٹھہرا۔ اور اگر اس کا گونگا ہونا جائز ہے تو پھر کیا وجہ کہ بہرہ ہونا۔ یا اندھا ہونا جائز نہیں۔ پس وہ ان شبہات کے سبب الہام پر ایمان لاکر نجات پائے گا۔ ورنہ جیسے ہزارہا فلاسفر دہریہ پن کے گڑھے میں گر کر مر گئے۔ ایسا ہی وہ بھی گر کر مرے گا۔ اب ہر یک منصف آپ ہی انصاف کرے کہ کیا یہ اعتقاد خدا سے انکار کرنے کی پٹڑی جمانے والا ہے یا نہیں۔ کیا جس شخص کی نظر میں خدا ایسا کمزور ہے کہ اگر منطقی لوگ پیدا نہ ہوتے تو وہ ہاتھ سے گیا تھا۔ اس کے ایمان کا بھی کچھ ٹھکانہ ہے؟ نادان لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا تو اپنی تمام صفتوں کے ساتھ ازل کا پردہ نشین ہے۔ بعض

ح۱۷۹ کے کاموں میں صریح فرق دیکھے اور پھر نہ دیکھے۔ وہ اندھا اور نادانوں میں سے ہے اور کیا ہوا۔ پس اِن تمام تحقیقات سے ظاہر ہے کہ بے نظیر ہونے کی حقیقت اور کیفیت ربانی کام اور کلام سے متعلق ہے۔ اور ہر یک دانشمند جانتا ہے کہ خدائی ماننے کے لئے بڑا بھاری ذریعہ جو کہ عقل کے ہاتھ میں ہے۔ وہ یہی ہے کہ ہر یک صادر من اللہ ایسی

حاشیہ در حاشیہ

صفتوں کے ساتھ پیکر ممکن ہے کہ بعض صفات کا ظہور اس کے بندوں کے کسی کام میں نہ آوے۔ کیا اس سے زیادہ تر کوئی اور کفر ہوگا کہ یہ کہا جاوے کہ وہ پورا رب العالمین نہیں ہے بلکہ آدھا یا تیسرا حصہ ہے۔

وسوسہ چہارم۔ اگر تکمیل معرفت الہامی کتاب پر ہی موقوف ہے۔ تو اس صورت میں بہتر یہ تھا کہ تمام بنی آدم کو الہام ہوتا۔ تا سب لوگ بلاواسطہ مرتبہ کمال معرفت تک پہنچ جاتے۔ اور ربانی فیض کو بلاواسطہ حاصل کر لیتے کسی دوسرے کی حاجت نہ ہوتی کیونکہ اگر الہام فی نفسہٖ ایک جائز الوقوع امر ہے۔ تو پھر ہر یک انسان کا ملہم ہونا جائز ہے اور اگر نہیں تو پھر کسی فرد کا بھی ملہم ہونا جائز نہیں۔

جواب۔ صاحب الہام ہونے میں استعداد اور قابلیت شرط ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس خدائے تعالیٰ کا پیغمبر بن جائے اور ہر یک پر حقانی وحی نازل ہو جایا کرے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ ہی اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ‌ؔ‌ؕ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَـتَهٗ[1] الجزو نمبر ۸ یعنے جس وقت قرآن کی حقیت ظاہر کرنے کے لئے کوئی نشانی کفار کو دکھلائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ جب تک خود ہم پر ہی کتاب الٰہی نازل نہ ہو۔ تب تک ہم ہرگز ایمان نہ لاویں گے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ کس جگہ اور کس محل پر رسالت کو رکھنا چاہیئے۔ یعنے قابل اور ناقابل اُسے معلوم ہے اور اسی پر فیضان الہام کرتا ہے کہ جو جوہر قابل ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حکیم مطلق نے افراد بشریہ کو بوجہ مصالح مختلفہ مختلف طوروں پر پیدا کیا ہے۔ اور تمام بنی آدم کا سلسلۂ فطرت ایک ایسے خط سے مشابہ

[1] الانعام : ۱۲۵

بے نظیری کے رتبہ پر ہے کہ اس صانع وحید کے وجود پر دلالت کاملہ کر رہا ہے۔ اور اگر یہ ذریعہ نہ ہوتا تو پھر عقل کو خدا تک پہنچنے کا راستہ مسدود تھا اور جبکہ خدا کو شناخت کرنا

حاشیہ نمبر ۱۱

رکھتا ہے جس کی ایک طرف نہایت ارتفاع پر واقع ہے اور دوسری طرف نہایت انخفاض پر۔ طرف ارتفاع میں وہ نفوس صافیہ ہیں جن کی استعدادیں بحسب مراتب متفاوتہ کمال درجہ پر ہیں اور طرف انخفاض میں وہ نفوس ہیں جن کو اس سلسلہ میں ایسی پست شکلی ہے کہ حیوانات لایعقل کے قریب قریب پہنچ گئے ہیں۔ اور درمیان میں وہ نفوس ہیں جو عقل وغیرہ میں درمیانی درجہ میں ہیں۔ اور اس کے اثبات کے لئے مشاہدہ افراد مختلفۃ الاستعداد کافی دلیل ہے کیونکہ کوئی عاقل اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ افراد بشریہ عقل کے رو سے تفرقہ رکھتے ہیں اور جو اس کی کمی کو بحسب الٰہیہ کے جیسے مختلف طبائع پر پڑی ہوئی ہیں اور جس طرح قدرتی واقعات کی کوئی صورت پیدا ہوتا ہے۔ کوئی بدصورت کوئی خوش شکل کوئی اندھا۔ کوئی ضعیف البصر کوئی قوی البصر کوئی تام الخلقت۔ اسی طرح قویٰ دماغیہ اور انوار قلبیہ کا تفاوت مراتب بھی مشہود و محسوس ہے۔ ہاں یہ سچ بات ہے کہ ہر یک فرد بشر بشرطیکہ نرا وحشی اور مسلوب العقل نہ ہو عقل میں تقویٰ میں محبت الٰہیہ میں ترقی کر سکتا ہے۔ مگر اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی نفس اپنے دائرہ قابلیت سے زیادہ ہرگز ترقی نہیں کر سکتا۔ ایک شخص جو اپنے قویٰ دماغیہ میں من حیث الفطرت نہایت کمزور ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک ایسا دھوا آدمی جس کو جاہل لوگ عوام الناس کی رو سے شاہ دولہ کا چوہا کہا کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگرچہ اس کی تعلیم و تربیت میں کیسی ہی کوشش و محنت کی جائے اور خواہ کیسا ہی کوئی پڑھا لکھا معلم اس کا اتالیق بنایا جائے۔ لیکن تب بھی وہ اس فطرتی حد سے جو خدا نے اس کے لئے مقرر کر دی ہے زیادہ ترقی کرنے پر قادر نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ بباعث تنگی دائرہ قابلیت ان مراتب عالیہ تک ہرگز پہنچ نہیں سکتا جن تک ایک وسیع القویٰ آدمی پہنچ سکتا ہے۔ یہ ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ میں باور نہیں کر سکتا کہ کوئی عاقل اس میں غور کر کے پھر اس سے منکر رہے۔ ہاں جو شخص بکلی عقل سے قطعاً منقطع ہو اگر وہ منکر ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ ظاہر

اسی اصول سے وابستہ ہے کہ جو کچھ اُس کی فطرت سے ہے وہ بے تغیر مان لیں۔ تو پھر بندوں
۱۵۱ کے لئے بھی وہی صفت تجویز کرنا۔ جو کہ خدا کی صفت خاصہ ہے عقل اور ایمان کی

حاشیہ نمبر ۱۱

ہے کہ اگر تفاوت فی العقول نہ ہو تو پھر علوم میں کیوں اختلاف پایا جاوے۔ کیوں بعض اذہان بعضوں پر سبقت لے جائیں۔ حالانکہ جو لوگ تعلیم و تربیت کا پیشہ رکھتے ہیں۔ وہ اس امر کو خوب سمجھے ہوں گے کہ بعض طالب العلم ایسے ذکی الطبع ہوتے ہیں کہ ادنیٰ رمز اور اشارہ سے مطلب کو پا جاتے ہیں اور بعض ایسے بیدار مغز کہ خود ہی طبع سے عمدہ عمدہ باتیں نکال لیتے ہیں اور بعضوں کی طبیعتیں اصل فطرت سے کچھ ایسی غبی و بلید واقع ہوتی ہیں کہ ہر چند اُن سے مغز زنی کرو۔ کیسا ہی کھول کر سمجھاؤ۔ بات کو نہیں سمجھتے اور اگر تعب شدید کے بعد کچھ سیکھ بھی لیں تو پھر حافظہ ندارد ویسے جلد بھول جاتے ہیں جیسے پانی کا نقش مٹ جاتا ہے۔ اسی طرح قوائے خُلقیہ اور انوار قلبیہ میں بغایت درجہ تفاوت پایا جاتا ہے۔ ایک ہی باپ کے دو بیٹے ہوتے ہیں اور ایک ہی استاد سے تربیت پاتے ہیں پر کوئی اُن میں سے سلیم الطبع اور نیک ذات نکلتا ہے اور کوئی خبیث اور شریر النفس اور کوئی بزدل اور کوئی شجاع اور کوئی غیور اور کوئی بے غیرت کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شریر النفس بھی وعظ و نصیحت سے کسی قدر صلاحیت پر آجاتا ہے کبھی بزدل بھی بوجہ کسی نفسانی طمع کے کچھ دلیری ظاہر کرتا ہے جس سے کم تجربہ آدمی اس غلطی
۱۵۲ میں پڑ جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی اصلیت کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن ہم بار بار یاد دلاتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی قابلیت کی حد سے آگے قدم نہیں رکھتا۔ اگر کچھ ترقی کرتا ہے تو اسی دائرے کے اندر اندر کرتا ہے جو اسکی فطرتی طاقتوں کا دائرہ ہے۔ بہت سے کم فہم لوگوں نے یہ دھوکا کھایا ہے کہ قوی فطرتیہ بذریعہ ریاضات مناسبہ اپنے پیدائشی اندازہ سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ تر جاہل اور دور از عقل عیسائیوں کا قول ہے۔ کہ صرف مسیح کو خدا ماننے سے انسان کی فطرت منقلب ہو جاتی ہے۔ اور گو کیسا ہی کوئی من حیث الخلقت قوی سبعیہ یا قوی شہویہ کا مغلوب ہو۔ یا قوت عقلیہ میں ضعیف ہو وہ فقط حضرت عیسیٰ کو خدائے تعالیٰ کا اکلوتا بیٹا کہنے سے اپنی جبلی حالت چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن

پیچ کشی ہے جبکہ یہ بات نہایت واضح اور مضبوط دلائل سے ثابت ہوتی ہے کہ بند دل

حاشیہ نمبر ۱۱

یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے خیالات انہیں لوگوں کے دل میں اُٹھتے ہیں جنہوں نے علوم طبعی اور طبابت میں کبھی غور نہیں کی۔ یا اُن کی آنکھیں فرط تعصب اور مخلوق پرستی سے اندھی ہوگئی ہیں ورنہ طبائع مختلفہ کا مسئلہ ایسا بیّن ثابت ہے کہ حکماء نے جب اس بارہ میں تحقیق کی تو متواتر تجربوں سے اُن پر یہ امر کھل گیا کہ بزدل یا شجاع ہونا اور طبعی ممسک ہونا یا سخی ہونا اور ضعیف العقل یا قوی العقل ہونا اور دنی الہمت یا رفیع الہمت ہونا اور تیز و بار یا مغلوب الغضب ہونا اور فاسد الخیال یا صالح الخیال ہونا۔ یہ اس قسم کے عوارض نہیں ہیں کہ سرسری اور اتفاقی ہوں۔ بلکہ صانع قدیم نے بنی آدم کی کیفیت مواد اور کمیت اخلاط اور سینہ اور دل اور کھوپری کی وضع خلقت میں مختلف طور پر طرح طرح کے فرق رکھے ہیں۔ انہیں فرقوں کے باعث سے افراد انسانی کی قوت اخلاقیہ اور عقلیہ میں فرق بیّن نظر آتا ہے اس تدبیر راست کو ڈاکٹروں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اُن کا بھی یہ قول ہے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی کھوپریوں کو جب غور سے دیکھا گیا تو اُن کی وضع ترکیب ایسی پائی گئی جو اسی فرقہ فاسد الخیال سے مخصوص ہے۔ بعض یونانیوں نے اس سے بھی بڑھ کر لکھا ہے بعض گردن اور آنکھ اور پیشانی اور ناک اور دوسرے اعضاء سے بھی اندرونی حالات کا استنباط کرتے ہیں۔ بہرحال یہ ثابت ہو چکا ہے اور اُس کے ماننے سے کچھ چارہ نہیں کہ بنی آدم کو خلقی اور عقلی استعدادوں میں فطرتی تفاوت واقع ہے اور ہر یک نفس کسی قدر صلاحیت کی طرف تو قدم رکھتا ہے مگر اپنی قابلیت کے دائرہ سے بڑھ نہیں۔

شاید کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ خدا نے اعتقاد توحید کو سب انسانوں میں فطرتی بیان کیا ہے اور فرمایا ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ [1] وغیرہ یعنے توحید پر قائم ہونا انسان کی فطرت میں داخل ہے جس پر انسانی پیدائش کی بنیاد ہے اور نیز فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى [2] یعنے ہر یک روح نے ربوبیت الٰہیہ کا اقرار کیا۔ کسی نے انکار نہ کیا۔ یہ بھی فطرتی اقرار کی طرف ۱۴۲

[1] الروم: ۳۱ [2] الاعراف: ۱۷۳

کا کوئی کام بے نظیر نہیں اور خدا کے سارے کام اور جو کچھ اس سے صادر ہوا بے نظیر ہے۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اشارہ ہے اور نیز فرمایا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔[1] الجزو نمبر ۲۷ یعنے میں نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری پرستش کریں۔ یہ بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ پرستش الٰہی ایک فطرتی امر ہے۔ پس جب توحید الٰہی اور پرستش الٰہی سب بنی آدم کیلئے فطرتی امر ہوا۔ اور کوئی آدمی سرکشی اور بے دینی کیلئے پیدا نہ کیا گیا۔ تو پھر یہ امور برخلاف خدا دانی و خدا ترسی ہیں۔ کیونکر فطرتی امر ہو سکتے ہیں۔

یہ فقرہ صرف ایک صداقت کی غلط فہمی ہے۔ کیونکر وہ امر جو آیات مندرجہ بالا سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ تو صرف اسی قدر ہے کہ انسان کی فطرت میں رجوع الی اللہ اور اقرار وحدانیت کا تخم بویا گیا۔ یہ کہاں آیات موصوفہ میں لکھا ہے کہ وہ تخم ہر یک فطرت میں مساوی ہے۔ بلکہ جا بجا قرآن شریف میں اسی بات کی تصریح ہے کہ وہ تخم بنی آدم میں متفاوت المراتب ہے کسی میں نہایت کم۔ کسی میں متوسط کسی میں نہایت زیادہ۔ جیسا ایک جگہ فرمایا ہے۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ۔[2] الجزو نمبر ۲۲۔ یعنے بنی آدم کی فطرتیں مختلف ہیں۔ بعض لوگ ظالم ہیں جن کے نور فطرتی کو قوت بہیمیہ یا غضبیہ نے دبایا ہوا ہے۔ بعض درمیانی حالت میں ہیں۔ بعض نیکی اور رجوع الی اللہ میں سبقت لے گئے ہیں۔ اسی طرح بعض کی نسبت فرمایا۔ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ[3] الجزو نمبر ۷۔ اور ہم نے انکو چن لیا یعنے وہ باعتبار اپنی فطرتی قوتوں کے دوسروں میں سے چیدہ اور برگزیدہ تھے۔ اسلئے قابل رسالت و نبوت ٹھہرے۔ اور بعض کی نسبت فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ[4] الجزو نمبر ۹ یعنے بعض ایسے ہیں جیسے چارپائے۔ اور نور فطرتی ان کا اس قدر کم ہے کہ ان میں اور مواشی میں کچھ تھوڑا ہی فرق ہے۔ پس دیکھنا چاہیئے کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ تخم توحید ہر یک نفس میں موجود ہے لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی کئی مقامات میں کھول کر بتلا دیا ہے کہ وہ تخم سب میں مساوی نہیں۔ بلکہ بعض کی فطرتوں پر جذبات نفسانی ان کے ایسے غالب آ گئے ہیں کہ وہ نور کالمفقود ہو گیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ قوت بہیمیہ یا غضبیہ کا فطرتی ہونا وحدانیت الٰہی کے فطرتی ہونے کو منافی

[1] الذّٰریٰت: ۵۷ [2] فاطر: ۳۳ [3] الانعام: ۸۸ [4] الاعراف: ۱۸۰

تو پھر اگر تم کو ایسی استقراء تام پر بھی اعتبار نہیں کہ جو خدا کے سارے قانون قدرت پر
نظر کرکے بنایا گیا ہے۔ تو عقل اور قانون قدرت کا نام نہ لو اور منطق اور فلسفہ کی بیہودہ
کتابوں کو چاک کرکے دریا بُرد کرو۔ کیا تم کو یہ بات مُنہ سے نکالتے ہوئے شرم نہیں آتی ۱۶۱
کہ ایک مکھی جس کے دیکھنے سے بھی طبیعتیں کراہت کرتی ہیں۔ وہ اپنی ظاہری

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

نہیں ہے خواہ کوئی کیسا ہی بُت پرست اور نفس امارہ کا مغلوب ہو۔ پھر بھی کسی نہ کسی قدر
نور فطرتی اس میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً جو شخص بوجہ غلبہ قوائے شہویہ یا غضبیہ چوری کرتا ہے یا
خون کرتا ہے یا حرامکاری میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو اگرچہ فعل اُسکی فطرت کا مقتضا ہے۔
لیکن بمقابلہ اس کے نورانی حسّیت جو اسکی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ وہ اس کو اسی وقت جب ۱۶۲
اس سے کوئی حرکت بیجا صادر ہو جائے ملزم کرتا ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ
فرمایا ہے۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۱؎ الجزو نمبر ۳۰ یعنے ہریک نفس کو ایک قسم کا
خدا نے الہام عطا کر رکھا ہے جس کو نور قلب کہتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ نیک اور بد کام میں فرق
کر لینا۔ جیسے کوئی چور یا خونی چوری یا خون کرتا ہے تو خدا اُسکے دل میں اُسی وقت ڈال دیتا
ہے کہ تُو نے یہ کام بُرا کیا اچھا نہیں کیا لیکن وہ ایسے القاء کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا کیونکہ
اس کا نور قلب نہایت ضعیف ہوتا ہے اور عقل بھی ضعیف اور قوت بہیمیہ غالب اور نفس
طالب۔ سو اس طور کی طبیعتیں بھی دنیا میں پائی جاتی ہیں جن کا وجود روز مرہ کے مشاہدات
سے ثابت ہوتا ہے۔ اُن کے نفس کا شورش اور اشتعال جو فطرتی ہے کم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو
خدا نے لگا دیا اس کو کون دور کرے۔ ہاں خدا نے اُن کا ایک علاج بھی رکھا ہے۔ وہ کیا ہے؟
توبہ و استغفار اور ندامت یعنے جب کہ بُرا فعل جو اُنکے نفس کا تقاضا ہے اُن سے
صادر ہو۔ یا حسب تقاضا فطرتی کوئی بُرا خیال دل میں آوے۔ تو اگر وہ توبہ اور استغفار سے
اس کا تدارک چاہیں تو خدا اس گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ جب وہ بار بار ٹھوکر کھانے
سے بار بار نادم اور تائب ہوں تو وہ ندامت اور توبہ اس آلودگی کو دھو ڈالتی ہے۔ یہی
حقیقی کفارہ ہے جو اس فطرتی گناہ کا علاج ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ

۱؎ الشمس : ۹

۱۷۳ صورت اور باطنی ترکیب میں ایسی بے مثل ہو کہ اس پر نظر کرنے سے اس کا خدا کی طرف سے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ [1] الجزو نمبر ۵ یعنے جس سے کوئی بدعمل ہو جائے یا اپنے نفس پر کسی نوع کا ظلم کرے اور پھر پشیمان ہو کر خدا سے معافی چاہے تو وہ خدا کو غفور و رحیم پائے گا۔ اس لطیف اور پُرحکمت عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جیسے لغزش اور گناہ نفوسِ ناقصہ کا خاصہ ہے جو ان سے سرزد ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ پر خدا کا ازلی اور ابدی خاصہ مغفرت و رحم ہے۔ اور اپنی ذات میں وہ غفور و رحیم ہے یعنے اس کی مغفرت سرسری اور اتفاقی نہیں۔ بلکہ وہ اس کی ذاتِ قدیم کی صفتِ قدیم ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور جوہر قابل پر اس کا فیضان چاہتا ہے۔ یعنے جب کبھی کوئی بشر بروقت صدور لغزش و گناہ بہ ندامت و توبہ خدا کی طرف رجوع کرے تو وہ خدا کے نزدیک اس قابل ہو جاتا ہے کہ رحمت اور مغفرت کے ساتھ خدا اس کی طرف رجوع کرے۔ اور یہ رجوع الٰہی بندۂ نادم تائب کی طرف ایک یا دو مرتبہ میں محدود نہیں بلکہ یہ خدائے تعالیٰ کی ذات میں خاصہ دائمی ہے اور جب تک کوئی گنہگار توبہ کی حالت میں اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہ خاصہ اس کا ضرور

۱۷۴ اس پر ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ پس خدا کا قانونِ قدرت یہ نہیں ہے کہ جو ٹھوکر کھانے والی طبیعتیں ہیں وہ ٹھوکر نہ کھاویں۔ یا جو لوگ قوی بہیمیہ یا غضبیہ کے مغلوب ہیں ان کی فطرت بدل جاوے۔ بلکہ اس کا قانون جو قدیم سے بندھا چلا آتا ہے یہی ہے کہ ناقص لوگ جو بمقتضائے اپنے ذاتی نقصان کے گناہ کریں وہ توبہ اور استغفار کرکے بخشے جائیں۔ لیکن جو شخص بعض قوتوں میں فطرتاً ضعیف ہے وہ قوی نہیں ہو سکتا۔ اس میں تبدیل پیدائش لازم آتی ہے اور وہ بداہتاً محال ہے اور خود مشہود و محسوس ہے کہ مثلاً جس کی فطرت میں سریع الغضب ہونے کی خصلت پائی جاتی ہے وہ بطیء الغضب ہرگز نہیں بن سکتا بلکہ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسا آدمی غضب کے موقعہ پر آثار غضب بلا اختیار ظاہر کرتا ہے اور ضبط سے باہر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ناگفتنی بات زبان پر لے آتا ہے۔ اور اگر کسی لحاظ سے کچھ صبر بھی کرے۔ تو دل میں ضرور پیچ و تاب کھاتا ہے۔ پس یہ اعتقاد خیال ہے کہ کوئی

[1] النسآء : ۱۱۱

ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن خدا کے کلام کی فصاحت اور بلاغت ایسی بے نظیر نہیں
ہو سکتی جس پر نظر کرنے سے اُس کلام کا خدا کی طرف سے ہونا ثابت ہو۔ فاغلوا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

منتشر جتنے یا کوئی خاص مذہب اختیار کرنا اُس کی طبیعت کو بدلا دیتا۔ اسی جہت سے اُس نبی
معصوم نے جس کی لبوں پر حکمت جاری تھی۔ فرمایا خیارھم فی الجاھلیۃ
خیارھم فی الاسلام یعنے جو لوگ جاہلیت میں نیک ذات ہیں۔ وہی اسلام میں بھی اصل
ہو کر نیک ذات ہوتے ہیں۔ غرض طبائع انسانی جواہر کانی کی طرح مختلف الاقسام ہیں۔ بعض
طبیعتیں چاندی کی طرح روشن اور صاف۔ بعض گندھک کی طرح بدبودار و جلد بجھنے والی
بعض زیبق کی طرح بے ثبات اور بے قرار۔ بعض لوہے کی طرح سخت اور کثیف۔ اور جیسا یہ
اختلاف طبائع بدیہی الثبوت ہے۔ ایسا ہی انتظام ربانی کے بھی موافق ہے۔ کچھ بے قاعدہ
بات نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں کہ قانون نظام عالم کے برخلاف ہو۔ بلکہ آسائش و آبادی عالم
اسی پر موقوف ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر تمام طبیعتیں ایک ہی مرتبہ استعداد پر ہوتیں۔ تو پھر مختلف
طور کے کام جو مختلف طور کی استعدادوں پر موقوف تھے جن پر دنیا کی آبادی کا مدار تھا
حیز التوا میں رہ جاتے۔ کیونکہ کثیف کاموں کے لئے وہ طبیعتیں مناسب حال ہیں جو
کثیف ہیں۔ اور لطیف کاموں کے لئے وہ طبیعتیں مناسبت رکھتی ہیں جو لطیف ہیں۔
یونانی حکیموں نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے کہ جیسے بعض انسان حیوانات کے قریب
قریب ہوتے ہیں۔ اسی طرح عقل تقاضا کرتی ہے کہ بعض انسان ایسے بھی ہوں جن کا
جوہر نفس کمال صفوت اور لطافت پر واقعہ ہو۔ تا جس طرح طبائع انسانی کا سلسلہ
نیچے کی طرف اس قدر متنزل نظر آتا ہے کہ حیوانات سے جا کر اتصال پکڑ لیا ہے۔ اسی طرح ۱۹۵
اُوپر کی طرف بھی ایسا متصاعد ہو کہ عالم اعلیٰ سے اتصال پکڑ لے۔
اب جبکہ ثابت ہوگیا کہ افراد بشریہ مختلف ہیں۔ قوے اخلاقیہ میں۔ اور ترکیب میں متفاوت
المراتب ہیں۔ تو اسی سے وحی ربانی کا بعض افراد بشریہ سے خاص ہونا یعنے اُن سے جو
من کل الوجوہ کامل ہیں بپایۂ ثبوت پہنچ گیا کیونکہ یہ بات تو خود ہر یک عاقل پر روشن ہے کہ
ہر ایک نفس اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق انوار علمیہ کو قبول کرتا ہے۔ اس سے زیادہ

۱۸۸ اور عقل کے اندھو! کیا تمہارے نزدیک خدا کے کلام کی فصاحت بلاغت محض کے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

نہیں۔ اس کے سمجھنے کے لئے آفتاب نہایت روشن مثال ہے۔ کیونکہ ہرچند آفتاب اپنی کرنیں
چاروں طرف چھوڑ رہا ہے۔ لیکن اس کی روشنی قبول کرنے میں ہر یک مکان برابر نہیں۔
جس مکان کے دروازے بند ہیں۔ اس میں کچھ روشنی نہیں پڑ سکتی۔ اور جس میں بمقابل
آفتاب ایک چھوٹا سا روزنہ ہے۔ اس میں روشنی تو پڑتی ہے مگر تھوڑی۔ جو بکلی
ظلمت کو نہیں اٹھا سکتی۔ لیکن وہ مکان جس کے دروازے بمقابل آفتاب کے سب
کھلے ہیں اور دیواریں بھی کسی کثیف شے سے نہیں بلکہ نہایت مصفٰی اور روشن شیشہ سے
ہیں۔ اس میں صرف یہی خوبی نہیں ہوگی کہ کامل طور پر روشنی قبول کریگا۔ بلکہ اپنی روشنی چاروں
طرف پھیلائے گا۔ اور دوسروں تک بھی پہنچائے گا۔ یہی مثال مؤخر الذکر نفوس صافیہ انبیاء
کے مطابق حال ہے۔ یعنی جن نفوس مقدسہ کو خدا اپنی رسالت کے لئے چن لیتا ہے۔ وہ بھی
رفع حجب اور صفائی صنعت میں اس شیشہ محل کی طرح ہوتے ہیں جس میں نہ کوئی کثافت ہے اور
نہ کوئی حجاب باقی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جن افراد بشریہ میں وہ کمال تام موجود نہیں۔ ایسے
لوگ کسی حالت میں مرتبہ رسالت الٰہی نہیں پا سکتے۔ بلکہ یہ مرتبہ قسام ازل سے انہیں کو
ملا ہوا ہے جن کے نفوس مقدسہ حجب ظلمانی سے بکلی پاک ہیں۔ جن کو اخفیہ جسمانی سے
نہایت درجہ آزادگی ہے۔ جن کا تقدس و تنزہ اس درجہ پر ہے جس سے آگے خیال کرنے کی
گنجائش ہی نہیں۔ وہی نفوس تامہ کاملہ وسیلہ ہدایت جمیع مخلوقات ہیں۔ اور جیسے
حیات کا فیضان تمام اعضاء کو قلب کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ ایسا ہی حکیم مطلق نے ہدایت کا
فیضان انہیں کے ذریعہ سے مقرر کیا ہے کیونکہ وہ کامل مناسبت جو فیض اور مستفیض میں
چاہئے۔ وہ صرف انہیں کو عنایت کی گئی ہے۔ اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ خداوند تعالیٰ جو نہایت
تجرد و تنزہ میں ہے۔ ایسے لوگوں پر افاضۂ انوار روح قدس کا کرے۔ جن کی فطرت
کے دائرہ کا اکثر حصہ ظلمانی اور دود آمیز ہے اور نیز نہایت تنگ اور منقبض اور جن کی طبائع
۱۸۹ خسیسہ کدورات سفلیہ میں منغمس اور آلودہ ہیں۔ اگر ہم اپنے تئیں آپ ہی دھوکا نہ دیں۔
تو بے شک ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ مبدء قدیم سے اتصال تام پانے کے لئے اور اس

پرندوں اور چارپایوں سے بھی درجہ میں کمتر اور خوبی میں فروتر ہے۔ کیا افسوس کا مقام ہے کہ
ایک چھوٹی سی ترکیب جسمی کی نسبت تم صاف اقرار کرتے ہو کہ ایسی ترکیب انسان سے ۱۰۲
نہیں بن سکتی اور نہ آئندہ بنے گی لیکن کلام الٰہی کی نسبت کہتے ہو کہ وہ بن سکتی ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

قدوس اعظم کا ہمکلام بننے کے لئے ایک ایسی خاص قابلیت اور نورانیت شرط ہے کہ جو اس مرتبہ عظیم کی قدر و شان کے لائق ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ ہر یک شخص باوجود نقصان اور فرومائگی اور آلودگی کی حالت میں ہے اور صدہا حجب ظلمانیہ میں محجوب ہے۔ وہ باوصف اپنی پست فطرتی اور دنی ہمتی کے اس مرتبہ کو پا سکتا ہے۔ اس بات سے کوئی دھوکا نہ کھاوے کہ منجملہ اہل کتاب عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ انبیاء کے لئے جو وحی اللہ کے منزل علیہم ہیں تقدس اور تنزہ اور عصمت اور کمال محبت الٰہیہ حاصل نہیں کیونکہ عیسائی لوگ اصول حقہ کو کھو بیٹھے ہیں اور ساری صداقتیں صرف اس خیال پر قربان کر دی ہیں کہ کسی طرح حضرت مسیح خدا بن جائیں اور کفارہ کا مسئلہ جم جائے۔ سو چونکہ نبیوں کا معصوم اور مقدس ہونا اون کی اس عمارت کو گراتا ہے جو وہ بنا رہے ہیں اس لئے ایک جھوٹ کی خاطر سے دوسرا جھوٹ بھی انہیں گھڑنا پڑا۔ اور ایک آنکھ کے مفقود ہونے سے دوسری بھی پھوڑنی پڑی۔ پس بپاس اہل باطل سے پیار کر کے حق کو چھوڑ دیا۔ نبیوں کی اہانت روا رکھی۔ پاکوں کو ناپاک بنایا اور ان دلوں کو جو مہبط وحی تھے کثیف اور مکدر قرار دیا۔ تا کہ ان کے مصنوعی خدا کی کچھ عظمت شکست نہ ہو جائے یا منصوبہ کفارہ میں کچھ فرق نہ آ جائے۔ اسی خودغرضی کے جوش سے انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اس سے فقط نبیوں کی توہین نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا کی قدوسی پر بھی حرف آتا ہے۔ کیونکہ جس نے نعوذ باللہ ناپاکوں سے ربط ارتباط اور میل ملاپ رکھا۔ وہ آپ بھی کاہے کا پاک ہوا۔ خلاصہ کلام یہ کہ عیسائیوں کا قول بوجہ شدت باطل پرستی حد سے تجاوز کر گیا ہے اور اب وہ خواہ نخواہ اسی عقیدہ باطلہ کو سرسبز کرنا چاہتے ہیں۔ جس پر ان کے مخلوق پرست بزرگوں نے قدم مارا ہے۔ گو اس سے تمام صداقتیں منقلب ہو جائیں یا کیسا ہی حق اور راستی کے برخلاف چلنا پڑے۔ مگر طالب حق کو سمجھنا چاہئے

۱۷۵ بلکہ بطور بحث اور مجادلہ کے یہ حجت پیش کرتے ہوں کہ گو اب تک کوئی انسان اس کے بنانے پر قادر نہیں ہوا مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ آئندہ بھی قادر نہ ہو۔ تا اوّل بار اُن کو وہی ثبوت دیئے

حاشیہ نمبر ۱۱

کہ اس قسم کے باطل پرستوں کے اقوال سے حقیقی سچائی کا کچھ بھی نقصان نہیں اور اُن کے بیہودہ بکنے سے جو صداقت اپنی ذات میں بدیہی الثبوت ہے۔ وہ بدل نہیں سکتی۔ بلکہ وہی لوگ جھوٹ بول کر اور سچائی کا راستہ چھوڑ کر آپ رسوا ہوتے ہیں اور دانشمندوں کی نظر سے گر جاتے ہیں۔ وحی اللہ کے پانے کے لئے تقدس کامل شرط ہونا کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کے ثبوت کے دلائل کمزور ہوں یا جس کا سمجھنا سلیم العقل آدمی پر کچھ مشکل ہو۔ بلکہ
۱۷۶ یہ وہ مسئلہ ہے جس کی شہادت تمام زمین و آسمان میں پائی جاتی ہے جس کی تصدیق عالم کا ذرہ ذرہ کر رہا ہے جس پر نظام تمام دنیا کا قائم ہے۔ قرآن شریف میں اس مسئلہ کو ایک عمدہ مثال میں بیان کیا ہے جو ذیل میں معہ ایک لطیف تحقیقات جو اسکی تفسیر سے متعلق اور بحث ہذا کی تکمیل کیلئے ضروری ہے لکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ[1]

خدا آسمان و زمین کا نور ہے۔ یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے۔ خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی اور خواہ ذہنی ہے خواہ خارجی۔ اُسی کے فیض کا عطیہ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رب العالمین کا فیض عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی اُس کے فیض سے خالی نہیں۔ وہی تمام فیوض کا مبدء ہے اور تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اُسی کی ہستی حقیقی تمام عالم کی قیوم اور تمام زیر و زبر کی پناہ ہے۔ وہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانہ عدم سے باہر نکالا اور خلعت وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حد ذاتہٖ واجب اور قدیم ہو۔ یا اس سے مستفیض نہ ہو۔ بلکہ

[1] النور: ۳۶

جس کا تم پتھروں اور مٹی میں اور درختوں کے ہر ایک پتے میں خوب سمجھتے اور تسلیم کرتے ہو تو
اس ربانی نور کے دیکھنے کے وقت تمہاری آنکھیں اُلّو کی طرح اندھی ہوجاتی ہیں۔ ۱۶۵

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

خاکی اور افلاکی اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اُسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔ یہ تو عام فیضان ہے جس کا بیان آیت اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں ظاہر فرمایا گیا۔ یہی فیضان ہے جس نے دائرہ کی طرح ہر یک چیز پر احاطہ کر رکھا ہے جس کے فائض ہونے کے لئے کوئی قابلیت شرط نہیں۔ لیکن بمقابلہ اس کے ایک خاص فیضان بھی ہے جو مشروط بشرائط ہے اور انہیں افراد خاصہ پر فائض ہوتا ہے جن میں اس کے قبول کرنے کی قابلیت و استعداد موجود ہے۔ یعنی نفوس کاملہ انبیاء علیہم السلام پر جن میں سے افضل و اعلیٰ ذات جامع البرکات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دوسروں پر ہرگز نہیں ہوتا۔ اور چونکہ وہ فیضان ایک نہایت باریک صداقت ہے اور دقائق حکمیہ میں سے ایک دقیق مسئلہ ہے اس لئے خداوند تعالیٰ نے اوّل فیضان عام کو (جو بدیہی الظہور ہے) بیان کر کے پھر اس فیضان خاص کو بغرض اظہار کیفیت نور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایک مثال میں بیان فرمایا ہے کہ جو اس آیت سے ۱۶۶
شروع ہوتی ہے۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الخ اور بطور مثال اس لئے بیان کیا کہ تا اس دقیقہ نازک کے سمجھنے میں ابہام اور دقت باقی نہ رہے کیونکہ معانی معقولہ کو صور محسوسہ میں بیان کرنے سے ہر ایک غبی و بلید بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ بقیہ ترجمہ آیت کا یہ ہے۔ اس نور کی مثال (فرد کامل میں جو پیغمبر ہے) یہ ہے جیسے ایک طاق (یعنے سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم) اور طاق میں ایک چراغ (یعنے وحی اللہ) اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفّٰی ہے (یعنے نہایت پاک اور مقدس دل میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشۂ سفید و صافی کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے منزّہ اور مطہّر ہے۔ اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے) اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے

یا مصنوعات باقی ہیں۔ اس لئے تم منکرین طبیعتی سے منکر ہی کی کثرت کے قائل ہو۔ خدا کے نور ص۱۹۹
کی عظمت کے قائل نہیں۔ جن لفظوں کو آپ کہتے ہو کہ معانی کی طرح وہ بھی خدا ہی کے منہ سے

(بقیہ حاشیہ)

ہوئے نکلتے ہیں جن کو کوکبِ دُرّی کہتے ہیں (یعنے حضرت خاتم الانبیاء کا دل ایسا صاف کہ کوکب دُرّی کی طرح نہایت منور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اُس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے) وہ چراغ زیتون کے شجرہ مبارکہ سے (یعنے زیتون کے روغن سے) روشن کیا گیا ہے (شجرہ مبارکہ زیتون سے مراد وجود مبارک محمدی ہے کہ جو بوجہ نہایت جامعیت و کمالات انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت و مکان و زمان سے مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام علیٰ سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا کبھی منقطع نہیں ہوگا) اور شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی (یعنے طینت پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے اور احسن تقویم پر مخلوق ہے) اور یہ جو فرمایا کہ اُس شجرہ مبارکہ کے روغن سے چراغ وحی روشن کیا گیا ہے۔ سو روغن سے مراد عقل لطیف نورانی محمدی معہ جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے جو اس عقل کامل کے چشمہ صافی سے پروردہ ہیں۔ اور وحی کا چراغ لطائف محمدیہ سے روشن ہونا ان معنوں کرکے ہے کہ ان لطائف قابلہ پر وحی کا فیضان ہوا۔ اور ظہور وحی کا موجب وہی ٹھہرے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ فیضان وحی ان لطائف محمدیہ کے مطابق ہوا۔ اور انہیں اعتدالات کے
ص۲۰۰ مناسب حال ظہور میں آیا کہ جو طینت محمدیہ میں موجود تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر یک وحی نبی منزل علیہ کی فطرت کے موافق نازل ہوتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزاج میں جلال اور غضب تھا۔ توریت بھی موسوی فطرت کے موافق ایک جلالی شریعت نازل ہوئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے مزاج میں حلم اور نرمی تھی۔ سو انجیل کی تعلیم بھی حلم اور نرمی پر مشتمل ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج بغایت درجہ وضع استقامت پر واقع تھا۔ نہ ہر جگہ حلم پسند تھا اور نہ ہر مقام غضب مرغوب خاطر تھا۔ بلکہ حکیمانہ طور پر رعایت محل اور موقعہ کی ملحوظ طبیعت مبارک تھی۔ سو قرآن شریف بھی اسی طرز موزون و معتدل پر نازل ہوا کہ جامع شدت و رحمت و ہیبت و شفقت و نرمی و درشتی ہے۔ سو اس جگہ اللہ تعالیٰ

سے نکلے ہیں۔ اُن کو تم اِس لعاب کے برابر نہیں سمجھتے کہ جو مکھی کے مُنہ سے نکلتا ہے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

نے اس پر فرمایا کہ جو خدا کی وحی قرآن ہے اس شجرہ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے کہ نہ شرقی ہے نہ غربی۔ یعنے طینت معتدلہ محمدیہ کے موافق نازل ہوا ہے جس میں نہ مزاج موسوی کی طرح درشتی ہے۔ نہ مزاج عیسوی کی مانند نرمی۔ بلکہ درشتی اور نرمی اور قہر اور لطف کا جامع ہے اور مظہر کمال اعتدال اور جامع بین الجلال والجمال ہے اور اخلاق معتدلہ فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی تحقیق عقل لطیف روشن بطور روشنی دہی قرار پائی۔ اُن کی نسبت ایک دوسرے مقام میں بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے اور وہ یہ ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔[1] جزو نمبر ۲۹ یعنے تو اے نبی ایک خلق عظیم پر مخلوق و مفطور ہے یعنے اپنی ذات میں تمام مکارم اخلاق کا ایسا متمم و مکمل ہے کہ اس پر زیادت متصور نہیں کیونکہ لفظ عظیم محاورہ عرب میں اُس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو مثلاً جب کہیں کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ جس قدر طول و عرض درخت میں ہو سکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ عظیم وہ چیز ہے جس کی عظمت اِس حد تک پہنچ جائے کہ حیطہ ادراک سے باہر ہو۔ اور خلق کے لفظ سے قرآن شریف اور ایسا ہی دوسری کتب حکمیہ میں صرف تازہ رُوئی اور حسن اختلاط یا نرمی و تلطف و ملاطفت ہی مراد نہیں جیسا عوام الناس خیال کرتے ہیں بلکہ خُلق بفتح خا اور خُلق بضم خا دو لفظ ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل واقع ہیں۔ خَلق بفتح خا سے مراد وہ صورت ظاہری ہے جو انسان کو حضرت واہب الصور کی طرف سے عطا ہوئی جس صورت کے ساتھ وہ دوسرے حیوانات کی صور تحلیہ سے متمیز ہے اور خُلق بضم خا سے مراد وہ صورت باطنی یعنے خواص اندرونی ہیں جن کی رُو سے حقیقت انسانیہ حقیقت حیوانیہ سے امتیاز کلی رکھتی ہے پس جس قدر انسان میں من حیث الانسانیت اندرونی خواص پائے جاتے ہیں اور شجرہ انسانیت
۱۸
کی جُزو کر نکل سکتے ہیں جو انسان اور حیوان میں من حیث الباطن مابہ الامتیاز ہیں۔ وہ سب نام خُلق سے موسوم ہیں اور چونکہ شجرہ فطرت انسانی اصل میں آسمانی اعتدال پر واقع ہوا ہے اور ہر یک افراط و تفریط سے جو قویٰ حیوانیہ میں پایا جاتا ہے منزّہ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ

[1] القلم: ۵

جیسے تمہارے نزدیک انسان شہد بنانے پر تو قادر نہیں پر خدا کی کلام کے بنانے پر قادر ہے۔ تمہاری نگاہ میں کیڑے مکوڑے کیسے جچ گئے اور ایسے من کو بھاگئے کہ خدا کی کلام ان کی مانند بھی نہیں۔ جاہلو! اگر خدا کی کلام بے مثل نہیں تو کیڑا ولیا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

فرمایا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ[1]۔ الجزو نمبر ۳۰۔ اسلئے خلق کے لفظ سے جو کسی مذمت کی قید کے بغیر بولا جائے ہمیشہ اخلاق فاضلہ مراد ہوتے ہیں۔ اور وہ اخلاق فاضلہ جو حقیقت انسانیہ ہے۔ تمام وہ خواص اندرونی ہیں جو نفس ناطقہ انسان میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے عقل۔ ذکاء۔ سرعت فہم۔ صفائی ذہن۔ حسن تحفظ۔ حسن تذکر۔ عفت۔ حیا۔ صبر۔ قناعت۔ زہد۔ تورع۔ جوانمردی۔ استقلال۔ عدل۔ امانت۔ صدق لہجہ۔ سخاوت فی محلہ۔ ایثار فی محلہ۔ کرم فی محلہ۔ مروت فی محلہ۔ شجاعت فی محلہ۔ علو ہمت فی محلہ۔ حلم فی محلہ۔ تحمل فی محلہ۔ حمیت فی محلہ۔ تواضع فی محلہ۔ ادب فی محلہ۔ شفقت فی محلہ۔ رافت فی محلہ۔ رحمت فی محلہ۔ خوف الٰہی۔ محبت الٰہیہ۔ انس باللہ۔ انقطاع الی اللہ وغیرہ وغیرہ۔ اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ یعنی عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقعہ کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے۔ نُورٌ عَلٰی نُورٍ۔ نور فائض ہوا نور پر یعنی جب کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہو گیا۔ اور اس نور کے وارد ہونے سے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ پس اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ نور وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے۔ تاریکی پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ فیضان کے لئے مناسبت شرط ہے۔ اور تاریکی کو نور سے کچھ مناسبت نہیں۔ بلکہ نور کو نور سے مناسبت ہے اور حکیم مطلق بغیر رعایت مناسبت کوئی کام نہیں کرتا۔ ایسا ہی فیضان نور میں بھی اس کا یہی قانون ہے کہ جس کے پاس کچھ نور ہے۔ اسی کو اور نور بھی دیا جاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں اس کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ جو شخص آنکھوں کا نور رکھتا ہے وہی آفتاب کا نور پاتا ہے اور جسکے پاس

[1] التین : ۵

اور درختوں کے پتوں کے بے مثل ہونے سے تم کو کہاں سے خبر پہنچ گئی۔ تم ذرا سوچتے ۱۸۱
نہیں کہ اگر کلام ربانی کی ترکیب میں ایک کیڑے کی ترکیب جتنی بھی کمالیت نہیں تو

حاشیہ نمبر ۱۱

آنکھوں کا نور نہیں وہ آفتاب کے نور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور کم ملا ہے
اس کو دوسرا نور بھی کم ہی ملتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور زیادہ ملا ہے۔ اس کو دوسرا نور بھی
زیادہ ہی ملتا ہے۔ اور انبیاء منجملہ سلسلہ متفاوتہ فطرت انسانی کے وہ افراد عالیہ ہیں جن کو ۱۸۲
اس کثرت اور کمال سے نور باطنی عطا ہوا ہے کہ گویا وہ نور مجسم ہو گئے ہیں۔ اسی جہت سے
قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور اور سراج منیر رکھا ہے جیسا فرمایا
ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ [1]۔ الجزو نمبر ۶۔ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ
بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا [2]۔ الجزو نمبر ۲۲۔ یہی حکمت ہے کہ نور وحی جس کے لئے نور فطرتی کا کامل
اور عظیم الشان ہونا شرط ہے صرف انبیاء کو ملا اور انہیں سے مخصوص ہوا۔ پس اس تحقیق سے ثابت
ہے کہ جو مثال مقدم الذکر میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ بطلان ان لوگوں کے قول کا ظاہر
ہے جنہوں نے باوصف اس کے کہ فطرتی تفاوت مراتب کے قائل ہیں پھر محض لجاجت
کی راہ سے یہ خیال کر لیا ہے کہ جو نور افراد کامل الفطرت کو ملتا ہے وہی نور افراد ناقصہ کو
بھی مل سکتا ہے۔ ان کو دیانت اور انصاف سے سوچنا چاہیئے کہ فیضان وحی کے بارے
میں کس قدر غلطی میں وہ مبتلا ہو رہے ہیں۔ صریح دیکھتے ہیں کہ خدا کا قانون قدرت ان کے
خیال باطل کی تصدیق نہیں کرتا۔ پھر شدت تعصب و عناد سے اسی خیال فاسد پر جمے بیٹھے
ہیں۔ ایسا ہی عیسائی لوگ بھی نور کے فیضان کیلئے فطرتی نور کا شرط ہونا نہیں مانتے اور کہتے
ہیں کہ جس دل پر نور وحی نازل ہو۔ اسکے لئے اپنے کسی خاصہ اندرونی میں نورانیت کی حالت
ضروری نہیں بلکہ اگر کوئی بجائے حلم و سلیم کے کمال درجہ کا نادان اور سفیہ ہو۔ اور بجائے صفت
شجاعت کے کمال درجہ کا بزدل اور بجائے صفت سخاوت کے کمال درجہ کا بخیل۔ بجائے صفت
غیرت کے کمال درجہ کا بے غیرت۔ اور بجائے صفت محبت الٰہیہ کے کمال درجہ کا محب دنیا۔ اور
بجائے صفت زہد و ورع و امانت کے بڑا لٹیرا اور ڈاکو۔ اور بجائے صفت عفت و حیا کے
کمال درجہ کا بے شرم اور شہوت پرست۔ اور بجائے صفت قناعت کے کمال درجہ کا حریص اور لالچی

[1] المائدہ : ۱۶ [2] الاحزاب : ۴۷

ص۱۸۴ گویا یہ خدا پر ہی اعتراض ٹھہرا جس نے ادنیٰ کو اعلیٰ سے زیادہ تر شرف دے دیا اور ادنیٰ کو اپنی ذات پر وہ دلالتیں بخشیں کہ جو اعلیٰ کو نہیں۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

تو ایسا شخص بھی بقول حضرات عیسائیاں۔ باوصف ایسی حالت خراب کے خدا کا نبی اور مقرب ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایک مسیح کو باہر نکال کر دوسرے تمام انبیاء جن کی نبوت کو بھی وہ مانتے ہیں اور ان کی الہامی کتابوں کو بھی مقدس مقدس کر کے پکارتے ہیں۔ وہ نعوذ باللہ بقول اُنکے ایسے ہی تھے۔ اور کمالات قدسیہ سے جو مستلزم عصمت و پاک دلی ہیں محروم تھے۔ عیسائیوں کی عقل اور خدا شناسی پر بھی ہزار آفرین۔ کیا اچھا نور وحی کے نازل ہونے کا فلسفہ بیان کیا مگر ایسے فلسفے کے تابع ہونے والے اور اس کو پسند کرنے والے وہی لوگ ہیں جو سخت ظلمت اور کور باطنی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ورنہ نور کے فیض کے لئے نور کا ضروری ہونا ایسی بدیہی صداقت ہے کہ کوئی ضعیف العقل بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ مگر ان کا کیا علاج جن کو عقل سے کچھ بھی سروکار نہیں اور جو کہ روشنی سے بغض اور اندھیرے سے پیار کرتے ہیں اور چمگادڑ کی طرح رات میں ان کی آنکھیں خوب کھلتی ہیں لیکن روز روشن میں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔ **خدا اپنے نور کی طرف** (یعنے قرآن شریف کی طرف) **جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور وہ ہر یک چیز کو بخوبی جانتا ہے** (یعنے ہدایت ایک امر منجانب اللہ ہے۔ اسی کو ہوتی ہے جس کو عنایت ازلی سے توفیق حاصل ہو۔ دوسرے کو نہیں ہوتی۔ اور خدا مسائل دقیقہ کو مثالوں کے پیرایہ میں بیان فرماتا ہے تا حقائق لطیفہ قریب بافہام ہو جائیں۔ مگر وہ اپنے علم قدیم سے خوب جانتا ہے کہ کون ان مثالوں کو سمجھے گا اور حق کو اختیار کریگا اور کون محروم و مخذول رہیگا) پس اس مثال میں جس کا یہاں تک جلی قلم سے ترجمہ کیا گیا خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے دل کو شیشۂ مصفّا سے تشبیہ دی جس میں کسی نوع کی کدورت نہیں۔ یہ نورِ قلب ہے۔ پھر آنحضرت کے فہم و ادراک و عقل سلیم اور جمیع اخلاق فاضلہ جبلّی و فطرتی کو ایک لطیف تیل سے تشبیہ دی جس میں بہت سی چمک ہے اور جو ذریعہ روشنی چراغ ہے یہ نورِ عقل ہے۔ کیونکہ منبع و منشاء جمیع لطائف

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ۔ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اور دل کا قوت مخفیہ ہے۔ پھر جس تمام نوروں پر ایک نورِ آسمانی کا جو وحی ہے۔ نازل ہونا بیان فرمایا۔ یہ نورِ وحی ہے۔ اور انوار کا تنزل کرنا لوگوں کی ہدایت کا موجب ٹھہرے۔ یہی حقانی اصول ہے جو وحی کے بارے میں قدوس قدیم کی طرف سے قانونِ قدیم ہے۔ اور اُس کی ذات پاک کے مناسب۔ پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ جب تک نورِ قلب و نورِ عقل کسی انسان میں کامل درجہ پر نہ پائے جائیں تب تک وہ نورِ وحی ہرگز نہیں پاتا اور پہلے اس سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کمال عقل اور کمال نورانیت قلب صرف بعض افرادِ بشریہ میں ہوتا ہے کُل میں نہیں ہوتا۔ اب ان دونوں ثبوتوں کے ملانے سے یہ امر بپایۂ ثبوت پہنچ گیا کہ وحی اور رسالت فقط بعض افراد کاملہ کو ملتی ہے نہ ہر یک فرد بشر کو۔ پس اس قطعی ثبوت سے برہمو سماج والوں کا خیال ناسمجھی کا صریح درہم برہم ہو گیا اور یہی مطلب تھا۔

وسوسہ نمبر ۶ بعض برہمو سماج والے یہ وسوسہ بھی پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر کامل معرفت قرآن پر ہی موقوف تھی تو پھر خدا نے اس کو تمام مخلوقات اور تمام معمورات قدیم و جدید میں کیوں شائع نہ کیا اور کیوں کروڑہا مخلوقات کو اپنی معرفتِ کاملہ اور اعتقاد صحیح سے محروم رکھا۔

جواب۔ یہ وسوسہ بھی کوتہ اندیشی سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ جس حالت میں بکمال صفائی ثابت ہو چکا ہے کہ حصولِ یقین کامل و معرفت کامل بمجرد عقل کے ذریعہ سے ہرگز ممکن نہیں۔ بلکہ وہ اعلیٰ درجے کا یقین اور کامل عرفان صرف ایسے الہام کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ جو اپنی ذات اور کمالات میں بے مثل و مانند ہو۔ اور جو بے نظیری منجانب اللہ ہونا اس کا بیّن الثبوت ہو۔ اور نیز ہم نے کتاب ہذا میں یہی ثابت کر دیا ہے کہ وہ بے مثل کتاب جو دنیا میں پائی جاتی ہے فقط قرآن شریف ہے و بس۔ تو اس صورت میں سیدھا راستہ طالب حق کیلئے یہ ہے کہ یا تو ہماری دلائل کو توڑ کر یہ ثابت کرکے دکھلاوے کہ مجرد عقل انسان کو امور معاد میں یقین کامل و معرفت صحیحہ و یقینیہ کے مرتبہ تک پہنچا سکتی ہے اور اگر یہ ثابت نہ کر سکے۔ تو پھر قرآن شریف کی حقانیت کو قبول کرے۔ جس کے ذریعہ سے معرفت کامل کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر اس کو بھی قبول کرنا منظور نہ ہو تو پھر اس کی کوئی نظیر

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا ۔۔۔ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

پیش کرے اور جو جو اس کے کمالات خاصہ ہیں کسی دوسری کتاب میں نکال کر دکھلاوے۔ تو اس قدر ثابت ہو جائے گا کہ گو تکمیل مراتب یقین و معرفت کے لئے الہامی کتاب کی اشد ضرورت ہے مگر ویسی کتاب دنیا میں موجود نہیں۔ لیکن اگر کوئی مخاصم ان باتوں میں سے کسی بات کا جواب نہ دے بلکہ دم بھی نہ مار سکے۔ تو پھر آپ اس کو انصاف کرنا چاہیئے کہ جس حالت میں ایک صداقت پختہ دلائل سے ثابت ہو چکی ہے جس کا رد اس کے پاس موجود نہیں۔ نہ اس کی دلائل کو وہ توڑ سکتا ہے۔ تو پھر ثبوت قطعی کے مقابلہ پر اوہام فاسدہ پیش کرنا کس قدر دیانت اور ایمانداری سے بعید ہے۔ سارا جہان جانتا ہے کہ جس امر کی صحت و حقانیت براہین قاطعہ سے بپایۂ ثبوت پہنچ چکی ہو۔ جب تک وہ براہین نہ توڑی جائیں تب تک وہ امر ایک ثابت شدہ صداقت ہے جو صرف واہی خیالوں سے غلط نہیں ٹھہر سکتی۔ کیا وہ مکان جس کی بنیاد اور دیواریں اور چھت نہایت مضبوط ہے۔ وہ صرف منہ کی پھونک سے گر سکتا ہے؟ اور نیز یہ شبہ کہ خدا نے اپنی کتاب کو تمام ملکوں میں کیوں شائع نہ کیا اور کیوں تمام طبائع مختلفہ اس سے متمتع نہ ہوئیں۔ صرف ایک سوفسطائی کا سا خیال ہے۔ کیا آفتاب عالمتاب کی روشنی بعض ۱۷۳ امکنۂ ظلمانیہ تک نہیں پہنچتی۔ یا اگر بعض نے اندھوں کی طرح آفتاب کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں تو کیا اس سے لازم آجائیگا کہ آفتاب منجانب اللہ نہیں؟ اگر مینہ کسی زمین شور پر نہیں پڑا۔ یا کوئی کلّر زمین اس سے فیضیاب نہیں ہوئی۔ تو کیا اس سے وہ باران رحمت انسانی کا فعل خیال کیا جائیگا؟ ایسے اوہام دور کرنے کیلئے خدا تعالیٰ نے آپ ہی قرآن شریف میں کمال وضاحت اس بات کو کھول دیا ہے کہ الہام الٰہی کی ہدایت ہر یک طبیعت کے لئے نہیں۔ بلکہ ان طبائع سلیمہ کے لئے ہے جو صفت تقویٰ اور صلاحیت سے متصف ہیں۔ وہی لوگ ہدایت کاملۂ الہام سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اسی سے متمتع ہوتے ہیں اور انہیں تک الہام الٰہی بہ صورت پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ بعض آیات ان میں سے ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ

بہار جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں — نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے ۱۸۲
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز — اگر لولوئے عمّاں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝
أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ
كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ خَتَمَ
اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ۝ الجزو نمبر ۱[1] هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ
لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيمِ ۝ الجزو نمبر ۲۸[2]۔ آیات مندرجہ بالا میں پہلے اس آیت پر یعنے الٓمّٓ ذٰلِكَ
الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ پر غور کرنا چاہیئے کہ کس لطافت اور خوبی
اور رعایت ایجاز سے خدائے تعالیٰ نے وسوسہ مذکورہ کا جواب دیا ہے۔ اوّل قرآن شریف
کے نزول کی علت فاعلی بیان کی اور اس کی عظمت اور بزرگی کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا
الٓمّٓ میں خدا ہوں جو سب سے زیادہ جانتا ہوں یعنی نازل کنندہ اس کتاب کا میں
ہوں جو علیم و حکیم ہوں جس کے علم کے برابر کسی کا علم نہیں۔ پھر بعد اس کے ۱۸۳
علت مادی قرآن کے بیان میں فرمائی اور اسکی عظمت کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا ذٰلِكَ
الْكِتَابُ وہ کتاب ہے یعنے ایسی عظیم الشان اور عالی مرتبت کتاب ہے جس کی علت مادی علم الٰہی ہے
یعنی جس کی نسبت ثابت ہے کہ اس کا منبع اور چشمہ ذات قدیم حضرت
حکیم مطلق ہے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے ذٰلِكَ کا لفظ اختیار کرنے سے جو بُعد اور دوری کے
لئے آتا ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ کتاب اس ذات عالی صفات کے علم سے ظہور
پذیر ہے جو اپنی ذات میں بے مثل و مانند ہے جس کے علوم کاملہ و اسرار دقیقہ نظر انسانی
کی حد بندی سے بہت بعید اور دور ہیں۔ پھر بعد اس کے علت صوری کا قابل تعریف

[1] البقرة : ۲-۸ [2] الجمعة : ۳-۵

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو — وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی — سخن میں اُس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

جو بالاظاہر فرمایا اور کہا لاریب فیہ یعنے قرآن اپنی ذات میں ایسی صورت و مدلل و معقول پر
واقعہ ہے کہ کسی نوع کے شک کرنے کی اس میں گنجائش نہیں۔ یعنی وہ دوسری کتابوں کی طرح
بطور قصّہ اور کہانی کے نہیں۔ بلکہ ادلّۂ یقینیہ و براہین قطعیہ پر مشتمل ہے اور اپنے مطالب پر
حجج بیّنہ اور دلائل شافیہ بیان کرتا ہے اور فی نفسہٖ ایک معجزہ ہے جو شکوک و شبہات
کے دور کرنے میں سیف قاطع کا حکم رکھتا ہے اور خداشناسی کے بارے میں صرف
ہونا چاہیئے کے ظنّی مرتبہ میں نہیں چھوڑتا۔ بلکہ ہے کے یقینی اور قطعی مرتبہ تک پہنچاتا
ہے۔ یہ تو علل ثلاثہ کی عظمت کا بیان فرمایا اور پھر باوجود عظیم الشان ہونے ان امور کے
جن کو تاثیر اور اصلاح میں دخل عظیم ہے۔ علّتِ رابعہ یعنے علّتِ غائی نزول قرآن شریف
کو جو رہنمائی اور ہدایت ہے صرف متقیوں میں منحصر کر دیا اور فرمایا ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنے یہ
کتاب صرف ان جواہر قابلہ کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے جو بوجہ پاک باطنی و عقل
سلیم و فہم مستقیم و شوق طلب حق و نیت صحیح انجام کار درجہ ایمان و خداشناسی و
تقوائے کامل پر پہنچ جائیں گے۔ یعنے جن کو خدا اپنے علم قدیم سے جانتا ہے کہ انکی فطرت
اس ہدایت کے مناسب حال واقعہ ہے۔ اور وہ معارف حقانی میں ترقی کر سکتے ہیں۔
وہ بالآخر اس کتاب سے ہدایت پا جائیں گے اور بہرحال یہ کتاب ان کو
پہنچ رہے گی۔ اور قبل اس کے جو وہ مریں۔ خدا ان کو راہِ راست پر
۱۸۲ آنے کی توفیق دیدے گا۔ اب دیکھو اس جگہ خدائے تعالیٰ نے صاف فرمادیا
کہ جو لوگ خدائے تعالیٰ کے علم میں ہدایت پانے کے لائق ہیں۔ اور اپنی
اصلی فطرت میں صفت تقویٰ سے متصف ہیں۔ وہ ضرور ہدایت پا جائیں گے۔ اور
پھر ان آیات میں جو اس آیت کے بعد میں لکھی گئی ہیں۔ اسی کی زیادہ تر تفصیل کر دی۔ اور فرمایا
کہ جس قدر لوگ (خدا کے علم میں) ایمان لانے والے ہیں۔ وہ اگرچہ ہنوز متقیوں میں شامل
نہیں ہوئے پر آہستہ آہستہ سب شامل ہو جائیں گے اور وہی لوگ باہر رہ جاویں گے جن کو

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز　　تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے ۱۷۲
ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا　　زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

خدا خوب جانتا ہے کہ طریقہ حقّہ اسلام قبول نہیں کریں گے اور گو اُن کو نصیحت کی جائے یا نہ کی جائے ایمان نہیں لائیں گے یا مرتبہ کمالِ تقویٰ و معرفت تک نہیں پہنچیں گے۔ غرض ان آیت میں خدائے تعالیٰ نے کھول کر بتلا دیا کہ ہدایتِ قرآنی سے صرف متّقی منتفع ہو سکتے ہیں جن کی اصل فطرت میں غلبہ کسی ظلمتِ نفسانی کا نہیں اور یہ ہدایت ان تک ضرور پہنچ رہے گی۔ لیکن جو لوگ متقی نہیں ہیں۔ نہ وہ ہدایتِ قرآنی سے کچھ نفع اٹھاتے ہیں اور نہ یہ ضرور ہے کہ خواہ نخواہ اُن تک ہدایت پہنچ جائے۔ بقولِ معترض جواب یہ ہے کہ جس حالت میں دنیا میں دو طور کے آدمی پائے جاتے ہیں۔ بعض متقی اور طالبِ حق جو ہدایت کو قبول کر لیتے ہیں اور بعض مفسد الطبع جن کو نصیحت کرنا نہ کرنا برابر ہوتا ہے اور ابھی ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف اُن تمام لوگوں کو جن تک اس کی ہدایت دمِ مرگ تک نہیں پہنچی۔ یا آئندہ نہ پہنچے۔ قسم دوم میں داخل رکھتا ہے۔ تو اس صورت میں بمقابلہ قرآن شریف یہ دعویٰ کرنا کہ شاید وہ لوگ جن کو ہدایتِ قرآنی نہیں پہنچی۔ اوّل قسم میں یعنے ہدایت پانے والوں کے گروہ میں داخل ہوں گے۔ احمقانہ دعویٰ ہے۔ کیونکہ شاید کوئی دلیل قطعی نہیں ہے۔ لیکن قرآن شریف کا کسی امر کے بارے میں خبر دینا دلیل قطعی ہے۔ وجہ یہ کہ وہ دلائل کاملہ سے اپنا منجانب اللہ اور مخبر صادق ہونا ثابت کر چکا ہے۔ پس جو شخص اُس کی خبر کو دلیل قطعی نہیں سمجھتا۔ اس پر لازم ہے کہ اس کی حقّانیت کے دلائل کو جن میں سے کسی قدر ہم نے بھی اس کتاب میں لکھے ہیں۔ توڑ کر دکھلاوے۔ اور جب تک توڑنے سے عاجز اور لاجواب ہے تب تک اس کیلئے طریقِ انصاف و ایمانداری یہی ہے کہ اس امر کو صحیح اور درست سمجھے۔ جس کے صحیح ہونے کی نسبت ایسی کتاب میں خبر موجود ہے جو بنفسہٖ ثابت الصداقت ہے کیونکہ
ایک کتاب ثابت الصداقت کا کسی امر ممکن الوقوع کی نسبت خبر دینا اس امر کے وجود واقعی پر ۱۷۳
شہادت قاطعہ ہے اور ظاہر ہے کہ ایک شہادت قاطعہ اور ثبوت قطعی کو چھوڑ کر بمقابلہ اس کے بے بنیاد وہموں کو پیش کرنا اور خیالات بے اصل کو دل میں جگہ دینا خباثت اور سادہ لوحی کی نشانی ہے۔

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے — خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے ۱۸۴
اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذات واحد کا — تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

اور اگر یہ کہو کہ جن تک کتاب الہامی نہیں پہنچی۔ اُن کی نجات کا کیا حال ہے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ
اگر ایسے لوگ بالکل وحشی اور عقل انسانی سے بے بہرہ ہیں۔ تو وہ ہر یک باز پرس سے بری اور
مرفوع القلم ہیں اور مجانین اور مسلوب الحواس کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن جن میں کسی قدر عقل اور
ہوش ہے۔ ان سے بقدر عقل اُن کی محاسبہ ہوگا۔

اور اگر دل میں یہ وہم گزرتا ہو کہ خدا نے مختلف طبائع کیوں پیدا کیں اور کیوں سب کو ایسی
قوتیں عنایت نہ فرمائیں جن سے وہ معرفت کاملہ اور محبت کاملہ کے درجہ تک پہنچ جاتے تو
یہ سوال بھی خدا کے کاموں میں ایک فضول دخل ہے جو ہرگز جائز نہیں۔ ہر یک عقلمند سمجھ سکتا
ہے کہ تمام مخلوقات کو ایک ہی درجہ پر رکھنا اور سب کو اعلیٰ کمالات کی قوتیں بخشنا خدا پر
حق واجب نہیں۔ یہ تو صرف اس کا فضل ہے۔ اُسے اختیار ہے جس پر چاہے کرے اور جس پر
چاہے نہ کرے۔ مثلاً تم کو خدا نے آدمی بنایا اور گدھے کو آدمی نہ بنایا۔ تم کو عقل دی اور اُس کو
نہ دی۔ یا تمہارے لئے علم حاصل ہوا اور اُس کو نہ ہوا۔ یہ سب مالک کی مرضی کی بات ہے کوئی
ایسا حق نہیں کہ تمہارا تھا اور اُس کا نہ تھا۔ غرض جس حالت میں خدا کی مخلوقات میں بھی تفاوت
مراتب پایا جاتا ہے جس کے تسلیم کرنے سے کسی عاقل کو چارہ نہیں۔ تو کیا مالک بااختیار کے سامنے
ایسی مخلوقات جن کا موجود ہونے میں بھی کوئی حق نہیں ہے چہ جائیکہ بڑا بننے میں کوئی حق ہو۔ کچھ دم
مار سکتی ہے۔ خدائے تعالیٰ کا بندوں کو خلعت وجود بخشنا ایک عطا اور احسان ہے اور ظاہر ہے کہ
معطی اور محسن اپنی عطا اور احسان میں کمی بیشی کا اختیار رکھتا ہے۔ اور اگر اُس کو کم دینے کا اختیار نہ ہو
تو پھر زیادہ دینے کا بھی اختیار نہ ہو۔ تو اس صورت میں وہ مالکانہ اختیار اپنے نافذ کرنے
سے بالکل قاصر رہ جائے۔ اور خود ظاہر ہے کہ اگر مخلوق کا خالق پر خواہ نخواہ کوئی حق قرار دیا جاوے
تو اس سے تسلسل لازم آتا ہے۔ کیونکہ جس درجہ پر خالق کسی مخلوق کو بنائے گا۔ اسی درجہ ۱۸۵
پر وہ مخلوق کہہ سکتا ہے کہ میرا حق اس سے زیادہ ہے۔ اور چونکہ خدائے تعالیٰ غیر متناہی مراتب پر
بنا سکتا ہے۔ اور اُس کی لا انتہا قدرت کے آگے صرف آدمی بنانے میں فضیلت پیدائش

۱۸۴ یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے　　خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ　　کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ختم نہیں تو اس صورت میں سلسلہ سوالات مخلوق کبھی ختم نہ ہوگا اور ہر یک مرتبہ پیدائش پر الیٰ غیر النہایت اس کو اپنے حق کے مطالبہ کا استحقاق حاصل ہوگا اور یہی تسلسل ہے۔

ہاں اگر یہ جستجو ہے کہ اس تفاوت مراتب رکھنے میں حکمت کیا ہے۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ اس بارے میں قرآن شریف نے تین حکمتیں بیان فرمائی ہیں جو عند العقل نہایت بدیہی اور روشن ہیں جن سے کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا اور وہ بہ تفصیل ذیل ہیں:۔

اوّل۔ یہ کہ تا مہمات دنیا یعنی امور معاشرت باحسن وجہ صورت پذیر ہوں جیسا فرمایا ہے۔ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝[1] یعنی منکر لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے بڑے بڑے مالداروں اور رئیسوں میں سے کسی بھاری رئیس اور دولتمند پر کیوں نازل نہ ہوا۔ تا اُس کی رئیسانہ شان کے شایان ہوتا اور نیز اُس کے رعب اور ریاست اور مال خرچ کرنے سے جلد تر دین پھیل جاتا۔ ایک غریب آدمی جس کے پاس دنیا کی جائیداد میں سے کچھ بھی نہیں کیوں اِس عہدہ سے ممتاز کیا گیا (پھر آگے بطور جواب فرمایا) اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۔ کیا قسام ازل کی رحمتوں کا تقسیم کرنا اُن کا اختیار ہے۔ یعنی یہ خداوند حکیم مطلق کا فعل ہے کہ بعضوں کی استعدادیں اور ہمتیں پست رکھیں اور وہ زخارف دنیا میں پھنسے رہے۔ اور رئیس اور امیر اور دولتمند کہلانے پر پھولے رہے اور اصل مقصود کو بھول گئے اور بعض کو فضائل روحانیہ اور کمالات قدسیہ عنایت فرمائے اور وہ اس محبوب حقیقی کی محبت میں محو ہو کر مقرب بن گئے اور مقبولان حضرت احدیت ہو گئے۔ پھر بعد اس کے اُس حکمت کی طرف اشارہ فرمایا کہ جو اِس اختلاف استعدادات اور تباین خیالات میں مخفی ہے

[1] الزخرف: ۳۲، ۳۳

ص۱۸۹ اگرچہ یہاں تک جو کچھ کلام الٰہی کی بے نظیری کے بارے میں بیان کیا گیا ہے
وہ اس زمانہ کے بعض ناقص الفہم اور آزاد مشرب مسلمانوں کے لئے بیان ہوا ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

ص۱۸۹ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ الخ یعنے ہم نے اُنکے بعض کو دولتمند اور بعض کو درویش اور بعض کو لطیف طبع اور بعض کو کثیف طبع اور بعض طبیعتوں کو کسی پیشہ کی طرف مائل اور بعض کو کسی پیشہ کی طرف مائل رکھا ہے۔ تا انکو یہ آسانی پیدا ہو جائے کہ بعض کیلئے بعض کاربار اور خادم ہیں اور صرف ایک پر بار نہ پڑے اور اس طور پر مہمات بنی آدم بآسانی تمام چلتے رہیں۔ اور پھر فرمایا کہ اس سلسلہ میں دنیا کے مال و متاع کی نسبت خدا کی کتاب کا وجود زیادہ تر نفع رساں ہے۔ یہ ایک لطیف اشارہ ہے جو ضرورت الہام کی طرف فرمایا۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور بجز ایک دوسرے کی مدد کے کوئی امر اس کا انجام پذیر نہیں ہوسکتا مثلاً ایک روٹی کو دیکھئے جس پر زندگانی کا مدار ہے۔ اسکے طیار ہونے کیلئے کس قدر تعاون درکار ہے۔ زراعت کے تردد سے لیکر اسوقت تک کہ روٹی پک کر کھانے کے لائق ہو جائے بیسیوں پیشہ وروں کی اعانت کی ضرورت ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ عام امور معاشرت میں کسقدر تعاون اور باہمی مدد کی ضرورت ہوگی۔ اسی ضرورت کے انصرام کیلئے حکیم مطلق نے بنی آدم کو مختلف طبیعتوں اور استعدادوں پر پیدا کیا۔ تا ہر یک شخص اپنی استعداد اور میل طبع کے موافق کسی کام میں بطیب خاطر مصروف ہو۔ کوئی کھیتی کرے۔ کوئی آلات زراعت بنائے۔ کوئی آٹا پیسے۔ کوئی پانی لاوے۔ کوئی روٹی پکاوے۔ کوئی سوت کاتے۔ کوئی کپڑا بنے۔ کوئی دوکان کھولے۔ کوئی تجارت کا اسباب لائے۔ کوئی نوکری کرے اور اس طرح پر ایکدوسرے کے معاون بن جائیں اور بعض کو بعض مدد پہنچاتے رہیں۔ پس جب ایکدوسرے کی معاونت ضروری ہوئی تو انکا ایکدوسرے سے معاملہ پڑنا بھی ضروری ہوگیا اور جب معاملہ اور معاوضہ میں پڑگئے اور اسپر غفلت بھی جو استغراق امور دنیا کا خاصہ ہے عائد حال ہوگئی تو انکے لئے ایک ایسے قانون عدل کی ضرورت پڑی جو انکو ظلم اور تعدّی اور بغض اور فساد اور غفلت من اللہ سے روکتا رہے۔ تا نظام عالم میں ابتری واقع نہ ہو کیونکہ معاش و معاد کا تمام مدار انصاف و خداشناسی پر ہے اور التزام انصاف و

جن کو انگریزی کی سوفسطائی اور مغشوش تعلیموں نے مغرور اور کور باطن کر کے فرقان مجید کے بے مثل و مانند ہونے سے جو کہ اُس کے منجانب اللہ ہونے کیلئے خاصّہ لازمی ہے ۱۴۱

خدا ترسی ایک قانون پر موقوف ہے جس میں دقائق معدلت و حقائق معرفت الٰہی بدرستی تمام درج ہوں اور سہواً یا عمداً کسی نوع کا ظلم یا کسی نوع کی غلطی نہ پائی جائے اور ایسا قانون اُسی کی طرف سے صادر ہو سکتا ہے جس کی ذات سہو و خطا و ظلم و تعدّی سے بکلی پاک ہو اور نیز اپنی ذات میں واجب الانقیاد اور واجب التعظیم بھی ہو۔ کیونکہ گو کوئی قانون عمدہ ہو۔ ۱۴۰ مگر تا قانون کا جاری کرنے والا اگر ایسا نہ ہو جس کو باعتبار مرتبہ اپنے کے سب پر فوقیت اور حکمرانی کا حق ہو۔ یا اگر ایسا نہ ہو جس کا وجود لوگوں کی نظر میں ہر یک طور کے ظلم و خیانت اور خطا اور غلطی سے پاک ہو۔ تو ایسا قانون اوّل تو چل ہی نہیں سکتا۔ اور اگر کچھ دن چلے بھی تو چند ہی روز میں طرح طرح کے مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں اور بجائے خیر کے شر کا موجب ہو جاتا ہے۔ پس ان تمام وجوہ سے کتاب الٰہی کی حاجت ہوئی۔ کیونکہ ساری نیک صفتیں اور ہر یک طور کی کمالیت و خوبی صرف خدا ہی کی کتاب میں پائی جاتی ہے و بس۔

دوئم۔ حکمت تفاوت مراتب رکھنے میں یہ ہے کہ تا نیک اور بد لوگوں کی خوبی ظاہر ہو کیونکہ ہر یک خوبی مقابلہ ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۞[1] الجزو نمبر ۱۵ یعنی ہم نے ہر یک چیز کو جو زمین پر ہے زمین کی زینت بنا دیا ہے تا جو لوگ صالح آدمی ہیں بمقابلہ بُرے آدمیوں کے اُن کی صلاحیت آشکارا ہو جائے اور کثیف کے دیکھنے سے لطیف کی لطافت کھل جائے۔ کیونکہ ضد کی حقیقت ضد ہی سے شناخت کی جاتی ہے اور نیکوں کو قدر و منزلت بدوں ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

سوئم۔ حکمت تفاوت مراتب رکھنے میں انواع و اقسام کی قدرتوں کا ظاہر کرنا اور اپنی عظمت کی طرف توجہ دلانا ہے۔ جیسا فرمایا۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۞ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا[2] الجزو نمبر ۲۹ یعنی تم کو کیا ہو گیا کہ تم خدا کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے حالانکہ اُس نے اپنی حکمت ظاہر کرنے کے لئے تم کو مختلف صورتوں اور سیرتوں پر پیدا کیا۔ یعنی اختلاف استعدادات و طبائع اسی غرض سے حکیم مطلق نے کیا۔ تا اُسکی

[1] الکہف : ۸ [2] نوح : ۱۴، ۱۵

ص۲۱۸ روگرداں اور منکر کردیا ہے۔ اور جنہوں نے مسلمان کہلا کر اور قرآن شریف پر ایمان لا کر اور کلمہ گو بن کر پھر بھی بے ایمانوں کی طرح کلام الٰہی کو ایک ادنیٰ انسانی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

حکمت وقدرت شناخت کی جائے جیسا دوسری جگہ بھی فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[1] الجزو نمبر ۱۸ یعنی خدا نے ہر یک جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ سو بعض جاندار پیٹ پر چلتے ہیں اور بعض دو پاؤں پر۔ بعض چار پاؤں پر۔ خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا نے مختلف چیزیں اسی لئے بنائیں کہ تا مختلف قدرتیں اس کی ظاہر ہوں۔ غرض انتظام ص۲۱۹ طبائع جو فطرت مخلوقات میں واقع ہے۔ اس میں حکمت الٰہیہ انہیں امور ثلاثہ میں منحصر ہے جن کو خدائے تعالیٰ نے آیات ممدوحہ میں بیان کردیا۔ فتدبر۔

وسوسہ ششم۔ معرفت کامل کا ذریعہ وہ چیز ہو سکتی ہے جو ہر وقت اور ہر زمانہ میں کھلے طور پر نظر آتی ہو۔ سو یہ صحیفہ نیچر کی خاصیت ہے جو کبھی بند نہیں ہوتا اور ہمیشہ کھلا رہتا ہے اور یہی رہبر ہونے کے لائق ہے کیونکہ ایسی چیز کبھی رہبر نہیں ہو سکتی جس کا دروازہ اکثر اوقات بند رہتا ہو اور کسی خاص زمانہ میں کھلتا ہو۔

جواب۔ صحیفہ فطرت کو بمقابلہ کلام الٰہی کھلا ہوا خیال کرنا انہیں آنکھوں کے بند ہونے کی نشانی ہے جن کی بصیرت اور بصارت میں کچھ خلل نہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اسی کتاب کو کھلے ہوئے کہا جاتا ہے جس کی تحریر صاف نظر آتی ہو جس کے پڑھنے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہتا ہو۔ پر کون ثابت کر سکتا ہے کہ مجرد صحیفہ قدرت پر نظر کرنے سے کبھی کسی کا اشتباہ دور ہوا یا کسی کو معلوم ہوا ہے کہ اس نیچری تحریر نے کبھی کسی کو منزل مقصود تک پہنچایا ہے یا کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نے صحیفہ قدرت کے تمام دلالات کو سمجھ لیا ہے اگر یہ صحیفہ کھلا ہوا ہوتا۔ تو جو لوگ اسی پر بھروسہ کیے بیٹھے تھے۔ وہ کیوں ہزارہا غلطیوں میں ڈوبتے۔ کیوں اسی ایک صحیفہ کو پڑھ کر باہم اس قدر مختلف الرائے ہوجاتے کہ کوئی خدا کے وجود کا کسی قدر قائل اور کوئی سرے سے انکاری۔ ہم نے بفرض محال یہ

[1] النور: ۴۶

کی کلام سے اپنی ظاہری اور باطنی خوبیوں میں برابر سمجھا ہے۔ وما قدروا اللّٰہ ۱۸۲
حق قدرہ کا مصداق ہو کر خدا کی اُن عظیم الشان قدرتوں اور باریک حکمتوں کو

حاشیہ نمبر ۱۱

بھی تسلیم کیا کہ جس نے اس صحیفہ کو پڑھ کر خدا کے وجود کو ضروری نہیں سمجھا وہ اسقدر عمر پالیگا کہ کبھی نہ کبھی اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائے گا مگر سوال تو یہ ہے کہ اگر یہ صحیفہ کھلا ہوا تھا تو اسکو دیکھ کر ایسی بڑی بڑی غلطیاں کیوں پڑ گئیں۔ کیا آپ کے نزدیک کھلی ہوئی کتاب ایسی کو کہتے ہیں جس کو پڑھنے والے خدا کے وجود میں ہی اختلاف کریں اور بعض انہیں غلط ہوں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اسی صحیفہ فطرت کو پڑھ کر ہزارہا حکیم اور فلاسفر دہریئے اور طبعی ہو کر مر گئے۔ یا بتوں کے آگے ہاتھ جوڑتے رہے اور وہی شخص ان میں سے راہ راست پر آیا جو الہام الٰہی پر ایمان لایا۔ کیا اس میں کچھ جھوٹ بھی ہے کہ فقط اس صحیفہ کے پڑھنے والے بڑے بڑے فیلسوف کہلا کر پھر خدا کے مدبّر و خالق بالارادہ اور عالم بجزئیات ہونے سے منکر رہے۔ اور الحاد ہی کی حالت میں مر گئے۔ کیا خدا نے تم کو اس قدر بھی سمجھ نہیں دی کہ جس خط کے مضمون کو مثلاً زید کچھ سمجھا اور بکر کچھ خیال کرے اور خالد ان دونوں کے برخلاف کچھ اور تصور کر بیٹھے تو اس خط کی تحریر کھلی ہوئی اور صاف نہیں کہلاتی بلکہ مشکوک اور مشتبہ اور مبہم کہلاتی ہے۔ یہ کوئی ایسی دقیق بات نہیں جس کے سمجھنے کے لئے باریک عقل درکار ہو۔ بلکہ نہایت بدیہی صداقت
ہے۔ مگر آپ کا کیا علاج جو سراسر تحکم کی راہ سے ظلمت کو نور۔ اور نور کو ظلمت قرار دیں ۱۸۳
اور دن کو رات اور رات کو دن ٹھہرا دیں۔ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ مطالب دلی کو پورا پورا بیان کرنے کے لئے یہی سیدھا راستہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے کہ بذریعہ قول واضح کے اپنا مافی الضمیر ظاہر کیا جائے۔ کیونکہ دلی ارادوں کو ظاہر کرنے کیلئے صرف قوت نطقیہ آلہ ہے۔ اسی آلہ کے ذریعہ سے ایک انسان دوسرے انسان کے مافی القلب سے مطلع ہوتا ہے۔ اور ہر یک امر جو اس آلہ کے ذریعہ سے سمجھایا نہ جائے۔ وہ تفہیم کامل کے درجہ سے متنزل رہتا ہے۔ ہزارہا امور ایسے ہیں کہ اگر ہم ان میں فطرتی دلالت سے مطلب نکالنا چاہیں تو یہ امر ہمارے لئے غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ اور اگر کچھ بھی کریں تو غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ خدا نے آنکھ دیکھنے کے لئے بنائی ہے۔ اور کان سننے کے لئے پیدا کئے ہیں۔ زبان بولنے کے لئے عطا کی ہے۔ اسی قدر تو ہم نے ان اعضاء کی فطرت پر نظر کر کے اور ان کے خواص کو سوچ کر معلوم کر لیا۔ لیکن اگر ہم اسی فطرتی

بھلا دیا ہے جن کے دیکھنے کے لئے ہر یک صادر من اللہ آئینہ خدا نما ہونا چاہیئے لیکن یہ سچائیاں ایسی روشن اور صاف ہیں کہ گو کوئی شخص اسلام کی جماعت میں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

دلالت پر کفایت کریں اور تصریحات کلام الٰہی کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ تو ہم جب دلالت فطرتی ہمارا یہ اصول ہونا چاہیئے کہ ہم جس چیز کو چاہیں بلاتفریق مواضع حلّت وحرمت دیکھ لیا کریں۔ اور جو چاہیں سُن لیں اور جو بات دل میں آوے بے محابا کہیں۔ کیونکہ قانونِ فطرت ہم کو اس قدر سمجھاتا ہے کہ آنکھ دیکھنے کے لئے کان سننے کے لئے زبان بولنے کے لئے مخلوق ہے اور ہم کو صریح اس دھوکہ میں ڈالتا ہے کہ گویا ہم قوتِ بصارت اور قوتِ سمع اور قوتِ نطق کے استعمال کرنے میں بکلی آزاد اور مطلق العنان ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اگر خدا کا کلام قانونِ قدرت کے اجمال کی تفصیل نہ کرے اور اُس کے ابہام کو اپنے بیان واضح اور کھلی ہوئی تقریر سے دور نہ فرماوے تو کس قدر خطرات ہیں جو محض قانونِ فطرت کا تابعدار ہو کر ان میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ خدا ہی کا کلام ہے جس نے اپنے کھلے ہوئے اور نہایت واضح بیان سے ہم کو ہمارے ہر یک قول اور فعل اور حرکت اور سکون میں حدود معینہ مشخصہ پر قائم کیا اور ادب انسانیت اور پاک روشی کا طریق سکھلایا۔ وہی ہے جس نے آنکھ اور کان اور زبان وغیرہ اعضاء کی محافظت کے لئے بکمال تاکید فرمایا۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ[1]۔ الجزو نمبر ۱۸ یعنی مومنوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی آنکھوں اور کانوں اور ستر گاہوں کو نامحرموں سے بچاویں اور ہر یک نادیدنی اور ناشنیدنی اور ناکردنی سے پرہیز کریں۔ کہ یہ طریقہ اُن کی اندرونی پاکی کا موجب ہوگا۔ یعنی ان کے دل طرح طرح کے جذبات نفسانیہ سے محفوظ رہیں گے۔ کیونکہ اکثر نفسانی جذبات کو حرکت دینے والے اور قویٰ بہیمیہ کو فتنہ میں ڈالنے والے یہی اعضاء ہیں۔ اب دیکھئے کہ قرآن شریف نے نامحرموں سے بچنے کے لئے کیسی تاکید فرمائی۔ اور کیسے کھول کر بیان کیا کہ ایماندار لوگ اپنی آنکھوں اور کانوں اور ستر گاہوں کو ضبط میں رکھیں۔ اور ناپاکی کے مواضع سے روکتے رہیں۔ اسی طرح زبان کو صدق وصواب پر قائم رکھنے کے لئے تاکید فرمائی اور کہا۔ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا[2]۔ الجزو نمبر ۲۲ یعنی وہ بات منہ پر لاؤ جو بالکل راست اور نہایت معقولیت

۱؎ النور : ۳۱ ۲؎ الاحزاب : ۷۱

داخل نہ ہو۔ وہ بھی بطور مفہوم کلی سمجھ سکتا ہے کہ جس کلام کو خدا کا کلام کہا جائے۔ اس کا

حاشیہ نمبر ۱۱

میں ہو۔ اور لغو اور فضول اور جھوٹ کا اس میں ہرگز دخل نہ ہو۔ اور پھر جمیع اعضاء کی وضع استقامت پر چلانے کے لئے ایک ایسا کلمہ جامعہ اور پُر تہدید بطور تنبیہ و انذار فرمایا۔ جو غافلوں کو متنبہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور کہا۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۱؎ (جزو نمبر ۱۵) یعنی کان اور آنکھ اور دل اور ایسا ہی تمام اعضاء اور قوتیں جو انسان میں موجود ہیں۔ ان سب کے غیر محل استعمال کرنے سے باز پرس ہوگی اور ہر یک کی بیشی اور افراط اور تفریط کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ اب دیکھو اعضاء اور تمام قوتوں کو مجری خیر اور مصلحت پر چلانے کے لئے کس قدر تصریحات و تاکیدات خدا کے کلام میں موجود ہیں۔ اور کیسے ہر یک عضو کو مرکز اعتدال اور خط استوا پر قائم رکھنے کیلئے بکمال وضاحت بیان فرمایا گیا ہے جس میں کسی نوع کا ابہام و اجمال باقی نہیں رہا۔ کیا یہ تصریح و تفصیل صحیفہ قدرت سے کسی عضو کو پڑھ کر معلوم ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ سو اب تم آپ ہی سوچ کر کھلا ہوا اور واضح صحیفہ ہے یا وہ بطور فطرتی دلالتوں کے مصالح اور حدود کو ایسی بیان کیا پا سکتی۔ اے حضرات! اگر اشارات سے کام نکلتا۔ تو پھر انسان کو زبان کیوں دی جاتی جس نے تم کو زبان دی کیا وہ آپ نطق پر قادر نہیں۔ جس نے تم کو بولنا سکھایا کیا وہ آپ بول نہیں سکتا۔ جس نے اپنے فعل میں یہ قدرت دکھلائی کہ اتنا بڑا عالم بغیر مدد کسی مادہ ہیولی کے اور بغیر احتیاج معماروں اور مزدوروں و نجاروں کے محض ارادہ سے سب کچھ بنا ڈالا۔ کیا اس کی نسبت یہ کہنا جائز ہے کہ وہ بات کرنے پر قادر نہیں۔ یا قادر تو ہے مگر بباعث بخل کے اپنے کلام کے فیضان سے محروم رکھا۔ کیا یہ درست ہے کہ قادر مطلق کی نسبت ایسا خیال کیا جائے کہ وہ اپنی طاقتوں میں حیوانات سے بھی فروتر ہے۔ کیونکہ ایک ادنیٰ جانور بذریعہ اپنی آواز کے دوسرے جانور کو یقینی طور پر اپنے وجود کی خبر دے سکتا ہے۔ ایک مکھی بھی اپنی طنین سے دوسری مکھیوں کو اپنے آنے سے آگاہ کر سکتی ہے۔ پر نعوذ باللہ بقول تمہارے اس قادر مطلق میں ایک مکھی جتنی بھی قدرت نہیں۔ پھر جب اس کی نسبت تمہارا صاف بیان

۱؎ بنی اسرائیل : ۳۷

۱۴۳ بے مثل و مانند ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ ہر ایک عاقل خدا کے قانونِ قدرت پر نظر ڈال کر اور ہر ایک چیز کو جو اُسی کی طرف سے ہے خواہ وہ کیسی ہی ادنیٰ سے ادنیٰ ہو۔ اُسکو

حاشیہ نمبر ۱۱

۱۹۴ ہے کہ اُس کا منہ کبھی نہیں کھلا اور کبھی اُس کو بولنے کی طاقت نہیں ہوئی۔ تو تم کو تو یہ کہنا چاہیئے کہ وہ ادھورا اور ناقص ہے جس کی اور صفتیں تو معلوم ہوگئیں پر صفت گویائی کا کبھی پتہ نہ ملا۔ اسکی نسبت تم کس منہ سے کہہ سکتے ہو کہ اس نے کوئی کھلا ہوا معجزہ جس میں اُس نے بخوبی اپنا مافی الضمیر ظاہر کر دیا ہو۔ تم کو عطا کیا ہے۔ بلکہ تمہاری رائے کا تو خلاصہ یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ سے رہنمائی میں کچھ نہیں ہو سکا۔ تم نے اپنی قابلیت اور لیاقت سے شناخت کر لیا۔ ماسوا اس کے الہامی تعلیم ان معنوں کر کے کھلی ہوئی ہے کہ اس کا اثر عام طور پر تمام لوگوں کے دلوں پر پڑتا ہے۔ اور ہر یک طور کی طبیعت اُس سے مستفیض ہوتی ہے۔ اور مختلف اقسام کی فطرتیں اس سے نفع اٹھاتی ہیں۔ اور ہر رنگ کے طالب کو اُس سے مدد پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بذریعہ کلام الٰہی بہت لوگ ہدایت یاب ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں۔ اور بذریعہ مجرد عقلی دلائل کے بہت ہی کم بلکہ کالعدم۔ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ جو شخص بحیثیت مخبر صادق لوگوں کی نظر میں ثابت ہو کر واقعات معاد میں اپنا تجربہ اور امتحان اور ملاحظہ اور معائنہ بیان کرتا ہے اور ساتھ ہی دلائل عقلیہ بھی سمجھاتا ہے۔ وہ حقیقت میں ایک دوہرا زور اپنے پاس رکھتا ہے۔ کیونکہ ایک تو اس کی نسبت یہ یقین کیا گیا ہے کہ وہ واقعہ نفس الامر کا معائنہ کرنے والا اور سچائی کو بچشم خود دیکھنے والا ہے۔ اور دوسرے وہ بطور معقول بھی سچائی کی روشنی کو دلائل واضحہ سے ظاہر کرتا ہے۔ پس ان دونوں ثبوتوں کے اشتمال سے ایک زبردست کشش اس کے وعظ اور نصیحت میں ہو جاتی ہے کہ جو بڑے بڑے سنگین دلوں کو کھینچ لاتی ہے۔ اور ہر نوع کے نفس پر کارگر بھی پڑتی ہے۔ کیونکہ اس کی بات میں مختلف طور کی تفہیم کی قدرت ہوتی ہے جس کے سمجھنے کے لئے ایک خاص لیاقت کے لوگ مخصوص نہیں ہیں۔ بلکہ ہر ایک انسان داخل ہے بجز ایسے شخص کے کہ جو بکلّی مسلوب العقل ہو۔

ہزارہا دقائق حکمت سے پُر دیکھ کر اور انسانی طاقتوں کے مقابلہ سے برتر اور بلند

اُسکی تقریروں کو سمجھ سکتے ہیں اور وہ فرد ہر یک قسم کے آدمی کی اُسی طور پر تسلی کر سکتا ہے۔ کہ
جس طور پر اس آدمی کی طبیعت واقعہ ہے یا جس درجہ پر اُسکی استعداد پڑی ہوئی ہے۔
اسلئے کلمات اُسکی خدا کی طرف خیالات کو کھینچنے میں اور دنیا کی محبت چھڑانے اور حب الآخرت
نقش دل کرنے میں بڑی وسیع قدرت رکھتی ہے اور اُن تنگ اور تاریک حصوں میں محدود
نہیں ہوتی جن میں مجرد عقل پرستوں کی باتیں محدود ہوتی ہیں۔ اسی جہت سے اس کا اثر عام
اور اس کا فائدہ تام ہوتا ہے اور ہر یک ظرف اپنی اپنی وسعت کے مطابق اس سے پُر
ہو جاتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرمایا ہے۔ ۱۹۵
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا [1] الجزو نمبر ۱۳ خدا نے آسمان
پانی وا اپنا کلام اُتارا۔ سو اُس پانی سے ہر ایک وادی اپنی قدر کے موافق بہ نکلی یعنی ہر یک
کو اس میں سے اپنی طبیعت اور خیال اور لیاقت کے موافق حصہ ملا۔ طبائع عالیہ اسرار حکمیہ
سے متمتع ہو گئیں۔ اور جو اُن سے بھی اعلیٰ تھے۔ انہوں نے ایک عجیب روشنی پائی کہ جو حد تحریر
و تقریر سے خارج ہے اور جو کم درجہ پر تھے۔ انہوں نے مخبر صادق کی عظمت اور کمالیت ذاتی کو
دیکھ کر دلی اعتقاد سے اُسکی خبروں پر یقین کر لیا۔ اور اس طرح پر وہ بھی یقین کی کشتی میں بیٹھ کر
ساحل نجات تک جا پہنچے۔ اور صرف وہی لوگ باہر رہ گئے جن کو خدا سے کچھ غرض نہ تھی اور
فقط دنیا کے ہی کیڑے تھے۔ اور نیز قوت اثر پر نظر کرنے سے بھی طریق متابعت الہامیہ کا
نہایت کھلا ہوا اور وسیع معلوم ہوتا ہے کیونکہ جاننے والے اس بات کو خوب جانتے
ہیں کہ تقریر میں اُسی قدر برکت اور جوش اور قوت اور عظمت اور دلکشی پیدا ہوتی ہے
کہ جس قدر متکلم کا قدم مدارج یقین اور اخلاص اور وفاداری کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا ہوا
ہوتا ہے۔ سو یہ کمالیت بھی اُسی شخص کی تقریر میں متحقق ہو سکتی ہے کہ جس کو
دوہرے طور پر معرفت الٰہی حاصل ہو۔ اور یہ خود ہر یک عاقل پر روشن ہے کہ پُر جوش
تقریر کہ جس پر ترتیب اثر موقوف ہے۔ تب ہی انسان کے مُنہ سے نکلتی ہے کہ جب دل
اُس کا یقین کے جوش سے پُر ہو۔ اور وہی باتیں دلوں پر بیٹھتی ہیں۔ جو کامل الیقین

[1] الرعد : ۱۸

۱۹۵ پاکر اپنے تئیں اس اقرار کے کرنے کیلئے مجبور پاتا ہے کہ کوئی چیز جو صادر من اللہ ہے
ایسی نہیں ہے جس کی مثل بنانے پر انسان قادر ہو۔ اور نہ کسی عاقل کی عقل یہ تجویز
۱۹۶ کرسکتی ہے کہ خدا کی ذات یا صفات یا افعال میں مخلوق کا شریک ہونا جائز ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

دلوں سے جوش مار کر نکلتی ہیں۔ پس اس جگہ یہی ثابت ہوا کہ باعتبار شدّت اثر کے الہامی
تربیت ہی منقطع الاولی ہے۔ غرض باعتبار عمومیت تاثیر اور باعتبار شدّت تاثیر فقط صحیفہ وحی کا
کھلا ہوا ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے وبس! اور یہ مسئلہ بدیہیات سے کچھ کم نہیں ہے کہ خدا کے
بندوں کو زیادہ تر نفع پہنچانیوالا وہی شخص ہوسکتا ہے کہ جو الہام اور عقل کا جامع ہو۔ اور
اس میں یہ لیاقت ہوتی ہے کہ ہر یک طور کی طبیعت اور ہر قسم کی فطرت اس سے مستفیض ہوسکے۔
مگر جو شخص صرف براہین منطقیہ کے ذریعہ سے راہ راست کی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ اگر اسکی
معقول نویسی پر کچھ ترتیب اثر بھی ہو۔ تو صرف انہی خاص طبیعتوں پر ہوگا جو پورے تعلیم یافتہ اور لائق
و فائق ہوکے اس کی عمیق و دقیق باتوں کو سمجھتے ہیں۔ دوسرے تو ایسا دل و دماغ ہی نہیں
رکھتے کہ جو اس کی فلسفی تقریروں کو سمجھ سکیں۔ ناچار اسکے علم کا فیضان فقط انہیں قدر قلیل
لوگوں میں محدود رہتا ہے کہ جو اس کی منطق سے واقف ہیں اور انہیں کو اس کا فائدہ پہنچتا
۱۹۷ ہے کہ جو اس کی طرح معقولی حجتوں میں دخل رکھتے ہیں۔ اس امر کا ثبوت اس حالت میں
بوضاحت تمام ہوسکتا ہے کہ جب مجرد عقل اور الہام حقیقی کی کارروائیوں کو پہلو بہ پہلو
رکھ کر وزن کیا جائے۔ چنانچہ جن کو گذشتہ حکماء کے حالات سے اطلاع ہے وہ بخوبی
جانتے ہیں کہ کیسے وہ لوگ اپنی تعلیم کی اشاعت عامہ سے ناکام رہے اور کیونکر ان کے
منقبض اور ناتمام بیان نے عام دلوں پر مؤثر ہونے سے اپنی محرومی دکھلائی! اور پھر بمقابلہ
اس حالت مقتدر لدنی کے قرآن شریف کی اعلیٰ درجہ کی تاثیروں کو بھی دیکھئے۔ کہ کس
قوت سے اس نے وحدانیت الٰہی کو اپنے سچے متبعین کے دلوں میں بھرا ہے۔ اور
کس عجیب طور سے اسکی عالیشان تعلیموں نے صدہا سالوں کی عادات راسخہ اور ملکات
ردیہ کا قلع و قمع کرکے اور ایسی رسوم قدیمہ کو کہ جو طبیعت ثانی کی طرح ہوگئی تھیں۔ دلوں
کے رگ و ریشہ سے اٹھا کر وحدانیت الٰہی کا شربت عذب کروڑہا لوگوں کو پلا دیا ہے

بلکہ صاحبِ عقل اور بصیرت کیلئے علاوہ دلائل متذکرہ بالا کے کئی ایک اور وجوہ
بھی ہیں جن سے خدا کے کلام کا عدیم المثل ہونا اور بھی زیادہ اس پر واضح ۱۹۴

وہی ہے جس نے ایسا کارِ نمایاں اور نہایت عمدہ اور دیرپا نتائج دکھلا کر اپنی بے نظیر تاثیر کی وہ بدیہی شہادت سے بڑے بڑے معاندوں سے اپنی لاثانی فضیلتوں کا اقرار کرا دیا۔ یہاں تک کہ سخت بے ایمانوں اور سرکشوں کے دلوں پر بھی اس کا اس قدر اثر پڑا کہ جس کو انہوں نے قرآن شریف کی عظمتِ شان کا ایک ثبوت سمجھا اور بے ایمانی پر اصرار کرتے کرتے آخر اس قدر انہیں بھی کہنا پڑا کہ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ جز و نمبر ۲۳۔ ہاں وہی ہے جس کی زبردست کششوں نے ہزار ہا درجہ عادت سے بڑھ کر ایسا اثر ان کی طرف خیال دلایا کہ لاکھوں خدا کے بندوں نے خدا کی وحدانیت پر اپنے خون سے مہریں لگا دیں۔ ایسا ہی ہمیشہ سے بلیغ کار اور جادوی اس کلام کا الہام ہی چلا آیا ہے جس کی انسانی عقل نے نشوونما پایا۔ ورنہ بڑے بڑے حکیموں اور عقلمندوں کے لئے بھی یہ بات محض محال رہی ہے کہ ان کو امورِ ماوراء المحسوسات کی ہر جزئی کے دریافت کرنے میں ایسا موقعہ ہمیشہ مل جائے کہ یہ بات معلوم کر سکیں کہ کس کس وضع اور خصوصیت سے وہ جزئیات موجود ہیں اور جن کو طاقتِ بشری تک عقل حاصل ہی نہیں یا جو اور کوشش کرنے کے سامان میسر نہیں آئے۔ وہ تو ان کی نسبت بھی زیادہ لاعلم اور بے خبر ہیں پس اس بارے میں جو جو سہولتیں خدا کے سچے اور کامل الہام نے کہ جو قرآن شریف ہے عقل کو عطا کی ہیں۔ اور جن جن سرگردانیوں سے فکر اور نظر کو بچایا ہے۔ وہ ایک ایسا امر ہے کہ جس کا ہر ایک عاقل کو شکر کرنا لازم ہے۔ سو کیا اس اعتبار سے کہ ابتدا امر خداشناسی کی الہام ہی کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔
اور کیا اس وجہ سے کہ معرفتِ الٰہی کا ہمیشہ از سرِ نو زندہ ہونا الہام ہی کے ہاتھ سے ۱۹۵
ہوتا آیا ہے۔ اور کیا اس خیال سے کہ مشکوک راہ سے رہائی پانا الہام ہی کی امداد پر منحصر ہے۔ ہر عاقل کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ راہ جو نہایت صاف اور سیدھی اور ہمیشہ سے کھلی ہوئی اور مقصود تک پہنچاتی ہوئی چلی آتی ہے وہ وہی ربانی ہے۔ اور یہ سمجھنا کہ وہ کھلا ہوا

ہوتا ہے جو رنگ اجلیٰ بدیہیات کے نظر آتا ہے۔ جیسے منجملہ ان کے ایک وہ وجہ ہے جو ان نتائج متفاوتہ سے ماخوذ ہوتی ہے۔ جن کا مختلف طور پر بحالت عمل صادر

حاشیہ نمبر ۱۱

صحیفہ نہیں محض باطل اور صریح امر محقق ہے۔ علاوہ بریں ہم پہلے اس سے برہمو سماج والوں کی خداشناسی کے بارہ میں بہ تفصیل لکھ چکے ہیں کہ دنیا میں ان کا جو صرف دلائل عقلیہ پر تکیہ ہے ہونا چاہیئے کے مرتبہ تک محدود ہے اور مرتبہ کاملہ ہے کا انہیں نصیب نہیں۔ ہماری تحقیقات سے بھی یہی ثابت ہے کہ کھلا ہوا اور واضح راستہ معرفت الٰہی کا صرف بذریعہ کلام الٰہی ملتا ہے۔ اور کوئی ذریعہ اس کے وصل و حصول کا نہیں۔ ایک بچہ نوزاد کو تعلیم سے محروم رکھ کر صرف صحیفہ فطرت پر چھوڑ دو۔ پھر دیکھو کہ وہ اس صحیفہ کے ذریعہ سے جس کو برہمو سماج والے کھلا ہوا انجیل کر رہے ہیں۔ کونسی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور کس درجہ خداشناسی پر پہنچ جاتا ہے۔ بہت سے تجارب سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اگر کوئی سماعی طور پر جس کا اصل الہام ہے۔ خدا کے وجود سے اطلاع نہ پاوے۔ تو پھر اس کو کچھ پتہ نہیں لگتا کہ اس عالم کا کوئی صانع ہے یا نہیں۔ اور اگر کچھ صانع کی تلاش میں توجہ بھی کرے تو صرف بعض مخلوقات جیسے پانی۔ آگ۔ چاند۔ سورج وغیرہ کو اپنی نظر میں خالق و قابل پرستش قرار دے لیتا ہے۔ جیسا یہ امر جنگلی آدمیوں پر نظر کرنے سے ہمیشہ بپایۂ تصدیق پہنچتا رہا ہے۔ سو یہ الہام ہی کا فیض ہے جس کی برکتوں سے انسان نے اس خدائے بے مثل و مانند کو اسی طرح پر شناخت کر لیا جیسا اس کی ذات کامل و بے عیب کے لائق ہے۔ اور جو لوگ الہام سے بے خبر ہو گئے۔ اور کوئی کتاب الہامی ان میں موجود نہ رہی۔ اور نہ کوئی ذریعہ الہام پر اطلاع پانے کا ان کو میسر آیا۔ باوجود اس کے کہ آنکھیں بھی رکھتے تھے اور دل بھی۔ مگر کچھ بھی معرفت الٰہی ان کو نصیب نہ ہوئی۔ بلکہ رفتہ رفتہ انسانیت سے بھی باہر ہو گئے اور قریب قریب حیوانات لایعقل کے پہنچ گئے اور صحیفہ فطرت نے کچھ بھی ان کو فائدہ نہ پہنچایا۔ پس ظاہر ہے کہ اگر وہ صحیفہ کھلا ہوا ہوتا۔ تو اس سے جنگلی لوگ فائدہ اٹھا کر معرفت اور خداشناسی میں ان لوگوں کے برابر ہو جاتے جنہوں نے بذریعہ الہام الٰہی خداشناسی میں ترقی کی۔

۱۹۰ ہونا ضروری ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر ایک عاقل کی نظر میں یہ بات نہایت بدیہی
ہے کہ جب چند متکلمین انشا پرداز اپنی اپنی علمی طاقت کے زور سے ایک ایسا متفق

حاشیہ نمبر ۱۱

پس صحیفہ فطرت کے بند ہونے میں اس سے زیادہ تر اور کیا ثبوت ہوگا کہ جس کسی کا کام صرف
اُسی صحیفہ سے پڑا اور الہام الٰہی کا اُس نے کبھی نام نہ سنا۔ وہ خدا کی شناخت سے بالکل ۱۹۱
محروم بلکہ انسانیت کے آداب سے بھی قریباً بے بہرہ رہا۔

اور اگر صحیفہ فطرت کے کھلے ہوئے ہونے سے یہ مطلب ہے کہ وہ جسمانی طور پر نظر آتا ہے تو یہ بے سود خیال ہے جس کو بحث ہٰذا سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ جس حالت میں کوئی شخص صرف اس صحیفہ فطرت پر نظر کر کے کوئی فائدہ علم دین کا اٹھا نہیں سکتا۔ اور جب تک الہام رہبری نہ کرے خدا کو پا نہیں سکتا۔ تو پھر بھلا اس سے کیا کہ کوئی چیز ہر وقت نظر آتی ہے یا نہیں۔

اور یہ گمان کہ الہام الٰہی کا دروازہ کسی زمانہ میں بند رہا تھا۔ اس سے بھی اگر کچھ ثابت ہو تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ برہمو سماج والوں کو سلسلہ دنیا کی تاریخ سے کچھ بھی خبر نہیں اور نرے اُس اندھے کی طرح ہیں کہ جو راستہ چھوڑ کر کسی گڑھے میں گر پڑے اور پھر شور مچاوے کہ یہ کس ظالم نے راستہ میں گڑھا کھود رکھا ہے۔ اور نیز ایسے متعصبانہ خیالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برہمو لوگ دانستہ حق پر پردہ ڈالتے ہیں۔ اور جان بوجھ کر ایک امر مشہود و موجود سے انکاری ہیں۔ ورنہ کیونکر باور کیا جائے کہ وہ ایک چھوٹے بچے کی طرح ایسے ناواقف ہیں کہ اب تک انہیں اس بدیہی صداقت کی بھی کچھ خبر نہیں کہ ہمیشہ توحید الٰہی صرف الہام ہی کے ذریعہ سے پھیلتی رہی ہے۔ اور معرفت الٰہی کے طالبوں کے لئے قدیم سے یہی دروازہ کھلا رہا ہے۔ اے حضرات!! کچھ تو خدا کا خوف کریں۔ اتنا خلاف گوئی میں بڑھتے نہ جائیں۔ اگر آپ کی بصیرت میں کچھ خلل ہے تو کیا بصارت بھی جاتی رہی ہے۔ کیا آپ کو نظر نہیں آتا کہ کروڑہا کروڑ موحد فقط اہل اسلام جن کے دل توحید کے چشمہ صافی سے لبریز ہو رہے ہیں۔ اور جن کی وحدانیت خالص کے مقابلہ پر آپ لوگوں کے عقائد میں کئی طرح سے شرک کی آلودگی اور صد ہا طرح

۱۹۸ لکھنا چاہیں کہ جو فضول اور کذب اور حشو اور لغو اور ہزل اور ہر ایک مہمل بیانی اور ژولیدہ زبانی اور دوسرے تمام امور مخل حکمت و بلاغت اور آفات منافی کمالیت ۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ =

فتور و قصور پایا جاتا ہے اور یہی لوگ ہیں جنہوں نے کلام الٰہی سے فیض پایا۔ وہی چشمہ خدا کے کلام کا جوش مار کر دور دور تک جا نکلا۔ اسی نے ہندوستان کے خشک شدہ باغ کو بھی ثلث کے قریب سرسبز کر دیا اور جو باقی رہ گئے ان میں سے بھی کئی دلوں پر اس پاک چشمے کا اثر جا پڑا اور کچھ نہ کچھ ان کو بھی توحید کی طرف کھینچ لایا۔ قرآن کے پہنچنے سے پہلے جس حالت تک ہندوؤں کی گمراہی پہنچ گئی تھی وہ حالت ان پرانوں اور پستکوں کو پڑھ کر معلوم کرنی چاہیئے کہ جو قرآن کے آنے سے کچھ تھوڑے دن پہلے تصنیف ہو چکے تھے
۱۹۹ جن کی مشرکانہ تعلیموں نے تمام ہندوستان کو ایک دائرہ کی طرح گھیر لیا تھا۔ تا تمہیں معلوم ہو کہ اس زمانہ میں تمہارے بزرگ رشیوں کے کیسے کیسے خیالات تھے اور ٹھیک ٹھیک معلوم ہو اور یہ بھی کہ کن کن توہمات باطلہ میں ڈوب گئے تھے اور کیونکر بے جان مورتوں کے آگے ہاتھ جوڑتے اور انہیں کے منتر پڑھتے تھے۔ باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں بہت حصہ ان کو علوم عقلیہ میں سے حاصل ہو چکا تھا اور وید کے زمانہ کی نسبت فکر اور نظر کی مشق میں بہت کچھ ترقی کر گئے تھے بلکہ منطق اور فلسفہ میں یونانیوں سے کچھ کم نہ تھے مگر عقائد ایسے خراب اور ناپاک تھے کہ جو ظاہرًا اور باطنًا تمام اجزا شرک کی فلاسفی سے آلودہ تھے اور جن کو کوئی حقانی صداقت چھو بھی نہیں گئی تھی اور سر سے پاؤں تک جھوٹے اور بے بنیاد اور نکمے اور باطل تھے۔ جن کی تحریک سے تمام جہان کو آپ کے عقلمند بزرگوں نے اپنا معبود ٹھہرا رکھا تھا۔ اگر ایک درخت تازہ و سرسبز و خوشنما نظر آیا اسی کو اپنا معبود ٹھہرایا۔ اگر کوئی آگ کا شعلہ زمین سے نکلتا پایا۔ اسی کی پوجا شروع کر دی۔ غرض جس چیز کو اپنی صورت یا خاصیت میں عجیب دیکھا یا ہولناک معلوم کیا وہی اپنا پرمیشر بنا لیا۔ نہ پانی چھوڑا۔ نہ ہوا۔ نہ آگ۔ نہ پتھر نہ چاند نہ سورج۔ نہ پرند نہ چرند۔ یہاں تک کہ سانپوں کی بھی پوجا کی۔ بلکہ ویدوں میں تو ابھی مخلوق پرستی کی تعلیم کچھ تھوڑی تھی اور مورت پوجا کا تو ہنوز کچھ ذکر ہی نہ تھا مگر جوں جوں حسب

جامعیت سے بکلی منزہ اور پاک ہو اور بجز اس حق اور حکمت اور فصاحت اور بلاغت اور
حقائق اور معارف سے بھرا ہوا ہو۔ تو ایسے مضمون کے لکھنے میں وہی شخص سب سے ۲۰۰

حاشیہ نمبر ۱۱

پیچھے سے بڑے بڑے منطقی منکروں پر حاشیے چڑھاتے گئے۔ انہوں نے صانع مصنوع کی پیشتر بنانے یا آپ ہی پیشتر بن جانے میں وہ کمال دکھلایا جس سے ان کی نظروں اور فکروں کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طرح طرح کے اوہام سوداویہ میں پڑ کر ذات باری عالم کے حقیقی وجود اور اس کی تمام صفات کاملہ سے منکر ہوگئے۔ اور جو کچھ ان کے اپنشدوں اور پرانوں اور شاستروں نے ہندوؤں کے دلوں میں تاثیریں کیں۔ اور جن جن توہمات میں ان کو ڈال دیا۔ اور جن راہوں پر ان کو قائم کر دیا۔ اور جن چیزوں کی پرستش کی طرف انہیں جھکا دیا۔ وہ ایسا امر نہیں ہے کہ جو کسی پر پوشیدہ ہو۔ یا کسی کے چھپانے سے چھپ سکے یا کسی کے انکار سے مشتبہ ہو جائے۔ علیٰ ہذا القیاس یونانیوں کا بھی یہی حال تھا۔ انہوں نے بھی کوے کی طرح زیرک کہلا کر پھر شرک کی نجاست کھائی۔ اور پھر عقل نے کسی زمانہ میں کوئی ایسی جماعت طیار نہ کی جو توحید خالص پر قائم ہوتی۔ اور میں نے بخوبی تحقیق کیا ہے کہ برہمو سماج والوں کی توحید کی طرف مائل ہونے کی بھی یہی اصل ہے کہ جو ان کے بعض بزرگوں میں سے وہ شخص جو بانی مبانی اس مذہب کا تھا۔ اس نے قرآن شریف ہی سے کسی قدر توحید کا حصہ حاصل کیا تھا۔ مگر اپنی بدنصیبی سے پوری توحید حاصل نہ کر سکا۔ پھر وہی تخم توحید جو خدا کی
کلام سے لیا گیا تھا برہمو سماج والوں میں پھیلتا گیا۔ اگر کسی صاحب کو حضرات برہمو ۲۰۱
میں سے ہماری اس تحقیق میں کچھ کلام ہو۔ تو لازم ہے کہ وہ بتلاوے اس سوال کا مدلل طور پر جواب دیں کہ اُن کو مسئلہ توحید کا کیونکر حاصل ہوا۔ آیا بطور سماع پہنچا یا اُسکے کسی بانی نے صرف اپنی عقل سے ایجاد کیا۔ اگر بطور سماع پہنچا۔ تو کھول کر بیان کرنا چاہیئے کہ بجز قرآن شریف اور کونسی کتاب تھی جس نے خدا کا واحد لاشریک ہونا اور عیال و اطفال سے پاک ہونا اور حلول اور تجسم سے منزہ رہنا۔ اور اپنی ذات اور جمیع صفات میں کامل اور یگانہ ہونا اس زمانہ میں تمام ہندوستان میں مشہور کر رکھا تھا جس سے یہ مسئلہ توحید اُن کو حاصل ہوا۔ اس کتاب کا نام بتلانا چاہیئے۔ اور اگر یہ دعویٰ ہے کہ اس بانی کو

اوّل درجہ پر رہیگا۔ کہ جو علمی طاقتوں اور وسعت معلومات اور عام واقفیت اور ملکہ علوم دقیقہ میں سب سے اعلیٰ اور مشق اور ورزش اطلاع و انشاء میں سب سے زیادہ تر صفحہ ۲۰۱

حاشیہ نمبر ۱۱

توحید کی خبر بطور سماع نہیں پہنچی۔ بلکہ اُس نے صرف اپنی ہی عقل کے زور سے اس مسئلہ کو پیدا کیا۔ تو اس صورت میں یہ ثابت کر کے دکھلانا چاہیئے کہ بانی مذکور کے وقت میں یعنے جس زمانہ میں برہمو مذہب کا بانی مبانی ایک مذہب جاری کرنے لگا۔ اُس وقت ہندوستان میں بذریعہ قرآن شریف ابھی توحید نہیں پھیلی تھی۔ کیونکہ اگر پھیل چکی تھی۔ تو پھر توحید کا دریافت کرنا ایک ایجاد خیال نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یقینی طور پر یہی سمجھا جائیگا کہ اُس برہمو مذہب کے بانی نے قرآن شریف سے ہی مسئلہ توحید کو حاصل کیا تھا۔ بہرحال جب تک آپ لوگ دلائل قویہ سے میری اس رائے کو رد نہ کریں۔ تب تک یہی ثابت ہے کہ آپ لوگوں نے قرآن شریف سے ہی مسئلہ وحدانیت الٰہی معلوم کیا۔ گر نمک حرام آدمی کی طرح کافر نعمت رہے اور اپنے محسن اور مربی کا شکر بجا نہ لائے۔ بلکہ ان لوگوں کی طرح جن کی طینت میں خبث اور فساد ہوتا ہے۔ بجائے شکر بجا لانے کے بدگوئی اختیار کی۔ ماسوائے اس کے تمام تواریخ دان بخوبی جانتے ہیں کہ ازمنہ سابقہ میں بھی جب کسی نے خدا کے نام اور اس کی صفات کاملہ سے پوری پوری واقفیت حاصل کی تو الہام ہی کے ذریعہ سے کی۔ اور عقل کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں بھی توحید الٰہی شائع نہ ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جس جگہ الہام نہ پہنچا۔ اُس جگہ کے لوگ خدا کے نام سے بے خبر اور حیوانات کی طرح بے تمیز اور بے تہذیب رہے۔ کون کوئی ایسی کتاب ہمارے سامنے پیش کر سکتا ہے کہ جو ازمنہ سابقہ میں سے کسی زمانہ میں علم الٰہی کے بیان میں تصنیف ہوئی ہو۔ اور حقیقی سچائیوں پر مشتمل ہو جس میں مصنف نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ اُس نے خداشناسی کے مستقیم راہ کو بذریعہ الہام حاصل نہیں کیا اور نہ خدائے واحد کی ہستی پر بطور سماع اطلاع پائی ہے۔ بلکہ خدا کا پتہ لگانے اور صفات الٰہیہ کے جاننے اور معلوم کرنے میں صرف اپنی ہی عقل ا ور اپنے ہی فکر اور اپنی ہی ریاضت اور اپنی ہی عرق ریزی سے مدد لی ہے۔ اور بلا تعلیم غیرے آپ ہی مسئلہ وحدانیت الٰہی صفحہ ۲۰۲

فرسودہ روزگار ہو اور ہرگز ممکن نہ ہوگا کہ جو شخص اُس سے استعداد میں، علم میں، لیاقت میں، ملکہ میں، ذہن میں، عقل میں کہیں فروتر اور متنزل ہے۔ وہ اپنی تحریر ۲۲

حاشیہ نمبر ۱۱

کو معلوم کر لیا ہے اور باوجود ذہن خدائے تعالیٰ کی پکّی معرفت اور کامل شناسائی تک پہنچ گیا ہے۔ کون ہم کو ثابت کر کے دکھلا سکتا ہے کہ کوئی ایسا زمانہ بھی تھا کہ دنیا میں الہام الٰہی کا نام و نشان نہ تھا اور خدا کی مقدس کتابوں کا دروازہ بند تھا۔ اور اُس زمانہ کے لوگ محض صحیفۂ فطرت کے ذریعہ سے توحید اور خداشناسی پر قائم تھے۔ کون کسی ایسے ملک کا نشان بتلا سکتا ہے جس کے باشندے الہام کے وجود سے محض بے خبر ہو کر پھر فقط عقل کے ذریعہ سے خدا تک پہنچ گئے اور صرف اپنی ہی فکر و نظر سے وحدانیت حضرت باری پر ایمان لے آئے۔ آپ لوگ کیوں جاہلوں کو دھوکا دیتے ہیں اور کیوں یکبارگی خدا سے بے خوف ہو کر فریب تدلیس کی باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ اور جو کُھلا ہوا ہے اُسکو بند اور جو بند ہے اُسکو کُھلا ہوا بیان کرتے ہیں۔ کیا آپکو اُس ذاتِ قادر مطلق پر ایمان ہے یا نہیں کہ جو انسان کے دل کی حقیقت خوب جانتا ہے۔ اور جس کی نظر تحقیق سے خیانت پیشہ لوگ پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ لیکن یہی تو مشکل ہے کہ آپ کا ایمان ہی تنگ اور تاریک جگہ کی طرح ہے جس تک صاف اور پُر نور روشنی کا نشان نہیں پہنچا۔ اسی وجہ سے آپ لوگوں کا مذہب بھی ہزار ہا طرح کی تنگیوں اور ظلمتوں کا مجموعہ ہے اور ایسا متناقض ہے کہ کوئی گوشہ اُس کا کُھلا ہوا نظر نہیں آتا اور کوئی عقدہ صفائی اور درستی سے طے شدہ معلوم نہیں ہوتا۔ خدا کے وجود کے بارے میں تو تم سُن ہی چکے ہو کہ آپ لوگوں کا ایمان کیسا اور کس قدر ہے۔ رہی یہ بات کہ جزا سزا کے معاملہ پر آپ لوگوں کے یقین کا کیا حال ہے اور تناسخی عقیدت نے اس بارہ میں کن کن معارف کا آپ پر دروازہ کھول رکھا ہے۔ سو اس امر میں بھی بجز وہمی خیالوں اور بیہودہ ہوائی دلیلوں کے اور کچھ بھی آپ لوگوں کے ہاتھ میں نہیں۔ جزا سزا کی جزئیات دقیقہ تو تحقیقی طور پر کیا معلوم ہونگی۔ اوّل یہی بات آپ لوگوں پر یقینی طور پر ثابت نہیں کہ جزا سزا فی الواقعہ ایک امر شدنی ہے اور خدا ضرور انسانوں کو اُن کے عملوں کا بدلہ دے گا۔ بھلا اگر معلوم ہے تو آپ ذرہ عقلی طور پر ثابت کر کے دکھلا دیں کہ خدا پر

میں من حیث الکمالات اُس سے برابر ہو جائے۔ مثلاً ایک طبیب حاذق جو علم ابدان میں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کیوں یہ فرض ہے کہ بنی آدم کو اُن کی پرہیزگاری کا ضرور بدلہ دے اور فاسقوں سے اُن کے فسق و فجور کا
مؤاخذہ کرے۔ جس حالت میں خدا پر خود یہی فرض نہیں کہ انسان کی رُوح کو برخلاف تمام
حیوانوں کی رُوحوں کے ہمیشہ کیلئے موجود رکھے اور دوسرے سب جانداروں کی طرح معدوم
کر دے۔ تو پھر خاص انسان کو جزا سزا دینا اور دوسروں کو اس سے بے نصیب رکھنا کیونکر
اُس پر فرض ہو جائیگا۔ کیا تمہاری نیکیوں سے خدا کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے اور تمہاری بدیوں سے
۲۰۲ اُسکو کچھ تکلیف ملتی ہے۔ تا وہ نیکیوں سے آرام پاکر اُنکو نیکی کا بدلہ دے اور بدیوں سے
ایذا اُٹھا کر بدی سے کینہ کشی کرے۔ اور اگر تمہاری نیکی بدی سے اُس کو نہ کچھ ذاتی فائدہ ہے
نہ نقصان۔ تو پھر تمہاری اطاعت یا عدم اطاعت اُس کیلئے برابر ہے۔ اور جب برابر ہوئی
تو پھر اس صورت میں اعمال پر خواہ مخواہ پاداش کا مترتب ہونا کیونکر یقینی طور پر ثابت
ہو۔ کیا یہ قریب انصاف ہے کہ کوئی شخص محض اپنی مرضی سے بغیر حکم دوسرے کے کوئی کام کرے۔
اور دوسرے پر خواہ مخواہ اس کا حق ٹھہر جائے۔ ہرگز نہیں۔ مثلاً اگر زید بلا حکم بکر کے کوئی
گڑھا کھود دے یا کوئی عمارت بنادے۔ تو گو یہ بھی تسلیم کر لیں کہ اس گڑھے یا عمارت میں بکر کا
سراسر فائدہ ہے پر تب بھی از روئے قانون انصاف کے ہرگز بکر پر واجب نہیں ہوگا کہ
زید کی محنت اور سعی کا عوض ادا کرے۔ کیونکہ زید کی وہ محنت صرف اپنے ہی خیال سے ہے
نہ بکر کی فرمائش اور حکم سے۔ پھر جس حالت میں ہماری نیکیوں سے خدا کو کچھ فائدہ بھی نہیں
پہنچتا۔ بلکہ تمام عالم کے پرہیزگار اور نیکوکار ہو جانے سے بھی خدا کی بادشاہت ایک
ذرہ زیادہ نہیں ہو جاتی۔ اور نہ سب کے فاسق اور بدکار ہو جانے سے اُس کی بادشاہت
میں ایک ذرہ خلل آتا ہے۔ تو پھر اس صورت میں جب تک خدا کی طرف سے کوئی صریح
وعدہ نہ ہو۔ کیونکر یقینی طور پر سمجھا جائے کہ وہ ہماری نیکیوں یا ہماری بدیوں کا ضرور
ہمیں پاداش دے گا۔ ہاں اگر خدا کی طرف سے کوئی وعدہ ہو۔ تو اس صورت میں
ہر ایک عقل سلیم بہ یقین تمام سمجھتی ہے کہ وہ اپنے وعدوں کو ضرور پورا کریگا۔ اور ہر شخص
بشرطیکہ نرا احمق نہ ہو۔ بخوبی جانتا ہے کہ وعدہ اور عدم وعدہ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے

مہارت تامّہ رکھتا ہے۔ جس کو زمانہ دراز کی مشق کے باعث سے تشخیص امراض اور
۲۰۲ تحقیق عوارض کی پوری پوری واقفیت حاصل ہے۔ اور علاوہ اس کے فنّ سخن

جو تسلی اور تشفی وعدہ سے حاصل ہوتی ہے وہ نری خود تراشیدہ خیالات سے ممکن نہیں مثلاً خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایمانداروں کو یہ وعدہ دیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۱؎ الجزو نمبر ۵ یعنے خدا مومنین صالحین کو ہمیشہ کی بہشت میں داخل کریگا۔ خدا کی طرف سے یہ سچا وعدہ ہے اور خدا سے زیادہ تر سچا اپنی باتوں میں اور کون ہے۔ اب خود منصف ہو کر بتلاؤ کہ کیا اس صریح وعدہ سے صرف اپنے ہی دل کے خیالات برابر ہوسکتے ہیں۔ کیا کبھی یہ دونوں صورتیں یکساں ہوسکتی ہیں کہ ایک کو ایک راستباز کسی قدر مال دینے کا اپنی زبان سے وعدہ کرے۔ اور دوسرے کو وہ راستباز اپنی زبان سے کچھ بھی وعدہ نہ کرے۔ کیا مبشر اور غیر مبشر دونوں برابر ہوسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اب اپنے ہی دل میں سوچو کہ زیادہ تر صاف اور کھلا ہوا۔ اور
۲۰۳ با اطمینان وہ کلام ہے جس میں خدا کی طرف سے نیک اجر دینے کا وعدہ ہو یا وہ کلام کہ جو فقط اپنے ہی دل کا منصوبہ ہو۔ اور خدا کی طرف سے خاموشی ہو۔ کون دانا ہے کہ جو وعدہ کو غیر وعدہ سے بہتر نہیں جانتا۔ کونسا دل ہے جو وعدہ کے لئے نہیں تڑپتا۔ اگر خدا کی طرف سے ہمیشہ چپ چاپ ہی ہو۔ تو پھر اگر خدا کی راہ میں کوئی محنت بھی کرے تو کس بھروسہ پر۔ کیا وہ اپنے ہی تصوّرات کو خدا کے وعدے قرار دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جس کا ارادہ ہی معلوم نہیں کہ وہ کونسا بدلہ دیگا اور کیونکر دیگا اور کب تک دیگا۔ اسکے کام پر کون زیادہ تر امید کر سکتا ہے۔ اور نا امیدی کی حالت میں کیونکر محنتوں اور کوششوں پر دل لگا سکتا ہے۔ انسان کی کوششوں کو حرکت دینے والے اور انسان کے دل میں کامل جوش پیدا کرنے والے خدا کے وعدے ہیں۔ انہیں پر نظر کر کے عقلمند انسان اس دنیا کی محبت کو چھوڑتا ہے اور ہزاروں پیوند دلی اور تعلقوں اور زنجیروں سے خدا کے لئے الگ ہو جاتا ہے۔ وہی وعدے ہیں کہ جو ایک آلودہ روح کو ایکبارگی خدا کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ جیسی کہ

۱؎ النساء : ۱۲۳

میں بھی یکتا ہے۔ اور نظم اور نثر میں سرآمد روزگار ہے۔ جیسے وہ ایک مرض کے حدوث کی کیفیت اُس کے علامات اور اسباب فصیح اور وسیع

حاشیہ نمبر ۱۱

ایک شخص پر یہ بات کھل جاتی ہے کہ خدا کا کلام برحق ہے اور اُس کا ہر یک وعدہ ضرور ایک دن ہونے والا ہے۔ تو اسی وقت دنیا کی محبت اُس پر سرد ہو جاتی ہے۔ ایک دم میں وہ کچھ اور ہی چیز ہو جاتا ہے اور کسی اور ہی مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ کیا بیان کے رُو سے اور کیا عمل کے رُو سے اور کیا جزا سزا کی امید کے رُو سے کھلا ہوا اور مفتوح دروازہ خدا کے سچے الہام اور پاک کلام کا دروازہ ہے وبس۔

کلام پاک آں بیچوں بہ بخشد جام عرفاں را — کسے کو بے خبر زیں مے چہ داند ذوق ایماں را
دلیل خستہ است آنکہ دور از بحر جہ گرد است — نگارے است آنکہ دیدست گہے روئے جاناں را

وسوسہ ششم۔ کسی کتاب میں علم الٰہی کی ساری صداقتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ پھر کیونکر امید کی جائے کہ ناقص کتابیں ہمیں کامل معرفت تک پہنچا دیں گی۔

جواب۔ یہ وسوسہ اُس وقت تک قابل التفات ہوتا کہ جب برہمو سماج والوں میں سے کوئی صاحب اپنی عقل کے زور سے خداشناسی یا کسی دوسرے امر معاد کے متعلق کوئی ایسی جدید صداقت نکالتا جس کا قرآن شریف میں کہیں ذکر نہ ہوتا۔ اور ایسی حالت میں بلاشبہ حضرات برہمو بڑے ناز سے کہہ سکتے تھے کہ علم معاد اور خداشناسی کی ساری صداقتیں کتاب الہامی میں مندرج نہیں۔ بلکہ فلاں فلاں صداقت باہر رہ گئی ہے جس کو ہم نے دریافت کیا ہے۔ اگر ایسا کر کے دکھلاتے۔ تب تو شاید کسی نادان کو کوئی دھوکا
۲۰۳ بھی دے سکتے۔ پر جس حالت میں قرآن شریف کھلا کھلا دعویٰ کر رہا ہے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ[1] الجزو نمبر ۷ یعنی کوئی صداقت علم الٰہی کے متعلق جو انسان کے لئے ضروری ہے۔ اس کتاب سے باہر نہیں۔ اور پھر فرمایا۔ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ[2] الجزو نمبر ۳۰ یعنی خدا کا رسول پاک صحیفے پڑھتا ہے۔ جن میں تمام کامل صداقتیں اور علوم اوّلین و آخرین درج ہیں۔ اور پھر فرمایا۔ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ[3] الجزو نمبر ۱۱ یعنی اس کتاب میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ حکیم مطلق نے محکم اور مدلّل طور پر یعنی علوم حکمیہ کی طرح

۱ الانعام : ۳۹ ۲ البینۃ : ۳-۴ ۳ ھود : ۲

تقریر میں بکمال صحت و حقانیت اور بہ نہایت متانت و بلاغت بیان کرسکتا ہے۔ ۲۰۲
اُس کے مقابلہ پر کوئی دوسرا شخص جس کو فن طبابت سے ایک ذرہ مس نہیں

حاشیہ در حاشیہ

اس کو بیان کیا ہے۔ بطور کتھا یا قصہ نہیں۔ دوسری یہ خوبی کہ اس میں تمام ضروریات علم معاد کی تفصیل کی گئی ہے۔ اور پھر فرمایا۔ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۱؎ یعنے علم معاد میں جس قدر تنازعات تھیں سب کا فیصلہ یہ کتاب کرتی ہے یہ بیہودہ اور بیکار نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۲؎ الجزو نمبر ۱۴۔ یعنے ہم نے اسلئے کتاب کو نازل کیا ہے تا جو اختلافات عقول ناقصہ کے باعث پیدا ہوگئے ہیں یا کسی عمداً افراط و تفریط کرنے سے ظہور میں آگئے ہیں اُن سب کو دور کیا جائے۔ اور ایمانداروں کیلئے سیدھا راستہ بتلایا جاوے۔ اس جگہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو فساد بنی آدم کے مختلف کلاموں سے پھیلا ہے۔ اسکی اصلاح بھی کلام ہی پر موقوف ہے یعنے اس بگاڑ کے درست کرنے کیلئے جو بیہودہ اور غلط کلاموں سے پیدا ہوا ہے۔ ایسے کلام کی ضرورت ہے جو تمام عیوب سے پاک ہو۔ کیونکہ یہ نہایت بدیہی بات ہے کہ کلام کا رہ زدہ کلام ہی کے ذریعہ سے راہ پر آسکتا ہے۔ صرف اشارات قانون قدرت تنازعات کلامیہ کا فیصلہ نہیں کرسکتے اور نہ گمراہ کو اُسکی گمراہی پر بصفائی تمام ملزم کرسکتے ہیں۔ جیسے اگر حکم مقدمہ کی وجوہات بتصریح قلمبند کرے۔ نہ مدعا علیہ کے عذرات کو بدلائل قاطعہ توڑے۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ صرف اُس کے اشارات سے فریقین اپنے اپنے سوالات و اعتراضات و جرحات کا جواب پالیں۔ اور کیونکر ایسے مبہم اشارات پر جن سے کسی فریق کا باطمینان کامل رفع عذر نہیں ہوا۔ حکم اخیر مترتب ہوسکتا ہے۔ اسی طرح خدا کی حجت بھی بندوں پر تب ہی پوری ہوتی ہے کہ جب اُس کی طرف سے یہ التزام ہو کہ جو لوگ غلط تقریروں کے اثر سے طرح طرح کی بدعقیدگی میں پڑ گئے ہیں۔ اُن کو بذریعہ اپنی کامل و صحیح تقریر کے غلطی پر مطلع کرے اور مدلل اور واضح بیان سے اُن کا گمراہ ہونا اُن کو جتلا دے۔ تا اگر اطلاع پاکر پھر بھی وہ باز نہ آویں۔ اور غلطی کو

۱؎ الطارق : ۱۴-۱۵ ۲؎ النحل : ۶۵

۲۰۵ اور طریق سخن کی نزاکتوں سے بھی ناآشنا محض ہے ممکن نہیں کہ مثل اُسکے بیان کر سکے۔ یہ بات
بہت ہی ظاہر اور عام فہم ہے کہ جاہل اور عاقل کی تقریر میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے۔

حاشیہ نمبر ۱۱

۲۰۵ زبردستی تو سزا کے لائق ہوں۔ خدائے تعالیٰ ایک مجرم ٹھہرا کر پکڑے اور سزا دینے کو طیار ہو جائے۔
مگر بیان واضح سے اسکے دلائل ربّیت کا غلط ہونا ثابت نہ کرے اور اسکے دلی شبہات کو اپنی
کھلی کلام سے دور نہ کرے۔ کیا یہ امر کچھ منصفانہ حکم ہوگا۔ پھر اسی کی طرف دوسری آیت میں
بھی اشارہ فرمایا۔ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ۔[1] الجزو نمبر ۲ یعنے
قرآن میں تین صفتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے اُنکی طرف ہدایت
فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا اُنکی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے
جن امور میں اختلاف اور تنازعہ پیدا ہو گیا تھا اُن میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں
فرق ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر اسی جامعیت کے بارے میں فرمایا۔ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ
تَفْصِيلًا۔[2] الجزو نمبر ۱۵ یعنے اس کتاب میں ہر ایک علم دین کو بہ تفصیل تمام کھول دیا ہے اور
اسکے ذریعہ سے انسان کی جزئی ترقی نہیں بلکہ وہ وسائل بتلاتا ہے اور ایسے علوم کاملہ تعلیم
فرماتا ہے جن سے کلی طور پر ترقی ہو۔ اور پھر فرمایا۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ
شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ۔[3] الجزو نمبر ۱۴ یعنے یہ کتاب ہم نے
اسلئے تجھ پر نازل کی کہ تا ہر یک دینی صداقت کو کھول کر بیان کر دے اور تا یہ بیان کامل ہدایت کا اُنکے
لئے جو اطاعت الٰہی اختیار کرتے ہیں موجب ہدایت و رحمت ہو۔ اور پھر فرمایا۔ الٓرٰ كِتَابٌ
أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ۔[4] الجزو نمبر ۱۳۔ یعنے
یہ عالیشان کتاب ہم نے تجھ پر نازل کی تا کہ تو لوگوں کو ہر یک قسم کی تاریکی سے نکال کر نور میں
داخل کرے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس قدر انسان کے نفس میں طرح طرح کے وساوس
گذرتے ہیں اور شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اُن سب کو قرآن شریف دور کرتا ہے۔
اور ہر یک طور کے خیالات فاسدہ کو مٹاتا ہے اور معرفت کامل کا نور بخشتا ہے یعنے جو کچھ
خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور اس پر یقین لانے کے لئے معارف و حقائق درکار ہیں
سب عطا فرماتا ہے۔ اور پھر فرمایا۔ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ

[1] البقرۃ : ۱۸۶ [2] بنی اسرائیل : ۱۳ [3] النحل : ۹۰ [4] ابراہیم : ۲

۲۰۶ اور جس قدر انسان کمالات علمیہ رکھتا ہے۔ وہ کمالات ضرور اس کی علمی تقریر میں اس طرح
پر نظر آتے ہیں۔ جیسے ایک آئینہ صاف میں چہرہ نظر آتا ہے۔ اور حق اور حکمت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ تَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ
یُّؤۡمِنُوۡنَ۔[1] الجزو نمبر ۱۳ یعنے قرآن ایسی کتاب نہیں کہ انسان اسکو بنا سکے بلکہ اسکے
آثار صدق ظاہر ہیں کیونکہ وہ پہلی کتابوں کو سچا کرتا ہے یعنے کتب سابقہ انبیاء میں جو
اسکے بارے میں پیشگوئیاں موجود تھیں وہ اسکے ظہور سے بہ پایۂ صداقت پہنچ گئیں۔
اور جن عقائد حقہ کے بارے میں اُن کتابوں میں دلائل واضح موجود نہ تھیں۔ اُن کے
قرآن نے دلائل بتلائے اور اُن کی تعلیم کو مرتبہ کمال تک پہنچایا۔ اس طور پر اُن کتابوں کو
۲۰۷ سچا کیا جس سے خود سچائی اُس کی ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے نشانِ صدق یہ کہ ہریک
صداقت دینی کو وہ بیان کرتا ہے اور تمام وہ امور بتلاتا ہے کہ جو ہدایت کامل پانے کے
لئے ضروری ہیں۔ اور یہ اس لئے نشانِ صدق ٹھہرا کہ انسان کی طاقت سے یہ بات باہر
ہے کہ اس کا علم ایسا وسیع و محیط ہو جس سے کوئی دینی صداقت و حقائق دقیقہ باہر نہ رہیں۔
غرض ان تمام آیات میں خدائے تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ قرآن شریف ساری صداقتوں کا
جامع ہے۔ اور یہی بزرگ دلیل اُس کی حقانیت پر ہے اور اس دعوے پر صدہا برس
بھی گذر گئے۔ پر آج تک کسی برہمو وغیرہ نے اُس کے مقابلہ پر دم بھی نہ مارا۔ تو اس
صورت میں ظاہر ہے کہ بغیر پیش کرنے کسی ایسی جدید صداقت کے کہ جو قرآن شریف سے
باہر رہ گئی ہو۔ یونہی دیوانوں اور سوداویوں کی طرح اوہام باطلہ پیش کرنا جن کی کچھ بھی
اصلیت نہیں۔ اس بات پر پختہ دلیل ہے کہ ایسے لوگوں کو راستبازوں کی طرح حق کا
تلاش کرنا منظور ہی نہیں۔ بلکہ نفس امّارہ کو خوش رکھنے کے لئے اس فکر میں پڑے
ہوئے ہیں کہ کسی طرح خدا کے پاک احکام سے بلکہ خدا ہی سے آزادگی حاصل کر لیں۔ اسی
آزادگی کے حصول کی غرض سے خدا کی سچی کتاب سے جس کی حقانیت اظہر من الشمس ہے
ایسے منحرف ہو رہے ہیں کہ نہ متکلم بن کر شائستہ طریق پر کلام کرتے ہیں اور نہ سامع ہونے
کی حالت میں کسی دوسرے کی بات سنتے ہیں۔ بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ کب کسی نے کوئی

[1] یوسف : ۱۱۲

کے بیان کرنے کے وقت وہ الفاظ کہ جو اس کے مونہہ سے نکلتے ہیں۔ اسکی لیاقت علمی

صداقت دینی قرآن کے مقابلہ پر پیش کی جس کو قرآن نے کچھ جواب نہ دیا اور خالی ہاتھ بھیج دیا جس حالت میں تیرہ سو برس سے قرآن شریف باواز بلند دعویٰ کر رہا ہے کہ تمام دینی سچائیاں اس میں بھری پڑی ہیں۔ تو پھر یہ کیسا خبث طینت ہے کہ اتباع ان کے بغیر ایسی عالیشان کتاب کو ناقص خیال کیا جائے۔ اور یہ کس قسم کا مکابرہ ہے کہ نہ قرآن شریف کے بیان کو قبول کریں اور نہ اس کے دعویٰ کو توڑ کر دکھلاویں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کے لبوں پر تو ضرور کبھی کبھی خدا کا ذکر آجاتا ہے۔ مگر ان کے دل دنیا کی گندگی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی دینی بحث شروع بھی کریں تو اس کو مکمل طور پر ختم کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ناتمام گفتگو کا ہی جلدی سے گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ کوئی صداقت ظاہر ہو جائے۔ اور پھر بے شرمی یہ کہ گھر میں بیٹھ کر اس کامل کتاب کو ناقص بیان کرتے ہیں۔ جس نے بوضاحت تمام فرما دیا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔[1] یعنی آج میں نے اس کتاب کے نازل کرنے سے علم دین کو مرتبہ کمال تک پہنچا دیا اور اپنی تمام نعمتیں ایمانداروں پر پوری کر دیں۔ اے حضرات! کیا تمہیں کچھ بھی خدا کا خوف نہیں۔ کیا تم ہمیشہ اسی طرح جیتے رہو گے کیا ایک دن خدا کے حضور
۲۰۴ میں اس جھوٹے منہ پر لعنتیں نہیں پڑیں گی؟ اگر آپ لوگ کوئی بھاری صداقت لئے بیٹھے ہیں جس کی نسبت تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے کمال جانفشانی اور عرق ریزی اور موشگافی سے اس کو پیدا کیا ہے اور جو تمہارے گمان باطل میں قرآن شریف اس صداقت کے بیان کرنے سے قاصر ہے تو تمہیں قسم ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر وہ صداقت ہمارے روبرو پیش کرو۔ تا ہم تم کو قرآن شریف میں سے نکال کر دکھلا دیں۔ مگر پھر مسلمان ہونے پر مستعد رہو۔ اور اگر اب بھی آپ لوگ بدگمانی اور بک بک کرنا نہ چھوڑیں اور مناظرہ کا سیدھا راستہ اختیار نہ کریں۔ تو بجز اس کے اور کیا کہیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔

الا اے کمر بستہ بر افترا — مکش تو لسان را بہ ترک حیا
بہ نقصان حق کینہ تا کجا — کہ شرمت نیاید ز جلال خدا

[1] مائدہ : ۴

حاشیہ ۲ کا اندازہ معلوم کرنے کے لئے ایک پیمانہ تصور کئے جاتے ہیں اور حجوبات وسعت علم اور کمال عقل کے چشمہ سے نکلتی ہے۔ اور حجوبات تنگ اور منقبض اور تاریک اور محدود

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بچیزے بود روشن اندر بہی ۔ بدو ہرچہ ہست دریں بود ابلہی
چو بر نیک گوہر گماں بد بری ۔ بدانند مردم کہ بد گوہری
چو گوئی دریاک را پُر غبار ۔ غبار دو چشمت شود آشکار
سخنہائے پُر خبث بے مغز و خام ۔ بود بر جبینش نشانے تمام
ندانید گفتن سخن جز دروغ ۔ بر ہیچ ندارد دروغے فروغ
نیارید یاد از حق بیچگوں ۔ پسند او فتاد ست دنیائے دوں
بہ دنیا کسے دل بہ بندد چرا ۔ کہ ناگاہ باید شدن زیں سرا
سر انجام ایں خانہ جز حسرت و درد ۔ بہ بخشش نیاید مردان مرد
بدیں گل میالائے دل اے خسے ۔ کہ چوں بقایش نماند بسے
زمانِ مکافات آید فراز ۔ تو بر عیش دنیا بدیں سان مناز
فریبے مخور از زر و سیم و مال ۔ کہ ہر مال را آخر آید زوال
نہ آوردہ ایم و نہ با خود بریم ۔ تہی آمدیم و تہی بگذریم
علاج تا ندانی سر از روئے دوست ۔ جہانے نیرزد بیک موئے دوست
خدائے کہ جاں بردہ او فدا ۔ نیابی رہش جز پئے مصطفٰے
ابوالقاسم آں آفتابِ جہاں ۔ کہ روشن شد از وے زمین و زماں
بشر کے بدست از فلک خوب تر ۔ ز نورے اگرچہ محمد بشر
نیاید ترا شرم از کردگار ۔ کہ اہل خرد باشی و باوقار
پس آنگہ شوی منکر آں رسول ۔ کہ یابد ازو نور چشم عقول
ز سہو و ز غفلت رسیدہ بتو ۔ ز طور بشر پاک شیدہ بنہ
نیاید ز تو کار ربّ العباد ۔ مگر دامن پاک ز جہل و عناد

۲۰۸ خیال سے پیدا ہوتی ہے۔ ان دونوں طور کی باتوں میں اس قدر فرق واضح ہوتا ہے کہ
جیسے قوت شامہ کے آگے بشرطیکہ کسی فطرتی یا عارضی آفت سے ماؤف نہ ہو خوشبو

حاشیہ نمبر ۱۱

مدان ناقص دانشِ چوں جماد — کمالِ خدا را مفکن ز یاد
تو خود ناقصی و دنی الصفات — مزن تہمتِ نقص بر پاک ذات
خیالات بیہودہ کردت تباہ — خود از پائے خود اوفتادی بچاہ
خیالت شبے ہست تاریک تار — فزودہ دلت شب ازیں صد غبار
ز دل راہ جو تا زوالِ شب شگی — بترس از دو روزِ سزا یاد کن
گہے در ہوا ہمچو مرغاں بپری — دگر بر سرِ آب ہا بگذری
۲۰۹ دگر ز آتشش آئی سلامت برا — دگر خاک را زر کنی از فسوں
نیابی گر حق را کنی زیر دست — مکن شاد خاطر چو مجنوں مست
خدا ہر کرا کرد مہر منیر — نگردد ز دستِ تو خاکِ حقیر
دلِ خود بپرد ز سوزے شقی — نکاہد ز مکرِ تو افسردہ دلی
بہارست و بادِ صبا در چمن — گلے تازہ با گل و یاسمن
ز نسرین و گلہائے فصلِ بہار — نسیمِ صبا میوزد عطر بار
تو اے ابلہ افتادہ اندر خزاں — ہمہ برگ افتادہ چوں مفلساں
بہ قرآں چرا بر سرِ کینہ ای — ندیدی ز قرآں مگر نیکوی
اگر نامدے در جہاں ایں کلام — نماندے بہ دنیا ز توحید نام
جہاں بود در قعرِ تاریک تار — ازو شد منور رخِ ہر دیار
بہ توحید راہے ازو شد عیاں — ترا زیں چہ غم گر شکست آں یکی
مگر مذہبے بس محال آنکہ خود گئی — بہ انصاف بنگر دلا در جہاں کش
بجو آں خرد مایہ بگوہرے — کہ از مہرِ خود بتابد سرے
ز اندازۂ خویش برتر مپر — بپیچد مکر و جہل ناید ہنر

۲۰۱ اور بدبو میں فرق واضح ہے جہاں تک تم چاہو فکر کرلو اور جس حد تک چاہو سوچ لو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

چنیں دل کہ ایں گوہر پرور آں است | خدا از دل و تدبیر انسانی است
شد ایں در بفضل خدا ارجمند | نہ کز پر فریب است و سالوس و بند
درخشد درو نور چوں آفتاب | تو کوری کہ بینی اش زیر حجاب
بہ ناپاکی دل مشو بدگماں | دلِ کج نہاں است ہمنا عیاں
بہ شوخی دل از عشق را بساز | پس آنگہ ببیں قدرت کارساز
گزیں کن ز خلوت یکے انجمن | کہ یابی تن از ما کند یک سخن
بما ہست فضل خداوند پاک | ز باطل پرستاں ندارم بباک
بجوش است فیض احد در دلم | کہ تا بند ہر طالبے بگسلم
خدا را دریں لطفہا ہست بلند | نسیم عنایات در اہتزاز
کسے کو بتابد سر از عدل و داد | کجا دم زند پیش صدق و سداد
کلام خدا بردہ ام از عز و جاہ | کند روئے ناشرمسارش سیاہ
چساں بار شخصے بگردد بلند | کہ طغیان نفسش بگردن فگند
دل پاک و جولان فکر و نظر | دو جوہر بود لازم یک دگر
چو صوفِ صفا ند دل آں گہر | بدار از سوادش بچوں رنگ گند
خدا تربیت زیبِ مشتِ خاک | طہورت دہد ز آں تا گردی پاک
بہر حاجتے گشت حاجت روا | کشود از ترحم در دستِ عطا
چہ پالانش مجوش چنیں میدہی | کہ در علم خود را نظیرش نہی
چہ جو دو برابیگی با خدا رسے | تو ہر چنیں عقل ہو اد کلی رسے
خدا جوئی دلے را بپستی فگند | بجوششن نہ بہ یم کرد شاں بلند
بجوشیم و انجام کار آں بود | کہ آں خواہش عشقِ یزداں بود

وسوسہ نمبر ششم۔ انسان کو خدا کا ہمکلام تجویز کرنا ادب سے دُور ہے۔ خالق کو نا

کوئی خامی اس صداقت میں نہیں پاؤ گے۔ اور کسی طرف سے کوئی رخنہ نہیں دیکھو گے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ازلی ابدی سے کیا نسبت اور مشتِ خاک کو نورِ محجوب سے کیا مشابہت۔
جواب :۔ یہ تمام خیال سراسر بے اصل اور پوچ ہے اور اسکے قلع قمع کے لئے منصفوں کو اسی قدر
۲۰۹ کا سمجھنا کافی ہے کہ جس کریم اور رحمان نے افراد کامل بنی آدم کے دل میں اپنی معرفت کے لئے
بے انتہا جوش ڈال دیا۔ اور ایسا اپنی محبت اور اپنے انس اور اپنے شوق کی طرف کھینچا کہ وہ
بالکل اپنی ہستی سے کھوئے گئے۔ تو اس صورت میں یہ تجویز کرنا کہ خدا اُن کا ہمکلام ہونا نہیں
چاہتا۔ اس قول کے مساوی ہے کہ گویا اُن کا تمام عشق اور محبت ہی عبث ہے اور اُن کے
سارے جوش یکطرفہ خیالات ہیں۔ لیکن خیال کرنا چاہئے کہ ایسا خیال کس قدر بیہودہ ہے۔
کیا جس نے انسان کو اپنے تقرب کی استعداد بخشی اور اپنی محبت اور عشق کے جذبات سے
بیقرار کر دیا۔ اسکے کرم کے فیضان سے اس کا طالب محروم رہ سکتا ہے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ خدا
کا عشق اور خدا کی محبت اور خدا کے لئے بیخود اور محو ہو جانا یہ سب ممکن ہو جائز ہے اور خدا
کی شان میں کچھ حارج نہیں۔ مگر اپنے محب صادق کے دل پر خدا کا الہام نازل ہونا غیر ممکن
اور ناجائز ہے اور خدا کی شان میں حارج ہے۔ انسان کا خدا کی محبت کے بے انتہا دریا
میں ڈوبنا اور پھر کسی مقام میں بس نہ کرنا اس بات پر شہادتِ قاطع ہے کہ اس کی عجیب الخلقت
رُوح خدا کی معرفت کے لئے بنائی گئی ہے۔ پس جو چیز خدا کی معرفت کے لئے بنائی گئی ہے
اگر اس کو وسیلہ معرفت کامل کا جو الہام ہے عطا نہ ہو۔ تو یہ کہنا پڑے گا کہ خدا نے اس کو
اپنی معرفت کے لئے نہیں بنایا۔ حالانکہ اس بات سے بجز مسخ والوں کے کسی کو بھی انکار نہیں
کہ انسان سلیم الفطرت کی رُوح خدا کی معرفت کی بھوکی اور پیاسی ہے۔ پس اب انکو آپ
ہی سمجھنا چاہئے کہ جس حالت میں انسان صحیح الفطرت خود فطرتاً خدا کی معرفت کا طالب ہے
اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ معرفتِ الٰہی کا ذریعہ کامل بجز الہام الٰہی اور کوئی دوسرا امر نہیں۔
تو اس صورت میں اگر وہ معرفت کامل کا ذریعہ غیر ممکن الحصول بلکہ اس کا تلاش کرنا
دور از ادب ہے۔ تو خدا کی حکمت پر بڑا اعتراض ہوگا کہ اس نے انسان کو اپنی معرفت کے
لئے جوش تو دیا پر ذریعہ معرفت عطا نہ کیا۔ گویا جس قدر بھوک تھی اس قدر روٹی نہ دیا

۲۱۰ پس جبکہ من کل الوجوہ ثابت ہے کہ جو فرق علمی اور عقلی طاقتوں میں متحقق ہوتا ہے۔ وہ ضرور کلام میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور ہرگز ممکن ہی نہیں کہ جو لوگ من حیث العقل

حاشیہ نمبر ۱۱

رہ جاوے۔ اور جس قدر پیاس لگا دی اُس قدر پانی دینا منظور نہ ہوا۔ مگر دانشمند لوگ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ ایسا خیال سراسر خدا کی عظیم الشان رحمتوں کی تحقیر شان ہے۔ جس حکیم مطلق نے انسان کی ساری سعادت اسی میں رکھی ہے کہ وہ اسی دنیا میں الوہیت کی شعاعوں کو کامل طور پر دیکھے تا اس زبردست کشش سے خدا کی طرف کھینچا جائے۔ پھر ایسے کریم اور رحیم کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ انسان کو اپنی سعادت مطلوبہ اور اپنے مرتبہ فطرتیہ تک پہنچانا نہیں چاہتا۔ یہ حضرات برہمو کی عجب عقلمندی ہے۔

وسوسہ پنجم۔ یہ دعویٰ کہ خدا آسمان سے اپنا کلام نازل کرتا ہے یہ بالکل درست نہیں کیونکہ قوانین تجربہ اس کی تصدیق نہیں کرتے اور کوئی آواز اوپر سے نیچے کو آتی ہم کبھی نہیں سنتے۔ بلکہ الہام صرف ان خیالات کا نام ہے کہ جو فکر اور نظر کے استعمال سے عقلمند لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں وبس۔

جواب۔ یہ صداقت بجائے خود ثابت ہے اور جس کو بے شمار صاحب معرفت لوگوں نے بچشم خود مشاہدہ کر لیا ہے اور جس کا ثبوت ہر زمانہ میں طالب حق کو مل سکتا ہے۔ اگر اس سے کوئی ایسا انسان منکر ہو کہ جو روحانی بصیرت سے بے بہرہ ہے یا اگر اس کی تصدیق سے کسی محجوب القلب کا فکر قاصر اور علم ناقص نا تمام رہے تو اس صداقت کا کچھ بھی نقصان نہیں۔ اور نہ وہ ایسے لوگوں کے بک بک کرنے سے قوانین قدرتیہ سے باہر ہو سکتی ہے۔ مثلاً تم سوچو کہ اگر کوئی اس قوت جاذبہ سے جو مقناطیس میں ہے بے خبر ہو اور اس نے کبھی مقناطیس دیکھا ہی نہ ہو۔ اور یہ دعویٰ کرے کہ مقناطیس ایک پتھر ہے۔ اور جہاں تک قوانین قدرتیہ کا مجھے علم ہے اس طور کی کشش کو میں نے کبھی کسی پتھر میں مشاہدہ نہیں کیا اسلئے میری رائے ہے جو مقناطیس کی نسبت ایک خاصیت جذب خیال کی گئی ہے وہ غلط ہے کیونکہ قوانین تجربہ کے برخلاف ہے۔ تو کیا اسکی اس فضول گوئی سے مقناطیس کی ایک متحقق خاصیت غیر معتبر اور مشکوک ہو جائیگی ہرگز نہیں بلکہ ایسے نادانوں کی ان فضول باتوں سے اگر کچھ ثابت بھی ہوگا تو یہی ثابت ہوگا کہ وہ سخت درجہ کا احمق اور جاہل ہے کہ جو اپنے عدم علم کو

۱۶۱ والعلم افضل اور اعلیٰ ہیں وہ فصاحت بیانی اور رفعت معانی میں یکساں ہو جائیں اور کچھ مابہ الامتیاز باقی نہ رہے۔ تو اس صداقت کا ثابت ہونا اس دوسری صداقت

حاشیہ نمبر ۱۱

عدم شے پر دلیل ٹھہراتا ہے اور ہزارہا صاحب تجربہ لوگوں کی شہادت کو قبول نہیں کرتا۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ قوانین قدرتیہ کیلئے یہی شرط ہو۔ کہ ہر یک فرد بشر عام طور پر ان کو آزما لیوے۔ خدا نے نوع انسان کو ظاہری و باطنی قوتوں میں متفاوت پیدا کیا ہے۔ مثلاً بعض کی قوت باصرہ نہایت تیز ہے۔ بعض ضعیف البصر ہیں۔ بعض بعض اندھے بھی ہیں۔ جو ضعیف البصر ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ تیز بصارت والوں نے دور سے کسی باریک چیز کو مثلاً ہلال کو دیکھ لیا تو وہ انکار نہیں کرتے بلکہ انکار کرنا اپنی ذلت اور بیہودہ دری کا موجب سمجھتے ہیں۔ اور اندھے بیچارے تو ایسے معاملہ میں دم بھی نہیں مارتے۔ اسی طرح جن کی قوت شامہ مفقود ہے
۱۶۱ وہ صد ہا ثقہ اور راستگو لوگوں کی زبان سے خوشبو و بدبو کی خبریں جب سنتے ہیں تو یقین کر لیتے ہیں اور ذرہ شک نہیں کرتے اور خوب جانتے ہیں کہ اس قدر لوگ جھوٹ نہیں بولتے ضرور سچے ہیں۔ اور بلاشبہ ہماری ہی قوت شامہ ندارد ہے کہ جو ہم ان مشمومات کے دریافت کرنے سے محروم ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس باطنی استعدادوں میں بھی بنی آدم مختلف ہیں بعض ادنیٰ ہیں اور حجب نفسانی میں محجوب ہیں۔ اور بعض قدیم سے ایسے نفوس عالیہ اور صافیہ ہوتے چلے آئے ہیں کہ جو خدا سے الہام پاتے رہے ہیں۔ اور ادنیٰ فطرت کے لوگ کہ جو محجوب النفس ہیں۔ ان کا نفوس عالیہ لطیفہ کے خصائص ذاتیہ سے انکار کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی اندھا یا ضعیف البصر صاحب بصارت قویہ کے مرئیات سے انکار کرے یا جیسا ایک اخشم آدمی جس کی قوت بویائی ابتدا پیدائش سے ہی باطل ہو۔ صاحب قوت شامہ کے مشمومات سے منکر ہو۔

اور پھر منکر کے ملزم کرنے کے لئے بھی جو ظاہری طور پر تدابیر ہیں۔ وہی باطنی طور پر بھی تدابیر موجود ہیں۔ مثلاً جس کی قوت شامہ کا مفقود ہونا بعلت مادری ہے۔ اگر وہ خوشبو و بدبو کے وجود سے منکر ہو بیٹھے اور جس قدر لوگ صاحب قوت شامہ ہیں سب کو دروغگو یا وہمی قرار دیوے۔ تو اس کو یوں سمجھا سکتے ہیں کہ اسکو یہ کہا جائے کہ وہ بہت سی چیزوں میں مثلاً پارچات میں سے بعض پر عطر مل کر اور بعض کو خالی رکھ کر صاحب قوت شامہ

۲۱۱ کے ثبوت کو مستلزم ہے کہ جو کلام خدا کا کلام ہو۔ اُس کا انسانی کلام سے اپنے ظاہری

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کا امتحان کرنے تا تکرار تجربہ سے اُس کو اِس بات پر یقین ہو جائے کہ قوت شامہ کا وجود بھی واقعی اور حقیقی ہے۔ اور ایسے لوگ فی الحقیقت پائے جاتے ہیں کہ جو معطر اور غیر معطر میں فرق کر لیتے ہیں۔ ایسا ہی تکرار تجربہ سے الہام کا وجود طالب حق پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب صاحب الہام پر وہ امور غیبیہ اور دقائق مخفیہ منکشف ہوتے ہیں کہ جو مجرد عقل سے منکشف نہیں ہو سکتے اور کتاب الہامی ان عجائبات پر مشتمل ہوتی ہے جن پر کوئی دوسری کتاب مشتمل نہیں ہوتی تو طالب حق اسی دلیل سے سمجھ لیتا ہے کہ الہام الٰہی بلاشبہ اپنے صداقت ہے۔ اور اگر خوش نصیب صالحین میں سے ہو تو خود ٹھیک ٹھیک راہ راست پر چلنے سے کسی قدر بہ حیثیت وراثت قلب اپنے کے الہام الٰہی کو اولیاء اللہ کی طرح پا بھی لیتا ہے جس سے وحی رسالت پر بطور حق الیقین اسکو علم حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ طالب حق کے لئے کہ جو اسلام کے قبول کرنے پر دلی سچائی اور روحانی صدق اور خالص اطاعت سے رغبت ظاہر کرے۔ ہم ہی اس طور پر تسلی دینے کا ذمہ اٹھاتے ہیں۔ وَاِنْ کَانَ اَحَدٌ فِیْ
۲۱۲ شَکٍّ مِّنْ قَوْلِیْ فَلْیَرْجِعْ اِلَیْنَا بِصِدْقِ الْقَدَمِ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ قَدِیْرٌ وَھُوَ فِیْ کُلِّ اَمْرٍ نَصِیْرٌ۔

اور یہ خیال کرنا کہ جو دقائق فکر اور نظر کے استعمال سے لوگوں پر کھلتے ہیں وہی الہام ہیں۔ بجز ان کے اور کوئی شے الہام نہیں یہ بھی ایک ایسا وہم ہے جس کا موجب صرف کور باطنی اور بے خبری ہے۔ اگر انسانی خیالات ہی خدا کا الہام ہوتے۔ تو انسان بھی خدا کی طرح بذریعہ اپنے فکر اور نظر کے امور غیبیہ کو معلوم کر سکتا۔ لیکن ظاہر ہے کہ انسان کیسا ہی دانا ہو جب تک وہ فکر کرے کوئی امر غیب بتلا نہیں سکتا۔ اور کوئی نشان طاقت الوہیت کا ظاہر نہیں کر سکتا۔ اور خدا کی قدرت خاصہ کی کوئی علامت اس کے کلام میں پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر وہ فکر کرتا کرتا مر بھی جائے۔ تب بھی ان پوشیدہ باتوں کو معلوم نہیں کر سکتا کہ جو اس کی عقل اور نظر اور حواس سے وراء الوراء ہیں۔ اور نہ اس کا کلام ایسا عالی ہوتا ہے کہ جس کے مقابلہ سے انسانی قوتیں عاجز ہوں۔ پس اس وجہ سے عاقل کو یقین کرنے کے لئے وجوہ کافی ہیں کہ جو کچھ انسان اپنی فکر اور نظر سے نکالے یا بنے

اور باطنی کمالات میں برتر اور اعلیٰ اور عدیم المثال ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ خدا کے کلام تام
سے کسی کا علم برابر نہیں ہوسکتا۔ اور اسی کی طرف خدا نے بھی اشارہ فرما کر کہا ہے۔

خیالات پیدا کرتا ہے وہ خدا کا کلام نہیں بن سکتے۔ اگر وہ خدا کا کلام ہوتا تو انسان پر سارے
غیب کے دروازے کھل جاتے اور وہ امور بیان کرسکتا جن کا بیان کرنا الوہیت کی قوت پر
موقوف ہے کیونکہ خدا کے کلام اور کلام میں خدائی کے تجلیات کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر
کسی کے دل میں یہ شبہ گذرے کہ نیک اور بد تدبیریں اور ہر یک شر و خیر کے متعلق باریک
تحقیقیں اور طرح طرح کے مکر و فریب کی باتیں کہ جو فکر اور نظر کے وقت انسان کے دل میں پڑ
جاتی ہیں۔ وہ کس کی طرف سے اور کہاں سے پڑ جاتی ہیں۔ اور کیونکر سوچتے سوچتے یک دفعہ
مطلب کی بات سوجھ جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام خیالات خلق اللہ ہیں امر اللہ
نہیں۔ اور اس جگہ خلق اور امر میں ایک لطیف فرق ہے۔ خلق تو خدا کے اس فعل سے مراد
ہے کہ جب خدائے تعالیٰ عالم کی کسی چیز کو بتوسط اسباب پیدا کر کے بوجہ علت العلل ہونے
کے اپنی طرف اسکو منسوب کرے۔ اور امر وہ ہے جو بلاتوسط اسباب خالص خدائے تعالیٰ
کی طرف سے ہو۔ اور کسی سبب کی اس میں آمیزش نہ ہو جیسے کلام الٰہی جو اس عالم علوی کی طرف سے
نازل ہوتا ہے۔ اس کا نزول عالم امر سے ہے نہ عالم خلق سے۔ اور دوسرے جو جو خیالات انسانوں
کے دلوں میں بوقت نظر اور فکر کے گذرا کرتے ہیں۔ وہ بتمامہا عالم خلق سے ہیں کہ جن میں قدرت ۲۱۴
الٰہیہ زیر پردۂ اسباب و قوٰی متصرف ہوتی ہے۔ اور ان کی نسبت بسط کلام یوں ہے کہ خدا
نے انسان کو اس عالم اسباب میں طرح طرح کی قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ پیدا کرکے اس کی
فطرت کو ایک ایسے قانون فطرت پر مبنی کر دیا ہے۔ یعنے ان کی پیدائش میں کچھ اس قسم کی
خاصیت رکھدی ہے کہ جب وہ کسی بھلے یا برے کام میں اپنی فکر کو متحرک کریں۔ تو
اسی کے مناسب ان کو تدبیریں سوجھ جایا کریں۔ جیسے ظاہری قوتوں اور حواس
میں انسان کے لئے یہ قانون قدرت رکھا گیا ہے کہ جب وہ اپنی آنکھ کھولے تو کچھ نہ کچھ
دیکھ لیتا ہے۔ اور جب اپنے کانوں کو کسی آواز کی طرف لگاوے تو کچھ نہ کچھ سن لیتا ہے۔
اسی طرح جب وہ کسی نیک یا بد کام میں کوئی کامیابی کا راستہ سوچتا ہے تو کوئی نہ کوئی تدبیر

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ [1] الجزو نمبر ۱۲ ۲۱۲

یعنے اگر کفار اس قرآن کی نظیر پیش نہ کرسکیں اور مقابلہ کرنے سے عاجز رہیں۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

سوجھ ہی جاتی ہے۔ صالح آدمی نیک راہ میں فکر کر کے نیک باتیں نکالتا ہے اور چور نقب زنی کے باب میں فکر کر کے کوئی عمدہ طریق نقب زنی کا ایجاد کرتا ہے۔ غرض جس طرح بدی کے بارے میں انسان کو بڑے بڑے عمیق اور نازک بدی کے خیال سوجھ جاتے ہیں علیٰ ہٰذا القیاس اسی قوت کو جب انسان نیک راہ میں استعمال کرتا ہے تو نیکی کے عمدہ خیال بھی سوجھ جاتے ہیں۔ اور جس طرح بدخیالات گو کیسے ہی عمیق اور دقیق اور جادو اثر کیوں نہ ہوں خدا کا کلام نہیں ہوسکتے ایسا ہی انسان کے خود تراشیدہ خیالات جن کو وہ اپنے زعم میں نیک سمجھتا ہے۔ کلام الٰہی نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو کچھ نیکوں کو نیک گتیں یا چوروں ڈاکوؤں اور خونیوں اور زانیوں اور مسخروں کو فکر اور نظر کے بعد بُری تدبیریں سوجھتی ہیں وہ فطرتی آثار اور خواص ہیں اور بوجہ علت العلل ہونے حضرت باری کے انکو خلق اللہ کہا جاتا ہے نہ امر اللہ وہ انسان کے لئے ایسے ہی فطرتی خواص ہیں جیسے نباتات کے لئے قوت اسہال یا قوت قبض یا دوسری قوتیں فطرتی خواص ہیں۔ غرض جیسا ادویہ مفردہ میں حکیم مطلق نے طرح طرح کے خواص رکھے ہیں۔ ایسا ہی انسان کی قوت متفکرہ میں یہ خاصہ رکھا ہے کہ جس نیک یا بد میں انسان اس سے مدد لینا چاہتا ہے اُسی قسم کی اس سے مدد ملتی ہے۔ ایک شاعر کسی کی ہجو میں شعر بناتا ہے۔ اُسکو فکر کرنے سے ہجو کے شعر سوجھتے جاتے ہیں۔ دوسرا شاعر اُسی شخص کی تعریف کرنی چاہتا ہے۔ اُس کو تعریف کا ہی مضمون سوجھتا ہے۔ سو اس قسم کے خیالات نیک اور بد خدا کی خاص مرضی کا آئینہ نہیں ہوسکتے اور نہ اس کا کلام اور ۲۱۳
کلام کہلا سکتے ہیں۔ خدا کا پاک کلام وہ کلام ہے کہ جو انسانی قوتوں سے بکلی برتر و اعلیٰ ہے۔ اور کمالیت اور قدرت اور تقدس سے بھرا ہوا ہے۔ جس کے ظہور و بروز کے لئے اوّل شرط یہی ہے کہ بشری قوتیں بکلی معطل اور بیکار ہوں۔ نہ فکر ہو نہ نظر ہو۔ بلکہ انسان مثل میّت کے ہو۔ اور سب اسباب منقطع ہوں۔ اور خدا جس کا وجود واقعی اور حقیقی ہے۔ آپ اپنے کلام کو اپنے خاص ارادہ سے کسی کے دل پر نازل کرے۔

[1] ہود : ۱۵

۲۱۲ تو تم جان لو کہ یہ کلام علم انسان سے نہیں بلکہ خدا کے علم سے نازل ہوا ہے۔ جس کے علم وسیع اور تام کے مقابلہ پر علوم انسانیہ بے حقیقت اور ہیچ ہیں۔ اس آیت میں

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

پس سمجھنا چاہئے کہ جس طرح آفتاب کی روشنی صرف آسمان سے آتی ہے آنکھوں کے اندر سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ وہی طرح نورِ الہام کا بھی خاص خدا کی طرف سے اور اسکے ارادہ سے نازل ہوتا ہے۔ یونہی اندر سے جوش نہیں مارتا۔ جبکہ خدا فی الواقع موجود ہے اور فی الواقع وہ دیکھتا سنتا جانتا کلام کرتا ہے۔ تو پھر اس کا کلام اُسی حیّ وقیوم کی طرف سے نازل ہونا چاہئے نہ یہ کہ انسان کے اپنے ہی خیالات خدا کا کلام بن جاویں۔ ہمارے اندر سے وہی خیالات بھلے یا بُرے جوش مارتے ہیں کہ جو ہمارے اندازہ فطرت کے مطابق ہمارے اندر سمائے ہوئے ہیں۔ مگر خدا کے بے انتہا علم اور بے شمار حکمتیں ہمارے دل میں کیونکر سما سکیں۔ اس سے زیادہ تر اور کیا کفر ہوگا کہ انسان ایسا خیال کرے کہ جس قدر خدا کے پاس خزائن علم و حکمت و اسرارِ غیب ہیں۔ وہ سب ہمارے ہی دل میں موجود ہیں اور ہمارے ہی دل سے جوش مارتے ہیں۔ پس دوسرے لفظوں میں اس کا ماحصل تو یہی ہوا کہ حقیقت میں ہم ہی خدا ہیں اور بجز ہمارے اور کوئی ذات قائم بنفسہ اور متصف بصفاتِ موجود نہیں جس کو خدا کہا جائے کیونکہ اگر فی الواقع خدا موجود ہے اور اُس کے علوم غیر متناہی اُسی سے خاص ہیں۔ جن کو پیمانہ ہمارا دل نہیں ہو سکتا۔ تو اس صورت میں کس قدر یہ قول غلط اور بیہودہ ہے کہ خدا کے بے انتہا علوم ہمارے ہی دل میں بھرے پڑے ہیں اور خدا کے تمام خزائن حکمت ہمارے ہی قلب میں سمائے ہوئے ہیں۔ گویا خدا کا علم اسی قدر ہے جس قدر ہمارے دل میں موجود ہے۔ پس خیال کرو کہ اگر یہ خدائی کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ انسان کا دل خدا کے تمام کمالات کا جامع ہو جائے؟ کیا یہ جائز ہے کہ ایک ذرّہ امکانی آفتاب وجوب ہی بن جائے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہم پہلے ابھی لکھ چکے ہیں کہ الوہیت کے خواص جیسے علم غیب اور احاطہ دقائق حکمیہ اور دوسرے قدرتی نشان انسان سے ہرگز ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ اور خدا کا کلام وہ ہے۔ جس میں خدا کی عظمت۔ خدا کی

۲۱۳ قدرت۔ خدا کی برکت۔ خدا کی حکمت۔ خدا کی بے نظیری پائی جاوے۔ سو وہ تمام

۲۱۵ برہان انّی کی طرز پر اثر کے وجود کو مؤثر کے وجود کی دلیل ٹھہرائی ہے جس کا دوسرے لفظوں میں خلاصہ مطلب یہ ہے کہ علم الٰہی بوجہ اپنی کمالیت اور جامعیت کے ہرگز

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

مشتملہ قرآن شریف میں ہیں جیسے انشاء اللہ ثبوت اس کا اپنے موقعہ پر ہوگا پس اگر اب بھی برہمو سماج والوں کو ایسے الہام کے وجود سے انکار ہو کہ جو امور غیبیہ اور دوسرے امور قدرتیہ پر مشتمل ہو تو ان کو اپنی آنکھ کھولنے کے لئے قرآن شریف کو بغور تمام دیکھنا چاہئے تا انہیں معلوم ہو کہ کیسے اس کلام پاک میں ایک دریا اخبار غیب کا اور نیز ان تمام امور قدرتیہ کا کہ جو انسانی طاقتوں سے باہر ہیں بہ رہا ہے۔ اور اگر بوجہ قلت بصیرت و بصارت ان فضائل قرآنیہ کو خود بخود معلوم نہ کرسکیں تو ہماری اس کتاب کو ذرا آنکھ کھول کر پڑھیں تا وہ خزائن امور غیبیہ و اسرار قدرتیہ کہ جو قرآن شریف میں بھرے پڑے ہیں بطور مشتے نمونہ از خروارے ان پر معلوم ہو جائیں اور یہ بھی ان کو معلوم رہے کہ تحقق وجود الہام ربانی کیلئے کہ جو خاص خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک اور بھی راستہ کھلا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ امت محمدیہ میں کہ جو سچے دین پر ثابت اور قائم ہیں ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کرتا ہے کہ جو خدا کی طرف سے ملہم ہو کر ایسے امور غیبیہ بتلاتے ہیں جن کا بتلانا بجز خدائے واحد لاشریک کے کسی کے اختیار میں نہیں اور خداوند تعالیٰ اس پاک الہام کو انہیں ایمانداروں سے خاص کرتا ہے کہ جو سچے دل سے قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور صدق اور اخلاص سے اس پر عمل کرتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا اور کامل پیغمبر اور سب پیغمبروں سے افضل اور اعلیٰ اور بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی اور رہبر سمجھتے ہیں۔ دوسروں کو یہ الہام جیسے یہودیوں۔ عیسائیوں۔ آریوں۔ برہموؤں وغیرہ کو ہرگز نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ قرآن شریف کے کامل تابعین کو ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔ اور گو وحی رسالت بوجہ عدم ضرورت منقطع ہے لیکن یہ الہام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بااخلاص خادموں کو ہوتا ہے یہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوگا۔ اور یہ الہام وحی رسالت پر ایک عظیم الشان ثبوت ہے جس کے سامنے ہر یک منکر و مخالف اسلام ذلیل اور رسوا ہے اور چونکہ یہ مبارک الہام

انسان کے ناقص علم سے مشابہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضرور ہے کہ جو کلام اس کامل اور
۲۱۶ بے مثل علم سے نکلا ہے۔ وہ بھی کامل اور بے مثل ہی ہو۔ اور انسانی کلاموں سے بکلی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

یہی تو ہم برکت اور عزت اور عظمت اور قبولیت کے ساتھ صرف ان عزت دار جماعتوں میں پایا جاتا ہے کہ جو اُمت محمدیہ میں داخل ہیں اور خدام آنحضرت والا جاہ ہیں۔ دوسرے کسی فرقہ میں یہ نور کامل کہ جو تقرب اور قبولیت اور خوشنودی حضرت عزت کی نشانیوں میں گنا جاتا ہے ہرگز پایا نہیں جاتا۔
۲۱۶ اسلئے وجود اس مبارک الہام کا صرف نفس الہام کی حقانیت کو ثابت نہیں کرتا۔ بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ دنیا میں مقبول اور مستقیم دین پر جو فرقہ ہے وہ فقط اہل اسلام ہی کا فرقہ ہے اور باقی سب لوگ باطل پرست اور مہجور اور مورد غضب الٰہی ہیں۔ نادان لوگ میری اس بات کو سُنکر بہت طرح طرح کی باتیں بنائیں گے اور انکار سے سر ہلائیں گے یا ٹھٹھوں اور شریروں کی طرح ٹھٹھا کریں گے مگر ان کو سمجھنا چاہیئے کہ خواہ نخواہ انکار اور ہنسی سے پیش آنا شریف النفس اور طالب الحق انسانوں کا کام نہیں۔ بلکہ ان خبیث الطبیعت اور شریر النفس لوگوں کا کام ہے جن کو خدا اور راستی سے غرض نہیں۔ دنیا میں ہزار ہا چیزوں میں ایسے خواص ہیں کہ جو عقلی طور پر سمجھے نہیں جاتے صرف تجربہ سے انسان ان کو سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے عام طور پر تمام عقلمندوں کا یہی قاعدہ ہے کہ جب تکرار تجربہ سے کسی چیز کی خاصیت ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر اس خاصیت کے تحقق وجود میں کسی عاقل کو شک باقی نہیں رہتا۔ اور آزمانے کے بعد وہی شخص شک کرتا ہے کہ جو دیوانہ ہے۔ مثلاً تربد میں جو قوتِ اسہال ہے یا مقناطیس میں جو قوتِ جذب ہے۔ اگرچہ اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں کہ کیوں ان میں یہ قوتیں ہیں۔ لیکن چونکہ تکرار تجربہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ ضرور ان چیزوں میں یہ قوتیں پائی جاتی ہیں۔ تو گو ان کی کیفیت وجود پر عقلی طور پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ لیکن بالضرورت شہادت تواتر تجربہ اور امتحان کے ہر یک عاقل کو ماننا پڑتا ہے کہ فی الحقیقت تربد میں قوتِ اسہال اور مقناطیس میں خاصہ جذب موجود ہے۔ اور اگر کوئی ان کے وجود سے اس بنا پر انکار کرے کہ عقلی طور پر ہم کو کوئی دلیل نہیں ملتی تو ایسے شخص کو ہر یک دانا پاگل اور دیوانہ جانتا ہے۔ اور سودائی اور مسلوب العقل قرار دیتا ہے۔

امتیاز رکھتا ہو۔ سو یہی کمالیت قرآن شریف میں ثابت ہے۔ غرض خدا کے کلام کا
انسان کے کلام سے ایسا فرق بیّن چاہیئے۔ جیسا خدا اور انسان کے علم اور عقل ۲۱۵

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

سو اب ہم برہمو لوگوں اور دوسرے مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے الہام
کی نسبت بیان کیا ہے یعنی یہ کہ وہ اب بھی اُمّتِ محمدیہ کی کامل افراد میں پایا جاتا ہے اور
انہیں سے مخصوص ہے اُن کے غیر میں ہرگز پایا نہیں جاتا۔ یہ بیان ہمارا بلا ثبوت نہیں بلکہ جیسا
بذریعہ تجربہ ہزار ہا صادقین پر دریافت ہو چکی ہے۔ ایسا ہی یہ بھی تجربہ اور امتحان سے ہر یک
طالب پر ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور اگر کسی کو طلبِ حق ہو تو اس کا ثابت کر دکھانا بھی ہمارا
ہی ذمہ ہے بشرطیکہ کوئی برہمو یا اور کوئی منکر دینِ اسلام کا طالبِ حق بن کر اور بصدقِ
دل دینِ اسلام قبول کرنے کا وعدہ تحریری مشتہر کر کے اخلاص اور نیک نیتی اور اطاعت
سے رجوع کرے۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ۔ بعض لوگ یہ وہم بھی ۲۱۶
پیش کرتے ہیں کہ جس حالت میں امورِ غیبیہ کے بتلانے والے دنیا میں کئی فرقے پائے جاتے
ہیں کہ جو کبھی نہ کبھی اٹکل سے کچھ بتلا دیتے ہیں اور بعض اوقات کسی قدر اُن کا تخمینہ سچ
ہو جاتا ہے۔ جیسے منجم۔ طبیب۔ قیافہ دان۔ کاہن۔ رمّال۔ جفری۔ فالگیر اور بعض بعض
عامل اور حال کے زمانہ میں مسمریزم والے بعض امور ان سے مکشوف ہوتے سنے ہیں تو پھر
امورِ غیبیہ الہام کی حقانیت پر کیونکر حجت قاطع ہوں گے۔ اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ تمام
فرقے جن کا اوپر ذکر ہوا صرف ظن اور تخمین بلکہ وہم پرستی سے باتیں کرتے ہیں یقینی اور قطعی
علم ان کو ہرگز نہیں ہوتا اور نہ اُن کا ایسا دعویٰ ہوتا ہے۔ اور بعض حوادث کونیہ سے جو
یہ لوگ اطلاع دیتے ہیں تو ان کی پیشینگوئیوں کا ماخذ صرف علامات و اسباب ظنیہ ہوتے ہیں
جنہوں نے قطع اور یقین کے مرتبہ سے سبق بھی نہیں لیا ہوتا اور احتمال کذب اور اشتباہ اور
خطا کا ان سے مرتفع نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر ان کی خبریں سراسر بے اصل اور بے بنیاد اور دروغ
محض نکلتی ہیں اور باوصف اس کذب فاش اور خلاف واقع نکلنے کے ان کی پیشینگوئیوں
میں عزت اور قبولیت اور منصوریت اور کامیابی کے انوار پائے نہیں جاتے اور ایسے
خبریں بتلانے والے اپنی ذاتی حالت میں اکثر افلاس زدہ اور بدنصیب اور بدبخت اور

سورۃ آل عمران : ۶۴

۲۴۵ اور قدرت میں فرق ہے جس حالت میں افراد انسانی نوع واحد میں داخل ہو کر پھر بھی بوجہ تفاوت علم اور عقل اور تجربہ اور مشق کے متفاوت البیان پائی جاتی ہیں اور

حاشیہ نمبر ۱۱

بے عزتی اور ذلت اور قلّت اور کمینگی اور ناکامی اور نامرادی نظر آتی ہیں اور امور غیبیہ کو اپنی حسب مراد ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ ان کے حالات پر خدا کے قہر کی علامات نمودار ہوتی ہیں اور خدا کی طرف سے کوئی برکت اور عزت اور نصرت ان کے شامل حال نہیں ہوتی ۔ مگر انبیاء اور اولیاء صرف نجومیوں کی طرح امور غیبیہ کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ خدا کے کامل فضل اور بزرگ رحمت سے کہ ہر دم ان کے شامل حال ہوتی ہے ایسی عالی پیشین گوئیاں بتلاتی ہیں جن میں انوار قبولیت اور عزت کے آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور جو عزت اور نصرت کی بشارت پر مشتمل ہوتے ہیں نہ نحوست اور نکبت پر ۔ قرآن کریم کی پیشین گوئیوں پر نظر ڈالو ۔ تو معلوم ہوگا کہ وہ نجومیوں وغیرہ درماندہ لوگوں کی طرح ہرگز نہیں بلکہ ان میں صریح ایک اقتدار اور جلال جوش مارتا ہوا نظر آتا ہے اور اس میں تمام پیشین گوئیوں کا یہی طریق اور طرز ہے کہ اپنی عزت اور دشمن کی ذلت اور اپنا اقبال اور دشمن کا ادبار

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

* ان دنوں مولوی ابو عبداللہ صاحب قصوری کا ایک رسالہ جس کے خاتمہ میں انہوں نے الہام اور وحی کے بارے میں کچھ اپنی رائے ظاہر کی ہے اتفاقاً میری نظر سے گذرا ۔

۲۴۸ گو بہ صحت اور صفائی سے ابھی طرح نہیں کھلتا کہ مولوی صاحب ممدوح کی اس تحریر کا کیا منشاء ہے مگر جس قدر لوگوں نے میرے پاس بیان کیا ہے اور جو کچھ میں نے اس رسالہ کو پڑھ کر معلوم کیا ہے وہ یقینی طور پر اس وہم میں ڈالتا ہے کہ گویا مولوی صاحب کو اولیاء اللہ کے الہام سے انکار ہے ۔ واللہ اعلم بحال قلبہم ۔ بہرحال جو کچھ میں نے ان کے رسالہ سے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ اوّل حضرت موصوف نے ایک لفظی بحث شروع کر کے الہام کی بابت لکھا ہے کہ الہام کے معنے لغت میں یہ ہیں ۔ الہام چیزے در دل انداختن و آنچہ خدا در دل اندازد ۔ اور پھر بحث بہت اس پر یہ رائے ظاہر کردی ہے کہ جب کہ الہام صرف دل کے خیال کا نام ہے خواہ نیک ہو خواہ بد ۔ تو پھر اس سے کسی ولی یا صالح یا ایماندار کی خصوصیت نہیں کیونکہ سب کسی کو انواع و اقسام کے خیالات دل میں گذرا کرتے ہیں اور دنیا میں کون ہے

وسیع العلم اور قوی العقل کے فکر رسا تک محدود العلم اور ضعیف العقل ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ تو پھر خدا جو شرکت غیری سے بکلی پاک اور بلاشبہ مستجمع

حاشیہ نمبر ۱۱

اور اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی اور اپنی فتح اور دشمن کی شکست اور اپنی ہمیشہ کی سرسبزی اور دشمن کی تباہی ظاہر کرتا ہے۔ کیا اس قسم کی پیشین گوئیاں کوئی نجومی بھی کر سکتا ہے۔ یا کسی رمّال یا مسمریزم کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہو سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہمیشہ اپنی ہی خیر ظاہر کرنا اور مخالف کا زوال اور وبال جتلانا۔ اور جو بات مخالف موجود ہے۔ اسی کو توڑنا۔ اور جو بات اپنے مطلب کی ہو۔ اس کے ہو جانے کا وعدہ کرنا۔ یہ تو صریح خدائی ہے انسان کا کام نہیں۔ اس بات کو بخوبی سمجھانے کی غرض سے ہم چند آیات قرآن شریف جو امور غیبیہ پر مشتمل ہیں بطور نمونہ ذیل میں معہ ترجمہ لکھتے ہیں۔ تا عقلمند لوگ کہ جو اہل انصاف اور خدا ترس ہیں بغور تمام پڑھ کر اور ان سب پیشین گوئیوں کو یکجائی نظر سے دیکھ کر خود انصاف کریں کہ کیا ایسے اخبار غیب بیان کرنا بجز خدائے قادر مطلق کسی انسان کا کام ہے۔ اور وہ آیات معہ مختصر ترجمہ یہ ہیں۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کہ جو مبالغات سے خالی ہو۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے چند مجمل اور مبہم باتیں لکھ کر تقریر کو ختم کر دیا ہے۔ اور کوئی ایسی عبارت تصریح اور توضیح سے نہیں لکھی جس سے معلوم ہوتا کہ مولوی صاحب اس بات کے قائل اور اقراری ہیں کہ اولیاء اللہ اور مومنین کاملین خدا کے حضور میں ایک خاص رابطہ رکھتے ہیں۔ اور خدا ان کو اپنے کلام کے ذریعہ سے جب ۲۱۵
چاہتا ہے بعض امور غیبیہ پر مطلع کرتا ہے اور اپنے کلمات پاک سے ان کو مشرف کرتا ہے۔ اور دوسروں کو وہ مرتبہ بحکم قل یستوی الاعمیٰ والبصیر نہیں مل سکتا۔ غرض مولوی صاحب کی اس طرز تحریر سے کہ جو ان کے رسالہ میں درج ہے ضرور یہ شبہ گذرتا ہے کہ ان کو اولیاء اللہ کے الہام کی نسبت کچھ دل میں خلجان ہے۔ اگر خدانخواستہ مولوی صاحب کا منشاء یہی ہے کہ جو سمجھا جاتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ مولوی صاحب نے بڑی بھاری غلطی کی ہے اولیاء اللہ کے ملہم من اللہ ہونے سے انکار کرنا ہر یک مسلمان سے بعید ہے اور مولوی صاحبوں سے بعید تر۔ کیا مولوی صاحب کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ کی والدہ سے بطور الہام خدا کا کلام

۲۳۸ کمالات تامہ اور اپنی جمیع صفات میں واحد لاشریک ہے۔ اُس سے مساوات کسی ذرّہ امکان کی کیونکر جائز ہو۔ اور کیونکر کوئی مخلوق ہو کر خالق کے علوم غیر متناہیہ سے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ
اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ
اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ
النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا
اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ
رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا
لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ[1] وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ
لَمَجْنُوْنٌ[2] كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا
سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ
هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ[3] فَذَكِّرْ فَمَاۤ اَنْتَ
بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ[4]
قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ

۲۳۹ یہ اس کتاب کی آیتیں ہیں کہ جو جامع علوم حکمیہ ہے۔ کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک کی طرف یہ وحی بھیجی کہ تو لوگوں کو ڈرا۔ اور ان کو جو ایمان لائے یہ خوشخبری دے کہ ان کے لئے ان کے رب کے نزدیک قدم صدق ہے۔ کافروں نے اس رسول کی نسبت کہا کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔ اور انہوں نے رسول کو مخاطب کر کے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل ہوا تو تو دیوانہ ہے۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آیا جس کو انہوں نے ساحر یا مجنون نہیں کہا۔ کیا انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کر رکھی تھی نہیں بلکہ یہ قوم ہی طاغی ہے۔ سو انہیں تو حق کا راستہ یاد دلاتا رہ۔ اور خدا کے فضل سے نہ تو کاہن ہے اور نہ تجھے کسی جن کا آسیب اور دیوانگی ہے۔ ان کو کہہ کہ اگر تمام جن اور آدمی

کرنا مریم سے بطور الہام خدا کا کلام کرنا۔ عورتوں سے بطور الہام خدا کا کلام کرنا خود قرآن شریف میں مندرج اور مرقوم ہے۔ حالانکہ ان سب میں سے نہ کوئی نبی تھا۔ اور نہ کوئی رسول تھا۔ اور اگر مولوی صاحب یہ جواب دیں کہ ہم اولیاء اللہ کے ملہم من اللہ ہونے کے قائل تو ہیں مگر اس کا نام الہام نہیں رکھتے بلکہ وحی رکھتے ہیں اور الہام ہمارے
۲۴۰ نزدیک صرف دل کے خیال کا نام ہے جس میں کافر اور مومن اور فاسق اور صالح مساوی ہیں اور کسی کی خصوصیت نہیں تو یہ صرف نزاع لفظی ہے اور اس میں بھی مولوی صاحب غلطی پر ہیں۔ کیونکہ لفظ الہام کا جو اکثر جگہ عام طور پر وحی کے معنوں پر اطلاق پاتا ہے

[1] یونس:۲، ۳ [2] الحجر:۷ [3] الذاریات:۵۳، ۵۴ [4] الطور:۳۰

۲۴۰ اپنے ہیچ اور ناچیز علم کو برابر کر سکے۔ کیا اس صداقت کے ثابت ہونے میں ابھی کچھ کسر رہ گئی ہے کہ کلام الٰہی کی تمام ظاہری باطنی شوکت و عظمت علمی طاقتوں اور عملی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

۲۴۰ قُلْ لَّئِنْ اِنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا[1]۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ[2]۔ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔

اس بات پر متفق ہوں کہ قرآن جیسی کوئی اور کتاب بنا لاویں تو وہ ہرگز بنا نہیں سکیں گے۔ اگرچہ بعض بعض کے مددگار بھی ہوں۔ اور اگر تم اس کلام کے بارے میں کہ جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے کسی نوع کے شک میں ہو جیسے کہ تمہارے نزدیک یہ شخص وہ کلام آپ بنا لیتا ہے یا جنات سے سیکھتا ہے یا دل کا وہم ہے یا شعر ہے یا کسی اور قسم کا خیال ہے تو تم بھی کوئی کلام ہو تو ایک ہی سورۃ اس کی مثل بنا کر دکھلاؤ اور اپنے دوستوں مددگاروں اور معبودوں کو بھی بلا لو اور اگر نہ بنا سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز بنا نہیں سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے طیار کی گئی ہے اور ظالم باہم پوشیدہ طور پر یہ باتیں کرتے ہیں کہ یہ شخص نبی کا دعویٰ کرتا ہے اس میں کیا زیادتی ہے یہ تو ہم سا آدمی ہے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

وہ باعتبار لغوی معنوں کے اطلاق نہیں پاتا۔ بلکہ اطلاق اس کا باعتبار عرف علماء اسلام ہے کیونکہ قدیم سے علماء کی ایسی ہی عادت جاری ہو گئی ہے کہ وہ ہمیشہ وحی کو خواہ وحی رسالت ہو یا کسی دوسرے مومن پر وحی الہام نازل ہو۔ الہام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس عرف کو وہی شخص نہیں جانتا ہوگا جس کو حق کے قبول کرنے سے کوئی خاص غرض سد راہ ہے۔ ورنہ قرآن شریف کی صدہا تفسیروں میں سے اور کئی ہزار کتب دین میں سے کسی ایک تالیف کو بھی کوئی پیش نہیں کر سکتا جس میں اس اطلاق سے انکار کیا گیا ہو۔ بلکہ عام مفسروں نے وحی کے لفظ کو الہام ہی سے تعبیر کیا ہے کئی احادیث میں بھی یہی معنے ملتے ہیں جن سے مولوی صاحب بے خبر نہیں ہیں۔ پھر نہ معلوم کہ مولوی صاحب نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ لفظ الہام کے کتب دین میں وہی معنے کرنے چاہئیں کہ جو کتب لغت میں مندرج ہیں۔ جبکہ سواد اعظم علماء کا الہام کو وحی کا مترادف قرار دینے میں متفق ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو استعمال کیا ہے۔

[1] بنی اسرائیل: ۸۹ [2] البقرۃ: ۲۴-۲۵

قدرتوں کے تابع ہے۔ کیا کوئی ایسا انسان بھی ہے جس نے اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ سے کسی جزو زمان میں اس سچائی کو دیکھ نہیں لیا۔ پس جبکہ یہ صداقت اس قدر قوی اور مستحکم اور شائع اور متعارف ہے کہ کسی درجہ کی عقل اس کے سمجھنے سے قاصر نہیں۔

حاشیہ نمبر ۱۱

أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ
قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ
افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا
بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ[1]
خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَأُرِيكُمْ
آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ[2] سَنُرِيهِمْ
آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ
حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ[3]
أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُم
بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ[4]

سو کیا تم دیدہ و دانستہ جادو کے پیچ میں آتے ہو۔ پیغمبر نے کہا کہ میرا خدا ہر بات کو جانتا ہے خواہ آسمان میں ہو خواہ زمین میں۔ وہ اپنی ذات میں سمیع اور علیم ہے جس سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی بلکہ کفر و منکر لوگ پیغمبر کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ یہ پراگندہ خواب ہیں بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے آپ بنا لیا ہے بلکہ ان کا یہ بھی قول ہے کہ یہ شاعر ہے۔ بھلا اگر سچا ہے تو جیسا کہ پہلے رسول کوئی نشان پیش کرے جیسے پہلے نبی بھیجے گئے تھے۔ انسان کی فطرت میں جلدی ہے۔ عنقریب میں تم کو اپنے نشان دکھلاؤں گا۔ سو تم مجھ سے جلدی تو مت کرو۔ عنقریب ہم انکو معمورۂ عالم کے کناروں تک نشان دکھلائیں گے اور خود انہیں میں بھی ہمارے نشان ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گا۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے ایسا نہیں بلکہ بات تو یہ ہے کہ اس نے ان کی طرف حق بھیجا اور وہ حق کے قبول کرنے سے کراہت کر رہے ہیں۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

تو پیرایہ تعریف کرنا صریح تحکم ہے۔ کیا مولوی صاحب کو معلوم نہیں کہ علم شریعت میں اسی طرح صدہا عربی الفاظ ہیں کہ جن کا مفہوم لغوی معنوں میں محدود نہیں۔ مثلاً ایک وحی ہی کے لفظ کو دیکھئے کہ اس کے وہ معنے جس کی رو سے خدا کی کتابیں وحی اور رسالت کہلاتی ہیں کہاں لغت سے ثابت ہوتے ہیں۔ کیا کسی کتاب لغت میں وہ کیفیت نزول وحی کی لکھی ہے جس کیفیت سے خدا اپنے مرسلوں سے کلام کرتا اور ان پر اپنے احکام نازل کرتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے لفظ میں نظر کیجئے کہ اس کے لغوی معنے تو صرف یہی ہیں کہ کسی کو کام سونپنا یا ترک مقابلہ کرنا اور گردن اطاعت رکھنا۔ یہ مضمون کہاں ماخوذ ہے جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی کہنا۔ پس اگر ہر یک لفظ کا لغت ہی سے فیصلہ کرنا چاہیئے تو اس حالت میں اسلام بھی الہام کی طرح مولوی صاحب کے نزدیک صرف تسلیم یا کام سونپنے کا نام ہوگا اور دوسرے

[1] الانبیاء: ۴ تا ۶　[2] الانبیاء: ۳۸　[3] حٰمٓ السجدۃ: ۵۴　[4] المؤمنون: ۷۱

۲۲۲ تو اس صورت میں نہایت درجہ کا نادان وہ شخص ہے کہ جو افراد ناقصہ انسانی میں تو اس صداقت کو مانتا ہے مگر اس ذاتِ کامل کے کلام مقدس میں جس کا اپنے علوم تامہ

۲۲۲

فرقان مجید

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُوْنَ[1] هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَهِيْمُوْنَ وَأَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ[2] وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ[3]	اور اگر خدا ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو زمین اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب بگڑ جاتا بلکہ ہم ان کے پاس وہ ہدایت لائے ہیں جس کی وہ محتاج ہیں سو جس ہدایت کے وہ محتاج ہیں اسی سے کنارہ کش ہیں۔ کیا میں تم کو بتلاؤں کہ شیطان کن لوگوں پر اترا کرتے ہیں۔ شیاطین انہیں پر اترا کرتے ہیں کہ جو دروغگو اور معصیت کار ہیں اور اکثر ان کی پیشگوئیاں جھوٹی ہوتی ہیں اور شاعروں کی پیروی تو وہی لوگ کرتے ہیں کہ جو گمراہ ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ شاعر لوگ قافیہ اور ردیف کے پیچھے ہر یک جنگل میں بھٹکتے پھرتے ہیں یعنی کسی حقانی صداقت کے پابند نہیں ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں سو کرتے نہیں اور ظالموں کو عنقریب معلوم ہوگا کہ کس طرف ان کو پھرنا ہے اور قرآن کو ہم نے ضرورتِ حقہ کے ساتھ اتارا اور حقانیت کے ساتھ اترا ہے

۲۲۲ سب معانی ناجائز اور غیر صحیح ٹھہر جائیں گے نعوذ باللہ من زلة الفکر وقلة النظر۔ تو مخفی نہ رہے کہ یہ کسی پر پوشیدہ نہیں کہ ہر یک علم میں خواہ وہ علم الادیان ہو اور خواہ علم الابدان اور خواہ کوئی دوسرا علم ہو۔ بعض الفاظ عرفی طور پر مستعمل ہوا کرتے ہیں جن سے مقاصد اصطلاحی اس علم کے واضح اور مشخص ہو جائیں اور علماء کو اس بات کا حق پہنچتا ہے اور کچھ برا نہیں کہ اس علم کے التزام اور استفادہ کی غرض سے بعض الفاظ کے معانی اپنے عرف میں اپنے مطلب کے موافق مقرر کر لیں کما لا یخفی علی الناظر۔ لیکن اگر مولوی صاحب عرف علماء کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو انہیں لغت عرب پر چلنا چاہیے اور لغت عرب تو کوئی ایسی قید نہیں دکھلاتی ہے۔ اس کا نام وحی اصطلاحی اور وحی اعلام رکھیں۔ مگر مناسب ہے کہ اس قدر تو ضرور ظاہر کر دیں کہ ہم میں اور دوسری تمام جماعت مسلمانوں میں نزاع لفظی ہے یعنی جن علامات الٰہیہ کا نام ہم وحی رکھتے ہیں انہیں کو علماء اسلام اپنے عرف میں الہام بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ لیکن اصل

[1] المؤمنون: ۷۲ [2] الشعراء: ۲۲۲ تا ۲۲۸ [3] بنی اسرائیل: ۱۰۶

۲۲۳ میں یکتا اور بے نظیر ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہے۔ صداقت مذکورہ کے ظاہر ہونے سے منہ پھیرتا ہے۔ بعض مخالف اسلام کے یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ اگرچہ عقلی طور پر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ[1] وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ[2] اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[3] قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ[4] وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ[5]۔ وَقَالَتْ

۲۲۴ اور وہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جو ہمیشہ باطل کی آمیزش سے منزہ رہے گی۔ اور کوئی باطل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہ آئندہ کسی زمانہ میں مقابلہ کریگا یعنی اس کی کامل صداقتیں کہ جو ہر یک باطل سے منزہ ہیں۔ تمام اہل مذاہب کو کہ پہلے اس کے پیدا ہوئے یا آئندہ کبھی پیدا ہوں۔ ملزم اور لاجواب کرتی رہیں گی اور کوئی مخالف خیال اس کے سامنے تاب مقاومت نہیں لائیگا اور جو شخص اس کے قبول کرنے سے انکار کرے وہ خدا کو اپنی مخالفت سے عاجز نہیں کر سکتا اور خدا کے مقابلہ پر کوئی اس کا حمایتی نہیں۔ ہم نے ہی اس کلام کو اتارا اور ہم ہی اس کے نگہبان رہیں گے۔ ان کو کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور نہ اب کوئی نئی شاخ نکالے گا۔ جس کا رد قرآن میں موجود نہ ہو اور نہ پہلی حالت پر عود کریگا اور منکروں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور جب تم کو سنایا جائے تو تم بک بک کر کے اس میں ایک شور ڈال دیا کرو شاید اسی طرح تم غالب ہو اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

مطلب میں ہمارا اور ان کا کچھ اختلاف ہے تو فقط اتنی نسبت شبہ اور شک میں ہے نہ یقین اور ان کی مشتبہ کلام موجب تحقیر نہ ٹھہرے اور اگر یہ خیال ہے کہ خود مولوی صاحب کو اسی امر میں شک ہے
۲۲۵ کہ خدا کسی مسلمان سے بطور الہام بھی کلام کرتا ہے تو یہ عاجز بفضل اللہ و رحمتہ بحکم وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کسی قدر بطور نمونہ اپنے الہامات بیان کر سکتا ہے جن سے خود یہ عاجز مشرف ہوا اور جن سے مولوی صاحب کو تسلی اور تشفی حاصل ہو جائے اور جن پر غور کرنے سے یہ بھی مولوی صاحب کو معلوم ہو کہ یہ علوم ربانی اور اسرار آسمانی کہ جو مسلمانوں پر بذریعہ الہام یقینی اور قطعی منکشف ہوتے ہیں یہ مستور ہے مخالفوں کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کبھی ہوئے اور نہ کسی مخالف اسلام کی طاقت ہے کہ ان کے مقابلہ پر دم مار سکے چنانچہ وہ بعض الہامات جن کو میں اس جگہ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں بہ تفصیل ذیل ہیں۔

[1] حٰم السجدۃ: ۴۲، ۴۳ [2] الاحقاف: ۳۳ [3] الحجر: ۱۰ [4] سبا: ۵۰ [5] حٰم السجدۃ: ۲۷

یہی واجب معلوم ہوتا ہے کہ کلام خدا بے مثل چاہیئے۔ لیکن ایسا کلام کہاں ہے جس کا ۲۲۲
بے مثل ہونا کسی صریح دلیل سے ثابت ہو۔ اگر قرآن بے نظیر ہے تو اسکی بے نظیری

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ[۱]۔ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ[۲]۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ[۳]۔ ۲۲۳

بعض یہود اور عیسائیوں نے کہا کہ یوں کرو کہ دن کے اول وقت میں تو ایمان لاؤ اور دن کے آخری وقت بعد شام کے پھر مسلمانی سے منکر ہو جاؤ تا شاید اسی طور سے لوگ اسلام کی طرف رجوع کرنے سے ہٹ جائیں۔ سو ہم انکو ایک سخت عذاب چکھائیں گے اور جیسے انکے کام تھے اور بدتر عمل تھے ویسا ہی ان کو بدلہ ملیگا۔ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں پر خدا اپنے کام سے ہرگز نہیں رُکے گا۔ جب تک اس نور کو کامل طور پر پہنچا نہ لے اگرچہ کافر لوگ کراہت ہی کریں۔ وہ خدا وہ قادر و توانا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے تا دنیا کے تمام دینوں پر اسکو غالب کرے اگرچہ مشرک لوگ کراہت ہی کریں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

صورت اوّل۔ منجملہ ان صورتوں کے جن پر خدا نے مجھ کو اطلاع دی ہے یہ ہے کہ جب خداوند تعالیٰ کوئی امر غیبی اپنے بندہ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو کبھی نرمی سے اور کبھی سختی سے بعض کلمات زبان پر کچھ تھوڑی غنودگی کی حالت میں جاری کر دیتا ہے اور جو کلمات سختی اور گرانی سے جاری ہوتے ہیں وہ ایسی پُرشدت اور عنیف صورت میں زبان پر وارد ہوتے ہیں جیسے گڑے یعنی اولے یکبارگی ایک سخت زمین پر گرتے ہیں یا جیسے تیز اور پُرزور رفتار میں گھوڑے کا سُم زمین پر پڑتا ہے۔ اس الہام ۲۲۴ میں ایک عجیب سرعت اور شدت اور ہیبت ہوتی ہے جس سے تمام بدن متاثر ہو جاتا ہے اور زبان ایسی تیزی اور بارعب آواز میں خود بخود دوڑتی جاتی ہے کہ گویا وہ اپنی زبان ہی نہیں اور ساتھ اسکے جو ایک تھوڑی سی غنودگی اور ربودگی ہوتی ہے وہ الہام کے تمام ہونے کے بعد فی الفور دور ہو جاتی ہے۔ اور جب تک کلمات الہام تمام نہ ہوں۔ تب تک انسان ایک میت کی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوتا ہے۔ یہ الہام اکثر ان صورتوں میں نازل ہوتا ہے کہ جب خداوند کریم و رحیم اپنی کسی

[۱] آل عمران: ۷۳ [۲] حٰم السجدہ: ۲۸ [۳] توبہ: ۳۲-۳۳

کسی واضح دلیل سے ثابت کرنی چاہیئے کیونکہ اسکی بے مثل بلاغت پر صرف ۲۲۴
وہی شخص مطلع ہوسکتا ہے جس کی اصل زبان عربی ہو۔ اور لوگوں پر اسکی بے نظیری

قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ
تُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَہَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِہَادُ۔[1]
اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ
بِمُعْجِزِیْنَ[2] وَقَالَتِ الْیَہُوْدُ یَدُ
اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ غُلَّتْ اَیْدِیْہِمْ[3] ضُرِبَتْ
عَلَیْہِمُ الذِّلَّۃُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا
بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ
وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَضُرِبَتْ
عَلَیْہِمُ الْمَسْکَنَۃُ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمْ
کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ
وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ
حَقٍّ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ
کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۔[4]

کافروں کو کہہ کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور پھر آخر جہنم میں پڑو گے۔ ۲۲۵
جو کچھ تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یعنی دین اسلام کا عزت کے ساتھ دنیا میں پھیل
جانا اور اسکے رد کرنے والوں کا ذلیل اور رسوا ہونا۔ وہ ضرور ایک دن عنقریب پورا
ہونے والا ہے اور تم ہرگز اسکو روک نہیں سکو گے۔ یہود نے کہا کہ خدا کا ہاتھ
باندھا ہوا ہے یعنی جو کچھ ہم افلاس کی مصیبت میں مبتلا ہیں وہ خدا ہی کے
تصرف کا نتیجہ ہے سو خدا نے جیسے کہا ہے یہود ہی کے ہاتھ کو باندھ دیا
جائے گا اور انکے فکر اور انکی تدبیریں کچھ چیز نہیں لائیں گی اور نہ حکومت ملنا
کی حکومت اور بادشاہت نہیں حاصل کرلیں گے۔ آخر وقت کی مار ان پر کی گئی ہے
یعنی جہاں ہونگے ذلیل اور مغلوب رہیں گے اور انکے حصے میں عزت نہیں
کہ بجز کسی قوم کے ماتحت رہنے کے کسی ملک میں خود بخود عزت کے
ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔ بیعت گزیں ہوں یا ناتوانی اور بےبسی انکے شامل حال ہوگی
وجہ یہ کہ وہ خدا کے نشانوں سے انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے
ناحق قتل کرتے تھے یہ اسلئے کہ وہ عصیان اور تعدی میں حد سے بڑھ گئے

حکمت اور مصلحت کسی خاص دعا کو منظور کرنا نہیں چاہتی یا کسی مدت تک توقف ڈالنا چاہتی ہے
یا کوئی اور خبر پہنچانا چاہتی ہے کہ جو مقتضائے بشریت انسان کی طبیعت پر گراں گزرتی ہو جیسا کہ جب
انسان جلدی سے کسی امر کا حاصل کرلینا چاہتا ہے اور وہ حاصل ہونا حسب مصلحت ربانی اس کے
لئے مقدر نہیں ہوتا یا توقف سے مقدر ہوتا ہے۔ اس قسم کے الہام میں بھی جو مخالف اور گراں صورت کے الفاظ ۲۲۶
خدا کی طرف سے زبان پر جاری ہوتے ہیں بعض اوقات کچھ درشت ہوتے ہیں جن کا بیان کرنا موجب طوالت
ہے مگر ایک مختصر فقرہ بطور نمونہ بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ شاید تین سال کے قریب عرصہ گزرا ہوگا
کہ میں نے اسی کتاب کے چھپنے کی بابت دعا کی کہ لوگ اس کی مدد کی طرف متوجہ ہوں تب یہ الہام شدید الالفاظ
جس کی میں نے ابھی تعریف کی ہے ان لفظوں میں ہوا بالفعل نہیں اور یہ الہام جب اس

[1] آل عمران:۱۳ [2] الانعام:۱۳۵ [3] المائدۃ:۶۵ [4] آل عمران:۱۱۳

حجت نہیں ہو سکتی اور سند وہ اس سے منتفع ہو سکتے ہیں۔ اَمّا الجواب واضح ہو کہ یہ ۲۲۵
عذر خام انہیں لوگوں کا ہے جنہوں نے دل صدق سے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱		
	اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ[1]۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ[2]۔ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ[3]۔ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ۔ اِنَّ وَلِيِّ‌َۧ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ[4]۔ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا[5]۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[6]	ہمارا قانون قدرت یہی ہے کہ ہم اپنے پیغمبروں اور ایمانداروں کی دنیا اور آخرت میں مدد کیا کرتے ہیں۔ خدا نے یہی لکھا ہوا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب رہیں گے۔ خدا بڑی طاقت والا اور غالب ہے۔ اور کفر تجھ کو خدا کے سوا اور چیزوں سے ڈراتے ہیں تاکہ تم میرے مغلوب کرنے کے لئے اپنے معبودوں سے کہو جو تمہارے زعم میں خدا کے شریک ہیں مدد طلب کرو اور میرے ناکام رہنے کیلئے ہر ایک طور کا مکر کرو اور مجھ کو ذرا مہلت مت دو۔ میرا کارساز وہ خدا ہے جس نے اپنی کتاب کو نازل کیا ہے اور وہی قانون قدرت کی رو سے صالحین کے کاموں کا آپ کارساز ہوا کرتا ہے کافر متولی ہوتا ہے۔ خداوند کے حکم پر صبر کر اور صبر سے اس کے وعدہ کا انتظار کر تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور خدا تجھ کو لوگوں کی شرارت سے بچائے گا کوئی تیرے قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا	۲۲۶

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

انکسار کو پہنچا۔ تو قریب دو سو پندرہ ہندو اور مسلمان لوگوں کے ہوں گے کہ جو قادیان میں اب تک موجود ہیں جن کو اسی وقت اس الہام سے خبر دی گئی اور پھر اسی کے مطابق جیسے لوگوں کی طرف سے عدم توجہی رہی۔ وہ حال بھی ان تمام صاحبوں کو بخوبی معلوم ہے۔ دوسری قسم الہام کی یعنی وہ قسم جس میں کچھ طاقت سے کلمات زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ اس قسم میں اپنے ذاتی مشاہدات میں سے صرف بطور نمونہ کے ایک یہ ہے کہ جب پہلے الہام کے بعد جس کو میں ابھی ذکر کر چکا ہوں ایک عرصہ گذر گیا اور لوگوں کی عدم توجہی سے طرح طرح کی دقتیں پیش آئیں اور مشکل حد سے بڑھ گئی تو ایک دن قریب مغرب کے خداوند کریم نے یہ الہام کیا۔ ھُزِّیْٓ اِلَیْکَ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا۔ سو میں نے سمجھ لیا کہ یہ تحریک اور ترغیب کی طرف اشارہ ہے اور یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ بذریعہ تحریک کے اس حصہ کتاب کیلئے سرمایہ جمع ہو گا۔ اور اسکی خبر بھی بدستور کئی ہندو اور مسلمانوں کو دی گئی اور اتفاقاً اسی روز یا دوسرے روز حافظ ہدایت علی خان صاحب کہ جو ان دنوں ۲۲۷

قرآن کی بے نظیری کو کسی صاحب علم سے معلوم کریں بلکہ فرقانی نوروں کو دیکھ کر
ص۲۲۴ دوسری طرف مونہہ پھیر لیتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ کسی قدر پرتو اس نور کا اُن پر پڑ جائے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ص۱۳۴ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ¹ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ. قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ² وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

اور ہم نے تجھ سے پہلے کئی پیغمبر انہی کی قوموں کی طرف بھیجے اور وہ بھی روشن نشان لائے تھے پھر آخر ہم نے ان مجرم لوگوں سے بدلہ لیا۔ جنہوں نے ان نبیوں کو قبول نہیں کیا تھا اور ابتداء سے یہی مقرر ہو کہ مومنوں کی مدد کرنا ہم پر ایک حق لازم ہو چکے قدیم عادت الٰہیہ اسی طرح پر جاری ہے کہ سچے نبی ضائع نہیں چھوڑے جاتے اور انکی جماعت متفرق ہو کر گم نہیں ہوتی بلکہ انکو مدد ملتی ہے اور تجھ سے پہلے بھی پیغمبروں سے ہنسی اور ٹھٹھا ہوتا رہا ہے مگر جو ٹھٹھا کرتے تھے انہوں نے اپنے ٹھٹھے کا بدلہ پا لیا ہے۔ انکو کہہ کہ زمین کی سیر کر کے دیکھو کہ جو لوگ خدا کے نبیوں کو جھٹلاتے رہے ہیں انکا کیا انجام ہوا ہے۔ اور کافر کہتے ہیں کیوں اس پر کوئی نشانی اپنے رب کی طرف سے نازل نہ ہوئی کہہ خدا نشانی نازل کرنے پر قادر ہے پر اکثر لوگ

حاشیہ در حاشیہ نمبر

اس قطعہ میں اکثر دوست سنتے تھے تو وہ ابن ہی ہوگئے۔ مگر بعض اس الہام سے اطلاع رکھتی اور مجھے بخوبی یاد ہے کہ اسی ہفتہ میں میں نے آپکے دوست مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کو بھی اس الہام سے اطلاع دی تھی۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس الہام کے بعد میں نے حسب الارشاد حضرت احدیت کسی قدر تحریک کی تو تحریک کرنے کے بعد لاہور، پشاور، راولپنڈی، کوٹلہ مالیر وغیرہ دوسرے مقاموں سے جس قدر اور جہاں سے خدا نے چاہا اس حصہ کیلئے روپیہ بھیجا تھا۔ مدد پہنچ گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ اور اسی الہام کی قسم میں انہیں دنوں میں ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ ایک دن صبح کے وقت کچھ تھوڑی غنودگی میں یکدفعہ زبان پر جاری ہوا۔ عبداللہ خان ڈیرہ اسمٰعیل خان۔
ص۲۲۵ چنانچہ چند ہندو کہ جو اسوقت میرے پاس تھے۔ کہ جو ابھی تک اسی جگہ موجود ہیں۔ ان کو بھی اس سے اطلاع دی گئی۔ اور اسی دن شام کو جو اتفاقاً انہیں ہندوؤں میں سے ایک شخص ڈاکخانہ کی طرف گیا۔ تو وہ ایک صاحب عبداللہ خان نامی کا ایک خط لایا جس کے

¹ الروم: ۴۸ ² الانعام: ۱۱-۱۲

ورنہ قرآن شریف کی بے نظیری حق کے طالبوں کے لئے ایسی ظاہر اور روشن ہے کہ جو
آفتاب کی طرح اپنی شعاعوں کو ہر طرف پھیلا رہی ہے۔ جس کے سمجھنے اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

لَا یَعْلَمُوْنَ۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا وَّ یُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ۔ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ	نہیں جانتے۔ کہہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ تم کو نشانی دکھلانے کے لئے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یعنی تمہارے اوپر سے یا پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب نمودار ہو۔ یا باہمی لڑائی سے تم کو عذاب کا مزہ چکھاوے۔ دیکھو ہم کیونکر آیات کو پھیرتے ہیں تا وہ سمجھ لیں۔ اور کافر کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ کہہ مجھے تو اپنے نفس کے نفع و ضرر کا بھی اختیار نہیں مگر جو خدا چاہے وہی ہوتا ہے۔ ہر یک گروہ کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت مقررہ ان کا پہنچتا ہے تو پھر نہ اس سے ایک ساعت پیچھے ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ایک ساعت آگے ہو سکتے ہیں۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ساتھ ہی کسی قدر روپیہ بھی آیا۔ اور واقعہ مذکورہ سے کچھ دن پہلے ایک نہایت عجیب نشان الٰہی ظہور میں آیا۔ اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ ایک ہندو آریہ باشندہ اسی جگہ کا طالب علم مدرسہ قادیان جس کی عمر بیست یا بائیس برس کی ہوگی کہ جو ابھی تک اسی جگہ موجود ہے۔ ایک مدت سے بہ مرض دِق مبتلا تھا۔ اور رفتہ رفتہ اس کی مرض انتہا کو پہنچ گئی۔ اور آثار مایوسی کے ظاہر ہو گئے۔ ایک دن وہ میرے پاس آکر اور اپنی زندگی سے ناامید ہو کر بہت بیقراری سے رویا۔ میرا دل اس کی عاجزانہ حالت پر پگھل گیا۔ اور میں نے حضرت احدیت میں اس کے حق میں دعا کی۔ چونکہ حضرت احدیت میں اس کی صحت مقدر تھی۔ اس لئے دعا کرنے کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔ قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا۔ یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ تو سرد اور سلامتی ہو جا۔ چنانچہ اسی وقت اُس ہندو اور نیز کئی اور ہندو لوگوں کو کہ جو اب تک اس قصبہ میں موجود ہیں اور اسی جگہ کے باشندہ ہیں۔ اس الہام سے اطلاع دی گئی اور خدا پر کامل بھروسہ کر کے دعویٰ کیا گیا کہ وہ ہندو ضرور صحت پا جائیگا۔

۱؎ الانعام : ۶۶ ۲؎ الانعام : ۶۶ ۳؎ یونس : ۴۹، ۵۰

جاننے کے لئے کوئی دقت اور اشتباہ نہیں ہے اور اگر تعصب اور عناد کی تاریکی درمیان میں
۲۲۵ نہ ہو۔ تو وہ کامل روشنی ادنیٰ التفات سے معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ قرآن مجید

حاشیہ نمبر ۱۱

۲۲۶ قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ۔ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ۔ وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ

کہہ اے میری قوم تم اپنے طور پر کام کرو اور میں بھی اپنے طور پر کام کرتا ہوں سو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ کس پر ایسا عذاب نازل ہوگا کہ جو اسکو رسوا کرے اور کس پر دائمی عذاب نزول کرتا ہے یعنے آخرت کا عذاب جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور خدا کی راہ سے روکتے ہیں ان پر ہم آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب نازل کریں گے اور انکے فساد کا انہیں بدلہ ملیگا۔ اور تجھے کافروں کی بداندیشی سے غمگین نہیں ہونا چاہئے وہ خدا کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے اور انکے لئے خدا نے بڑا عذاب مقرر کر رکھا ہے جیسے فرعون کے خاندان اور اس سے پہلے کافروں کا حال ہوا کہ جب انہوں نے خدا کے نشانوں سے انکار اختیار کیا تو خدا نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور اس بیماری سے ہرگز نہیں مریگا چنانچہ بعد اسکے ایک ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ خداوند کریم نے اس جاں گداز مرض سے کلی صحت بخشی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ اب دیکھئے مولوی صاحب بلا ثبوت لکھتے ہیں کہ دین کے دشمنوں کا حملہ دیکھ کر [illegible] انہیں کوئی [illegible] اگر مسلمانوں [illegible] برکت الہام کا ثبوت پایا ہی گیا۔ دنیا میں اس سے مضبوط تر کوئی ثبوت ہوگا کہ خود مذہب کے مخالفوں کو ہی گواہ قرار دیا جائے پھر بتلائیں کہ کس طرح میں آپ نے دیکھا کہ کسی ہندو کے بچے اور برکت الہام کی یہ ہیں کہ ایک [illegible] زندہ رہنے کی خبر دیکر [illegible] مردہ کے جینے کی بشارت دی کسی [illegible] پہلے ایسے صفت مخالفوں کی گواہی سے ثابت ہوئے ہوں۔ اگر کوئی پوچھے [illegible] ہے تو ایک آدھ کا نام لکھا جاتا ہے ایسا ہی کیا مبارک الہام [illegible] ہے یا نہیں۔ اسی طرح ایسے ہی صدہا الہام ہیں جن کے
۲۲۷ الہاموں کی نسبت ہمارے پاس بہت سے ثبوت ہیں کہ جن کو آپ کسی طرح رد نہیں کر سکیں آپ نے یونہی دین کی بات کو قرار دیدیا۔ پر اب آفتاب کو کہاں چھپاؤ گے۔ آپ کو دیکھنا تو ہے کہ مخالفوں سے بھی کیسی گواہی [illegible] ثبوت ہے۔ نور الہام کیا وہاں تو ایمان ہی نہیں۔ وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ

۱؎ الزمر: ۴۰، ۴۱ ۲؎ النحل: ۸۹ ۳؎ آل عمران: ۱۷۷ ۴؎ الانفال: ۵۳ ۵؎ النور: ۴۱

کی بے نظیری کی بعض وجوہ ایسی ہیں کہ ان کے جاننے کے لئے کسی قدر علم عربی
درکار ہے۔ مگر یہ بڑی غلطی اور جہالت ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ اعجاز قرآن ۲۳۰

حاشیہ در حاشیہ

إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ[1] ۲۳۱
سَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ[2]
وَإِنَّا عَلٰى أَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ
لَقٰدِرُوْنَ[3] وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا أُنْزِلَ
عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ
لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا إِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ[4]
وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ
فَتَعْرِفُوْنَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ[5] إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا
عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا

اور بتحقیق خدا بڑی طاقت والا اور سزا دینے میں سخت ہے۔ خدا ان کی شرارتوں کے دفع کرنے کے لئے تجھے کافی ہے اور وہ سمیع اور علیم ہے اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ ہم ان کی نسبت وعدہ کرتے ہیں وہ تجھے دکھلا دیں۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان تائید دین کا نازل نہیں ہوا۔ ان کو کہہ کہ علم غیب خدا کا خاصہ ہے۔ پس تم نشان کے منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور کہہ خدا سب کامل صفتوں کا مالک ہے عنقریب وہ تمہیں اپنے نشان دکھلائے گا ایسے نشان کہ تم ان کو شناخت کر لو گے اور خدا تمہارے عملوں سے غافل نہیں ہے۔ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے اسی رسول کی مانند جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔

حاشیہ در حاشیہ

اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہم اولیاء اللہ کے الہام کو مانتے ہیں اور اسکو خواص امت محمدیہ میں جانتے ہیں مگر اس الہام کو جو اولیاء کو ہوتا ہے علم قطعی کا موجب نہیں سمجھتے بلکہ علم ظنی کا موجب سمجھتے ہیں تو یہ قول آپ کا صرف ایک وسوسہ ہے جس پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی قائم نہیں ہو سکتی بلکہ تجربہ صحیحہ و متواترہ اور نیز آیات محکمہ فرقانی اسکے ابطال پر دلائل قائم کرتی ہیں اور درحقیقت ایسے وساوس انہیں لوگوں کے دلوں میں اٹھتے ہیں کہ جو الہام الٰہی کی کامل روشنی سے بے خبر ہیں اور علم لدنی کی شناسائی سے بے بہرہ ہیں اور جن بے انتہا مراتب یقین اور معرفت تک خدا اپنے طالبوں کو پہنچا سکتا ہے اور ان عطیات الٰہیہ سے غافل ہیں۔ انکو یہ سمجھ نہیں کہ جس خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں ذاتی علم کو یقینی طور پر حاصل کرنے
کیلئے سخت جوش ڈالا ہو اور انکو یقینی معرفت علی وجہ البصیرت کی آرزو سے فوز تک پہنچنے کیلئے اپنے غیبی جذبات ۲۳۲
سے بیقرار کر دیا ہو۔ وہ خداوند کریم ایسا نہیں ہے کہ انکے جوش طلب اور انکے دردوں اور انکی کامل تشنگی اور سرگردانی کو ضائع کرے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ جس قدر اس نے بھوک بھڑکا دی۔ اس قدر روٹی عطا نہ کرے اور جس قدر پیاس لگا دی اس قدر پانی نہ پلائے۔ ایک شخص اسکے لئے مرتا ہے اور اسکی معرفت کو

[1] الانفال: ۱۴ [2] البقرۃ: ۱۳۸ [3] المؤمنون: ۹۶ [4] یونس: ۲۱ [5] النمل: ۹۴

کی تمام وجوہ عربی دانی پر ہی موقوف ہیں یا تمام عجائبات قرآنیہ اور جمیع خواص عقلی فرقانیہ صرف عربوں پر ہی کھل سکتے ہیں۔ اور دوسروں کے لئے تمام

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

۲۳۱ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا[1] فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ ... اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ[2] وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِىَ وَعْدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ[3] وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ

سو جب فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو ایسا مؤاخذہ کیا جس کا انجام وبال تھا یعنی اس مؤاخذہ سے فرعون غرق کیا گیا۔ سو تم جو منکر دین ہو بچند مؤاخذہ سے کیونکر محفوظ رہ سکتے۔ کیا تمہارے کافر فرعون کے کافروں سے کچھ بہتر ہیں یا تمہارے لئے کتابوں میں معافی لکھی گئی۔ اور یا یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں جو بدلہ لینے والی ہے۔ عنقریب یہ جماعت بھاگ جائیگی اور پیٹھ پھیر لیگی۔ ہماری جماعت بڑی قوی جماعت ہے۔ اور ہمیشہ کافروں کو کوئی نہ کوئی سخت مصیبت پہنچتی رہیگی یا ان کے گھروں کے قریب نازل ہوگی جب تک وعدہ الٰہی پورا ہو۔ خدا تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا اور ہماری یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ہمارے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جاننا چاہیئے کہ دنیا بہت ہی اور اپنی جان کی ساری طاقتوں اور وجود کی تمام قوتوں کے ساتھ اسکی طرف دوڑتا ہے کیا خدا ایسے پر رحم نہیں کرتا۔ کیا وہ اسکی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ کیا اس کی دعا قبول کرنے کے لائق نہیں۔ کیا اسکی فریادیں کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکتیں۔ کیا خدا اسے ناکامی کی حالت میں ہلاک کر دیگا۔ کیا وہ ہزاروں دردوں کے ساتھ قبر میں اتریگا اور خدا اس کا علاج نہیں کریگا۔ کیا وہ رحیم و کریم اسے دھکے دیکر ناکام چھوڑ دیگا۔ کیا خدا اپنے صادق بندہ فرمانبردار طالب کو اپنے سبیل کا راہ نہیں دکھلائیگا۔ اور اپنی خاص
۲۳۲ نعمت سے متمتع نہیں کریگا۔ بلاشبہ وہ بندے طالب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جو لوگ اسکی طرف دوڑتے ہیں وہ انکی طرف ان سے بہت زیادہ دوڑتا ہے۔ جو لوگ اس کا قرب چاہتے ہیں وہ ان سے بہت ہی قریب ہو جاتا ہے۔ وہ انکی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتے ہیں اور انکے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتے ہیں۔ اب تم آپ ہی سوچو کہ جس کی آنکھیں اور کان وہ عالم الغیب ہے کیا ایسا شخص اپنے ذاتی علم میں یقین تک نہیں پہنچے گا۔ اور ظنون میں ڈوبا رہیگا۔ تم یقیناً سمجھو کہ صادقوں کے لئے اسی قدر اس کے دروازے کھل جاتے ہیں جس قدر انکے صدق کا اندازہ ہے۔ اس کے خزانے انتہا میں کمی نہیں۔

[1] المزمل ۱۶ [2] القمر ۴۴ تا ۴۶ [3] الرعد ۳۲

۲۲۱ راہیں اُن کے دریافت کرنے کی مسدود ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ بات ہر یک اہلِ علم پر واضح ہے کہ اکثر وجوہ بے نظیری قرآن کی ایسی سہل اور سریع الفہم ہیں کہ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

۲۲۲
إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ. فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ [1] وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَإِ الْمُرْسَلِينَ. [2] وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي هَٰذَا بَصَائِرُ

ترجمہ ہمارا ہی لشکر غالب ہوگا۔ سو اُس وقت تک کہ وہ وقت پہنچ جائے تُو ان سے منہ پھیرے رہ اور ان کو دیکھتا رہ کہ عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور تجھ سے پہلے جو نبی آئے ان کی بھی تکذیب کی گئی تھی پس انہوں نے تکذیب پر صبر کیا اور ایک مدت تک دکھ دیئے گئے یہاں تک کہ جو ان کو پہنچنی تھی جا پہنچی اور گذشتہ رسولوں کی خبریں تجھ کو پہنچ چکی ہیں۔ اور جس دن تُو اُن کو کوئی آیت نہیں سناتا اس دن کہتے ہیں کہ آج تُو نے کوئی آیت کیوں نہ گھڑی۔ ان کو کہہ کہ میں تو صرف کلام الٰہی کا تابع ہوں جو مجھ کو رب کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتا ہے یعنی دل سے گھڑ لینا میرا کام نہیں صرف یہی آئین ہیں کہ فرمانا اپنے افتراء سے گھڑ لے۔ یہ تو تیرے رب کی طرف سے بصائر ہیں۔

اصلی ذات میں بخل نہیں۔ اُس کے فیضوں کی کوئی انتہا نہیں اور ترقیاتِ معرفت کی کوئی حد نہیں۔ ہاں پیچھا اسے علم بالغیب کی نعمت اور علم لدنی یقینی قطعی کی دولت اپنے برگزیدہ رسولوں کو ہی بطور تعلیم دیکر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ تمام سچے طالبوں کو شوق دلایا کہ وہ اپنے رسول مقبول کی متابعت سے اس علم ظاہری اور باطنی تک پہنچ سکتے ہیں کہ جو بالاصالت خدا نبیوں کو دیا گیا۔ انہیں معنوں کرکے تو علماء وارث الانبیاء کہلاتے ہیں۔ اور اگر باطنی علم کا ورثہ نہیں مل سکتا تو پھر وہ وارث کیونکر اور کیسے ہوئے۔ کیا آنحضرت نے فرمایا نہیں کہ اس اُمت میں محدّث
۲۲۳ ہوں گے۔ وَقَالَ اللهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [3] ۔ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [4]
اب سوچو کہ اگر علم لدنی کا سد باب بالکلیہ ہے تو پھر اس کا نام علم کیونکر ہوگا۔ کیا ظنیات بھی کچھ چیز ہیں جن کا نام علم رکھا جائے۔ پس اس صورت میں وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا [5] کے کیا معنے ہوں گے۔ پس جاننا چاہئے کہ خدا کے کلام پر غور کرنے سے اور صدہا تجارب مشہودہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ افراد خاصہ امت محمدیہ کو جب وہ متابعت اپنے رسول مقبول

[1] صافات: ۱۷۲ تا ۱۷۵ [2] الانعام: ۳۵ [3] عنکبوت: ۷۰ [4] طٰہٰ: ۱۱۵ [5] کہف: ۶۶

۲۲۶ جن کے جاننے اور معلوم کرنے کے لئے کچھ بھی لیاقت عربی درکار نہیں۔ بلکہ اس درجہ پر بدیہی اور واضح ہیں کہ ادنیٰ عقل جو انسانیت کیلئے ضروری ہے اُن کے سمجھنے کے لئے

حاشیہ نمبر ۱۱

عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ[1]۔ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ[2]۔ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ[3]۔ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ

۲۲۷ یعنے اپنے منجانب اللہ ہونے پر آپ ہی دلیل بیّن ہے اور ایمانداروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ خدا کا یہ ارادہ ہے کہ اپنے کلام سے حق کو ثابت کرے اور کافروں کے عقائد باطلہ کی جڑھ کاٹ دے تا سچے مذہب کی سچائی اور جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ ثابت کر کے دکھلاوے اگرچہ مجرم لوگ کراہت ہی کریں۔ اور وہ وقت یاد کر کہ جب کافر اُن تدبیروں میں تھے کہ قید کرنے یا قتل کرنے یا نکال دینے پر مکر کرنے میں مصروف ہو رہے تھے اور مکر کر رہے تھے اور خدا بھی مکر کر رہا تھا اور خدا سب مکر کرنے والوں سے بہتر ہے۔ سو جہاں تک ان کا بس چل سکا۔ انہوں نے مکر کیا اور ان کے مکر خدا کے علم میں ہیں گو ان کے مکر ایسے ہیں کہ جن سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں سو یہ مت خیال کر کہ خدا کے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

میں فنا ہو جاتی ہیں اور ظاہراً اور باطناً اسکی پیروی اختیار کریں بہ تبعیت اسی رسول کے انہیں برکتوں سے حمایت کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف وہ خشک تک رکھتا ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی دل پر نبوی برکتوں کا پرتو پڑتا ہے تو ضرور ہے کہ اُسکو اپنے متبوع کی طرح علم یقینی قطعی حاصل ہو کیونکہ جس چیز نے اُس کو وارث بنایا ہے وہ شکوک اور شبہات کی کدورت سے منزّہ ہے اور منصب وارث الرسول ہونے کا بھی اسی بات کو چاہتا ہے کہ علم باطنی اس کا یقینی اور قطعی ہو۔ کیونکہ اگر اسکے پاس صرف
۲۲۷ مجموعہ ظنیات کا ہے تو پھر وہ کیونکر اس ناقص مجموعہ سے کوئی فائدہ خلق اللہ کو پہنچا سکتا ہے۔ تو اس صورت میں وہ ناقص وارث ٹھہرا نہ پورا۔ اور یک چشم ہوا نہ دونوں آنکھوں والا اور ایسا ہی عقل سلیم کی دلالت کے لئے خدا نے اُسکو قائم کیا ہے۔ ان مفسدوں کا نہایت پُرزور ہونا۔ اور زمانہ کا نہایت فاسد ہونا اور منکروں کا نہایت متمرد ہونا۔ اور غافلوں کا نہایت خوابیدہ ہونا اور عام الفرقہ و انتشار الکفر ہونا تو اور بھی اس بات کے لئے بہت ہی تقاضا کرتا ہے کہ ایسے شخص کا علم لدنّی مشابہ بالرسل ہو اور یہی وہ لوگ ہیں جن کا نام احادیث میں اُمتی اور قرآن شریف میں

[1] الاعراف: ۵۳ [2] الانفال: ۸-۹ [3] الانفال: ۳۱

۲۲۱ کفایت کرتی ہے۔ مثلاً ایک یہ وجہ بے نظیری کی وہ باوجود اس قدر اعجاز کلام کے کہ اگر
اس کو متوسط قلم سے لکھیں تو پانچ چار جز میں آسکتا ہے۔ پھر تمام دینی صداقتوں پر کہ جو
۲۲۲ بطور متفرق پہلی کتابوں میں اور انبیاء سلف کے صحیفوں میں پراگندہ اور منتشر تھیں مشتمل
ہے۔ اور نیز اس میں یہ کمال ہے کہ جس قدر انسان محنت اور کوشش اور جانفشانی

۲۲۳ تَعْلَمُوْنَ۔ وَعْدٌ بِرَسُوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ۔ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وہ وعدے ٹل جائیں گے کہ جو اس نے اپنے رسول کو دیئے ہیں۔ خدا غالب اور بدلہ لینے والا ہے اور تجھے اس جگہ پھیر لائے گا۔ جہاں سے تو نکالا گیا ہے۔ جیسے مکہ میں جس سے کفار نے آنحضرت کو نکال دیا تھا۔ یاد رکھو کہ خدا کی مدد بہت ہی قریب ہے۔ اے وے لوگو جو ایمان لائے۔ کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی طرف رہبری کروں کہ جو تم کو عذاب الیم سے نجات بخشے۔ خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے کوشش کرو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اس سے خدا تمہارے گناہوں کو بخشے گا۔ اور اُن بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

صدیق آیا ہے اور ان لوگوں کا زمانہ ظہور پیغمبروں کے زمانہ بعثت سے بہت ہی مشابہ ہوتا ہے۔ یعنی جیسے پیغمبر اس وقت آتے ہیں کہ جب دنیا میں سخت درجہ کی گمراہی اور غفلت پھیلتی رہی ہے۔ ایسا ہی یہ لوگ بھی اُس وقت آتے ہیں کہ جب ہر طرف گمراہی کا سخت غلبہ ہوتا ہے۔ اور حق سے ہنسی کی جاتی ہے۔ اور باطل کی تعریف ہوتی ہے۔ اور کاذبوں کو راستباز قرار دیا جاتا ہے۔ اور دجالوں کو مہدی سمجھا جاتا ہے۔ اور دنیا مخلوق اللہ کی نظر میں بہت پیاری
۲۲۴ معلوم ہوتی ہے جس کی تحصیل کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں۔ اور دین لوگوں کی نظر
میں ذلیل اور خوار ہوتا ہے۔ ایسے وقتوں میں وہی لوگ مجدّد اسلام ٹھہرتے ہیں۔ جن کا الہام یقینی اور قطعی ہوتا ہے اور جو اُن کامل افراد کے قائم مقام ہوتے ہیں جو اُن سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی و قطعی ایک واقعی صداقت ہے جس کا

۱؎ ابراھیم: ۴۸ ۲؎ القصص: ۸۶ ۳؎ البقرۃ: ۲۱۵

۲۳۵ کہ کے علم دین کے متعلق اپنے فکر اور ادراک سے کچھ صداقتیں نکالے یا کوئی باریک
دقیقہ پیدا کرے یا اُسی علم کے متعلق کسی قسم کے لطائف و حقائق اور معارف یا کسی نوع سے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

۲۳۵ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[ف]

اور وہ تم کو عطا کرے گا جو پاک اور عمدہ مکان بہشت جاودانی میں ہیں یہی انسان کے لئے سعادت عظمیٰ ہے۔ اور دوسری کامیابی ہے جس کو تم اسی دنیا میں چاہتے ہو کہ خدا کی طرف سے مدد ہے۔ اور فتح قریب ہے اور سست مت ہو اور غم مت کرو اور انجام کار غلبہ تمہیں کو ہوگا اگر تم ایمان پر قائم رہو گے اور تم یہودیوں اور عیسائیوں اور دوسرے مشرکوں سے بہت سی دکھ کی باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور ہر یک غم کی بے صبری اور اضطراب سے پرہیز کرو گے تو ان لوگوں کے مکر تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے۔ خدا نے تم میں سے بعض نیکوکار ایمانداروں کے لئے یہ وعدہ ٹھہرا رکھا ہے کہ وہ انھیں زمین پر

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

وجود افراد کاملہ امّت محمدیہ میں جنکے لئے اور انھیں سے خاص ہے۔ ہاں یہ سچ بات ہے کہ رسول کا الہام بہت ہی درخشاں اور روشن اور اجلیٰ اور اقویٰ اور اصفیٰ اور اعلیٰ مراتب یقین کے انتہائی درجہ پر ہوتا ہے اور آفتاب کی طرح چمک کر ہریک ظلمت کو اٹھا دیتا ہے مگر اولیاء کے الہاموں میں سے جب تک معانی کسی الہامی عبارت کے مشتبہ ہوں یا خود الہام ہی مشتبہ اور مخفی ہو تب تک وہ ایک امر ظنّی ہوگا اور ولی کا الہام اُسی وقت حد قطع اور یقین تک پہنچے گا کہ جب ضعیف الہاموں کی قسم میں سے نہ ہو بلکہ اپنی کامل روشنی کے ساتھ نازل ہوا ہو اور بارش کی طرح متواتر برس کر اور اپنے انوار کو قوی طور پر دکھلا کر
۲۳۵ ملہم کے دل کو کامل یقین سے پُر کر دے اور مختلف تقریروں اور مختلف لفظوں میں اتر کر معنے اور مطلب کو بکلی کھول دے اور عبارت کو متشابہات میں سے بکلی الوجوہ باہر کر دے۔ اور متواتر مخاطبات اور مکالمات کے وقت خداوند تعالیٰ اُن معانی کا قطعی اور یقینی ہونا استوار تر بیانوں اور جوابوں کے ذریعہ سے بوضاحت تمام بیان فرما دے جب کوئی الہام اس حد تک پہنچ جائے تو وہ کامل التنویر اور قطعی اور یقینی ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اصفیٰ الہام اولیاء کو

ف الصف: ۱۳، ۱۴۔ آل عمران: ۱۴۰۔ آل عمران: ۱۸۷۔ النور: ۵۶

[illegible] دلائل اور براہین اپنی قوتِ عقلیہ سے پیدا کر کے دکھلاوے یا ایسا ہی کوئی نہایت

[illegible]

مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا۔ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یُضِلُّوْنَکُمْ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ... اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّھُمْ بِمَفَازَةٍ

پنجے رسول مقبول کے نیچے کر دیا انہیں کا نمونہ ہے [illegible] ان کے لئے اس نے پسند کر لیا ہے یعنی دین اسلام کو زمین پر جما دیگا اور مستحکم اور قائم کر دیگا اور بعد اسکے کہ ایماندار خوف کی حالت میں ہوں گے یعنی بعد اسکے [illegible] بباعث وفات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

قطعی اور یقینی کی طرف راہ نہیں۔ وہ معرفتِ کامل سے سخت بے نصیب ہیں۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔ اور یہ وہم کہ اگر الہام اولیاء شریعت محمدیہ سے مخالف ہو تو پھر کیا کریں یہ ایسا ہی قول ہے جیسا کوئی کہے کہ اگر ایک نبی کا الہام دوسرے نبی کے الہام سے مخالف ہو تو پھر کیا کریں۔ پس جیسے وساوس کا یہ جواب ہے کہ ایسا کامل النور الہام جس کی ہم نے اوپر تعریف لکھی ہے ممکن نہیں کہ شریعت حقہ محمدیہ سے مخالف ہو اور اگر کوئی کم فہم کچھ مخالفت سمجھے تو وہ اسی کی سمجھ کا قصور ہے۔

صورت دوم الہام کی جس کا میں باعتبار کثرت عجائبات کے کامل الہام نام رکھتا ہوں یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ اپنے بندہ کو کسی امر غیبی پر بعد دعا اس بندہ کے یا خود بخود مطلع کرنا [illegible]

[illegible]

دقیق صداقت جس کو حکمائے سابقین نے مدت دراز کی محنت اور جانفشانی سے نکالا ہو معرض مقابلہ میں لاوے۔ یا جس قدر مفاسد باطنی اور امراض روحانی میں جن میں اکثر

حاشیہ نمبر ۱۱

مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ وَ	۲۴۵ کے لئے عذاب ہے جو ان کیلئے ایک دردناک عذاب مقرر ہے اور
مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ	اس سے زیادہ تر کون ظالم ہے کہ جو خدا کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ
اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا	ان میں ذکر الٰہی کیا جائے اور مسجدوں کے خراب اور منہدم کرنے
اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا	میں کوشش کرے۔ یہ عیسائیوں کی بدچلنی اور مفسدانہ حرکت کا
اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ	حال بتلایا ہے جنہوں نے بیت المقدس کا کچھ پاس نہ کیا اور اُسے
وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ	نجاستوں اور بے حرمتی میں لاکر منہدم کیا اور بعد اس کے یہ فرمایا کہ جن
وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ	عیسائیوں نے ایسی حرکتیں کیں ان کو دنیا میں سخت ذلت پہنچے گی اور آخرت
اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ	میں عذاب عظیم ہے۔ زبور میں ذکر کے بعد ہم لکھ چکے ہیں کہ
قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ	زمین کے وارث نیک بندے ہوں گے۔ کہہ اے بار خدایا سے
مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ	مالک الملک تو جسے چاہتا ہے ملک بخشتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا
تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ	اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ ہر یک طرح
بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	کی بہتری تیرے ہی ہاتھ میں ہے تو ہر یک چیز پر قادر ہے۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

جاتا ہے تو یکدفعہ ایک بیہوشی اور ربودگی اس پر طاری کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنی ہستی سے کھویا جاتا ہے اور ایسا اس بیخودی اور ربودگی اور بیہوشی میں ڈوبتا ہے جیسے کوئی پانی میں غوطہ مارتا ہے اور نیچے پانی کے چلا جاتا ہے۔ غرض جب بندہ اس حالتِ ربودگی سے کہ جو غوطہ سے بہت ہی مشابہ ہے باہر آتا ہے تو اپنے اندر میں کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج پڑی ہوئی ہوتی ہے اور جب وہ گونج کچھ فرو ہوتی ہے تو ناگہاں اس کو اپنے اندر سے ایک موزوں اور لطیف اور لذیذ کلام محسوس ہو جاتی ہے اور یہ غوطہ ربودگی کا ایک نہایت عجیب امر ہے جس کے عجائبات بیان کرنے کے لئے الفاظ کفایت نہیں کرتے۔ یہی حالت ہے جس سے ایک دریا معرفت کا انسان پر کھل جاتا ہے۔ کیونکہ جب بار بار دعا کرنے کے وقت خداوند تعالیٰ اس حالت غوطہ اور ربودگی کو اپنے بندہ پر وارد کر کے اس کی ہر یک دعا کا اس کو ایک لطیف اور لذیذ کلام میں جواب دیتا ہے۔ اور ہر یک استفسار کی حالت میں وہ حقائق اس پر کھولتا ہے جن کا کھولنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

۱؎ آل عمران: ۱۷۸ ۲؎ البقرۃ: ۱۱۵ ۳؎ الانبیاء: ۱۰۶ ۴؎ آل عمران: ۲۷

۲۲۳ نوا و مبتلا ہوتے ہیں۔ اُن میں سے کسی کا ذکر یا علاج قرآن شریف سے دریافت کرنا
چاہے۔ تو وہ جس طور سے اور جس باب میں آزمائش کرنا چاہتا ہے آزما کر دیکھ لے کہ
۲۲۴ ہر یک دینی صداقت اور حکمت کے بیان میں قرآن شریف ایک دائرہ کی طرح محیط ہے۔

۲۲۵ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۱؎ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۲؎ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۳؎ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۴؎	ان لوگوں کو کہہ کہ اگر تم خدا کی بندگی نہ کرو۔ تو وہ تمہاری پروا کیا رکھتا ہے۔ سو تم نے جو نافرمانی کی اور خدا کے رسول کو جھٹلایا۔ سو عنقریب اس کی سزا تم پر وارد ہونے والی ہے۔ اور تم یقیناً جانو کہ تم خدا کو اس کے کاموں میں کبھی عاجز نہیں کر سکتے اور خدا تمہیں رسوا کرے گا۔ وہ لوگ جو تمہارے ناحق کے حملوں سے ناحق کے ظالم ہیں ان کی نسبت وہ بدلہ کا حکم ہو چکا ہے اور خدا ان کی مدد پر قادر ہے وہ خدا وہ ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک ایسا کامل رسول بھیجا کہ جو باوجود امی ہونے کے خدا کی آیات ان پر پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس نبی کے ظہور سے پہلے صریح گمراہی میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور ان کے گروہ میں سے اور ملکوں کے لوگ بھی ہیں جو اسلام میں داخل ہوں گے اور ابتدا سے قرار پا چکا ہے اور ابھی وہ مسلمانوں سے نہیں ملے۔ اور خدا غالب اور حکیم ہے جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ یعنی جب وہ وقت آ پہنچے گا جو خدا نے اپنی حکمت کاملہ کے لحاظ سے دوسرے ملکوں کے مسلمان ہونے کیلئے مقرر کر رکھا ہے۔ تب وہ لوگ دین اسلام میں داخل ہوں گے۔

۲۲۶ تو یہ امر اس کے لئے موجب مزید معرفت اور باعث عرفان کامل ہو جاتا ہے۔ بندہ کا دعا کرنا
اور خدا کا اپنی الوہیت کی تجلی سے ہر یک دعا کا جواب دینا ایک ایسا امر ہے کہ گویا اسی عالم میں
بندہ اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور دونوں عالم اس کیلئے بلا تفاوت یکساں ہو جاتے ہیں۔
جب بندہ اپنی کسی حاجت کے وقت بار بار اپنے مولیٰ کریم سے کوئی عقدہ پیش آمدہ دریافت
کرتا ہے۔ تو عرض حال کے بعد حضرت خداوند کریم سے جواب پاتا ہے۔ اسی طرح جیسے ایک
انسان دوسرے انسان کی بات کا جواب دیتا ہے اور جواب ایسا ہوتا ہے کہ نہایت فصیح اور

۱؎ الفرقان: ۷۸ ۲؎ التوبۃ: ۲ ۳؎ الحج: ۴۰ ۴؎ الجمعۃ: ۳-۴

جس میں کوئی صداقت دینی باہر نہیں۔ بلکہ جن صداقتوں کو حکیموں نے بباعث نقصان
۲۳۵ علم و عقل غلط طور پر بیان کیا ہے۔ قرآن شریف اُن کی تکمیل و اصلاح فرماتا ہے اور

۲۳۴ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ؎ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ؎ وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ؎

اے ایمان والو۔ اگر کوئی تم میں سے دین اسلام سے پھر جائے تو خدا اسکے عوض میں
ایک ایسی قوم لائیگا جس سے وہ محبت کریگا اور وہ اس سے محبت کرینگے اور وہ مومنین
سے تذلل اختیار کرینگے اور کافروں پر غالب اور بھاری ہونگے یعنی تمکن ملکی
کی طرف یہ وعدہ کہ ہمیشہ جاری رہیگا اگر کوئی ناقص الفہم دین اسلام
سے مرتد ہو جائیگا تو اُسکے مرتد ہونے سے دین میں کچھ کمی نہیں ہوگی بلکہ اُس
ایک شخص کے عوض میں خدا ایک قوم لائیگا اور بہت لوگوں کو دین اسلام میں داخل کریگا
کہ جو صادق الایمان ہونگے خدا کے محب اور محبوب ٹھیرینگے اور وہ
ظالم کافر جو دین اسلام کے روکنے اور بند کرنے کیلئے اپنے مالوں کو خرچ
کرتے ہیں وہ ہمیشہ ناکامی میں رہینگے اور جو خرچ کرینگے وہ آخرکار وہ تمام خرچ اُن
کیلئے افسوس اور حسرت کا موجب ہوگا اور بالآخر مغلوب ہو جائیں گے۔ خدا نے
تم سے بہت غنیمتوں کی فتوحات کا وعدہ کر رکھا ہے سو ان میں سے ایک
یہ خیبر ہے جو خدا نے بلا توقف فتح کرا دیا اور لوگوں کے ہاتھ سے تمام جان و مال و اسباب کو بچایا
اور حاصل مطلب یہ ہے کہ تم کو اس بشارت کا مومنین کیلئے ایک نشان ہو اور
خدا تم کو دوسرے ملک بھی یعنی فارس اور روم وغیرہ عطا کریگا۔

لطیف الفاظ میں بلکہ کبھی کسی ایسی زبان میں ہوتا ہے کہ جس سے وہ بندہ نا آشنا محض ہے۔
اور کبھی امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے کہ جو مخلوق کی طاقتوں سے باہر ہیں۔ اور کبھی اس کے ذریعہ
سے مواہب عظیمہ کی بشارت ملتی ہے اور منازل عالیہ کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ اور قرب
حضرت باری کی مبارکبادی دی جاتی ہے اور کبھی دنیوی برکتوں کے بارے میں پیشگوئی ہوتی ہے
اُن کلمات لطیفہ و بلیغہ کے سننے سے کہ جو مخلوق کی قوتوں سے نہایت بلند اور اعلیٰ ہوتے
ہیں۔ جس قدر ذوق اور معرفت حاصل ہوتی ہے اس کو وہی بندہ جانتا ہے جس کو
۲۳۵ یہ نعمت عطا ہوتی ہے۔ فی الحقیقت وہ خدا کو ایسا ہی شناخت کر لیتا ہے جیسے کوئی شخص

؎ المائدۃ: ۵۵ ؎ الانفال: ۳۷ ؎ الفتح: ۲۱

جن دقائق کا بیان کرنا کسی حکیم و فلاسفر کو میسّر نہیں آیا اور کوئی ذہن اُن کی طرف سبقت نہیں لے گیا۔ اُن کو قرآن شریف بکمال صحت و راستی بیان

وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا[1] إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا[2] وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ[3] لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

تمہاری طاقت اُن پر قبضہ کرنے سے عاجز ہے پر خدا نے اُن کو گھیر رکھا ہے اور خدا ہر یک چیز پر قادر ہے جو لوگ کافر ہوئے تو وہ ہمیشہ گمراہی میں ظاہری و باطنی ظلم کرتے رہے اور خدا کی طرف رجوع نہ کیا۔ کفر اور شرک کو چھوڑ کر خدا ان کو نہیں بخشے گا اور خدا تعالیٰ اُن کے کفر کی حالت میں اپنی معرفت کی راہ نہیں دکھائے گا بجز جہنم کی راہ کے وہ دکھلائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جو لوگ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہی ہیں کہ جو خدا کے نزدیک صدیق ہیں۔ اُن کیلئے اجر ہے۔ اُن کیلئے نور ہے۔ ان کو اس دنیوی زندگی میں بشارتیں ہیں یعنی ... ملا کرے گی اور بشارتیں دنیوی زندگی میں ... اور خدا ان کی سچائیوں کو روشن کرے گا خدا نے جو وعدہ کیا ہے وہ سب پورا ہوگا۔

دیکھو حاشیہ در حاشیہ نمبر ...

تم میں سے ایک بچے اور پرانے دوست کو شناخت کرتا ہے اور یہ الہام اکثر مشکلات امور میں ہوتا ہے۔ کبھی اس میں ایسے الفاظ بھی ہوتے ہیں کہ جن کے معنے لغت کی کتابیں دیکھ کر کرنے پڑتے ہیں بلکہ بعض دفعہ یہ الہام کسی اجنبی زبان مثلاً انگریزی یا کسی ایسی دوسری زبان میں ہوتا ہے جس زبان سے ہم محض ناواقف ہیں۔ اس الہام کی مثالیں ہمارے پاس بہت ہیں۔ لیکن وہ جو ابھی اس حاشیہ کی تحریر کے وقت یعنی ماہ ... میں ہوا ہے جس میں یہ امر غیبی بطور پیشگوئی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس اشتہاری کتاب کے ذریعہ سے اور اس کے مضامین پر مطلع ہونے سے انجام کار مخالفین کو شکست فاش آئے گی اور حق کے طالبوں کو ہدایت ملے گی اور دین حق کی تائید ہوگی اور ... خدائے تعالیٰ کے الطاف اور رحم ... مدد کریں گے اور مخالف ... ہو جائیں گے وغیرہ بعض امور اور وہ الہامی کلمات یہ ہیں:۔

[1] الفتح:۲۲ [2] النساء: ۱۶۹، ۱۷۰ [3] سورۃ الحدید: ۲۰

۲۲۰ اور ظاہر فرماتا ہے اور اُن دقائق علم الٰہی کو کہ جو صدہا دفتروں اور طول طویل کتابوں میں
لکھے گئے تھے اور پھر بھی ناقص اور ناتمام تھے۔ باستیفا تمام لکھتا ہوا اور آئندہ کسی قول

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

۲۲۱ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ[1]۔ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا[2]

اور کسی نوع کی تبدیل واقعہ نہیں ہوگی۔ یہی سعادت عظمیٰ ہے کہ جو اُن لوگوں کو ملتی ہے کہ جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ خدا اور اُسکے سارے فرشتے اُس نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایماندارو تم بھی اُس پر درود بھیجو اور نہایت اخلاص اور محبت سے سلام کرو جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول کو دکھ دیتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے۔ دنیا میں بھی وہ برکتوں سے محروم رہیں گے اور آخرت میں بھی ذلت اور اہانت کے ساتھ جہنم کے عذاب میں ڈالے جائیں گے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

يَا أَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ۔ مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ اَلرَّحْمٰنُ
عَلَّمَ الْقُرْآنَ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ۔
۲۲۲ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ[1]۔ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

[1] اوّل تائب الی اللہ بامر اللہ او اوّل من یومن بہ من عصرہ واللہ اعلم۔

إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَتَبَارَكَ
مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ[2] عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ۔ ظُلِمُوا

[2] لیظہرہ علی الاسلام ای یجعلہ غالبًا علی جمیع الادیان باسباب او بظہور آیات بینات و حجج قاطعہ

وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ۔ يَقُولُونَ أَنّٰى لَكَ هٰذَا
إِنْ هٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ۔ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ
وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ۔ مِنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ
وَلَا يَكَادُ يُبِينُ۔ جَاهِلٌ أَوْ مَجْنُونٌ۔ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔
هٰذَا مِنْ رَحْمَةِ رَبِّكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ لِيَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ

[1] یونس: ۶۵ [2] احزاب: ۵۷-۵۸

نتیجے کسی نئے دقیقہ کے پیدا کرنے کی جگہ نہیں چھوڑتا۔ حالانکہ وہ باایں قدر قلیل الحجم کتاب ہے ۲۲۱

آیات مندرجہ بالا میں جس قدر خداوند تعالیٰ مطلق نے تمام دنیا کے مقابلہ پر تمام مخالفوں کے مقابلہ ۲۲۲
پر تمام دشمنوں کے مقابلہ پر تمام منکروں کے مقابلہ پر تمام دولتمندوں کے مقابلہ پر تمام زبردست اعداء کے
مقابلہ پر تمام بادشاہوں کے مقابلہ پر تمام حکیموں کے مقابلہ پر تمام علماء مغروروں کے مقابلہ پر
تمام اہل مذہب کے مقابلہ پر ایک عاجز ناتوان بے زر بے زور اور ایک امی ناخواندہ بے علم بے تربیت کو

انت علی بینة من ربک فبشر وما انت بنعمة ربک بمجنون۔ قل
ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ انا کفیناک المستھزئین۔
ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین۔ تنزل علی کل افاک اثیم۔ قل
عندی شھادة من اللہ فھل انتم مؤمنون۔ قل عندی شھادة من اللہ
فھل انتم مسلمون۔ ان معی ربی سیھدین۔ رب ارنی کیف تحیی الموتی۔
رب اغفر وارحم من السماء۔ رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین۔
رب اصلح امة محمد۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت
خیر الفاتحین۔ وقل اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون۔
ولا تقولن لشیء انی فاعل ذالک غدا۔ ویخوفونک من دونہ۔
انک باعیننا سمیتک المتوکل۔ یحمدک اللہ من عرشہ۔
نحمدک ونصلی۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم
نورہ ولو کرہ الکافرون۔ سنلقی فی قلوبھم الرعب۔ اذا جاء نصر
اللہ والفتح وانتھی امر الزمان الینا۔ الیس ھذا بالحق۔ ھذا تاویل
رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا۔ وقالوا ان ھذا الا اختلاق۔
قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ قل ان افتریتہ فعلی اجرامی و ۲۲۳
من اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا۔ ولن ترضی عنک الیھود ولا
النصاری وخرقوا لہ بنین وبنات بغیر علم۔ قل ھو اللہ احد۔
اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ ویمکرون و

کہ جو بہ تحریر میانہ چالیس ورق سے زیادہ نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ کیا ایک ایسی بے نظیری ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اپنی خداوندی کے کامل جلال سے کامیابی کے وعدے دیئے ہیں۔ کیا کوئی ایسا نادان اور حق کے طالبوں میں سے شک کر سکتا ہے کہ یہ تمام مواعید کہ جو اپنے وقتوں پر پورے ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں یہ کسی انسان کا کام ہے۔ دیکھو ایک غریب اور تنہا اور مسکین نے اپنے دین کے پھیلنے کے لئے اور اپنے مذہب کی جڑ جم جانے کی اسوقت خبر دی کہ جب اسکے پاس

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

يَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ اَلْفِتْنَةُ هٰهُنَا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ اِنِّيْ مَعَكَ وَكُنْ مَعِيَ

لہ اسکی فتح لیے ہم بیتاب کامل رات سکو ہیں

اَيْنَمَا كُنْتَ۔ كُنْ مَعَ اللّٰهِ حَيْثُ مَا كُنْتَ۔ اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَافْتِخَارًا لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَلَا تَيْئَسْ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ رَوْحَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔ يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ يَنْصُرُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ۔ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ فَتْحُ الْوَلِيِّ فَتْحٌ وَّقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا۔ اَشْجَعُ النَّاسِ۔ وَلَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ۔ اَنَارَ اللّٰهُ بُرْهَانَهٗ۔ يَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَةُ عَلٰى شَفَتَيْكَ۔ اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا يَرْفَعُ اللّٰهُ ذِكْرَكَ۔ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔

۲۴۳ وَنَظَرْنَا اِلَيْكَ وَقُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ۔ يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ يَا اَحْمَدُ يَتِمُّ اسْمُكَ وَلَا يَتِمُّ اسْمِيْ۔

لہ [illegible]

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ۔ وَكُنْ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ الصِّدِّيْقِيْنَ۔ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اَلصَّلٰوةُ هُوَ الْمُرَبِّيْ۔ اِنِّيْ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاكْتُبْ وَلْيُطْبَعْ وَلْيُرْسَلْ فِي الْاَرْضِ۔ خُذُوا التَّوْحِيْدَ التَّوْحِيْدَ يَا اَبْنَآءَ الْفَارِسِ۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ مَا اُوْحِيَ

جس کی صداقت میں ایک ادنیٰ عقل کے آدمی کو بھی شک نہیں رہ سکتا کیونکہ ہر یک عقل سلیم ۲۴۲
پر روشن ہے کہ ہر یک نوع کی دینی سچائیاں اور الٰہیات کے تمام حقائق اور معارف اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بجز چند بے سامان درویشوں کے اور کچھ نہ تھا اور تمام مسلمان صرف اس قدر تھے کہ ایک چھوٹے ۲۴۳
سے حجرہ میں سما سکتے تھے اور انگلیوں پر نام بنام گنے جا سکتے تھے جن کو ایک گاؤں کے چند
آدمی ہلاک کر سکتے تھے۔ جن کا مقابلہ اُن لوگوں سے پڑا تھا کہ جو دنیا کے بادشاہ اور حکمران تھے۔
اور جن کو اُن قوموں کے ساتھ سامنا پیش آیا تھا کہ جو باوجود کروڑہا مخلوقات ہونے کے
اُن کے ہلاک کرنے اور نیست و نابود کرنے پر متفق تھے۔ مگر اب دنیا کے کناروں تک
نظر ڈال کے دیکھو کہ کیونکر خدا نے انہیں ناتوانوں اور بقدر قلیل لوگوں کو دنیا میں پھیلا دیا۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ۔ اَصْحٰبُ الصُّفَّۃِ
وَمَآ اَدْرٰکَ مَآ اَصْحٰبُ الصُّفَّۃِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ
رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ اَمْلُوْا۔

اس جگہ یہ وسوسہ دل میں نہیں لانا چاہئے کہ کیونکر ایک ادنیٰ اُمّتی اُس رسول مقبول
کے اسماء یا صفات یا محامد میں شریک ہو سکے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی
نبی بھی آنحضرت کے کمالات قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملائک کو ۲۴۴
بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں۔ چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت کے کمالات سے
کچھ نسبت ہو۔ مگر اے طالب حق ارشدک اللّٰہ تم متوجہ ہو کر اس بات کو سنو کہ
خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں اور
تا ہمیشہ اس کے نور اور اس کی قبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم اور لاجواب
کرتی رہیں۔ اس طرح پر اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد
اُمّت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار
کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گذرے ہوتے ہیں۔
خدا اُن کو فانی اور ایک مصفّا شیشے کی طرح پاکر اپنے رسول مقبول کی برکتیں اُن کے وجود
بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ اُن کی تعریف کی جاتی ہے

۲۴۲ اصول حقہ کے جمیع دلائل اور وسائل اور تمام اولین آخرین کا مغز ایک قلیل المقدار
کتاب میں اس احاطۂ تام سے درج کرنا جس کے مقابلہ پر کسی الہامی صداقت کا نشا

حاشیہ نمبر ۱۱

اور کیونکر قوموں کو طاقت اور دولت اور بادشاہت بخش دی۔ اور کیونکر ہزارہا سال کی
تخت نشینیوں کے تاج اور تخت ان کے سپرد کئے گئے۔ ایک دن وہ تھا کہ وہ جمعیت
۲۴۳ اتنی بھی نہیں تھی کہ جس قدر ایک گھر کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور اب وہی لوگ کئی کروڑ
دنیا میں نظر آتے ہیں۔ خداوند نے کہا تھا کہ میں اپنے کلام کی آپ حفاظت کروں گا۔
اب دیکھو۔ کیا یہ سچ ہے یا نہیں کہ وہی تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خدائے تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ اس کی کلام کے پہنچائی تھی وہ برابر اس کی کلام

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ حقیقت میں مرجع تام ان تمام
تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل
طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں۔ اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے۔ مگر
چونکہ متبع سنن آں سرور کائنات کا اپنے غایت اتباع کے جہت سے اس شخص نورانی کیلئے
کہ وجود باجود حضرت نبوی ہے ظل کی طرح ہوتا ہے۔ اس لئے جو کچھ اس شخص مقدس
میں انوار الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں۔ اس کے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں۔
اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اس کے اصل میں ہے ایک ایسا
۲۴۴ امر ہے کہ جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں سایہ اپنی ذات میں قائم نہیں اور حقیقی طور پر کوئی
فضیلت اس میں موجود نہیں بلکہ جو کچھ اس میں موجود ہے وہ اس کے شخص اصلی کی ایک
تصویر ہے جو اس میں نمودار اور نمایاں ہے۔ پس لازم ہے کہ آپ یا کوئی دوسرے
صاحب اس بات کو حالت نقصان خیال نہ کریں کہ کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
انوار باطنی امت کے کامل متبعین کو پہنچ جاتے ہیں اور سمجھنا چاہئے کہ اس انعکاس انوار
سے کہ جو بطریق افاضہ دائمی نفوس صافیہ امت محمدیہ پر ہوتا ہے دو بزرگ امر پیدا ہوتے
ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدرجہ غایت کاملیت ظاہر ہوکر

نہ مل سکے کہ جو اس سے باہر رہ گئی ہو۔ یہ انسان کا کلام نہیں اور کسی مخلوق کی حد قدرت ۲۲۴

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

میں محفوظ چلی آتی ہے اور لاکھوں قرآن شریف کے حافظ ہیں کہ جو قدیم سے چلے آتے ہیں۔ خدا نے کہا تھا کہ میری کتاب کا کوئی شخص حکمت میں، معرفت میں، بلاغت میں، فصاحت میں، احاطۂ علوم ربانیہ میں، بیان دلائل دینیہ میں مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ سو دیکھو کسی سے مقابلہ نہیں ہو سکا۔ اور اگر کوئی اس سے منکر ہے۔ تو آپ کر کے دکھلا دے۔ اور جو کچھ ہم نے اس کتاب میں جس کے ساتھ دس ہزار روپے کا اشتہار بھی شامل ہے۔ حقائق و دقائق و عجائبات قرآن شریف کے کہ جو انسانی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کیونکہ جس چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے اور ہمیشہ روشن ہوتا ہے۔ وہ ایسے چراغ سے بہتر ہے جس سے دوسرا چراغ روشن نہ ہو سکے۔ دوسرے اس امت کی کمالیت اور دوسری امتوں پر اس کی فضیلت اس افاضۂ دائمی سے ثابت ہوتی ہے اور حقیت دین اسلام کا ثبوت ہمیشہ تر و تازہ و ہویدا رہتا ہے۔ صرف یہی بات نہیں ہوتی کہ گذشتہ زمانہ پر حوالہ دیا جائے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس سے قرآن شریف کی حقانیت کے انوار آفتاب کی طرح ظاہر ہو جاتے ہیں اور دین اسلام کے مخالفوں پر حجت اسلام پوری ہوتی ہے اور معاندین اسلام کی ذلت اور رسوائی اور رو سیاہی کامل طور پر کھل جاتی ہے کیونکہ وہ اسلام میں وہ برکتیں اور وہ نور دیکھتے ہیں جن کی نظیر کو وہ اپنی قوم کے پادریوں اور پنڈتوں وغیرہ میں ثابت نہیں کر سکتے۔ فتدبّر ایّھا الصادق فی الطلب ایّدک اللّٰہ فی طلبک۔

اب بعض ناقصوں کے دلوں میں یہ وہم بھی گذر سکتا ہے کہ اس مندرجہ بالا الہامی ۲۲۵
عبارت میں کیوں ایک مسلمان کی تعریفیں لکھی ہیں۔ سو سمجھنا چاہئے کہ ان تعریفوں سے دو بزرگ فائدے متصور ہیں جن کو حکیم مطلق نے خلق اللہ کی بھلائی کے لئے مدنظر رکھ کر ان تعریفوں کو بیان فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ تا نبی متبوع کی متابعت کی تاثیریں معلوم ہوں۔ اور تا عامہ خلائق پر واضح ہو کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر شان بزرگ ہے اور اس آفتاب صداقت کی کیسی اعلیٰ درجہ پر روشن تاثیریں ہیں۔ جس کا اتباع کسی کو مومن کامل بناتا ہے۔ کسی کو عارف کے درجہ تک پہنچاتا ہے۔

۲۲۵ میں داخل نہیں اور اس کے آزمانے کے لئے بھی ہر ایک خواندہ اور ناخواندہ پر صاف اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

۲۲۵ طاقتوں سے باہر ہیں لکھے ہیں کسی دوسری کتاب میں سے پیش کرے۔ اور جب تک پیش نہ کرے تب تک صریح حجت خدا کی اُس پر وارد ہے۔ اور خدا نے کہا تھا کہ میں ارض شام کو عیسائیوں کے قبضہ میں سے نکال کر مسلمانوں کو اس زمین کا وارث کروں گا۔ سو دیکھو اب تک مسلمان ہی اس زمین کے وارث ہیں۔ سو یہ سب پیشگوئیاں ایسی ہیں کہ جن کے ساتھ اقتدار اور قدرت الوہیت شامل ہے۔ یہ نہیں کہ نجومیوں کی طرح صرف ایسی ہی خبریں ہوں کہ زلزلے آویں گے۔ قحط پڑیں گے۔ قوم پر قوم چڑھائی کرے گی۔ وبا پھیلے گی مری پڑے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور بجہت خدا کے کلام کے اور اسی کی تاثیر اور برکت سے وہ لوگ کہ جو قرآن شریف کا اتباع اختیار کرتے ہیں اور خدا کے رسول مقبول پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں اور اس کو تمام مخلوقات اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

کسی کو آیت اللہ اور حجت اللہ کا مرتبہ عنایت فرماتا ہے اور عجائبات الٰہیہ کا مورد ٹھہراتا ہے۔

دوسرے یہ فائدہ کہ نئے مستفیض کی تعریف کرنے میں بہت سی اندرونی بدعات اور مفاسد کی اصلاح منظور ہے۔ کیونکہ جس حالت میں اکثر جاہلوں نے گذشتہ اولیاء اور صالحین پر صدہا اس قسم کی تہمتیں لگا رکھی ہیں کہ گویا انہوں نے آپ یہ فرمائش کی تھی کہ ہم کو خدا کا شریک ٹھہراؤ۔ اور ہم سے مرادیں مانگو۔ اور ہم کو خدا کی طرح قادر اور متصرف فی الکائنات سمجھو۔ تو اس صورت میں اگر کوئی نیا مصلح ایسی تعریفوں سے عزت یاب نہ ہو کہ جو تعریفیں اُن کے اپنے پیروں کی نسبت ذہن نشین ہیں تب تک وعظ اور پند اس مصلح جدید کا بہت ہی کم مؤثر ہوگا کیونکہ وہ لوگ ضرور دل میں کہیں گے
۲۲۶ کہ یہ حقیر آدمی ہمارے پیروں کی شان بزرگ کو کب پہنچ سکتا ہے۔ اور جب خود ہمارے بڑے پیروں نے مرادیں دینے کا وعدہ دے رکھا ہے۔ تو یہ کون ہے اور اس کی کیا حیثیت اور کیا لیاقت اور کیا رتبت اور کیا منزلت۔ تا اُن کو چھوڑ کر اس کی سنیں۔ سو یہ دو فائدے بزرگ ہیں جن کی وجہ سے اس مولیٰ کریم نے کہ جو سب عزتوں اور تعریفوں کا مالک ہے۔ اپنے ایک عاجز بندہ اور مشت خاک کی تعریفیں کیں۔ ورنہ

سیدھا راستہ کھلا ہے۔ کیونکہ اگر اس میں شک ہو کہ قرآن شریف کیونکر تمام ۲۹۱

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

تمام نبیوں اور تمام رسولوں اور تمام مقدسوں اور تمام ان چیزوں سے جو ظہور پذیر ہوئیں یا آئندہ ہوں۔ بہتر اور پاک تر اور کامل تر اور افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ وہ بھی ان نعمتوں سے اب تک حصہ پاتے ہیں۔ اور جو شربت موسیٰ اور مسیح کو پلایا گیا وہی شربت نہایت کثرت سے نہایت لطافت سے نہایت لذت سے پیتے ہیں اور پی رہے ہیں۔ اسرائیلی قمر ان میں روشن ہیں۔ بنی یعقوب کے پیغمبروں کی ان میں برکتیں ہیں۔ سبحان اللہ ثم سبحان اللہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کس شان کے نبی ہیں۔ اللہ اللہ کیا عظیم الشان نور ہے جس کے ناچیز خادم جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ امت۔ جس کے احقر سے احقر چاکر مراتب مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللّٰھم صل علی نبیک وحبیبک سید الانبیاء وافضل الرسل وخیر المرسلین وخاتم النبیین ۲۲۳

حاشیہ نمبر ۱۱

درحقیقت ناچیز خاک کی کیا تعریف۔ سب تعریفیں اور تمام نیکیاں اُسی ایک کی طرف راجع ہیں کہ جو رب العالمین اور الحی القیوم ہے۔ اور جب خداوند تعالیٰ عزّ اسمہٗ مصلحت مذکورہ بالا کی غرض سے کسی بندہ کی جس کے ہاتھ پر خلق اللہ کی اصلاح منظور ہے۔ کچھ تعریف کرے۔ تو اس بندہ پر لازم ہے کہ اس تعریف کو خلق اللہ کی نفع رسانی کی نیت سے اچھی طرح مشتہر کرے اور اس بات سے ہرگز نہ ڈرے کہ عوام الناس کیا کہیں گے۔ عوام الناس تو جیسا کہ ان کا مادہ اور ان کی سمجھ ہے ضرور کچھ نہ کچھ بکواس کریں گے۔ کیونکہ بدظنی اور بداندیشی کرنا عوام الناس کی قدیم سے فطرت چلی آئی ہے۔ اب کسی زمانہ میں کب بدل سکتی ہے۔ مگر درحقیقت یہ تعریفیں عوام الناس کے حق میں موجب بہبودی ہیں اور گو ابتدا میں عوام الناس کو وہ تعریفیں مکروہ اور کچھ افترا سا معلوم ہوں۔ لیکن انجام کار خدائے تعالیٰ ان پر حقیقت الامر کھول دیتا ہے اور جب اس ضعیف بندہ کا حق بجانب ہونا اور مؤید من اللہ ہونا عوام پر کھل جاتا ہے۔ تو وہ تمام تعریفیں ایسے شخص کی کہ جو میدان جنگ میں کھڑا ہے۔ ایک فتح عظیمہ کا موجب ہو جاتی ہیں اور ایک عجیب اثر پیدا کر کے خدا کے گمشدہ بندوں کو اصلی توحید اور

۲۳۵ حقائق الٰہیات پر حاوی ہے۔ تو اس بات کا ہم ہی ذمہ اٹھاتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب

حاشیہ نمبر ۱۱

۲۳۶ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ و بارک و سلّم۔

اس زمانہ کے پادری اور پنڈت اور برہمو اور آریہ اور دوسرے مخالف چونکہ منہ اٹھا کر کہتے ہیں کہ وہ برکتیں کہاں ہیں۔ وہ اسلامی نور کدھر ہیں جن کی نسبت مرحومہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع اور دوستی کی برکتوں میں شریک ہے۔ اور ان نوروں کی وارث ہے جن سے اور تمام قومیں اور تمام اہل مذاہب محروم اور بے نصیب ہیں۔ اس وسوسہ کے دور کرنے کے لئے بار بار ہم نے اسی حاشیہ میں لکھ دیا ہے کہ طالب حق کے لئے کہ جو اسلام کے فضائل خاصہ دیکھ کر فی الفور مسلمان ہونے پر مستعد ہے۔ اس ثبوت دینے کے ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں۔ اور حاشیہ در حاشیہ صورت دوم میں بھی اسی کی طرف ہم نے صریح اشارہ کیا ہے بلکہ خدا تعالیٰ جس طرح پر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

۲۳۷ تفرید کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اور اگر تھوڑے دنوں جنس اور وحشت کا موجب بھی ہو تو ان سختیوں اور ذلتوں کا برداشت کرنا خادم دین کے لئے عین سعادت اور فخر ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ۔

صورت سوم الہام کی یہ ہے کہ نرم اور آہستہ طور پر انسان کے قلب پر القا ہوتا ہے۔ یعنی یک مرتبہ دل میں کوئی فقرہ گزر جاتا ہے جس میں وہ عجائبات بہ تمام و کمال نہیں ہوتے کہ جو دوسری صورت میں بیان کئے گئے ہیں۔ بلکہ اس میں ربودگی اور غنودگی بھی شرط نہیں۔ ایسا اوقات عین بیداری میں ہو جاتا ہے اور اس میں ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ گویا غیب سے کسی نے وہ فقرہ دل میں پھونک دیا ہے یا پھینک دیا ہے۔ انسان کسی قدر بیداری میں ایک استغراق اور محویت کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی بالکل بیدار ہوتا ہے۔ کہ یک دفعہ دیکھتا ہے کہ ایک نو وارد کلام اس کے سینہ میں داخل ہے یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معاً وہ کلام سینہ میں داخل ہوتے ہی اپنی پُر زور روشنی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور انسان متنبہ ہو جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے یہ القا ہے اور صاحب ذوق کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے نفس ہوا اندر جاتی اور تمام دل وغیرہ اعضا کو راحت پہنچاتی ہے۔ ایسا ہی وہ

۲۴۴ **طالب حق بن کر پہلے اسلام قبول کرنے کا تحریری وعدہ کرکے کسی کتاب عبرانی**

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۴۵ اپنی خداوندی کی طاقتوں اور فضلوں اور برکتوں کو مستعدوں پر ظاہر کرتا ہے۔ انہیں ربانی سوانح اور بشارتوں میں سے کہ جو انسانی طاقتوں سے باہر ہیں کسی قدر حاشیہ نمبر ۱۱ میں لکھ دیا ہے۔ پس اگر کوئی پادری یا پنڈت یا برہمو کہ جو اپنی کور باطنی سے منکر ہیں یا کوئی آریہ اور دوسرے فرقوں میں سے سچائی اور راستی سے خدا تعالیٰ کا طالب ہے تو اس پر لازم ہے کہ سچے طالبوں کی طرح اپنے تمام تکبروں اور غروروں اور نفاقوں اور دنیا پرستیوں اور ضدوں اور خصومتوں سے بکلی پاک ہو کر بہ نیت حق کا قائل اور حق کا جویا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

الہام دل کو تسلی اور سکینت اور آرام بخشتا ہے اور طبیعت مضطرب پر اس کی خوشی اور خنکی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ایک باریک بھید ہے جو عوام لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ مگر عارف اور صاحب معرفت لوگ جن کو حضرت واہب حقیقی نے اسرار ربانی میں صاحب تجربہ کر دیا ہے۔ وہ اس کو خوب سمجھتے اور جانتے ہیں۔ اور اس صورت کا الہام بھی اس عاجز کو بارہا ہوا ہے جس کا لکھنا بالفعل کچھ ضروری نہیں۔

۲۴۶ صورت چہارم الہام کی یہ ہے کہ رؤیا صادقہ میں کوئی امر خدائے تعالیٰ کی طرف سے منکشف ہو جاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے یا کوئی تحریر کاغذ پر یا پتھر وغیرہ پر مشہود ہو جاتی ہے جس سے کچھ اسرار غیبیہ ظاہر ہوتے ہیں۔ وغیرہ ذالک من الصور۔

چنانچہ یہ عاجز اپنے بعض خوابوں میں سے جن کی اطلاع اکثر مخالفین اسلام کو انہیں دنوں میں دی گئی تھی کہ جب وہ خواب آئی تھیں اور جن کی سچائی بھی انہیں کے روبرو ظاہر ہو گئی بطور نمونہ بیان کرتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک وہ خواب ہے جس میں اس عاجز کو جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی۔ اور بطور مختصر بیان اس کا یہ ہے کہ اس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء عیسوی میں یعنی

۲۳۹ یونانی، لاطینی، انگریزی، سنسکرت وغیرہ سے کسی قدر دینی صداقتیں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہاں اگر ایک مسکین اور عاجز اور ذلیل آدمی کی طرح سیدھا ہماری طرف چلا آوے اور پھر صبر
اور برداشت اور اطاعت اور خلوص کو صادق لوگوں کی طرح اختیار کرے تو انشاء اللہ اپنے
۲۳۹ مطلب کو پاوے۔ اور اگر اب بھی کوئی منہ پھیرے تو وہ خود اپنی بے ایمانی پر آپ گواہ ہے۔
بعض کوتاہ نظر لوگ جب دیکھتے ہیں کہ خدا کے نبیوں اور رسولوں کو بھی تکالیف پیش آتی
رہی ہیں۔ تو اخیر پر وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اگر اقتدار الوہیت کو جو انبیائی خیریت کا
نشان سمجھا گیا ہے۔ نبیوں کے شامل حال ہوتا تو ان کو تکلیفیں کیوں پیش آتیں اور کیوں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اسی زمانہ کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا
جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ
میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے
خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب
کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے
جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آنحضرت نے وہ
۲۳۹ کتاب مجھ سے لے لی اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ
مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر
بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کیلئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر
اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا تب ایک مُردہ کہ
جو دروازہ سے باہر پڑا تھا آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا
اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا
ہے۔ اور آنحضرت بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح
کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

نکال کر پیش کریں یا اپنی ہی عقل کے زور سے کوئی الٰہیات کا نہایت باریک دقیقہ پیدا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

سب سے زیادہ انہیں پر مصیبتیں پڑتی ہیں لیکن یہ وسوسہ بالکل بے اصل ہے جو سراسر کم فہمی سے پیدا ہوتا ہے۔ الہامی خبروں کا قادرانہ طور پر بیان ہونا شئے دیگر ہے اور انبیاء کی مصیبتیں دیکھنا دوسرا امر ہے کہ جو انواع اقسام کی حکمتوں پر مشتمل ہے۔ اور حقیقت حال پر مطلع ہونے سے تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ مصیبتیں اصل میں مصیبتیں نہیں۔ بلکہ بڑی بڑی نعمتیں ہیں کہ جو انہیں کو دی جاتی ہیں جن پر خدا کا فضل اور کرم ہوتا ہے۔ اور یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ جن میں نبیوں اور تمام دنیا کو فائدہ ہے۔ اس جگہ تحقیق کلام یہ ہے کہ انبیاء

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے زندہ ہوا۔ اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں۔ اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دیدی اور اس نے وہیں کھا لی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا۔ تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہو گئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ تب اسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ وہ خواب ہے کہ تقریباً دو سو آدمی کو انہیں دنوں میں سنائی گئی تھی جن میں سے پچاس یا کم و بیش ہندو بھی ہیں کہ جو اکثر ان میں سے ابھی تک صحیح و سلامت ہیں اور وہ تمام لوگ خوب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں براہین احمدیہ کی تالیف کا ابھی نام و نشان نہ تھا اور نہ یہ مرکوز خاطر تھا کہ کوئی دینی کتاب بنا کر اس کے استحکام اور سچائی ظاہر کرنے کے لئے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اب وہ باتیں جن پر یہ خواب دلالت کرتی ہے کسی قدر پوری ہو گئیں اور جس قطبیت کے اسم سے اس وقت کی خواب میں کتاب کو موسوم کیا گیا تھا۔ وہی قطبیت کتاب مخالفوں کے مقابلہ پر بوعدہ انعام کثیر پیش کر کے حجت اسلام ان پر پوری کی گئی ہے۔ اور جس قدر اجزا اس خواب کے ابھی تک ظہور میں نہیں آئے ان کے ظہور کا سب کو منتظر رہنا چاہیئے کہ آسمانی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں۔

۲۵۰ کر کے دکھلادیں تو ہم اُسکو قرآن شریف میں سے نکال دیں گے بشرطیکہ اسی کتاب کی اشاعت طبع

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اور اولیاء کا وجود اسلئے ہوتا ہے کہ تا لوگ جمیع اخلاق میں اُن کی پیروی کریں۔ اور جن اُمور پر
خدا نے اُن کو استقامت بخشی ہے اُسی جادۂ استقامت پر سب حق کے طالب قدم ماریں۔
اور یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ اخلاق فاضلہ کسی انسان کے اُس وقت بپایۂ ثبوت
پہنچتے ہیں کہ جب اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں اور اُسی وقت دلوں پر اُن کی تاثیر بھی
ہوتی ہیں۔ مثلاً عفو وہ معتبر اور قابل تعریف ہے کہ جو قدرتِ انتقام کے وقت میں ہو۔
اور پرہیزگاری وہ قابل اعتبار ہے کہ جو نفس پروری کی قدرت موجود ہوتے ہوئے
۲۵۱ پھر پرہیزگاری قائم رہے۔ غرض خدائے تعالیٰ کا ارادہ انبیاء اور اولیاء کی نسبت

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اب ایک دوسری دفعہ سُنئے۔ عرصہ تخمیناً بارہ برس کا ہوا ہے کہ ایک ہندو صاحب کہ جو
اب آریہ سماج قادیان کے ممبر اور ابھی صحیح وسلامت موجود ہیں حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم
کے معجزات اور آنجناب کی پیشین گوئیوں سے سخت منکر تھا اور اُس کا آریوں کی طرح شدتِ عناد
سے یہ خیال تھا کہ یہ سب پیشگوئیاں مسلمانوں نے آپ بنا لی ہیں۔ ورنہ آنحضرت پر خدا نے
کوئی امر غیب ظاہر نہیں کیا اور اُن میں یہ علامتِ نبوت موجود ہی نہیں تھی۔ مگر سبحان اللہ
کیا فضل خدا کا اپنے نبی پر ہے اور کیا بلند شان اُس معصوم اور مقدس نبی کی ہے کہ جس کی
صداقت کی شعاعیں اب بھی ایسی چمکتی ہیں کہ جیسی قدیم سے چمکتی آئی ہیں۔ کچھ تھوڑے
دنوں کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ اُس ہندو صاحب کا ایک عزیز کسی ناگہانی پیچ میں آکر
قید ہوگیا اور اُس کے ہمراہ ایک اور ہندو بھی قید ہوا۔ اور اُن دونوں کا چیف کورٹ
میں اپیل گزرا۔ اُس حیرانی اور سرگردانی کی حالت میں ایک دن اُس آریہ صاحب نے مجھ سے
یہ بات کہی کہ غیبی خبر اِسے کہتے ہیں کہ آج کوئی یہ بتلا سکے کہ اس ہمارے مقدمہ کا انجام کیا ہے
تب میں نے جواب دیا کہ غیب تو خاصہ خدا کا ہے۔ اور خدا کے پوشیدہ بھیدوں سے
۲۵۲ نہ کوئی نجومی واقف ہے نہ رمال نہ فال گیر نہ اور کوئی مخلوق۔ ہاں خدا جو آسمان و زمین کی
ہر ایک شَے سے واقف ہے اپنے کامل اور مقدس رسولوں کو اپنے ارادہ اور اختیار سے
بعض اسرار غیبیہ پر مطلع کرتا ہے۔ اور نیز کبھی کبھی جب چاہتا ہے تو اپنے سچے رسول کے

۲۵۱ نہیں ہمارے پاس پہنچ جاویں تا وہ ذیل کے کسی مقام مناسب میں بطور حاشیہ مندرج ہو کر شائع

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یہ ہوتا ہے کہ اُن کے ہر یک قسم کے اخلاق ظاہر ہوں اور بپایۂ ثبوت پہنچ جائیں۔ سو خدائے تعالیٰ اسی ارادہ کو پورا کرنے کی غرض سے اُن کی نورانی عمر کو دو حصہ پر منقسم کر دیتا ہے۔ ایک حصہ تنگیوں اور مصیبتوں میں گذرتا ہے اور ہر طرح سے دکھ دیئے جاتے ہیں اور ستائے جاتے ہیں۔ تا وہ اعلیٰ اخلاق اُن کے ظاہر ہو جائیں کہ جو بجز سخت تر مصیبتوں کے ہرگز ظاہر اور ثابت نہیں ہو سکتے۔ اگر اُن پر وہ سخت تر مصیبتیں نازل نہ ہوں۔ تو یہ کیونکر ثابت ہو کہ وہ ایک ایسی قوم ہے کہ مصیبتوں کے پڑنے سے اپنے مولیٰ سے بے وفائی نہیں کرتے بلکہ اور بھی آگے قدم بڑھاتے ہیں۔ اور خداوند کریم کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے سب کو چھوڑ کر انہیں پر نظر عنایت کی۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

کامل تابعین پر جو اہل اسلام ہیں اُنکی تابعداری کی وجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ وہ اپنے رسول کے علوم کے وارث ہیں۔ بعض اسرار پوشیدہ اُن پر بھی کھولتا ہے تا اُن کے صدق مذہب پر ایک نشان ہو لیکن دوسری قومیں جو باطل پر ہیں جیسے ہندو اور اُنکے پنڈت اور عیسائی اور اُنکے پادری۔ وہ سب اُن کامل برکتوں سے بے نصیب ہیں۔ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ وہ شخص اس بات پر اصراری ہو گیا کہ اگر اسلام کے متبعین کو دوسری قوموں پر ترجیح ہے تو اسی موقعہ پر اس کی کچھ دکھلانا چاہیئے۔ اُسکے جواب میں ہر چند کہا گیا کہ اس میں خدا کا اختیار ہے انسان کا اس پر حکم نہیں مگر اس آریہ نے اپنے انکار پر بہت اصرار کیا۔ غرض جب میں نے دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور دین اسلام کی عظمتوں سے سخت منکر ہے۔ تب میرے دل میں خدا کی طرف سے جوش ڈالا گیا کہ خدا اسکو اسی مقدمہ میں شرمندہ اور لاجواب کرے۔ اور میں نے دعا کی کہ اے خداوند کریم تیرے نبی کریم کی عزت اور عظمت سے یہ شخص سخت منکر ہے اور تیرے نشانوں اور پیشگوئیوں کو جو تو نے اپنے رسول پر ظاہر فرمائیں سخت انکاری ہے اور اس مقدمہ کی آخری حقیقت کھلنے سے یہ لاجواب ہو سکتا ہے اور تو ہر بات پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کوئی امر تیرے علم سے مخفی نہیں۔ تب خدا نے جو اپنے سچے دین اسلام کا حامی ہے اور اپنے رسول کی عزت اور عظمت

ح ۲۵۲ ہو جائے۔ مگر ایسے سوال کے پیش کرنے میں یہ شرط بھی بخوبی یاد رہے کہ جو صاحب

حاشیہ در حاشیہ

ح ۲۵۲ اور انہیں کو اس لائق سمجھ کر اس کے لئے اور اس کی راہ میں ستائے جائیں۔ سو خدا تعالیٰ
ان پر مصیبتیں نازل کرتا ہے تا ان کا صبر۔ ان کا صدق قدم۔ ان کی مردی۔ ان کی استقامت
ان کی وفاداری۔ ان کی فتوّت شعاری لوگوں پر ظاہر کر کے الاستقامۃ فوق الکرامۃ کا
مصداق ان کو ٹھہراوے۔ کیونکہ کامل صبر بجز کامل مصیبتوں کے ظاہر نہیں ہو سکتا اور اعلیٰ درجہ
کی استقامت اور ثابت قدمی بجز اعلیٰ درجے کے زلزلے کے معلوم نہیں ہو سکتی اور یہ مصائب
حقیقت میں انبیاء اور اولیاء کے لئے روحانی نعمتیں ہیں جن سے دنیا میں ان کے اخلاق فاضلہ
جن میں وہ بے مثل و مانند ہیں ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں ان کے درجات کی ترقی ہوتی ہے

حاشیہ در حاشیہ

جا پڑنے سے رات کے وقت رؤیا میں کُل حقیقت مجھ پر کھول دی اور ظاہر کیا کہ تقدیر الٰہی میں یوں
مقدر ہے کہ اس کی مثل چیف کورٹ سے عدالت ماتحت میں پھر واپس آئے گی۔ اور پھر اس
عدالت ماتحت میں نصف قید اس کی تخفیف ہو جائے گی مگر بری نہیں ہو گا۔ اور جو اس کا دوسرا
رفیق ہے وہ پوری قید بھگت کر خلاصی پائے گا اور بری وہ بھی نہیں ہو گا۔ پس میں نے اس خواب سے
بیدار ہو کر اپنے خداوند کریم کا شکر کیا جس نے مخالف کے سامنے مجھ کو مجبور ہونے نہ دیا اور اسی وقت
میں نے یہ رؤیا ایک جماعت کثیر کو سنا دیا اور اسی ہندو صاحب کو بھی اسی دن خبر کر دی۔ اب
مولوی صاحب!!! آپ خود یہاں آ کر اور خود اس جگہ پہنچ کر جس طرح سے چاہیں اس ہندو صاحب
سے جو اس جگہ قادیان میں موجود ہے اور نیز دوسرے لوگوں سے دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ خبر جو
میں نے بیان کی ہے یہ ٹھیک درست نکلا یا اس میں کچھ کمی بیشی ہے۔ اور ایسے معاملات میں
مخالفین مذہب کی گواہی خاصکر دو آریہ ہندو کے تابعین کی گواہی جس قدر قابل اعتبار ہے
آپ جانتے ہی ہوں گے۔ اب ہم ایک تیسری رؤیا بھی آپ کی خدمت میں تذکرہ کرتے ہیں۔
ح ۲۵۳ سردار محمد حیات خان کا کبھی آپ نے نام سنا ہی ہو گا کہ جو گورنمنٹ کے حکم سے
ایک عرصہ دراز تک معطل رہے۔ ڈیڑھ سال کا عرصہ گذرا ہو گا۔ یا شاید اس سے زیادہ
کچھ عرصہ گذر گیا ہو گا کہ جب طرح طرح کی مصیبتیں اور مشکلیں اور صعوبتیں ان معطلی کی

۲۵۲ تحریک اس بحث کے ہوں۔ وہ اوّل صدق اور صفائی سے کسی اشتہار میں شائع کرادیں کہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۵۳ اگر خدا انہیں یہ مصیبتیں نازل نہ کرتا تو یہ نعمتیں بھی ان کو حاصل نہ ہوتیں اور نہ عوام پر اُنکے
شمائل حسنہ کما حقہٗ کھلتے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح اور اُن کے مساوی ٹھہرتے۔
اور گو یہی چند روزہ زندگی کیسے ہی عشرت اور راحت میں بسر کرتے پر آخر ایک دن اس
دارِفانی سے گذر جاتے اور اس صورت میں نہ وہ عیش اور عشرت اُنکی باقی رہتی نہ آخرت کے
درجاتِ عالیہ حاصل ہوتے نہ دنیا میں اُنکی وہ فتوت اور جوانمردی کامل اور وفاداری اور شجاعت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

حالت میں اُن کو پیش آئی تھی اور گورنمنٹ کا منشاء بھی کچھ برخلاف سمجھا جاتا تھا۔ انہیں دنوں میں
ان کے بری ہونے کی خبر ہم کو خواب میں ملی اور خواب میں میں نے اُنکو کہا کہ تم کچھ خوف مت کرو
خدا ہر یک چیز پر قادر ہے وہ تمہیں نجات دیگا۔ چنانچہ یہ خبر انہیں دنوں میں بیسیوں ہندوؤں
یعنی آریوں اور مسلمانوں کو سُنائی گئی جسکو سُنکر بعید از قیاس سمجھا۔ اور بعض نے ایک
امر محال خیال کیا۔ اور میں نے سنا ہے کہ انہیں ایام میں محمد حیات خان صاحب کو بھی یہ
خبر کسی نے لاہور میں پہنچادی تھی سو الحمد للہ والمنّۃ کہ یہ بشارت بھی جیسی دیکھی تھی ویسی ہی
پوری ہوئی۔ اب اس خواب کے گواہ بھی سات آٹھ سے کچھ کم نہ ہوں گے۔ اور اگر اس میں
مسلمانوں کی شہادت قابل اعتبار نہ ہو اور نہ محمد حیات خان صاحب کی تو آپکو یاد رہے
کہ اس میں قریب دس بارہ آدمی کے ہندو اور آریہ سماج کے ممبر بھی ہیں کہ جو دین کی لکھنے
پڑھنے والے اور مسلمانوں کے سخت مخالف ہیں۔ سردار محمد حیات خان صاحب سے نہ ہمارا کوئی
خط و کتابت اور نہ کچھ میل و ملاقات نہ کچھ ایسا تعلق و تعارف ہے۔ ہم حیران تھے کہ
اُن کی آخری حالت اُن کی سخت بیقراری کے دنوں میں کیوں خدا نے ہم پر ظاہر کی سو
آج اس کا سبب ظاہر ہوا کہ یہ کشف بھی اس لئے ہوا کہ آج دینی کام میں جس میں خدا نے
ہمیں لگایا ہوا ہے کام آوے۔ والحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اب ایک چوتھی رؤیا بھی آپ کی تسلی کامل کے لئے بیان کرتا ہوں تخمیناً دس برس کا
عرصہ گذرا ہے کہ جو میں نے خواب میں حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا اور مسیح نے اور
میں نے ایک جگہ ایک ہی برتن میں کھانا کھایا اور کھانے میں ہم دونوں ایسے بے تکلف ۲۵۴

۲۵۲ یہ بحث محض طلب حق کی غرض سے کرتے ہیں اور اپنا پورا پورا جواب پانے سے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ٹھہرا کہ آفاقی ہوئی جس کے وہ ایسے ازحد عظیم ہے جس کا کوئی مانند نہیں اور ایسے یگانہ ٹھہرے
جن کا کوئی ہم جنس نہیں اور ایسے فرد الفرد ٹھہرے جن کا کوئی ثانی نہیں اور ایسے غیب الغیب
۲۵۳ ٹھہرے جن تک کسی ادراک کی رسائی نہیں اور ایسے کامل اور بہبود ٹھہرے کہ گویا ہزارہا شہر
ایک قالب میں ہیں اور ہزارہا پتنگ ایک بدن میں جن کی قوت اور طاقت سب کی نظروں سے

حاشیہ نمبر ۱۱

اور باہمت تھے کہ جیسے دو حقیقی بھائی ہوتے ہیں اور جیسے قدیم سے دو رفیق اور دلی دوست
ہوتے ہیں۔ اور بعد اس کے اسی مکان میں جہاں اب یہ عاجز اس حاشیہ کو لکھ رہا ہے۔
میں اور مسیح اور ایک اور کامل اور مکمل سید آل رسول دالان میں خوش دلی سے ایک عرصہ
تک کھڑے رہے اور سید صاحب کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اس میں بعض افراد خاصہ
امت محمدیہ کے نام لکھے ہوئے تھے اور حضرت خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کی کچھ تعریفیں
لکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ سید صاحب نے اس کاغذ کو پڑھنا شروع کیا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ
وہ مسیح کو وقت محمدیہ کے ان مراتب سے اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ جو عند اللہ ان کے لئے
مقرر ہیں۔ اور اس کاغذ میں عبارت تعریفی تمام ایسی تھی کہ جو خاص خدائے تعالیٰ کی طرف سے
تھی۔ سو جب پڑھتے پڑھتے وہ کاغذ اخیر تک پہنچ گیا اور کچھ تھوڑا ہی باقی رہا تب اس عاجز کا
نام آیا۔ جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عبارت تعریفی عربی زبان میں لکھی ہوئی تھی ھو منّی
بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فکاد ان یُعرف بین الناس۔ یعنی وہ مجھ سے ایسا ہے
جیسے میری توحید اور تفرید۔ سو عنقریب لوگوں میں مشہور کیا جائے گا۔ یہ اخیر فقرہ فکاد ان یعرف
بین الناس اسی وقت بطور الہام بھی القا ہوا۔ چونکہ مجھ کو اس روحانی علم کی اشاعت کا
ابتدا سے شوق ہے۔ اس لئے یہ خواب اور یہ الہام بھی کئی مسلمانوں اور کئی ہندوؤں کو جو
۲۵۴ اب تک قادیان میں موجود ہیں اسی وقت بتلایا گیا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ یہ خواب اور یہ الہام بھی
کس قدر عظیم الشان اور انسانی طاقتوں سے باہر ہے۔ اور گو ابھی تک یہ پیشگوئی کامل طور پر
پوری نہیں ہوئی مگر اس کا اپنے وقت پر پورا ہونا بھی انتظار کرنا چاہیئے کیونکہ خدا کے
وعدوں میں ممکن نہیں کہ تخلف ہو۔ اور اس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ کبھی کبھی ایسے لوگ بھی کہ جو

۲۵۵ مسلمان ہونے پر مستعد ہیں۔ کیونکہ جس کی نیت میں حق کی طلب نہیں اور دل میں

بلند تر ہو گئی اور جو تقرب کے اعلیٰ درجات تک پہنچ گئی۔

اور دوسرا حصہ انبیاء اور اولیاء کی عمر کا فتح میں اقبال میں دولت میں بمرتبہ کمال ہوتا ہے تا وہ اخلاق ان کے ظاہر ہو جائیں کہ جن کے ظہور کے لئے فتحمند ہونا صاحب اقبال ہونا صاحب دولت ہونا صاحب اختیار ہونا صاحب اقتدار ہونا صاحب طاقت ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اپنے دکھ دینے والوں کے گناہ بخشنا اور اپنے ستانے والوں سے درگذر کرنا اور اپنے دشمنوں سے پیار کرنا اور اپنے بداندیشوں کی خیرخواہی بجا لانا۔

مذہب اسلام سے خارج ہیں۔ کوئی کوئی سچی خواب دیکھ لیتے ہیں۔ مگر ان میں اور مسلمانوں کی خوابوں میں کہ جو خدا کے رسول مقبول کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں۔ کئی طور سے فرق ہے۔ منجملہ ان فرقوں کے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کو سچی خوابیں کثرت سے آتی ہیں جیسا ان کی نسبت خدا تعالیٰ نے آپ وعدہ دے رکھا ہے اور فرمایا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[1] لیکن کفار اور منکرین اسلام کو اس کثرت سے سچی خوابیں ہرگز نصیب نہیں ہوتیں بلکہ ان کا ہزارم حصہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کا ثبوت ہماری ان ہزارہا سچی خوابوں کے ثبوت سے ہو سکتا ہے جن کو ہم نے قبل از وقوع صدہا مسلمانوں اور ہندوؤں کو بتلا دیا اور جن کے مقابلہ سے غیر قوموں کو عاجز ہونا ہم ابتدا سے دعویٰ کر رہے ہیں۔

اور ایک یہ فرق ہے کہ مسلمان کی خواب اکثر اوقات نہایت عالیشان اور نہایت عظیم الشان بشارت اور خوشخبری پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور کافر کی خواب اکثر اوقات امور خسیسہ میں اور ہیچ اور بے قدر ہوتی ہے اور ذلت اور ناکامی کے مکروہ آثار اس میں نمودار ہوتے ہیں۔ اور اس کے ثبوت کے لئے بھی ہماری ہی خوابوں پر بنظر انصاف غور کرنا کافی ہے۔

۲۵۵ اور اگر کوئی منکر ہو تو ایسی عالیشان خوابیں کسی غیر مذہب کی ہمارے سامنے پیش کر کے اور ثابت کر کے دکھلا دے۔

اور ایک فرق یہ ہے کہ مسلمان کی خواب نہایت واضح اور منکشف ہوتی ہے۔

[1] یونس : ۶۵

۲۵۶ خدا کا خوف نہیں اور محض خبث باطنی سے مفسدوں کی طرح بیہودہ گفتگو کرتا ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۵۵ دولت سے دل نہ لگانا۔ دولت سے مغرور نہ ہونا۔ دولتمندی میں امساک اور بخل اختیار نہ کرنا اور کرم اور جود اور بخشش کا دروازہ کھولنا اور دولت کو ذریعہ نفس پروری نہ ٹھہرانا۔ اور حکومت کو آلہ ظلم و تعدّی نہ بنانا۔ یہ سب اخلاق ایسے ہیں کہ جن کے ثبوت کے لئے صاحب دولت اور صاحب طاقت ہونا شرط ہے۔ اور اسی وقت بہ پایۂ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب انسان کے لئے دولت اور اقتدار دونوں میسّر ہوں۔ پس چونکہ بجز زمانۂ مصیبت و ادبار و زمانۂ دولت و اقتدار یہ دونوں قسم کے اخلاق ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے حکمت کاملہ ایزدی نے تقاضا کیا کہ انبیاء اور اولیاء کو ان دونوں طور کی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور کامل مسلمان کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے کہ اس کی خواب بے اصل اور اضغاث احلام میں داخل ہو۔ کیونکہ وہ پاک دل اور پاک مذہب ہے اور حضرت احدیت سے سچا رابطہ رکھتا ہے۔ برخلاف منکر اسلام کے کہ جو بباعث ناپاک دلی اور ناراستی مذہب کے گویا ایک نجاست میں پڑا ہوا ہے اس کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خواب سچی ہو۔ پھر تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اگر کسی منکر اسلام کی شاذ و نادر کوئی بعض خواب کبھی سچی بھی ہو تو اس میں یہ شرط ہے کہ وہ منکر کوئی معاند پادری یا پنڈت نہ ہو بلکہ کوئی سیدھا سادہ ہندو یا غریب عیسائی ہو۔ جس کو اپنے مذہب پر کچھ ایسا اعتقاد نہ ہو۔ نہ اسلام سے کچھ بغض و کینہ ہو۔ اور پھر یہ بھی تجارب کثیرہ سے ثابت ہوا ہے کہ جو کسی غریب ہندو یا عیسائی کی کبھی کسی حالت میں خواب سچی ہو جائے۔ تو وہ خطا اور غلطی کی آمیزش سے بکلّی پاک اور صاف نہیں ہوتی۔ بلکہ کچھ نہ کچھ کمی بیشی اور پراگندگی اور افراط تفریط ضرور اس میں ہوتی ہے۔ ہم کو یاد ہے کہ مارچ ۱۸۸۲ء عیسوی کی پہلی یا دوسری تاریخ میں ہم کو خواب میں یہ دکھائی دیا کہ کسی صاحب نے مدد کتاب کے لئے پچاس روپیہ روانہ کئے ہیں۔ اسی رات ایک آریہ صاحب نے بھی ہمارے لئے خواب دیکھی کہ کسی نے مدد کتاب کے لئے ہزار روپیہ روانہ کیا ہے۔ اور جب انہوں نے خواب بیان کی تو ہم نے اسی وقت ان کو اپنی خواب بھی سنا دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ تمہاری خواب میں انیس حصے جھوٹ مل گیا ہے۔

اُس کی طرف متوجہ ہونا تضییع اوقات ہے۔ ایسا ہی ایک دُوسری وجہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

حالتوں سے کہ جو ہر دو انسانوں پر مشتمل ہیں متمتع کرے۔ لیکن ان دونوں حالتوں کا زمانہ وقوع
ہر ایک کے لئے ایک ترتیب پر نہیں ہوتا۔ بلکہ حکمت الٰہیہ بعض کے لئے زمانہ امن و آسائش ۲۵۴
پہلے حصہ عمر میں میسّر کر دیتی ہے اور زمانہ تکالیف پیچھے سے اور بعض پر پہلے وقتوں میں
تکالیف وارد ہوتی ہیں اور پھر آخر کار نصرت الٰہی شامل ہو جاتی ہے اور بعض میں یہ دونوں
حالتیں مخفی ہوتی ہیں اور بعض میں کامل درجہ پر ظہور پذیر ہو جاتی ہیں اور اس بارے میں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اور یہ اسی کی سزا ہے کہ تم ہندو اور دین اسلام سے خارج ہو۔ شاید انکو بھی یاد ہوگا کہ
بات بھی تھی جس کی سچائی پانچویں یا چھٹے روز میں ظہور میں آگئی یعنی پنجم یا ششم محرم الحرام میں ۲۵۵
مبلغ پچاس روپیہ جن کو ہونا الہام سے شیخ محمد بہاؤالدین صاحب مدارالمہام ریاست نے کتاب
کے لئے بھیجا تھا۔ کئی لوگوں اور ایک آریہ کے روبرو پہنچ گئے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

اسی طرح ایک مرتبہ خدا نے ہم کو خواب میں ایک راجہ کے مرجانے کی خبر دی اور وہ خبر
ہم نے ایک ہندو صاحب کو کہ جو اب پلیڈری کا کام کرتے ہیں بتلائی۔ جب وہ خبر اُسی
دن پوری ہوگئی تو وہ ہندو صاحب بہت ہی متعجب ہوئے کہ ایسا صاف اور کھلا ہوا
علم غیب کا کیونکر معلوم ہو گیا۔

پھر ایک مرتبہ جب انہیں وکیل صاحب نے اپنی وکالت کے لئے امتحان دیا تو اپنی طبیعت سے
اُن کے ساتھ اسی سال میں بہت سے اور لوگوں نے بھی امتحان دیا۔ اس وقت بھی مجھ کو
ایک خواب آئی اور میں نے اس وکیل صاحب کو اور شاید تیس یا چالیس اور ہندوؤں کو
جن میں سے کوئی تحصیلدار۔ کوئی سررشتہ دار۔ کوئی محرر ہے۔ بتلایا کہ ان سب میں سے
صرف اس شخص مقدم الذکر کا پاس ہوگا اور دوسرے سب امیدوار فیل ہو جائیں گے
چنانچہ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ اور شملہ میں اس وکیل صاحب کے خط سے اس جگہ قادیان میں
یہ خبر پہنچ گئی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح ہمارے مخالفین کی خوابیں دنیا کے امور میں
اکثر بے اصل اور دروغ بے فروغ نکلتی ہیں۔ ویسا ہی دینیات میں ان کا مغشوش
اور بے سرو پا ہونا ہمیشہ ثابت ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں میں جس کو آٹھ یا نو برس کا عرصہ

ص۲۵۴ بے نظیری ہے کہ جو ہر یک طالب حق کو آسانی سے سمجھ آسکتی ہے۔ یعنے یہ کہ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

سب سے اوّل قدم حضرت خاتم الرسل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر کمال وضاحت سے یہ دونوں حالتیں وارد ہوگئیں اور ایسی ترتیب سے آئیں کہ
جس سے تمام اخلاق فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب کے روشن ہوگئے اور
مضمون اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کا بہ پایۂ ثبوت پہنچ گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ص۲۵۴ کے اخلاق کا دونوں طور پر علی وجہ الکمال ثابت ہونا تمام انبیاء کے اخلاق کو ثابت کرتا ہے
کیونکہ آنجناب نے اُن کی نبوت اور اُن کی کتابوں کو تصدیق کیا اور اُنکا مقرب اللہ ہونا
ظاہر کر دیا ہے۔ پس اس تحقیق سے یہ اعتراض بھی بالکل دُور ہوگیا کہ جو مسیح کے اخلاق کی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

گذرا ہوگا۔ ہم نے سُنا تھا کہ ایک پادری صاحب نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ اب تین برس
کے اندر اندر حضرت مسیح آسمان سے پادریوں کی مدد کے لئے اُتر آئیں گے۔ پھر شاید
ص۲۵۴ ایک مرتبہ ہم نے منشور محمدی بنگلور اور اخبار میں پڑھا ہے کہ ایک بنگلور کے پادری نے
بھی کچھ ایسا ہی وعدہ کیا تھا۔ بہرحال مدّت ہوئی کہ وہ تین برس کا وعدہ گذر بھی گیا۔
مگر اب تک مسیح کو آسمان سے اُترتا کسی نے نہیں دیکھا اور یہ پیشگوئی پادریوں کی ایسی
جھوٹی ہوئی جیسا بعض نجومی نومبر ۱۸۸۱ء کے مہینے میں قیامت کا قائم ہونا سمجھ بیٹھے
تھے۔ اور واضح رہے کہ ہم اِس سے انکار نہیں کرتے کہ کسی پادری کو مسیح کے نازل ہونے
کے بارے میں خواب آئی ہو۔ مگر ہمارا یہ منشاء ہے کہ پادریوں کی خوابیں بباعث
کفر اور عداوت حضرت خاتم الانبیاء کے اکثر دروغ بے فروغ نکلتی ہیں۔ اور اگر
کوئی خواب شاذ و نادر کسی قدر سچی ہو۔ تو وہ مشتبہ اور مبہم ہوتی ہے۔ پس اگر
مسیح کے بارے میں کہ جو اُن کو خواب آئی۔ اُسکو اسی قسم دوم میں داخل کریں تو
یہ معنے ہونگے کہ مسیح سے مراد عالم رؤیا میں کوئی کامل فرد امت محمدیہ کا ہو۔
کیونکہ قدیم سے یہ تجربہ ہوتا چلا آیا ہے کہ جب کوئی عیسائی اپنی خواب میں دیکھتا ہے کہ
اب مسیح آنے والا ہے کہ جو دین کو تازہ کرے گا۔ یا اگر کوئی ہندو دیکھتا ہے کہ اب

سہو قلم : ۵

قرآن شریف باوجود اس ایجاز اور اس احاطہ حق اور حکمت کے جس کا ۲۵۸

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

نسبت دلوں میں گذر سکتا ہے یعنے یہ کہ اخلاق حضرت مسیح علیہ السلام دونوں قسم مذکورہ بالا پر علی وجہ الکمال ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ ایک قسم کے رو سے بھی ثابت نہیں ہیں کیونکہ مسیح نے جو زمانہ مصیبتوں میں صبر کیا تو کمالیت اور صحت اس صبر کی تب بپایہ صداقت پہنچ سکتی تھی کہ جب مسیح اپنے تکلیف دہندوں پر اقتدار اور غلبہ پاکر اپنے موذیوں کے گناہ دلی صفائی سے بخش دیتا جیسا کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کوئی اوتار آنے والا ہے جس سے دھرم کی ترقی ہوگی۔ تو ایسی خوابیں اُن کی اگر بعض اوقات سچی ہوں۔ تو اُن کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ اس مسیح اور اس اوتار سے مراد کوئی محمدی شخص ہوتا ہے کہ جو دین کی ترقی اور اصلاح کے لئے اپنے وقت پر ظہور کرتا ہے اور چونکہ وہ اپنی نورانیت میں تمام مقدسوں کا وارث ہوتا ہے اس لئے مشتبہ الخیال لوگوں کی قوت متخیلہ میں ایسی صورت پر نظر آتا ہے یعنے اُن کو وہ ایک ایسے شخص کی صورت میں متصور ہو کر دکھائی دیتا ہے جس کو وہ اپنے اعتقاد کے رو سے بڑا مقدس اور کامل اور راستی کا پیشوا اور اپنا ہادی خیال کرتے ہیں۔ غرض عیسائیوں اور ہندوؤں ۲۵۹
کی خوابیں اکثر اوقات بے اصل اور سراسر دروغ یا مشتبہ نکلتی ہیں۔ پس بنظر اُن تمام وجوہات کے یہ بات بخوبی بدیہی طور پر ثابت ہے کہ رؤیا صادقہ کا کثرت سے آنا اور کامل طور پر آنا اور تجلیات عظیمہ میں آنا اور انکشاف تام سے آنا یہ خاصہ اُمت محمدیہ کا ہے۔ اس میں کسی دوسرے فرقہ کو مشارکت نہیں۔ اور عدم مشارکت کی وجہ یہی ہے کہ وہ تمام لوگ صراط مستقیم سے دُور اور مہجور ہیں۔ اور اُن کے خیالات دنیا پرستی اور مخلوق پرستی اور نفس پرستی میں لگے ہوئے ہیں۔ اور راستبازوں کے نور سے کہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ملتا ہے بکلی بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔ یہ صرف دعویٰ نہیں۔ یہ صرف زبان کی بات نہیں۔ یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے جس سے کوئی عقلمند انکار کرے تو اس پر لازم ہے کہ مقابلہ کرکے دکھلاوے کیونکہ جو امر

۲۵۴ پہلی وجہ میں ذکر ہو چکا ہے عبارت میں باستقلال فصاحت اور موزونیت اور لطافت

حاشیہ نمبر ۱۱

۲۵۵ اور دوسرے لوگوں پر بکلّی فتح پاکر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا۔ اور صرف انہیں چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لئے حضرت احدیت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا۔ اور بجز ان ازلی ملعونوں کے ہر یک دشمن کا گناہ بخش دیا اور فتح پاکر سب کو لا تثریب علیکم الیوم کہا۔ اور اس عفو تقصیر کی وجہ سے کہ جو مخالفوں کی نظر میں ایک امر محال معلوم ہوتا تھا۔ اور اپنی شرارتوں پر نظر کرنے سے وہ اپنے تئیں اپنے مخالف کے ہاتھ میں دیکھ کر مقتول خیال کرتے تھے۔ ہزاروں انسانوں نے ایک ساعت میں دین اسلام قبول کر لیا۔ اور حقانی صبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو ایک زمانہ دراز تک آنجناب نے ان کی سخت سخت ایذاؤں پر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

کامل ثبوتوں سے اور کامل شہادتوں سے روشن ہو چکا ہے۔ وہ صرف مونہہ کی فضول اور بیہودہ باتوں سے ٹوٹ نہیں سکتا۔ فتدبر و تفکر۔

صورت پنجم الہام کی وہ ہے جس کا انسان کے قلب سے کچھ تعلق نہیں بلکہ ایک خارج سے آواز آتی ہے۔ اور یہ آواز ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ایک پردہ کے پیچھے سے کوئی آدمی بولتا ہے۔ مگر یہ آواز نہایت لذیذ اور شگفتہ اور کسی قدر سرعت کے ساتھ ہوتی ہے اور دل کو اس سے ایک لذت پہنچتی ہے۔ انسان کسی قدر استغراق میں ہوتا ہے کہ یکدفعہ یہ آواز آجاتی ہے اور آواز سن کر وہ حیران رہ جاتا ہے کہ کہاں سے یہ آواز آئی۔ اور کس نے مجھ سے کلام کی۔ اور حیرت زدہ کی طرح آگے پیچھے دیکھتا ہے پھر سمجھ جاتا ہے کہ کسی فرشتہ نے یہ آواز دی۔ اور یہ آواز خارجی اکثر اس حالت میں بطور بشارت آتی ہے
۲۵۶ کہ جب انسان کسی معاملے میں نہایت متفکر اور مغموم ہوتا ہے یا کسی بدخبری کے سننے سے کہ جو اصل میں غلط اور دروغ تھی کوئی سخت اندیشہ اس کو دامنگیر ہو جاتا ہے۔ مگر صورت دوم کی طرح اس میں تکرر دعاؤں پر اس آواز کا صادر ہونا مشہود نہیں ہوا بلکہ ایک ہی دفعہ کسی وقت کہ جب خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کوئی فرشتہ غیب سے ناگہانی طور پر

اور نرمی اور آب و تاب رکھتا ہے کہ اگر کسی سرگرم نکتہ چینی اور سخت مخالف

حاشیہ نمبر ۱۱

گیا تھا۔ آفتاب کی طرح اُن کے سامنے روشن ہوگیا۔ اور چونکہ فطرتاً یہ بات انسان کی عادت میں داخل ہے کہ اسی شخص کے صبر کی عظمت اور بزرگی انسان پر کامل طور پر روشن ہوتی ہے کہ جو بعد زمانہ آزار کشی کے اپنے آزار دہندوں پر قدرت انتقام پاکر اُنکے گناہ بخش دے۔ اِس وجہ سے مسیح کے اخلاق کہ جو صبر اور حلم اور برداشت کے متعلق تھے۔ بخوبی ثابت نہ ہوسکے اور یہ امر اچھی طرح نہ کھلا کہ مسیح کا صبر اور حلم اختیاری تھا۔ یا اضطراری تھا۔ کیونکہ مسیح نے اقتدار اور طاقت کا زمانہ نہیں پایا۔ تا دیکھا جاتا کہ اس نے اپنے موذیوں کے گناہ کو عفو کیا۔ یا انتقام لیا۔ برخلاف اخلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ صدہا مواقع میں اچھی طرح کھل گئے۔ اور امتحان کئے گئے۔ اور اُن کی صداقت آفتاب کی طرح

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

آواز کرتا ہے برخلاف صورت دوم کے کہ اس میں اکثر کامل دعا قبل پر حضرت احدیت کی طرف سے جواب صادر ہوتا مشہود ہوا ہے۔ اور خواہ سو مرتبہ دعا اور سوال کرنے کا اتفاق ہو۔ آگے جواب سو مرتبہ ہی حضرت فیض مطلق کی طرف سے صادر ہوسکتا ہے جیسا کہ متواتر تجربہ خود اس خاکسار کا اس بات کا شاہد ہے۔ اس قسم کے الہام میں یہی ایک بزرگ پیشگوئی اس عاجز کو یاد ہے جس سے اس خاکسار نے مشرف من اللہ ہوکر ایک قادیاں کے آریہ سماج کے ممبر کو کہ جو اب تک اسی جگہ صحیح و سالم موجود ہے۔ پیشگوئی کے پورے ہونے پر ملزم و لاجواب کیا تھا۔ یہ ایسی بعید از قیاس اور ظاہرا بالکل محال و ممتنع الوقوع معلوم ہوتی تھی جس کو سنکر ہی آریہ نے سخت انکار کیا اور اس بات پر ضد کر بیٹھا کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ ایسی بات دور از قیاس واقعہ ہو جائے۔ چنانچہ بالآخر وہ بات بعینہٖ اسی طرح ظہور میں آئی جیسے پہلے کہی گئی تھی اور یہ پیشگوئی نہ صرف اس آریہ کو بتلائی گئی تھی بلکہ اور کئی لوگوں کو بتلائی گئی تھی کہ جو اب تک موجود ہیں اور کسی کو انکار کرنے کی جگہ باقی نہیں۔ چونکہ یہ پیشگوئی ایک طول طویل واقعہ پر مشتمل ہے۔ لہذا بالفعل اس کی تصریح کی ضرورت نہیں۔ بہرحال سمجھنا چاہئے کہ الہام ایک واقعی اور یقینی صداقت ہے جس کا مقدس اور پاک چشمہ دین اسلام ہے۔ اور خدا جو قدیم سے صادقوں کا رفیق ہے۔ وہ دوسروں پر یہ نورانی دروازہ ہرگز نہیں کھولتا اور اپنی خاص نعمت غیر کو ہرگز نہیں دیتا۔ اور کیونکر دیوے۔ کیا ممکن ہے کہ جو شخص اپنے گھر کے تمام دروازے

استوا مرکو کہ جو عربی کی املاء انشاء میں کامل دستگاہ رکھتا ہو عالم با اختیار کی طرف سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

روشن ہو گئی۔ اور جو اخلاق کرم اور جود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زہد ص۲۴۰
اور قناعت اور اعراض عن الدنیا کے متعلق تھے۔ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ذات مبارک میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں
آنحضرت سے پہلے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گذرا جس کے اخلاق ایسی وضاحت تامہ سے روشن
ہو گئے ہوں۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرت پر کھول
دیئے۔ سو آنجناب نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری
میں ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی۔ نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی۔ بلکہ ایک
چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

بند کرکے اور آنکھوں پر پردہ ڈال کے بیٹھا ہوا ہے۔ وہ ایسا ہی روشنی کو پاوے جیسا وہ شخص
جس کے سب دروازے کھلے ہیں اور جس کی آنکھوں پر کوئی پردہ نہیں۔ کیا اعمیٰ اور بصیر
کبھی مساوی ہو سکتے ہیں۔ کیا ظلمت نور کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ کیا ممکن ہے کہ مجذوم جس کا
تمام بدن جذام خوردہ ہے اور جس کے اعضاء متعفن ہو کر گرتے جاتے ہیں۔ وہ اپنی بدنی حالت
میں اس جوان کے برابر ہو سکے جس کو خدا نے کامل تندرستی اور خوبصورتی عطا فرمائی ہے۔
ہم ہر وقت طالب صادق کو اس بات کا ثبوت دینے کے لئے موجود ہیں کہ وہ روحانی اور
حقیقی اور سچی برکتیں کہ جو تابعین حضرت خیر الرسل میں پائی جاتی ہیں کسی دوسرے فرقے میں ہرگز
موجود نہیں۔ جب ہم عیسائیوں اور آریوں اور دوسری غیر قوموں کی ظلمانی اور محجوب حالت پر
نظر کرتے ہیں اور ان کے تمام پنڈتوں اور جوگیوں اور راہبوں اور پادریوں اور مشنریوں
کو آسمانی نوروں سے بکلی محروم اور بے نصیب پاتے ہیں اور اس طرف آنحضرت حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آسمانی نوروں اور روحانی برکتوں کا ایک دریا
بہتا ہوا دیکھتے ہیں اور انوار الٰہیہ کو بارش کی طرح برستے ہوئے مشاہدہ کرتے ہیں۔
تو پھر جس امر کو ہم بچشم خود دیکھ رہے ہیں اور جس کی شہادتیں ہماری تار اور پود
اور رگ اور ریشہ میں بھری ہوئی ہیں اور جس پر ہمارا ایک ایک قطرہ خون کا گواہ

پر تمہید یہ حکم سنایا جاتا ہے کہ اگر تم مثلاً بیس برس کے عرصے میں کہ گویا ایک عمر کی ۲۴۵

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھلائے۔ اور وہ جو دلآزار تھے اُن کو اُن کی ۲۴۶
مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے
کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا۔ اور کھانے کے لئے نانِ جَو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں
بکثرت اُن کو دی گئیں پر آنحضرت نے اپنے پاک ہاتھوں کو دُنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا۔ اور
ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا۔ اور اُس دن سے جو ظہور فرمایا تا اُس دن
تک جو اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جاملے بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا۔ اور ہزار ہا
دشمنوں کے مقابلے پر معرکہ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا۔ خالصاً خدا کے لئے
کھڑے ہو کر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلائی۔ غرض جود اور سخاوت

حاشیہ نمبر ۱۱

روئیت سے کیونکر اس سے منکر ہو جائیں۔ کیا ہم امر معلوم کو نامعلوم فرض کر لیں یا امر مرئی اور
مشہود کو غیر مرئی اور غیر مشہود قرار دیدیں کیا کریں۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں اور سچ کہنے سے کسی
حالت میں رک نہیں سکتے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے نہ ہوتے اور قرآن شریف
جس کی تاثیریں ہمارے آئمہ اور اکابر قدیم سے دیکھتے آئے اور آج ہم دیکھ رہے ہیں
نازل نہ ہوا ہوتا۔ تو ہمارے لئے یہ امر بڑا ہی مشکل ہوتا۔ کہ جو ہم فقط بائیبل کے دیکھنے ۲۴۷
سے یقینی طور پر شناخت کر سکتے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیحؑ اور دوسرے گذشتہ نبی
فی الحقیقت اُسی پاک اور مقدس جماعت میں سے ہیں جن کو خدا نے اپنے لطفِ خاص سے
اپنی رسالت کے لئے چن لیا ہے۔ یہ ہم کو فرقانِ مجید کا احسان ماننا چاہیئے جس نے اپنی
روشنی ہر زمانہ میں آپ دکھلائی۔ اور پھر اس کامل روشنی سے گذشتہ نبیوں کی صداقتیں
بھی ہم پر ظاہر کر دیں۔ اور یہ احسان نہ فقط ہم پر بلکہ آدمؑ سے لیکر مسیحؑ تک اُن تمام نبیوں
پر ہے کہ جو قرآن شریف سے پہلے گذر چکے۔ اور ہر یک رسول اس عالی جناب کا
ممنونِ منت ہے جس کو خدا نے وہ کامل اور مقدس کتاب عنایت کی جس کی کامل تاثیروں
کی برکت سے سب صداقتیں ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔ جن سے اُن نبیوں کی نبوت پر
یقین کرنے کے لئے ایک راستہ کھلتا ہے اور اُن کی نبوتیں شکوک اور شبہات سے

۲۶۳ میعاد ہے۔ اس طور پر قرآن کی نظیر پیش کر کے نہ دکھلاؤ کہ قرآن سے کسی مقام میں سے

حاشیہ نمبر ۱۱

۲۶۴ اور زہد اور قناعت اور مردی اور شجاعت اور محبت الٰہیہ کے متعلق ہیں جو اخلاق فاضلہ
ہیں۔ وہ بھی خداوند کریم نے حضرت خاتم الانبیاء میں ایسے ظاہر کئے کہ جن کی مثل نہ کبھی
دنیا میں ظاہر ہوئی اور نہ آئندہ ظاہر ہوگی۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام میں اس
قسم کے اخلاق بھی اچھی طرح ثابت نہیں ہوئے۔ کیونکہ یہ سب اخلاق بجز زمانہ اقتدار
اور دولت کے بہ پایہ ثبوت نہیں پہنچ سکتے اور مسیح نے اقتدار اور دولت کا زمانہ نہیں
پایا۔ اس لئے دونوں قسم کے اخلاق اس کے زیر پردہ رہے۔ اور جیسا کہ شوکتی ظہور چاہئے
نہ ہوئی۔ پس یہ اعتراض مذکورہ بالا جو مسیح کی ناقص حالت پر وارد ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

محفوظ رہتی ہیں۔

واضح ہو کہ قرآن شریف میں دو طور کا معجزہ ہمیشہ کیلئے رکھا گیا ہے۔ ایک اعجاز کلام قرآنی
دوئم اعجاز اثر کلام قرآنی۔ یہ دونوں اعجاز ایسے بدیہی ہیں کہ اگر کسی کا نفس اعراض صوری یا معنوی
سے محجوب نہ ہو تو فی الفور وہ اس نور صداقت کو بچشم خود مشاہدہ کر لیگا۔ اعجاز کلام قرآنی کے بیان
پر تو یہ ساری کتاب مشتمل ہے اور بعض قسم کے اعجاز حاشیہ نمبر ۱۱ میں لکھے بھی گئے ہیں۔ اعجاز اثر کلام
قرآنی کی نسبت ہم یہ ثبوت رکھتے ہیں کہ آج تک کوئی صدی ایسی نہیں گذری جس میں خدا تعالیٰ نے
مستعد اور طالب حق لوگوں کو قرآن شریف کی پوری پوری پیروی کرنے سے کامل روشنی تک نہیں
۲۴۳ پہنچایا۔ اور اب بھی طالبوں کیلئے اس روشنی کا نہایت وسیع دروازہ کھلا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف
کسی گذشتہ صدی کا حوالہ دیا جائے۔ جس طرح سچے دین اور ربانی کتاب کے حقیقی تابعداروں میں
روحانی برکتیں ہونی چاہئیں اور اسرار خاصہ الٰہیہ سے ملہم ہونا چاہئے وہی برکتیں اب بھی
ڈھونڈنے والوں کیلئے مشہود ہو سکتی ہیں جس کا جی چاہے صدق قدم سے رجوع کرے اور دیکھے اور اپنی عاقبت
کو درست کرلے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہر یک طالب صادق اپنے مطلب کو پائیگا اور ہر یک صاحب
بصارت اس دین کی عظمت کو دیکھیگا۔ مگر کون ہمارے سامنے اگر اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ
وہ آسمانی نور ہمارے کسی مخالف میں بھی موجود ہے۔ جنہوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی رسالت اور افضلیت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ بھی

صرف دو چار سطر کا کوئی مضمون لیکر اُسی کے برابر یا اُس سے بہتر کوئی نئی عبارت ۲۴۲

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

علیہ وسلم کی کامل حالت سے بکلّی مندفع ہوگیا۔ کیونکہ وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ۲۴۳
ہر ایک نبی کے لئے متمم اور مکمل ہے اور اُس ذات عالی کے ذریعہ سے جو کچھ امر مسیح اور دوسرے نبیوں کا مشتبہ اور مخفی رہا تھا۔ وہ چمک اٹھا۔ اور خدا نے اُس ذاتِ مقدس پر انھیں معنوں کر کے وحی اور رسالت کو ختم کیا کہ سب کمالات اُس وجود باجود پر ختم ہوگئے۔
وھذا فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

وسوسہ دہم۔ بعض کوتہ نظر لوگ یہ وسوسہ پیش کرتے ہیں کہ الہام میں یہ خرابی اور نقص ہے کہ وہ معرفتِ کامل تک پہنچنے سے کہ جو نجاتِ ابدی اور سعادتِ دائمی کے حصول کا مدار علیہ ہے مانع

حاشیہ نمبر ۱۱

کوئی روحانی برکت اور آسمانی تائید اپنی شامل حال رکھتا ہے کیا کوئی زمین کے اس سرے سے اس سرے تک ایسا متنفس ہے کہ قرآن شریف کے ان چمکتے ہوئے نوروں کا مقابلہ کر سکے۔ کوئی نہیں ایک بھی نہیں۔ بلکہ وہ لوگ جو اہل کتاب کہلاتے ہیں اُن کے ہاتھ میں بجز باتوں ہی باتوں کے اور خاک بھی نہیں۔ حضرت موسیٰ کے پیرو یہ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت موسیٰ اس دنیا سے کوچ کر گئے تو ساتھ ہی اُن کا عصا بھی کوچ کر گیا کہ جو سانپ بن سکتا تھا۔ اور جو لوگ حضرت عیسیٰ کے اتباع کے مدعی ہیں۔ اُن کا یہ بیان ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے تو ساتھ ہی اُن کے وہ برکت بھی اٹھائی گئی جس سے حضرت ممدوح مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ ہاں عیسائی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے بارہ حواری بھی کچھ روحانی برکتوں ۲۴۴
کو ظاہر کیا کرتے تھے۔ لیکن اُن کا یہ بھی تو قول ہے کہ وہ بھی عیسائی مذہب کے جملہ انوار آسمانی نوروں اور علامتوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اور اُن کے بعد آسمان کے دروازوں پر پکے قفل لگ گئے اور پھر کسی عیسائی پر وہ کبوتر نازل نہ ہوا کہ جو اوّل حضرت مسیح پر نازل ہو کر پھر آگ کے شعلوں کا بہروپ بدل کر حواریوں پر نازل ہوا تھا گویا ایمان کا جو نورانی دانہ کہ جس کے شوق میں وہ آسمانی کبوتر اترا کرتا تھا انہیں کے ہاتھ میں تھا اور پھر بجائے اُس دانہ کے عیسائیوں کے ہاتھ میں دنیا کمانے کی پھانسی رہ گئی جس کو دیکھ کر وہ کبوتر آسمان کی طرف اڑ گیا۔ غرض بجز قرآن شریف کے اور کوئی ذریعہ آسمانی نوروں کی تحصیل کا موجود نہیں۔ اور خدا نے اس غرض سے کہ حق اور باطل میں ہمیشہ کے لئے مابہ الامتیاز قائم

۲۴۲ بنالاوے جس میں وہ سب مضمون معہ اپنے تمام دقائق حقائق کے آجاوے۔ اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

۲۴۳ اور مزاحم ہے۔ اور تقریر اس اعتراض کی یوں کرتے ہیں کہ الہام خیالات کی ترقی کو روکتا ہے اور تحقیقات کے سلسلہ کو آگے چلنے سے بند کرتا ہے۔ کیونکہ الہام کے پابند ہونے کی حالت میں ہر ایک بات میں یہی جواب کافی سمجھا جاتا ہے کہ فلاں امر ہماری الہامی
۲۴۵ کتاب میں جائز یا ناجائز لکھا ہے۔ اور قوی عقلیہ کو ایسا معطل اور بیکار چھوڑ دیتے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

رہے۔ اور کسی زمانہ میں جھوٹ سچ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اُمّتِ محمدیہ کو انتہائی زمانہ تک یہ دو معجزے یعنی اعجاز کلام قرآن اور اعجاز اثر کلام قرآن عطا فرمائے ہیں جن کے مقابلہ سے مذاہب باطلہ ابتداء سے عاجز چلے آئے ہیں۔ اور اگر صرف اعجاز کلام قرآن کا معجزہ ہوتا۔ اور اعجاز اثر قرآن کا معجزہ نہ ہوتا تو اُمّت مرحومہ محمدیہ کو آثار انوار ایمان میں کیا زیادتی ہوتی۔ کیونکہ مجرد زہد اور عفت اعجاز کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا ممکن نہیں کہ کوئی پادری یا پنڈت یا برہمو اپنی فطرت سے ایسا سلیم ہو کہ بطور ظاہری عفت اور زہد اور دیانت کا طریق اختیار کرے۔ پھر جس حالت میں زہد خشک ہر یک فرقہ میں ممکن ہے۔ تو مومن اور غیر مومن میں من حیث الآثار ما بہ الامتیاز کیا رہا۔ حالانکہ ایمانی حق اور ایمانی باطل میں من حیث الآثار
۲۴۶ ما بہ الامتیاز ہونا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اگر مومن بھی آسمانی نوروں سے ویسا ہی بے نصیب ہو۔ جیسے ایک بے ایمان بے نصیب ہے۔ تو اسکے ایمان کا کیا ثمرہ اور اس دنیا میں ظاہر ہوا۔ اور ایمان کو بے ایمانی پر کیا ترجیح ہوئی۔ اور خود جس حالت میں اعجاز اثر قرآن ظاہر ہے جس میں تسلی کر دینے کے لئے ہم آپ ہی متکفل ہیں تو پھر باوجود اس بدیہی دلیل کے طوالت کلام کی کچھ حاجت نہیں۔ جس کو شک ہو۔ وہ آزماوے۔ جس کو شبہ ہو۔ وہ تجربہ کر لیوے۔ اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو امر بذریعہ الہام یقینی کسی پر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

الہام کامل اور حقیقی کہ جو برہمو سماج والوں اور دوسرے مذاہب باطلہ کے ہر یک قسم کے وساوس کو بکلی دور کرتا ہے۔ اور طالب حق کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتا ہے۔ وہ فقط قرآن شریف ہے۔ اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں۔ کہ جو تمام فرقوں کے اوہام باطلہ کو دور کر سکے۔ اور انسان کو حق الیقین کے درجہ

۲۷۵ عبارت بھی ایسی بلیغ و فصیح ہو جیسی قرآن کی تو تم کو اس عجز کی وجہ سے سر ڈالے موت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہیں کہ گویا خدا نے اُن کو وہ قوتیں عطا ہی نہیں کیں۔ سو بالآخر عدم استعمال کے باعث سے وہ تمام قوتیں رفتہ رفتہ ضعیف بلکہ قریب مفقود کے ہو جاتی ہیں اور انسانی سرشت بالکل منقلب ہو کر حیوانات سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے اور نفس انسانی کا کام

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

نازل ہو۔ وہ اُس کے لئے اور ہر ایک کے لئے کوئی وجہ یقین کرنے کی رکھتا ہے یا خدا نے کوئی نشان یقین کرنے کا اُس پر ظاہر کر دیا ہے واجب التعمیل ہے اور جو شخص جس کو اس الہام کی نسبت باور دلایا گیا ہے۔ اس پر عمل کرنے سے عمداً دستکش ہو۔ وہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔ بلکہ اس کے خاتمہ بد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ بلعم بن باعور کو خدا نے الہام میں لا تدع علیھم کہا یعنے یہ کہ موسیٰ اور اُسکے لشکر پر بددعا مت کر اُس نے برخلاف امر الٰہی کے حضرت موسیٰ کے لشکر پر بددعا کرنے کا ارادہ کیا۔ آخر اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ خدا نے اس کو اپنی جناب سے رد کر دیا اور اس کو کتے سے تشبیہ دی۔ وہ الہام ہی تھا جس کی تعمیل سے حضرت موسیٰ کی ماں نے حضرت موسیٰ کو شیرخوارگی کی حالت میں ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں پھینک دیا۔ الہام ہی تھا جس کے سیکھنے کے لئے موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر کو خدا نے اپنے ایک بندہ خضر کے پاس جس کا نام
۲۷۵ بلیا بن ملکان تھا بھیجا تھا جس کے علم قطعی اور یقینی کی نسبت اللہ تعالےٰ نے آپ فرمایا۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا[1]۔ سو اسی علم قطعی اور یقینی کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کے روبرو ایسے کام کئے کہ جو ظاہراً خلاف شرع معلوم ہوتے تھے کشتی کو توڑا۔ ایک معصوم بچہ کو قتل کیا۔ ایک غیر ضروری کام کو کسی اُجرت کے بغیر چپکے ڈال لیا۔ اور ظاہر ہے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۷۵ تک پہنچ سکے۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ میں اور بے تمیز دنیا میں ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں کہ جو خدا کو اپنا اصلی مقصود ٹھہرا کر اور تعصب مذہبی اور قومی اور دوسرے دنیوی لالچوں سے الگ ہو کر اُس روشنی اور صداقت کو قبول کریں کہ جو خدائے تعالیٰ نے خاص قرآن شریف میں رکھی ہے جو اس کے غیر میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔

[1] الکہف: ۶۶

دی جاوے گی۔ تو پھر بھی باوجود سخت عناد اور اندیشہ رسوائی اور خوف

حاشیہ نمبر ۱۱

عمل کرنے سے ترقی فی المعقولات سے ۔ ناحق ضائع جاتا ہے۔ اور معرفت کاملہ کے حاصل کرنے سے انسان رک جاتا ہے۔ اور جس حیات ابدی اور سعادت دائمی کے حصول کی انسان کو ضرورت ہے۔ اس کے حصول سے الہامی کتابیں سد راہ ہو جاتی ہیں۔ اما الجواب واضح ہو کہ ایسا سمجھنا کہ گویا خدا کی سچی کتاب پر عمل کرنے سے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کہ خضر رسول نہیں تھے ورنہ وہ اپنی امت میں ہوتے نہ جنگلوں اور دریاؤں کے کنارہ پر۔ خدا نے بھی اس کو رسول یا نبی کر کے نہیں پکارا۔ مگر جو اسکو اطلاع دی جاتی تھی اس کا نام یقینی طور قطعی رکھا ہے کیونکہ قرآن کے عرف میں علم اس چیز کا نام ہے کہ جو قطعی اور یقینی ہو۔ اور خود ظاہر ہے کہ اگر خضر کے پاس صرف ظنیات کا ذخیرہ ہوتا تو اس کے لئے کب جائز تھا کہ وہ ظنون پر بھروسہ کر کے ان امور کو کرتا کہ جو صریح خلاف شرع اور منکر بلکہ باتفاق کبائر گناہوں میں داخل تھے اور پھر اس صورت میں حضرت موسیٰ کا اسکے پاس آنا بھی محض بے فائدہ تھا۔ پس جبکہ بہر صورت ثابت ہے کہ خضر کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم یقینی اور قطعی دیا گیا تھا تو پھر کیونکر کوئی شخص مسلمان کہلا کر اور قرآن شریف پر ایمان لا کر اس بات سے منکر رہے کہ کوئی فرد بشر امت محمدیہ میں سے باطنی کمالات میں خضر کی مانند نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ ہو سکتا ہے بلکہ خدائے کریم و رحیم اس بات پر قادر ہے کہ امت مرحومہ محمدیہ
۲۲۴ کے افراد خاصہ کو اس سے بھی بہتر و زیادہ تر باطنی نعمتیں عطا فرماوے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ کیا اس خداوند کریم نے آپ ہی اس امت کو یہ دعا تعلیم نہیں فرمائی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ کیا اس نے آپ ہی نہیں فرمایا۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ۔[1] تم یقیناً سمجھو کہ خداوند کریم اس

حاشیہ نمبر ۱۱

۲۲۴ بلکہ قبول کرنا تو درکنار ہمارے مخالفوں میں اس قدر شرم بھی باقی نہیں رہی کہ قرآن شریف کی بدیہی حقیقتوں اور صداقتوں کو دیکھ کر اپنے مذہب کے فسادوں اور ضلالتوں پر مطلع ہو کر کوئی اور بد زبانی سے باز رہیں اور باوجود لاجواب ہونے کے پھر جہالت نہ دکھلاویں۔ مثلاً خیال کرنا چاہیئے کہ جن لوگوں
۲۲۵ کے اعتقاد کا باطل ہونا اس قدر بدیہی ہے کہ خواہ نخواہ منہ زوری سے ایک عاجز مخلوق کو

[1] الواقعۃ : ۴۰، ۴۱

موت کی نظیر بنانے پر ہرگز قادر نہیں ہو سکتا اگرچہ دنیا کے صد ہا زبان دانوں اور ۲۴۴

قوت عقلیہ کو بالکل بیکار چھوڑا جاتا ہے اور گویا الہام اور عقل ایک دوسرے کی نقیض اور ضدیں ۲۴۵
کہ جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہ برہمو لوگوں کی کمال درجہ کی بدفہمی اور بداندیشی اور
ہٹ دھرمی ہے اور اس عجیب وہم کی عجیب ترکیب ہے جس کے اجزاء میں سے کچھ تو جھوٹ
اور کچھ تعصب اور کچھ جہالت ہے۔ جھوٹ یہ کہ باوصف اس بات کے کہ انکو بخوبی معلوم ہو کر ۲۴۶

آفتاب صداقت بہت ہی چمک رہا ہے اور قدیم سے وہ یہی چاہتا ہے کہ اس امت کو اپنی نورانی
برکتوں اور آسمانی نوروں کے ساتھ غیر قوموں پر بدیہی ترجیح دے تا کوئی یہ نہ کہے کہ ہم میں اور
تم میں کونسا فرق ہے۔ تا معاند کو خدا اس کا روسیہ کرے۔ اپنے خبث باطن اور عداوت
دروں سے یہ بکتا نہ رہے کہ آنحضرت سید الطیبین اور آپ کی پاک اور طیب آل اور اس کی
نورانی جماعت نے آسمانی برکتوں کو نہیں دکھلایا۔ تم فکر کرو اور سوچو کیا تمہارے لئے یہ پسند
تھا کہ تم آسمانی نوروں سے ایسے ہی بے نصیب رہو کہ صرف قصوں کے سہارے سے زندگی
بسر کرتے جیسے تمہارے مخالف اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یا تمہارے لئے یہ بہتر اور شکر
کی جگہ ہے کہ خدا ہمیشہ تم میں سے اور تمہاری قوم میں سے بعض افراد کو اپنے نوروں میں سے
حصہ وافر دیکر تم سب کے ایمان کو مرتبہ کامل پہنچا دے اور مخالفوں کو ملزم اور ذلیل کرے۔
غیر قوموں کی طرف دیکھو کہ وہ کیونکر نابینا اور بے بہرہ ہوئیں۔ یہی باعث تھا کہ انجیل وغیرہ کتب
کتابیں بعلت فساد اور تحریف کے اپنی ذات اور صفات میں کسی معجزہ اور تاثیر روحانی کا جوہر
نہ رکھ سکیں اور صرف بطور قصہ اور قصے کے پرانے معجزات پر مدار رہا۔ بھلا کیونکر ممکن تھا کہ
ایسے لوگ جنہوں نے حضرت موسیٰ کے عصا کو بچشم خود سانپ بنتے نہیں دیکھا اور نہ حضرت ۲۴۷
مسیح کے ہاتھ سے کوئی مردہ قبر سے اٹھتا مشاہدہ کیا وہ صرف بے اصل قصوں کے سننے سے
یقین کامل تک پہنچ جاتے۔ ناچار یہودی و عیسائی زندہ بدنیا ہو گئے اور عالم آخرت پر انکو

رب العالمین بنا رکھا ہے۔ مگر پھر بھی ان حضرات کو خدائے تعالیٰ سے ایسی لاپروائی اور
بے غرضی ہے کہ کچھ بھی مواخذہ کے روز سے نہیں ڈرتے اور کچھ ایسے سوئے ہوئے ہیں
کہ صد ہا علماء فضلاء جگا جگا کر تھک گئے۔ لیکن ان کی آنکھ نہیں کھلتی اور ہمیشہ دنیا پرستی

۲۴۳ انشاپردازوں کو اپنے مددگار بنالے۔ یہ مثال متذکرہ بالا کوئی خیالی اور فرضی بات

اتفاقی صداقتوں کی ترقی صرف انہیں باتوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے کہ جو بالہام کے پابند ہوتے ہیں۔ اور جو عنایت الٰہی کے اسرار دنیا میں پھیلانے والے ہیں وہ برگزیدہ لوگ ہیں کہ جو خدا کی کلام پر ایمان لائے مگر پھر بھی اس واقعہ معلومہ کے برخلاف بیان کیا ہے اور تعصب یہ کہ اپنی بات کو غلط ٹھہرانا سرسبز کرنے کے لئے اس بدیہی صداقت کو چھپایا ہے کہ الٰہیات میں عقل مجرد مرتبہ یقین کامل تک نہیں

کچھ اعتقاد نہ رہا کیونکہ ابھی آنکھ سے تو انہوں نے کچھ بھی نہ دیکھا اور کسی قسم کی برکت مشاہدہ نہ کی بجز جس کا ایمان جیسا عیسائیوں اور برہمو لوگوں اور منقولوں کا صرف قصوں اور کہانیوں کے سہارے پر ہو ہو۔ اس کے ایمان کا کچھ بھی ٹھکانا نہیں اور آخر اس کے لئے وہی ضلالت درپیش ہے جس ضلالت میں یہ بدنصیب قوم جیسا عیسائیوں وغیرہ کی مبتلا ہو گئی جن کی کل جائداد فقط وہی دیرینہ کہانیاں اور بیہودہ ادھوری پرسوں کے قصے شکستہ تختہ ہیں لیکن ایسے شخصوں کے ایمان کا کچھ بھی قیام نہیں اور ان کو کسی طرح پتہ نہیں مل سکتا کہ وہ اپنا خدا جو پہلے ان کے بزرگوں کے ساتھ تھا اب کہاں اور کدھر ہے اور زندہ ہے یا نہیں سو جانیو کہ اگر تم خدا کے خواہاں ہو اگر تم یقین کے طالب ہو۔ اگر تم اپنے دلوں میں دنیا کی محبت نہیں رکھتے اور حسنات کے شکر کرو کہ خدا تمہاری جماعت کو فراموش نہیں کرتا۔ وہ تمہیں ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ تم اس کے حضور میں شکرگذار ٹھہرو۔ خدا کے نشانوں کو تحقیر کی نظر سے مت دیکھو کہ یہ تمہارے لئے خطرناک ہے۔ عقل کے ضعیف قوتوں کو قوت کر لو کیا اس کے فضل کا موجب ہے دنیا سے دل مت لگاؤ کہ یہی سب خرابیوں اور حسن اور خوبی پسندی کی اصل جڑ ہے۔ خدا کی آیات سے منہ مت پھیرو کہ اس کا انجام اچھا نہیں۔ وقال اللّٰہ تعالیٰ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا[1] مختصر یہ کہ تم ... سیدھا رستہ ۔ ہم اس تقریر کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ[2]۔ منہ

۲۴۴ اور کم فہمی کی وجہ سے اس تصور باطل میں گرفتار ہیں کہ گویا انجیل تعلیم قرآنی تعلیم سے کامل اور بہتر ہے۔ چنانچہ ابھی ایک پادری صاحب نے ماہ اپریل ۱۸۸۲ء کے پرچہ نور افشاں میں یہ سوال پیش کر دیا ہے کہ حیات ابدی کی نسبت کتاب مقدس میں کیا دیا تھا کہ قرآن یا صاحب قرآن لائے اور قرآن کن کن امور اور تعلیمات میں انجیل پر فوقیت رکھتا ہے تا یہ ثابت ہو کہ انجیل کے آنے کے بعد قرآن کے نازل ہونے کی بھی ضرورت تھی۔ ایسا ہی ایک عربی رسالہ موسوم بہ

[1] الاعراف: ۱۷۶ [2] الاعراف: ۹۰

نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ حقہ ہے جس کا قرآن شریف ہی کے وقت میں امتحان ہو چکا ہے اور ۲۶۵

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

۲۶۶ پہنچ سکتی۔ اور جہالت یہ کہ الہام اور عقل کو دو امر متناقض سمجھ لیا ہے کہ جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور الہام کو عقل کا معارض اور مخالف قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ خیال سراسر بے اصل ہے۔ ظاہر ہے کہ سچے الہام کا تابع عقلی تحقیقاتوں سے رک نہیں سکتا۔ بلکہ حقائق اشیاء کو مستقل طور پر دیکھنے کے لئے الہام سے مدد پاتا ہے۔ اور الہام کی حمایت اور اس کی روشنی کی برکت سے عقلی وجوہ میں کوئی دھوکا اس کو پیش نہیں آتا اور نہ خطا کار عاقلوں کی طرح بے جا دلائل

حاشیہ نمبر ۱۱

رسالہ عبد المسیح بن اسحاق الکندی اسی غرض سے افترا کیا گیا ہے کہ تا انجیل کی ناقص اور ادھوری تعلیم کو سادہ لوحوں کی نظر میں کسی طرح قابل تعریف ٹھہرایا جائے۔ اور قرآنی تعلیم پر بیجا الزامات لگائے جائیں۔ مگر نادان عیسائی نہیں جانتے کہ بلا دلیل ایک کتاب کی تعریف کرنا اور ایک کی مذمت کرتے رہنا۔ نہ کسی کتاب کو قابل تعریف ٹھہراتا ہے نہ قابل مذمت۔ بیہودہ طور پر مونہہ سے بات نکالنا کون نہیں جانتا۔ لیکن جس حالت میں ہم نے اسی کتاب میں انجیلی تعلیم کا حقانیت سے بے نصیب ہونا اور قرآنی تعلیم کا جمیع الانوار ہونا صدہا دلائل سے ثابت کر دیا ہے اور اسپر نہ صرف دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا بلکہ ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔ اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو۔ تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو طیار ہیں۔ اب منصفو! نظر کرو۔ اور خدا کے واسطے ذرہ دل کو صاف کر کے سوچو کہ ہمارے مخالفوں کی ایمانداری اور خداترسی کس قسم کی ہے کہ باوجود لاجواب رہنے کے پھر بھی فضول گوئی سے باز نہیں آتے۔

آؤ عیسائیو ادھر آؤ — نور حق دیکھو راہ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں — کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

ص۲۶۹ جس کی سچائی ابتدا سے ہر یک طالب حق پر آج تک ثابت ہوتی چلی آئی ہے اور

ص۲۷۰ حاشیہ نمبر ۱۱

کے بتانے کی حاجت پڑتی ہے اور نہ کچھ تکلف کرنا پڑتا ہے بلکہ جو ٹھیک ٹھیک حقیقت نفس الامری
کا راہ ہے وہی اُس کو نظر آجاتا ہے اور جو حقیقی سچائی ہے اسی پر اس کی نگاہ جا ٹھہرتی ہے
عقل کا کام یہ ہے کہ الہام کے واقعات کو قیاسی طور پر جلوہ دیتی ہے اور الہام کا کام
یہ کہ وہ عقل کو طرح طرح کی سرگردانی سے بچاتا ہے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ

ص۲۶۹ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

عمر ہے خالق سے اُس کو یاد کرو — یوں ہی مخلوق کو نہ بہکاؤ
کب تلک جھوٹ سے کرو گے پیار — کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ
کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو — کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
عیش دنیا سدا نہیں پیارو — اس جہاں کو بقا نہیں پیارو
یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو — کوئی اس میں رہا نہیں پیارو
اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل — ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل
کیوں نہیں تم کو دین حق کا خیال — ہائے سو سو اٹھے ہے دل میں ابال
کیوں نہیں دیکھتے طریق صواب — کس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب
اس قدر کیوں ہے کینِ استکبار — کیوں خدا یاد سے گیا یک بار
تم نے حق کو بھلا دیا ہیہات — دل کو پتھر بنا دیا ہیہات
اے عزیزو سنو کہ بے قرآں — حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں — ان پہ اس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر — کہ بناتا ہے عاشق دلبر
جس کا ہے نام قادر اکبر — اُس کی ہستی سے دی ہے پختہ خبر
لاکے دلبر تلک کھینچ لاتا ہے — پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے — سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اس کے اوصاف کیا کروں میں بیاں — وہ تو دیتا ہے جاں کو اور اک جاں
وہ تو چمکا ہے نیر اکبر — اس سے انکار ہو سکے کیونکر
وہ ہمیں دلستاں تلک لایا — اُس کے پانے سے یار کو پایا

اب بھی اگر کوئی طالب حق اس معجزہ قرآنی کو بچشم خود دیکھنا چاہتا ہے تو

عقل اور الہام میں کوئی جھگڑا نہیں۔ وہ ایک دوسرے کا نقیض یا ضد نہیں۔ اور نہ الہام حقیقی یعنے قرآن شریف عقلی ترقیات کے لئے سنگ راہ ہے بلکہ عقل کو روشنی بخشنے والا نور اُس کا بزرگ معاون اور مددگار اور مربی ہے۔ اور جس طرح آفتاب کا قدر آنکھوں ہی سے پیدا ہوتا ہے اور روز روشن کے فوائد اہل بصارت ہی پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح

ہر طرح حکمت سے وہ کلام تمام — عشق حق کا پلا رہا ہے جام
بات جب اُس کی یاد آتی ہے — یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقش حق جماتی ہے — دل سے غیر خدا اٹھاتی ہے
درد مند دل کی ہے دوا وہی ایک — ہے خدا سے خدا نما وہی ایک
ہم نے پایا خبر بڑی وہی ایک — ہم نے دیکھا ہے دلربا وہی ایک
اس کے منکر جو بات کہتے ہیں — یونہی اک واہیات بکتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے پاس آویں — میرے منہ پر وہ بات کہہ جاویں
مجھ سے اس دلستاں کا حال سنیں — مجھ سے وہ صورت و جمال سنیں
آنکھ پھوٹی تو خیر کان سہی — نہ سہی یوں ہی امتحاں سہی

اور چونکہ نور افشاں کے صاحب راقم نے اپنے سوال کے جواب کے لئے مجھ کو بھی مشمول اور چند صاحبوں کے مخاطب کیا ہے اور ہرچند ایسے تمام وساوس کی اس کتاب میں اپنے موقعہ پر بخوبی بیخکنی کر دی گئی ہے۔ لیکن بوجہ مذکورہ بالا قرین مصلحت ہے کہ اس جگہ بھی بطور مختصر اُن کے وہم کا ازالہ کیا جائے۔ لہٰذا ذیل میں لکھا جاتا ہے:-

جاننا چاہیئے کہ انجیل کی تعلیم کو کامل خیال کرنا سراسر نقصان عقل اور کم فہمی ہے۔ خود حضرت مسیح نے انجیل کی تعلیم کو مبرا عن النقصان نہیں سمجھا جیسا کہ انہوں نے آپ فرمایا ہے کہ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں۔ پر تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنے روح الحق آویگا۔ تو وہ تمہیں سچائی کا راستہ بتلاویگا۔ انجیل یوحنا باب ۱۶۔ آیت ۱۲ و ۱۳۔ اب فرمایئے کیا یہی انجیل ہے کہ جو تمام دینی صداقتوں پر حاوی ہے جس کے ہوتے ہوئے قرآن شریف کی ضرورت نہیں۔ اے حضرات اس حالت میں آپ لوگ حضرت مسیح کی وصیت کے موافق انجیل کو کامل اور تمام صداقتوں کے جامع

۲۷۱ اس بات کا بھی ہم ہی ذمہ اٹھاتے ہیں کہ یہ معجزہ بھی نہایت آسانی سے اُسی

خدا کی کلام کا کامل طور پر انہیں کو قدر ہوتا ہے کہ جو اہل عقل ہیں۔ جیسا کہ خدا نے تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ۔[1] الجزو نمبر ۲۰۔ یعنے یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں پر انکو معقول طور پر وہی سمجھتے ہیں کہ جو صاحب علم اور دانشمند ہیں۔

کہنے کے مجاز ہی نہیں۔ تو پھر آپکا ایمان بھی عجب ایمان ہے کہ اپنے اُستاد اور رسول کے برخلاف قدم چلا رہے ہیں۔ اور جس کتاب کو حضرت مسیح ناقص کہہ چکے ہیں اُسکو کامل کہے جاتے ہیں۔ کیا آپ کی سمجھ مسیح کی سمجھ سے کچھ زیادہ ہے یا مسیح کا کہنا قابل اعتبار نہیں۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ اگرچہ انجیل مسیح کے زمانہ میں ناقص تھی۔ مگر مسیح نے یہ بھی بطور پیشگوئی کے کہہ دیا تھا کہ جو باتیں میرے بیان کرنے سے رہ گئی ہیں۔ ان کو تسلی دہندہ آکر بیان کر دے گا تو بہت خوب۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ تسلی دہندہ جس کے آنے کی مسیح نے انجیل میں بشارت دی ہے اور جس کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اپنی دینی صداقتوں کو مرتبہ کمال تک پہنچا گیا اور آئندہ کے حالات یعنے قیامت کی خبریں انجیل کی نسبت بہت مفصل بیان کر گیا آپ کے خیال میں بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن شریف نازل ہوا کہ جو سب کتب سابقہ کی نسبت کامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا ثبوت دیتا ہے۔ کوئی اور شخص ہے

۲۷۱ جس نے حضرت مسیح کے بعد ظہور کر کے دینی صداقتوں کو کمال کے مرتبہ تک پہنچایا۔ اور آئندہ کی خبریں مسیح کی نسبت زیادہ بتلائیں تو اس کا نام بتلانا چاہیئے۔ اور ایسی کتاب کو پیش کرنا چاہیئے کہ جو مسیح کے بعد عیسائیوں کو خدا کی طرف سے ملی جس میں وہ اپنی صداقتیں بیشِ کہیں کہ جو مسیح کی متحدہ میں موجود نہ تھیں اور آخری حالات اور آئندہ کی خبریں بتلائیں جن کے بتلانے سے مسیح قاصر رہا۔ تا اُسی کتاب کو قرآن شریف کے مقابلہ پر وزن کیا جائے۔ مگر یہ تو زیبا نہیں کہ آپ لوگ مسیح کے پیرو کہلا کر پھر اس چیز کو کامل قرار دیں جس کو آپ سے اٹھارہ سو بیاسی برس پہلے مسیح ناقص قرار دے چکا ہے۔ اور اگر آپکا مسیح کے قول پر ایمان ہی نہیں۔ اور بذات خود چاہتے ہیں کہ انجیل کا قرآن شریف سے مقابلہ کریں تو بسم اللہ آئیے اور انجیل میں سے وہ کمالات نکال کر دکھلائیے کہ جو ہم نے اسی کتاب میں قرآن شریف کی نسبت ثابت کئے ہیں تا منصف لوگ آپ ہی دیکھ لیں کہ معرفت الٰہی

[1] عنکبوت : ۴۴

ثابت کر دیں گے۔ اور اس بات کا امتحان کرنا اور حق اور باطل میں فرق معلوم

حاشیہ نمبر ۱۱

علیٰ ہذا القیاس جس طرح آنکھ کے نور کے فوائد صرف آفتاب ہی سے کھلتے ہیں۔ اور اگر وہ نہ ہو۔ تو پھر بینائی اور نابینائی میں کچھ فرق باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح بصیرتِ عقل کی خوبیاں بھی الہام ہی سے کھلتی ہیں۔ کیونکہ وہ عقل کو ہزار ہا طور کی سرگردانی سے بچا کر فکر کرنے کے لئے نزدیک کا راستہ بتلا دیتا ہے اور جس راہ پر چلنے سے جلد تر مطلب حاصل ہو جائے ۲۶۲

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

سامانی قرآن شریف میں موجود ہے یا انجیل میں۔ جس حالت میں ہم نے اسی فیصلہ کے لئے کہ تا انجیل اور قرآن شریف کی نسبت فرق معلوم ہو جائے دس ہزار روپیہ کا اشتہار بھی اپنی کتاب کے ساتھ شامل کر دیا ہے تو چاہیئے جب تک راستبازوں کی طرح اب ہماری کتاب کے مقابلہ پر اپنی انجیل کے فضائل نہ دکھلاویں تب تک کوئی دانشمند عیسائی بھی آپ کی کلام کو اپنے دل میں سچ نہیں سمجھے گا۔ گو زبان سے ہاں ہاں کرتا رہے۔ حضرات! آپ خوب یاد رکھیں کہ انجیل اور توریت کا کام نہیں کہ کمالاتِ فرقانیہ کا مقابلہ کر سکیں۔ دور کیوں جائیں انہیں دعووں میں کہ جو اس کتاب میں فضائل فرقانیہ میں سے بیان ہو چکے ہیں مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے اوّل وہ امر کہ جو متن میں تحریر ہو چکا ہے کہ فرقان مجید تمام الٰہی صداقتوں کا جامع ہے۔ اور کوئی محقق اور کوئی ایسا باریک دقیقہ الٰہیات کا پیش نہیں کر سکتا کہ جو قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔ سو آپ کی انجیل اگر کچھ حقیقت رکھتی ہے تو آپ پر لازم ہے کہ کسی مخالف فریق ۲۶۳
کے دلائل اور عقائد کو مثلاً برہمو سماج والوں یا آریا سماج والوں یا دہریہ کے شبہات کو انجیل کے ذریعہ سے عقلی طور پر رد کر کے دکھلاؤ۔ اور جو خیالات ان لوگوں نے ملک میں پھیلا رکھے ہیں ان کو اپنی انجیل کے مستقل بیان سے دور کر کے پیش کرو۔ اور پھر قرآن شریف سے انجیل کا مقابلہ کر کے دیکھ لو اور کسی ثالث سے پوچھو کہ مستعد طور پر انجیل تسلی کرتی ہے یا قرآن شریف تسلی کرتا ہے۔ دوسرے وہ امر جو حاشیہ در حاشیہ نمبر ایک میں لکھا گیا ہے یعنی یہ کہ قرآن شریف باطنی طور پر طالب صادق کو مطلوبِ حقیقی سے پیوند کرا دیتا ہے اور پھر وہ طالب خدائے تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہو کر اس کی طرف سے الہام پاتا ہے جس الہام میں جناب حضرت احدیت اُس کے حال پر متوجہ ہوتی ہیں اور مقبولین میں شمار کیا جاتا ہے اور اس الہام کا صدق ان پیشین گوئیوں کے پورا ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اس میں ہوتی ہیں اور حقیقت میں یہی پیوند جو اوپر لکھا گیا ہے حیاتِ ابدی کی حقیقت ہے۔ کیونکہ زندہ سے پیوند زندگی کا موجب ہے۔

کر لینا کچھ مشکل بات نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں جس میں کچھ خرچ ہوتا ہے یا کسی اور ۲۷۲

وہ راہ دکھلا دیتا ہے اور ہر یک عاقل خوب سمجھتا ہے کہ اگر کسی باب میں فکر کرنے کے وقت اس قدر مدد مل جائے کہ کسی خاص طریق پر راہ راست اختیار کرنے کے لئے علم حاصل ہو جائے تو اس علم سے عقل کو بڑی مدد ملتی ہے اور بہت سے پراگندہ خیالوں اور ۲۷۳
ناحق کی دردسریوں سے نجات ہو جاتی ہے۔ البتہ آپ کے تابعین نہ صرف اپنے خیال

اور جس کتاب کی متابعت سے اس پیوند کے آثار ظاہر ہو جائیں۔ اُس کتاب کی سچائی ظاہر بلکہ اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ اس میں صرف باتیں ہی باتیں نہیں بلکہ اصل مطلب تک پہنچا دیتا ہے۔ سو اب ہم حضرات عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کی انجیل تعلیم راست اور درست اور خدا کی طرف سے ہے تو بمقابلہ قرآن شریف کی روحانی تاثیروں کے جن کا ہم نے ثبوت دے دیا ہے۔ انجیل کی روحانی تاثیریں بھی دکھلائیے۔ اور جو کچھ خدا نے مسلمانوں پر ببرکت متابعت قرآن شریف اور بہ طفیل اتباع حضرت محمد مصطفےٰ افضل الرسل
خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے امور غیبیہ و برکات سماویہ ظاہر کئے اور کرتا ہے۔ وہ ۲۷۲
آپ بھی پیش کیجئے۔

تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔ سو آپ یاد رکھیں کہ آپ دونوں قسم کے امور متذکرہ بالا میں سے کسی امر میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انجیل کی تعلیم کا کامل ہونا ایک طرف وہ تو صحیح بھی نہیں رہی۔ اسی لئے تو اپنی پہلی تعلیم میں ہی ابن مریم کو ولد اللہ ٹھہرا کر اوّل الاذن فردی دکھلا دیا۔ رہی توریت کی تعلیم سو وہ بھی محرّف اور ناقص ہونے کی وجہ سے ایک موم کا ناک ہو رہی ہے جس کو عیسائی اپنے طور پر اور یہودی اپنے طور پر بنا رہے ہیں۔ اگر توریت میں الٰہیات اور عالم معاد کے بارے میں وہ تفصیلات ہوتیں کہ جو قرآن شریف میں ہیں تو عیسائیوں اور یہودیوں میں اتنے جھگڑے کیوں پڑتے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر سورۂ اخلاص کی ایک سطر میں مضمون توحید بھرا ہوا ہے۔ وہ تمام توریت بلکہ ساری بائیبل میں نہیں پایا جاتا۔ اور اگر ہے تو کوئی عیسائی ہمارے سامنے پیش کرے۔ پھر جس حالت میں توریت میں بلکہ تمام بائیبل میں صحت اور صفائی اور کمالیت سے توحید حضرت باری کا ذکر ہی نہیں۔ اور اسی وجہ سے توریت اور انجیل میں ایک گڑبڑ

قسم کا نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ صرف طالب حق پر یہ لازم ہے کہ اپنی حسب مرضی ۲۸۲

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

سے عقل کے عمدہ جوہر کو پسند کرتے ہیں بلکہ خود الہام ہی اُن کو عقل کے پختہ کرنے کے لئے تاکید کرتا ہے۔ پس اُن کو عقلی ترقیات کے لئے دوہری کشش کھینچتی ہے۔ ایک تو فطرتی جوش جس سے بالطبع انسان ہر یک چیز کی ماہیت اور حقیقت کو مدلّل اور عقلی طور پر جاننا چاہتا ہے۔ دوسری الہامی تاکیدیں کہ جو آتش شوق کو دوبالا کر دیتی ہیں۔ چنانچہ جو لوگ قرآن شریف کو نظر سرسری سے بھی دیکھتے ہیں وہ بھی اس بدیہی امر سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بگڑ گیا اور قطعی طور پر کچھ سمجھ نہ آیا اور خود اصول میں ہی یہودیوں اور نصاریٰ میں طرح طرح کے تنازعات پیدا ہو گئے۔ اسی توریت سے یہودیوں نے کچھ سمجھا اور عیسائیوں نے کچھ خیال کیا۔ تو اس حالت میں کون حق کا طالب ہے جس کی روح اس بات کو نہیں چاہتی کہ بے شک رحمت عامہ حضرت باری کا یہی مقتضا تھا کہ وہ ان گم گشتہ فرقوں کے تنازعات کو آپ فیصلہ کرتا اور خطاکار کو اُسکی خطاکاری پر متنبہ فرماتا۔ پس یہی سمجھنا چاہیئے کہ قرآن شریف کے نزول کی یہی ضرورت تھی کہ تا وہ اختلافات کو دُور کرے۔ اور جن صداقتوں کے ظاہر ہونے کا بباعث انتشار خیالات فاسدہ کے وقت آ گیا تھا۔ ان صداقتوں کو ظاہر کرے اور علم دین کو مرتبہ کمال تک پہنچاوے۔ سو اس پاک کلام نے ۲۸۳ نزول فرما کر ان سب مراتب کو پورا کیا اور سب جھگڑوں کو درست فرمایا اور تعلیم کو اپنے حقیقی کمال تک پہنچایا۔ نہ دانت کے عوض خواہ نخواہ دانت نکالنے کا حکم دیا۔ اور نہ ہمیشہ مجرم کے چھوڑنے اور عفو کرنے پر فرمان صادر کیا۔ بلکہ حقیقی نیکی کے بجا لانے کے لئے تاکید فرمائی۔ خواہ وہ نیکی کبھی درشتی کے لباس میں ہو۔ اور خواہ کبھی نرمی کے لباس میں اور خواہ کبھی انتقام کی صورت میں ہو۔ اور خواہ کبھی عفو کی صورت میں۔

از نور پاک قرآن صبح صفا دمیدہ ۔۔۔ بر غنچہ ہائے دلہا باد صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد ۔۔۔ وایں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
یوسف بقعر چاہے محبوس ماند تنہا ۔۔۔ وایں یوسفے کہ تن ہا از چاہ بر کشیدہ

۲۴۲ح قرآن شریف کے کسی مقام میں سے کوئی مضمون لیکر کسی عربی داں کو کہو آجکل اس

۲۴۳ح انکار نہیں کرسکتے کہ اس علوم جدیدہ میں فکر اور نظر کی مشق کے لئے بڑی بڑی تاکیدیں ہیں یہاں تک کہ مومنوں کی علامت ہی یہی ٹھہرادی ہے کہ وہ ہمیشہ زمین اور آسمان کے عجائبات میں فکر کرتے رہتے ہیں اور قانونِ حکمتِ الٰہیہ کو سوچتے رہتے ہیں جیسا کہ ایک جگہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۔ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا[1] یعنے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن

از مشرقِ معانی صد ہا دقائق آورد — قدِّ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ
کیفیّتِ علومش دانی چہ شان دارد — شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ
آں نیّرِ صداقت چوں رُو بعالم آورد — ہر بُومِ شب پرستی در کنجِ خود خزیدہ
روئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا — الّا کسے کہ باشد با رویش آرمیدہ
آں کس کہ عالمش شد شد مخزنِ معارف — واں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ
باران فضلِ رحماں آمد بمقدمِ او — بد قسمت آنکہ از وے سوئے دگر دویدہ
میلِ بدی نباشد الّا رگے ز شیطاں — آں را بشر بدانم کز ہر شرے رمیدہ
اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی — تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ
میلم نماند باکس محبوبِ من توئی بس — زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

دیگر

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا — پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا — ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے — جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں — مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ — وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں — پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
۲۴۵ح ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور — ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

[1] سورۃ آل عمران : ۱۹۱ - ۱۹۲

بقیہ حاشیہ

ملک میں لاکھوں نظر آتے ہیں اس فہمائش سے دیوے کہ وہ اس مضمون کو معہ جمیع لطائف اور نکات اُسکے کے اپنی عبارت میں بنا دے۔ پس جب ایسا مضمون بنکر تیار ہو جائے تو وہ ہمارے پاس بھیج دینا چاہئیے اور ہم اس عبارت کا کمالات قرآنی سے محروم اور بے نصیب ہونا ایسی بداہت تقریر سے بیان کر دینگے جس بیان کو ہر یک اُردو خوان

بقیہ حاشیہ

کے اختلاف میں دانشمندوں کے لئے صانع عالم کی ہستی اور قدرت پر کئی نشان ہیں۔ وہ عقلمند وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو خدا کو بیٹھے کھڑے اور پہلو پر پڑے ہونے کی حالت میں یاد کرتے رہتے ہیں اور زمین اور آسمان اور دوسری مخلوقات کی پیدائش میں تفکر اور تدبر کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کے دل اور زبان پر یہ مناجات جاری رہتی ہے کہ اے ہمارے خداوند تو نے ان چیزوں میں سے کسی چیز کو عبث اور بیہودہ طور پر پیدا نہیں کیا۔ بلکہ ہر یک چیز تیری مخلوقات میں سے عجائبات قدرت اور حکمت سے بھری ہوئی ہے کہ جو تیری ذات بابرکات پر دلالت کرتی ہے۔ پس دوسری الہامی کتابیں کہ جو محرف اور مبدل ہیں ان میں نامعقول اور محال باتوں پر جمے رہنے کی تاکید پائی جاتی ہے جیسی عیسائیوں کی انجیل شریف۔ مگر یہ الہام کا قصور نہیں۔ یہ بھی حقیقت میں عقل ناقص کا ہی قصور ہے۔ اگر باطل پرستوں کی عقل صحیح ہوتی اور حواس درست ہوتے۔ تو وہ کاہے کو ایسی محرف اور مبدل کتابوں کی پیروی کرتے اور کیوں وہ غیر متغیر اور کامل اور قدیم خدا پر یہ آفات اور مصیبتیں جائز رکھتے کہ گویا وہ ایک عاجز بچہ ہوکر ناپاک غذا کھاتا رہا۔ اور ناپاک جسم سے مجسم ہوا اور ناپاک راہ سے نکلا۔ اور مار بھی کھاتا رہا اور طرح طرح کے دکھ اٹھا کر آخر بڑی بدبختی اور بدنصیبی اور ناکامی کی حالت میں ایلی ایلی کرتا مرگیا۔ آخر الہام ہی تھا جس نے اس غلطی کو بھی دور کیا۔ سبحان اللہ کیا بزرگ اور دریا کے رحمت وہ کلام ہے جس نے مخلوق پرستوں کو پھر توحید کی طرف کھینچا۔ واہ کیا پیارا اور دلکش وہ نور ہے کہ جو ایک عالم کو ظلمت کدہ سے باہر لایا۔ اور بجز اس کے ہزار ہا لوگ عقلمند کہلا کر اور فلاسفر بن کر اس غلطی اور اس قسم کی بے شمار غلطیوں میں ڈوبے رہے۔ اور جب تک قرآن شریف

بقیہ حاشیہ

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں — جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں — جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

بخوبی سمجھ سکے گا۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسے اور چیزوں کے خواص متواتر تجربہ اور آزمائش سے معلوم ہوتے ہیں۔ ایسا ہی بے نظیری کا خاصہ کہ جو قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت میں پایا جاتا ہے۔ وہ بھی بذریعہ تجربہ اور آزمائش ہی معلوم
۲۸۷ ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ خواص الاشیاء کی سچائی معلوم کرنے کا یہی ایک طریق رکھا ہے

نہ آیا کسی حکیم نے زور شور سے اس اعتقاد باطل کا ردّ لکھا اور نہ اس قوم تباہ شدہ کی اصلاح کی۔ بلکہ خود حکماء اس قسم کے صدہا ناپاک عقیدوں میں آلودہ اور مبتلا تھے جیسا پادری ڈیون پورٹ صاحب لکھتے ہیں کہ حقیقت میں یہ عقیدہ تثلیث کا عیسائیوں نے افلاطون سے اخذ کیا ہے اور اس حکیم یونانی کی غلط بنیاد پر ایک دوسری غلط بنیاد رکھی ہے۔ غرض خدا کا سچا اور کامل الہام عقل کا
۲۷۴ دشمن نہیں ہے بلکہ عقل ناقص سقیم عاقلوں کی آپ دشمن ہے۔ جیسا ظاہر ہے کہ تریاق فی حد ذاتہٖ انسان کے بدن کے لئے کوئی بُری چیز نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنی کم عقلی سے زہر کو تریاق سمجھے تو یہ خود اسکی عقل کا قصور ہے نہ تریاق کا۔ پس یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وہم کہ ہر یک امر کی تفتیش کیلئے الہامی کتاب کی طرف رجوع کرنا محل خطر ہے۔ یہ سراسر حمق اور نادانی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ الہام عقل کے لئے ایک آئینہ کا حکم رکھتا ہے اور اسکی سچائی پر یہی بڑی دلیل اعظم ہے کہ وہ ایسے تمام امور سے بکلی پاک ہے کہ جو خدا کی قدرت اور کمالیت اور قدوسی پر نظر کرنے کے بعد محال ثابت ہوں۔ بلکہ دقائق الٰہیات میں کہ جو نہایت مخفی اور عمیق ہیں۔ عقل ضعیف انسانی کا وہی ایک ہادی اور رہبر ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اسکی طرف رجوع کرنا عقل کو بیکار نہیں کرتا۔ بلکہ عقل کو ان باریک بھیدوں تک پہنچاتا ہے جن تک خود بخود پہنچنا عقل کے لئے سخت مشکل تھا۔ سو الہام حقیقی سے یعنے قرآن شریف سے عقل کو سراسر فائدہ اور نفع پہنچتا ہے نہ زیاں اور نقصان اور عقل بذریعہ الہام حقیقی خطرات سے بچ جاتی ہے نہ یہ کہ خطرات میں پڑتی ہے کیونکہ یہ بات ہر یک دانا کے نزدیک مسلّم بلکہ اجلیٰ بدیہیات سے ہے کہ محض تشخیص عقلی میں خطا اور غلطی ممکن ہے۔ لیکن عالم الغیب کی کلام میں خطا اور غلطی ممکن نہیں۔ پس اب ہم آپ ہی ذرہ منصف ہوکر سوچو کہ جس چیز کو کبھی کبھی سخت لغزشیں پیش آجاتی ہیں

۲۸۸ ایک مسیحی متعصب صاحب یعنے دہی صاحب نامہ نگار نور افشاں اپنے دوسرے پرچہ میں پہلو بدل کر

کہ جیسے کسی شے کے کسی خاصہ کے وجود میں شک ہو تو اُسکو اسقدر آزمایا جاوے جس سے دل اطمینان پیدا ہو جائے۔ اور جو شخص بعد آزمائش ایک خاصہ کے کہ جو ایک شے میں پایا جاتا ہے پھر بھی یہ وہم کرے کہ کیوں یہ خاصہ اس شے میں پایا جاتا ہے تو وہ شخص حقیقت میں پاگل اور سودائی ہے۔ مثلاً جب ایک شخص نے

اگر اُسکے ساتھ ایک ایسا رفیق ملا دیا گیا ہو جو اُسکو لغزشوں سے بچالے اور پاؤں پھسلنے کی جگہ سے سنبھال رکھے تو کیا اُسکے لئے اچھا ہوا یا برا ہوا اور کیا اُس رفیق نے اُسکو اپنے کمال مطلوب تک پہنچایا یا کمال مطلوب سے روک دیا۔ یہ کیسی کور باطنی ہے کہ معین اور مددگار کو مخالف اور مزاحم سمجھا جائے اور مکمل اور متمم کو رہزن اور نقصان رساں قرار دیا جائے۔ آپ لوگ جب اپنے حواس میں قائم ہو کر اور طالب حق بنکر اس مسئلہ میں غور کرینگے تو آپ پر بالفور واضح ہو جائیگا کہ خدا نے جو عقل کا رفیق الہام کو ٹھہرا دیا ہے یہ عقل کے حق میں کوئی مضر بات نہیں بلکہ اسکو سرگردانی اور حیرانی سے بچا کر حق شناسی کے لئے ایک یقینی ذریعہ عطا کیا ہے جسکی نشاندہی سے عقل کو یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ وہ صد ہا بیجا اور ناراست راہوں میں بھٹکتے پھرنے سے بچ جاتی ہے اور سرگشتہ اور آوارہ نہیں ہوتی اور ہر طرف حیرانی سے بھٹکتی نہیں پھرتی ۲۷۸
بلکہ اصل مقصود کی خاص راہ کو پا لیتی ہے اور جو ٹھیک ٹھیک گوہر مراد کی جگہ ہے اُسکو دیکھ لیتی ہے اور بیہودہ جانکنی سے امن میں رہتی ہے۔ اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی سچا مخبر کسی گمشدہ شخص کا بدرستی تمام پتہ لگا دیوے کہ وہ فلاں طرف گیا ہے اور فلاں شہر اور فلاں محلہ اور فلاں جگہ میں چھپا ہوا بیٹھا ہے سو ظاہر ہے کہ ایسے مخبر پر جو کسی گمشدہ کا ٹھیک ٹھیک پتہ دیتا ہے اور اس تک پہنچنے کا سہل اور آسان راستہ بتلا دیتا ہے کوئی باعقل آدمی اعتراض نہیں کرتا کہ وہ ہماری کارروائی کا حارج ہوا ہے بلکہ اُسکے بغایت درجہ ممنون اور شکرگزار ہوتے ہیں کہ ہم بے خبر تھے اُس نے خبر دی اور ہم ہر طرف بھٹکتے پھرتے تھے۔ اسی نے خاص جگہ بتلا دی۔ اور ہم ظنی اٹکلیں دوڑاتے تھے اُس نے یقین کا دروازہ ہم پر کھول دیا۔ ایسا ہی وہ لوگ جن کو خدا نے عقل سلیم بخشی ہے حقیقی الہام کے مرہون منت

اسی سوال کے نیچے فرماتے ہیں۔ آپ تو وہ متکلم دنیوی امور میں مستغرق ہے ورنہ یہ ثابت کر ۲۷۹

کئی دفعہ آزما کر دیکھ لیا اور بار بار تجربہ کر کے معلوم کر لیا کہ سم الفار بالخاصیت قاتل ہے۔ اگر وہ پھر بھی سم الفار کی اس خاصیت سے اس خیال سے انکار کرتا ہے کہ مجھے
۲۴۴ معلوم نہیں کہ کیوں وہ قاتل ہے۔ تو ایسا شخص دانشمندوں کی نظر میں دیوانہ بلکہ دیوانوں سے بدتر ہے۔ کیونکہ اول تو یہ صداقت فی حد ذاتہ واقعی درست ہے کہ موجودات میں طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہیں۔ اور پھر جب ایک شے معین کا خاصہ

امر مخصوص دریافت ہیں اور بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ الہام حقیقی کو خیالات کی ترقی سے نہیں روکتا بلکہ خیالات کی سرگشتگی سے روکتا ہے اور انواع و اقسام کے پیچ در پیچ اور منتشر راستوں میں سے ایک خاص راہ مقصود جتلا دیتا ہے جس پر ہمارا عقل کو نہایت آسان ہو جاتا ہے اور جو مشکلات انسان کو بباعث قلت عمر و قلت طاقت طبعی کی بصیرت میں آتی ہیں ان سب سے خلاصی بخشتا ہے۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ عقل انسانی اپنی فطرت میں ایسی ناقص اور ناتمام ہے کہ بغیر استمداد کسی دوسرے رفیق کے اس کا کوئی کام چل ہی نہیں سکتا اور جب تک شہادت واقعہ اس کو نہ ملے ترجیح کوئی قدم خواہ دینی ہو خواہ دنیوی بصفائی و درستی اس سے فیصلہ نہیں ہو سکتا اور جب کہ شہادت واقعہ کسی معتبر ذریعہ سے مل جائے تب ہی عقل کو ایسی آسانی ہو جاتی ہے کہ گویا ایک پہاڑ مشکلات کا سر پر سے ٹل جاتا ہے۔ اور جس حالت میں عقل انسانی فطرتی طور پر محتاج رفیق پڑی ہوئی ہے۔ تو پھر وہ خود بخود اور تن تنہا کیونکر خیالات میں ترقی کرے گی۔ اور یہ بھی ہم بہ ثبوت تحریر کر چکے ہیں کہ الہیات اور علم معاد میں عقل کے اس نقصان کا جبر قرآن شریف کرتا ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ وہ تمام دلائل عقلیہ کو بھی آپ ہی بیان فرماتا ہے اور تمام دینی صداقتوں کی طرف آپ ہی رہنما اور رہبر ہے
۲۴۵ اور اس طرف بھی اشارہ فرما چکا ہے کہ اگر کسی کو اس بات کی تصدیق اور تحقیق منظور ہو تو اس کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں۔ اور ہر ایک طالب صادق بذریعہ امتحان ہم سے اپنی تسلی کرا سکتا ہے۔ تو پھر باوجود اس کے کہ ہر ایک طرح سے دفع عذر کر کے اتمام حجت کیا گیا ہے کیوں برہمو سماج والے اپنی فضول گوئی سے باز نہیں آتے۔ کیا اس فقرہ سے

دکھا دو کہ قرآن کہاں کہاں سے لیا گیا۔ واہ حضرات! آپ نے تو یہودیوں کے نقش قدم کی پیروی کر دکھائی۔ اور جو کچھ انہوں نے ایک وقت دراز سے انجیل کی نسبت ایک خیال قائم کیا تھا

بذریعہ تجارب متواترہ ثابت بھی ہو گیا تو اُس سے انکار کرنا اگر حمق اور دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور سب سے زیادہ تر حمق یہ ہے کہ حضرت باری کے خواص صفات اور ڡ۱۱ افعال سے انکار کیا جائے کیونکہ دوسری چیزوں کا خاصہ کہ جو اُن کے غیر میں نہیں پایا جاتا محض تجربہ سے ثابت ہوتا ہے اور کوئی عقلی دلیل اس کی ضرورت پر قائم نہیں ہوتی۔ مگر جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں خدا کے خواص کا ضروری ہونا

مدہوش یا دیوانہ ہیں یا تمام حواس بیکار ہو گئے ہیں یا ایسے معطل اور بیکار ہو گئے ہیں کہ شنوائی پھر نہیں سنتے اور سمجھ بالکل پھر نہیں سمجھتے اور دکھائی پھر نہیں دیکھتے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وہم ان کا بھی سراسر لغو اور بیہودہ ہے کہ تحقیقات کا سلسلہ ہمیشہ آگے ہی آگے چلا جاتا ہے اور کسی جگہ ختم نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو کوئی کام دنیا اور دین کا کبھی اختتام کو نہ پہنچتا اور کسی جج کے لئے ممکن نہ ہوتا کہ کوئی مقدمہ قطعی طور پر فیصل کر سکے اور محکمہ عدالت بوجہ اختفاء دوامی غیر ممکن ہونا جائز ٹھہر جاتا۔ مگر کیا یہ درست ہے کہ حقائق کامل اشیاء کبھی اور کسی طرح پر صفائی اور درستی سے منکشف نہیں ہوتیں اور ہمیشہ وہم اور بحث کرنے کی جگہ باقی رہتی ہے۔ حاشا و کلا ہرگز یہ درست نہیں۔ بلکہ اسی وقت تک کوئی واقعہ مشتبہ رہتا ہے اور صفائی سے ثابت نہیں ہوتا جب تک کسی امر کے دریافت کرنے میں دارومدار صرف اکیلی عقل پر ہوتا ہے اور جبھی کہ کوئی رفیق اُس کا ضروری رفیقوں میں سے جو تین ہیں سے ایک یعنی رسالت کہ جو امور ماوراء المحسوسات اور عالم معاد کا مخبر ہے عقل کو مل جاتا ہے تو تب تحقیقات عقلی مرتبہ یقین کامل تک پہنچ جاتی ہے جو کبھی عقل الہام کامل کی رفاقت سے اور کبھی متواتر تجارب کی شہادت سے اور کبھی مشہودات اور محکم تاریخی گواہوں سے جیسا کہ موقع ہو کسی رفیق کے ذریعہ سے کامل یقین کو پہنچتی ہے۔ ہاں اگر عقل کو اس راہ کا رفیق میسر نہ آوے جس راہ پر وہ چلنا چاہتی ہے تو تب مرتبہ یقین کامل تک بلاشبہ نہیں پہنچتی بلکہ بہت کا ظن غالب تک پہنچتی ہے۔ لیکن جب راہ مقصود کا رفیق میسر آجائے تو بلا ریب وہ اُس کو مرتبہ کامل الیقین تک پہنچا دیتا ہے۔ پہلا کام

ہے۔ پس یہ خیال آپ کا کہ قرآن شریف بے اصل نسبت گھسیٹ لائے۔ اتنا بڑا جھوٹ آپ نے قدرت امر بولا نہیں ہوگا کہ تو قف ملیا نیوں کے خوش کرنے کے لئے بول اُٹھے۔ بہرحال یہ مقولہ

تسلسل کیلئے دیکھیے صفحہ ۳۲۳

عذر و اطلاع

اب کی دفعہ جو حصہ سوم کے نکلنے میں حد سے زیادہ توقف ہو گئی۔ غالباً اس توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہوں گے اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض لوگ طرح طرح کے شکوک و شبہات بھی کرتے ہوں۔ سو واضح رہے کہ یہ توقف ہماری طرف سے ظہور میں نہیں آئی بلکہ اتفاق یہ ہوا کہ جب مئی ۱۸۷۹ء کے مہینہ میں کچھ سرمایہ جمع ہونے کے بعد مطبع سفیر ہند امرتسر میں اجزاء کتاب کے چھپنے کے لئے دیئے گئے اور امید تھی کہ غایت کار دو تین ماہ میں حصہ سوم چھپ کر شائع ہو جائے گا۔ لیکن تقدیری اتفاقوں سے جو ہر یک انسان ضعیف البنیان کی کچھ پیش نہیں جا سکتی۔ مہتمم صاحب مطبع سفیر ہند طرح طرح کی ناگہانی آفات اور مجبوریوں میں مبتلا ہو گئے۔ جن مجبوریوں کی وجہ سے ایک مدت دراز تک مطبع بند رہا۔ چونکہ یہ توقف ان کے اختیار سے باہر تھی۔ اس لئے ان کی تمامی جمعیت تک برداشت سے انتظار کرنا مقتضا انسانیت تھا بالآخر کر جب ایک مدت کے بعد ان کے موانع کچھ رو بخفت ہو گئے اور اب کچھ تھوڑے عرصہ سے حصہ سوم کا چھپنا شروع ہو گیا۔ لیکن چونکہ اس حصہ کے چھپنے میں بوجہ موانع مذکورہ بالا ایک زمانہ دراز گذر گیا۔ اس لئے ہم نے بڑے افسوس کے ساتھ اس بات کو قرین مصلحت سمجھا کہ اس حصہ کے کل طور پر چھپنے کا انتظار نہ کیا جائے۔ اور جس قدر اب تک چھپ چکا ہے وہی خریداروں کی خدمت میں بھیجا جائے تا کہ ان کی تسلی کا موجب ہو۔ اور جو کچھ اس حصہ میں سے باقی رہ گیا ہے۔ وہ ان شاء اللہ القدیر چہارم حصہ کے ساتھ جو ایک بڑا حصہ ہے چھپوا دیا جائیگا۔

شاید ہم بعض دوستوں کی نظر میں اس وجہ سے قابل اعتراض ٹھہریں کہ ایسے مطبع میں جس میں ہر دفعہ لمبی لمبی توقف پڑتی ہے کیوں کتاب کا چھپوانا تجویز کیا گیا۔ سو اس اعتراض کا جواب ابھی عرض کیا گیا ہے کہ یہ مہتمم مطبع کی طرف سے لاچاری توقف ہے نہ اختیاری۔ اور وہ ہمارے نزدیک ان مجبوریوں کی حالت میں قابل رحم ہیں نہ قابل الزام۔ ماسوائے اس کے مطبع سفیر ہند کے مہتمم صاحب میں ایک عمدہ خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت صحت اور صفائی اور محنت اور کوشش سے کام کرتے ہیں اور اپنی خدمت کو عرق ریزی اور جانفشانی سے انجام دیتے ہیں۔ یہ پادری صاحب ہیں مگر باوجود اختلاف مذہب کے خدا نے ان کی فطرت میں یہ مادہ پیدا کیا ہوا ہے کہ اپنے کام منصبی میں پورا خلوص اور دیانت کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے۔ ان کو اس کا ایک سودا ہے کہ کام کی عمدگی اور خوشنمائی اور صحت میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ انہیں وجوہ کی نظر سے باوجود اس

* طبع اول کا ذکر ہے۔

ملحوظہ: اصل ایڈیشن طبع دوم سنہ ۱۹۲۰ء میں موجود نہیں ہے طبع اول ۱۸۸۲ء و طبع سوم ۱۹۲۰ء میں موجود ہے۔ شمس

اس بات سے کہ دوسرے مطابع کی نسبت ہم کو اس مطبع میں بہت زیادہ حق الطبع دینا پڑتا ہے۔ تب بھی انہیں کا مطبع پسند کیا گیا اور آئندہ امید قوی ہے کہ ان کی طرف سے حصہ چہارم کے چھپنے میں کچھ توقف نہ ہو صرف اس قدر توقف ہوگی کہ جب تک کافی سرمایہ اس حصہ کے لئے جمع ہو جائے۔ سو مناسب ہے کہ ہمارے مہربان خریدار اب کی طرح اس حصہ کے انتظار میں مضطرب اور متردد نہ ہوں۔ جب کہ وہ حصہ چھپ گیا۔ خواہ جلدی یا دیر سے جیسا خدا چاہے گا۔ فی الفور تمام خریداروں کی خدمت میں بھیجا جائیگا۔ اور اس جگہ ان تمام صاحبوں کی توجہ اور اعانت کا شکر کرتا ہوں جنہوں نے خالصاً للہ حصہ سوم کے چھپنے کے لئے مدد دی اور یہ عاجز خاکسار اب کی دفعہ ان عالی ہمت صاحبوں کے اسماء مبارکہ لکھنے سے اور نیز دوسرے خریداروں کے اندراج نام سے بوجہ عدم گنجائش اور بباعث بعض مجبوریوں کے متعذر ہے۔ لیکن بعد اس کے اگر خدا چاہے گا اور نیت درست ہوگی۔ تو کسی آئندہ حصہ میں بہ تفصیل تمام درج کئے جائیں گے۔

اور نیز اس جگہ یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس حصہ سوم میں تمام وہ تمہیدی امور لکھے گئے ہیں۔ جن کا غور سے پڑھنا اور یاد رکھنا کتاب کے آئندہ مطالب سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور اس کے پڑھنے سے یہ بھی واضح ہوگا کہ خدا نے دین حق اسلام میں وہ فوقیت اور عظمت اور برکت اور **صداقت** رکھی ہے جس کا مقابلہ کسی زمانہ میں کسی غیر قوم سے کبھی نہیں ہو سکا اور نہ اب ہو سکتا ہے۔ اور اس امر کو مدلل طور پر بیان کر کے تمام مخالفین پر اتمام حجت کیا گیا ہے اور ہر یک طالب حق کے لئے ثبوت کامل پانے کا دروازہ کھول دیا ہے تا حق کے طالب اپنے مطلب اور مراد کو پہنچ جاویں اور تا تمام حق کے کامل نوروں کو دیکھ کر شرمندہ اور لاجواب ہوں اور تا وہ لوگ بھی نادم اور منفعل ہوں جنہوں نے یورپ کی مجوزہ روشنی کو اپنا پیشوا بنا رکھا ہے اور آسمانی برکتوں کے قائلوں کو جاہل اور وحشی اور ناتربیت یافتہ سمجھتے ہیں اور سماوی نشانوں کے ماننے والوں کو تمام احمق اور سادہ لوح اور نادان سمجھتے ہیں جن کا یہ گمان ہے کہ یورپ کے علم کی نئی روشنی اسلام کی روحانی برکتوں کو [illegible] اور مخلوق کا رخ حق سے [illegible] غالب آ جائے گا۔ سو اب ہر یک منصف دیکھے گا کہ کون غالب آیا اور کون لاجواب اور عاجز رہا۔ اور کون صادق اور دانشمند ٹھہرا اور کون کاذب اور نادان۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

خاکسار غلام احمد عفی اللہ عنہ۔

جلد چہارم

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

کیا خوب ہے یہ کتاب سبحان اللہ ۔ ہر ایک کو کرے دین حق سے آگاہ

بفضل عمیم حضرت اعلیٰ مالک دو جہان ذوالرحمت

براہین احمدیہ

۱۲۹۷

از بس کہ یہ معرفت کا اک لالی ہے واہ تاریخ بھی یا غفور نکلی واہ واہ

ملقب بہ

اَلْبَرَاهِيْنُ الْاَحْمَدِيَّة عَلٰی حَقِیْقَتِ کِتَابِ اللّٰہِ الْقُرْاٰنِ وَالنُّبُوَّةِ الْمُحَمَّدِيَّة

جسکو فخر اہل اسلام پنجاب جناب میرزا غلام احمد صاحب رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب دام فیضہ

نے کمال تحقیق اور تدقیق سے تالیف کر کے منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لئے

بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ شائع کیا۔

مطبع ریاض ہند امرتسر میں باہتمام شیخ محمد حسین مراد آبادی کے ۱۸۸۴ء میں طبع ہوئی

فہرست مضامین براہین احمدیہ حصہ چہارم[له]

۱۔ کلام الٰہی کی ضرورت کے ثبوت میں اور اس بات کے اثبات میں کہ حقیقی اور کامل پاکیزگی اور معرفت جس کو اپنی نجات کے لئے اس دنیا میں حاصل کرنا چاہیئے بجز کلام الٰہی غیر ممکن ہے اور اس کی ضمن میں بہت سے خیالات برہمو سماجیوں اور فلسفیوں اور نیچریوں کا رد صفحہ ۲۰۹ سے ۵۹۴ تک حاشیہ نمبر ۱۱ و نیز متن۔

۲۔ قرآن شریف کی ایک سورۃ یعنی سورۃ فاتحہ کے بے مثل دقائق و حقائق و خواص کا بیان صفحہ ۳۶۹ سے ۵۷۰ تک۔

۳۔ قرآن شریف کی بعض دوسری آیات کا بیان کہ جو توحید الٰہی کے مضمون پر مشتمل ہیں صفحہ ۳۳۷ سے صفحہ ۳۹۵ تک حاشیہ نمبر ۱۱۔

۴۔ اس بات کا بیان کہ وید تعلیم توحید اور فصاحت بلاغت سے خالی ہے اور وید کی بعض شرتیوں کا ذکر صفحہ ۴۰۴ سے تا صفحہ ۴۲۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲۔

۵۔ وید کے عقائد باطلہ کا ذکر صفحہ ۲۹۳ سے تا صفحہ ۳۲۴ حاشیہ نمبر ۱۱۔

۶۔ پنڈت دیانند اور ان کے لاجواب رہنے کا بیان اور ان سوالات کا ذکر جن میں وہ لاجواب رہے اور ان کی وفات کی نسبت پیشگوئی کہ جو قبل از وقوع بعض آریوں کو بتلائی گئی صفحہ ۳۱۵ تا ۳۲۰ حاشیہ نمبر ۱۱۔

۷۔ انجیل اور قرآن شریف کی تعلیم کا مقابلہ صفحہ ۳۳۲ سے ۳۶۶ تک۔

۸۔ ان تمام پیشگوئیوں کا ذکر کہ جو بعض آریوں کو بتلائی گئیں صفحہ ۴۷۴ تا ۵۱۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳۔

۹۔ آئندہ پیشگوئیوں کا بیان ۵۱۴ سے تا ۵۲۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳۔

۱۰۔ مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں نہ آیا اور ان کی کوئی پیشگوئی سچی ثابت نہیں صفحہ ۳۴۲ سے تا صفحہ ۳۴۹ متن۔

۱۱۔ نجات حقیقی کیا چیز ہے اور کیونکر حاصل ہو سکتی ہے صفحہ ۴۳۳ سے تا صفحہ ۴۶۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲۔

له یہ فہرست طبع اوّل میں درج ہے اور اس کے صفحات موجودہ ایڈیشن کے حواشی پر درج کئے گئے ہیں۔ شمس

(الف)

مسلمانوں کی نازک حالت

(اور)

انگریزی گورنمنٹ

ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

آجکل ہمارے دینی بھائیوں مسلمانوں نے دینی فرائض کے ادا کرنے اور اخوت اسلامی کے بجالانے اور ہمدردی قومی کے پورا کرنے میں اس قدر سستی اور لاپروائی اور غفلت کر رکھی ہے کہ کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان میں ہمدردی قومی اور دینی کا مادہ ہی نہیں رہا۔ اندرونی فسادوں اور عنادوں اور اختلافوں نے قریب قریب ہلاکت کے ان کو پہنچا دیا ہے اور افراط تفریط کی بیجا حرکات نے اصل مقصود سے ان کو بہت دور ڈال دیا ہے جس نفسانی طرز سے ان کی باہمی خصومتیں برپا ہو رہی ہیں۔ اس سے نہ صرف یہی اندیشہ ہے کہ ان کا بے اصل کینہ دن بدن ترقی کرتا جائیگا اور کیڑوں کی طرح بعض کو بعض کھائیں گے اور اپنے ہاتھ سے اپنے استیصال کے موجب ہونگے بلکہ یہ بھی یقیناً خیال کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی دن ایسا ہی اشتعال رہا۔ تو ان کے ہاتھ سے سخت ضرر اسلام کو پہنچیگا۔ اور ان کے ذریعہ سے بیرونی مفسد مخالف بہت سا موقع نکتہ چینی اور فساد انگیزی کا پائیں گے۔ آجکل کے بعض علماء پر ایک یہ بھی افسوس ہے کہ وہ اپنے بھائیوں پر اعتراض کرنے میں بڑی عجلت کرتے ہیں۔ اور قبل اس کے جو اپنے پاس علم صحیح قطعی موجود ہو اپنے بھائی پر حملہ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور کیونکر تیار نہ ہوں بباعث غلبہ نفسانیت یہی تو مد نظر ہوتا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو کہ جو مقابل پر نظر آرہا ہے نابود کیا جائے۔ اور اس کو شکست اور ذلت اور رسوائی پہنچے اور ہماری فتح اور فضیلت ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات میں ان کو فضول جھگڑے کرنے پڑتے ہیں۔ خدا نے تکلفات سے منع

اور فروتنی اور حسن ظن اور محبت برادرانہ کو اٹھا لیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ بعض صاحبوں نے مسلمانوں میں سے اس مضمون کی بابت کہ جو حصہ سوم کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کے شکر کے بارے میں شامل ہے اعتراض کیا اور بعض نے خطوط بھی بھیجے اور بعض نے سخت اور درشت لفظ بھی لکھے کہ انگریزی عملداری کو دوسری عملداریوں پر کیوں ترجیح دی لیکن ظاہر ہے کہ جس سلطنت کو اپنی شائستگی اور حسن انتظام کے رو سے ترجیح ہو اس کو کیونکر چھپا سکتے ہیں۔ خوبی باعتبار اپنی ذاتی کیفیت کے خوبی ہی ہے گو وہ کسی گورنمنٹ میں پائی جائے۔ الحکمۃ ضالۃ المؤمن الخ۔ اور یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کا ہرگز یہ اصول نہیں ہے کہ مسلمانوں کی قوم جس سلطنت کے ماتحت رہ کر اس کا احسان اٹھاوے اس کے ظل حمایت میں بامن و آسائش رہ کر اپنا رزق مقسوم کھاوے۔ اس کے انعامات متواترہ سے پرورش پاوے پھر اسی پر عقرب کی طرح نیش چلاوے۔ اور اس کے سلوک اور مروت کا ایک ذرہ شکر نہ بجالاوے۔ بلکہ ہم کو ہمارے خداوند کریم نے اپنے رسول مقبول کے ذریعہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ ہم نیکی کا معاوضہ بہت زیادہ نیکی کے ساتھ کریں اور منعم کا شکر بجالاویں۔ اور جب کبھی ہم کو موقعہ ملے تو ایسی گورنمنٹ سے بدلی صدق کمال ہمدردی سے پیش آویں اور بطیب خاطر معروف اور واجب طور پر اطاعت اٹھاویں۔ سو اس عاجز نے جس قدر حصہ سوم کے پرچہ شمولہ میں انگریزی گورنمنٹ کا شکر ادا کیا ہے وہ صرف اپنے ذاتی خیال سے ادا نہیں کیا بلکہ قرآن شریف و احادیث نبوی کی ان بزرگ تاکیدوں نے جو اس عاجز کے پیش نظر ہیں مجھ کو اس شکر ادا کرنے پر مجبور کیا ہے سو ہمارے بعض نا سمجھ بھائیوں کی یہ افراط ہے جس کو وہ اپنی کوتہ اندیشی اور بخل فطرتی سے اسلام کا جز سمجھ بیٹھے ہیں۔

اے جفا کیش نہ عذر ست طریق عشاق ۔۔۔ ہرزہ بدنام کنی چند نکو نامے را

اور جیسا کہ ہم نے ابھی اپنے بعض بھائیوں کی افراط کا ذکر کیا ہے ایسا ہی بعض ان میں سے تفریط کی مرض میں بھی مبتلا ہیں اور دین سے کچھ غرض و واسطہ ان کو نہیں رہا۔ بلکہ ان کے خیالات کا تمام زور

حاشیہ

دنیا کی طرف لگ رہا ہے مگر افسوس کہ دنیا بھی اُن کو نہیں ملی۔ خسر الدُّنیا والعاقبۃ بن کے چلیں۔
اور کیونکر ملے۔ دین تو ہاتھ سے گیا اور دنیا کمانے کے لئے جو لیاقتیں ہونی چاہئیں وہ حاصل نہیں
کیں۔ صرف شیخ چلّی کی طرح دنیا کے خیالات دل میں بھرے ہیں۔ اور جس لکیر پر چلنے سے دنیا
ملتی ہے۔ اُس پر قدم نہ رکھا اور اُس کے مناسب حال اپنے تئیں نہ بنایا۔ سو اب اُن کا یہ حال
ہے کہ نہ اِدھر کے رہے اور نہ اُدھر کے رہے۔ انگریز جو انہیں نیم وحشی کہتے ہیں یہ بھی انکا احسان ہی
سمجھئے ورنہ اکثر مسلمان وحشیوں سے بھی بدتر نظر آتے ہیں۔ نہ عقل رہی نہ ہمت رہی نہ غیرت رہی
نہ محبت رہی۔ فی الحقیقت یہ سچ ہے کہ جس قدر اُن کے ہمسائیوں آریوں کی نظر میں ایک ادنیٰ
حیوان گائے کی عزت اور توقیر ہے اُن کے دلوں میں اپنی قوم اور اپنے بھائیوں اور اپنے سچے دین
کی ہدایات کی اس قدر بھی عزت نہیں۔ کیونکہ ہم ہمیشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اولوالعزم
قوم آریہ گائے کی عزت قائم رکھنے کے لئے اس قدر کوششیں کر کے لاکھوں روپیہ جمع کر لیتے ہیں
کہ مسلمان لوگ اللہ اور رسول کی عزت ظاہر کرنے کے لئے اس کا دسواں حصہ بھی جمع نہیں کر سکتے
بلکہ جہاں کہیں اعانت دینی کا ذکر آیا۔ تو وہیں عورتوں کی طرح اپنا مونہہ چھپا لیتے ہیں۔ اور آریہ
قوم کی اولوالعزمی غور کرنے سے اور بھی زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ گائے کی جان بچانے
کے لئے کوشش کرنا حقیقت میں اُن کے مذہب کی رو سے ایک ادنیٰ کام ہے کہ جو مذہبی کتب
سے ثابت نہیں بلکہ اُن کے محقق پنڈتوں کو خوب معلوم ہے کہ کسی وید میں گائے کا حرام ہونا
نہیں پایا جاتا۔ بلکہ رگ وید کے پہلے حصہ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ وید کے زمانہ میں گائے کا
گوشت عام طور پر بازاروں میں بکتا تھا اور آریہ لوگ بخوشی خاطر اسکو کھاتے تھے۔ اور بنگال میں جو
ایک بڑے محقق ہیں آنریبل مونٹ اسٹورٹ الفنسٹن صاحب بہادر سابق گورنر بمبئی نے واقعات
آریہ قوم میں ہندوؤں کے مستند پستکوں کے رو سے ایک کتاب بنائی ہے جس کا نام تاریخ
ہندوستان ہے اس کے صفحہ نواسی میں منو کے مجموعہ کی نسبت صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ
اس میں بڑے بڑے تیوہاروں میں بیل کا گوشت کھانے کے لئے برہمنوں کو تاکید کی گئی ہے یعنے اگر

نہ کھاویں تو گنہگار ہوں اور ایسی ہی ایک اور کتاب انہیں دنوں میں ایک پنڈت صاحب نے بمقام کلکتہ چھپوائی ہے جس میں لکھا ہے کہ وید کے زمانہ میں گوشت کا کھانا ہندوؤں کے لئے دینی فرائض میں سے تھا اور بڑے بڑے سادھو عمدہ عمدہ گوشت سے برہمنوں کو کھلاتے تھے۔ اور علیٰ ہٰذا القیاس مہابھارت کے سب تیرتھوں میں بھی صاف تصریح ہے کہ گوشت گائے کا نہ صرف حلال اور طیب بلکہ اس کا اپنے پتروں کے لئے برہمنوں کو کھلانا تمام جانوروں میں سے اولیٰ اور بہتر ہے اور اس کے کھلانے سے پتر دس ماہ تک سیر رہتے ہیں۔ غرض وید کے تمام رشیوں اور منو جی اور بیاس جی نے گوشت گائے کا استعمال کرنا فرائض دینی میں داخل کیا ہے اور موجب ثواب سمجھا ہے اور اس جگہ ہمارا بیان بعض کی نظر میں ناقص رہ جاتا اگر ہم پنڈت دیانند صاحب کو چھوڑ دیں۔ سو اگرچہ پنڈت صاحب ۱۸۸۳ء میں اس جہان کو چھوڑ گئے۔ رائے مستقل بالا سے باہر رکھ لیتے۔ سو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ پنڈت صاحب موصوف نے بھی کسی اپنی کتاب میں گائے کا حرام یا پلید ہونا نہیں لکھا اور نہ وید کے رو سے اس کی حرمت اور ممانعت ذبح کو ثابت کیا بلکہ بنظر ارزانی دودھ اور گھی کے اس رواج کی بنیاد بیان کی ہے اور بعض ضرورت کے موقعوں میں گاؤ کشی کو مناسب بھی سمجھا جیسا کہ ان کی ستیارتھ پرکاش اور وید بھاش سے ظاہر ہے۔

اب اس تمام تقریر سے ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ آریہ لوگ اپنے وید مقدس اور اپنے بزرگ رشیوں اور بیاس جی اور منو جی کی قابل تعظیم قولوں اور اپنے محقق اور فاضل پنڈتوں کے قول سے کیوں خلاف ورزی اور انحراف کرتے ہیں۔ بلکہ اس جگہ صرف یہ غرض ہے کہ آریہ قوم کیسی اولوالعزم اور باہمت اور اتفاق کرنے والی قوم ہے کہ ایک ادنیٰ بات پر بھی کہ جس کی مذہب کے رو سے کچھ بھی اصلیت نہیں پائی جاتی وہ اتفاق کر لیتے ہیں اور ہزار ہا روپیہ چندہ ہاتھوں ہاتھ جمع ہو جاتا ہے۔ پس جس قوم کا ناکارہ خیالات پر یہ اتفاق اور جوش ہے اس قوم کی عالی ہمتی اور دلی جوش کا معاملات عظیمہ پر خود اندازہ کر لینا چاہیئے۔ پست ہمت مسلمانوں کو لازم ہے کہ بیٹھے ہی مر جائیں۔ اگر محبت خدا اور رسول کی نہیں تو اسلام کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں کیا خباثت

کے کاموں میں اور نفس امّارہ کی پیروی میں اور ناک کے بڑھانے کی نیت سے بے اندازہ مال ضائع کرنا
اور خدا اور رسول کی محبت میں اور ہمدردی کی راہ میں ایک دانہ ہاتھ سے نہ چھوڑنا یہی اسلام ہے
نہیں ہے ہرگز اسلام نہیں یہ ایک باطنی جذام ہے۔ یہی ادبار ہے کہ مسلمانوں پر عاید ہو رہا
ہے۔ اکثر مسلمان امیروں نے مذہب کو ایک ایسی چیز سمجھ رکھا ہے کہ جس کی ہمدردی غریبوں
پر ہی لازم ہے اور دولتمند اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جنہیں اس بوجھ کو ہاتھ لگانا بھی منع ہے۔ اس
عاجز کو اس تجربہ کا اسی کتاب کے چھپنے کے اثناء میں خوب موقعہ ملا کہ حالانکہ بخوبی مشتہر کیا گیا
تھا کہ اب بباعث بڑھ جانے ضخامت کے اصل قیمت کتاب کی سو روپیہ ہی مناسب ہے کہ
ذی مقدرت لوگ اس کی رعایت رکھیں کیونکہ غریبوں کو یہ صرف دس روپیہ میں دی جاتی ہے سو
جبر نقصان کا واجبات سے ہے مگر بجز سات آٹھ آدمی کے سب غریبوں میں داخل ہو گئے۔
خوب جبر کیا ہم نے جب کسی منی آرڈر کی تفتیش کی کہ یہ پانچ روپیہ بوجہ قیمت کتاب کس کے آئے ہیں
یا یہ دس روپیہ کتاب کے مول میں کس نے بھیجے ہیں تو اکثر یہی معلوم ہوا کہ فلاں نواب صاحب نے
یا فلاں رئیس اعظم نے۔ ہاں نواب اقبال الدولہ صاحب حیدر آباد نے اور ایک
اور رئیس نے ضلع بلند شہر سے جس نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کیا ہے ایک نسخہ کی قیمت میں
سو سو روپیہ بھیجا ہے اور ایک عہدہ دار محمد افضل خان نام نے ایک سو دس اور
نواب صاحب کوٹلہ مالیر نے تین نسخہ کی قیمت میں سو روپیہ بھیجا اور سردار عطر سنگھ
صاحب رئیس اعظم لودھیانہ نے کہ جو ایک ہندو رئیس ہیں اپنی عالی ہمتی اور فیاضی کی
وجہ سے بطور اعانت پچیس روپیہ بھیجے ہیں۔ سردار صاحب موصوف نے ہندو ہونے کی حالت میں
اسلام سے ہمدردی ظاہر کی۔ بخیل اور ممسک مسلمانوں کو جو بڑے بڑے لقبوں اور ناموں سے بلائے جاتے
ہیں اور قارون کی طرح بہت سا روپیہ دبائے بیٹھے ہیں اس جگہ اپنی حالت کو سردار صاحب کے
مقابلہ پر دیکھ لینا چاہیئے جس حالت میں آریوں میں ایسے لوگ بھی پائے گئے ہیں کہ جو دوسری قوم کی بھی
ہمدردی کرتے ہیں اور مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی کم ہیں کہ جو اپنی ہی قوم سے ہمدردی کر سکیں تو پھر کیونکر

اس قوم کی ترقی کیونکر ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ یہی بے دردی بجز مسلمانوں کے ہر ایک قوم کے امراء میں پائی جاتی ہے۔ ہاں اسلامی امیروں میں ایسے لوگ بہت ہی کم پائے جائیں گے کہ جن کو اپنے سچے اور پاک دین کا ایک ذرہ خیال ہو۔ کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ اس خاکسار نے ایک نواب صاحب کی خدمت میں کہ جو بہت پارسا طبع اور متقی اور فضائل علمیہ سے متصف اور قال اللہ اور قال الرسول سے بدرجہ غایت خبر رکھتے ہیں کتاب براہین احمدیہ کی اعانت کیلئے لکھا تھا سو اگر نواب صاحب ممدوح اسکے جواب میں یہ لکھتے کہ ہماری رائے میں کتاب ایسی عمدہ نہیں جس کیلئے کچھ مدد کی جائے تو کچھ جائے افسوس نہ تھا مگر صاحب موصوف نے پہلے تو یہ لکھا کہ پندرہ بیس کتابیں ضرور خریدیں گے اور پھر دوبارہ یاد دہانی پر یہ جواب آیا کہ دینی مباحثات کی کتابوں کا خریدنا یا ان میں مدد دینا خلاف منشاء گورنمنٹ انگریزی ہے اسلئے اس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ امید نہ رکھیں۔ سو ہم بھی نواب صاحب کو امید گاہ نہیں بناتے بلکہ امیدگاہ خداوند کریم ہی ہے اور وہی کافی ہے (خدا کرے گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب پر بہت راضی رہے) لیکن ہم بادب تمام عرض کرتے ہیں کہ ایسے ایسے خیالات میں گورنمنٹ کی ہجو ملیح ہے گورنمنٹ انگریزی کا یہ اصول نہیں ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے سے روکے یا دینی کتابوں کی اعانت کرنے سے منع کرے۔ ہاں اگر کوئی مضمون مخل امن یا مخالف انتظام سلطنت ہو تو اس میں گورنمنٹ مداخلت کرے گی۔ ورنہ اپنے اپنے مذہب کی ترقی کے لئے وسائل جائزہ کو استعمال میں لانا ہر ایک قوم کو گورنمنٹ کی طرف سے اجازت ہے۔ پھر جس قوم کا مذہب حقیقت میں سچا ہے اور نہایت کامل اور مضبوط دلائل سے اس کی حقیت ثابت ہے۔ وہ قوم اگر نیک نیتی اور تواضع اور فروتنی سے خلق اللہ کو نفع پہنچانے کیلئے اپنے دلائل حقہ شائع کرے تو عاقل گورنمنٹ کیوں اس پر ناراض ہوگی۔ ہائے اسلامی امراء کو اس بات سے بہت کم خبر ہے کہ گورنمنٹ کی عادلانہ مصلحت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ دلی انشراح سے آزادی کو قائم رکھے اور خود ہم نے بچشم خود ایسے لائق اور نیک فطرت انگریز کئی دیکھے ہیں کہ جو مداہنہ اور منافقانہ سیرت کو پسند نہیں کرتے اور تقویٰ اور خداترسی اور یکرنگی کو اچھا سمجھتے ہیں اور حقیقت میں تمام برکتیں یکرنگی ہی اور

خدا ترسی میں بڑی ہی برکات ہیں جن کا عکس کبھی نہ کبھی خویش اور بیگانہ پر پڑ جاتا ہے۔ اور جس پر خدا راضی ہے آخر اس پر خلق اللہ بھی راضی ہو جاتی ہے۔ غرض نیک بختی اور صالحانہ تقویٰ سے دینی اور قومی ہمدردی میں مشغول ہونا فی الحقیقت دنیا اور دین میں دلی جوش سے خلق اللہ کا خیر خواہ بننا ایک ایسی نیک صفت ہے کہ اس قسم کے لوگ کسی گورنمنٹ میں پائے جانا اس گورنمنٹ کا فخر ہے اور اس زمین پر آسمان سے برکات کا نازل ہونا بھی ہے جس میں ایسے لوگ پائے جائیں۔ لیکن سخت بدنصیب وہ گورنمنٹ ہے جس کے ماتحت سب منافق ہی ہوں کہ جو گھر میں کچھ کہیں اور روبرو کچھ کہیں۔ سو یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ لوگوں کا نیک نیتی میں ترقی کرتے جانا اور گورنمنٹ کو ایک محسن دوست سمجھ کر بے تکلف اس کے ساتھ پیش آنا یہی خوش قسمتی گورنمنٹ انگریزی کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے مربی حکام نہ صرف قول سے آزادی کا سبق ہم کو دیتے ہیں۔ بلکہ دینی امور میں خود کر کے دکھلا کر افعال کے ساتھ ہی عملی نصیحت سے ہم کو آزادی پر قائم کرنا چاہتے ہیں اور بطور نظیر کے یہی کافی ہے کہ شاید ایک ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ جب ہمارے ملک کے نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر بٹالہ ضلع گورداسپور میں تشریف لائے تو انہوں نے گرجا گھر کی بنیاد رکھنے کے وقت نہایت سادگی اور بے تکلفی سے عیسائی مذہب سے اپنی ہمدردی ظاہر کر کے فرمایا کہ مجھ کو امید تھی کہ چند روز میں یہ ملک دینداری اور راستبازی میں کچھ ترقی پائیگا لیکن تجربہ اور مشاہدہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بہت ہی کم ترقی ہوئی یعنی ابھی لوگ بکثرت عیسائی نہیں ہوئے اور پاک گروہ کہ جن کا عدد قلیل القدر ہے تو بھی ہم کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ پادری صاحبان کا کام بے فائدہ نہیں اور ان کی محنت ہرگز ضائع نہیں بلکہ خدا کے موافق دلوں میں اثر کرتی ہے اور باطنوں میں بہت سے لوگوں کے دل تیار ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک مہینہ سے کم گذرا ہوگا کہ ایک معزز رئیس میرے پاس آیا اور مجھ سے ایک گھنٹہ تک دینی گفتگو کی معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دل کچھ عیسائیت چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے دینی کتابیں بہت دیکھیں لیکن میرے شکوک کا بوجھ دور نہیں ہوا اور میں خوب جانتا ہوں کہ میں نیک کام نہیں کر سکتا۔ مجھے بہت بے چینی ہے۔ میں نے جواب میں اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو زبان میں اسکو اس یسوع کی بابت

سمجھایا جو سارے گناہوں سے پاک و صاف کرتا ہے اور اس راستبازی کی بابت سمجھایا کہ جو اعمال سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ مفت ملتی ہے۔ اُس نے کہا کہ میں نے سنسکرت میں انجیل دیکھی ہے اور ایک دو دفعہ یسوع مسیح سے دعا مانگی ہے اور اب میں خوب انجیل کو دیکھوں گا اور زور زور سے عیسیٰ مسیح سے دعا مانگوں گا۔ پس یقیناً سمجھو کہ آپ کے وعظ سے بڑی تاثیر ہوئی اور عیسائی مذہب کی کامل رغبت پیدا ہو گئی اب دیکھنا چاہیئے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے کس محنت سے ہندو رئیس کو اپنے مذہب کی طرف مائل کیا۔ اور اگرچہ ایسے ایسے رئیس اپنے مطلب نکالنے کیلئے حکام کے روبرو ایسی ایسی منافقانہ باتیں کیا کرتے ہیں تا حکام ان پر خوش ہو جائیں اور انکو اپنا دینی بھائی بھی خیال کر لیں لیکن اس تقریر سے مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ صاحب موصوف کی اس گفتگو سے گورنمنٹ انگریزی کی آزادی کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کیونکہ جب خود نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اپنے پرجوش عقیدہ کا ہندوستان میں پھیلانا دلی رغبت چاہتے ہیں بلکہ اس کے لئے کبھی کبھی موقعہ پا کر تحریک بھی کرتے ہیں تو پھر وہ دوسروں پر اپنے اپنے دین کی ہمدردی کرنے میں کیوں ناراض ہوں گے اور حقیقت میں ہر ایک کی سچی ہمدردی بجا لانا ایک نیک صفت ہے جس پر نفاق کی سیرت کو قربان کرنا چاہیئے۔ اسی ہمدردی کے جوش سے بمبئی کے سابق گورنر سر رچرڈ ٹمپل صاحب نے مسلمانوں کی نسبت ایک مضمون لکھا ہے چنانچہ وہ ولایت کے ایک اخبار ایوننگ سٹینڈرڈ نامی میں چھپ کر اردو اخباروں میں بھی شائع ہو گیا ہے۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ مسلمان لوگ عیسائی نہیں ہوتے اور وجہ یہ ہے کہ ان کا مذہب ان ناممکن باتوں سے پُر نہیں ہے جن میں ہندو مذہب ڈوبا ہوا ہے۔ ہندو مذہب اور بدھ مذہب کے قائل کرنے کے لئے ممکن ہے کہ بعض منٹوں میں عام دلائل سے قائل کر کے ان کو مذہب سے گرایا جائے لیکن اسلامی مذہب عقل کا مقابلہ بخوبی کرتا ہے اور دلائل سے نہیں ٹوٹ سکتا ہے۔ عیسائی لوگ آسانی سے دوسرے مذہبوں کے ناممکنات ظاہر کر کے انکے پیروؤں کو مذہب سے ہٹا سکتے ہیں مگر محمدیوں کے ساتھ ایسا کرنا ان کے لئے ٹیڑھی کھیر ہے سو یہ لیاقت مسلمان امیروں میں نہیں پائی جاتی ہے چہ جائیکہ وہ اس مضمون پر غور کریں۔

خاکسار غلام احمد

یعنے اس کی ذات اور صفات اور افعال کا شرکت غیر سے پاک ہونا اور قدرت کاملہ سے

ذرہ شک کرنے کی گنجائش نہیں رہتی اور ایسے امر ثابت شدہ پر شک کرنا اُن سودائیوں اور وہمیوں سوفسطائیوں کا کام ہے جن کے دل اصل فطرت سے ایسے منقلب ہو گئے ہیں کہ کسی صداقت پر بطور غالب اعتقاد کرنا کبھی ان کو نصیب نہیں ہوتا اور ہمیشہ شکوک اور شبہات میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اور گو روشنی کیسی ہی اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ مگر اُن کی کجی کور باطنی کو جو خفاش کی طرح اُن کی پیدائش کو لازم ذاتی ہے کچھ روبہ کمی نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ خدا کے وجود میں بھی ہمیشہ ان کو دبدھا ہی رہتی ہے۔ پس ایسے لوگوں کی بیماری حقیقت میں لاعلاج ہے۔ ورنہ جس شخص کو ایک ذرہ سی بصیرت بھی حاصل ہے۔ وہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب سلسلہ تحقیق اور تدقیق کا اس حد تک پہنچ جائے کہ حقیقت واقعی بکلی منکشف ہو جائے اور چاروں طرف سے دلائل واضحہ اور شواہد قاطعہ آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے نکل آویں تو امر تنقیح اور تفتیش کا وہیں ختم ہو جاتا ہے اور طالب حق کو اُسی جگہ مضبوطی سے قدم مارنا پڑتا ہے۔ اور انسان کو بجز ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ اور خود ظاہر ہے کہ جب کامل ثبوت ہاتھ میں آ گیا اور ہر ایک گوشہ امر ثبوت شدہ کا صبح صادق کی طرح کھل گیا اور حق الامر کا چہرہ بکمال صفائی نمودار ہو گیا۔ تو پھر کیونکر دانشمند اور صحیح الحواس انسان اس میں شک کرے۔ اور کیا وجہ کہ سلیم العقل انسان کا دل پھر بھی اس پر تسلی نہ پکڑے۔ ہاں جب تک امکان غلطی باقی ہے اور بصفائی تمام انکشاف نہیں ہوا۔ تب تک غور اور فکر کا گھوڑا آگے سے آگے دوڑ سکتا ہے اور نظر ثانی در نظر ثانی ہو سکتی ہے۔ نہ یہ کہ ثابت شدہ صداقت میں بھی وہمیوں کی طرح شک کر کے بیہودہ وساوس میں پڑتے جائیں۔ اس کا نام خیالات کی ترقی نہیں۔ یہ تو مادہ سودائی ترقی ہے۔ جس شخص پر ایک امر کے جواز یا عدم جواز کی نسبت حال واقعی اظہر من الشمس ہو گیا۔ تو پھر کیا وہ مدہوش یا دیوانہ ہے کہ باوصف اس انکشاف تام کے پھر بھی اپنے دل میں یہ سوال کرے۔ کہ شاید

آپ کا اسی قسم کا ہے۔ جیسے تمام یہودی اب تک باصرار تمام کہتے ہیں کہ مسیح نے انجیل کو ہمارے نبیوں کی کتب مقدسہ سے چرا کر بنا لیا ہے۔ بلکہ اُن کے علماء اور احبار تو کتابیں کھول کھول کر بتلاتے ہیں کہ فلاں فلاں جگہ سے فقرات

بھی تجربہ سے ہوتے ہوں تا یہ ایسا امر نہیں ہے کہ جو فقط تجربہ سے ثابت ہوا ہو۔ بلکہ دلائل عقلیہ

جس امر کو میں ناجائز سمجھتا ہوں وہ جائز ہی ہو۔ یا جس کو میں جائز قرار دیتا ہوں وہ حقیقت میں ناجائز ہو۔ البتہ ایسے سوالات اُس وقت پیش آسکتے تھے اور ایسے وساوس اُس حالت میں دلوں میں اُٹھ سکتے تھے کہ جب سارا مدار تحقیقات عقلیہ پر ہوتا اور عقل انسانی برہمو سماج والوں کی عقل کی طرح اپنے دوسرے رفیق کے اتفاق اور اشتمال سے محروم اور بے نصیب ہوتی۔ لیکن الہام حقیقی کے تابعین کی عقل ایسی غریب اور بے کس نہیں۔ بلکہ اس کا ممد و معاون خدا کا کلام کامل ہے جو سلسلہ تحقیقات کو اپنے مرکز اصلی تک پہنچاتا ہے اور وہ مرتبہ یقین اور معرفت کا بخشتا ہے کہ جس کے آگے قدم رکھنے کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ دلائل عقلیہ کو باستیفا بیان کرتا ہے۔ اور دوسری طرف خود وہ بے مثل مانند ہونے کی وجہ سے خدا اور اس کی باتوں پر یقین لانے کے لئے حجت قاطعہ ہے۔ سو اس دوہرے ثبوت سے جس قدر طالب حق کو مرتبہ حق الیقین حاصل ہوتا ہے اس مرتبہ کا قدر وہی شخص جانتا ہے کہ جو سچے دل سے خدا کو ڈھونڈتا ہے۔ اور وہی اسکو جانتا ہے کہ جو روح کی سچائی سے خدا کا طالب ہے۔ لیکن برہمو سماج والے جن کا یہ اصول ہے کہ ایسی کوئی کتاب یا ایسا کوئی شخص نہیں جس میں غلطی کا امکان نہ ہو کیونکر اس مرتبہ یقین تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب تک اس شیطانی اصول سے توبہ کر کے یقینی راہ کے طالب نہ ہوں کیونکہ جس حالت میں اب تک برہمو سماج والوں کو خود باقرار ان کے ایسی کوئی کتاب نہیں ملی۔ اور نہ انہوں نے آپ بنائی کہ جو ایسے مسائل کا مجموعہ ہو کہ جو غلطی سے خالی ہوں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اب تک ایمان ان کا ورطہ شبہات میں ڈوبتا پھرتا ہے۔ اور یہ اصول انکا صاف دلالت کرتا ہے کہ ان کو خداشناسی کے مسائل میں سے کسی مسئلہ پر یقین حاصل نہیں۔ اور ان کے نزدیک یہ بات محالات میں سے ہے کہ کوئی کتاب علم دین میں سچے مسائل کا مجموعہ ہو۔ بلکہ انہوں نے

چھوڑ رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح دیانند پنڈت بھی اپنی تالیفات میں خود مقر ہے کہ آریہ ورت والے پستکوں سے کاٹ چھانٹ کر بنائی گئی ہے۔ اور اب تک ستی وغیرہ کی رسم و [illegible] کی طرح اس

۲۸۲ بھی خدا کا اپنی ذات اور جمیع صفات اور افعال میں واحد لاشریک ہونا ضروری اور

تو علاوہ بریں یہ رائے ظاہر کر دی ہے کہ گو کوئی کتاب ایسی ہو کہ جو سراسر خدا کی ہستی کی قائل اور
اس کو واحد لاشریک اور قادر اور خالق اور عالم الغیب اور حکیم اور رحمان اور رحیم اور دوسری
صفات کاملہ سے یاد کرتی ہو۔ اور حدوث اور فنا اور تغیر اور تبدل اور شرکت غیر وغیرہ امور
ناقصہ سے پاک اور منزہ سمجھتی ہو۔ مگر تب بھی وہ کتاب ان کے نزدیک غلطی کے احتمال سے
خالی نہیں اور اس لائق نہیں کہ جو اس پر یقین کیا جائے۔ اور اسی وجہ سے یہ لوگ قرآن شریف
سے بھی انکار کر رہے ہیں۔ اب دیکھو کہ ان کے دین و ایمان کا انہیں کے اقرار سے یہ خلاصہ
۲۸۳ نکلا کہ ان کے نزدیک خدا کی ہستی اور اس کی وحدانیت اور قادریت بھی احتمال غلطی سے
خالی نہیں۔ الغرض جب کہ انہوں نے آپ ہی اقرار کر دیا کہ ان کے پاس کوئی ایسی کتاب
نہیں جس کی صحت ان کے نزدیک یقینی ہو۔ تو اس سے صاف کھل گیا کہ ان کے مذہب کی
بنیاد سراسر ظنیات پر ہے اور ایمان ان کا مراتب یقینیہ سے بکلی دور و مہجور ہے۔ پس
یہ وہی بات ہے جس کو ہم بارہا اسی حاشیہ میں لکھ چکے ہیں کہ مجرد عقلی تقریروں سے علم
الٰہیات میں کامل تسلی اور تشفی ممکن نہیں۔ اس صورت میں پیارا اور برہمو لوگوں کا اس بات
پر تو اتفاق ہو چکا کہ مجرد عقل کی رہبری سے کوئی انسان یقین کامل تک نہیں پہنچ سکتا۔
اور جائے النزاع فقط یہ امر تھا کہ کیا خدا نے برہمو لوگوں کی رائے کے موافق انسان کو
اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ باوجود جوشش طلب یقین کامل اور حق محض کے جو اس کی
فطرت میں ڈالا گیا ہے۔ پھر بھی اپنی اس فطرتی مراد سے ناکام اور بے نصیب رہے۔
اور صرف ایسے خیالوں تک اس کا علم محدود رہے کہ جو احتمال غلطی سے خالی نہیں
یا خدا نے اس کی معرفت کامل اور پوری تسلی کامیابی کے لئے کوئی سبیل بھی مقرر کر
رکھا ہے۔ اور کوئی ایسی کتاب بھی عطا فرمائی ہے کہ جو اس اصول متذکرہ بالا سے

۲۸۲ نہیں پائی جاتیں۔ چنانچہ آپ بھی تو اقرار کرتے ہیں کہ ہندوؤں کے اصول سے انجیل کی تعلیم کو
بہت کچھ مشابہت ہے۔ پس اس اقرار سے بھی آپ اپنے منہ سے ہندوؤں کے دلی

واجب ٹھہراتے ہیں۔ اور اس کی الوہیت کے تحقق کو انہیں خواص کے تحقق سے ۲۴۳

باہم ہو کر حصر میں امکان غلطی کا قاعدہ کلیہ کر دیا ہے۔ سو الحمد للہ والمنۃ ایسی کتاب کا خدا کی طرف سے نازل ہونا بایقین قطعیہ ہم پر ثابت ہو گیا ہے اور ہم بذریعہ کتاب موصوفہ کے اس ہلاکت کے ورطہ سے باہر نکل آئے ہیں جس میں برہمو لوگ مع دیگر طبعیہ کے پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ کتاب وہی عالی شان اور مقدس کتاب ہے جس کا نام فرقان ہے جو حق اور باطل میں فرق بیّن دکھلاتی ہے اور ہر ایک قسم کی غلطیوں سے مبرّا ہے جس کی پہلی صفت یہی ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ[1] اسی نے ہم پر ظاہر کیا ہے کہ خدا حق کے طالبوں کو مراتب یقینیہ سے محروم رکھ کر ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اس رحیم و کریم نے اپنے ضعیف اور ناقص بندوں پر احسان کیا ہے کہ جس کام کو عقل ناقص انسان کی نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے وہ کام آپ کر دکھایا ہے اور جس درخت بلند تک بشر کا کوتاہ ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے پھلوں کو اس نے اپنے ہاتھ سے نیچے گرا دیا ہے۔ اور حق کے طالبوں کو اور سچائی کے بھوکے اور پیاسوں کو یقینی کامل اور قطعی کا سامان عطا کر دیا ہے۔ اور جو دینی صداقتیں عقل کے ہزارہا دقائق ذرّات کی طرح بکھری ۲۴۴ آسمانوں کے دور دراز فضاؤں میں منتشر تھے اور جو زندگی کا پانی شبنم کی طرح متفرق طور پر انسانی سرشت کے ظلمات میں اور اس کی عمیق در عمیق استعدادات میں مخفی اور محتجب تھا جس کو بقوت ظہور لانا اور ناپیدا کنار فضاؤں سے ایک جگہ اکٹھا کرنا انسانی عقل کی طاقتوں سے باہر تھا۔ اور بشر کی ضعیف قوتوں کے پاس کوئی ایسا باریک آلہ غیب نمائی نہ تھا کہ جس کے ذریعہ سے انسان ان ادق اور پوشیدہ ذرّات حقیقات کو کہ جن کو باستیفاء دیکھنے کے لئے بصارت وفا نہیں کرتی تھی۔ اور جمع کرنے کے لئے عمر فرصت نہیں دیتی تھی۔ آسانی سے دریافت اور حاصل کر لیتا۔ ان سب لطائف حکمت

کی تصدیق کرے تو بیشک فرقان شریف ایسا نہیں جس پر یہ الزامات عاید ہو سکیں یا کسی ۲۴۲ بد اندیش کا منصوبہ پیش جا سکے۔ آپ نے بڑا بھاری آفتاب پر تھوکنے کا ارادہ کیا۔ وہ تو حضرت لوٹ کر آپ ہی کے منہ پر پڑیگا۔ منتظر رہئے نتیجہ آپکی بے اصل لاف وگزاف کے

[1] البقرہ: ۳

مشروط قرار دیتے ہیں۔ پس اب اُن نادانوں کو ذرا حیا اور شرم کو کام میں

دقائق معرفت کو اس کامل کتاب نے بلا تفاوت و بلا نقصان و بلا سہو و نسیان خدائی کی
قدرت اور قوت سے اور ربانیت کی طاقت اور حکومت سے ہمارے سامنے مشہود کر دکھایا ہے
تاہم اس پانی کو پی کر بچ جائیں اور موت کے گڑھے میں نہ پڑیں۔ اور پھر کمال یہ کہ اس
جامعیت سے اکٹھا کیا ہے کہ کوئی دقیقہ دقائق صداقت سے اور کوئی لطیفہ لطائف حکمت سے
باہر نہیں رہا۔ اور نہ کوئی ایسا امر داخل ہوا کہ جو کسی صداقت کے مبائن اور منافی ہو۔
چنانچہ ہم نے منکرین کو ملزم اور رسوا کرنے کے لئے بارہا بصراحت لکھ دیا ہے اور باآواز
بلند سنا دیا ہے کہ اگر کوئی برہمو قرآن شریف کے کسی بیان کو خلاف صداقت سمجھتا ہے
یا کسی صداقت سے خالی خیال کرتا ہے تو اپنا اعتراض پیش کرے۔ ہم خدا کے فضل اور کرم
سے اُس کے وہم کو ایسا دور کر دیں گے کہ جس بات کو وہ اپنے خیال باطل میں ایک عیب سمجھتا
تھا اُس کا ہنر ہونا اُس پر آشکارا ہو جائیگا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ مجرد عقلی خیالوں میں صرف اتنا ہی نقص نہیں کہ وہ مراتب
یقینیہ سے قاصر ہیں اور دقائق الٰہیات کے مجموعہ پر قابض نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک یہ
بھی نقص ہے کہ مجرد عقلی تقریریں دلوں پر اثر کرنے میں بھی نہایت درجہ کمزور و بیجان
ہیں۔ اور کمزور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی کلام کا دل پر کارگر ہونا اس بات پر موقوف
ہے کہ اس کلام کی سچائی سامع کے ذہن میں ایسی متحقق ہو کہ جس میں ایک ذرا شک
کرنے کی گنجائش نہ ہو۔ اور دلی یقین سے یہ بات دل میں بیٹھ جائے کہ جس واقعہ
کی ہم کو خبر دی گئی ہے اس میں غلطی کا امکان نہیں۔ اور ابھی ظاہر ہو چکا ہے کہ مجرد
عقل یقین کامل تک پہنچا ہی نہیں سکتی۔ پس اس صورت میں یہ بات بدیہی ہے
کہ وہ آثار جو یقین کامل پر مترتب ہوتے ہیں۔ اور وہ تاثیریں کہ جو یقینی کلام دلوں پر

غرض یہ ہے کہ تا آپ بعض سادہ لوح عیسائیوں کو خوش کر دیں۔ ورنہ دانشمند عیسائی
آپ کی اس بے ہودہ بات پر ہنسے گا۔ کہ جس حالت میں آپ کو خوب معلوم ہے کہ
قرآن کہاں سے اکٹھا کیا گیا ہے۔ اور اس کے تمام حقائق دقائق کس کس کتاب

ذرا غور کرنی چاہیئے جنہوں نے کلام الٰہی کی بے نظیری کی عدم تسلیم میں صرف یہ

کرتی ہے وہ مجرد عقل سے ہرگز متوقع نہیں اور اس کا ثبوت روزمرہ تجربہ سے ظاہر ہے۔ مثلاً ایک شخص ایک دور دراز ولایت کا سیر کر کے آتا ہے۔ تو جب اپنے وطن میں پہنچتا ہے تو ہر یک خویش و بیگانہ اس ولایت کی خبریں اس سے دریافت کرتا ہے اور اس کی چشم دید خبریں بشرطیکہ وہ دروغگوئی کی عادت سے متہم نہ ہو دلوں پر بہت اثر کرتی ہیں اور بغیر کسی تردد اور شک کے فی الفور صحت اور راستی اُن کی کھلی جاتی ہیں بالخصوص جبکہ ایسا مخبر لوگوں کی نظر میں ایک بزرگ اور صالح آدمی ہو۔ اس قدر تاثیر اس کی کلام میں کیوں ہوتی ہے۔ اسلئے ہوتی ہے کہ اول اسکو ایک شریف اور راستباز تسلیم کر کے پھر اسکی نسبت یہ یقین کیا گیا ہے کہ وہ بیرونی ملکوں کے واقعات بیان کرتا ہے۔ اُن کو اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور جو جو خبریں بتلاتا ہے وہ سب اُس کا چشم دید ماجرا ہے۔ پس اسی باعث سے اُس کی باتوں کا دلوں پر سخت اثر واقع ہوتا ہے اور اسکے بیانات طبیعتوں پر ایسے جم جاتے ہیں کہ گویا اُن واقعات کی تصویر نظر کے سامنے آموجود ہوتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات جب وہ اپنے سفر کی ایک رقت آمیز حکایت سناتا ہے یا کسی قوم کا درد انگیز قصہ بیان کرتا ہے تو سنتے ہی وہ بات سامعین کے دل کو ایسا پکڑ لیتی ہے کہ اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں اور اُن کی ایک ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ گویا وہ موقعہ پر موجود ہیں اور اس واقعہ کو بچشم خود دیکھ رہے ہیں۔

لیکن جو شخص اپنے گھر کی چار دیوار سے کبھی باہر نہیں نکلا۔ نہ اس ملک میں کبھی گیا۔ اور نہ دیکھنے والوں سے کبھی اس کا حال سنا۔ اگر وہ محض اٹکل سے اس ملک کی خبریں بیان کرنے لگے۔ تو اس کی بک بک سے مکھی بھی متاثر نہیں ہوتی۔ بلکہ لوگ اُسے کہتے ہیں کہ کیا تو پاگل اور دیوانہ ہے۔ کہ ایسی باتیں بیان کرنے لگا کہ جو تیرے معائنہ اور تجربہ سے باہر ہیں اور تیرے ناقص علم سے بلند تر ہیں۔ اور اس پر ایسا ہی ہنستے ہیں کہ جیسا ایک بزرگ نے کسی احمق کا قصہ لکھا ہے کہ وہ ایک جگہ گیہوں کی روٹی کی بہت سی تعریفیں کر رہا تھا کہ وہ بہت ہی مزہ دار ہوتی ہے۔ اور جب پوچھا گیا کہ تو نے بھی کبھی کھائی

مشہور نصاریٰ یا یہود سے بطور سرقہ اخذ کئے گئے ہیں تو پھر کیوں آپ ایسے کلام کے دکھلانے سے گریز کرتے ہیں جس سے تمام عیسائیوں کی عزت بحال رہے اور اُن کا قدیمی داغ عاجز اور لاجواب

اعتراض بنا رکھا ہے کہ جس حالت میں خدا کا کلام بھی ہمارے کلام کی جنس

ہے۔ تو اُس نے جواب دیا کہ میں نے کھائی تو کبھی نہیں پر میرے دادا ایک بات کیا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہم نے کسی کو کھاتے دیکھا ہے۔

غرض جب تک کوئی سامعین کی نظر میں کسی واقعہ پر پکی گواہی نہ ہو۔ تب تک بجائے اسکے کہ اس کا کلام دلوں پر کچھ اثر کرے خواہ مخواہ ٹھٹھا اور ہنسی کرانے کا موجب ٹھہر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجرد عقلمندوں کی خشک تقریروں سے کسی کو عالم آخرت کی طرف یقینی طور پر توجہ نہیں کیا۔ اور لوگ یہی سمجھتے رہے کہ جیسے یہ لوگ صرف اٹکل سے باتیں کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ہم بھی ان کی رائے کے مخالف اٹکلیں دوڑا سکتے ہیں۔ نہ انہوں نے موقعہ پر جاکر اصل حقیقت کو دیکھا نہ ہم نے۔ اسی باعث سے جب ایک طرف بعض عقلمندوں نے خدا کی ہستی پر رائے ظاہر کرنی شروع کی تو دوسرے عقلمندوں نے ان کے مخالف ہوکر دہریہ مذہب کی تائید میں کتابیں تصنیف کیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ان عاقلوں کا فرقہ جو خدا کی ہستی کے کسی قدر قائل تھے۔ وہ بھی دہریہ پن کی رگ سے کبھی خالی نہیں ہوا اور نہ اب خالی ہے۔ انہیں برہمو لوگوں کو دیکھو کہ وہ خدا کو کمال صفتوں سے معطل سمجھتے ہیں۔ کیا انکو اقرار ہے کہ خدا گونگا نہیں بلکہ اس میں حقیقی طور پر صفت تکلّم بھی ہے جیسے ایک جیتے جاگتے میں ہونی چاہیئے۔ کیا وہ اس کو حقیقی طور پر پورا پورا مدبّر اور رزّاق سمجھتے ہیں۔ کیا انکو اس بات پر ایمان ہے کہ حقیقت میں خدا حیّ و قیوم ہے اور اپنی آوازیں صادق دلوں تک پہنچا سکتا ہے۔ بلکہ وہ تو اسکے وجود کو ایک موہومی اور مُردہ سا خیال کرتے ہیں کہ جس کو عقل انسانی صرف اپنے ہی تصوّرات سے ایک فرضی طور پر ٹھہرا لیتی ہے اور اس طرف سے زندوں کی طرح کبھی آواز نہیں آتی۔ گویا وہ خدا نہیں ایک بت ہی ہے کہ جو کسی گوشہ میں پڑا ہے۔ میں متعجب ہوں کہ ایسے کچّے اور ضعیف خیالات سے کیونکر یہ لوگ خوش ہو بیٹھے ہیں۔ اور ایسی

۲۴۵ رہنے کا آپ کی ہمت سے دھویا جائے تو ان سب کے علاوہ دس ہزار روپیہ ہاتھ کے دست کش ہیں۔ اگر آپ کی ذات شریف میں ایسا ہنر حاصل ہے کہ جو صفتِ تبیین کی

۲۵۵ ہی سے ہے اور انہیں کلمات اور الفاظ سے مرکب ہے جن سے ہمارا کلام مرکب ہے

خود تراشیدہ باتوں سے کن ثمرات کی توقع ہے۔ کیوں سچے طالبوں کی طرح اُس خدا کو نہیں ڈھونڈتے کہ جو قادر توانا اور جیتا جاگتا ہے۔ اور اپنے وجود پر آپ اطلاع دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور اپنی انا الموجود کی آواز سے مُردہ دلوں کو ایک دم میں زندہ کر سکتا ہے۔ ۲۵۶ جب یہ لوگ خود جانتے ہیں کہ عقل کی روشنی دود آمیز ہے تو پھر کامل روشنی کے کیوں خواہاں نہیں ہوتے۔ عجب احمق ہیں کہ اپنے مریض ہونے کے تو قائل ہیں پر علاج کا کچھ فکر نہیں۔ ہائے افسوس کیوں ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں تا وہ حق الامر کو دیکھ لیں۔ کیوں ان کے کانوں سے پردہ نہیں اُٹھتا تا وہ حقانی آواز کو سُن لیں۔ کیوں ان کے دل ایسے کج رو اور ان کی سمجھیں ایسی اُلٹی ہو گئیں کہ جو اعتراض حقیقت میں انہیں پر وارد ہوتا تھا۔ وہ الہام حقیقی کے تابعین پر کرنے لگے۔ کیا ابھی تک ہم نے ان کو یہ ثابت کر کے نہیں دکھلایا کہ وہ معرفت الٰہی میں نہایت ناقص اور خطرہ کی حالت میں ہیں۔ کیا ہم نے ابھی تک ان پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ معرفت تامہ کاملہ صرف قرآن شریف کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہے و بس۔ پھر جب کہ ہر یک طور سے انہیں کا جھوٹا اور غلطی پر ہونا ثابت ہو چکا ہے تو پھر یہ کیسی ایمانداری اور دیانت شعاری ہے کہ اپنے گھر کے ماتم سے بے خبر ہو کر اہل اسلام کو بیمار قرار دیتے ہیں اور خبث اور شر کی باتیں مونہہ پر لاتے ہیں جن سے یقیناً سمجھا جاتا ہے کہ ان کو راست روی سے کچھ بھی غرض اور تعلق نہیں۔ اور یہ باتیں ان کی باتیں نہیں ہیں بلکہ حسد اور تعصب کا بدبودار دُخان ہے۔

اسی وہم کا ضمیمہ برہمو سماج والوں کا ایک اور وہم بھی ہے کہ الہام ایک قید ہے اور ہم ہر یک قید سے آزاد ہیں یعنی ہم اچھے ہیں کیونکہ آزاد قیدی سے اچھا ہوتا ہے۔ ہم اس نکتہ چینی کو مانتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ بلاشبہ الہام ایک قید ہے مگر ایسی قید ہے کہ جس کے بغیر سچی آزادی حاصل ہونا ممکن نہیں۔ کیونکہ سچی آزادی وہ ہے کہ انسان کو ہر یک نوع کی غلطی اور شکوک اور شبہات سے نجات ہو کر مرتبہ یقین کامل کا

حاصل نہیں تھا۔ تو پھر یہ جوہر کس دن کے لئے چھپا رکھا ہے۔ جب آپ ایسے ہی اوّل

۲۸۴ تو پھر کیا وجہ کہ اس کی مثل بنانے پر ہم قادر نہ ہو سکیں۔ ایسے لوگوں کی حالت پر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

حاصل ہو جائے اور اپنے مولیٰ کریم کو اسی دنیا میں دیکھ لے۔ سو جیسا کہ ہم اسی حاشیہ میں ثابت کر چکے ہیں یہ حقیقی آزادی دنیا میں کامل اور خدا دوست مسلمانوں کو بذریعہ قرآن شریف حاصل ہے۔ بجز ان کے کسی برہمو وغیرہ کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک وجہ سے برہمو سماج والوں کا نام بھی آزاد اور بے قید ہو سکتا ہے اور اسی خیال سے ہم نے بھی بعض بعض مقامات اس کتاب میں ان کا نام آزاد مشرب رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے بعض رند و لوند
۲۸۴ شراب پی کر یا ایک پیالہ بھنگ کا چڑھا کر یا چرس وغیرہ منشی چیزوں کا دم لگا کر ہر یک قسم کی شرم و حیا و حفظ مراتب و پابندی سے بلکہ خدا سے بھی آزاد بن بیٹھے ہیں اور جس قسم کا دل میں بخار اٹھتا ہے بول اٹھتے ہیں اور جو چاہتے ہیں بک پڑتے ہیں۔ انہیں کے مطابق بعض برہمو صاحبوں نے ہم پر ثابت کر دیا ہے کہ حقیقت میں وہ ویسے ہی آزاد ہیں اور حقیقت انہوں نے بے قید اور آزاد ہو کر اس دنیا کا آرام تو خاطر خواہ حاصل کر لیا کہ سب حلال و حرام اپنی زبان پر ہی آ گیا اور دینی احکام کی کنجی اپنے ہی ہاتھ میں ہو گئی۔ اب نفس امارہ کے مشورہ سے جس دروازہ کو چاہیں کھول دیں اور جس کو چاہیں بند کر دیں۔ آپ ہی کرم دھرم کے بانی جو ہوئے۔ لیکن ان آزادیوں کا مزہ اس دن چکھیں گے جس دن خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی بے ایمانیوں کا جواب دینا پڑے گا۔

ابھی وہم کا تتمہ برہمو سماج والوں کا ایک اور مقولہ ہے کہ گویا انہوں نے اپنے اسی قامت ناساز کو ایک دوسرے لباس میں ظاہر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ الہام کا تابع ہونا ایک حرکت خلاف وضع استقامت اور منافی طریق فطرت ہے۔ کیونکہ ہر یک امر کی حقیقت پر مطلع ہونے کے لئے صاف اور سیدھا راستہ کہ جس کو

حاشیہ نمبر ۱۱

۲۸۵ بھی کہ قرآن شریف کا مقابلہ کر سکتے ہیں بلکہ اس کا ماخذ بتلا سکتے ہیں۔ تو پھر آپ کے لئے بات ہی آسان ہے۔ اور آپ بڑی آسانی سے ان تمام حقائق اور دقائق اور

روشن آتا ہے جن کو ایسی مستحکم اور بدیہی صداقت کہ جو دلائل قاطعہ سے ثابت ہے ۲۸۴

ہر یک انسان کا نفس ناطقہ بمقتضائے اپنی فطرت کے چاہتا ہے۔ یہی ہے کہ عقلی دلائل سے اس حقیقت کو کھو دیا جائے۔ جیسے مثلاً قتل بسرقہ کے قبیح ہونے کیلئے حقیقی جیسے روحانی اطمینان موقوف ہے۔ یہی ہے کہ وہ ایک ظلم اور تعدی ہے کہ حسب العقل نامناسب اور ناجائز ہے۔ یہ وجہ نہیں ہے کہ جو کسی الہامی کتاب نے اس کا مرتکب ہونا گناہ لکھا ہے۔ یا مثلاً سم الفار جو ایک زہر ہے۔ اس کے کھانے کی مخالفت حقیقی طور پر اسی بنا پر ہو سکتی ہے کہ وہ قاتل اور مہلک ہے۔ نہ اس بنا پر کہ خدا کے کلام میں اس کے اکل و شرب سے نہی وارد ہے۔ پس ثابت ہے کہ واقعی اور حقیقی سچائی کی رہنما صرف عقل ہے نہ الہام۔ لیکن ان حضرات کو ابھی تک یہ خبر بھی نہیں کہ اس وہم کا تو اسی وقت قلع قمع ہو گیا کہ جب مضبوط اور قوی دلائل سے ان کی عقل کا ناتمام اور ناتمام ہونا بپایۂ ثبوت پہنچ گیا کیا یہ عقلمندی ہے کہ جس وسوسہ کو دلائل قویہ کے پُر زور لشکر نے ہمیں دفع کیا ہے اسی مردہ خیال کو بے شرم آدمی کی طرح بار بار پیش کیا جائے۔ افسوس! افسوس!! ارے بابا۔ کیا تم بارہا سن نہیں چکے کہ گو حقائق اشیاء عقلی دلائل سے کسی قدر منکشف ہوتے ہیں۔ مگر ایسا تو نہیں کہ تمام مراتب یقینیہ کا استکمال عقل ہی پر موقوف ہے۔ آپ تو ۲۸۵
اپنی ہی مثال پیش کردہ سے ملزم ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ سم الفار کا قاتل اور مہلک ہونا مجرد عقل کے ذریعہ سے بپایۂ ثبوت نہیں پہنچا۔ بلکہ یقینی طور پر یہ خاصیت اس کی تب معلوم ہوئی جب عقل نے تجربہ صحیحہ کو اپنا رفیق بنا کر سم الفار کی خاصیت مخفیہ کو شناخت کر لیا ہے۔ سو ہم بھی آپ کو یہی سمجھاتے ہیں کہ جیسی سم الفار کی خاصیت یقینی طور پر دریافت کرنے کے لئے عقل کو ایک دوسرے رفیق کی حاجت ہوئی یعنی تجربہ صحیحہ کی حاجت ایسا ہی الٰہیات اور عالم معاد کے حقائق علیٰ وجہ الیقین دریافت کرنے کے لئے

براہین اور برکات فرقانیہ کا مقابلہ کیونکر جو براہین احمدیہ میں اسی غرض کے لئے مندرج ۲۸۵
ہیں۔ اشتہار کا کل روپیہ لے سکتے ہیں۔ بالخصوص جب آپ کی تقریر کے موافق کیونکر

۲۸۴ سمجھ آنے سے رہ گئی۔ اگر ان میں ذرا عقل خداداد ہوتی تو ایسا بیہودہ اعتراض

عقل کو الہام الٰہی کی حاجت ہے اور بغیر اس رفیق کے عقل کا کام علم دین میں چل نہیں سکتا
جیسے دوسرے علوم میں بغیر دوسرے رفیقوں کے عقل بے دست و پا اور ناقص اور ناتمام
ہے۔ غرض عقل بجائے خود ذاتاً مستقل طور پر کسی کام کو یقینی طور پر انجام نہیں دے سکتی جب تک
کوئی دوسرا رفیق اُس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ اور بغیر شمول رفیق کے ممکن نہیں کہ خطا اور
غلطی سے محفوظ اور معصوم رہ سکے۔ بالخصوص علم الٰہی میں جس کے تمام امور کی کُنہ و حقیقت
اس عالم کی وراء الوراء ہے اور جس کا کوئی نمونہ اس دنیا میں موجود نہیں۔ یوں امور میں عقل ناقص
انسانی غلطی سے تو کیا بچے گی کمال معرفت کے مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکتی اور غایت کار
جو بذریعہ عقل دریافت کیا جاتا ہے۔ اُس کا مضمون صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ قیاس کنندہ
اپنے گمان میں گو وہ گمان واقعی ہو۔ یا غیر واقعی۔ کسی امر کی ضرورت قرار دے لیتا ہے مگر
یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ وہ امر جو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ خارجی طور پر بھی متحقق الوجود
ہے۔ اور اسی جہت سے علم اس کا ایک ایسی فرضی ضرورت پر مبنی ہونے کی وجہ سے
جس کا خارجی طور پر اُس کو کوئی پتہ نہیں ملا ایک مجرد خیال بے بنیاد تصور ہوتا ہے۔
اور یقین کامل کے درجہ سے اُس کو بکلی یاس اور بے نصیبی حاصل ہوتی ہے۔ اور ہم
بارہا لکھ چکے ہیں کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ محض فرضی ضرورتوں اور مجرد خیالات کی
تودہ بندی سے یقین کامل کا مرتبہ عقل کو حاصل ہو جائے۔ بلکہ اس کامل الیقین کے
حاصل کرنے کے لئے تمام معاملات دنیا اور دین کے ایک ہی اُصول محکم پر چلتے ہیں
۲۸۵ یعنی ہر یک امر خواہ دینی ہو خواہ دنیوی۔ اسی حالت میں کامل الیقین کے مرتبہ تک
پہنچ سکتا ہے کہ جب علم حقائق اشیاء کا صرف قیاسی وجوہ میں محدود نہ رہے اور
وجوہ ثبوت وجود کسی چیز کی فقط اتنی ہی اپنے ہاتھ میں نہ ہو کہ قیاس اُس کے

پایا جاتا ہے کہ آپ دنیا کی تکالیف میں سخت مبتلا ہیں اور آپ کو روپیہ کی اشد ضرورت ہے
۲۸۵ تو پھر اس صورت میں دنیا حاصل کرنے کی اس سے بہتر اور کیا تدبیر ہے کہ آپ سب

کرنے کے وقت اوّل یہی سوچتے کہ کیا خدا کا اپنی ذات اور صفات اور جمیع افعال میں

وجود کو پا جاتا ہے۔ بلکہ کسی طریق سے اس کے تحقق فی الخارج ہونے کا بھی پتہ مل جائے تا تجویز
عقل صرف خیالات کے ورطہ میں ڈوبی نہ رہے۔ اور جس امر کا موجود ہونا خیالی طور پر اُس نے
فرض کر لیا ہے۔ اُس امر کے وجود پر بطور واقعی مطلع بھی ہو جائے۔ اور جبکہ استکمال
یقین کا علم واقعہ پر موقوف ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ واقعات خارجیہ کی خبر دینا عقل کا
کام اور منصب نہیں بلکہ یہ مورخوں اور واقعہ نگاروں اور تجربہ کاروں کا منصب ہے
جنہوں نے بچشم خود اُن واقعات کو دیکھا ہو۔ یا اُن حالات کو کسی دیکھنے والے کی
زبان سے سُنا ہو۔ پس اس صورت میں عقل ناقص انسان کے لئے واقعہ نگاروں اور
مورخوں اور آزمودہ کاروں کی ضرورت پڑی۔ یہی وجہ ہے کہ گو کسی امر میں عقلاً کتنی موشگافی
کرو مگر جو کچھ وقعت اور شان اُس کی تجربہ یا تاریخ کے ثبوت سے کھلتی ہے۔ وہ بات
مجرد قیاس سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور جس جگہ کسی شہادت رویت کی حاجت پڑتی
ہے۔ اُس جگہ قیاسی ڈھکوسلے کام نہیں دے سکتے۔ اور فقط قیاسی تیر چلانے والا صرف مونہہ
سے باتیں بنانے والا ایک مورخ واقف حالات یا صاحب تجربہ اور آزمودہ کار کا قائم مقام
نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہو سکتا تو پھر مورخوں اور واقعہ نگاروں اور تجربہ کاروں کی کچھ ضرورت
نہ رہتی۔ اور لوگ صرف اپنے قیاسوں سے دُنیا کے متفرق حالات جن کا جاننا تاریخ اور
تجربہ اور واقعہ دانی پر موقوف ہے معلوم کر لیتے۔ اور سارا دھندا انتظام عالم کا فقط قیاسی
ڈھکوسلوں سے چلا لیتے۔ مورخوں اور واقعہ نگاروں اور اہل تجربہ لوگوں کی تب ہی تو
حاجت پڑی۔ کہ جب اکیلی عقل اور مجرد قیاس سے کام چل نہ سکا۔ اور صرف قیاس
کی کشتی میں بیٹھنے سے دُنیا کی سب مہمات ڈوبتی نظر آئیں۔ اور فقط عقل کے جہاز پر
چڑھنے سے سارا کام اس عالم کا برباد ہوتا دکھلائی دیا۔ حالانکہ دُنیا کے معاملات کچھ

کام چھوڑ چھاڑ کر یہی کام اختیار کریں۔ اور قرآن شریف کے علوم الٰہیہ اور دقائق عقلیہ
اور تاثیرات باطنیہ کا اپنی کتاب سے مقابلہ دکھلا کر روپیہ انعام کا وصول کریں۔

ص۲۸۳ واحد لاشریک ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ اور اگر اس دلیل کو نہیں سوچا تھا تو کاش

ایسے بڑے بھید تو نہیں بلکہ ایسے صاف اور واضح ہیں کہ گویا ہماری آنکھ کے سامنے اور نظر کے نیچے ہیں۔ اور بعض چیزیں اس نادیدہ عالم کے واقعات میں پیش آتی ہیں اور جس طرح غیر مرئی اور عجیب
ص۲۸۹ جہاں کے تصور کرنے کے وقت میں حیرت زدہ ہوتی ہیں اور نظر اور فکر کے آگے ایک دریا ناپیداکنار دکھلائی دیتا ہے۔ اس جگہ انسان کا عجز و عدم حقیقت بھی نہیں۔ تو اس صورت میں اگر ہم صریح نادانی سے اپنی اختیار نہ کریں تو بلاشبہ اس اقرار کرنے کے لئے مجبور ہیں کہ ہمیں اس عالم کے حالات اور واقعات ٹھیک ٹھیک معلوم کرنے کے لئے اور ان پر یقین کامل لانے کی غرض سے دنیا کی نسبت صد ہا درجہ زیادہ مؤرخوں اور واقعہ نگاروں اور تجربہ کاروں کی حاجت ہے۔ اور جبکہ اس عالم کا مؤرخ اور واقعہ نگار بجز خدا کی کلام کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اور ہمارے یقین کا جہاز بغیر وجود واقعہ نگار کے تباہ ہوا جاتا ہے اور بجز مخبر صادق کے ایمان کی کشتی ورطہ ہلاکت میں ڈالی جاتی ہے۔ تو اس صورت میں کون قائل ہے کہ جو صرف عقل ناقص کی رہبری پر بھروسہ کر کے ایسے کلام کی ضرورت سے منہ پھیرے جس پر اس کی جان کی سلامتی موقوف ہے اور جس کے مضامین بجز قیاسی اٹکلوں کے محدود نہیں بلکہ وہ عقلی دلائل کے علاوہ بحیثیت ایک مخبر صادق عالم ثانی کے واقعات صحیحہ کی خبر بھی دیتا ہے اور چشم دید ماجرا بیان کرتا ہے۔

از وحیٔ خدا صبح صداقت بدمیدہ — چشمے کہ ندید آں صحف پاک چہ دیدہ
کاخ دل ما شد ز جمالش معطّر — وآں یار بیامد کہ زما بود رمیدہ
آں دیدہ کہ نورے نگرفت ست ز فرقاں — حقا کہ ہمہ عمر ز کوری نرہیدہ
کو تاں کہ جز ایں شمع گلے گل ز نجاست — سوگند تواں خورد کہ زنوشش نچشیدہ
با خور نہ ہمہ نسبت آں نور کہ بینم — صد خور کہ بہ پیرامن او حلقہ کشیدہ
بے دولت و بدبخت کسانیکہ ازاں نور — سر تافتہ از نخوت و پیوند بریدہ

ص۲۸۴ اس سے آپ کی بڑی ناموری ہو جائے گی اور جس میدان کے فتح کرنے سے حضرت مسیح قاصر رہے اور اپنی تعلیم ناقص کا آپ اقرار کر کے اس جہان سے سدھار گئے۔ وہ میدان

اِس دوسری دلیل کو بھی سوچا ہوتا کہ جس ذات کو علمی اور قدرتی طاقتوں میں سب سے زیادہ

ان سچا بات کہ عقل بھی بے سُود اور بے فائدہ نہیں۔ اور ہم نے کب کہا ہے کہ بے فائدہ ہے مگر اِن بدیہی صداقتوں کے ماننے سے ہم کس طرح بھاگ سکتے ہیں کہ مجرد عقل اور قیاس کے ذریعے سے ہمیں وہ کامل یقین کا سرمایہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ جو عقل اور الہام کے اشتمال سے حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ لغزشوں اور غلطیوں اور خطاؤں اور گمراہیوں اور خود پسندیوں اور خود بینیوں سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہمارے خود تراشیدہ خیالات خدا کے پُر زور اور پُر جلال اور پُر رعب حکم کی طرح جذبات نفسانی پر غالب آسکتے ہیں اور نہ ہمارے طبع زاد تصورات اور خشک تخیلات اور بے اصل توہمات ہم کو وہ سرور اور خوشی اور تسلّی اور تشفّی پہنچا سکتے ہیں کہ جو محبوب حقیقی کا دلآویز کلام پہنچاتا ہے۔ تو پھر کیا ہم اکیلی عقل کے پیرو ہو کر ان تمام نقصانوں اور زیانوں اور بدبختیوں اور بدنصیبیوں کو اپنے لئے قبول کر لیں اور ہزارہا بلاؤں کا اپنے نفس پر دروازہ کھول دیں۔ عاقل انسان کسی طرح اس باطل بات کو باور نہیں کر سکتا۔ کہ جس نے کامل معرفت کی پیاس لگا دی ہے۔ اُس نے پوری معرفت کا لبالب پیالہ دینے سے دریغ کیا ہے۔ اور جس نے آپ ہی دلوں کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ اُس نے حقیقی عرفان کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔ اور خداشناسی کے تمام مراتب کو صرف فرضی ضرورت پر خیال دوڑانے میں محدود کر دیا ہے۔ کیا خدا نے انسان کو ایسا ہی بدبخت اور بے نصیب پیدا کیا ہے کہ جس کامل تسلی کو خداشناسی کی راہ میں اُس کی رُوح چاہتی ہے اور دل تڑپتا ہے۔ اور جس کے حصول کا جوش اُس کی جان و جگر میں بھرا ہوا ہے۔ اُس کے حصول سے اس دُنیا میں اُس کو بکلّی یاس اور ناامیدی ہے۔ کیا تم ہزار ہا لوگوں میں سے کوئی بھی ایسی رُوح نہیں کہ اس بات کو سمجھے کہ جو معرفت کے دروازے معرفت خدا کے کھولنے سے کھلتے ہیں وہ انسانی قوتوں سے کھل نہیں سکتے۔ اور جو خدا کا آپ کہنا ہے

گویا آپ کے ہاتھ سے فتح ہو جائے گا۔ گویا ایک صورت سے آپ عیسائیوں کی نظر میں مسیح سے بہتر ٹھہر جاویں گے۔ کہ جس کتاب کو وہ مدت العمر ناقص سمجھتے ہیں۔ آپ نے

۲۲۵ اور بے مثل و مانند تسلیم کرتے ہیں ان طاقتوں کے آثار کو بھی بے مثل و مانند

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کرتیں موجود ہوں اس سے انسانوں کے صرف قیاسی خیالات برابر نہیں ہو سکتے۔
چونکہ خدا کا اپنے وجود کی نسبت خبر دینا ایسا ہے کہ گویا خدا کو دکھلا دیتا ہے مگر مجرد
قیاسی انسان کا کہنا ایسا نہیں ہے اور جبکہ خدا کے کلام سے کہ جو اس کے وجود خالص
پر دلالت کرتا ہے ہمارے عقلی خیالات کسی طرح برابر نہیں ہو سکتے تو پھر تکمیل یقین کے
لئے کیوں اس کے کلام کی حاجت نہیں۔ کیا اس صریح تفاوت کو دیکھنا تمہارے دل
کو ذرا بھی بیدار نہیں کرتا؟ کیا ہمارے کلام میں کوئی بھی ایسی بات نہیں کہ جو تمہارے
دل پر مؤثر ہو؟ اے لوگو اس بات کے سمجھنے میں کچھ بھی دقت نہیں کہ عقل انسانی جمیع
کے جاننے کا آلہ نہیں ہو سکتی اور کون تم میں سے اس بات کا منکر ہو سکتا ہے کہ جو کچھ
بعد موت کے پیش آنے والا ہے وہ سب مغیبات میں ہی داخل ہے مثلاً تم سوچو کہ کسی
کو عقلی طور پر کیا خبر ہے کہ موت کے وقت کیونکر انسان کی جان نکلتی ہے اور کہاں جاتی
ہے اور کون ہمراہ لے جاتا ہے اور کس مقام میں ٹھہرائی جاتی ہے اور پھر کیا کیا معاملہ
اس پر گذرتا ہے ان سب باتوں میں عقل انسانی کیونکر قطعی فیصلہ کر سکے قطعی طور پر تو
انسان تب فیصلہ کر سکتا کہ جب ایک دو مرتبہ پہلے مر چکا ہوتا اور وہ راہیں اُسے
۲۲۶ معلوم ہوتیں جن راہوں سے خدا تک پہونچا تھا اور وہ مقامات اُسے یاد ہوتے جن
میں ایک مدت تک اس کی سکونت رہی تھی مگر ابھی تو نئی آنکھیں ہیں گو ہزار احتمال نکالو
تو پھر جا کر تو کسی عاقل نے نہ دیکھا اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایسے بے بنیاد
خیالات سے آپ ہی تسلی پکڑنا ایک طفل تسلی ہے حقیقی تسلی نہیں ہے۔ اگر تم منصفانہ
نگاہوں سے دیکھو تو آپ ہی شہادت دو گے کہ انسان کی عقل اور اس کا تخمینہ ان سب
امور کو علی وجہ الیقین ہرگز دریافت نہیں کر سکتا اور صحیفۂ قدرت کا کوئی صفحہ ان امور پر
یقینی دلالت نہیں کرتا۔ دور دراز کی باتیں تو ایک طرف رہیں اوّل قدم میں ہی عقل کو حیرانی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اس کا کمال ظاہر کر دکھایا۔ دنیا کے سخت محتاج ہو کر کیوں اس قدر روپیہ ناحق پھونکتے
۲۲۵ ہیں اور اگر اکیلے اس کام کو انجام دینا ممکن نہیں تو دو چار یا دس بیس دوسرے پادری

ماننا چاہیئے کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کلام کی عظمت و شوکت متکلم کی عظمت سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے کہ روح کیا چیز ہے اور کیونکر داخل ہوتی اور کیونکر نکلتی ہے ظاہراً تو کچھ نکلتا
نہیں آتا اور نہ داخل ہوتا نظر آتا ہے اور اگر کسی جاندار کو وقت نزع جان کے کسی
شیشہ میں بھی بند کر دو تب بھی کوئی چیز نکلتی نظر نہیں آتی اور اگر نہ شیشہ کے اندر کسی
مادہ میں کیڑے پڑ جائیں تو ان روحوں کے داخل ہونے کا بھی کوئی راہ دکھائی نہیں
دیتا۔ انڈے میں اس سے بھی زیادہ تعجب ہے کس راہ سے روح پرواز کر کے آتی ہے
اور اگر بچہ اندر ہی مر جائے تو کس راہ سے نکل جاتی ہے کیا کوئی عاقل اس عقدہ کو صرف
اپنی ہی عقل کے زور سے کھول سکتا ہے۔ وہم جتنے چاہو دوڑاؤ مگر مجرد عقل کے
ذریعہ سے کوئی واقعی اور یقینی بات تو معلوم نہیں ہوتی پھر جبکہ پہلے ہی قدم میں یہ حال ہے
تو پھر یہ ناقص عقل اسرار معاد میں قطعی طور پر کیا دریافت کریگی؟ کیا آپ لوگوں میں
اس بات کے سمجھنے کا کوئی نہیں مادہ کیا تمہاری اس مصیبت زدہ حالت پر تمہیں آپ ہی رحم
نہیں آتا؟ جس حالت میں جیفہ دنیا کے پیچھے تمہارے پیٹ میں اتنی کھلبلی پڑی ہوئی ہے
کہ اس کے حصول کے جوش میں ہزارہا کوس کا سفر خشکی و تری میں کرتے ہو تو کیا عالم معاد
تمہاری نظر میں کچھ چیز نہیں۔ افسوس کیوں آپ لوگوں کو سمجھ نہیں آتا کہ روح کی ہر یک
بیقراری کا چارہ اور نفس امارہ کی ہر یک مرض کا علاج صرف اپنے ہی تخیلات اور تصورات
سے ممکن نہیں۔ یہ ایک قدرتی قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی مرض نفسانی یا آفت روحانی
میں مبتلا ہو مثلاً قوت غضبیہ اشتعال میں ہو یا قوت شہویہ شعلہ زن ہو یا کسی مصیبت
اور ماتم اور ہم اور غم میں گرفتار ہو یا کسی اور تغیر نفسانی یا عارضہ روحانی سے متاثر ہو تو ان
امراض اور عوارض کو کہ جو اس کے نفس امارہ پر غلبہ کر رہی ہیں صرف اپنی ہی دانش ۱۵۲
و فہمیدت سے دور نہیں کر سکتا بلکہ ان جذبات کے فرو کرنے کے لئے ایک ایسے واعظ کا
محتاج ہوتا ہے کہ جو سامع کی نظر میں بارعب اور بزرگ اور اپنی بات میں سچا اور اپنے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

جو بیہودہ بازاروں اور دیہات میں گشت کرتے پھرتے ہیں شریک کر لیجئے اور خدا کے
واسطے ذرا لڑکر دکھا دیجئے ورنہ جو لوگ ہمارا مردانہ اشتہار پڑھکر آپ لوگوں کی ۱۵۳

۳۴۵ طاقتوں کے تابع ہے جو کوئی علمی طاقتوں میں زیادہ تر ہے اُس کی تقریر کی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

علم میں کامل اور اپنے عہدوں میں وفادار ہو اور بااین ہمہ ان امور کے پورا کرنے پر قادر نہیں ہو جن سے سامع کے دل میں خوف یا امید یا تسلی پیدا ہوتی ہے کیونکہ یہ بات نہایت ہی ادنیٰ ہے کہ اکثر اوقات انسان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگرچہ وہ ایک گناہ کو حقیقت میں ایک گناہ سمجھتا ہے یا ایک امر خلاف استقامت اور صبر کو خلاف استقامت ہی جانتا ہے مگر پھر اپنا غفلت کا پردہ یا ناگہانی غم کا صدمہ اس کے دل پر آپڑتا ہے کہ وہ پردہ تب ہی اُٹھتا ہے کہ جب دوسرا شخص جس کی عظمت اور بزرگی اور صداقت اس کے دل میں متمکن ہے اس کو سمجھاتا ہے اور ترغیب یا ترہیب یا تسلّی و تشفّی یعنی جیسا کہ موقعہ ہو اس کو دیتا ہے اور اس کا کلام اثر میں کچھ ایسا عجیب ہوتا ہے کہ گو وہ انہیں دلائل کو پیش کرے کہ جو سامع کو معلوم ہیں مگر وہ پاشکستہ کو آراستہ اور شکستہ کو چست اور ضعیف کو قوی اور مضطرب کو تسلّی یافتہ کر دیتا ہے اور یہ سب امور ایسے ہیں جن میں دانا انسان آپ اقراری ہوتا ہے کہ وہ اپنے مغلوب النفس یا بے قرار ہونے کی حالتوں میں ان کا محتاج ہے بلکہ جن کی روحیں نہایت لطیف اور طالب حق اور جن کے دل گناہوں کی کدورت اور کثافت سے جلد تر بیزار ہو جاتے ہیں وہ اپنے مغلوب النفس ہونے کی حالتوں میں اور بھی کسی طرح اس علاج کے مستحق ہوتے ہیں تا کسی مرد خدا کی زبان سے کلمات ترغیب یا ترہیب یا کلمات تسلّی و تشفّی سن کر اپنے اندرونی حجاب سے شفا پاویں غرض بامقتضائے انسان کی فطرت میں یہ خاصیت ہے کہ گو وہ کیسا ہی عالم فاضل کیوں نہ ہو مگر حوادث اور جذبات نفسانی کے وقت جیسا دوسرے کی باتوں سے متاثر ہوتا ہے صرف اپنی باتوں سے ہرگز نہیں۔ مثلاً جس پر کوئی حادثہ پڑتا ہے یا کوئی ماتم وقوع میں آجاتا ہے تو وہ فی نفسہ اس بات سے کچھ بے خبر نہیں ہوتا کہ دنیا فانی اور اس کی جگہ نہیں نہ ہمیشہ رہنے کا مقام ہے لیکن صدمہ کے وقت اس عاجز انسان پر قلق اور بیقراری غلبہ کر جاتی ہے اور دل ہاتھ سے نکل جاتا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

زائد باتیں مخفی ہیں اب اُن لوگوں پر حضرت عیسائیوں کی دیانت اور خدا ترسی بھی کیسے بخوبی کھل جائے گی۔

عظمت و شوکت بھی زیادہ تر ہے اور اگر اس دلیل کو بھی نظر سے ساقط کر دیا تھا تو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہے ایسے وقت میں اگر کوئی ایسا شخص کہ جو اس کی نظر میں نہایت مقدس و کامل و بزرگ ہو ملنے سمجھا جاتا ہے کہ پیر کامل بزرگوں سے جناب الٰہی میں بڑے بڑے اجر ہیں اور یہ دنیا عیش و عشرت کی جگہ نہیں سو اگر یہ بات اس کو پہلے بھی معلوم ہو چکی ہو اس کے دل سے شکل ایک عجیب طرح کا اثر ہوتا ہے کہ جو گرتے ہوئے کو تھام لیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر وقت اور ہر محل میں اپنے ہی خود تراشیدہ خیالات اپنے دل پر اثر ڈال نہیں سکتے بلکہ بسا اوقات جذبات نفسانی یا آلام روحانی سے عقل ایسی دب جاتی ہے کہ انسان میں سوچنے اور سمجھنے کی قوت ہی نہیں رہتی اور اس وقت وہ خود اپنے تئیں اس حالت میں پاتا ہے کہ اس کے لئے کسی دوسرے کی طرف سے ترغیب یا ترہیب یا تسلی تشفی کی باتیں صادر ہوں پس ان تمام امور پر نظر ڈالنے سے دانا انسان اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ خدا نے جو اس کی فطرت کو ایسا بنایا ہے یہی وضع فطرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس حکیم مطلق نے انسان ضعیف البنیان کو اپنی ہی رائے اور قیاس پر چھوڑنا نہیں چاہا بلکہ جیسے خوف کے وقتوں اور خطروں سے اس کی تسلی اور تشفی ہو سکتی ہے اور اس کے جذبات نفسانی دب سکتے ہیں اور اس کی روحانی بے قراریاں دور ہو سکتی ہیں وہ سب خطرات اس کے لئے پیدا کئے ہیں اور جس کلام سے اس کی امراض و اعراض دور ہو سکتی ہیں وہ کلام اس کے لئے بنایا گیا ہے یہ حجت ضرورت الہام کی ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا کا یہی قانون قدرت اسے ثابت کرتا ہے کیا یہ سچ نہیں کہ دنیا میں کروڑہا آدمی کہ جو مصیبت میں مصیبتوں میں مختلف میں گرفتار ہو رہے ہیں ہمیشہ دوسرے واعظوں سے متاثر ہوا کرتے ہیں اور ہر جگہ اپنا ہی علم اور اپنے ہی خیالات ہرگز کافی نہیں ہوتے اور ساتھ اس کے یہ بات بھی ہے کہ جس قدر متکلم کی ذاتی عظمت اور قدرت سامع کی نظر میں ثابت ہو اسی قدر اس کا کلام تسلی اور تشفی بخشتا ہے اسی شخص کا وعدہ موجب تسکین خاطر ہو سکے کہ جو سامع کی نظر میں صادق الوعد اور ایفاء عہد پر قادر بھی ہو اس صورت میں کون اس بدیہی بات میں کلام کر سکتا ہے کہ اصدق صادق اور مالک المخلوقات میں اعلیٰ درجہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

ایک نو عیسائی صاحب دہری مشرب کے قرار تحقیق یہ سوال کرتے ہیں کہ رو کرنے علامات یا شرائط کیا ہیں جن سے سچے اور جھوٹے نبوت وحی میں تمیز کیا جا سکے

۲۹۵

۳۶

۲۴۵ کاشف مسئلہ خواص الاشیاء حق کا یاد رکھنے کیا انہیں معلوم نہیں کہ

تسلّی اور تشفّی اور تسکین خاطر کہ جو جذباتِ نفسانی اور آلام روحانی کو دور کر دے وہ
ہو صرف خدا کے کلام سے حاصل ہو سکتا ہے اور قانون قدرت پر نظر ڈالنے سے اس
سے بجز موجب تسلّی و تشفّی کا اور کوئی امر قرار نہیں پا سکتا جب کوئی آدمی خدا کے
کلام پر پورا پورا ایمان لاتا ہے اور کوئی اعتراض صدق یا معنوی درمیان نہیں ہوتا تو
خدا کا کلام اس کو بڑے بڑے گناہوں میں سے بچا لیتا ہے اور سخت سخت جذبات
۲۴۶ نفسانی کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بڑے بڑے پُر دہشت حادثوں میں صبر بخشتا ہے جیسا کہ
انسان کسی شہوت یا جذبہ نفسانی کے وقت میں خدا کے کلام میں یہ وعدہ اور وعید پاتا ہے
یا کوئی دوسرا اسے کہتا ہے کہ خدا نے ایسا فرمایا ہے تو وہ بدی کی راہ سے ایسا متاثر
ہو جاتا ہے کہ توبہ پر توبہ کرتا ہے۔ انسان کو خدا کی طرف سے تسلّی پانے کی بڑی بڑی
حاجتیں پڑتی ہیں بسا اوقات وہ ایسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے کہ اگر خدا کا
کلام نازل ہوتا اور اس کو یقینی اس بشارت سے مطلع نہ کرتا وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ
الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ
اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ
صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ[1] تو وہ بے حوصلہ
ہو کر شاید خدا کے وجود سے ہی انکار کرتا اور یا ناامیدی کی حالت میں خدا سے بکلی
ناامید ہو جاتا اور یا غم کے صدمہ سے ہلاک ہو جاتا۔ اسی طرح جذبات نفسانی ایسے
ہیں کہ جن کی کسر توڑ ان کے لئے خدا کے کلام کی ضرورت تھی اور قدم قدم میں انسان کو
وہ امور پیش آتے ہیں جن کا تدارک صرف خدا کا کلام کر سکتا ہے جب انسان خدا کی طرف
متوجہ ہو جاتا ہے تو صدہا موانع اس کو اس توجہ سے روکتے ہیں کبھی اس دنیا کی لذات
یاد ہوتی ہے کبھی ہم شربوں کی صحبت دامن کھینچتی ہے کبھی اس راہ کی تکالیف ڈراتی
ہیں کبھی قدیمی عادات اور ملکات راسخہ سنگ راہ ہو جاتی ہیں کبھی ننگ کبھی نام کبھی
ریاست کبھی حکومت اس راہ سے روکنا چاہتی ہے اور کبھی یہ سب ایک لشکر کی طرح

۲۴۷ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ خدا کی طرف سے سچا نجات دہندہ وہ شخص ہے جس کی متابعت
سے سچی نجات حاصل ہو یعنی خدا نے اس کے وجود میں یہ برکت رکھی ہو کہ دلی پیروی

[1] البقرۃ: ۱۵۶ - ۱۵۸

صدہا چیزیں ایک ہی جنس کی ہوتی ہیں بلکہ ایک ہی صنف کے تحت میں داخل ہوتی

ایک جگہ فراہم ہو کر اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اپنے فوائد نقد کی خوبیاں پیش کرتے ہیں پس ان کے اتفاق اور اژدحام میں ایک ایسا زور پیدا ہو جاتا ہے کہ خیالات خود تراشیدہ ان کی برداشت نہیں کر سکتے بلکہ ایک دم بھی ان کے مقابلہ پر ٹھہر نہیں سکتے ایسے جنگ کے موقعہ میں خدا کے کلام کی پُرزور تجویزیں درکار ہیں کہ تا مخالفت کی صف کو ایک ہی قدم میں اڑا دیں۔ بھلا کوئی کام بگڑا بھی ہو سکتا ہے پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا ایک چیز کی طرح ہمیشہ خواہش رہے اور تجدید وفاداری میں صدق میں صبر میں خود بخود بڑھتا جائے اور صرف یہی ایک خیال کہ آسمان اور زمین کا البتہ کوئی خالق ہوگا اس کو ہمیشہ کی محبت اور عشق کے میدانوں میں آگے سے آگے کھینچتا چلا جائے خیالی باتیں واقعی باتوں کی ہرگز قائم مقام نہیں ہو سکتیں اور نہ کبھی ہوئیں مثلاً ایک مفلس قرضدار نے کسی متمول سے وعدہ پایا ہے کہ عین وقت پر میں تیرا کل قرضہ ادا کر دونگا اور دوسرا ایک اور مفلس قرضدار ہے اس کو کسی نے اپنی زبان سے وعدہ نہیں دیا وہ اپنے ہی خیالات دوڑاتا ہے کہ شاید مجھ کو بھی وقت پر روپیہ مل جائے کیا تسلّی پانے میں یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں یہ سب قوانین قدرت ہی ہیں قوانین قدرت سے کونسی حقانی صداقت باہر ہے پر افسوس ان لوگوں پر کہ جو قوانین قدرت کی پابندی کا دعویٰ کرتے کرتے پھر انہیں توڑ کر دوسری طرف بھاگ گئے اور جو کچھ کہا تھا اس کے برعکس عمل میں لائے۔ اے برہمو سماج والو اگر تم کو دینی امور میں دلسوزی کی نظر نہیں اگر تمہیں معاد کی کچھ بھی پروا نہیں تو کیا ابھی تک دنیوی امور میں تم پر ثابت نہیں ہو چکا کہ عقل سے تن تنہا کوئی کام تمہاری دنیا کا کبھی سرے تک نہیں پہنچایا گیا تمہیں اس صداقت کے ماننے سے ہنوز کسی عذر کی گنجائش ہے

اس کا ظلمات نفسانیہ اور ادناس بشریہ سے نجات پا جائے اور اس میں وہ انوار پیدا ہو جائیں جن کا پاک دلوں میں پیدا ہونا ضروری ہے اور جب تک پیروی کامل متابعت میسر ہو تب تک ظلمات نفسانیہ دور نہیں ہونگے اور وہ انوار باطنیہ ظاہر ہونگے لیکن یہ اس نبی معصوم کی تشریح نہیں بلکہ خود وہ مدعی اتباع کا انوار صوری یا معنوی

۲۹۹ ہیں مگر پھر بھی حکیم مطلق نے ہر یک چیز میں جدا جدا خواص موجود کئے ہیں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کہ عقل کو کبھی یہ لیاقت حاصل نہیں ہوئی کہ بغیر استعمال کسی دوسرے رفیق کے آپ ہی
خود کسی کام کو بوجہ احسن و اکمل انجام دے سکے پس جو کیا ابھی تک تمہیں اس
بات کا امتحان نہیں ہوا کہ جو کام صرف عقل پر پڑا اور کتب اور منقولات اور تمام
رہا اور جب تک واقعات کا نقشہ بذریعہ کسی واقف دان کے طیار ہو کر نہ آیا تب تک
تمام کام عقل اور قیاس کا ادھورا اور خام رہا تم انصاف سے کہو کیا تمہیں کچھ
اس بات کی خبر نہیں کہ ہمیشہ سے عقلمند لوگوں کا یہی شعار ہے کہ وہ اپنی قیاسی وجوہ
کو کبھی تجربہ سے تقویت دے لیتے ہیں اور کبھی تواریخ سے اور کبھی نقشہ جات
موقع نما سے اور کبھی خطوط اور مراسلات سے اور کبھی اپنی ہی قوت باصرہ اور
سامعہ اور شامہ اور لامسہ وغیرہ کی گواہی سے پس اب تم آپ ہی سوچو اور اپنے
دلوں میں آپ ہی خیال کرو اور اپنی نگاہوں میں آپ ہی جانچو کہ جس حالت میں
۳۰۰ دنیوی امور کے لئے کہ جو مشہود اور محسوس ہیں دوسرے رفیقوں کی حاجت پڑی
تو پھر ان امور کے لئے کہ جو اس عالم سے وراء الوراء اور غیب الغیب اور اخفیٰ
من الاخفیٰ ہیں کس قدر زیادہ حاجت ہے اور جس حالت میں مجرد عقل دنیا کے
سہل اور آسان امور کے لئے بھی کافی نہیں تو پھر امور معاد کے دریافت کے لئے
میں کہ جو ادق اور الطف ہیں کیونکر کافی ہو سکتی ہے اور جبکہ تم معاشرت کے
ناپائیدار اور ناچیز کاموں میں جن کا نفع نقصان ایک گذرنے والی چیز ہے مجرد
قیاس اور عقل کو قابل اطمینان نہیں سمجھتے تو پھر آپ لوگ امور معاد میں جن کے
آثار دائمی اور جن کے خطرات عظیم ہیں فقط اسی عقل ناقص پر کیونکر بھروسہ
کئے بیٹھے ہیں کیا یہ اس بات کا صریح ثبوت نہیں کہ آپ لوگوں نے آخرت
کے فکر کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور چند دنیا کو لذیذ اور مزہ دار معلوم کیا

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کی رفاقت میں کہ تعصب اور اپنی ہوا و ہوس کی وجہ سے محروم اور بیگانہ ہیں حقیقی ملاقات
نہیں ہے انسان کو بشرط تقدس اور کمالات کے محتاج نہیں ہوتا بلکہ خود طالب حق بنکر
۲۹۹ سچے ہادی اور حقیقی فیض رسان کو شناخت کر لیتا ہے اور اس تقدس اور نور کو جو

بعض لوگ اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ بولی انسان کی ایجاد ہے۔ ۲۹۴

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہے وہ ذکر کیونکر باور کیا جائے کہ خدا نے اتنی بھی تمہیں سمجھ نہیں دی کہ جس حالت
میں اس کریم مطلق نے دنیا کے ناپائیدار امور میں عقل انسانی کو تن تنہا نہیں چھوڑا
بلکہ کئی رفیقوں سے تقویت بخشی ہے تو دار آخرت کے نازک اور دقیق معاملات
میں جو باقی اور دائم ہیں اس کی رحمت عظیمہ کا ازلی اور ابدی خاصہ کیوں مفقود ہوگیا
کہ اس جگہ عقل غریب اور سرگردان کو رفیق کامل کے اشتمال سے تقویت نہ بخشی اور
ایسا صاحب اس کو عنایت نہ کیا کہ جو اس عالم کے کلی اور جزئی امور سے ذاتی
واقفیت رکھتا اور رویت کے گواہ کی طرح خبر دے سکتا تا قیاس اور تجویز دلائل
عقل انواع اقسام کی برکتوں کا چشمہ ٹھہرتے اور طالب حق کو اس مرتبہ کامل معرفت
تک پہنچا سکتے جس کے حصول کا جوش اس کی فطرت میں ڈالا گیا ہے۔ نہ معلوم
آپ لوگوں کو کس نے سکھلا دیا کہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا عقل اور الہام میں کس قدر
باہم تناقض ہے جس کے باعث وہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ خدا تمہاری
آنکھیں کھولے اور تمہارے دلوں کے پردے اٹھا دے کیا تم اس آسان بات
کو سمجھ نہیں سکتے کہ جس حالت میں الہام کی طفیل سے عقل اپنے کمال کو پہنچتی ہے
و نیز غلطیوں پر متنبہ ہوتی ہے اپنی راہ مقصود کی سمت خاص کو دریافت کر لیتی ہے
آوارہ گردی اور سرگردانی سے چھوٹ جاتی ہے اور ناحق کی محنتوں اور بے ہودہ ۲۹۵
مشقتوں اور بے فائدہ جان کنی سے رہائی پاتی ہے اور اپنے مشتبہ اور مظنون
علم کو یقینی اور قطعی کر لیتی ہے اور مجرد اٹکلوں سے آگے بڑھ کر واقعی وجود پر مطلع
ہو جاتی ہے تسلی پکڑتی ہے آرام اور اطمینان پاتی ہے تو پھر اس صورت میں الہام
اس کا محسن و مددگار اور مربی ہوا یا اس کا دشمن اور مخالف اور ضرر رساں ہوا
یہ کس قسم کا تعصب اور کس درجہ کی نابینائی ہے کہ جو ایک بزرگ مربی کو دشمن

حاشیہ نمبر ۱۱

کامل اور فیض رسان ربی کی نسبت اعتقاد کیا گیا ہے نہ صرف اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے بلکہ
اپنی استعداد کے موافق اس کا مزہ بھی چکھ لیتا ہے اور نجات کو نہ صرف خیالی طور پر
ایک ایسا امر قرار دیتا ہے کہ جو ممات میں ظاہر ہوگا بلکہ جہل اور ظلمت اور شک اور
شبہ اور نفسانی جذبات کے عذاب سے نجات پا کر اور آسمانی نوروں سے منور ہو کر

۲۹۴ اور جبکہ انسان کی ایسی ادھوری تو پھر بلاغت اور فصاحت اور دوسرے کمالات

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور رہنمائی کا کام دے رہا ہے دیکھیں اور عزّ و کم تصور کیا جاتا ہے اور جو گوشے
باہر نکال ہے اس کو گرا سکے اندر دیکھنے والا سمجھ سکے ہیں سارا جہان جانتا ہے
اور تمام آنکھوں والے دیکھ رہے ہیں اور غور کرنیوالی طبیعتیں مشاہدہ کر رہی ہیں کہ دنیا
میں عقل کی خرابی اور ظلمت کو ماننے والے لاکھوں ایسے ہو گذرے ہیں اور اب بھی
ہیں کہ باوجود اس کے کہ عقل کے پیغمبر پر ایمان لاتے اور عاقل کہلاتے اور عقل کو
معبود جیسی چیز اور اپنا رہبر سمجھتے تھے مگر پھر بھی خدا کے وجود سے منکر ہی رہے اور
منکر ہی مرے لیکن ایسا آدمی کوئی ایک تو دکھلاؤ کہ جو الہام پر ایمان لا کر پھر بھی
خدا کے وجود سے انکاری ہو۔ اب جس حالت میں خدا پر کامل ایمان لانے کے لئے الہام
ہی شرط ہے تو ظاہر ہے کہ جس جگہ شرط مفقود ہوگی اس جگہ مشروط بھی ساتھ ہی
مفقود ہوگا سو اب بدیہی طور پر ثابت ہے کہ جو لوگ الہام سے منکر ہو بیٹھے ہیں انہوں
نے بیہودہ دست بدست ایمان کی راہوں سے پیار کیا ہے اور دہریہ مذہب کے پھیلنے
اور شائع ہو جانے کو روا رکھا ہے یہ نادان نہیں سوچتے کہ جو وجود غیب الغیب
نہ دیکھنے میں آسکتا ہے نہ سونگھنے میں نہ ٹٹولنے میں اگر تب ساعد بھی اس ذات
کامل کے کلام سے محروم اور بے خبر ہو تو پھر اس ناپیدا وجود پر کیونکر یقین آئے
اور اگر مصنوعات کے لحاظ سے صانع کا کچھ خیال بھی دل میں آیا لیکن جبکہ عقل
نے وقت العمر کوشش کر کے نہ کبھی اس صانع کو اپنی آنکھوں سے دیکھا نہ کبھی اس
کے کلام پر مطلع ہوا نہ کبھی اس کی نسبت کوئی ایسا نشان پایا کہ جو جیتے جاگتے میں
۲۹۵ ہوا چلا ہے تو کیا آخر اس کو یہ وسوسہ نہیں گذرے گا کہ شاید میری فکر نے ایسے صانع

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۲۹۵ اسی عالم میں حقیقت نجات کو پا لیتا ہے اب جبکہ سچی نجات دہندہ کی یہی علامت
ٹھہری اور یہی طالب حق کا مقصود و منتظر ہے کہ جو اس کی زندگی کا اصل مقصد اور اس
کے مذہب پکڑنے کی علت غائی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ یہ علامت صرف حضرت محمد مصطفی
صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے اور انہیں کے اتباع سے کہ جو قرآن شریف کے اتباع
پر منحصر ہے باطنی نور اور محبت الٰہیہ حاصل ہوتی ہے قرآن شریف جو آنحضرت کے اتباع
۲۹۶ کا مدار علیہ ہے ایک ایسی کتاب ہے جس کی متابعت سے اسی جہان میں آثار نجات کے

منتقلہ کلام میں جیسا کہ چاہیئے انسان مراتب قطعیہ تک پہونچ سکتا ہے کیونکہ ۲۹۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اسکے قرار دینے میں غلطی کی ہو اور شاید وہ دہریہ اور طبیعیہ ہی ہوں کہ جو عالم کی بعض اجزا
کو بعض کا صانع قرار دیتے ہیں اور کسی دوسرے صانع کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں چنانچہ
ہمارے بعض عقل پرست اس باب میں اپنے خیال کو آگے سے آگے دوڑا کر ہنود و دیگر
مذکورہ مذہبوں کے دل کو چھوڑ لینگے کیونکہ ممکن نہیں کہ وہ خدا کے ذاتی نشان سے باوجود
سخت جستجو اور تکاپو کے ناکام رہ کر پھر ایسے وساوس سے بچ جائے وجہ یہ کہ انسان کی
یہ فطرتی اور طبیعی عادت ہے کہ کسی چیز کے وجود کو قیاسی قرائن سے واجب اور ضروری
سمجھ کر پھر باوجود نہایت تلاش اور پڑتال اور بلیغ جستجو کے خارج میں اس چیز کا کچھ پتہ
نہ لگے تو اپنے قیاس کی صحت میں اس کو شک بلکہ انکار پیدا ہو جاتا ہے اور اس قیاس کے
مخالف اور منافی سینکڑوں احتمال دل میں نمودار ہو جاتے ہیں بارہا ہم تم ایک مخفی امر
کی نسبت قیاس دوڑایا کرتے ہیں کہ یوں ہوگا یا دوں ہوگا اور جب بات کھلتی ہے تو وہ
اور ہی ہوتی ہے نہیں روزمرہ کے تجارب نے انسان کو یہ سبق دیا ہے کہ مجرد قیاسوں
پر طمانیت کر کے بیٹھنا کمال نادانی ہے غرض جب تک قیاسی ڈھکوسلوں کے ساتھ مخبر واقعہ
نہ ملے تب تک سادی نمائش عقل کی ایک سراب ہے اس سے زیادہ نہیں جس کا آخری
نتیجہ دہریہ پن ہے سو اگر دہریہ بننے کا ارادہ ہے تو تمہاری خوشی ورنہ وساوس کے
تند سیلاب سے کہ جو تم سے بہتر ہزارہا عقلمندوں کو اپنی ایک ہی موج سے تحت الثریٰ
کی طرف لے گیا ہے صرف اسی حالت میں تم بچ سکتے ہو کہ جب عروہ وثقیٰ الہام حقیقی کو
مضبوط پکڑ لو ورنہ یہ تو ہرگز نہیں ہوگا کہ تم مجرد خیالات عقلیہ میں ترقی کرتے کرتے
آخر خدا کو کسی جگہ بیٹھا ہوا دیکھ لوگے بلکہ تمہارے خیالات کی ترقی کا اگر کچھ انجام ہوگا
تو بالآخر یہی انجام ہوگا کہ تم خدا کو بے نشان پا کر اور نشدنی کی علامات سے خالی دیکھ
اور ہستی کے سراغ نہ ملنے سے عاجز اور درماندہ رہ کر اپنے دہریہ بھائیوں کو جا ملوگے اور اس

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ وہی کتاب ہے کہ جو دونوں طریق ظاہری اور باطنی کے ذریعہ سے تقویت
یا تصدیق کو مرتبہ تکمیل پہنچاتی ہے اور شک کی وجہ شبہات سے خلاصی بخشتی ہے۔ ظاہری طریق سے
اس طرح پر کہ بیان اس کا ایسا جامع دقائق و حقائق ہے کہ جس قدر دنیا میں ایسے شبہات پائے
جاتے ہیں کہ جو خدا تک پہنچنے سے روکتے ہیں حق کے متلاشی ہو کر صدہا جھوٹے فرقے پیدا ہو گئے ہیں

یہ بات بالکل غیر معقول اور خلاف قیاس ہے کہ انسان اپنی ایجاد میں ترقیات

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

۳۹۵ دھوکا مت کھانا کہ اگر ذی عقل کا انجام دہریہ پن ہے تو ایک برہمو صاحب والے
کیوں کسی قدر خدا کے وجود کے اقراری ہیں اور کیوں یک لخت دہری نہیں ہو جاتے
اس کے دو باعث ہیں ایک تو یہ کہ ہنوز ان کو اپنے خیالات میں پوری پوری ترقی
حاصل نہیں ہوئی اور جس وجود کو فرضی طور پر انہوں نے قرار دے لیا ہے ابھی
تک اسی فرضی خیال پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور تا حال آگے قدم بڑھا کر اس جستجو
میں نہیں پڑے کہ اس فرضی وجود کا خارج میں کہیں پتہ لگا دیں مگر یہ بات یاد
رکھو کہ جب ہی کہ وہ اپنے خیالات میں ترقی کر کے کچھ آگے قدم بڑھاویں گے تو
پھر اس پیش قدمی کا یہی نتیجہ ہوگا کہ ان کے دل میں یہ کھٹکا پیدا ہو جائے گا کہ جس
ذات کو ہم حی قیوم اور ہر جگہ موجود تسلیم کر رہے ہیں وہ کہاں اور کدھر اور کس طرف
ہے۔ اگر وہ واقعی طور پر بوجود خارجی موجود ہے تو پھر اس کا کیوں پتہ نہیں ملتا
اور کیوں وہ تلاش کرنے والوں پر اپنی ہستی کو ظاہر نہیں کرتا اس کھٹکے کے پیدا
ہونے سے یا تو وہ بالآخر الہام حقیقی پر ایمان لاویں گے اور اپنے نفس کو ورطۂ تباہی
سے چھوڑا لیں گے اور اگر یہ نہیں تو پھر ذرا خیالات کی ترقی ہونے دیجئے پھر دیکھئے
کیسے دہریہ ہوتے ہیں یا نہیں۔ نہیں کے وہ کیوں بھلا کیونکر عقل کے پابند تھے جب
ان کے خیالات نے ترقی کی تو آخر جیسے اور دہریہ ہو گئے ہیں یہ بھی ہو گئے عقل پرست
نہیں ہیں کہ جو خیالات میں ترقی کر کے دہریہ نہیں بنیں گے بلکہ خدا کی دانش کے
مستثنیٰ محال نہیں نظر آ جائیں گے بلاشبہ جو کچھ آخر خیالات کی ترقی سے پہلے عقلمندوں

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۳۹۶ خیالات والا گروہ لوگوں کے دلوں میں جم رہے ہیں سب کا رد معقول طور پر اس میں
موجود ہے اور جو تعلیم حقہ اور کامل کی راستی ظلمت موجودہ زمانہ کے لئے درکار ہے
وہ سب آفتاب کی طرح اس میں چمک رہی ہے اور تمام امراض نفسانی کا علاج اس
میں مندرج ہے اور تمام معارف حقہ کا بیان اس میں بھرا ہوا ہے اور کوئی دقیقہ علم
الٰہی نہیں جو آئندہ کسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے اور اس سے باہر رہ گیا ہو۔ اور باوجود اس
کے اس طور پر کہ اس کی کامل متابعت دل کو ایسا صاف کر دیتی ہے کہ انسان لدنی انوار

کرنے سے قاصر اور عاجز ہے اور جب کلام کی بلاغت اور فصاحت میں

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

تتمہ

کی ذات پر ایمان ہی لاتے کسی دن ان کے لئے بھی درپیش ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ ابھی ان کو خدا کی پوری جستجو اور تلاش میں بہت سی کسر باقی ہے اور خود دنیا کی پیاری اور میٹھی معلوم ہوتی ہے اور دن رات اسی کا سودا ہے اور اسی کے لئے مست جیتے ہوئے دور دراز ملکوں میں چلے جاتے ہیں اور ابھی تک آخرت کے ملک کا ان کو دھیان ہی نہیں اور نہ اس مالک الملک کا کچھ خیال ہے مگر تاہم اگر عنقریب وہ دن آئینگے کہ وہ مجرد عقل کے ذریعہ سے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہیں گے کہ اگر خدا موجود ہے تو کہاں ہے اور کیوں اس کا وجود تمام موجود چیزوں کی طرح محسوس نہیں تو پھر ایسا فیصلہ ہوگا کہ یا تو اس ذات لطیف کے کلام پر ایمان لانا پڑے گا اور یا یہ قرضی قول بھی ہاتھ سے چھوڑنا پڑے گا کہ مصنوعات کے لئے ایک صانع ہونا چاہئے دوسرا باعث جس کی تقویت سے مجرد عقل پرست جلد تر دہریہ بننے سے رک جاتے ہیں الہام الٰہی کی برکتیں اور وہی اللہ کے آفتاب کی شعاعیں ہیں جنہوں نے خدا کی ہستی کو مشہور و فاش کر دیا ہے اور جن کی متواتر بارشوں نے اقرار ہستی الٰہی کو اقلیم

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

تتمہ

سے بالکل پاک ہو کر حضرت الٰہی سے اتصال پکڑ لیتا ہے اور انوار قبولیت اس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور عنایات الٰہیہ اس قدر اس پر احاطہ کر لیتی ہیں کہ جب وہ مشکلات کے وقت دعا کرتا ہے تو کمال رحمت اور عطوفت سے خداوند کریم اس کا جواب دیتا ہے اور بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اگر وہ ہزار مرتبہ اپنی مشکلات اور مہموں کے وقت میں سوال کرے تو ہزار مرتبہ ہی اپنے مولیٰ کریم کی طرف سے نہایت فصیح اور لذیذ اور مبارک کلام میں محبت آمیز جواب پاتا ہے اور الہام الٰہی بارش کی طرح اس پر برستا ہے اور وہ اپنے دل میں محبت الٰہیہ کو ایسا بھرا ہوا پاتا ہے جیسا ایک نہایت صاف شیشہ ایک لطیف عطر سے بھرا ہوتا ہے اور انس اور شوق کی ایک ایسی پاک قوت اس کو عطا کی جاتی ہے کہ جو اس کے سخت نفسانی زنجیروں کو توڑ کر اور اس دخانستان سے باہر نکال کر محبوب حقیقی کی

ہر قسم کی ترقی کرنا اور مرتبہ کمال تک پہونچ جانا عند العقل ممنوع نہیں ہے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

خدا ترسی دلوں میں مضبوطی سے جما دیا ہے اور کروڑ ہا دلوں پر ایک بزرگ اثر
ڈال رکھا ہے پس چونکہ اس کی مستحکم اور قدیمی شہادتوں کی بلند آوازوں سے ہر ایک
انسان کی قوت سامعہ بھر گئی ہے اور ہر ایک صحیفہ سماعت کی تمام تار و پود میں رچ گیا
آوازیں ایسی سرایت کر گئی ہیں کہ ایک نادان اور اُمّی آدمی کہ جو عقل کے نام سے
بھی واقف نہیں اور نہ یہ جانتا ہے کہ دلائل کیا چیز ہیں اگر خدا کی ہستی کے بارہ میں
سوال کیا جاوے کہ آیا وہ موجود ہے یا نہیں تو ایسے سائل کو وہ نہایت درجہ کا احمق
جانتا ہے اور خدا کی ہستی پر ایسا پختہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اگر تمام جہان کے عقل پرست
ایک طرف رکھے جائیں اور دوسری طرف اس کو رکھا جائے تو اس کے یقین کا پلہ
بھاری ہو اور فلسفہ کے معقولیوں اور فلسفیوں کی طرح ایک دلیل بھی اسے یاد نہیں
ہوتی بلکہ اس کی بلا کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ برہان اور دلیل اور حجت اور قیاس کے
کہتے ہیں غرض انہیں برکتوں کے سہارے سے بہت سماع والے بھی باوجود سخت جہالت
اختیار کرنے کے اب تک مستقیم خدا کی ہستی کے قائل ہیں اور خدا کے موجود ہونے کی
بزرگ شہرت نے ان کے خیالات کو بھی آوارہ گردی سے تھام رکھا ہے پس

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

تشنگی اور درد کا علم ہوتا ہے اس کو ہر دم اور ہر لحظہ تازہ زندگی کی تسلی رہتی ہے پس
وہ اپنی وفات سے پہلے ہی ان عنایات الٰہیہ کا کرشمہ خود دیکھ لیتا ہے جن کے دیکھنے
کے لئے دوسرے لوگ مرنے کی امیدیں باندھتے ہیں اور یہ سب نعمتیں کسی لا حاصل محنت
اور ریاضت پر موقوف نہیں بلکہ صرف قرآن شریف کے کامل اتباع سے دی جاتی
ہیں اور ہر ایک طالب صادق ان کو پا سکتا ہے ہاں ان کے حصول میں خاتم الرسل
اور فخر الرسل کی بدل و جان کامل محبت بھی شرط ہے تب بعد محبت نبی اللہ کے انسان
ان نوروں میں سے بقدر استعداد خود حصہ پا لیتا ہے کہ جو کامل طور پر نبی اللہ کو دی
گئی ہیں پس طالب حق کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں کہ وہ کسی صاحب
بصیرت اور معرفت کے ذریعہ سے خود اس دین متین میں داخل ہو کر اور اتباع کلام الٰہی
اور محبت رسول مقبول اختیار کر کے سامنے ان برکات کی حقیقت کا کرشمہ خود دیکھ لے

تو اس صورت میں فرقانی بلاغت کی نظیر بنانا بھی ممتنع نہ ہوگا سو واضح

حاشیہ نمبر ۱۱

اگرچہ کوئی اپنے خبث باطن سے الہام الٰہی کا منکر ہی رہے مگر درحقیقت اُسی کے قوی ہاتھ اور پُرزور بازو سے یقین اور صدق کی کشتی چل رہی ہے اور وہی خدا تعالیٰ کے دریا کا ناخدا ہے اور اگرچہ ہریک اس کے آثار و فیض سے بہرہ ور ہے پر انہیں کا قصور نہیں بلکہ خود وہ ہریک اس شخص کی طرح ہیں کہ جو اپنی فطرت سے اندھا اور بہرہ ہو یا اس عضو کی طرح ہیں جو فاسد اور جذام خوردہ ہو گیا ہو۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ اکیلی عقل کو ماننے والے جیسے علم اور معرفت اور یقین میں ناقص ہیں ویسا ہی عمل اور وفاداری اور صدق قدم میں بھی ناقص اور قاصر ہیں اور ان کی جماعت نے کوئی ایسا نمونہ قائم نہیں کیا جس سے یہ ثبوت مل سکے کہ وہ بھی ان کروڑہا مقدس لوگوں کی طرح خدا کے وفادار اور مقبول بندے ہیں کہ جن کی برکتیں ایسی دنیا میں ظاہر ہوئیں کہ ان کے وعظ اور نصیحت اور دعا اور توجہ اور تاثیر صحبت سے صدہا لوگ پاک روشن اور باصفا ہو کر ایسے اپنے مولیٰ کی طرف جھک گئے کہ دنیا و مافیہا کی کچھ پروا نہ رکھ کر اس جہان کی لذتوں اور راحتوں اور خوشیوں اور شہرتوں اور فخروں اور مالوں اور ملکوں سے بالکل تعلق توڑ کے اس سچائی کے راستہ پر قدم مارا جس پر قدم مارنے سے ان میں [illegible]

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور اگر وہ اس غرض کے حصول کے لئے ہماری طرف بصدق دل رجوع کرے تو ہم خدا کے فضل اور کرم پر بھروسہ کر کے اس کو طریق اتباع بتلانے کو تیار ہیں پر خدا کا فضل اور استعداد ازلی درکار ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سچی نجات سچی تندرستی کی مانند ہے پس جیسی سچی تندرستی وہ ہے کہ جس میں تمام آثار تندرستی کے ظاہر ہوں اور کوئی عارضہ منافی اور منافی تندرستی کا لاحق نہ ہو اسی طرح سچی نجات بھی وہی ہے کہ جس میں حصول نجات کے آثار بھی پائے جائیں کیونکہ جس چیز کا حقیقی طور پر وجود متحقق ہو اس وجود متحقق کے لئے آثار و علامات کا پائے جانا لازم پڑا ہوا ہے اور بغیر تحقق وجود ان آثار و علامات کے وجود اس چیز کا متحقق نہیں ہو سکتا اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں تحقق نجات کے لئے یہ علامات خاصہ ہیں کہ انقطاع

ہوکر یہ وسوسہ اول تو ہماری اس تقریر متذکرہ بالا سے دُور ہوتا ہے جس میں ہم نے

حاشیہ نمبر ۱۱

جن میں ظلمت ہوئی ہزارہا سر کاٹے گئے لاکھوں مقدسوں کے خون سے زمین تر ہوگئی پر باوجود ان سب آفتوں کے انہوں نے ایسا صدق دکھایا کہ عاشق دلدادہ کی طرح پابزنجیر ہوکر ہنستے رہے اور دُکھ اٹھا کر خوش ہوتے رہے اور بلاؤں میں پڑ کر شکر کرتے رہے اور اسی ایک کی محبت میں وطنوں سے بے وطن ہوگئے اور عزت سے ذلت اختیار کی اور آرام سے مصیبت کو سر پر لے لیا اور تونگری سے مفلسی قبول کرلی اور ہر یک پیوند اور رابطہ اور خویشی سے غریبی اور تنہائی اور بیکسی پر قناعت کی اور اپنے خون کے بہانے سے اور اپنے سروں کے کٹانے سے اور اپنی جانوں کے دینے سے خدا کی ہستی پر مہریں لگادیں اور کلام الٰہی کی پیروی کی برکت سے وہ خواص خاص ان میں پیدا ہوگئے کہ جو ان کے غیر میں کبھی نہیں پائے گئے اور ایسے لوگ نہ صرف پہلے زمانوں میں موجود تھے بلکہ یہ برگزیدہ جماعت ہمیشہ اہل اسلام میں پیدا ہوتی رہتی ہے اور ہمیشہ اپنے نورانی وجود سے اپنے مخالفین کو ملزم لاجواب کرتی آئی ہے لہٰذا منکرین پر ہماری یہ حجت بھی تام ہے کہ قرآن شریف جیسے مراتب علمیہ میں اعلیٰ درجہ کمال تک پہنچا ہوا ہے ویسا ہی مراتب عملیہ کے کمالات بھی اُسی کے ذریعہ سے ملتے ہیں اور آثار و انوار قبولیت حضرت احدیت انہیں لوگوں میں ظاہر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اہل اللہ اور طالب حبّ الٰہی اس قدر کمال کے درجہ تک پہنچ جائے کہ اس شخص کی محبت اور توجہ اور دعا سے بھی یہ امور دوسرے ذی استعداد لوگوں میں پیدا ہوسکیں اور خود وہ اپنی ذاتی حالت میں ایسا منور الباطن ہو کہ اس کی برکات طالب حق کی نظر میں بدیہی الظہور ہوں اور اس میں وہ تمام خصوصیات اور تجلیات حضرت احدیت پائی جائیں کہ جو مقربوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس جگہ کوئی شخص نجومیوں اور آتشیوں وغیرہ عجیب گروہوں کی پیشگوئیوں پر دھوکا نہ کھاوے اور بخوبی یاد رکھے کہ ان لوگوں کو اہل اللہ کے انوار اور برکات سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ وہ پیشگوئیاں اور کرامات کہ جو حق محض ہیں اور جن میں سراسر

توضیح تمام لکھدیا ہے کہ انسان کی علمی طاقتیں خدا تعالیٰ کی علمی طاقتوں ۳۲۵

۳۲۶ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ظاہر ہوتے ہیں جنہوں نے اس پاک کلام کی متابعت اختیار کی ہے دوسروں میں ہرگز ظاہر نہیں ہوتے پس طالب حق کے لئے یہی دلیل حسن کہ وہ بچشم خود معائنہ کر سکتا ہے کافی ہے یعنی وہ کہ آسمانی برکتیں اور ربانی نشان صرف قرآن شریف کے کامل تابعین میں پائے جاتے ہیں اور دوسرے تمام فرقے کہ جو حقیقی اور پاک الہام سے روگردان ہیں کیا برہمو اور کیا آریہ اور کیا عیسائی وہ اس نور صداقت سے بے نصیب اور بے بہرہ ہیں چنانچہ ہر یک منکر کی تسلی کرنے کے لئے ہم ہی ذمہ اٹھاتے ہیں بشرطیکہ وہ سچے دل سے اسلام قبول کرنے پر مستعد ہو کر پوری پوری امانت اور استقامت اور صبر اور صداقت سے طلب حق کے لئے اس طرف تکلیف کش ہو اگر اب بھی کوئی انکار سے باز نہ آوے تو پھر انکار اس کا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ وہ دنیا کی محبت سے سچائی کو قبول کرنا نہیں چاہتا اور تمام گفتگو اس کی عناد اور بغض کی راہ سے ہے نہ حق جوئی کی راہ سے۔

اب اے حضرات برہمو! ذرا آنکھ کھول کر دیکھو کہ کیونکر اس تحقیق سے بانکشاف

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

فتح اور نصرت کی بشارتیں اور اقبال اور عزت کی خبریں بھری ہوئی ہیں ان سے مخالف آفات کو کچھ بھی نسبت نہیں خداوند تعالیٰ نے اہل اللہ کو ایسی فطرت بخشی ہے کہ ان کی نظر اور صحبت اور توجہ اور دعا اکسیر کا حکم رکھتی ہے بشرطیکہ شخص مستفیض میں قابلیت موجود ہو اور ایسے لوگ صرف پیشگوئیوں سے نہیں بلکہ اپنے خوارق معرفت سے اپنے توکل خارق عادت سے اپنی کامل محبت سے اپنے انقطاع تام سے اپنے صدق اور ثبات سے اپنے انس باللہ اور شوق اور ذوق سے اور اپنے غلبہ خشوع اور خضوع سے اور اپنے تزکیہ نفس سے اور اپنی ترک محبت دنیا سے اور اپنی کثیر الوجود برکتوں سے کہ جو بارش کی طرح برستی ہیں اور اپنے مؤید من اللہ ہونے سے اور اپنے بے مثل استقامت اور اعلیٰ درجہ کی وفاداری اور اتم تقویٰ اور طہارت اور تمام محبت اور انشراح صدر سے شناخت کئے جاتے ہیں اور پیشگوئیاں ان کا اصل منصب

سے ہرگز برابر نہیں ہو سکتیں اور جو عقلی طاقتوں میں ادنیٰ اور اعلیٰ درجہ کی ترقی اور

حاشیہ نمبر ۱۱	تمام ثابت ہوگیا کہ الہام نہ صرف ممکن ہے اور نہ صرف ضروری بلکہ ایک امر بپایۂ ثبوت صداقت کہ جو خدا مستقل واجب الوجود اور عندالتحقیق متحقق الوجود ہے جس کا موجود ہونا ہم نے ثابت کر دکھایا ہے پس اے حضرات اب آپ لوگوں پر لازم ہے کہ اس حاشیہ کو اور نیز حاشیہ نمبر ایک اور نمبر ۲ اور نمبر ۳ کو بغور تمام پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور پھر منصفانہ غور اس بات کے روشن چراغ کو پاکر ظلمات کے تاریک خیالات کو چھوڑ دیں اور اس منصفانہ شرم کو دل میں جگہ دیں کہ پنڈتی سیاہیوں کو شکر اور ضد ہی بلکہ لازم ہے کہ جو شخص اپنے تئیں منصف سمجھتا ہے اب منصفانہ انصاف دکھاوے اور جو اپنے تئیں حق کا طالب جانتا ہے اب وہ حق کے قبول کرنے میں توقف نہ کرے ان نفسانی آدمی کو ایسی صداقت کا قبول کرنا جس کے ماننے سے دین کی تلخی میں فرق آتا ہے ایک مشکل امر ہوگا مگر سعید طبیعت کے آدمی ایا آپ بھی اس خدائے مطلق سے عزت کریں جس سے آخر کار تمہارا معاملہ ہے اور دل میں خوب سوچ لے کہ جو شخص حق کو پا کر پھر بھی طریقہ ناحق کو نہیں چھوڑتا اور مخالفت پر ضد کرتا ہے
حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳	نہیں ہے بلکہ وہ اس غرض سے ہے کہ تاوہ ان برکتوں کو جو ان پر اسلام کے متبعین پر وارد ہوئے کوئی قبل از وقت بیان کرکے اور توجہ خاص حضرت احدیت پر یقین واثق اور نیز وہ محبت طیبات اور مکالمات جو حضرت احدیت کی طرف سے ان کو ہوتے ہیں ان کی صحت اور منجانب اللہ ہونے پر ایک قطعی اور یقینی حجت پیش کریں اور ایسے مسلمان جن کو یہ برکات قرآنیہ بکثرت ظاہر ہوتی ہیں ان کی نسبت خدا کی قدرت اور حکمت قدیمہ کے قانون میں یہی مقرر پایا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے سچے اور پاک خاندان ہوں اور جو پختہ مذہب پر ثابت اور مستقیم ہوں اور حضرت احدیت سے نہایت درجہ کا اتصال اور دنیا و ما فیہا سے نہایت درجہ کا انقطاع رکھتے ہوں ایسے لوگ بہ برکت اتباع کامل رکھتے ہیں اور ان کی فطرت کو ربانی نور اور حقانی مذہب لازم ہے اور ان کی ذات ستودہ صفات کو کہ جو جامع البرکات ہے بوجہ محبت نبویہ اور آنحضرت

ضعیف کا فرق ہوتا ہے وہ ضرور ہے کہ کلام میں ظاہر ہو یعنے جو کلام اعلیٰ طاقت

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

خدا کے پاک نبیوں کے نفوس قدسیہ کو اپنے نفس یا دوسرے پر قیاس کرکے دُنیا کے
عاجزوں سے کلام کرتا ہے حالانکہ کلام الٰہی کے مقابلہ پر آپ ہی جھوٹا اور ذلیل اور
رسوا ہو رہا ہے ایسے شخص کی شقاوت اور بدبختی پر خود اس کی روح گواہ ہو جاتی ہے
کیونکہ اس کو ہر وقت ملزم کرتی رہتی ہے اور جانتی ہے کہ وہ خدا کے حضور میں اپنی بیباکی
کا پاداش پائیگا کیونکہ جو شخص نہایت سخت اور جلانے والی دھوپ میں کھڑا ہے
وہ ظلّ ظلیل کا انکار نہیں کر سکتا۔ سو اگرچہ نصیحت ایسا امر نہیں ہے کہ جس سے ہر یک بار
ہو جائے لیکن جس کلام کے اختیار کرنے میں صریح دنیا کی رسوائی نظر آتی ہے اور انواع
کی بدبختی پیدا ہونے والی چیز نہیں اس کلام کو کیوں ایسے لوگ اختیار کریں جن کا یہ دعویٰ
ہے کہ ہم عقل کی راہوں پر چلنا چاہتے ہیں بالخصوص یہ تہذیب کے بعض شریف اور
شائستہ لوگ جو ذی علم اور روشن دماغ ہیں اُن کی نیک نہاد طبیعت پر بہت قوی امید ہے
کہ وہ صدق دلی سے تمام صداقتوں کو جن کی سچائی اس رسالہ میں ثابت ہو چکی ہے
قبول کر لیں گے مگر ہم یہ امید رکھتے ہوں کہ قبل اس کے جو ایسے لوگ بتمام کمال

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

نجیبت دنیا کمال درجہ کی بیخ نہیں اور غایت درجہ کی فہیم ہے کیونکہ وہ دنیا کے ثقیل
چیزوں خاکیوں کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے بلکہ وہ آفتاب درجہ یا قدر کی طرح کامل
نور ہیں اور حکمت الٰہیہ کے قانون قدیم نے اسی غرض سے ان کو پیدا کیا ہے کہ تا دنیا
میں آکر دنیا کو منور کریں۔ یہ بات تو تمام یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسے خدا نے امراض بدنی
کے لئے بعض ادویہ پیدا کی ہیں اور وہ عمدہ چیزیں جیسے تریاق وغیرہ انواع اقسام کے
آلام اور سقام کے لئے دنیا میں موجود کی ہیں اسی طرح اور ان ادویہ میں ابتدا سے یہ خاصیت
رکھی ہے کہ جب کوئی بیمار بشرطیکہ اس کی بیماری درجہ شفا سے تجاوز نہ کر گئی ہو ان
دواؤں کو بہ رعایت پرہیز وغیرہ شرائط استعمال کرتا ہے تو اس حکیم مطلق کی اسی عادت
جاریہ سے کہ اس بیمار کو حسب استعداد اور قابلیت کے صحت اور تندرستی عطا
ہو جاتی ہے یا کلّی شفا عنایت کرتا ہے اسی طرح خداوند کریم نے نفوس قدسیہ ان نفوس

سے صادر ہوئی ہے وہ اعلیٰ اور جو ادنیٰ طاقت سے صادر ہوئی ہے وہ ادنیٰ ہو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱	ہیں حاسد بھی جیسے متاثر اور ہدایت پذیر ہو جاتے ہیں کیونکہ دانا اور شریف آدمی کی غیرت کب چاہتی ہے کہ ملزم ہو کر اپنی حالت کو رسوائی کی نوبت تک پہنچاوے اور اس وقت سے پہلے جو ذلت ظاہر ہو عزت کے ساتھ حق کو قبول کر لے اور یہ بات حق کی نظر میں قابل تعظیم ٹھہرتا ہے لیکن جو شخص اپنی فطرت سے بے حیا اور بے شرم ہے اس کو رسوائی اور ذلت کا کچھ خیال نہیں اور رسوا ہونے سے وہ کچھ بھی اندیشہ نہیں رکھتا اور حقیقت میں اکثر ایسے خبیث کے رنگ دنیا میں پائے جاتے ہیں کہ جو صفت حیا سے بکلی الگ ہو کر کمال بے حیائی کے رنگ میں اپنی بطالت پر اصرار کرتے رہتے ہیں اور ہزار ذلت دیکھ کر اپنی ضد کو نہیں چھوڑتے اور پیچھے رہنے سے باز نہیں آتے اور حق کو دیکھ کر پہلی عادت کے بندے ہی رہتے ہیں اور اس بات سے کچھ غرض نہیں رکھتے کہ لوگ انہیں ضدی اور حاسد کا جیتا کہیں گے یہی لوگ ہیں جو باعث شدت تعصب و غلبہ ظلم و جہالت مردہ کی طرح پڑے رہتے ہیں اور صداقت کی طرف ایک ذرہ حرکت نہیں کر سکتے اور راستی اور استقامت کی راہ نہیں پکڑ سکتے جو اور دیکھو نادانی کی بات دیکھ کر بھی انہیں کچھ غیرت نہیں ہوتی
بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳	ہیں یہ بیان اور قول سے یہ نصیحت ڈالی گئی ہے کہ ان کی توجہ اور دعا اور صحبت اور نظر بیشتر قبولیت امراض روحانی کی دوا ہے اور ان کے نفوس حضرت احدیت سے شدید تعلقات و فیوضات و نکات نوری قسم کے فیض پاتے ہیں اور پھر وہ تعلق خلق اللہ کی ہدایت کے لئے ایک عظیم الشان اثر رکھتے ہیں غرض اول حضرات وہ جو خلق کے لئے ایک رحمت ہوتے ہیں اور جس طرح اس جہان کا آفتاب باجتماع قسمت حضرت احدیت ظاہر ہے کہ جو شخص پیدا ہوتا ہے وہ دنیا کی حد سے بچت پاتا ہے اور جو شخص کہ کرتا ہے وہی ہوتا ہے کہ فیض سے حاصل کرتا ہے اسی طرح ملت حنیفیہ پر جو کرتا ہے بعد ازاں نبیوں اور ان کے کامل تابعین کو ذریعہ اور وسیلہ ٹھہرا رکھا ہے وہ انہیں کی صحبت میں رہ کر اصلی جوہر کو پکڑتے ہیں اور بشریت کی غلطیوں سے رکتی ہوئی جماعت نفسانی غلطیوں سے مخلصی پاتے ہیں اور محبت الٰہی کا شوق جوش مارتا ہے اور آسمانی برکات

جیسا کہ خود انسان کے افراد متفاوت الاستعداد پر نظر کرنے سے یہ فرق ظاہر اور

لکھتے ہیں کہ جوش سنبھالیں اور عقل کا دعویٰ کرتے کہتے ہیں عقل ذہن جاہل ہوتا ہے
بڑا ملائق اور ذہن بہت کہلاتا ہے جس کی زبان پاکیزہ اور مقدس کی تعظیم ہیں تو
بڑی بڑی بولیاں کا دعویٰ ہونے کے وقت ہی گونگا ہو جاتے اگر وہ کسی ایسی
بات کے سمجھنے سے تنگ ہو جائے کہ جو حقیقت میں ایک باریک دقیقہ ہوتا تو نہیں بہت
اور ان کا کچھ تصور نہیں بات باریک تھی اس نے سمجھ نہ سکے رہ گئی سو اس کا سبب
کو دیکھو کہ وہ باتیں ہوا نے استعداد کا دعویٰ بھی کہہ سکتا ہے انہیں کے استعمال
کرنے سے ان کا مطلب ہے۔ پہلا الہامی کے بحث میں کوئی شخص آدمی خیال کرے
کہ کیا اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل ہے کہ خدا جو تمام صفات کاملہ سے متصف ہے
گونگا نہیں ہو سکتا کیونکہ ضرور لازم ہے کہ جیسے دیکھتا ہے سنتا ہے جانتا ہے
ویسا ہی بولتا بھی ہو اور جب بولنے کی صفت پائی گئی تو اس صفت کا فیض بھی افراد
لائقہ نوع انسان پر ہونا چاہیئے کیونکہ خدا کی کوئی صفت فیض رسانی سے خالی
نہیں اور وہ جمیع صفات حمیدہ فیوض سے نہ بعض صفات اور تمام صفتوں کے مدعی
انسان کے لئے رحمت ہے نہ بعض صفتوں کے رو سے کیا اس بات کا سمجھنا کچھ
پیچیدہ امر ہے کہ انسان جو طرح طرح اقسام کے جذبات نفسانی میں گرفتار ہے اور ہر
لحظہ حرص اور ہوا کی طرف جھکا جاتا ہے وہ آپ ہی قانون شریعت کا واضع
اور بنانے والا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ پاک قانون اسی کی طرف سے صادر ہو سکتا
ہے کہ جو اپنی ذات میں ہر یک جذبہ نفسانی اور سہو و خطا سے پاک ہے کیا اس
امر میں کچھ شک بھی ہے کہ مجرد عقل خداشناسی کے بارہ میں مرتبہ یقین تک ہرگز
نہیں پہنچا سکتی کیا انسانوں کے دلوں میں طبعی طور پر اس خواہش کا احساس پایا
نہیں جاتا کہ وہ خدا کے دریافت کے بارے میں ظنون متقلبہ سے آگے قدم بڑھاویں

اپنا جلوہ دکھاتی ہیں اور بغیر ان کے ہرگز وہ باتیں حاصل نہیں ہو سکتیں جو بجائے
ان کی شناخت کی علامات خاصہ ہیں۔ فتدبر و تفکر۔

ہو جاتا ہے۔ اور ضعیف الاستعداد قوی الاستعداد کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ حاشیہ ۳۰۵

کیا سچّے طالبوں کی رُوح ایسے انکشاف کے لئے نہیں تڑپتی جس سے اُن کو اُس زندہ خدا کے وجود
اور عالم مجازات پر کامل تسلی اور تشفّی ملے اور اُس کی بہشت اور دوزخ کے وعدوں کا تحقیقی طور پر ۳۰۶
پتہ لگ جاوے۔ کیا یہ امر منصف پر پوشیدہ رہ سکتا ہے کہ جو صدہا مذہبی جھگڑے طول
طویل تقریروں سے پیدا ہوئے ہیں جن کا اصل موجب غلط تقریروں کا اثر ہے۔
وہ صرف قانون قدرت کے اشارات سے اور اُسی مبہم صحیفہ کے ایمایات سے طے نہیں
ہو سکتے بلکہ جو بات تقریروں نے بگاڑ دی ہے۔ اس کی اصلاح بھی تقریروں ہی سے
ہو سکتی ہے اور جو کلام کا مارا ہوا ہے وہ کلام ہی سے زندہ ہو سکتا ہے۔ مگر بمقابلہ
ناپاک کلام کے کلام ایسا پاک چاہئے جو بالکل حق محض اور خدا کے خالص علم سے نکلا
ہو۔ پھر جبکہ باوجود بدیہی الصداقت ہونے مسئلہ ضرورت الہام کے پھر بھی بعض لوگ
الہام سے انکار کئے جاتے ہیں اور خدا کی مقدس کتاب کو انسان کا اختراع خیال کرتے ہیں
تو کیونکر خیال کیا جائے کہ اُن کو کچھ خدا کا خوف بھی ہے۔ اور کیونکر اُمید رکھیں کہ اُن کے
مُنہ سے بھی کوئی انصاف کا کلمہ نکلے گا جو لوگ کسی حالت میں جھوٹ کو چھوڑنا
نہیں چاہتے۔ اُن کو ہمارا کہنا بھی عبث ہے اور اُن کا اس کتاب کو دیکھنا بھی عبث۔
افسوس کہ صدہا آدمی عاقل کہلا کر پھر جہالت میں گرفتار ہیں۔ آنکھیں رکھتے ہیں پر دیکھتے
نہیں۔ اور کان بھی ہیں پر سُنتے نہیں۔ اور دل بھی ہے پر سمجھتے نہیں۔ ایسے لوگ برہمو
سماج والوں میں کچھ کم نہیں جنہوں نے اپنی عقلمندی بھی دکھلائی تو یہ دکھلائی کہ خدا کی
صفات قدیمہ کو اسکی ذات میں سے اُدھیڑ کر الگ رکھ دیا اور گونگا اور ناقص الفیض
اور ناقص القدرت نام رکھا جب اُن کے عقلمندوں کا یہ حال ہے تو کیا وہ جس کی عقل آپ ہی
ناقص ہے اُن کو دیکھ کر بکلّی خدا کی صفات سے منکر نہیں ہو جائیگا۔ کیونکہ اگر خدا بولنے پر
قادر نہیں تو پھر کیونکر کوئی سمجھے کہ دیکھنے اور سُننے اور جاننے پر قادر ہے۔ اگر اس میں
صفت کلام نہیں پائی جاتی تو پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ اور صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اور اگر
صفت تکلّم تو اُس کو حاصل ہے پر اس صفت سے کسی مخلوق کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ تو کیا یہ

شتت سب انسان ایک ہی نوع میں داخل ہیں ماسوا اس کے یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ

خیال نہیں کیا جائیگا کہ وہ درخت رحمت اپنی تمام شاخوں کے ساتھ جو صفات کاملہ ہیں اپنی مخلوق پر سایہ فگن نہیں بلکہ بعض ٹہنیاں اسکی خشک بھی ہیں جن سے کبھی کسی کو فائدہ نہیں پہنچا۔ یہ تو برہمو سماج والوں کا خوش اعتقاد ہے پھر ایسے لوگ باوجود ان ذلیل اور باطل اعتقادوں کے قرآن شریف کو کہ جو تمام صداقتوں کا چشمہ ہے ایسا خیال کر رہے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ خدا کا کلام نہیں بلکہ خود غرضی سے لکھا گیا ہے۔ اور چونکہ یہ خیالات اچھے
خلقوں سے محروم رکھتے ہیں اسلئے یہ لوگ بھی قرآن شریف پر بدگمانی کر کے طرح طرح کے ۳۰۵
خباثت میں پڑ گئے اور انواع اقسام کی اہانت روا رکھی۔ تندرست کو بیمار قرار دے دیا اور اپنے گھر کے ہاتھ سے بیٹھے ہیں۔ افسوس کہ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ جو کتاب خود غرضی سے لکھی جاتی ہے کیا اس کی یہی نشانیاں ہوا کرتی ہیں کہ وہ حکمت میں معرفت میں حقائق میں دقائق میں سب کتابوں سے افضل و اعلیٰ ہو۔ اور انسان اسکے مقابلہ سے عاجز ہو۔ کیا ایسی کتاب کو انسان کا افترا کہنا چاہیئے جس کے مقابلہ پر اگر سارے انسان فکر کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی اسکے سامنے کچھ بن نہیں پڑے۔ کیا ایسے مقدس اور معصوم اور پاک اور کامل انسان کو نفسانی اور اہل غرض کہنا چاہیئے جس نے دنیاوی تعلیموں میں سے ایک ذرہ حصہ نہ پایا۔ اور پھر اُمّی اور محض بے علم ہو کر حکیموں کو اپنے فضائل علمیہ سے شرمندہ کیا۔ تمام فلاسفروں کا گھمنڈ توڑ دیا۔ گم گشتہ لوگوں کو خدا کا راستہ دکھایا۔ اگر اس کام کو کسی انسان نے کیا ہے تو گویا وہ انسان نہیں خدا ہی ہوا جس نے ایسا کام کر دکھایا۔ جس کی نظیر پیش کرنے سے انسانی قوتیں قاصر و درماندہ ہیں۔ اگر وہ پاک نبی جو قرآن شریف لایا نعوذ باللہ نفسانی آدمی ہے تو پھر ان لوگوں کا نام کیا رکھیں جو بڑے بڑے عاقل اور حکیم و فلاسفر بلکہ خدا کہلا کر اور مخلوق پرستوں کی نظر میں رب العالمین بن کر پھر بھی فضائل علمیہ میں اس کے برابر نہ ہو سکے اور ان کی کلام نے قرآن شریف کے سامنے اتنی بھی حیثیت پیدا نہ کی جیسی سمندر کے سامنے ایک نیم قطرہ کی حیثیت ہوتی ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

ر ۳۰ ہریک بولی انسان کی ہی ایجاد ہے۔ بلکہ بکمال تحقیق ثابت ہے کہ موجد اور خالق

کسرشان ہو اور ہرگز یہ خیال نہیں کرتے کہ اس سے ایک عالم کی کسرشان لازم آتی ہے۔ کوئی اپنی عقل پر ناز کرے یا بزعم خود کسی دوسرے نبی کا تابع بن بیٹھے۔ اس کے لئے یہی سیدھا راستہ ہے کہ اوّل انتہائی کوشش کرکے قرآن شریف کے حقائق و معارف کے مقابلہ پر اپنی عقل یا اپنی الہامی کتاب میں سے ویسے ہی حقائق حکمیہ نکال کر دکھلاوے پھر جو چاہے بکا کرے۔ مگر قبل اس کے جو اس مہم کو انجام دے سکے جو کچھ وہ کسرشان قرآن شریف کرتا ہے یا جو الفاظ تحقیر از حضرت خاتم الانبیاء کے حق میں بولتا ہے۔ وہ حقیقت میں اسی نادان ناقص العقل پر پڑتے ہیں نہ کسی نبی و بزرگ پر وارد ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر آفتاب کی روشنی کو تاریکی قرار دیا جائے تو پھر بعد اس کے اور کونسی چیز رہ گئی جس کو ہم روشن کہہ سکتے ہیں۔

اے سرِ خود کشیدہ از فرقاں ... پا نہادہ بہ تختۂ طغیاں
بانگ کم کن بہ پیش نورِ ہدیٰ ... توبہ کن از فسوس و بازی ہا
ایں چہ جہلیست کز رہِ نخوت ... آفتابے بدیدہ ذرّہ نمود
سرنگیری کہ ہست راہ نمود ... دست نور از کسے بکشتی تو
با خدایت عناد و کیں تاچند ... خندہ و بازیت جہل تاچند
خویشتن را مکش بہ ترکِ حیا ... جائے گریہ مشو بہ استہزا
ر ۳۹ مہرِ تاباں چو بر فلک رخشید ... چوں تو دونی بچشمک کس پوشید
شب تواں کرد صد فریب نہاں ... لیک در روز روشن ایں نتواں
نورِ فرقاں ز آفتاب است چناں ... کور ماند نہاں ز دیدہ وراں
آں چراغ ہداست دنیا را ... رہبر و رہنماست دنیا را
رحمتے از خداست دنیا را ... نعمتے از سماست دنیا را
گر نہ بینی راز ہائے ربانی ... از خدا آگہ نہ خبر دانی

۲۱۲ انسان کی بولیوں کا وہی خدائے قادر مطلق ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے

برتر از پایۂ بشر بکمال / دستگیر قیاس و استدلال
کارساز اتم بعلم و عمل / حجتش اعظم و اثر اکمل
ہر کہ بر عظمتش نظر بگشاد / بے توقف خدائیش آمد یاد
دل کہ از کبر و کیں شدید آں از / کے ماند دور ز نور حق مہجور
وہ چہ دارند آں یگاں اسرار / دل و جانم فدائے آں اسرار
پر ز نور جلال حضرت پاک / خبر آیاں ز اوج حق بر خاک
وہ چہ دارد خزائن اسرار / دل و جانم فدائے آں انوار
ہست آئینہ بہر روئے خدا / عالمے را کشید سوئے خدا
بے زباناں ازو فصیح شدند / زشت رویاں ازو صبیح شدند
میوہ از روضۂ قدس خوردند / وز خود و آرزوئے خود مردند
دست غیبے کشید دامن دل / یا بر آورد جذب یار ز گل
بود آں جذبہ کلام خدا / کہ دل شاں ربود از دنیا
سینۂ شاں ز غیر حق پرداخت / واز مے عشق آں یگاں پر ساخت
چوں شد آں نور پاک شامل شاں / تافت از وے چو بدر کامل شاں
دور شد ہر حجاب ظلمانی / شد سراسر وجود نورانی
خاطر شاں بجذب پنہانی / گرد مائل بعشق ربانی
آں چناں عشق تیز مرکب راند / کہ ازاں مشت خاک ہیچ نماند
بے خودی ماند نے ہوا و ہوس / سوخت آں دم بخاک و شوق سرکش
عاشقان جمال روئے خدا / طالبان زلال جوئے خدا
پر ز عشق و تہی ز ہر آزے / گشت دور از ایشاں نجاست آزے
پاک گشتہ ز لوث ہستی خویش / رستہ از بند خود پرستی خویش
آنچناں یار در کمند انداخت / کہ نہ داند بادگر پرداخت

انسان کو پیدا کیا اور اُس کو اسی غرض سے زبان عطا فرمائی کہ تا وہ کلام کرنے پر

قوم خود زدہ براہ عدم | گم بیادش ز فرق تا بقدم
ذکر دلبر غذائے نغز حیات | حاصل روزگار و مغز حیات
سوختہ ہر غرض بجز دلدار | دوختہ چشم خود ز غیر نگار
دل و جاں بر رُخے فدا کردہ | وصل او اصل مدعا کردہ
مردہ و خویشتن فنا کردہ | عشق جوشیدہ و کارہا کردہ
از دیار خودی شدند جدا | سیل چوں زور بود برد از جا
لاجرم یافتند نور خدا | چوں خودی رفت شد ظہور خدا
تن چو فرسود دلستاں آمد | دل چو از دست رفت جاں آمد
عشق دلبر بروئے شاں بارید | ابر رحمت بجسم شاں بارید
ہست ایں قوم ہیکلِ الٰہے | کہ ندارد جہاں بدو راہے
دست بہر دعا چو بردارند | نور و فیض ہائے دادارند
کشت را از سحاب گر خواہند | فہم از حضرت شہنشاہ اند
کس بسر وقت شاں ندارد راہ | کہ نہاں اند در قباب اللہ
گر نماید خدا یکے ز نشاں | بر کمالش دوند تشنہ لباں
ایں ہمہ عاشقان آں یکتے | نور یابند از کلام خدا
گرچہ ہستند از جہاں پنہاں | باز گہ گہ ہمی شوند عیاں
۳۱۰ ہمچو خورشید و مہ بروں آیند | تیرہ را چہرۂ خود بنمایند
بالخصوص آں زماں کہ باد خزاں | باغ مہر و وفا کند ویراں
دل بہ بندد جہاں بدار فنا | لب کشاید ببدعت و دنیا
جیفۂ را کنند مدح و ثنا | وز خدا و نبی جوند استغنا
عاشق زر شوند و دولت و جاہ | سرد گردد محبت آں شاہ
شوکت و شان ایں سرائے زوال | خوش نماید بدیدۂ جہال

قادر ہو سکے۔ اگر بولی انسان کی ایجاد ہوتی۔ تو اس صورت میں کسی بچہ نوزاد کو

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بر زبانہا شود مقامِ خدا — اندرون پُر شود ز حرفِ ہُدا
اندریں روزہائے چوں شبِ تار — دست گیرد عنایتِ دادار
مے فرستد بخلق صاحبِ نور — تا شود تیرگی ز نورش دور
تا ز شور و فغانِ عاشقِ زار — خلق گردد ز خوابِ خود بیدار
تا شناسد مردِ دل رہِ راست — تا بدانند منکراں کہ خداست
ایں چنیں کس چو رُو نہد بجہاں — بر جہاں عکسِ نقشش کند عیاں
چوں بیاید بہار باز آید — موسمِ لالہ زار باز آید
وقتِ دیدارِ یار باز آید — بے دلاں را قرار باز آید
ماہِ رُوئے نگار باز آید — نور بر نصفِ النہار باز آید
باز خیزد بہ ناز لالہ و گل — باز خیزد ز بلبلاں غلغل
دستِ فیضش بہ پرورد بکرم — صبحِ صدقش کند ظہورِ اتم
نورِ الہام ہمچو بادِ صبا — زدمش آید ز غیب خوشبوہا
مے شود علیم از امورِ نہاں — زاں سرائے کہ خاصۂ یزداں
تا نماید میانِ حقیقتِ کار — تا زند سنگ بر سرِ انکار
ہمچنیں آں کریم و پاک و قدیر — مے کند روشنش چو مہرِ منیر
دیدہا مے کند بدو بینا — گوشہا مے کند بدو شنوا
ہر کہ آمد بدو بصدق و صفا — یابد از وے شفا بحکمِ خدا
گفت پیغمبرِ ستودہ صفات — از خدائے علیمِ مخفیات
بر سرِ ہر صدی بروں آید — آنکہ ایں کار را ہمی شاید
تا شود پاک ملت از بدعات — تا بیابند خلق زو برکات
الغرض ذاتِ اولیاء کرام — ہست مخصوص ملتِ اسلام
ایں نگیں زاں نگینِ خاص است — تو طلب کن ثبوت آں بر ماست

ص۳۱۷ تعلیم کی کچھ بھی حاجت نہ ہوتی بلکہ بالغ ہوکر آپ ہی کوئی بولی ایجاد کرلیتا

اے کہ ذرۂ ذلیل و خوار | چہ شوی عاجز از قوی دادار
ہمہ ایں راستست لافے نیست | امتحاں کن گر اعترافے نیست
وعدہ کن بہ طالباں ندہم | کاذبم گر ازو نشاں ندہم
من خود از بہر ایں نشاں زادم | دیگر از ہر غمے دل آزادم
ایں سعادت چو بود قسمت ما | رفتہ رفتہ رسید نوبت ما
نعرہ ہا میزنم بر آب زلال | ہمچو مادر دواں پئے اطفال
تا مگر تشنگان بادیہ ہا | گردم آیند زیں فغان و صلا
لیک خرطینتے بجز و صدق و صفا | آمدن با نیاز و خوف و خدا
جستن از غربت و تذلّل دل | و از خلوص و اطاعت کامل
گر کنوں ہم کسے بجا بد سر | گیرد از راہ وصل راہ دگر
نے ز ما پرسد و نہ خود داند | نے ز کیں روئے خود بگرداند
آں نہ انساں کہ کرمِ دنی ست | راندۂ بارگاہ بے چوں ست
بسر و کار سے بحق نصیب کرد | لاجرم لعنتش برو بارد
حجّت مومناں بر اوست تمام | کارہا پختہ عذر او ہمہ خام
ایہا الجاہلون فی الشہوات | اذکروا ذکر ہادم اللذات
رفتنی است ایں مقام فنا | دل چہ بندی دریں دو روزہ سرا
ص۳۱۸ عمر اوّل ببیں کجا رفت است | رفت و بنگر تو چہا رفت است
پارۂ عمر رفت در خوردی | پارۂ را بسرکشی بردی
تازہ رفت و بماند پس خوردہ | دشمناں شاد و یار آزردہ
صد چو تو ہیچ بخوردہ زمیں | سر ہنوزت بر آسمان از کیں
بشنو از وضع عالم گذراں | چوں گہہ کند از زبان حال بیاں
کیں جہاں با کسے وفا نکند | ہمت صبر تا جفا نکند

۲۱۲ لیکن یہ بداہت عقل ظاہر ہے کہ اگر کسی بچہ کو بولی نہ سکھائی جائے

گر بدو گوش بہشت خودی صد آہ	از دلِ مُردۂ درونِ تبہ سیاہ
کہ چرا دُور ماندۂ ز خدا	دل نہادم درآنچہ گشت جُدا
تو در ایں راہ بترس از اموات	اے بسا گورہا پُر از حسرات
جائے آنست کہ خونیں جائے	از تو رنج بروں نہی پائے
ہر چہ اندازدت ز یار جُدا	باش زاں جملہ کار و بار جُدا
آخر اے خیرہ سرکشی تا چند	کس ز دلدار بگسلد پیوند
رُوئے دل را بتاب از اغیار	باش ہر دم بجست جوئے نگار
رو بدو کن کہ روئے نیک یار است	ہمہ رُو با فدائے دلدار است
تو بدل آنچہ جو بقا این ست	تو درو محو شو لقا این ست
ہر کہ غافل ز ذاتِ بیچوں ست	او نہ دانا کہ سخت مجنوں ست
تا یکے رُو بتابی از رُخ دوست	دیگرے را نشاں دہی کہ چو اوست
ہر دو عالم نظیرِ یار کجا	عاشقاں را بغیر کار کجا
ہمچو جل آتشے ز عشق افروخت	دلستاں ماند و غیر او ہمہ سوخت
لیکن این ست بخشش یزداں	تا نہ بخشند یافتن نتواں
آں کساں را عطا شود ز خدا	کز گمِ خودی شوند رہا
زیرِ حکمِ کلامِ حق بروند	وز فرامینِ او بروں نشوند
دیگرے را نہ بیند ایں عجب	در ندیدند فہمِ ثبوت آں بنا
غیر را آں وفا و مہر کجا	زہر خشک ست غایتِ عقلا
عاقلانے کہ بر خرد نازند	بے خبر از حقیقت و رازند
ہمچو کورے سپید کردہ بعقل	اندروں پُر ز خبث گوناگوں
مر خدا را چو سنگ یا دہ قرار	عاجز از نطق و ساکت از گفتار
آں خدائے کہ حی و قیوم است	نزدِ ایشاں یکے وجود موہوم است

تو وہ کچھ بول نہیں سکتا۔ اور خواہ تم اس بچہ کو یونان کے کسی جنگل

آں حفیظ و قدیر و رب عباد / نزد شاں او فتادہ ہیچو جماد
خود پسنداں بعقل خویش اسیر / فارغ از حضرت علیم و قدیر
آنکہ خود بین و معجب افتاد است / حضرت اقدسش کجا یاد است
خوئے عشاق عجز ہست و نیاز / نشنیدیم عشق و کبر انباز
گر بجوئی سوائے ایں رہ راست / اندر آنجا بجو کہ گرد بخاست
اندر آنجا بجو کہ رو نماند / خود نمائی و کبر و شور نماند
فانیاں را جہانیاں نرسند / جانیاں را زبانیاں نرسند
خلق و عالم ہمہ بشور و شراند / عشق بازاں بعالمے دگر اند
تا نہ کار بدولت جلال رسد / بجلال پیاعت ز دولتاں برسد
تا نہ از خود و روی جدا گردی / تا نہ قربان آشنا گردی
تا نیائی ز نفس خود بیروں / تا نہ گردی برائے او مجنوں
تا نہ خاکت شود بسان غبار / تا نہ گردد غبار تو خوں بار
تا نہ خونت جگر برائے کسے / تا نہ جانت شود فدائے کسے
چوں دہندت بکوئے جاناں راہ / خود کنی از رہ صدق و سوز و نگاہ
نیست ایں عقل مرکب آں راہ / ہوش کن ہوش کی مشو گمراہ
اصل طاعت بود فنا ز ہوا / تو کجا و طریق عشق کجا
تو نشستہ بکبر از اصرار / کردہ ایماں فدائے استکبار
ایں چہ عقل است ایں چہ دانش و رائے / کہ کنی ہمسری بآں یکتائے
ایں چہ استاد ناقصے آموخت / ایں چہ قہر خدا دو چشمت دوخت
ایں چہ از فکر خود خطا خوردی / اوّل الدین ز کرد دے آوردی
چوں شود عقل ناقصے چو خدائے / خاک زادے چساں بود بجائے
آنچہ صد سالہ عقل خطا دارد / علم آں پاک از کجا آرد

۳۱۷

حاشیہ

میں پرورش کرو۔ یا انگلینڈ کے جزیرہ میں چھوڑ دو۔ خواہ تم اُس کو

سہو کس را ثنا کنی ہیہات ‖ اینچہ سہو و خطا کنی ہیہات
آن چہ لغزد بہر قدم صد بار ‖ چون ز دریا رساندت بکنار
این سراب است سوئے آن مشتاب ‖ می نماید ز دور چشمۂ آب
کشتیٔ تو شکستہ است خراب ‖ باز افتادہ در تک گرداب
تا کجا تکیہ بریں چنیں کشتی ‖ کم خورم اے دنی بدین زشتی
نرسی تا یقین ز راہ قیاس ‖ ہمہ بر ظن و وہم ہست اساس
گر ز فکر و نظر فراز شوی ‖ این نہ ممکن کہ اہل راز شوی
گر دو صد جان تو ز تن برود ‖ این نہ ممکن کہ شک ز ظن برود
ہست دارو ئے دل کلام خدا ‖ کے شوی مست جز بجام خدا
ہست بر غیر راہ او آن بستہ ‖ ہمہ ابواب آسمان بستہ
تا نشد مشعلے ز غیب پدید ‖ از شب تار جہل کس نرہید
باید اینجا ز کبریا نوری ‖ تو بعقل و قیاس مغروری
اینچہ غفلت کہ خوش بدین کیشی ‖ وز خدا ہیچگہ نیندیشی
زو طلب کن وصال یار ز یار ‖ تکیہ بر زور خود مکن زنہار
تا نہ گردد بفضل حضرت بے نیاز ‖ پردہ از نفس تو نہ گردد باز
تا نہ دیدی ترا بہ پیچ بال ‖ اندرینجا یقین یافت محال
ناتوانی ست قوت اینجا ‖ اینچنین قوتے بیار و بیا
پردۂ نیست بر رخ دلدار ‖ تو ز خود پردۂ خودی بردار
ہر کرا دولت ازل شد یار ‖ کار او شد تذلل اندر کار
تا در آمد بحضرت بیچون ‖ کہ شد از تنگنائی کبر برون
حق شناسی از خودروی ناید ‖ خودروی خودروی بیفزاید
از خودی حال خود خراب مکن ‖ شب پری کار آفتاب مکن

ضیاء استوا کے نیچے لے جاؤ۔ تب بھی وہ بولی سیکھنے میں تعلیم کا محتاج ہوگا۔ اور ۲۱۵

تا بشر بچہ بود با سنگبار — اندرو کشش نہی بود از یار
چوں رسد جز کسی بجو تمام — شورش عشق را رسد ہنگام
ایکہ بہ چشمت ز کبر پوشیدہ — چہ کنم تا کشایدت دیدہ
گر ترا در دل ست صدق طلب — خود روی با مشگی ز ترک ادب
راز راہ خدا بجو ز خدا — تو نۂ چوں خدا بجائے خود آ
جہت بندہ کہ ایم بندہ را باید — کو کند ہرچہ خواہد و فرماید
منصب بندہ نیست خودرائی — خود نشستن بکار فرمائی
ہر کہ بر وفق حکم مشغول است — بر سر اجرت است و مقبول است
وانکہ بے حکم خود ترا شد کار — مزد واجب نمیشود زنہار
ما ضعیفیم دور افتادہ بخاک — خود چہ دانیم راز حضرت پاک
ما ہمہ ہیچ اوست کامل ذات — علم ما چوں شود بہ او محیطات
ذات بیچوں کہ نامہا وصف خدا — کے خیال خرد رسد آنجا
آنکہ او آمدست از بر یار — او رساند ز دلستاں اسرار
آنچہ مافی الضمیر تست نہاں — کے بجز تو داندش دگر انساں
پس تو مافی الضمیر کل دادار — مثل او چوں بدانی اے غدار
آنکہ چشم آفرید نور بداد — آنکہ دل داد او سرور بداد
چشم ظاہر ببیں کہ چوں ز کرم — خالقش داد نیر اعظم
ور نیاید مصلحے دوراں — گاہ پیدا شود و گاہ نہاں
اینچنیں ست حال چشم دروں — آفتابش کلام آں بیچوں
ہوش دار اے بشر کہ عقل بشر — دارد اندر نظر ہزار خطر
سر کشیدن طریق شیطانی ست — بر خلاف سرشت انسانی ست
تا نہ فضلش رہے تو بکشاید — صد فضول بکن چہ کار آید
در سرائے چہ جائے استغنا — شرح چوں شود بسیم خیالا

بغیر سکھانے کے بے زبان رہے گا۔

تو نہ با خبر از آں کو ئے	تو نہ دانی جمال آں رو ئے
نیست نزد مرددل چہ دنی	ماہ نادیدہ را نشاں چہ دہی
سخن یار و سینہ افسردہ	جامۂ زندہ است بر مردہ
گر بری دیگ را بزرگ و بلند	جنبشی باد خواہ نفس افگند
ہست ما را یکے کہ ہر فیضاں	میشود زاں عیاں حقائق و بیاں
آں خدائے کہ آفرید جہاں	ہست ہر آفریدہ را نگراں
ہر چہ باید برائے مخلوقات	از لباس و خوراک و راہ نجات
خود مہیا کند بمنت و جود	کہ کریم است و قادر است و ودود
چشم خود کن بگشت صحرا باز	خوشہ با خوشہ ایستادہ بناز
ہمہ از بہر ماست تا بخوریم	زندہ و ہیچ گرسنگی نہ بریم
آنکہ از بہر چند روزہ حیات	ایں قدر کردہ است تائیدات
چوں نکردی برائے دار بقا	نظرے کن بعقل و شرم و حیا
سنگ افتد برایں چنیں فرہنگ	کز صدق است دور صد فرسنگ
گر کنی سوئے نفس خویش خطاب	کہ چہ سانت گذر شود بجناب
خود بدانے بیابیت ز دروں	کہ ز تائید حضرت بیچوں
ناید اندر قیاس و فہم کسے	کہ شود کار ہیچ از کسے
نیست ہیچ ممکن کہ ذرۂ امکاں	خود کند کار حق بزور و تواں
شان ذات او پاک را بشناس	واز چنیں کسر شان او بہراس
خویشتن را شریک او سازی	ہمسری او دم زنی با نسازی
اینچہ عقل است اے بتر ز دواب	اینچہ بر فہم تو فتاد حجاب
گر کسے گویدت باستقرار	کز زمیں شہر خود برست ہزار
نیستی از کسے بعقل فروں	با تو ہم پایہ اند مردم زدل

۳۱۲ اور اس خیال کی تائید میں یہ نظم پیش کرنا ہم بچشم خود دیکھتے ہیں

مشتغل می‌شوی بہ کین خسروی | در دل آری کہ خون او ریزی
آنچہ بر خود روا نمی‌داری | چون پسندی بحضرت باری
چون پسندی کہ کارساز امور | ایکہ ہست و از سخن معذور
چون پسندی کہ آن حبیب پرنور | بگل و دیدہ باشد است قصور
چون پسندی کہ حضرت غیور | ہست عاجز چو مردگان قبور
بہر تعظیم ہست مذہب دین | تف برآن دین کہ میکند توہین
آنکہ او خلق را زبانہا داد | خلق را طاقت بیانہا داد
چون بود گنگ بے زبان ہیہات | شرمت آید ز پاک کامل ذات
جامع ہر کمال و عز و جلال | چون بود ناقص اے اسیر ضلال
ہمہ اوصاف او چو گشت عیان | چون بماند عکسش پنہان
دیدہ آخر برائے آن باشد | کہ بدو مرد راہ دان باشد
وہ چہ این چشم ہست این دیدہ | کہ بود آفتاب پوشیدہ
گر بدل باشدت خیال خدا | این چنین نامد از تو استغنا
از دل و جان طریق او جوئی | وز سر صدق سوئے او پوئی
ہر کرا دل بود بہ دلدارے | خبرش پرسد از خبردارے
۳۱۳ تا نباشد فدائے محبوبے | جوید از نزد یار مکتوبے
بے دلارام نایدش آرام | گہ بروئیش نظر گہے بکلام
آنکہ داری بہ دل محبت او | نایدت صبر جز بہ صحبت او
فرقت او گر اتفاق افتد | در تن و جان تو فراق افتد
دلت از ہجر او کباب شود | چشمت از رفتنش پر آب شود
باز چون آن جمال و آن روئے | شد نصیب دو چشم در کوئے
دست در دامنش زنی بجنون | کہ ز نادیدنت دلم شد خون

۲۵ کہ ولیوں میں ہمیشہ صدہا طرح کے تغیر و تبدل خود بخود ہوتے رہتے ہیں

اہل محبت بہ ذلتۂ اشکال | وازدل افکندۂ قضائے بکاں
لا اُبالی صفت وہ زُناں یار | فارغی زاں جہان و زاں گفتار
مردگاں را بہ جبر کشتی بکنار | واز دلارام زندۂ بیزار
کس شنیدی کہ قلع از یار است | عشق و صبر ایں دو کار دشوار است
آنکہ در قعر دل فرود آید | دیدہ از دیدنش نیا ساید
تو دلِ خود بہ دیگراں دادہ | یکسر از یار فارغ افتادہ
ایں بود حال و طور عاشق زار | ایں بود تدبیر دلبرے غدّار
عاشقاں را بود ز صدق آثار | اے سیہ دل ترا بعشق چہ کار
تا ز تو ہستی اَت بدر نرود | تخمِ شرک از دلِ تو بر نرود
پائے سعیت بلند تر نرود | تا ترا دیدہ و دل بسر نرود
یار پیدا شود دراں ہنگام | کہ تو گردی نہاں ز خود بتمام
تا نہ سوزی ز سوز و غم نرہی | تا نمیری ز موت ہم نرہی
چیست آں بر زہ جان تو بسوخت | آتش اندر دلے بزن کہ بسوخت
کلبۂ جسمِ خود بکن بہ یار | جاں نمیگردد از خدا آباد
پائے خود را بہ پاکی از تن خویش | چوں نگیرد محب صداقت پیش
ہیچ چیزے بچو ذات بیچوں نیست | جگرے کل شود کز خوں نیست
کنج پائے جہاں فدائے نگار | چہ ز صد گنج خاک پائے نگار
ہر چہ از دست او رسد گل بہ | خار او از ہزار بستاں بہ
ذلت از بہر او ز عزت بہ | قلت از بہر او ز کثرت بہ
مُردن از بہر او حیات مدام | صد بلا اند فدائے آں آلام
لیک در کوئے دلستاں گذری | بادشاہش در زجہاں گذری
عاشقانے کہ طالب یار اند | جاں فشاناں ز بہر دلدار اند

۲۱۵ سے بولیوں میں انسانی تصرّف کا ثبوت ملتا ہے سو واضح ہو کہ یہ وہم سراسر

گر نیابند راہِ آں دلبر — از کششہاش چوں کنند زیر و زبر
از دلارام رنگ میدارند — و از رہِ تام تنگ میدارند
لذّتِ خود بدردے بینند — عشق در زخمۂ زِ ردے بینند
تو کہ غافل خر بگِل فرومانی — جنتِ آں یگاں چہ میدانی
سہل باشد حکایت از غم درد — داند آں کس کہ زو بجہا کرد
آفرین خدا بر آں جانے — کہ ز خود شد برائے جانانے
منزلِ یار خویش کرد بدل — و از ہواہا رسید صد منزل
از خودی ور شد و خدا را یافت — گم شد و دست رہنما را یافت
تو چہ یابی کہ غافلے زیں راہ — و از جلالِ خدا نۂ آگاہ
ہمہ کارت بعقلِ خام افتاد — ہر سخنِ تو تا ستم افتاد
ہمچو طوطی ہمیں سخن یاد ست — کہ بشر جاہلست و آزادست
اے کہ دیدی ازیں چنیں احوال — دو کہ در کارِ دیں چنیں اہمال
رُوئے دل را بجانبِ دیں کن — فکرِ آخر بحکمِ نخستیں کن
حصر تو بر قیاس نہ ہمہ حال — ہست بر حق تر یک استدلال
تا نہ فرماں رسد باعلانے — چوں شود کس مطیعِ فرمانے
تا ز شخصے شود ظہور پذیر — چوں تواں شد مطیعِ امیر
تا نہ گردد کسے ز حق مامور — کفر و ایماں چساں کنند ظہور
تا نیابد اسیرِ دستِ نگار — چہ برآید ز دستِ عاشقِ زار
فرق در سرکش و مطیعِ خدا — جز بحکمش چساں شود پیدا
شرطِ تعمیلِ حکم چوں حکم است — پس وجودش بحکمت اے دوست
ورنہ ایں دعویٔ غلط بگذار — کہ دوم زیرِ حکمِ آں دادار
خود تراشیدن از خودی فرماں — کی بحکمِ خدا ست اے نادان
بدعت است و کے بعقل روا — کہ شود نطقِ خویش حکمِ خدا

۲۱۶

۲۱۹ دھوکا ہے۔ تغیرات کہ جو ہمیشہ بولیوں کو لگے ہوئے ہیں۔ یہ انسان کے ارادہ

محکم او آن بود کہ او فرمود / پس چہ فرمود خود نگر کن زود
کہ ازیں شد ثبوت وحی خدا / شد ضرورت شناختش زیں جا
گر درستت بصیرت دینی / در نگاہت ہلاک خود بینی
بنگر آخر بعقل و فکر و قیاس / کہ خرد را نہ محکم است اساس
تا نباشد رفیق او دگرے / تا یدش از رہ یقیں خبرے
تا نہ بینی بدیدہ جائے / یا نہ یابی خبر ز بینائے
خود نگوید ترا خرد زنہار / کہ چنیں بود در فلاں ملک آثار
پس چہ ممکن کہ دم زند بمعاد / کہ چنیں اند آں دیار و بلاد
اینچہ عقلی ست و اینچہ راہی / کہ بجہل است لاف آگاہی
چوں روی از قیاس خود بہ سپہ / کہ ندیدی بعمر خویش سپہ
چوں شد از عالم دگر خبرت / مادرت دیدہ بود یا پدرت
ور ندیدست کس چہ ساں دانی / کم خرام اے دنی بہ خربانی
تو کہ داری ز انبیاء انکار / ایں ہمہ کوری است و استکبار
یک نظر کن بہ فطرت انساں / کہ ندارند جوہرے یکساں
مختلف اوفتاد ہر بشرے / کس بخیرے فزود و کس بشرے
پس چو یک جنس دیگر است کسی / ہم چنیں در قبول فیض بسی
خود نگہ کن کنوں ز صدق و صفا / کہ چہ ثابت ہمیں شود زیں جا
شب تار است و خوف بیش از بیش / از سر خود روی دہ سر خویش
پس دلیلے چوں نہ دانی / چوں بدانی غیوب ربانی
در شگفتم کہ با چنیں نقصاں / از سر جہل مے شوی نازاں
اینچہ عقل است و اینچہ معرفت است / اینچہ قہر خدا و وحشت بست
ایں جہانت چہ عیدہ خوش افتاد / واں وعید خدا نداری یاد
بشنو از وحی حق چہ گوید راز / از جناب وحید و بے انباز

۲۷۱ اور اختیار سے ظہور میں نہیں آسکتے۔ اور نہ یہ کچھ قاعدہ مقرر ہو سکتا

کاں خردہا کہ در دلِ عقلاست — ہمہ یک ذرہ ز آتشِ ماست
آں کلامِ خدا نہ بر فلک است — تا بگوئی کہ ہست دور از دست
یا بگوئی کہ کار ہست محال — بر فلک رفتنم کدام مجال
نے بزیرِ زمیں کلامِ خدا — تا بگوئی کہ چوں خزم آنجا
چوں ز قعرِ زمیں بروں آرم — خود چنیں طاقتے نمے دارم
قطعِ عذرِ تو کرد داورِ پاک — نورِ عرش آمد است بر سرِ خاک
گر ترا رحم آں یگاں بخشد — دولتے سوئے او عناں بخشد
اللہ اللہ چہ برکت از انوار — ہست رنجے دگر در آں گفتار
جہل گردد ز دیدنش یکسو — رو دو صد کشائشے زاں رو
نور بار آورد تلاوتِ او — عالمے زیرِ بارِ منتِ او
چشمِ بد دور اینچہ ہست جمال — ہست یک چشمۂ ز آبِ زلال
تا جہاں رسمِ دلبری بنہاد — کس بچو او دلبری ندارد یاد
آں شعاعے کزو ضیاست عیاں — کس ندیدہ ز مہر و مہ بجہاں
چند بر عقلِ خام نازکنی — چہ کنم تا تو دیدہ باز کنی
نقشِ خود بنگر و کمالِ خدا — ذلتِ خویشتن جلالِ خدا
از رہِ عقل راہِ ربِ مجید — کہ نہ پیداست رکس تواں دید
اندر آنجا کہ سوختن باید — چوں رہے از قیاس بکشاید
تا نشد وحئ حق مدد فرما — تا نیاورد بوئے لسیم صبا
عقل را زاں چمن نہ بود خبر — طائرِ فکر بود سوختہ پر
آں صبا نکہتے ز یار آورد — تا خرد نیز رو بکار آورد
بارہا آب خود نگار آورد — تا تخیلِ قیاس بار آورد
وقتِ عیش است موسمِ شادی — تو چہ در سوگ ماتم افتادی
تند بادے بجوہر از در وادار — تا خس و خارِ تو برد یک بار

۲۷۲

ہے کہ خود انسان کی طبیعت کسی خاص خاص وقتوں میں بولیوں میں تغیر

در خود و در بیشہ گیرد راہ | تو ز دلدار خویش دیدہ بخواہ
گر ہمی تا رسے کہ سر تابی | چوں بجوئی ز صدق دل یابی
نیستی طالب حقیقت راز | بس ہمیں مشکل است اے ناساز
بر وجودش ز صنعت و استدلال | ایں گواہ است نے پئے اہل وصال
وصلش از آں گواہی نیست | بلکہ ایں دیدہ ہائے بازی نیست
گر بر آتش دو صد جگر سوزی | نیست از قیاس پیروزی
بہرہ نیست ز حب یارانہ | مے زنی ہرزہ گام کورانہ
آں یقینے کہ بخشدت دلدار | چوں قیاسے خودت دہد بکنار
آں یکے از وہی دلدارے | گفتہ ہائے شنیدہ اسرارے
واں دگر از خیال خود بگماں | پس کجا باشد ایں دو کس یکساں
اے کہ مغرور راہ و منطقی | تو نہ عاقل کہ سخت مجنونی
آں خدا را کہ دست منت ہا | بشری زیر منت عقلہا
ایں خدائی عجیب در دل تست | کہ ہمیں است زادہ و بافتہ تست
تا نہ از عاقلاں مدد ہا یافت | نتوانست سوئے حق شتافت
کہ پسندد خود کہ آں اکبر | شہرتے یافت از طفیل بشر
شب تار است و دشت پیر و دلی | چوں نکوشی بغفلت اے ناداں
خیز و بر حال خود نگاہ بکن | خطر راہ بہ بیں و آہ بکن
نیز و از نفس خود بپرس نشاں | کہ چہ خواہد مراتب عرفاں
مے تپد از برائے رفع حجاب | یا قیاسش بس است در ہر باب
افلا تبصرون گلے بیا | نیز و در نفس خود تفحص ہا
وفی انفسکم افلا تبصرون |
تو ز اسیری بعد ہزار خطا | ہر خطائے بجست وز اثرے ہا
عجب ایں کوری است و بے بصری | کہ ازیں کار خام بے خبری
سخت بوالعجبی است نے ز خطا است | آں نہ فہمی سخن خطا از ماست

۳۲۲ تبدّل کرتی رہتی ہے۔ بلکہ عمیق نظر سے معلوم ہوگا کہ یہ تغیرات بھی اُس علّت العلل

سرّ سربستہ دوراں دیدہ را / کر کشاید جز دل دانا خدا
راز ذات نہاں کہ گوید باز / جز خدا کس نیست محرم راز
مشت خاکے فتادہ است براہ / تند بادے بجوید از درگاہ
تو ندیدی ہنوز ایں مسکن / در بلائے چناں فرو شوم چہ کنم
اے دریغا کہ دل ز درد گداخت / درد ما را جز او طبیب نشناخت
اے خوش روئے یار دید برآ / کہ دل آزرد از شب یلدا
یک نگاہے بس است در دین با / کاش دیدے کسے ز خوف خدا
آشکار است کفر و ایماں ہم / گفتمت آشکار و پنہاں ہم
ترک خوف خدا و بد عملی / ایں دو چیز اند تخم تیرہ دلی
ورنہ روئے نگار نیست نہاں / ہر حجابے ز تست اے بیجاں
از رگ جاں قریب تر یار است / ہر چہ از تو دلاوری کار است
۳۲۳ ہرکہ برخواست از خودی یکبار / خود نشیند بکار او دادار
حیّ و قیّوم و قادر ست نگار / تو چہ پنداری مردہ اے مردار
میل رفتن گرست جانب یار / جانب صدق را عزیز بدار
در شکے نیست خیر و خیر بحق / تا سلوکت برآورم از حق
گر شود پاک از خطا بودے / ہر شود مستند باخدا بودے
کس نرست از جہول و بیہوشا / جز خداوند عالم الاشیا
نظرے کن ز روئے استقرا / گر کسے رستہ است باز نما
ورنہ باز آ ز شورش انکار / زینہ کذب را مگر ز نہار
آخرت باخدا فتد سروکار / خود نگر کن بترس زاں دادار
در خرابات او فتادہ و لے / خود بخود چوں بروں شوی زلے
زود ببر باطل نہادہ باز آ / دل بہر روئے دادہ باز آ
در مزائل فتادہ باز آ / ایں کجا ایستادہ باز آ
آخر اے ناف زن ز عقل و خرد / ہوش کن پا منہ بروں از حد

۲۲۳ کے ارادہ اور اختیار سے وقوع میں آتے رہتے ہیں جیسے تمام تغیرات سماوی و

دم زدن در خیالہائے محال
ہست شوریدہ مشربے و ملول

ہرکہ رخت افگند بویرانہ
مے نماید بہست مرز دیوانہ

پس چنیں سرزنی ز راہ صواب
چہ ندانی کہ آخر است حساب

پائے تو لنگ منزلِ تو دراز
ز ہمت ہیچ در پئے این بکنی تاز

خود چنیں است فطرتِ انساں
کہ بجہد کہ مشکل است گراں

اول از زور و تاب و طاقتِ خویش
مے کند سعی و جہد بیش از بیش

تا مگر کار بہتر بکشاید
زیر بار سپاس کس ناید

پس ببیند کہ کار رفت از دست
رسن اختیار رفت از دست

رُو نہد سوئے کوچۂ یاراں
مددے جوید از مددگاراں

زور دستِ برادراں جوید
نزد ہر کارداں ہمی پوید

پس بماند ز ہر طرف ناچار
تکیہ آخر کند بہ دادار

خروشہا میزند بحضرت پاک
و از تضرع جبیں نہد بر خاک

در خود بندد و بگرید زار
کہ کشایندۂ رہِ دشوار

گنہ من ببخش و پردہ بپوش
تا نہ دشمن زند بشادی جوش

پس چنیں فطرتِ بشر افتاد
زاں سبب گونہ صفت کہ کردم یاد

حق کشیدش ز لطف بے پایاں
حسب فطرت بداد ہم ساماں

از پئے جہد خویش عقلش داد
راہ فکر و قیاس و خوض کشاد

و از پئے کار ہمیں امداد
رحم در قلب یک دگر بنہاد

از شعوب و قبائل و اقوام
کرد کار تعلم و ربط تمام

و از پئے حاجتِ فیوض سما
کرد الہام را ز رحم عطا

تا رسد کار آدمی بکمال
تا میسر شود ہمہ آمال

تا بحدِ یقیں رسد تعلیم
تا دو گونہ شود رہِ تفہیم

ارضی اُس کے خاص ارادہ سے ظہور پذیر ہیں۔ یہ امر کبھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ کبھی

زاں رہ گوید مناہج تحسیں	مے کشاید رہ حصول یقیں
ہر طبیعت بحسبِ فہم و خیال	مے براید بجان ز چاہِ ضلال
غرض آں میل فطرتے کہ خدا	کرد در فطرتِ بشر پیدا
آں ہمے خواست وحی ربانی	نظرے کن بغور تا دانی
فطرت چوں نہادہ است چناں	چوں کشی سر ز فطرتے نادان
اقتضائے طبیعت انساں	کہ نہادہ ست ایزدِ منّاں
کہ بشر را کشد بسوئے قیاس	تا نہد گام را بعقل اساس
گاہ دیگر کشد بمنقولات	تا بیاید آمد از بیانِ ثقات
زینکہ اکرام قلب و اطمیناں	نجو باشمارِ صادقاں نتواں
نیز چوں واجب است تعلیم	کہ بقدرِ خرد بود تفہیم
لاجرم راہ کشادہ اند دو تا	تا رسد ہر طبیعتے بخدا
تا ذکی و غبی اشرف و دوں	رہ بیابند سوئے آں بیچوں
دیگر اینست نیز ہم برہاں	بر ضرورات وحی آں رحماں
کہ چنیں شہرتِ خدائے یگاں	ہرگز از جہدِ عقلہا نتواں
گر نہ گفتے خدا انا الموجود	چوں فتادے جہاں برش بسجود
ایں ہمہ شور ہستی آں یار	کہ ازو عالمیست عاشقِ زار
ہمہ بینید منت آں خدائے جہاں	نہ بشر کرد ایں سرش احساں
اے مریض ایچ آدمی زاد مدد	گر خدا در خودی بیفتادند
عقل چوں شد چہ فیض وحی نبود	دیدہ را ز آفتاب ہست وجود
تو اگر نور خود نہ بخشیدے	چشم را خود بگو چساں دیدے
بلبل از فیض گل سخن آموخت	منکر لطفِ بہار کہ چشم بدوخت
ہمہ عالم گواہ آلائش	ابلہ منکر ز وحی و القائش

۲۲ انسانوں نے متفق ہو کر یا الگ الگ اُن تمام بولیوں کو ایجاد کیا تھا جو دنیا میں

مہر پاکاں بجان خود بنشاں — تا شوی جانِ من ہم از پاکاں
ایں خرد جملہ خلق میدارند — ناز کم کن کہ چوں تو بسیار اند
چارۂ ما بغیر یار کجا — ما کجا ایم و عقل زار کجا
ز ہجر فرقت چشی و ناکامی — باز منکر ز وحی و الہامی
جانِ تو برلب از نخوردن آب — باز از آبِ زندگی رو تاب
کور ہستی و کیں بہ دیدہ وراں — وہ چہ داری شقاوت و خسراں
داروئے درد[1] عقل پر ظلمت ماست — آں بدار الشفائے وحی خداست
نشود عین زر تصور زر — زر ہمانست کو فتد بنظر
ہست بر عقل منت الہام — کر از و پختہ ہر تصور خام
آں گماں بُرد و ایں نمود فراز — آں خیال گفت و ایں کشود آں راز
آں فرو ریخت ایں بکف بسپرد — آں طمع داد و ایں بجا آورد
آنکہ بشکست ہر بت دل ما — ہست وحی خدائے بے ہمتا
آنکہ ما را رخ نگار نمود — ہست الہام آں خدائے ودود
آنکہ داد از یقین دل جائے — ہست گفتار آں دلآرائے
وصل دلدار و مستی از جامش — ہر دو حاصل شدہ ز الہامش
وصل آں یار اصل ہر کامیست — وانکہ زیں اصل غافل آں خامیست
بے عطیات او ہمہ بے زاد — بے عنایات او ہمہ برباد

اِس جگہ ہم اِس بات کا لکھنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ جس بیان مذکورۂ بالا پر جو ضرورت کلام الٰہی کے لئے لکھا گیا ہے۔ پنڈت شیونرائن صاحب اگنی ہوتری نے جو برہمو سماج لاہور کے ایک اعلیٰ ممبر ہیں۔ اپنے اشتہار میں کچھ تعرض کر کے یہ چاہا ہے کہ کسی طرح اِس حق الامر کی تاثیر کو اپنی قوم تک پہنچنے سے روک دیں۔ چنانچہ انہوں نے اِس بارہ میں بہت ہی ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور بڑی جان کنی سے ایک

[1] سہو کاتب ہے۔ "درد دل" چاہیئے۔ (ناشر)

۳۲۲ بولی جاتی ہیں۔ اور اگر کوئی یہ وہم پیش کرے کہ جس طرح طبعی طور پر خدا تعالیٰ نے بولیاں

ریویو میں لکھا ہے۔ لیکن چونکہ بقول مشہور سانچ کو آنچ نہیں۔ اور آفتاب صداقت کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔ اس لئے پنڈت صاحب نے جس قدر کوشش کی اس کا بجز اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں ہوا کہ دانشمندوں پر صاف کھل گیا ہے کہ پنڈت صاحب حق کے قبول کرنے سے
۳۱۹ کس قدر نفرت رکھتے ہیں۔ سو اگرچہ پنڈت صاحب کی وہ تحریر اس لائق ہرگز نہیں کہ اس کے رد کرنے کی طرف توجہ کی جائے۔ بلکہ خود ہمارے مضمون گذشتہ کو غور سے پڑھنا اس کے رد کے لئے کافی و وافی ہے۔ لیکن اس جہت سے کہ تا پنڈت صاحب کچھ افسوس نہ کریں یا ان کے بعض رفیق ہماری اس خاموشی کو اپنی خوش فہمی سے کسی طور کے عجز پر حمل نہ کر بیٹھیں قرین مصلحت معلوم ہوا کہ گو پنڈت صاحب کی تحریر کیسی ہی بے حقیقت ہے۔ تب بھی منصفین پر اس کی اصلیت ظاہر کی جائے۔ سو واضح ہو کہ پنڈت صاحب نے ہمارے ثبوت کے مقابلہ پر اپنے ریویو میں اس بات پر زور دیا ہے کہ جس طریق سے کتب آسمانی کا الہامی ہونا مانا جاتا ہے وہ طریق عقلاً ممتنع اور محال ہے اور قوانین نیچریہ کے برخلاف ہونے کی وجہ سے ہرگز وہ طریق درست نہیں۔ یعنے پنڈت صاحب کی نظر شریف میں وہ الہام ہرگز ممکن الوجود نہیں جس کو کلام الٰہی کہا جاتا ہے۔ اور جو محض خدائے حکیم و عالم الغیب کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ اور اس کی ذات پاک کی طرح ہر یک شک و شبہ اور غلطی و سہو اور نسیان سے بکلی پاک ہوتا ہے۔ اور جو صفات کاملہ خدا کے کلام میں چاہیئے۔ ان تمام صفتوں سے موصوف ہوتا ہے۔ یعنے جیسے خدا عالم الغیب ہے۔ وہ کلام بھی علم غیب پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور جیسے خدا حکیم و علیم ہے۔ وہ کلام بھی حکمت اور علم پر اشتمال رکھتا ہے۔ اور جیسے خدا غلطی اور جھوٹ اور سہو اور نسیان سے پاک ہے۔ وہ کلام بھی ان تمام امور سے پاک ہوتا ہے۔ اور انسانی خیالات کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں ہوتا۔ اور نہ انسان کے اختیار میں ہے کہ کسی نوع کا تقدس اور پاکیزگی حاصل کرکے یا کوئی اور حیلہ اور تدبیر بجا لا کر خواہ نخواہ وہ الہام اپنے نفس پر آپ ہی کھول دیا کرے۔ اور انوار غیبیہ اور امور حقانی اور اسرار آسمانی پر جب چاہے آپ ہی مطلع ہو جائے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو سکتا۔ تو انسان بھی خدا کی

میں ہمیشہ تغیر تبدل کرتا رہتا ہے کیوں جائز نہیں کہ ابتدا میں بھی اسی

طرح ذرہ ذرہ کا علم رکھتا اور کوئی چیز اس پہ پوشیدہ نہ رہ سکتی۔ اور جن معلومات سے اس کا اقبال چمکتا اور اس کی آفات دُور ہوتی وہ سب معلومات اپنے تقدس اور پاکیزگی کی جہت سے آپ ہی حاصل کر لیتا اور کبھی اُس کو کسی جہت سے تکلیف اور رنج نہ پہنچتا۔ مگر تعجب کہ پنڈت صاحب نے باوجود اس قدر انکار اور اصرار کے جو اُنکو کلام الٰہی کے بارہ میں ہے پھر بھی انہوں نے ہمارے اُن دلائل اور براہین کو کہ جو ضرورت کلام الٰہی پر بطور یقینی قطعی لکھی ہیں۔ توڑ کر نہیں دکھلایا بلکہ اُن کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ ظاہر ہے کہ جس حالت میں ہم نے ضرورت کلام الٰہی اور اس کے تحقق وجود پہ کامل دلائل لکھ دیئے تھے۔ بلکہ بطور نمونہ بعض الہامات پیش بھی کر دیئے تھے۔ تو اس صورت میں ۲۲۲
اگر پنڈت صاحب حق جُو وحق گو ہو کر بحث کرتے۔ تو اُن کے لئے بجز اس کے اور کوئی طریق نہ تھا کہ وہ ہمارے دلائل کو توڑ کر دکھلاتے۔ اور جو کچھ ہم نے ثبوت ضرورت الہام اور ثبوت وجود الہام اپنی کتاب میں دیا ہے اُس ثبوت کو اپنے دلائل بالمقابل سے مسدود اور مرتفع کرتے۔ لیکن پنڈت صاحب کو خوب معلوم ہے کہ اس عاجز نے دو مرتبہ علی التواتر دو خط رجسٹر کرا کر اس غرض سے اُن کی خدمت میں بھیجے کہ اگر اُن کو اس عادت الٰہی میں کچھ تردد درپیش ہے کہ وہ ضرور بعض بندوں سے مکالمات اور مخاطبات کرتا ہے اور اُن کو ایسی چیزوں اور ایسے علوم سے اپنے خاص کلام کے ذریعہ سے مطلع فرماتا ہے کہ جن کی شان عظیم تک وہ خیالات نہیں پہنچ سکتے کہ جن کا منشاء اور منبع صرف انسان کے تخیلات محدودہ ہیں۔ تو چند روز صدق اور صبر سے اس عاجز کے پاس ٹھہر کر اُس صداقت کو جو اُن کی نظر میں ممتنع اور محال اور خلاف قوانین نیچر ہے بچشم خود دیکھ لیں۔ اور پھر صادقوں کی طرح دین اسلام اختیار کریں جس کا اختیار کرنا صادق آدمی کے صدق کی شرط اور اُس کی صفائی باطنی کی علامت ہے۔ مگر افسوس کہ پنڈت صاحب نے باوجود شنیدن اس دعوے

۳۱۶ طور پر بولیاں ایجاد ہو گئی ہوں۔ اور کوئی خاص الہام نہ ہوا ہو۔ تو اس کا جواب یہ

حاشیہ نمبر ۱۱

کہ اس امر کو جو حقیقی سنیاس کی پہلی نشانی ہے۔ سچے طالبوں کی طرح قبول نہیں کیا۔
بلکہ اس کے جواب میں قرآن شریف کی نسبت بعض کلمات اپنے خط میں ایسے لکھے کہ
جو ایک سچے خدا ترس کی قلم سے ہرگز نہیں نکل سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت صاحب
کو صداقت حقانی سے صرف انکار ہی نہیں بلکہ عداوت بھی ہے۔ ورنہ جس حالت میں
تحقیق وجود کلمات اللہ پر عقلی اور شہودی طور پر ایک بھارا ثبوت دیا گیا ہے اور
ہر طرح کے وساوس کی بیخکنی کر دی گئی ہے۔ اور ہر یک قسم کی تشفی اور تسلی کے لئے یہ عاجز
ہر وقت مستعد کھڑا ہے۔ تو پھر بجز بغض اور عداوت ذاتی کے اور کونسی وجہ ہے
جو پنڈت صاحب کو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے۔

اب یہ بھی دیکھئے کہ بمقابلہ ہماری تحقیقات کے پنڈت صاحب کے عذرات کیا کیا
ہیں۔ پہلے سب سے آپ یہ فرماتے ہیں کہ برہمو لوگ الہام کے قائل تو ہیں۔ مگر جہاں تک
وہ اپنے اصل معقول اور طبعی طریقہ سے متعلق ہے۔ پھر طبعی طریقہ کی تشریح کرتے
ہیں کہ وہ کوئی کلام مقرر اور معین نہیں کہ جو بطور خارق عادت کسی کے دل پر نازل
ہوتا ہو۔ اور ایسے امور پر مشتمل ہوتا ہو کہ جو انسانی طاقتوں سے برتر ہوں۔
بلکہ وہ معمولی خیالات ہیں کہ جو حسب مراتب ہر انسان کے دل میں خدا کی طرف سے
۳۱۷ گذرا کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی روح کامل و حاضر و ناظر و علت العلل ہونے کی وجہ سے
ہر یک ذرہ اور ہر یک روح انسانی میں کام کرتی رہتی ہے۔ پس جو شخص جس قدر
روحانی نعمتوں اور خدا کی قربت کا بھوکا اور پیاسا ہوتا ہے۔ جس قدر اندرونی زندگی
کو مقدس رکھتا ہے۔ جس قدر اپنے تئیں خدا کے حوالے کرتا ہے اور جس قدر اداک
اور ایمان صاف رکھتا ہے اسی قدر وہ اس طبعی فیض سے فیضیاب ہوتا ہے۔ اس
فیض کی ابتدا اسی دن سے ہے جس دن سے انسان کی پیدائش ہے یہ الہام باطنی
ہے کہ جو روح انسانی میں ہوتا ہے۔ اس لئے روح انسانی خدا کی زندہ الہامی کتاب ہے۔
پھر بعد اس کے فرماتے ہیں کہ چونکہ انسانیت میں نفسانیت بھی شامل ہے اس لئے

ہے کہ ابتداء زمانہ کے لئے عام قانون قدرت یہی ہے کہ خدا نے ہر ایک چیز کو اپنی ۲۴۵

وہ خیالات جو انسانوں کے دلوں میں گذرتے ہیں جن کا نام برہمو لوگوں کے نزدیک الہام یا القا
ہے۔ وہ اعتماد کلی کے لائق نہیں ہیں۔ بلکہ برہمو لوگ ان خیالات کی تصدیق کے لئے کہ جو صدق
اور کذب دونوں کا احتمال رکھتے ہیں۔ اخلاقی قوتوں کو کسوٹی قرار دیتے ہیں۔ اور جس قوت
کے ذریعہ سے یہ فیصلہ کرتے ہیں۔ اس کو عقل کہتے ہیں۔ یہ خلاصہ تقریر پنڈت صاحب
ہے۔ اب ظاہر ہے کہ پنڈت صاحب کی اس تمام تقریر سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ
جن چیزوں کا نام پنڈت صاحب اور اُن کے بھائی الہام رکھتے ہیں۔ وہ فقط عام
خیالات ہیں کہ جو عام انسانوں کے دلوں میں عام طور پر گذرا کرتے ہیں۔ اور جو باقرار
پنڈت صاحب احتمال غلطی اور خطا سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن خدا کی کتابوں میں جس
الہام کو خدا کا کلام یعنی وحی اللہ اور مخاطبات حضرت احدیت بولا جاتا ہے وہ تو ہی
الگ ہے جو انسانی خیالات اور بشری طاقتوں سے برتر و اعلیٰ ہے۔ پنڈت صاحب
اس ذریعہ آسمانی کی نسبت جو ایک غیبی آواز ہے جس میں انسان کے خیال اور اُس کی طبیعت کا
ایک ذرا دخل نہیں ہے۔ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ بوجہ اسکے کہ نیچر کے برخلاف ہے
اور ایک امر خارق عادت ہے۔ اسلئے ممتنع اور محال ہے اور ہرگز جائز نہیں کہ خدا اپنا
کلام کسی بشر پر نازل کرے۔ بلکہ الہام انہیں خیالات کا نام ہے کہ جو عام طور پر لوگوں
کے دلوں میں معمولی اور پیدائشی طریق پر اٹھا کرتے ہیں اور کبھی سچے اور کبھی جھوٹے اور کبھی
صحیح اور کبھی غلط۔ اور کبھی پاک اور کبھی ناپاک ہوتے ہیں۔ اور ان میں کوئی ایسی
خصوصیت نہیں ہوتی کہ جو انسانی طاقتوں سے بلند تر ہو۔ بلکہ وہ تمام انسانی طاقتوں
کی حد میں پیدا ہوتے ہیں اور انسانی طبیعت اُن کا سرچشمہ ہے۔ لیکن افسوس ہے
کہ پنڈت صاحب نے ان چند سطروں کے لکھنے میں اپنا وقت ناحق ضائع کیا۔ اگر
پنڈت صاحب اپنی اس تحریر سے پہلے کتاب ہذا کے حصہ سوم کے صفحہ ۲۱۲ و ۲۱۳ و
۲۱۴ و ۲۱۵ کو ذرا غور سے پڑھ لیتے۔ تو اُن پر صاف کھل جاتا کہ اس قسم کے خیالات ۲۴۶

۴۲۵ قدرت محض سے پیدا کیا تھا۔ آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور خود انسان کی

خدا کا کلام نہیں کہلاتے۔ یہ خیالات تعلق بشریہ ہیں جو انسان کی طبیعت کا لازمہ ذاتی ہے
اور خدا کا کلام جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے وہ امر اتفاقی ہے جو ایک وہبی اور لدنی
امر ہے۔ خدا کے کلام کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ جیسے خدا اپنی ذات میں سہو اور خطا
اور کذب اور فضول اور ہر یک نقصان اور نالائق امر سے منزہ ہے۔ ایسا ہی اس کا
کلام بھی ہر یک سہو اور خطا اور کذب اور فضول اور ہر طرح کے نقصان اور نالائق
حالت سے منزہ اور پاک چاہیئے۔ کیونکہ جو کلام پاک اور کامل چشمہ سے نکلا ہے۔
اسپر ہرگز یہ بات جائز نہیں کہ کسی نوع کی اس میں ناپاکی یا نقصان پایا جاوے۔
اور ضرور ہے کہ وہ کلام ان تمام کمالات سے متصف ہو کہ جو خدائے قادر و کامل
قدوس و عالم الغیب کے کلام میں ہونی چاہیئے۔ لیکن پنڈت صاحب آپ اقراری
ہیں کہ جس چیز کا نام انہوں نے الہام رکھا ہوا ہے۔ وہ ہرگز شک اور شبہ اور
سہو اور غلطی اور نقصان اور نالائقی سے خالی نہیں۔ بلکہ ان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے
کہ ان کا الہام ہمیشہ لوگوں کو کفر اور بے ایمانی میں ڈالتا رہا ہے۔ چنانچہ اسی نے
ابتدائی زمانہ کے لوگوں کو کبھی یہ جتلایا کہ گویا ان کا خدا درخت ہیں۔ اور کبھی پہاڑوں کو
خدا بنا دیا۔ کبھی طوفان کو۔ کبھی پانی کو۔ کبھی آگ کو۔ کبھی ستاروں کو۔ کبھی چاند کو۔ کبھی
سورج کو۔ غرض اسی طرح طرح طرح کے خداؤں کی طرف ان کو رجوع دیتا رہا۔ اور عقل
بھی اس الہام کی تصدیق کرتی گئی۔ آخر مدتوں کے بعد اب کچھ تھوڑے ہی عرصہ سے
الہام اور عقل کو اصل خدا کا پتہ لگا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جس حالت میں پہلے اسی ہزارہا
مرتبہ پنڈت صاحب کے باپ دادوں کے خیالی الہام نے اور نیز ان کی عقل نے طرح طرح
کے دھوکے کھائے ہیں اور خداشناسی میں ہمیشہ کچھ کا کچھ سمجھتے رہے۔ تو
اب کیونکر پنڈت صاحب تسلی کر سکتے ہیں کہ ان کا خیالی الہام اور خیالی عقل ابھی
خطا اور غلطی سے محفوظ ہیں۔ کیا ممکن نہیں کہ اس میں بھی کچھ دھوکا ہی ہو۔ جس

۲۲۶ فطرت پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ ابتدائی زمانہ محض قدرت نمائی کا زمانہ تھا

حالت میں پنڈت صاحب کا خیالی الہام ہمیشہ غلطی میں ابتدائی زمانہ سے ڈوبتا آیا ہے تو پھر اس کا
اعتبار کیا رہا۔ غرض پنڈت صاحب کے الہام کی حقیقت اچھی طرح کھل گئی اور انہیں کے اقرار سے
ثابت ہوگیا کہ انہوں نے صرف بے بنیاد خیالات کا نام الہام رکھا ہوا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ
جس چیز پر اکثر اوقات جھوٹ غالب ہو وہ حق شناسی کا آلہ کیونکر ہوسکے۔ انسان کے اپنے ہی
۲۲۷ خیالات جن کا نام بقول پنڈت صاحب الہام ہے کیونکر انسان کو غلطی سے بچا سکتے ہیں اور
کیونکر اس کو وہ تاریک خیال ہر یک تاریکی سے باہر نکال کر یقین کامل کی روشنی تک پہنچا سکتے ہیں
بقول پنڈت صاحب انہیں پراگندہ خیالات نے جو انکے زعم میں باوصف اس پراگندگی کے
الہام کے نام سے موسوم ہیں۔ ابتدائی زمانہ میں جو ایک پاک زمانہ تھا ایسے لوگوں سے
پتھروں کی پوجا کرائی اور چاند اور سورج کو انکی نظر میں خدا ٹھہرایا کہ جو باقرار پنڈت صاحب
الہامی فیض کے پہلے فیضیاب اور الہام پانیوں کے صدر نشین تھے اور سب سے زیادہ
خدا کی معرفت کے بھوکے اور پیاسے تھے اور دلی اخلاص سے اپنے لئے کوئی خدا مقرر کرنا
چاہتے تھے اور اپنی اندرونی زندگی کو بہت مقدس رکھتے تھے۔ کیونکہ ابھی دنیا میں گناہ
نہیں پھیلا تھا اور ست جگ کا زمانہ تھا اور اپنے تئیں خدا کے حوالے کرنا چاہتے تھے
اسی غرض سے تو خود بخود انکے دل میں یہ بات گدگدائی تھی کہ آؤ اپنے لئے کوئی خدا مقرر کریں
بے خدا ہی نہ رہیں۔ ایمان اور ادراک صاف رکھتے تھے تب ہی تو انکو ایک بایک
بات سوجھی اور خود بخود بیٹھے بٹھائے خدا کی تلاش میں پڑ گئے۔ پس جس حالت میں بقول
پنڈت صاحب ایسے پاک لوگ جو پرمیشر کی پُرحکمت پیدائش کا پہلا نمونہ تھا اور حال کے
زمانہ کے انواع اقسام کے تعصبات اور آلودگیوں سے پاک اور دلی جوش سے صانع عالم کی
تلاش میں مصروف تھے اور اپنی تازہ پیدائش اور پیدا کنندہ کے تازہ فعل سے ذاتی
واقفیت رکھتے تھے۔ اُن کے الہام اور عقل کا یہ حال ہو کہ پتھروں اور پہاڑوں کی پوجا
شروع کردیں اور چاند اور سورج اور آگ اور ہوا کو اپنا پیدا کنندہ سمجھ بیٹھیں۔ تو پھر

۳۴۳ جس میں اسباب معتادہ کی ذرہ آمیزش نہ تھی۔ اور اُس زمانہ میں جو کچھ

۳۴۴ پنڈت صاحب کا ایسا الہام اور ایسی عقل جس کی پہلی دفعہ ہی ایسی رہزنی کی۔ دوسرے لوگوں کی طبیعت کو کہ جو غفلت کے زمانوں میں اور عین ضلالتوں کے وقت میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکر راہ راست پر لاویگا۔ کیونکہ یہ لوگ تو اپنے سلسلہ نوعی کی تازہ پیدائش سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اور بباعث غلبہ محبت دُنیا اور طرح طرح کے فسادوں کی زندگی بھی مقدس نہیں رکھتے اور خدائی قربت سے بعد کے اور پہلے سے بھی نہیں بلکہ انسانی گورنمنٹ کی قربت کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ پس جبکہ پنڈت صاحب کے خیالی الہام کا پاک زمانوں میں وہ اثر ہوا کہ مخلوق چیزوں کو خدا سمجھ بیٹھے۔ تو اس تاریک زمانہ میں ایسے الہام کی یہ تاثیر ہونی چاہیئے کہ لوگ خدا سے بھی انکار کریں۔ غرض پنڈت صاحب جو ایسے خیالات کا نام الہام رکھتے ہیں جن سے باقرار اُن کے ابتداء سے غلطی ہوتی چلی آئی ہے۔ یہ پنڈت صاحب کا خیالی قول ہے کیونکہ اُن کا خیالی الہام سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔ اگرچہ انسانی خیالات کا علت العلل بھی خدا ہے۔ اور خدا ہی دلوں میں ڈالتا ہے اور عقلوں کو راہ دکھاتا ہے۔ لیکن وہ الہام کہ جو حقیقت میں خدا کا پاک کلام ہے اور اُس کی آواز اور اُس کی وحی ہے۔ وہ انسان کے فطرتی خیالات سے برتر و اعلیٰ ہے۔ وہ حضرت خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اُس کے ارادہ سے کاملوں کے دلوں پر نازل ہوتا اور خدا کا کلام ہونے کی وجہ سے خدائی برکتوں کو اپنی ہمراہ رکھتا ہے۔ خدائی قدرتوں کو اپنی ہمراہ رکھتا ہے۔ خدائی پاک سچائیوں کو اپنی ہمراہ رکھتا ہے۔ لاریب فیہ ہونا اُس میں ایک ذاتی خاصیت ہے۔ اور جس طرح خوشبو عطر کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح وہ خدا کی ذات اور صفات کے وجود پر قطعی اور یقینی دلالت کرتا ہے۔ لیکن انسان کے اپنے ہی خیالات یہ مرتبہ حاصل نہیں کرسکتے کیونکہ جس طرح انسان پر ضعف مخلوقیت ہے اسی طرح انسانی خیالات پر وہ ضعف غالب ہے جو کچھ قادر مطلق کے چشمہ سے نکلتا ہے وہ اعلیٰ چیز ہے اور جو کچھ انسانی طبیعت سے پیدا ہوتا ہے وہ ادنیٰ ہے۔ مناسب تھا کہ پنڈت صاحب

خدا نے پیدا کیا۔ وہ ایسی اعلیٰ قدرت سے کیا جس میں عقل انسان حیران ہے۔

حصہ سوم کے صفحہ ۲۱۲ سے ۲۱۵ تک پھر دیکھیں تا انہیں کلام الٰہی اور خیالات انسانی میں فرق معلوم ہو۔ اور جو پنڈت صاحب بار بار عقل پر ناز کرتے ہیں یہ ناز اُن کا بھی سراسر بیجا ہے۔ ہم نے اسی حصہ سوم میں بہ تفصیل لکھ دیا ہے کہ مصنوعات صانع کے وجود کو بہ حیثیت موجودیت ہرگز ثابت نہیں کرتیں بلکہ اُسکے وجود کی ضرورت کو ثابت کرتی ہیں اور وہ بھی بطور ظنی۔ لیکن خدا کا کلام اسکی موجودیت کو قطعی اور یقینی طور پر ثابت کرتا ہے نہ یہ کہ صرف اسکی ضرورت کو ثابت کرے۔ اسی طرح مصنوعات کے ملاحظہ سے خدا کا ازلی اور قدیم ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مصنوعات خود ازلی اور قدیم نہیں۔ پھر دوسرے کا ازلی ہونا کیونکر ثابت کرسکیں۔ حادث جو اپنی ذات میں نو پیدا اور مستحدث ہے خدا تعالیٰ کے وجود کی ضرورت کو صرف اسی حد تک ثابت کریگا جس حد تک حادث کی انتہا ہے یعنے جو اُسکے ظہور اور حدوث کی حد ہے۔ اور پھر بعد اُسکے بذریعہ حادث ثابت نہیں ہوتا کہ وجود کائنات سے پہلے خدائے تعالیٰ ازلی طور پر ہمیشہ موجود تھا یا نہیں۔ پس جو علم وجود باری بذریعہ وجود حادثات حاصل کیا جاتا ہے۔ نہایت ہی تنگ و منقبض اور ناقص علم ہے جو انسان کو شکوک اور شبہات کے ورطہ سے ہرگز نہیں نکالتا اور جہل کی تاریکی اور ظلمت سے باہر نہیں لاتا۔ بلکہ طرح طرح کے ترددات میں ڈالتا ہے۔ اسی وجہ سے جن لوگوں کی معرفت کا مدار صرف عقلی علم پر تھا اُن کا خاتمہ اچھا نہیں ہوا اور اپنے عقائد میں بہت سی تاریکی اور ظلمات کو ساتھ لے گئے۔ انسان اگر تعصب اور نفسانیت کی الگ ہوکر اور اپنے تئیں ایک سچا طالب حق بنا کر اور فی الحقیقت معرفت الٰہی کا بھوکا اور پیاسا بنکر اپنے دل میں آپ ہی سوچے کہ مجھ کو خدا کی ہستی اور اس کی قادریت اور تمام صفات کاملہ پر یقین حاصل کرنے کے لئے اور عالم معاد اور معاملہ جزا سزا کو بطور علم قطعی و ضروری جاننے کے لئے کیا ذخیرہ معرفت درکار ہے۔ کیا میں اپنی خوشحالی دائمی کو صرف اسی مرتبہ علم سے حاصل کرسکتا ہوں کہ جو ظنی طور پر بذریعہ عقل حاصل

زمین آسمان اور سورج و چاند وغیرہ اجرام پر نظر ڈال کر دیکھو کہ کیونکر اتنا بڑا کام ۳۳۱

پر بس ہو یا خداوند کریم و رحیم نے میرے لئے کوئی اور بھی راہ رکھی ہے۔ کیا اُس نے میری تکمیل معرفت کے لئے کوئی اَور راہ نہیں رکھی۔ اور مجھ کو صرف میرے ہی خیالات پر چھوڑ دیا ہے۔ کیا اُس نے اس قدر مہربانی کرنے سے دریغ کیا ہے کہ جس جگہ میں اپنے کمزور پاؤں سے پہنچ نہیں سکتا اُس جگہ وہ آپ اپنی ربانی قوت سے مجھ کو پہنچا دے۔ اور جن باریک چیزوں کو میں اپنی ضعیف آنکھ سے دیکھ نہیں سکتا۔ وہ مجھ کو اپنی عمیق نگاہوں کی مدد سے آپ دکھلا دے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ میرے دل کو ایک دریا کی پیاس لگا کر پھر مجھ کو ایک ناچیز قطرہ پر جو قلّتِ معرفت کی بدبُو سے بھرا ہوا ہے روک رکھے۔ کیا اُس کے جُود اور بخشش اور رحمت اور قدرت کا یہی تقاضا ہے؟ کیا اُس کی قادریت یہیں تک ہے کہ جو کچھ عاجز بندہ اپنے طور پر ہاتھ پاؤں مار کر خدا کے وجود کی نسبت کوئی ڈھکوسلا اپنے دل میں قائم کرے اُسی پر اُس کی معرفت کو ختم کرا دے۔ اور اپنی الوہیت کی خاص تجلّی سے اُسکو معرفتِ حقانی کے عالم کا سیر نہ کرا دے۔ تو جب طالب حق ایسے سوالات اپنے دل سے کریگا تو ضرور وہ اپنے دل سے یہی محکم جواب پاویگا کہ بلاشبہ خدائے تعالیٰ کی بے انتہا بخششوں کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے عاجز بندوں کی آپ دستگیری کرے۔ گم گشتہ کو آپ راہ دکھاوے گمراہ کا آپ ہاتھ پکڑے۔ کیا ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ قادر ہو کر، توانا ہو کر، رحیم ہو کر، کریم ہو کر، حی ہو کر، قیوم ہو کر اپنی طرف سے ہمیشہ خاموشی اختیار کرے۔ اور بندہ جاہل اور نابینا اُس کی جستجو میں آپ ٹکریں مارتا پھرے۔

ناتواناں را کجا تاب و تواں — تا نشاں یابند خود زاں بے نشاں

عقلِ کوراں رہنما جوید براہ — رہبری را ز دانشِ کوراں مخواہ

عقلِ ما از بہرِ یاری و بس است — دفعِ آزارِ جہالت از خدا ست

عقلِ ما عقل است اینکہ گر بیدار آ — شیر خو مادر نیاید ز شبہ

سو اے ناظرین!! اس مضمون میں انصاف سے نظر کرو اور غور اور تحقیق سے سوچو۔

بغیر مدد اسباب اور معاونوں اور مزدوروں کے محض ارادہ سے بہ مجرد حکم کے انجام

ہوشیار رہو اور کسی دھوکا دہندہ کے دھوکا میں مت آؤ۔ اپنے دلوں سے آپ ہی پوچھو کہ تمہارے دل کس قدر یقین کے خواہشمند ہیں۔ کیا فقط تمہارے اپنے ہی افسردہ خیال تمہارے ۲۲۹
دلوں کو پوری پوری تسلی دے سکتے ہیں۔ کیا تمہارے نزدیک اس بات کے خواہاں نہیں ہیں کہ تم اس دنیا میں کامل یقین تک پہنچ جاؤ۔ اور ناحیالی سے خلاصی پاؤ۔ تم سچ سچ کہو۔ کیا تمہیں اس بات کی طلب نہیں کہ تمہاری ظلمت اور حیرت دور ہو۔ اور وہ شبہات جو تمہارے دلوں میں مخفی ہیں جن کو تم ظاہر بھی نہیں کر سکتے۔ دور ہو جائیں۔ پس اگر الٰہی معرفت کا کچھ جوش ہے۔ تو یقیناً سمجھو کہ اس دنیا میں خدا کا قانون قدرت یہی ہے کہ اس نے ہر یک چیز کے دریافت کرنے کے لئے یا حاصل کرنے کے لئے کسی نہ کسی چیز کو آلہ ٹھہرا دیا ہے۔ اور عقل کا صرف یہی کام ہے کہ اس آلہ کی ضرورت کو ثابت کرتی ہے۔ لیکن آپ اس آلہ کا کام نہیں دے سکتی۔ مثلاً آٹا پیسنے کے لئے چکّی کی ضرورت کو عقل ثابت کرتی ہے۔ مگر یہ بات نہیں کہ عقل آپ ہی چکّی بن جائے اور آٹا پیسنے لگے۔ اسی طرح آج تک صدہا آلات کی عقل نے رہبری کی ہے لیکن کام وہی انجام کو پہنچا ہے۔ جس کو آلہ نے انجام دیا ہے۔ اور جس کام کا آلہ میسر نہیں آیا۔ وہاں عقل حیران رہ گئی ہے۔ پس دنیا کے تمام کاروبار پر نظر ڈال کر دیکھ لو کہ نہایت درجہ کی سعی عقل کی یہی ہے کہ اسکو کسی کام کے انجام دینے کیلئے کسی آلہ کا خیال دل میں پیدا ہو جائے۔ مثلاً عقل نے یہ سوچا کہ عبور دریا کے لئے کوئی آلہ چاہیئے۔ تو کشتی کی صورت دل میں جم گئی۔ اور پھر کشتی بنانے کا ایک مادہ میسر آ گیا جو دریا پر چلتا ہے اور ڈوبتا نہیں۔ سو اس مادہ کے میسر آنے سے کشتی بن گئی۔ علیٰ ہذا القیاس ہزارہا اور آلات ہیں جن سے دنیا کا دھندا چلتا ہے اور ہر جگہ عقل کا صرف اتنا منصب ہے کہ وہ آلہ کی ضرورت کو ثابت کرتی ہے۔ اور یہ بیان کر دیتی ہے کہ اس قسم کا آلہ ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ وہ آپ آلہ مطلوبہ کا کام دے سکتی ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ عقل سلیم اس بات کو بداہت سمجھتی ہے کہ

ح ۳۲۶ دے دیا۔ پھر جس حالت میں اس ابتدائی زمانہ میں خدا کا سارا کام قدرتی پایا جاتا

عالم ثانی کے واقعات اور صانع عالم کی ہستی اور اس صانع کی مرضیات اور غیر مرضیات اور جزا سزا
کی کیفیات اور کمیات اور ارواح کے خلود اور بقا کے یقینی حالات معلوم کرنا یہ ایک ایسا
باریک اور دقیق امر ہے کہ بجز ایک سماوی نور کے صحیح اور یقینی طور پر ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا۔
اور جس طرح عقل نے دُنیا کے حسن انتظام کے لئے ہوا اور پانی کی ضرورت ثابت کی ہے۔
اسی طرح اس جگہ بھی عقل سلیم اُس نادیدہ عالم کا قطعی طور پر پتہ دریافت کرنے کے لئے
ایک آسمانی آلہ کی ضرورت قرار دیتی ہے تا اُس خداوند مطلق کی ہستی جس کے سمجھنے میں اکثر
ح ۳۲۷ عقلمندوں نے دھوکے کھائے ہیں۔ یقینی اور قطعی طور پر معلوم ہو جاوے۔ اور اسی طرح
عالم جزا سزا بھی قطعی طور پر معلوم ہو۔ تا طالب حق ظنیات سے ترقی کر کے اسی عالم میں
حضرت باری تعالیٰ اور اس کی صفات کاملہ اور عالم آخرت کو بعین الیقین دیکھ لے۔ اور
وہ آلہ جو اس مرتبہ اعلیٰ یقین تک پہنچاتا ہے کلام الٰہی ہے جس کے ذریعہ سے انسان
بہ یقین کامل خدائے تعالیٰ کے وجود اور اُس کی صفات کاملہ اور عالم مجازات کو سمجھ لیتا ہے اور
خدائے تعالیٰ نے بالفعل انسانوں کو اس مرتبہ معرفت تک پہنچا کر ثابت کر دکھایا ہے کہ
یہ آلہ خداشناسی کا فی الواقعہ دُنیا میں موجود ہے۔ اور جو شخص اس سماوی آلہ سے روشنی
حاصل نہیں کرتا۔ وہ اُس اندھے کی مانند ہے کہ جو ایک ایسی راہ میں چلتا ہے جس میں
جابجا خندقیں ہیں۔ اور ہر یک طرف بڑے بڑے گڑھے ہیں۔ اُس کو کچھ خبر نہیں کہ
سلامتی کی راہ کدھر ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ بچاؤ کی طرف کونسی ہے۔ کچھ خبر نہیں کہ انجام قدم
اٹھانے کا کیا ہے۔ نہ آپ دیکھ سکتا ہے نہ کسی رہنما کا دامن پکڑا ہوا ہے۔ اور
نہ یہ جانتا ہے کہ آخر کس جگہ کا منہ دیکھنا نصیب ہے۔ اور نہ یہ یقین ہے کہ جس مطلب
کے لئے اُس نے قدم اُٹھایا ہے وہ مطلب ضرور حاصل ہو جائے گا۔ بلکہ آنکھیں بھی
اندھی ہیں اور دل بھی اندھا ہے۔

پھر ایک اور وسوسہ جو پنڈت صاحب کے دل کو پکڑتا ہے یہ ہے کہ الہامی کتاب

ہے کہ جو آمیزش طبیعت اور سبب سے بکلی پاک اور خالص ربانی ارادہ سے نکلا

کسی انسان کے لئے اس کے ایمان کی بنیاد نہیں ہو سکتی کیونکہ بنیاد نہیں ہو سکتی۔ اس کی دلیل آپ یہ لکھتے ہیں کہ الہامی کتاب کے تسلیم کرنے سے پہلے ضرور ہے کہ خدا پر ایمان قائم کیا جاوے ہر ایک پیغمبر یا رشی جس پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ اس نے کلام پر ایمان لانے سے پہلے متکلم کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ کیونکہ کسی کلام پر ایمان لانے سے پہلے خود کلام کرنے والے کو مان لینا لازمی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ پیغمبروں نے کلام کے نازل کنندہ کے وجود کا یقین بذریعہ اسی کلام کے حاصل نہیں کیا۔ بلکہ اس کلام کے نزول سے پہلے ہی ان کو اپنی اندرونی فطرت کی گواہی سے وہ یقین حاصل تھا۔ یہ دلیل پنڈت صاحب نے کلام الٰہی کے غیر ضروری ہونے پر گویا اپنی عقل کا تمام زور لگا کر پیش کی ہے۔ لیکن ہر یک عاقل پر سوچنے سے ظاہر ہوگا کہ یہ پنڈت صاحب کا سراسر وہم ہے کہ جو ان کے دل میں ایک مدت کی غلط فہمی سے پیدا ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ پنڈت صاحب ان دونوں امروں متذکرہ ذیل کو اجتماع ضدین قرار دیتے ہیں۔ یعنے یہ کہ بے خبر بندہ پر جو خدا کی ذات اور صفات سے بے خبر ہے۔ کلام الٰہی نازل ہو۔ اور ساتھ ہی وہ قادر خدا بذریعہ اپنی اس پاک کلام کے اپنے وجود پر آپ مطلع کرے۔ یہ دونوں باتیں پنڈت صاحب کی نظر میں متناقض ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ حالانکہ ان دونوں باتوں کا جمع ہونا کسی عاقل کے نزدیک اجتماع ضدین میں ۲۲۸
داخل نہیں۔ جس حالت میں انسان بھی اپنے کلام کے ذریعہ سے دوسرے انسان کو اپنے وجود سے اطلاع دے سکتا ہے تو پھر وہ اطلاع دہی خدا کے تعلق سے کیوں غیر ممکن ہے کیا وہ پنڈت صاحب کے نزدیک اس بات پر قادر نہیں کہ بذریعہ اپنی کامل اور قادرانہ کلام کے جو تجلیات الوہیت پر مشتمل ہے اپنے وجود سے مطلع کرے۔ اور اگر پنڈت صاحب کے دل کو یہ وسوسہ پکڑتا ہے کہ جس قدر نبی گذرے وہ بلاشبہ کلام الٰہی کے نازل ہونے سے پہلے خدا پر یقین رکھتے تھے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ وہ یقین انہیں کی فطرت اور عقل سے ان کو حاصل ہوا تھا۔ لیکن واضح ہو کہ یہ وسوسہ محض قلت تدبر سے ناشی ہے

بیٹھا ہے تو پھر کیونکر بے ایمانوں کی طرح بولیوں کے بارہ میں خدا کو اس بات سے عاجز ۲۲۲

کیونکہ اس یقین کا باعث کسی طور سے مجرد عقل اور فطرت نہیں ہو سکتے۔ انبیاء کسی جنگل میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ تا یہ کہا جائے کہ انہوں نے الہام پانے سے پہلے بذریعہ سلسلۂ سماعی بھی جس کی الہام الٰہی سے بنیاد چلی آتی ہے خدا کا نام نہیں سُنا تھا اور صرف اپنی فطرت اور عقل سے خدا کے وجود پر یقین رکھتے تھے۔ بلکہ بہ بداہت ثابت ہے کہ خدا کے وجود کی شہرت اس کلام الٰہی کے ذریعہ سے دُنیا میں ہوئی ہے کہ جو ابتدا زمانہ میں حضرت آدم پر نازل ہوا تھا۔ پھر بعد حضرت آدم کے جس قدر انبیا وقتاً فوقتاً زمانہ کی اصلاح کیلئے آتے رہے۔ اُنکو قبل از وحی خدا کے وجود سے یاد دلانے والی وہی سماعی شہرت تھی جس کی بنیاد حضرت آدم کے صحیفہ سے پڑی تھی پس وہی سماعی شہرت تھی جس کو نبیوں کی مستعد اور پرجوش فطرت نے فی الفور قبول کر لیا تھا اور پھر خدا نے بذریعہ اپنے خاص کلام کے مراتب اعلیٰ یقین اور معرفت تک ان کو پہنچا دیا تھا اور اس نقصان اور قصور کو پورا کر دیا تھا کہ جو محض سماعی شہرت کی پیروی سے عائد حال تھا۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے وجود کی شہرت بطور سماعی چلی آتی ہے۔ اور سماعی سلسلہ کی بنیاد وہ الہام ہے جو پہلے پہل خدائے تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم ابو البشر کو ہوا تھا اور اس پر دلیل یہی کافی ہے کہ یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ ابتداء میں خداوند قادر مطلق کی ہستی کا پتہ اُسی شے کے ذریعہ سے لگا ہے کہ جس میں اب بھی پتہ لگانے کی قدرت مستقلہ حاصل ہے۔ سو وہ قدرت مستقلہ صرف کلام الٰہی میں پائی جاتی ہے کیونکہ اب بھی کلام الٰہی میں یہ اقتدار موجود و مشہود ہے کہ وہ امور پنہانی پر جیسا کہ چاہیئے صحیح صحیح اطلاع دے سکتا ہے اور گذشتہ خبریں بھی ظاہر کر سکتا ہے اور ذات باری کی غائبانہ ہستی کا ٹھیک ٹھیک نشان بھی دے سکتا ہے اور اپنے طریق خارق عادت سے اُس پر یقین بھی بخش سکتا ہے اور عالم ثانی کے حقائق اور کیفیتوں پر بھی مفصل طور پر مطلع کر سکتا ہے جیسا کہ اسی زمانہ میں کئی
۲۲۹ کے تجارب صحیحہ اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں۔ لیکن یہ جوہر عقل میں موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یہ بات بہ پایۂ ثبوت پہنچ چکی ہے کہ جس بچہ نو پیدا کو سلسلہ سماعی کی تعلیم سے بکلّی محروم رکھ کر صرف اُس کی عقل پر اس کی خدا شناسی کو چھوڑا جائے تو وہ خدا

سمجھا جاوے کہ جس طرح اُس نے تمام چیزوں کو محض قدرت سے پیدا کیا تھا وہ یاشی

کی ہستی اور اسکی صفات کا علم اور عالم جزا سزا سے بکلّی بے خبر رہتا ہے پس چونکہ معرفتِ حقّہ کی تعلیم کا اقتدار صرف کلامِ الٰہی میں ہی ثابت ہے عقل میں ثابت نہیں۔ اسلئے ہر یک عاقل کو ماننا پڑتا ہے کہ ایمان اور دین کی بنیاد کلامِ الٰہی ہے نہ خیالات عقلیہ ہرگز بنیاد نہیں ہیں۔ اگرچہ استعداد عقل نفس انسانی میں موجود ہے مگر وہ استعداد بغیر رہبری کلامِ الٰہی کے ناکارہ ہے جیسے استعداد بصارت آنکھوں میں موجود ہے مگر بغیر آفتاب کے کچھ چیز نہیں۔ اور جس طرح آفتاب کی روشنی اپنے وجود کو بھی ثابت کرتی ہے اور آفتاب کے وجود کی طرف بھی رہبر ہے۔ اسی طرح خدا کا کلام اپنی ذاتی روشنی اور صداقت اور بے مثل ہونے کی وجہ سے اپنا منجانب اللہ ہونا بھی ثابت کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ کی ہستی کی طرف بھی یقینی اور قطعی طور پر رہبر ہے۔

پھر پنڈت صاحب نے پرچہ مقدم جیون جنوری ۱۸۸۰ء میں یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ ایک شخص انسان ایسی کتاب تالیف کر سکتا ہے کہ جو کمالات میں مثل قرآن شریف کے یا اس سے بڑھ کر ہو۔ اب چونکہ پنڈت صاحب بھی دانشمند ہی ہیں۔ بلکہ اپنی قوم کے ریفارمر اور مصلح ہونے کا دم مارتے ہیں۔ اس لئے یہ بار ثبوت انہیں کے ذمہ ہے کہ وہ ایسی کتاب تالیف کر کے دکھلا دیں۔ اور جس طرح قرآن شریف باوجود کمال ایجاز جامع تمام حقائق و دقائق ہے۔ اور جس طرح قرآن شریف باوجود التزام حق اور حکمت اور صداقت کے اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت پر ہے۔ اور جس طرح قرآن شریف اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیوں اور اُمور غیبیہ سے بھرا ہوا ہے۔ اور جس طرح قرآن شریف اپنی پاک تاثیروں کی وجہ سے سچے طالبوں کے دلوں کو پاک کر کے آسمانی روشنی سے منوّر کرتا ہے۔ اور اُن میں وہ خاص برکتیں پیدا کرتا ہے کہ جو دوسرے مذہبوں میں نہیں پائی جاتیں۔ جیسا کہ ہم نے ان سب باتوں کو اپنی کتاب میں ثابت کر دیا ہے اور کامل ثبوت دے دیا ہے۔ اسی طور اور شان کی کوئی اور کتاب تالیف کر کے پیش کریں ؎

نیارد کسے با تو ناگفتہ کار ☆ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

لیکن ہم پنڈت صاحب پر ظاہر کرتے ہیں کہ کسی انسان کے لئے ہرگز ممکن نہیں کہ وہ اُمور متذکرہ بالا کو جو طاقت انسانی سے بلند تر ہیں اپنے کلام میں پیدا کر سکے مگر خدا کے کلام میں

کے پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تھا جس نے خود انسان کو بغیر باپ اور ماں کے

ہیں امور کا جمع ہونا صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خدا بےمثل و مانند ہے اسی طرح جو چیز اُسی کی طرف سے صادر ہے وہ بےمثل و مانند چاہیئے جس کی نظیر بنانے پر انسان قادر نہ ہو سکے۔ پس قرآن شریف نے جو اپنے کمالات میں بےمثل ہونے کا دعویٰ کیا ہے یہ کوئی بے موقع دعویٰ نہیں۔ یہ وہی قانون قدرت کا مسئلہ ہے جس پر چلنا انسان کی دانشمندی ہے۔ جس سے انحراف کرنا حماقت کی نشانی ہے۔ ذرا اپنے ہی دل میں سوچو کہ آپ نفساً اتّفاقاً فرمائیے کہ خدا کے کلام کا بےنظیر ہونا قانون قدرت کے لحاظ سے لازم ہے یا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک لازم نہیں۔ اور خدا کے کاموں میں شرکت غیر بھی جائز ہے تو پھر صاف یہی کیوں نہیں کہتے کہ ہم خدا کے واحد لاشریک ہونے میں ہی کلام ہے کیا آپ اس بدیہی بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ خدائی وحدانیت تب ہی ٹھیک ہے جب تک اس کی تمام صفات شرکت غیر سے منزہ ہیں۔ اگر خدا کے کلام کی یہ حیثیت ہو کہ انسان بھی ایسا ہی کلام بنا سکے۔ تو گویا خدا کی ساری حیثیت معلوم ہوگئی۔ گویا اس کی خدائی کا سارا بھید ہی کھل گیا۔ ٭

٭ اس بات پر عیسائیوں کو بھی نہایت توجہ سے غور کرنی چاہیئے کہ خدا کے بےمثل و مانند اور کامل کلام میں کن کن نشانیوں کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی انجیل بوجہ محرّف اور مبدّل ہو جانے کے ان نشانیوں سے بالکل بےبہرہ اور بےنصیب ہے۔ بلکہ الٰہی نشان تو یکطرف رہے معمولی راستی اور صداقت بھی کہ جو ایک منصف اور دانشمند متکلم کے کلام میں ہونی چاہیئے انجیل کو نصیب نہیں۔ کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام کو، خدا کی ہدایت کو، خدا کے نور کو اپنے ظلمانی خیالات سے ایسا ملا دیا کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکا ذریعہ ہے۔ ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا؟ اسی مصنوعی انجیل نے۔ ایک دنیا کا کس نے خون کیا؟ انہیں تالیفات اربعہ نے جن اعتقادوں کی طرف مخلوق پرست کا نفس امّارہ جھک گیا۔ اسی طرف ترجمہ کرنے کے وقت ان کے الفاظ بھی جھکتے گئے۔ کیونکہ انسان کے الفاظ ہمیشہ اس کے خیالات کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض انجیل کی ہمیشہ کایا پلٹ کرتے رہنے سے اب وہ کچھ اور ہی چیز ہے اور خدا بھی اس کی تعلیم

پیدا کر کے اپنی قدرت تامہ کا ثبوت دے دیا ہے۔ پھر لوگوں کے بارہ میں کیوں اسکی

اب ہم اس جگہ بغرض فائدہ عام یہ آپ قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہیں کہ کلام کا وہ کونسا مرتبہ ہے جس مرتبہ پر کوئی کلام واقعہ ہونے سے اس صفت سے متصف سمجھا جاتا ہے کہ اس کو بے نظیر اور منجانب اللہ کہا جائے۔ اور پھر بطور نمونہ کوئی سورہ قرآن شریف کی لکھ کر اس میں یہ ثابت کر کے دکھلائیں گے کہ وہ تمام وجوہ بے نظیری جو قاعدہ کلیہ میں قرار دی گئی ہیں اس سورہ میں بہ تمام و کمال پائی جاتی ہیں۔ اور اگر کسی کو ان وجوہ بے نظیری کے قبول کرنے میں پھر بھی انکار ہوگا۔ تو یہ بار ثبوت اسی کے ذمہ ہوگا کہ کوئی دوسرا کلام پیش کر کے دکھلاوے جس میں وہ تمام وجوہ بے نظیری پائے جاویں۔

سو واضح ہو کہ اگر کوئی کلام ان تمام چیزوں میں سے کہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے صادر اور اس کے دست قدرت کی صنعت ہیں کسی چیز سے مشابہت کلی رکھتا ہو یعنے اس میں عجائبات ظاہری و باطنی ایسے طور پر جمع ہوں کہ جو مصنوعات الٰہیہ میں سے کسی شئے میں جمع ہیں۔ تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ وہ کلام ایسے مرتبہ پر واقع ہے کہ جس کی مثل بنانے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں۔ کیونکہ جس چیز کی نسبت بے نظیر اور صادر من اللہ ہونا عند العقل اس دالعموم ایک مسلم اور مقبول امر ہے جس میں کسی کو اختلاف و نزاع نہیں

موجودہ کے رُو سے وہ اصلی خدا نہیں کہ جو ہمیشہ حدوث اور تولد اور تجسم اور خورد نوش سے پاک تھا۔ بلکہ انجیل کی تعلیم کے رُو سے عیسائیوں کا خدا ایک نیا خدا ہے۔ یا وہی خدا ہے کہ جس پر بدقسمتی سے بہت سی مصیبتیں آئیں اور آخری حال اس کا پہلے حال سے کہ جو ازلی اور قدیم تھا بالکل بدل گیا۔ اور ہمیشہ مجسم اور غیر متبدل رہ کر آخر کار تمام مجسمیں اس کی خاک میں مل گئی۔ ماسوائے اس کے عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی بلکہ متی وغیرہ نے بہت سی باتیں اُس کی لوگوں سے سُن سُنا کر لکھی ہیں اور لوقا کی انجیل میں تو خود لوقا اقرار کرتا ہے کہ جن لوگوں نے مسیح کو دیکھا تھا انہی سے دریافت کر کے میں نے لکھا ہے۔ پس اس تقریر میں خود لوقا اقراری ہے کہ اس کی انجیل الہامی نہیں۔ کیونکہ الہام کے بعد لوگوں سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی۔ اسی طرح مرقس کا مسیح کے شاگردوں میں سے ہونا ثابت نہیں۔ پھر وہ نبی کیونکر ہوا۔ بہرحال چاروں انجیلیں نہ اپنی صحت پر قائم ہیں اور

۳۳۵ قدرت کو ناقص خیال کیا جائے۔ غرض جبکہ ہر یک عاقل کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ پہلا

اُس کی وجود بے نظیری میں کسی شے کی شراکت تامہ ثابت ہونا بلاشبہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ شے بھی بے نظیر ہی ہو۔ مثلاً اگر کوئی چیز اُس چیز سے بکلّی مطابق آجائے جو اپنے مقدار میں دس گز ہے۔ تو اس کی نسبت بھی یہ علم صحیح قطعی مفید یقین بالضرور حاصل ہوگا کہ وہ بھی دس گز ہے۔

اب ہم ان مصنوعاتِ الٰہیہ میں سے ایک لطیف مصنوع کو مثلاً گلاب کے پھول کو بطور مثال قرار دے کر اس کے وہ عجائبات ظاہری و باطنی لکھتے ہیں جن کی رُو سے وہ ایسی اعلیٰ
۳۳۶ حالت پر تسلیم کیا گیا ہے کہ اس کی نظیر بنانے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں۔ اور پھر اس بات کو ثابت کر کے دکھلائیں گے کہ ان سب عجائبات سے سورۃ فاتحہ کے عجائبات اور کمالات ہموزن ہیں۔ بلکہ ان عجائبات کا پلّہ بھاری ہے اور اس مثال کے اختیار کرنے کا موجب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ اس عاجز نے اپنی نظر کشفی میں سورۃ فاتحہ کو دیکھا کہ ایک ورق پر لکھی ہوئی اس عاجز کے ہاتھ میں ہے اور ایک ایسی خوبصورت اور دلکش شکل میں ہے کہ گویا وہ کاغذ جس پر سورۃ فاتحہ لکھی ہوئی ہے سُرخ سُرخ اور ملائم گلاب کے پھولوں سے اس قدر لدا ہوا ہے کہ جس کا کچھ انتہا نہیں۔ اور جب یہ عاجز اس سورۃ کی کوئی آیت پڑھتا ہے۔ تو اس میں سے بہت سے گلاب کے پھول ایک خوش آواز کے ساتھ پرواز کر کے اوپر کی طرف اُڑتے ہیں اور وہ پھول نہایت لطیف اور بڑے بڑے اور سُندر اور تر و تازہ اور خوشبودار ہیں جن کے اُوپر چڑھنے کے وقت دل و دماغ نہایت معطّر ہو جاتا ہے اور ایک ایسا عالم مستی کا پیدا کرتے ہیں کہ جو اپنی بے مثل لذّتوں کی کشش سے دُنیا و مافیہا سے نہایت درجہ کی نفرت دلاتے ہیں۔ اس مکاشفہ سے

۳۳۷ نہ سچے سب بیان کے رُو سے الہامی ہیں۔ اور اسی وجہ سے انجیلوں کے واقعات میں طرح طرح کی غلطیاں پڑ گئیں اور کچھ کا کچھ لکھا گیا۔ غرض اس بات پر عیسائیوں کے کامل محققین کا اتفاق ہو چکا ہے کہ انجیل خالص خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ جیسے داری گاڑی کی طرح کچھ خدا کا کچھ انسان کا ہے۔ ہاں بعض ناواقف عیسائی جو جاہلیں نہایت سادہ لوحی سے

زمانہ خالص قدرت نمائی کا زمانہ تھا اور اس میں عام طور پر قانون قدرت یہی تھا کہ

معلوم ہوا کہ گلاب کے پھول کو سورۃ فاتحہ کے ساتھ ایک روحانی مناسبت ہے۔ سو ایسی مناسبت کے لحاظ سے اس مثال کو اختیار کیا گیا اور مناسب معلوم ہوا کہ اوّل بطور مثال گلاب کے پھول کے عجائبات کو کہ جو اس کے ظاہر و باطن میں پائے جاتے ہیں لکھا جائے۔ اور پھر بمقابل اُسکے عجائبات سورۃ فاتحہ کے عجائبات ظاہری و باطنی تحریر ہوں۔ تا ناظرین باانصاف کو معلوم ہو کہ جو خوبیاں گلاب کے پھول میں ظاہراً و باطناً پائی جاتی ہیں جنکے رو سے اُس کی نظیر بنانا عادتاً محال سمجھا گیا ہے۔ اُسی طور پر اور اُس سے بہتر خوبیاں سورۃ فاتحہ میں موجود ہیں۔ اور تا اس مثال کے لکھنے سے اشارۂ کشفی پر بھی عمل ہو جائے۔ پس جاننا چاہیئے کہ یہ امر ہر یک عاقل کے نزدیک بغیر کسی تردّد اور توقف کے مسلّم الثبوت ہے کہ
گلاب کا پھول بھی منجملہ اور مصنوعات الٰہیہ کے ایسی عمدہ خوبیاں اپنی ذات میں جمع رکھتا ہے جن کی مثل بنانے پر انسان قادر نہیں اور وہ دو طور کی خوبیاں ہیں۔ ایک وہ کہ جو ۴۳۳
اُس کی ظاہری صورت میں پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس کا رنگ نہایت خوشنما اور خوب ہے اور اس کی خوشبو نہایت دلآرام اور دلکش ہے اور اس کے ظاہر بدن میں نہایت درجہ کی ملائمت اور ترو تازگی اور نرمی اور نزاکت اور صفائی ہے۔ اور دوسری وہ خوبیاں ہیں کہ جو باطنی طور پر حکیم مطلق نے اس میں ڈال رکھی ہیں یعنے وہ خواص کہ جو اُس کے جوہر میں پوشیدہ ہیں اور وہ یہ ہیں کہ وہ مفرّح اور مقوّی قلب اور مسکّن صفرا ہے اور تمام قویٰ اور ارواح کو تقویت بخشتا ہے اور صفرا اور بلغم رقیق کا مسہل بھی ہے اور اسی طرح معدہ اور جگر اور گردہ اور امعا اور رحم اور پھیپھڑہ کو بھی قوت بخشتا ہے اور خفقان حار اور غشی اور ضعف قلب کے لئے نہایت مفید ہے اور اسی طرح اور کئی امراض بدنی

کبھی کبھی یہ دعوے کر بیٹھتے ہیں کہ انجیل بھی اپنی تعلیم کے رو سے بے مثل و مانند ہے۔ ۴۳۴
یعنے انسان اس کی مثل بنانے پر قادر نہیں۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تعلیم انجیل خدا کا کلام ہے اور انجیل کی تعلیم کا بے مثل و مانند ہونا اس طرح پر بیان کرتے ہیں کہ اس میں عفو اور درگذر اور نیکی اور احسان کے لئے بہت سی تاکید ہے۔

ہر یک کام بغیر آمیزش اسباب معتادہ کے کیا جائے تو پھر لوگوں کو اُس کا علم

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

قاعدہ متحد ہے۔ پس انہیں دونوں طور کی خوبیوں کی وجہ سے اسکی نسبت اعتقاد کیا گیا ہے کہ وہ ایسے مرتبہ کمال پر واقعہ ہے کہ ہرگز کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی ایسا پھول بناوے کہ جو اس پھول کی طرح رنگ میں خوشنما اور خوشبو میں دلکش اور بدن میں نہایت تر و تازہ اور نرم اور نازک اور مصفّٰی ہو۔ اور باوجود اس کے باطنی طور پر تمام وہ خواص بھی رکھتا ہو جو گلاب کے پھول میں پائے جاتے ہیں اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیوں گلاب کے پھول کی نسبت ایسا اعتقاد کیا گیا کہ انسانی قوتیں اسکی نظیر بنانے سے عاجز ہیں اور کیوں جائز نہیں کہ کوئی انسان اُسکی نظیر بنا سکے اور جو خوبیاں اسکی ظاہر و باطن میں پائی جاتی ہیں وہ مصنوعی پھول میں پیدا کر سکے۔ تو اس سوال کا جواب یہی ہے کہ ایسا پھول بنانا عادتاً ممتنع ہے اور آجتک کوئی حکیم اور فیلسوف کسی ایسی ترکیب سے کہ کسی قسم کی ادویہ کو بہم نہیں پہنچا سکا کہ جن کے باہم مخلوط اور ممزوج کرنے سے ظاہر و باطن میں گلاب کے پھول کی سی صورت اور سیرت پیدا ہو جائے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ یہی وجوہ بے نظیری کی سورۃ فاتحہ

٣٣٣ میں بلکہ قرآن شریف کے ہر یک حصہ اقل قلیل میں کہ جو چار آیت سے بھی کم ہو۔ پائی جاتی ہیں۔ پہلے ظاہری صورت پر نظر ڈال کر دیکھو کہ کیسی رنگینی عبارت اور خوش بیانی اور جودتِ الفاظ اور کلام میں کمال سلاست اور نرمی اور روانگی اور آب و تاب اور لطافت وغیرہ لوازم حُسن کلام اپنا کامل جلوہ دکھا رہے ہیں۔ ایسا جلوہ کہ جس سے زیادت متصوّر نہیں۔ اور وحشت کلمات اور تعقید ترکیبات سے بکلی سالم اور بری ہے۔ ہر یک فقرہ اس کا نہایت فصیح اور بلیغ ہے اور ہر یک ترکیب اس کی اپنے اپنے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

٣٣٤ اور ہر یک جگہ شر کے مقابلہ سے منع کیا ہے۔ بلکہ بدی کے عوض نیکی کرنا لکھا ہے اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی پھیر دینے کا حکم ہے۔ پس اس دلیل سے ثابت ہو گیا کہ وہ بے مثل و مانند اور انسانی طاقتوں سے برتر ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔ اے حضرات! یہ نئی منطق آپ کہاں سے لائے۔ جس سے آپ یہ

قانون سے باہر نکال کر قانون قدرت کو توڑنا سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ ۲۲۳

موقع پر واقع ہے اور ہر ایک قسم کا التزام جس سے تحسین کلام بڑھتی ہے اور لطافت عبارت کھلتی ہے۔ سب اُس میں پایا جاتا ہے اور جس قدر تحسین تقریر کے لئے بلاغت اور خوش بیانی کا اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ ذہن میں آسکتا ہے وہ کامل طور پر اس میں موجود اور مشہود ہے اور جس قدر مطلب کے دلنشین کرنے کے لئے تحسین بیان درکار ہے وہ سب اس میں مہیا اور موجود ہے اور باوجود اس بلاغت معانی اور التزام کمالیت تحسین بیان کے صدق اور راستی کی خوشبو سے بھرا ہوا ہے۔ کوئی مبالغہ ایسا نہیں جس میں جھوٹ کی ذرا آمیزش ہو۔ کوئی رنگینی عبارت اس قسم کی نہیں جس میں شاعروں کی طرح جھوٹ اور ہزل اور فضول گوئی کی نجاست اور بدبو سے مدد لی گئی ہو۔ پس جیسے شاعروں کا کلام جھوٹ اور ہزل اور فضول گوئی کی بدبو سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ یہ کلام صداقت اور راستی کی لطیف خوشبو سے بھرا ہوا ہے۔ اور پھر اس خوشبو کے ساتھ خوش بیانی اور جودت الفاظ اور رنگینی اور صفائی عبارت کو ایسا جمع کیا گیا ہے کہ جیسے گلاب کے پھول میں خوشبو کے ساتھ اس کی خوش رنگی اور صفائی بھی جمع ہوتی ہے۔ یہ تو بیان باعتبار ظاہر کے ہیں اور باعتبار باطن کے اس میں یعنے سورۃ فاتحہ میں یہ خوبی ہے کہ وہ بڑی بڑی امراض روحانی کے علاج پر مشتمل ہے اور تکمیل قوت علمی اور عملی کیلئے بہت سا سامان اس میں موجود ہے اور بڑے بڑے بگاڑوں کی اصلاح کرتی ہے اور بڑے بڑے معارف اور دقائق اور لطائف کہ جو حکیموں اور فلسفیوں کی نظر سے چھپے رہے اس میں
مذکور ہیں۔ سالک کے دل کو اس کے پڑھنے سے یقینی قوت بڑھتی ہے اور شک اور شبہ اور ۲۲۴
ضلالت کی بیماری سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور بہت سی اعلیٰ درجہ کی صداقتیں اور

سمجھ بیٹھے کہ جن نصیحتوں میں حلم اور درگذر کی تاکید مزید ہو۔ وہ بے نظیر ہوجایا کرتی ہیں۔ ۲۲۵
اور قوائے بشریہ ایسی نصیحتوں کے بیان کرنے سے قاصر ہوتی ہیں۔ یہی تو سمجھ کا پھیر ہے۔ کہ اب تک آپ کو یہ بھی خبر نہیں۔ کہ بے مثل و مانند کا لفظ کسی شے کی نسبت صرف انہیں حالتوں میں بولا جاتا ہے کہ جب وہ شے اپنی ذات میں ایسے مرتبہ پر

اُس زمانہ کی نظیر میں اِس زمانہ کے حالات پیش کرنا درست نہیں ہے مثلاً اب کوئی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

نہایت باریک حقیقتیں کہ جو تکمیل نفس ناقصہ کے لئے ضروری ہیں۔ اُس کے مبارک مضمون میں بھری ہوئی ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ کمالات بھی ایسے ہیں کہ گلاب کے پھولوں کی لطافت کی طرح ان میں بھی بداہتاً ممتنع معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی انسان کے کلام میں جمع ہوسکیں۔ اور یہ امتناع نہ نظری بلکہ بدیہی ہے کیونکہ جن دقائق و معارف عالیہ کو خدائے تعالیٰ نے عین ضرورت حقّہ کے وقت اپنے بلیغ اور فصیح کلام میں بیان فرما کر ظاہری اور باطنی خوبی کا کمال دکھلایا ہے اور بڑی نازک شرطوں کے ساتھ دونوں پہلوؤں ظاہر و باطن کو انتہائی کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچایا ہے۔ یعنے اوّل تو ایسے معارف عالیہ ضروریہ لکھے ہیں کہ جن کے آثار پہلی تعلیموں سے مندرس اور محو ہوگئے تھے اور کسی حکیم یا فیلسوف نے بھی اُن معارف عالیہ پر قدم نہیں مارا تھا۔ اور پھر اُن معارف کو غیر ضروری اور فضول طور پر نہیں لکھا بلکہ ٹھیک ٹھیک اُس وقت اور اُس زمانہ میں اُن کو بیان فرمایا جس وقت حالت موجودہ زمانہ کی اصلاح کیلئے اُن کا بیان کرنا از بس ضروری تھا اور بغیر اُنکے بیان کرنے کے زمانہ کی ہلاکت اور تباہی متصور تھی۔ اور پھر وہ معارف عالیہ ناقص یا ادھورا ناتمام طور پر نہیں لکھے گئے بلکہ کمّاً و کیفاً کامل درجہ پر واقعہ ہیں اور کسی عاقل کی عقل کوئی ایسی دینی صداقت پیش نہیں کرسکتی جو اُن سے باہر رہ گئی ہو۔ اور کسی باطل پرست کا کوئی ایسا وسوسہ نہیں جس کا ازالہ اُس کلام میں موجود نہ ہو۔ اِن تمام حقائق و دقائق کے التزام سے کہ جو ہر یک طرف ضرورت حقّہ کے التزام کے ساتھ وابستہ ہیں فصاحت بلاغت کے اُن اعلیٰ کمالات کو ادا کرنا جن پر زیادت متصور نہ ہو۔ یہ تو نہایت بڑا کام ہے کہ جو بشری طاقتوں سے بداہت نظر بلند تر ہے۔ مگر انسان تو ایسا بے ہنر ہے کہ اگر ادنیٰ اور ناکارہ معاملات کو کہ جو حقائق عالیہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتے کسی رنگین اور فصیح عبارت میں بالتزام راست بیانی اور حق گوئی کے

حاشیہ نمبر ۱۱

واقعہ ہو کہ جس کی نظیر پیش کرنے سے انسانی طاقتیں عاجز رہ جائیں۔ آپ اپنے دعوی ۳۳۹
میں بار بار اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ انجیل میں ہر جگہ اور ہر موقعہ میں عفو اور درگذر کرنے کے لئے تاکید ہے۔ اور ایسی تاکید کسی دوسری کتاب میں نہیں۔ بھلا بہت

بچہ انسان کا بغیر ذریعہ ماں اور باپ کے پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر اُس ابتدائی ۲۲۵

لطافت چاہیے تو ہرگز بھی اسکے لئے ممکن نہیں جیسا کہ یہ بات ہر عاقل کے نزدیک نہایت بدیہی ۲۲۶
ہے کہ اگر مثلاً ایک دوکاندار جو کامل درجہ کا شاعر اور انشا پرداز ہو۔ یہ چاہے کہ جو اپنی اُس
گفتگو کو جو ہر روز اُسے رنگارنگ کے خریداروں اور معاملہ داروں کے ساتھ کرنی پڑتی ہے۔
کمال ہو شوکت اور رنگینی عبارت کے ساتھ کیا کرے اور پھر یہ بھی التزام رکھے کہ ہر محل اور ہر موقعہ
میں جس قسم کی گفتگو کرنا ضروری ہے وہی کرے۔ مثلاً جہاں کم بولنا مناسب ہے وہاں کم بولے
اور جہاں بہت مغززنی مصلحت ہے وہاں بہت گفتگو کرے اور جب اُس میں اور اُسکے
خریدار میں کوئی بحث آپڑے تو وہ طرز تقریر اختیار کرے جس سے اُس بحث کو اپنے مفید
مطلب طے کرسکے۔ یا مثلاً ایک حاکم جس کا یہ کام ہے کہ فریقین اور گواہوں کے بیان کو
ٹھیک ٹھیک قلمبند کرے اور ہریک بیان پر جو جو واقعی اور ضروری طور پر جرح قدح کرنا چاہیے
وہی کرے اور جیسا کہ تنقیح مقدمہ کے لئے شرط ہے اور تفتیش امر متنازعہ فیہ کے لئے
قرین مصلحت ہے سوال کے موقعہ پر سوال اور جواب کے موقعہ پر جواب لکھے اور جہاں قانونی
وجوہ کا بیان کرنا لازم ہو۔ اُن کو درست طور پر حسب منشاء قانون بیان کرے۔ اور جہاں
واقعات کا بترتیب تمام کھولنا واجب ہو۔ اُن کو بہ پابندی ترتیب و صحت کھولدے۔
اور پھر جو کچھ فی الواقعہ اپنی رائے اور بتائید اُس رائے کے وجوہات ہیں۔ اُنکو بصحت تمام
بیان کرے۔ اور باوصف ان تمام التزامات کے فصاحت بلاغت کے اُس اعلیٰ درجہ پر
اُس کا کلام ہو۔ کہ اُس سے بہتر کسی بشر کیلئے ممکن نہ ہو۔ تو اس قسم کی بلاغت کو انجام پہنچانا
بہ بداہت اُن کے لئے محال ہے۔ سو انسانی فصاحتوں کا یہی حال ہے کہ بجز فضول اور
غیر ضروری اور واہیات باتوں کے قدم ہی نہیں اٹھ سکتا۔ اور بغیر جھوٹ

تو اب یوں ہی سہی۔ مگر کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اُسی قدر تاکید نقصان نہیں کرسکتا۔
اور انسانی قوتیں ان تاکیدوں کے بیان سے قاصر ہیں۔ کیا رحم اور عفو کی تاکید جو بید ۲۲۵
کے پُستکوں میں کچھ کم ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو آریہ قوم کے جو پستکوں نے رحم کی تاکید کو

زمانہ میں بھی انسان کا پیدا ہونا والدین کے وجود پر ہی موقوف ہوتا تو پھر کیونکر

اور ہزل کے اختیار کرنے کے کچھ بول ہی نہیں سکتے اور اگر کچھ بولے بھی تو ادھورا ناقص ہے۔ تو
کلام نہیں۔ کلام ہی۔ تو انکو منہ زور۔ سچ بولے تو فصاحت گئی۔ فصاحت کے پیچھے پڑے۔ تو
جھوٹ اور فضول گوئی کے انبار کے انبار جمع کر لئے پیاز کی طرح سب پوست ہی پوست
۲۲۴ اور بیچ میں کچھ بھی نہیں۔ پس جس صورت میں عقل سلیم صریح حکم دیتی ہے کہ ناکارہ
اور خفیف معاملات اور سیدھے سادے واقعات کو بھی ضرورت حقّہ اور راستی کے
التزام سے رنگین اور بلیغ عبارت میں ادا کرنا ممکن نہیں تو پھر اس بات کا سمجھنا کس قدر
آسان ہے کہ حضرت باری کو ضرورت حقّہ کے التزام کے ساتھ نہایت رنگین اور فصیح
عبارت میں جس سے اعلیٰ اور اصفیٰ متصور نہ ہو بیان کرنا بالکل خارق عادت اور بشری
طاقتوں سے بعید ہے۔ اور جیسا کہ گلاب کے پھول کی طرح کوئی پھول کہ جو ظاہر و باطن
میں اس سے مشابہ ہو۔ بنانا عادتاً محال ہے۔ ایسا ہی یہ بھی محال ہے۔ کیونکہ جب
ادنےٰ ادنےٰ امور میں تجربہ صحیحہ شہادت دیتا ہے اور فطرت سلیمہ قبول کرتی ہے کہ انسان
اپنی کسی ضرورت اور راست راست بات کو خواہ وہ بات کسی معاملہ خرید و فروخت سے
متعلق ہو۔ یا تحقیقات عدالت وغیرہ سے تعلق رکھتی ہو جب اس کو اصلح اور انسب
طور پر بجا لانا چاہے۔ تو یہ بات غیر ممکن ہو جاتی ہے کہ اس کی عبارت خواہ نثر ہو خواہ نظم
میں موزون اور مقفّٰی اور فصیح اور بلیغ بلکہ اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت پر ہو۔ تو پھر
ایسی تقریر کہ جو علاوہ التزام راستی اور صدق کے معارف اور حقائق عالیہ سے
بھی بھری ہوئی اور ضرورت حقّہ کے رو سے صادر ہو۔ اور تمام حقائق صداقتوں پر محیط
ہو۔ اور اپنے منصب اصلاح خلائق موجود ہو اور اتمام حجت اور الزام منکرین میں ایک

اس کمال تک پہنچا ہوا ہے کہ بس حد ہی کر دی۔ ان کے ایک شاستر کا اشلوک اس وقت
۲۲۵ ہم کو یاد آیا ہے۔ جس پر تقریباً سارے ہندوؤں کا عمل ہے اور وہ یہ ہے۔ اہنسا
پرمو دھرما یعنے اس سے بڑا دھرم اور کوئی نہیں کہ کسی جاندار کو تکلیف نہ دی جائے

یہ دنیا پیدا ہو سکتی۔ علاوہ اس کے جو تغیرات بولیوں میں طبعی طور پر ہوتے رہتے

زبان فروگذاشت نہ کرتی ہو۔ اور مناظرہ اور مباحثہ کے تمام پہلوؤں کی کما حقہٗ رعایت رکھتی ہو اور تمام ضروری دلائل اور ضروری براہین اور ضروری تعلیم اور ضروری سوال اور ضروری جواب پر مشتمل ہو۔ کیونکر باوجود ان مشکلات پیچ در پیچ کے کہ جو پہلی صورت سے صد ہا درجہ زیادہ ہیں ایسی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ کسی بشر کی تحریر میں جمع ہو سکتی ہے کہ وہ بلاغت بھی بے مثل و مانند ہو۔ اور اس مضمون کو اس سے زیادہ فصیح عبارت میں بیان کرنا ممکن نہ ہو۔

یہ تو وہ وجوہ ہیں کہ جو سورۃ فاتحہ اور قرآن شریف میں ایسے طور سے پائی جاتی ہیں
۲۳۵ جن کو گلاب کے پھول کی وجوہ بے نظیری سے بکلّی مطابقت ہے۔ لیکن سورۃ فاتحہ اور قرآن شریف میں ایک اور خاصہ بزرگ پایا جاتا ہے کہ جو اسی کلام پاک سے خاص ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو توجہ اور اخلاص سے پڑھنا دل کو صاف کرتا ہے اور ظلمانی پردوں کو اٹھاتا ہے اور سینے کو منشرح کرتا ہے۔ اور طالب حق کو حضرت احدیت کی طرف کھینچ کر ایسے انوار اور آثار کا مورد کرتا ہے کہ جو مقربان حضرت احدیت میں ہونی چاہئیں۔ اور جن کو انسان کسی دوسرے حیلہ یا تدبیر سے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اس روحانی تاثیر کا ثبوت بھی ہم اس کتاب میں دے چکے ہیں۔ اور اگر کوئی طالب حق ہو۔ تو بالمواجہ ہم اس کی تسلی کر سکتے ہیں۔ اور ہر وقت تازہ بتازہ ثبوت دینے کو طیار ہیں۔ اور نیز اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن شریف کا اپنی کلام میں بے مثل و مانند ہونا صرف عقلی دلائل میں محصور نہیں بلکہ زمانہ دراز کا تجربہ صحیحہ بھی اس کا مؤید اور مصدق ہے۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ قرآن شریف

اسی اصول کے رُو سے ہندو لوگ کسی جاندار کو آزار دینا پسند نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ سانپوں کے شر کا بھی مقابلہ نہیں کرتے۔ بلکہ بجائے ان کے شر کے ان کو
۲۳۶ دودھ پلاتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔ اس پوجا کا نام ان کے مذہب میں

۳۲۵ ہیں۔ ان تغیرات میں اور اس دوسری صورت میں کہ جب پہلی علّت عدم محض سے پیدا کی
جائے بڑا فرق ہے کسی موجودہ چیز میں کچھ تغیر ہونا شئے دیگر ہے۔ اور عدم محض

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

برابر تیرہ سو برس سے اپنی تمام خوبیاں پیش کرکے ھل من معارض کا نقارہ بجا رہا
ہے۔ اور تمام دنیا کو باآواز بلند کہہ رہا ہے کہ وہ اپنی ظاہری صورت اور باطنی خواص میں
بے مثل و مانند ہے۔ اور کسی جن یا انس کو اس کے مقابلہ یا معارضہ کی طاقت نہیں۔
مگر پھر بھی کسی متنفس نے اس کے مقابلہ پر دم نہیں مارا۔ بلکہ اس کی کم سے کم کسی
سورۃ مثلاً سورۃ فاتحہ کی ظاہری و باطنی خوبیوں کا بھی مقابلہ نہیں کر سکا۔ تو دیکھو
اس سے زیادہ بدیہی اور کھلا کھلا معجزہ اور کیا ہوگا۔ کہ عقلی طور پر بھی اس پاک کلام
کا بشری طاقتوں سے بلند تر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور زمانہ دراز کا تجربہ بھی
اس کے مرتبہ اعجاز پر گواہی دیتا ہے۔ اور اگر کسی کو یہ دونوں طور کی گواہی کہ جو عقل
اور تجربہ زمانہ دراز کے رُو سے بپایہ ثبوت پہنچ چکی ہے نامنظور ہو۔ اور اپنے علم اور
ہنر پر نازاں ہو یا دنیا میں کسی ایسے بشر کی انشاء پردازی کا قائل ہو۔ کہ جو
قرآن شریف کی طرح کوئی کلام بنا سکتا ہے۔ تو ہم جیسا کہ وعدہ کر چکے ہیں۔ کچھ بطور
نمونہ حقائق دقائق سورۃ فاتحہ کے لکھتے ہیں۔ اس کو چاہئے کہ بمقابلہ ان ظاہری و
۳۲۶ باطنی سورۃ فاتحہ کی خوبیوں کے کوئی اپنا کلام پیش کرے۔ لیکن قبل تفصیل حقائق عالیہ
سورۃ فاتحہ کے ہم طول کلام سے کچھ اندیشہ نہ کرکے مکرر بیان کرتے ہیں کہ شخص معارض
اس بات کو خوب یاد رکھے۔ کہ جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ سورۃ فاتحہ میں تمام
قرآن شریف کی طرح دو قسم کی خوبیاں ہیں کہ جو بے مثل و مانند ہیں پائی جاتی ہیں۔
یعنی ایک ظاہری صورت میں خوبی اور ایک باطنی خوبی۔ ظاہری خوبی یہ کہ جیسا کہ

حاشیہ نمبر ۱۱

تاک لگ رہا ہے۔ بعض ہندو اس قدر رحم دل ہوتے ہیں کہ بالوں میں جوئیں پڑ جاتی
ہیں۔ ان کو بھی اپنے بالوں سے نہیں نکالتے۔ بلکہ ان کے آرام کی نظر سے اپنے تمام
بدن کے بال نہیں کٹاتے۔ اور آپ دُکھ اٹھاتے ہیں۔ تا ان کے استحقاق میں صورت

سے ایک بولی کا من کل الوجوہ پیدا ہو جانا یہ اور بات ہے۔ ماسوا ان سب ح ۲۳۹
باتوں کے جبکہ اب بھی خدائے تعالیٰ بذریعہ اپنے الہام کے مختلف بولیوں کو اپنے

بارہا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی عبارت میں ایسی رنگینی اور آب و تاب اور نزاکت و لطافت و حلاوت اور بلاغت اور شیرینی اور روانگی اور حسن بیان اور حسن ترتیب پایا جاتا ہے کہ ان معانی کو اس سے بہتر یا اس سے مساوی کسی دوسری فصیح عبارت میں ادا کرنا ممکن نہیں۔ اور اگر تمام دنیا کے انشا پرداز اور شاعر متفق ہو کر یہ چاہیں کہ اسی مضمون کو لیکر اپنے طور سے کسی دوسری فصیح عبارت میں لکھیں کہ جو سورۃ فاتحہ کی عبارت سے مساوی یا اس سے بہتر ہو۔ تو یہ بات بالکل محال اور ممتنع ہے کہ ایسی عبارت لکھ سکیں کیونکہ تیرہ سو برس سے قرآن شریف تمام دنیا کے سامنے اپنی بے نظیری کا دعویٰ پیش کر رہا ہے۔ اگر ممکن ہوتا تو البتہ کوئی مخالف اس کا معارضہ کر کے دکھلاتا۔ حالانکہ ایسے دعوے کے معارضہ نہ کرنے میں تمام مخالفین کی رسوائی اور ذلت اور قرآن شریف کی شوکت اور عزت ثابت ہوتی ہے۔ پس جبکہ تیرہ سو برس سے اب تک کسی مخالف نے عبارت قرآنی کی مثل پیش نہیں کی۔ تو اس قدر زمانہ دراز تک تمام مخالفین کا مثل پیش کرنے سے عاجز رہنا اور اپنی نسبت ان تمام رسوائیوں اور ندامتوں اور لعنتوں کو روا رکھنا کہ جو جھوٹوں اور لاجواب رہنے والوں کی طرف عائد ہوتے ہیں صریح اس بات پر دلیل ہے کہ فی الحقیقت ان کی علمی طاقت مقابلہ سے عاجز رہی ہے۔ اور اگر کوئی اس امر کو تسلیم نہ کرے۔ تو بار ثبوت اسی کی گردن پر ہے کہ وہ آپ یا کسی اپنے مددگار سے عبارت قرآنی کی مثل بنا کر پیش کرے۔ مثلاً سورۃ فاتحہ کے مضمون کو لیکر کوئی دوسری فصیح عبارت بنا کر دکھلاوے جو کمال بلاغت اور فصاحت میں اس کے برابر ہو سکے۔ اور جب تک ایسا نہ کرے۔
تب تک وہ ثبوت کہ جو مخالفین کے تیرہ سو برس خاموش اور لاجواب رہنے سے اہل حق ح ۲۴۰

تفرقہ پیدا نہ ہو۔ اور بعض جنس اپنے منہ پر تھیلی چڑھا کر رکھتے ہیں اور پانی پی کر رہتے ہیں۔ تا ح ۲۴۰
کوئی جیو ان کے منہ کے اندر نہ چلا جائے اور اس طرح پر وہ کسی جیو ہتیا کے موجب نہ ٹھہریں۔ اب دیکھئے اس کمال کا رحم اور عفو انجیل میں کہاں ہے۔ لیکن باوجود اس کے

صـ۳۴۳ بندوں پر القا کرتا ہے اور ایسی زبانوں میں الہام کر سکتا ہے جن زبانوں کا ان بندوں کو کچھ بھی علم حاصل نہیں جیسا کہ ہم حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ میں اس کا ثبوت دے چکے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کے ہاتھ میں ہے۔ کسی طرح سے ضعیف اور مشتبہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مخالفین کے سینکڑوں برسوں کی خاموشی اور لاجواب رہنے نے اس کو وہ کامل مرتبہ ثبوت کا بخشا ہے کہ جو گلاب کے پھول وغیرہ کو وہ ثبوت بے نظیری کا حاصل نہیں۔ کیونکہ دنیا کے حکیموں اور صنعت کاروں کو کسی دوسری چیز کی نسبت اس طور پر معارضہ کے لئے کبھی ترغیب نہیں دی گئی اور نہ اس کی مثل بنانے سے عاجز رہنے کی حالت میں کبھی ان کو یہ خوف دلایا گیا کہ وہ طرح طرح کی تباہیوں اور ہلاکت میں ڈالے جائیں گے۔ پس ظاہر ہے کہ جس بداہت اور چمک اور دمک سے قرآن شریف کی بلاغت اور فصاحت کا انسانی طاقتوں سے بلند تر ہونا ثابت ہے اس طرح پر گلاب کی لطافت اور رنگینی وغیرہ کا بے مثل ہونا ہرگز ثابت نہیں۔ پس یہ تو سورۃ فاتحہ اور تمام قرآن شریف کی ظاہری خوبی کا بیان ہے۔ جس میں اس کا بے مثل و مانند ہونا اور بشری طاقتوں سے برتر ہونا مخالفین کے عاجز رہنے سے بپایۂ ثبوت پہنچ گیا ہے اب ہم باطنی خوبیوں کو بھی دوبارہ ذکر کرتے ہیں تا اچھی طرح غور کرنے والوں کے ذہن میں آجائیں۔ سو جاننا چاہیئے کہ جیسا خداوند حکیم مطلق نے گلاب کے پھول میں بدن انسان کے لئے طرح طرح کے منافع رکھے ہیں کہ وہ دل کو قوت دیتا ہے اور قویٰ اور ارواح کو تقویت بخشتا ہے۔ اور کئی اور مرضوں کو مفید ہے۔ ایسا ہی خداوند کریم نے سورۃ فاتحہ میں تمام قرآن شریف کی طرح روحانی مرضوں کی شفا رکھی ہے۔ اور باطنی بیماریوں کا اس میں وہ علاج موجود ہے کہ جو اس کے غیر میں ہرگز نہیں پایا گیا۔ کیونکہ اس میں وہ کامل صداقتیں بھری ہوئی ہیں کہ جو روئے زمین سے نابود ہوگئی تھیں اور دنیا میں ان کا نام و نشان باقی نہیں رہا تھا۔ پس وہ پاک کلام فضول اور بے فائدہ طور پر دنیا میں نہیں آیا۔ بلکہ وہ آسمانی نور اس وقت تجلی فرما ہوا۔ جبکہ دنیا کو اس

حاشیہ نمبر ۱۱

کوئی عیسائی یہ دعویٰ ظاہر نہیں کرتا کہ ہندو شاستر کی وہ تعلیم بے نظیر اور انسانی طاقتوں سے باہر ہے۔ پھر انجیل کی تعلیم جو حلم اور عفو اور رحم کی تاکید میں اس سے کچھ بڑھ کر نہیں۔ کیونکہ
صـ۳۴۴

ہیں۔ تو اس صورت میں کس قدر حماقت ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ اس القا کے منزل اور علیم مطلق کو ابتدائی زمانہ میں قدرت حاصل نہیں تھی کیونکہ جس حالت میں اس کی

حاشیہ نمبر ۱۱

کی نہایت ضرورت تھی اور ان تعلیموں کا دوبارہ دنیا میں پھیلانا دنیا کی اصلاح کے لئے نہایت ضروری تھا۔ غرض جن پاک تعلیموں کی بغایت درجہ ضرورت تھی۔ اور جن معارف حقائق کے شائع کرنے کی شدت سے حاجت تھی۔ انہیں ضروری اور لابدی اور حقانی صداقتوں کو عین ضرورت کے وقتوں میں اور ٹھیک ٹھیک حاجت کے موقعہ پر ایک بے مثل بلاغت اور فصاحت کے پیرایہ میں بیان فرمایا۔ اور باوصف اس التزام کے جو کچھ گمراہیوں کی ہدایت کے لئے اور حالت موجودہ کی اصلاح کے لئے بیان کرنا واجب تھا۔ اس سے ایک ذرا ترک نہ کیا۔ اور جو کچھ غیر واجب اور فضول اور بیہودہ تھا۔ اس کا کسی فقرہ میں کچھ دخل ہونا نہ پایا۔ غرض وہ انوار اور پاک صداقتیں باوصف اس شان عالی کے کہ جو ان کو بوجہ اعلیٰ درجہ کے معارف ہونے کے حاصل ہے۔ ایک نہایت درجہ کی عظمت اور برکت بھی رکھتے ہیں۔ کہ وہ عبث اور فضول طور پر ظاہر نہیں کی گئیں۔ بلکہ جن جن اقسام اور انواع کی ظلمت دنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور جس جس قسم کا جہل اور فساد علمی اور عملی اور اعتقادی امور میں حالت زمانہ پر غالب آگیا تھا۔ اس ہر یک قسم کے فساد کے مقابلہ پر پورے پورے زور سے ان سب ظلمتوں کو اٹھانے کے لئے اور روشنی کو پھیلانے کے لئے عین ضروری وقت پر باران رحمت کی طرح ان صداقتوں کو دنیا میں ظاہر کیا گیا۔ اور حقیقت میں وہ باران رحمت ہی تھا کہ سخت پیاسوں کی جان رکھنے کے لئے آسمان سے اترا۔ اور دنیا کی روحانی حیات اسی بات پر موقوف تھی کہ وہ آب حیات نازل ہو۔ اور کوئی قطرہ اس کا ایسا نہ تھا کہ کسی موجود الوقت بیماری کی دوا نہ ہو۔ اور حالت موجودہ زمانہ نے صدہا سال تک اپنی معمولی گمراہی پر رہ کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ ان بیماریوں کے علاج کو خود بخود بغیر اترنے اس نور کے حاصل نہیں کر سکتا۔ اور نہ اپنی ظلمت کو آپ اٹھا سکتا ہے۔ بلکہ ایک آسمانی نور کا

بے نظیر ہو سکتی ہے۔ افسوس حضرات عیسائی ذرا نہیں سوچتے کہ اخلاقی امور کو کسی قدر شد و مد سے بیان کرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ انسان ایسی شدو مد کے بیان

غیر محدود قدرت کا اب بھی بدیہی طور پر ثبوت ملتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ۳۲۲
ایسی بولیوں کا الہام کر دیتا ہے کہ جن بولیوں سے وہ بندے ناآشنا محض ہیں اور جن کو

محتاج ہے کہ جو اپنی سچائی کی شعاعوں سے دنیا کو روشن کرے اور انکو دکھلاوے جنہوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور وہ انکو سکھلاوے جنہوں نے کبھی نہیں سیکھا۔ اس آسمانی نور نے دنیا میں آکر صرف یہی کام نہیں کیا کہ ایسے معارف حقہ ضروریہ پیش کئے جن کا صفحۂ زمین پہ
۳۲۳ نشان باقی نہیں رہا تھا۔ بلکہ اپنے زور بیانی خاصہ کے زور سے ان جواہر حق اور حکمت کو بہتیرے سینوں میں بھر دیا۔ اور بہت سے دلوں کو اپنے وجود باجود کی طرف کھینچ لایا۔ اور اپنی قوی تاثیر سے بہتوں کو علم اور عمل کے اعلیٰ مقام تک پہنچایا۔ اب یہ دونوں قسم کی خوبیاں کہ جو سورۃ فاتحہ اور تمام قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں۔ کلام الٰہی کی بے نظیری ثابت کرنے کیلئے ایسے روشن دلائل ہیں کہ جیسی وہ خوبیاں جو گلاب کے پھول میں سب کے نزدیک انسانی طاقتوں سے اعلیٰ تسلیم کئے گئے ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر یہ خوبیاں بدیہی طور پر عادت سے خارق اور طاقت انسانی سے باہر ہیں۔ اس شان کی خوبیاں گلاب کے پھول میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ ان خوبیوں کی عظمت اور شوکت اور بے نظیری اسوقت کھلتی ہے جب انسان سب کو من حیث الاجتماع اپنے خیال میں لاوے اور اس اجتماعی ہیئت پر غور اور تدبر سے نظر ڈالے۔ مثلاً اوّل اس بات کے تصور کرنے سے کہ ایک کلام کی عبارت ایسے اعلیٰ درجہ کی فصیح اور بلیغ اور ملائم اور شیریں اور سلیس اور خوش طرز اور رنگین ہو۔ کہ اگر کوئی انسان کوئی ایسی عبارت اپنی طرف سے بنانا چاہے کہ جو تمام و کمال انہیں معانی پر مشتمل ہو کہ جو اُس بلیغ کلام میں پائی جاتی ہیں۔ تو ہرگز ممکن نہ ہو کہ وہ انسانی عبارت اس پایۂ بلاغت اور رنگینی کو پہنچ سکے۔ پھر ساتھ ہی یہ دوسرا تصور کرنے سے کہ اس عبارت کا مضمون ایسے حقائق و دقائق پر مشتمل ہو۔ کہ جو فی الحقیقت اعلیٰ درجہ کی صداقتیں ہوں اور کوئی فقرہ

نہیں کر سکتا۔ اور اگر یہ استلزام ہے تو کوئی برہان منطقی اس پر قائم کرنی چاہیئے۔ تا اُس
۳۲۴ برہان کے ذریعہ سے انجیل کی تعلیم اور ہندوؤں کی پستک بے نظیر ثابت ہو جب تک
کوئی دلیل بیان نہ ہو تب تک ہم کیونکر ایسی تعلیموں کو بے نظیر ہونا تسلیم کریں جن کے انکار کیلئے

نہ انہوں نے اپنے ماں باپ سے سیکھا اور نہ کسی اُستاد سے تعلیم پائی۔ تو پھر کیا وجہ کہ ابتداء
پیدائش میں جو عین حاجت کا زمانہ ہے انسان کو بولیاں تعلیم کرنا خدا تعالیٰ کی ۲۲۲

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اور کوئی لفظ اور کوئی حرف ایسا نہ ہو کہ جو حکیمانہ بیان پر مبنی نہ ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ تیسرا تصور
کرنے سے کہ وہ صداقتیں ایسی ہوں کہ حالت موجودہ زمانہ کو ان کی نہایت ضرورت ہو۔
پھر ساتھ ہی یہ چوتھا تصور کرنے سے کہ وہ صداقتیں ایسی بے مثل و مانند ہوں کہ کسی حکیم
یا فیلسوف کا پتہ نہ مل سکتا ہو کہ ان صداقتوں کو اپنی نظر اور فکر سے دریافت کر سکا ہو۔
پھر ساتھ ہی یہ پانچواں تصور کرنے سے کہ جس زمانہ میں وہ صداقتیں ظاہر ہوئی ہوں۔ ایک
تازہ نعمت کی طرح ظاہر ہوئی ہوں اور اس زمانہ کے لوگ اُن کے ظہور سے پہلے اس راہ راست
سے بکلی بے خبر ہوں۔ پھر ساتھ ہی یہ چھٹا تصور کرنے سے کہ اس کلام میں ایک آسمانی برکت بھی ۲۲۳
ثابت ہو کہ جو اس کی متابعت سے طالب حق کو خداوند کریم کے ساتھ ایک سچا پیوند اور ایک
حقیقی اُنس پیدا ہو جائے اور وہ انوار اس میں چمکنے لگیں کہ جو مردان خدا میں چمکنے چاہئیں
یہ کل مجموعی ایک ایسی حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ عقل سلیم بلا توقف و تردد حکم دیتی
ہے کہ بشری کلام کا ان تمام مراتب کاملہ پر مشتمل ہونا ممتنع اور محال اور خارق عادت ہے
اور بلاشبہ ان تمام فضائل ظاہری و باطنی کو بنظر یکجائی دیکھنے سے ایک رعب ناک حالت
اُس میں پائی جاتی ہے کہ جو عقلمند کو اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ اس کل مجموعی کا انسانی
طاقتوں سے انجام پذیر ہونا عقل اور قیاس سے باہر ہے۔ اور ایسی رعب ناک حالت
گلاب کے پھول میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ کیونکہ قرآن شریف میں یہ خصوصیت زیادہ
ہے کہ اس کی صفات مذکورہ کہ جو بے نظیری کا مدار ہیں۔ نہایت بدیہی الثبوت ہیں۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

صریحاً انسان کے نفس میں قوت پاتے ہیں۔ کیا ہم نرا دعویٰ کسی دلیل کے بغیر تسلیم کر لیں۔
یا ایک امر بدیہی البطلان کو حق محض مان لیں۔ کیا کریں؟ تو اب ظاہر ہے کہ یہ کیسا نکما ۲۲۴
جھگڑا اور کس درجہ کی نادانی ہے کہ ایک بے اصل اور بے ثبوت بات پر اصرار کرتے ہیں۔
اور جو راستہ صاف اور سیدھا نظر آتا ہے۔ اُس پر قدم رکھنا نہیں چاہتے۔ اور لطف

قدرت کاملہ سے بعید خیال کیا جائے اور کیوں خدا کو کمزور اور عاجز ٹھہرا کر انسان
۲۴۲ پر اس قدر مصیبتیں ڈالی جائیں جن کی تفصیل ہم یہ بیان کیا چاہتے کہ انسان

اور اسی وجہ سے جب معارض کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ایک حرف بھی ایسے موقعہ پر نہیں رکھا گیا کہ جو حکمت اور مصلحت سے دور ہو۔ اور اس کا ایک فقرہ بھی ایسا نہیں کہ جو زمانہ کی اصلاح کے لئے اشد ضروری نہ ہو۔ اور پھر بلاغت کا یہ کمال کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ اس کی ایک سطر کی عبارت تبدیل کر کے بجائے اس کے کوئی دوسری عبارت لکھ سکیں۔ تو ان بدیہی کمالات کے مشاہدہ کرنے سے معارض کے دل پر ایک بزرگ رعب پڑ جاتا ہے۔ ہاں کوئی نادان جس نے ان باتوں میں کبھی غور نہیں کی۔ شاید بباعث نادانی سوال کرے۔ کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ یہ ساری خوبیاں سورۃ فاتحہ اور تمام قرآن شریف میں متحقق اور ثابت ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس بات کا یہی ثبوت ہے کہ جنہوں نے قرآن شریف کے بے مثل کمالات پر غور کی اور اس کی عبارت کو ایسے اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور بلاغت پر پایا۔ کہ اس کی نظیر بنانے سے عاجز رہ گئے۔ اور پھر اس کے دقائق و حقائق کو ایسے مرتبہ عالیہ پر دیکھا کہ تمام زمانہ میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔ اور اس میں وہ تاثیرات عجیبہ مشاہدہ کیں کہ جو انسانی
۲۴۳ کلمات میں ہرگز نہیں ہوا کرتیں۔ اور پھر اس میں یہ صفت پاک دیکھی کہ وہ بطور ہزل اور فضول گوئی کے نازل نہیں ہوا۔ بلکہ عین ضرورت حقہ کے وقت نازل ہوا۔ تو انہوں نے ان تمام کمالات کے مشاہدہ کرنے سے بے اختیار اس کی بے مثل عظمت کو تسلیم کر لیا۔ اور ان میں سے جو لوگ بباعث شقاوت ازلی نعمت ایمان سے محروم رہے۔ ان کے دلوں پر بھی اس قدر ہیبت اور رعب اس بے مثل کلام کا

یہ کہ انجیل کی تعلیم کامل بھی نہیں۔ چہ جائے کہ اس کو بے نظیر کہا جائے۔ تمام محققین کا
۲۴۴ اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ اخلاق کا کامل مرتبہ صرف اسی میں منحصر نہیں ہو سکتا کہ ہر جگہ و ہر محل میں عفو اور درگذر کو اختیار کیا جائے۔ مگر انسان کو صرف عفو اور درگذر کا ہی حکم دیا جاتا تو صدہا کام کہ جو غضب اور انتقام پر موقوف ہیں

پیدا ہو کر پھر ایک مدت دراز تک گونگا اور بے زبان رہا۔ اور اس بدبختی کے زمانہ
میں بصد ذلّت و مصیبت صرف اشارت سے کام نکالتا رہا۔ اور جو علمی تقریریں یا ح۲۴۴

بتلا کر انہوں نے بھی بہت اور سراسر جھوٹ کہا کہ یہ تو سحر مبین ہے۔ اور پھر منصف کو اس بات سے بھی قرآن شریف کے بے مثل و مانند ہونے پر ایک قوی دلیل عقلی ہاتھ آتی ہے اور روشن ثبوت ہاتھ میں آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ مخالفین کو تیرہ سو برس سے خود قرآن شریف مقابلہ کرنے کی سخت غیرت دلاتا ہے اور لاجواب رہ کر مخالفت اور انکار کرنے والوں کا نام شریر اور پلید اور لعنتی اور جہنمی رکھتا ہے۔ مگر پھر بھی مخالفین نے نامردوں اور مخنثوں کی طرح کمال بے شرمی اور بے حیائی سے اس تمام ذلّت اور بے آبروئی اور بے عزتی کو اپنے لئے منظور کیا اور یہ روا رکھا کہ ان کا نام جھوٹا اور ذلیل اور بے حیا اور خبیث اور پلید اور شریر اور بے ایمان اور جہنمی رکھا جائے۔ مگر ایک قلیل المقدار سورۃ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور نہ ان خوبیوں اور صفتوں اور لطافتوں اور صداقتوں میں کچھ نقص نکال سکے کہ جن کو کلام الٰہی نے پیش کیا ہے۔ حالانکہ ہمارے مخالفین پر درحالت انکار لازم تھا اور اب بھی لازم ہے کہ اگر وہ اپنے کفر اور بے ایمانی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو وہ قرآن شریف کی کسی سورۃ کی نظیر پیش کریں اور کوئی ایسا کلام بطور معارضہ ہمارے سامنے لاویں کہ جس میں یہ تمام ظاہری و باطنی خوبیاں پائی جاتی ہوں کہ جو قرآن شریف کی ہر یک اقل قلیل سورۃ میں پائی جاتی ہیں جیسے عبارت اسکی ایسی اعلیٰ درجہ کی بلاغت پر باوصف التزام راستی اور صداقت اور باوصف التزام ضرورت حقہ کے واقعہ ہو کہ ہرگز کسی بشر کے لئے ممکن نہ ہو کہ وہ معانی کسی دوسری ایسی ہی فصیح عبارت میں لا سکے۔ اور بمضمون اس کا نہایت

فوت ہو جاتے۔ انسان کی صورت فطرت کہ جس پر قائم ہو جانے سے وہ انسان کہلاتا
ہے۔ یہ ہے کہ خدا نے اس کی سرشت میں جیسا عفو اور درگذر کی استعداد رکھی ہے۔ ح۲۴۵
ایسا ہی غضب اور انتقام کی خواہش بھی رکھی ہے اور ان تمام قوتوں پر عقل کو بطور افسر کے
مقرر کیا ہے پس انسان اپنی حقیقی انسانیت تک تب پہنچتا ہے کہ جب فطرتی صورت

باریک باتیں اشارات سے ادا نہ ہوسکیں اُن کے ادا کرنے سے قاصر رہ کر اُن
نقصانوں کو اُٹھاتا رہا۔ اگرچہ اُن تقریروں کی عدم تفہیم اور تفہم سے عائد حال

۳۴۵ اعلیٰ درجہ کی صداقتوں پر مشتمل ہو۔ اور پھر وہ صداقتیں بھی ایسی ہوں کہ فضول طور پر نہ لکھی گئی ہوں بلکہ کمال درجہ کی ضرورت نے ان کا لکھنا واجب کیا ہو۔ اور نیز وہ صداقتیں ایسی ہوں کہ قبل اُن کے ظہور کے تمام دُنیا اُن سے بے خبر ہو۔ اور اُن کا ظہور ایک نئی نعمت کی طرح ہو۔ اور پھر اُن تمام خوبیوں کے ساتھ ایک یہ روحانی خاصیت بھی اُن میں موجود ہو کہ قرآن شریف کی طرح اُن میں وہ صریح تاثیریں بھی پائی جائیں جن کا ثبوت ہم نے اس کتاب میں دیدیا ہے۔ اور ہر وقت طالب حق کے لئے تازہ سے تازہ ثبوت دینے کو طیار ہیں۔ اور جب تک کوئی معارض ایسی نظیر پیش نہ کرے۔ تب تک اُسی کا عاجز رہنا قرآن شریف کی بے نظیری کو ثابت کرتا ہے۔ اور یہ وجوہ بے نظیری قرآن شریف کی جو اس جگہ لکھی گئی ہیں تو ہم نے بطور تنزل اور کفایت شعاری کے لکھی ہیں۔ اور اگر ہم قرآن شریف کی اُن تمام دوسری خوبیوں کو بھی کہ جو اس میں پائی جاتی ہیں نظیر طلب کرنے کے لئے لازمی شرط ٹھہراویں۔ مثلاً اپنے مخالفوں کو یہ کہیں۔ کہ جیسا قرآن شریف تمام حقائق اور معارف دینی پر محیط اور مشتمل ہے اور کوئی دینی صداقت اس سے باہر نہیں اور جیسا وہ صدہا امور غیبیہ اور پیشگوئیوں پر احاطہ رکھتا ہے۔ اور پیشگوئیاں بھی ایسی قادرانہ کہ جن میں اپنی عزت اور دشمن کی ذلت۔ اور اپنا اقبال اور دشمن کا ادبار۔ اور اپنی فتح اور دشمن کی شکست پائی جاتی ہے۔ یہ تمام خوبیاں بھی ہمراہ متذکرہ بالا خوبیوں کے اپنے معارضانہ کلام میں پیش کر کے دکھلاویں۔ تو اس شرط سے اُن کو تباہی پر تباہی اور موت پر موت آوے گی۔ مگر چونکہ جس قدر پہلے اس سے قرآن شریف کی خوبیاں لکھی گئی ہیں۔ وہی دشمن کو باطل کے ملزم اور لاجواب اور عاجز کرنے کے

کے موافق یہ دونوں طور کی قوتیں عقل کی تابع ہو کر چلتی رہیں۔ یعنے یہ قوتیں مثل رعایا
۳۴۶ کے ہوں اور عقل مثل بادشاہ عادل ان کی پرورش اور فیض رسانی اور رفع تنازعہ
اور مشکل کشائی میں مشغول رہے۔ مثلاً ایک وقت غضب نمودار ہوتا ہے اور حقیقت میں

ہوتی ضروری تھی اور باوجود ان سب تکالیف کے کہ جو انسان پر پیدا ہوتی ہیں۔ ۱؎ ۲۲۴
پھر نہیں خدا نے اُسکے دردوں کا کچھ علاج نہ کیا اور اُس کی حاجتوں کو پورا نہ کیا اور

لئے کافی ہیں۔ اور انہیں سے ہمارے مخالفوں پر وہ حالت وارد ہوگی جس سے مُردوں
پر بار ہوجائیں گے۔ اِسلئے قرآن شریف کی تمام خوبیوں کو نظیر طلب کرنے کے لئے
پیش کرنا غیر ضروری ہے اور نیز تمام خوبیوں کے لکھنے سے کتاب میں بھی بہت طول
ہوجائیگا بسو اسی قدر قلیل موذی کے لئے کافی سمجھ کر پیش کیا گیا۔ اب باوصف ۲۲۵
اس کے کمال رعایت وتخفیف قرآن شریف کی کسی ادنیٰ قلیل سورۃ کی نظیر مخالفوں سے طلب
کی جاتی ہے مگر پھر بھی ہر یک باتمیز آدمی پر ظاہر ہے کہ مخالفین باوجود سخت حرص اور خواہش
کے اور پہلے درجہ کی مخالفت اور عداوت کے مقابلہ اور معارضہ سے قدیم سے عاجز
رہے ہیں۔ اور اب بھی عاجز ہیں اور کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں اور باوجود اس بات
کی اس مقابلہ سے ان کا عاجز رہنا انکو ذلیل بناتا ہے جھوٹا ٹھہراتا ہے۔ مکار اور جاہل
کا انکو لقب دیتا ہے۔ بیحیا اور بے شرم انکا نام رکھتا ہے مگر مُردہ کی طرح اُن کے مونہہ
سے کوئی آواز نہیں نکلتی پس لاجواب رہنے کی ساری ذلتوں کو قبول کرنا اور تمام ذلیل ناموں
کو اپنے لئے روا رکھنا اور تمام قسم کی بیحیائی اور بے شرمی کی خس وخاشاک کو اپنے سرپر
اُٹھالینا اس بات پر نہایت روشن دلیل ہے کہ ان ذلیل چمگادڑوں کی اس آفتاب حقیقت
کے آگے کچھ پیش نہیں جاتی۔ پس جبکہ اس آفتاب صداقت کی اس قدر تیز شعاعیں
چاروں طرف سے چھوٹ رہی ہیں کہ اُن کے سامنے ہمارے دشمن خفاش سیرت اندھے
ہو رہے ہیں۔ تو اس صورت میں یہ بالکل مکابرہ اور سخت جہالت ہے کہ گلاب کے
پھول کی خوبیوں کو کچھ بہ نسبت قرآنی خوبیوں کے ضعیف اور کمزور اور قلیل الثبوت

اُس وقت حلم کے ظاہر ہونے کا موقعہ ہوتا ہے۔ پس ایسے وقت میں عقل اپنی فہمایش
سے غضب کو فرو کرتی ہے اور حلم کو حرکت دیتی ہے اور بعض وقت غضب کرنے کا
وقت ہوتا ہے اور حلم پیدا ہوجاتا ہے۔ اور ایسے وقت میں عقل غضب کو مشتعل ۲۲۶

۱؎ [illegible]

۳۴۶ اگرچہ خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو عدم محض سے بنایا۔ پھر اُس کو زبان عطا کی۔ آنکھیں دیں۔ کان دیئے۔ اور طرح طرح کی ترقیات کے لئے استعداد بخشی

ہیں۔ اس مرتبہ بے نظیری پر سمجھا جائے کہ انسانی قوتیں ان کی مثل بنانے سے عاجز ہیں۔ مگر ان اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کو کہ جو کئی درجہ گلاب کے پھول کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے افضل و بہتر اور قوی الثبوت ہیں۔ ایسا خیال کیا جائے کہ گویا انسان ان کی نظیر بنانے پر قادر ہے۔ حالانکہ جس حالت میں انسان میں یہ قدرت نہیں پائی جاتی۔ کہ ایک گلاب کے پھول کی جو صرف ایک ساعت تر و تازہ اور خوشنما نظر آتا ہے اور دوسری ساعت میں نہایت افسردہ اور پژمردہ اور بدنما ہو جاتا ہے۔ اور اس کا وہ لطیف رنگ اُڑ جاتا ہے۔ اور اُس کے پات ایک دوسرے سے الگ ہو کر گر پڑتے ہیں نظیر بنا سکے۔ تو پھر ایسے حقیقی پھول کا مقابلہ کیونکر ہو سکے جس کے لئے مالکِ ازل نے بہار جاودانی رکھی ہے اور جس کو ہمیشہ آفتِ خزاں کے صدمات سے محفوظ رکھا ہے۔ اور جس کی طراوت اور ملائمت اور حسن اور نزاکت میں کبھی فرق نہیں آتا۔ اور کبھی افسردگی اور پژمردگی اس کی ذات بابرکات میں راہ نہیں پاتی۔ بلکہ جس قدر پرانا ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر اس کی تازگی اور طراوت زیادہ سے زیادہ کھلتی جاتی ہے۔ اور اس کے عجائبات زیادہ سے زیادہ منکشف ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس کے حقائق و دقائق لوگوں پر بکثرت ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ تو پھر ایسے حقیقی پھول کے اعلیٰ درجہ کے فضائل اور مراتب سے انکار کرنا پہلے درجہ کی کور باطنی ہے یا نہیں۔ بہرحال اگر کوئی ایسا ہی تیرہ دنیا ہو کہ جو بینائی اس کی کور باطنی سے ان خوبیوں کی شانِ عظیم کو نہ سمجھتا ہو۔ تو یہ بار ثبوت اُسی نادان کی گردن پر ہے کہ جو کچھ ہم نے بے نظیری کلام الٰہی کا ثبوت دیا ہے۔ اور جس قدر ہم نے وجوہ متفرقہ سے اس پاک کلام کا انسانی طاقتوں سے بلند تر ہونا

کرتی ہے اور علم کو درمیان سے اُٹھا لیتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تحقیق عمیق سے ثابت ہوا ہے کہ انسان اِس دنیا میں بہت سی مختلف قوتوں کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اور اور اس کا کمال فطرتی یہ ہے کہ ہر یک قوت کو اپنے اپنے موقعہ پر استعمال میں لاوے۔

اسی طرح اپنی قدرت کاملہ سے اس قدر نعمتیں عطا فرمائیں جن کو انسان گن ۴۲۳
نہیں سکتا۔ لیکن وہی قادر خدا ہوں جو انسان کے لئے نہایت ضروری تھی انسان کو

بہ پایۂ ثبوت پہنچایا ہے۔ ان سب فضائل قرآنی کی نظیر پیش کرے اور کسی انسان کے کلام میں ایسے ہی کمالات ظاہری و باطنی دکھلاوے جن کا کلام الٰہی میں پایا جانا ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ اب اتمام حجت کے لئے کچھ دقائق و حقائق سورۃ فاتحہ کے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ مگر اوّل سورۃ فاتحہ کو لکھ کر پھر اس کے معارف عالیہ کو لکھنا شروع کریں گے۔

اور سورۃ فاتحہ یہ ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔[1] اس سورۃ کی تفسیر جس میں کسی قدر بطور نمونہ اس سورۃ کے معارف و حقائق مذکور ہیں۔ ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ آیت سورۃ ممدوحہ کی آیتوں میں سے پہلی آیت ہے اور قرآن شریف کی دوسری سورتوں پر بھی لکھی گئی ہے۔ اور ایک اور جگہ بھی قرآن شریف میں یہ آیت آئی ہے اور جس قدر تکرار اس آیت کا قرآن شریف میں بکثرت پایا جاتا ہے اور کسی آیت میں اس قدر تکرار نہیں پایا جاتا۔ ۴۲۰ اور چونکہ اسلام میں یہ سنت ٹھہر گئی ہے کہ ہر یک کام کے ابتدا میں جس میں خیر اور برکت مطلوب ہو۔ بطریق تبرک اور استمداد اس آیت کو پڑھ لیتے ہیں۔ اسلئے یہ آیت دشمنوں اور دوستوں اور چھوٹوں اور بڑوں میں شہرت پا گئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص تمام قرآنی آیات سے بے خبر مطلق ہو۔ تب بھی امید قوی ہے کہ اس آیت سے ہرگز اس کو بے خبری نہیں ہوگی۔

غضب کی جگہ پر غضب۔ رحم کی جگہ پر رحم۔ یہ نہیں کہ نرا حلم ہی حلم ہو اور دوسری تمام ۴۲۲
قوتوں کو معطل اور بیکار چھوڑ دے۔ بلکہ تمام اندرونی قوتوں کو حسب محل اپنے موقعہ پر ظاہر کرنا ایک انسان کی خوبی ہے۔ مگر انسان کی فطرت کا درخت جس کو خدا نے

[1] الفاتحہ : ۱-۷

سکھلا نہ سکا۔ یہاں تک کہ انسان نے مدت دراز تک بے زبانی کی تکلیفیں اُٹھا کر ۲۲۹
آپ بولی کو ایجاد کیا۔ کیا یہ ایسا اعتقاد ہے جس سے خدا کی قدرت الوہیت قابل

اب یہ آیت جن کامل صداقتوں پر مشتمل ہے ان کو بھی سن لینا چاہیئے۔ سو منجملہ ان کے
ایک یہ ہے کہ اصل مطلب اس آیت کے نزول سے یہ ہے کہ تا عاجز اور بے خبر بندوں کو
اس نکتۂ معرفت کی تعلیم کی جائے کہ ذات واجب الوجود کا اسم اعظم جو اللہ ہے کہ جو
اصطلاح قرآنی ربانی کے رو سے ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ اور منزہ عن جمیع رذائل اور
معبود برحق اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض پر بولا جاتا ہے۔ اس اسم اعظم کی بہت سی
صفات میں سے جو دو صفتیں بسم اللہ میں بیان کی گئی ہیں یعنے صفت رحمانیت و رحیمیت
انہیں دو صفتوں کے تقاضا سے کلام الٰہی کا نزول اور اس کے انوار و برکات کا صدور ہوتا ہے
اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا کے پاک کلام کا دنیا میں اُترنا اور بندوں کو اس سے مطلع کیا جانا یہ
صفت رحمانیت کا تقاضا ہے۔ کیونکہ صفت رحمانیت کی کیفیت (جیسا کہ آگے بھی تفصیل
سے لکھا جائیگا) یہ ہے کہ وہ صفت بغیر سبقت عمل کسی عامل کے محض جود اور بخشش الٰہی کے
جوش سے ظہور میں آتی ہے جیسا خدا نے سورج اور چاند اور پانی اور ہوا وغیرہ کو بندوں کی
بھلائی کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ تمام جود اور بخشش صفت رحمانیت کے رو سے ہے۔
اور کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ چیزیں میرے کسی عمل کی پاداش میں بنائی گئی ہیں
اسی طرح جو خدا کا کلام بھی کہ جو بندوں کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے اُترا۔ وہ بھی اسی
صفت کے رو سے اُترا ہے۔ اور کوئی ایسا متنفس نہیں کہ یہ دعویٰ کر سکے۔ کہ
میرے کسی عمل یا مجاہدہ یا کسی پاک باطنی کے اجر میں خدا کا پاک کلام کہ جو اس کی شریعت
پر مشتمل ہے نازل ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ طہارت اور پاک باطنی کا دم مارنے والے ۲۲۹

کئی شاخوں پر جو اس کی مختلف قوتیں ہیں منقسم کیا ہے۔ صرف ایک شاخ کے سرسبز
ہونے سے کامل نہیں کہلا سکتا بلکہ وہ اسی حالت میں کامل کہلائیگا کہ جب ساری شاخیں ۲۲۹
اس کی سرسبز و شاداب ہوں اور کوئی شاخ حد موزونیت سے کم یا زیادہ نہ ہو۔ یا

تعریف ٹھہر سکتی ہے۔ کیا کوئی ایماندار اُس کامل اور قادر مطلق کی نسبت ایسی بدظنی کر سکتا ہے کہ وہ اپنی قدرت نمائی کے پہلے زمانہ میں سے جبکہ خدائی کی

اور زہد اور عبادت میں زندگی بسر کرنے والے اب تک ہزاروں لوگ گذرے ہیں۔ لیکن خدا کا پاک اور کامل کلام کہ جو اُسکے فرائض اور احکام کو دنیا میں لایا اور اُسکے ارادوں سے مخلوق اللہ کو مطلع کیا انہیں خاص وقتوں میں نازل ہوا ہے کہ جب اُسکے نازل ہونے کی ضرورت تھی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ خدا کا پاک کلام اُنہیں لوگوں پر نازل ہو کہ جو تقدس اور پاک باطنی میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہوں۔ کیونکہ پاک کو پلید سے کچھ میل اور مناسبت نہیں۔ لیکن یہ ہرگز ضرور نہیں کہ ہر جگہ تقدس اور پاک باطنی کلام الٰہی کے نازل ہونے کو مستلزم ہو۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کی حقانی شریعت اور تعلیم کا نازل ہونا ضرورات حقہ سے وابستہ ہے۔ پس جس جگہ ضرورات حقہ پیدا ہو گئیں اور زمانہ کی اصلاح کیلئے واجب معلوم ہوا کہ کلام الٰہی نازل ہو اُسی زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے جو حکیم مطلق ہے اپنے کلام کو نازل کیا۔ اور کسی دوسرے زمانہ میں گو لاکھوں آدمی تقویٰ اور طہارت کی صفت سے متصف ہوں۔ اور کیسے ہی تقدس اور پاک باطنی رکھتے ہوں اُن پر خدا کا وہ کامل کلام ہرگز نازل نہیں ہوتا کہ جو شریعت حقانی پر مشتمل ہو۔ ہاں مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت کے بعض پاک باطنوں سے ہو جاتے ہیں اور وہ بھی اُس وقت کہ جب حکمت الٰہیہ کے نزدیک ان مکالمات اور مخاطبات کے لئے کوئی ضرورت حقہ پیدا ہو۔ اور ان دونوں طور کی ضرورتوں میں فرق یہ ہے کہ شریعت حقانی کا نازل ہونا اُس ضرورت کے وقت پیش آتا ہے کہ جب دنیا کے لوگ بباعث ضلالت اور گمراہی کے جادۂ استقامت سے منحرف ہو گئے ہوں اور ان کے راہ راست پر لانے کے لئے ایک نئی شریعت کی حاجت ہو۔ کہ جو ان کی کتاب موجودہ کا تحریفی تاریک

بہ بداہت عقل ثابت ہے کہ ہمیشہ اور ہر جگہ یہی خلق خلق اچھا نہیں ہو سکتا۔ کہ شریر کی شرارت سے درگذر کی جائے۔ بلکہ خود قانون قدرت ہی اس خیال کا ناقص ہونا ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مدبر حقیقی نے انتظام عالم اسی میں رکھا ہے جو کبھی

طاقتیں بے خبر بندوں پر ظاہر کرنا منظور تھا۔ بعض ضروری قدرتوں کے دکھلانے

کرنے اور دنیا کی تاریکی اور ظلمت کو اپنے کامل اور شافی بیان کے نور سے بکلی اٹھا سکے اور جس طور کا علاج حالت فاسدہ زمانہ کے لئے درکار ہے۔ وہ علاج اپنے پُرزور بیان سے کر سکے۔ لیکن جو مکالمات و مخاطبات اولیاء اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اُن کے لئے غالباً اس ضرورت حقہ کا پیش آنا ضروری نہیں۔ بلکہ بسا اوقات صرف اسی قدر اُن مکالمات سے مطلب ہوتا ہے کہ تا ولی کے نفس کو کسی مصیبت اور محنت کے وقت صبر اور استقامت کے لباس سے متحلّی کیا جائے یا کسی غم اور حزن کے غلبہ میں کوئی بشارت اُس کو دی جائے۔ مگر وہ کامل اور پاک کلام خدائے تعالیٰ کا کہ جو نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔ وہ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ اُس ضرورت حقہ کے پیش آنے پر نزول فرماتا ہے کہ جب خلق اللہ کو اُس کے نزول کی شدت حاجت ہو غرض کلام الٰہی کے نازل ہونے کا اصل موجب ضرورت حقہ ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب تمام رات کا اندھیرا ہو جاتا ہے اور کچھ نور باقی نہیں رہتا۔ تو اسی وقت تم سمجھ جاتے ہو کہ اب ماہِ نو کی آمد نزدیک ہے۔ اسی طرح جب گمراہی کی ظلمت سخت طور پر دنیا پر غالب آجاتی ہے۔ تو عقل سلیم اُس روحانی چاند کے نکلنے کو بہت نزدیک سمجھتی ہے ایسا ہی جب امساک باراں سے لوگوں کا حال تباہ ہو جاتا ہے۔ تو اُس وقت عقلمند لوگ باران رحمت کا نازل ہونا بہت قریب خیال کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ خدا نے اپنے جسمانی قانون میں بھی بعض مہینے برسات کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ یعنی وہ مہینے جن میں فی الحقیقت مخلوق اللہ کو بارش کی ضرورت ہوتی ہے اور ان مہینوں میں جو مینہ برستا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ تمام ان مہینوں میں بلکہ زیادہ

نرمی اور کبھی درشتی کی جائے۔ اور کبھی عفو اور کبھی سزا دکھلائے۔ اور اگر صرف نرمی ہی ہو۔ یا صرف درشتی ہی ہو۔ تو پھر نظام عالم کی کل ہی بگڑ جاتی ہے۔ پس اس سے

سے عاجز رہا کیا قریب قیاس ہے کہ جس نے چند بیں ہزار مخلوقات کو بغیر مدد مادّہ اور ہیولیٰ کے ایک حکم سے پیدا کر دکھایا۔ وہ بولیوں کی ایجاد پر قادر نہیں ہو سکتا ۳

بیکی کرتے ہیں اور دوسرے مہینوں میں فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ مہینے ہیں جن میں زمینداروں کو بارش کی ضرورت ہے اور جن میں بارش کا ہو جانا تمام سال کی سرسبزی کا موجب ہے ایسا ہی کلام الٰہی کا نزول فرمانا کسی شخص کی طہارت اور تقویٰ سے بہت نہیں ہے یعنے علّتِ موجبہ اس کلام کے نزول کی یہ نہیں ہو سکتی کہ کوئی شخص نہایت درجہ کا مقدس اور پاک باطن تھا۔ یا راستی کا بھوکا اور پیاسا تھا۔ بلکہ جیسا کہ ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کتب آسمانی کے نزول کا اصلی موجب ضرورت حقہ ہے یعنے وہ ظلمت اور تاریکی کہ جو دنیا پر طاری ہو کر ایک آسمانی نور کو چاہتی ہے کہ تا وہ نور نازل ہو کر اس تاریکی کو دور کرے۔ اور اسی کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ جو خدائے تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ[1]۔ یہ لیلۃ القدر اگرچہ اپنے مشہور معنوں کی رو سے ایک بزرگ رات ہے لیکن قرآنی اشارات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ظلمانی حالت بھی اپنی پوشیدہ خوبیوں میں لیلۃ القدر کا ہی حکم رکھتی ہے اور اس ظلمانی حالت کے دنوں میں صدق اور صبر اور زہد اور عبادت خدا کے نزدیک بڑا قدر رکھتا ہے۔ اور وہی ظلمانی حالت تھی کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک اپنے کمال کو پہنچ کر ایک عظیم الشان نور کے نزول کو چاہتی تھی۔ اور اسی ظلمانی حالت کو دیکھ کر اور ظلمت زدہ بندوں پر رحم کر کے صفتِ رحمانیت نے جوش مارا اور آسمانی برکتیں زمین کی طرف متوجہ ہوئیں۔ سو وہ ظلمانی حالت دنیا کے لئے مبارک ہو گئی اور دنیا نے اس

ثابت ہے کہ ہر جگہ اور ہر محل میں عفو کرنا حقیقی نیکی نہیں ہے بلکہ ایسی تعلیم کو کامل تعلیم سمجھنا ایک غلطی ہے جو انہی لوگوں کو لگی ہوئی ہے جن کی نگاہیں انسان کی فطرت کے پورے گہراؤ تک نہیں پہنچتیں اور جن کی نظر ان تمام قوتوں کے دیکھنے سے بند رہتی ۳

[1] القدر : ۲

۲۵۲ تھا۔ کیا کوئی عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جس نے انسان کو ایک ہی مصلحت کے لئے پیدا کیا اور اپنے خاص ارادہ سے اس کو اشرف المخلوقات بنایا۔

ایک عظیم الشان رحمت کا حصہ پایا۔ ایک کامل انسان اور سید الرسل کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ دُنیا کی ہدایت کے لئے آیا۔ اور دُنیا کے لئے اس روشن کتاب کو دیا۔ جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی۔ پس یہ خدا کی کمال رحمانیت کی ایک بزرگ تجلی تھی کہ جو اس نے ظلمت اور تاریکی کے وقت ایسا عظیم الشان نور نازل کیا۔ جس کا نام فرقان ہے۔ جو حق اور باطل میں فرق کرتا ہے۔ جس نے حق کو موجود اور باطل کو نابود کر کے دکھلا دیا۔ وہ اس وقت زمین پر نازل ہوا۔ جب زمین ایک موت روحانی کے ساتھ مر چکی تھی۔ اور بر اور بحر میں ایک بھاری فساد واقع ہو چکا تھا۔ پس اس نے نزول فرما کر وہ کام کر دکھایا۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ اشارہ فرما کر کہا ہے۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا[1]۔ یعنی زمین مرگئی تھی اب خدا اس کو نئے سرے زندہ کرتا ہے۔ اب اس بات کو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نزول قرآن شریف کا کہ جو زمین کے زندہ کرنے کے لئے ہوا۔ یہ صفت رحمانیت کے جوش سے ہوا۔ وہی صفت ہے کہ جو کبھی جسمانی طور پر جوش مار کر قحط زدوں کی خبر لیتی ہے۔ اور بارانِ رحمت خشک زمین پر برساتی ہے۔ اور وہی صفت کبھی روحانی طور پر جوش مار کر اُن بھوکوں اور پیاسوں کی حالت پر رحم کرتی ہے۔ کہ جو ضلالت اور گمراہی کی موت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور حق اور صداقت کی غذا کہ جو روحانی زندگی کا موجب ۲۵۲ ہے۔ اُن کے پاس نہیں رہتی۔ پس رحمانِ مطلق جیسا جسم کی غذا کو اس کی حاجت کے وقت عطا فرماتا ہے۔ ایسا ہی وہ اپنی رحمت کاملہ کے تقاضا سے روحانی غذا کو

ہے۔ جو انسان کو اپنے اپنے محل پر استعمال کرنے کے لئے عطا کی گئی ہیں۔ جو شخص ۲۵۲ بجا ایک ہی قوت کو استعمال کیا جاتا ہے اور دوسری تمام اخلاق و قوتوں کو بیکار چھوڑ دیتا ہے۔ وہ گویا اس فطرت کو جو خدا نے عطا کی ہے۔ منقلب کرنا چاہتا ہے

[1] الحدید : ۱۸

وہ اُس کی پیدائش کو ادھورا چھوڑ دیتا۔ اور پھر انسان اتفاقی طور پر اپنے نقصان کی آپ تکمیل کرتا۔ کیا جس ذات کو اُن تمام بولیوں کا قدیم سے علم حاصل ہے۔ ۲۵۴

بھی ضرورتِ حقہ کے وقت مہیا کر دیتا ہے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ خدا کا کلام انہیں برگزیدہ لوگوں پر نازل ہوتا ہے جن سے خدا راضی ہے۔ اور انہیں سے وہ مکالمات اور مخاطبات کرتا ہے جن سے وہ خوش ہے۔ مگر یہ بات ہرگز درست نہیں کہ جس سے خدا راضی اور خوش ہو اس پر خواہ نخواہ بغیر کسی ضرورتِ حقہ کے کتاب آسمانی نازل ہو جایا کرے۔ یا خدائے تعالیٰ یونہی بلاضرورتِ حقہ کسی کی طاعت لازمی کی وجہ سے لازمی اور دائمی طور پر اس سے ہر وقت باتیں کرتا رہے۔ بلکہ خدا کی کتاب اُسی وقت نازل ہوتی ہے۔ جب فی الحقیقت اس کے نزول کی ضرورت پیش آجائے۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ وحی اللہ کے نزول کا اصل موجب خدائے تعالیٰ کی رحمانیت ہے کسی عامل کا عمل نہیں۔ اور یہ ایک بزرگ صداقت ہے جس سے ہمارے مخالف برہمو وغیرہ بے خبر ہیں۔

پھر بعد اسکے سمجھنا چاہیئے کہ کسی فرد انسانی کا کلام الٰہی کے فیض سے فی الحقیقت مستفیض ہو جانا اور اسکی برکات اور انوار سے متمتع ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچنا اور اپنی سعی اور کوشش کے ثمرہ کو حاصل کرنا یہ صفتِ رحیمیت کی تائید سے وقوع میں آتا ہے اور اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے بعد ذکر صفتِ رحمانیت کے صفتِ رحیمیت کو بیان فرمایا۔ تا معلوم ہو کہ کلام الٰہی کی تاثیریں جو نفوس انسانیہ میں ہوتی ہیں یہ صفتِ رحیمیت کا اثر ہے جس قدر کوئی اعراض صوری و معنوی سے پاک ہو جاتا ہے جس قدر کسی کے دل میں خلوص اور صدق پیدا ہوتا ہے۔ جس قدر کوئی جدوجہد سے

اور فعل حکیم مطلق کو اپنی کوتہ فہمی سے قابلِ اعتراض ٹھہراتا ہے۔ کیا یہ کچھ خوبی کی بات ہے کہ ہم ہر ایک وقت بغیر لحاظ موقعہ و مصلحت اپنے گناہگاروں کے گناہوں

اور جس کی نظر عمیق کے آگے سب موجود ہونے والی چیزیں موجود بالفعل کا حکم

متابعت اختیار کرتا ہے۔ اسی قدر کلام الٰہی کی تاثیر اس کے دل پر ہوتی ہے اور اسی قدر
وہ اس کے انوار سے متمتع ہوتا ہے۔ اور علامات خاصہ مقبولان الٰہی کی اس میں پیدا
۴۵۲ ہو جاتی ہیں۔ دوسری صداقت کہ جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں مودع ہے
یہ ہے کہ یہ آیت قرآن شریف کے شروع کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے
پڑھنے سے مدعا یہ ہے کہ تا اُس ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ سے مدد طلب کی جائے
جس کی صفتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ رحمان ہے اور طالب حق کے لئے محض
تفضل اور احسان سے اسباب خیر اور برکت اور رشد کے پیدا کر دیتا ہے۔ اور
دوسری صفت یہ ہے کہ وہ رحیم ہے یعنے سعی اور کوشش کرنے والوں کی کوششوں کو
ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کے جدّ و جہد پر ثمرات حسنہ مترتب کرتا ہے اور ان کی محنت کا
پھل ان کو عطا فرماتا ہے اور یہ دونوں صفتیں یعنے رحمانیت اور رحیمیت ایسی ہیں کہ
بغیر ان کے کوئی کام دنیا کا ہو یا دین کا انجام کو نہیں پہنچ سکتا اور اگر غور کر کے
دیکھو تو ظاہر ہوگا کہ دنیا کی تمام مہمات کے انجام دینے کے لئے یہ دونوں صفتیں ہر وقت
اور ہر لحظہ کام میں لگی ہوئی ہیں۔ خدا کی رحمانیت اس وقت سے ظاہر ہو رہی ہے۔ کہ
جب انسان ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا سو وہ رحمانیت انسان کے لئے ایسے
ایسے اسباب بہم پہنچاتی ہے کہ جو اس کی طاقت سے باہر ہیں اور جن کو وہ کسی
حیلہ یا تدبیر سے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔ اور وہ اسباب کسی عمل کی پاداش میں
نہیں دیئے جاتے بلکہ تفضل اور احسان کی راہ سے عطا ہوتے ہیں جیسے نبیوں کا آنا۔
کتابوں کا نازل ہونا بارشوں کا ہونا سورج اور چاند اور ہوا اور بادل وغیرہ کا

۴۵۳ سے درگذر کیا کریں۔ اور کبھی اس قسم کی ہمدردی نہ کریں جس میں شریر کی شرارت کا
علاج ہو کر آئندہ اس کی طبیعت سدھر جائے تو ظاہر ہے کہ جیسے بات بات میں
سزا دینا اور انتقام لینا مذموم و خلاف اخلاق ہے اسی طرح یہ بھی خیر خواہی حقیقی کے

رکھتی ہیں اور جس کی قدرت تامہ ہر یک مخلوق کی تعلیم و تفہیم کر سکتی ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ اس کی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ اس نے دیدہ و دانستہ

پہلے اپنے کلام میں بے رہنما اور خود انسان کا طرح طرح کی قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ مشرف ہو کر اس دنیا میں آنا اور تندرستی اور حواس اور فرصت اور ایک کافی مدت تک عمر پانا۔ یہ سب امور ہیں کہ جو صفت رحمانیت کے تقاضا سے ظہور میں آتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی رحیمیت تب ظہور کرتی ہے کہ جب انسان سب توفیقوں کو پاکر خداداد قوتوں کو کسی فعل کے انجام کے لئے حرکت دیتا ہے۔ اور جہاں تک اپنا زور اور طاقت اور قوت ہے خرچ کرتا ہے تو اس وقت عادت الٰہیہ اس طرح پر جاری ہے کہ وہ اس کی کوششوں کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ ان کوششوں پر ثمرات حسنہ مترتب کرتا ہے۔ پس یہ اس کی سراسر رحیمیت ہے کہ جو انسان کی مردہ محنتوں میں جان ڈالتی ہے۔ اب جاننا چاہئے کہ آیت ممدوحہ کی تعلیم سے مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کے شروع کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی ذات جامع صفات کاملہ کی رحمانیت اور رحیمیت سے استمداد اور برکت طلب کی جائے۔ صفت رحمانیت سے برکت طلب کرنا اس غرض سے ہے کہ تا وہ ذات کامل اپنی رحمانیت کی وجہ سے ان سب اسباب کو محض لطف اور احسان سے میسر کر دے کہ جو کلام الٰہی کی متابعت میں جدوجہد کرنے سے پہلے درکار ہیں۔ جیسے عمر کا وفا کرنا۔ فرصت اور فراغت کا حاصل ہونا۔ وقت صفا میسر آجانا۔ طاقتوں اور قوتوں کا قائم ہونا۔ کوئی ایسا امر پیش نہ آجانا کہ جو آسائش اور امن میں خلل ڈالے۔ کوئی ایسا مانع نہ پڑ جانا کہ جو دل کو متوجہ ہونے سے روک دے۔ غرض ہر طرح سے توفیق عطا کئے جانا۔ یہ سب امور صفت

برخلاف ہے کہ ہمیشہ یہی اصول ٹھہرایا جاوے کہ جب کبھی کسی سے کوئی مجرمانہ حرکت صادر ہو۔ تو جھٹ پٹ اس کے جرم کو معاف کیا جائے۔ جو شخص ہمیشہ مجرموں کو سزا کے بغیر چھوڑ دیتا ہے وہ ایسا ہی انتظام عالم کا دشمن ہے جیسے وہ شخص کہ ہمیشہ

انسان کو بے زبانی کی حالت میں دیکھ کر پھر اُس کو زبان سکھلانے سے دریغ

رحمانیت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور صفت رحیمیت سے برکت طلب کرنا اس غرض سے ہے
کہ تا وہ ذات کامل اپنی رحیمیت کی وجہ سے انسان کی کوششوں پر ثمرات حسنہ مترتب
کرے اور انسان کی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچاوے اور اسکی سعی اور جدّ و جہد کے بعد
اسکے کام میں برکت ڈالے۔ پس اس طور پر خدائے تعالیٰ کی دونوں صفتوں رحمانیت اور
رحیمیت سے کلام الٰہی کے شروع کرنے کے وقت بلکہ ہر یک ذیشان کام کے ابتدا میں تبرک
اور استمداد چاہنا یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی صداقت ہے جس سے انسان کو حقیقت توحید کی
حاصل ہوتی ہے۔ اور اپنے جہل اور بے خبری اور نادانی اور گمراہی اور عاجزی اور خواری پر یقین
کامل ہو کر مبدء فیض کی عظمت اور جلال پر نظر جا ٹھہرتی ہے اور اپنے تئیں بکلی مفلس اور
مسکین اور ہیچ اور ناچیز سمجھ کر خداوند قادر مطلق سے اسکی رحمانیت اور رحیمیت کی برکتیں
۴۵۵ طلب کرتا ہے۔ اور اگرچہ خدائے تعالیٰ کی یہ صفتیں خود بخود اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں مگر
اس حکیم مطلق نے قدیم سے انسان کے لئے یہ قانون قدرت مقرر کر دیا ہے کہ اسکی
دعا اور استمداد کو کامیابی میں بہت سا دخل ہے۔ جو لوگ اپنی مہمات میں دلی صدق
سے دعا مانگتے ہیں اور ان کی دعا پورے پورے اخلاص تک پہنچ جاتی ہے۔ تو
ضرور فیضان الٰہی ان کی مشکل کشائی کی طرف توجہ کرتا ہے۔ ہر یک انسان جو اپنی
کمزوریوں پر نگاہ کرتا ہے اور اپنے قصوروں کو دیکھتا ہے۔ وہ کسی کام کو آزادی اور
خود بینی سے ہاتھ نہیں ڈالتا بلکہ سچی عبودیت اس کو یہ سکھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہ جو
متصرف مطلق ہے۔ اس سے مدد طلب کرنی چاہیئے۔ یہ سچی عبودیت کا جوش ہر یک
ایسے دل میں پایا جاتا ہے کہ جو اپنی فطرتی سادگی پر قائم ہے اور اپنی کمزوری پر اطلاع رکھتا ہے

اور ہر حالت میں انتقام اور کینہ کشی پر مستعد رہتا ہے۔ نادان لوگ ہر محل میں عفو اور
۴۵۶ درگذر کرنا پسند کرتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ ہمیشہ درگذر کرنے سے نظام عالم میں
ابتری پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ فعل خود مجرم کے حق میں بھی مضر ہے کیونکہ اس سے اس کی

گیا۔ یہاں تک کہ انسان اُس کی کم اتفاقی کی وجہ سے مُدت دراز تک حیوانوں اور ۲۵۵
وحشیوں کی طرح اپنی زندگی کو بسر کرتا رہا۔ اور پھر آخر کار اُسکو آپ ہی سُوجھی کہ

پس صادق آدمی جس کے رُوح میں کسی قسم کے غرور اور عُجب نے جگہ نہیں پکڑی اور جو اپنے کمزور اور ہیچ اور بے حقیقت وجود پر خوب واقف ہے۔ اور اپنے تئیں کسی کام کے انجام دینے کے لائق نہیں پاتا۔ اور اپنے نفس میں کچھ قوت اور طاقت نہیں دیکھتا جب کسی کام کو شروع کرتا ہے تو بالطبع اُس کی کمزور رُوح آسمانی قوت کی خواستگار ہوتی ہے اور ہر وقت اس کو خدا کی مقتدر ہستی اپنے سارے کمال و جلال کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اور اس کی رحمانیت اور رحیمیت ہر یک کام کے انجام کے لئے مدار دکھلائی دیتی ہے۔ پس وہ بلا ساختہ اپنا ناقص اور ناکارہ زور ظاہر کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی دُعا سے امداد الٰہی چاہتا ہے۔ پس اس انکسار اور فروتنی کی وجہ سے اس لائق ہو جاتا ہے کہ خدا کی قوت سے قوت اور خدا کی طاقت سے طاقت اور خدا کے علم سے علم پاوے اور اپنی مُرادات میں کامیابی حاصل کرے۔ اس بات کے ثبوت کے واسطے کسی منطق یا فلسفہ کے دلائل پُر از تکلف درکار نہیں ہیں۔ بلکہ ہر یک انسان کے رُوح میں اسکے سمجھنے کی استعداد موجود ہے اور عارف صادق کے اپنے ذاتی تجارب اسکی صحت پر بتواتر شہادت دیتے ہیں۔ بندہ کا خدا سے امداد چاہنا ۲۵۶
کوئی ایسا امر نہیں ہے جو صرف بیہودہ اور بناوٹ ہو۔ یا جو صرف بے اصل خیالات پر مبنی ہو اور کوئی معقول نتیجہ اسپر مترتب نہ ہو۔ بلکہ خداوند کریم کہ جو فی الحقیقۃ قیوم عالم ہے اور جس کے سہارے پر سچ مچ اس عالم کی کشتی چل رہی ہے اسکی عادت قدیمہ کی رُو سے

بدی کی عادت پکتی جاتی ہے اور شرارت کا ملکہ راسخ ہوتا جاتا ہے۔ ایک چور کو سزا کے بغیر چھوڑ دو۔ پھر دیکھو کہ دوسری مرتبہ کیا رنگ دکھاتا ہے۔ اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے اپنی اس کتاب میں جو حکمت سے بھری ہوئی ہے۔ فرمایا۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ ۲۵۷

۲۵۶ کوئی بولی ایجاد کرنی چاہیئے۔ یہ خیال ایسا بدیہی البطلان ہے کہ خدا کی وہ کامل قدرتیں اور کامل رحم اور کامل تربیت کہ جو ہریک زمانہ میں مشہود چلی آئی ہے

یہ صداقت قدیم سے چلی آئی ہے کہ جو لوگ اپنے تئیں حقیر اور ذلیل سمجھ کر اپنے کاموں میں اس کا سہارا طلب کرتے ہیں۔ اور اس کے نام سے اپنے کاموں کو شروع کرتے ہیں۔ تو وہ اُن کو اپنا سہارا دیتا ہے۔ جب وہ ٹھیک ٹھیک اپنی عاجزی اور عبودیت سے سربسجدہ ہو جاتے ہیں۔ تو اس کی تائیدیں اُن کے شامل حال ہو جاتی ہیں۔ غرض ہریک شاندار کام کے شروع کرنے میں اُس مبدء فیوض کے نام سے مدد چاہنا کہ جو رحمان و رحیم ہے۔ ایک نہایت ادب اور عبودیت اور نیستی اور فقر کا طریقہ ہے۔ اور ایسا ضروری طریقہ ہے کہ جس سے توحید فی الاعمال کا پہلا زینہ شروع ہوتا ہے۔ جس کے التزام سے انسان بچوں کی سی عاجزی اختیار کر کے اُن نخوتوں سے پاک ہو جاتا ہے کہ جو دنیا کے مغرور دانشمندوں کے دلوں میں بھری ہوتی ہیں۔ اور پھر اپنی کمزوری اور امداد الٰہی پر یقین کامل کر کے اس معرفت سے حصہ پاتا ہے کہ جو خاص اہل اللہ کو ملتی ہے۔ اور بلاشبہ جس قدر انسان اس طریقہ کو لازم پکڑتا ہے۔ جس قدر اس پر عمل کرنا اپنا فرض ٹھہرا لیتا ہے۔ جس قدر اس کے چھوڑنے میں اپنی ہلاکت دیکھتا ہے اُسی قدر اس کی توحید صاف ہوتی ہے۔ اور اُسی قدر عُجب اور خود بینی کی آلائشوں سے پاک ہوتا جاتا ہے۔ اور اُسی قدر تکلف اور بناوٹ کی سیاہی اس کے چہرہ پر سے اُٹھ جاتی ہے۔ اور سادگی اور بھولا پن کا نور اس کے مونہہ پر چمکنے لگتا ہے۔ پس یہ وہ صداقت ہے کہ جو رفتہ رفتہ انسان کو فنا فی اللہ کے مرتبہ تک پہنچاتی ہے۔ یہاں تک

حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ [1] مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا [2] اے دانشمندو۔ قاتل کے قتل کرنے اور موذی کی اُسی قدر ایذا دینے میں تمہاری زندگی ہے۔ جس نے ایک انسان کو ناحق

[1] بقرۃ: ۱۸۰ [2] مائدہ: ۳۳

ۿ ۲۵۴ وہ اُس کی تکذیب کر رہے ہیں۔ جس خدا کے عجائب الہامات اب بھی نا معلوم
ولیوں کو اپنے بندوں پر منکشف کر دیتے ہیں۔ اُس کی نسبت یہ گمان کرلینا

کہ وہ دیکھتا ہے کہ میرا کچھ بھی اپنا نہیں بلکہ سب کچھ میں خدا سے پاتا ہوں۔ جہاں کہیں
ۿ ۲۵۵ یہ طریق کسی نے اختیار کیا۔ وہیں توحید کی خوشبو پہلی دفعہ میں ہی اُس کو پہنچتی ہے
اور دل اور دماغ کا معطر ہونا شروع ہوتا جاتا ہے۔ بشرطیکہ قوت شامہ میں
کچھ فساد نہ ہو۔ غرض اس صداقت کے التزام میں طالب صادق کو اپنے ہیچ اور
بے حقیقت ہونے کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اور اللہ جل شانہ کے متصرف مطلق
اور سبدءِ فیوض ہونے پر شہادت دینی پڑتی ہے۔ اور یہ دونوں ایسے امر
ہیں کہ جو حق کے طالبوں کا مقصود ہے اور مرتبہ فنا کے حاصل کرنے کے لئے
ایک ضروری شرط ہے۔ اس ضروری شرط کے سمجھنے کے لئے یہی مثال کافی
ہے کہ بارش اگرچہ عالمگیر ہو۔ مگر تاہم اُسی پر پڑتی ہے کہ جو بارش کے موقعہ پر کھڑا
ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ طلب کرتے ہیں وہی پاتے ہیں۔ اور جو ڈھونڈتے ہیں۔
انہیں کو ملتا ہے۔ جو لوگ کسی کام کے شروع کرنے کے وقت اپنے ہنر یا عقل یا
طاقت پر بھروسا رکھتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ پر بھروسہ نہیں رکھتے۔ وہ اُس
ذاتِ قادرِ مطلق کا کہ جو اپنی قیومی کے ساتھ تمام عالم پر محیط ہے کچھ قدر شناخت
نہیں کرتے اور اُن کا ایمان اُس خشک ٹہنی کی طرح ہوتا ہے کہ جس کو اپنے شاداب
اور سرسبز درخت سے کچھ علاقہ نہیں رہا اور جو ایسی خشک ہو گئی ہے کہ اپنے درخت
کی تازگی اور پھول اور پھل سے کچھ بھی حصہ حاصل نہیں کر سکتے صرف ظاہری جوڑ ہے
جو ذرا سی جنبش ہوا سے یا کسی اور شخص کے ہلانے سے ٹوٹ سکتا ہے۔ پس ایسا

ۿ ۲۵۶ بے موجب قتل کر دیا۔ اُس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا۔ اور ایسا ہی فرمایا۔
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى۔ [1] یعنی خدا حکم
فرماتا ہے کہ تم عدل اور احسان اور ایتاء ذی القربیٰ اپنے عمل میں لاؤ۔ سو

[1] النحل : ۹۱

٣٥٥ الہامات سے ابتداء زمانہ میں جبکہ اُن کی نہایت ضرورت تھی۔ خدا نے دریغ کیا۔ سخت نادانی اور کور باطنی ہے۔ اور اگر کسی کے دل میں یہ وہم گذرے کہ اب

یہی خشک فلسفیوں کا ایمان ہے کہ ہم تو تمام عالم کے سہارے پر نظر نہیں رکھتے۔ اور اُس مبدء فیوض کو جس کا نام اللہ ہے۔ ہریک طرفۃ العین کے لئے اور ہر حال میں اپنا محتاج الیہ قرار نہیں دیتے۔ پس یہ لوگ حقیقی توحید سے ایسے دُور پڑے ہوئے ہیں جیسے نور سے ظلمت دُور ہے۔ انہیں یہ سمجھ ہی نہیں کہ اپنے تئیں ہیچ اور ناچیز سمجھ کر قادرِ مطلق کی طاقتِ عظمیٰ کے نیچے آ پڑنا۔ عبودیّت کے مراتب کی آخری حد ہے جو توحید کا انتہائی مقام ہے جس سے فنا اتم کا چشمہ جوش مارتا ہے اور انسان اپنے نفس اور اس کے ارادوں سے بالکل کھویا جاتا ہے اور سچے دل سے خدا کے تصرف پر ایمان لاتا ہے۔

٣٥٦ اس جگہ ان خشک فلسفیوں کے اس مقولہ کو بھی کچھ چیز نہیں سمجھنا چاہئے کہ جو کہتے ہیں کہ کسی کام کے شروع کرنے میں استمداد الٰہی کی کیا حاجت ہے۔ خدا نے ہماری فطرت میں پہلے سے طاقتیں ڈال رکھی ہیں پس ان طاقتوں کے ہوتے ہوئے پھر دوبارہ خدا سے طاقت مانگنا تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ بیشک یہ بات سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے بعض اعمال کے بجا لانے کیلئے کچھ ہم کو طاقتیں بھی دی ہیں مگر پھر بھی اس قیّوم عالم کی قیومیت ہمارے سر پر سے دُور نہیں ہوئی۔ اور وہ ہم سے الگ نہیں ہوا۔ اور اپنے سہارے سے ہم کو جُدا کرنا نہیں چاہا اپنے امر فیوض غیر متناہی سے ہم کو محروم کرنا روا نہیں رکھا۔ جو کچھ ہم کو اس نے دیا ہے وہ ایک امر محدود ہے۔ اور جو کچھ اس سے مانگا جاتا ہے اس کی نہایت نہیں علاوہ اس کے جو کام ہماری طاقت سے باہر ہیں ان کے حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی ہم کو طاقت نہیں دی گئی۔ اب اگر غور کرکے دیکھو۔ اور ذرا پوری فلسفیت کو کام میں

جاننا چاہیئے کہ انجیل کی تعلیم اس کمال کے مرتبہ سے جس سے نظام عالم مربوط و منضبط ہے
٣٥٨ متنزل و فروتر ہے۔ اور اس تعلیم کو کامل خیال کرنا بھی بھاری غلطی ہے۔ ایسی تعلیم ہرگز کامل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ ان ایام کی تدبیر ہے کہ جب قوم بنی اسرائیل کا اندرونی رحم

جنگلی آدمیوں کو جو بے زبانی کی حالت میں محض اشارات سے گذارہ کرتے ہیں کیوں بذریعہ الہام کے کسی بولی سے مطلع نہیں کیا جاتا۔ اور کیوں کوئی بچہ نوزاد جنگل میں ۳۵۹

لاؤ۔ تو ظاہر ہوگا کہ کامل طور پر کوئی بھی طاقت ہم کو حاصل نہیں۔ مثلاً ہماری بدنی طاقتیں ہماری تندرستی پر موقوف ہیں۔ اور ہماری تندرستی بہت سے ایسے اسباب پر موقوف ہے کہ کچھ اُن میں سے سماوی اور کچھ ارضی ہیں اور وہ سب کی سب ہماری طاقت سے بالکل باہر ہیں۔ اور یہ تو ہم نے ایک موٹی سی بات عام لوگوں کی سمجھ کے موافق کہی ہے۔ لیکن جس قدر درحقیقت وہ قیوم عالم اپنی علّت العلل ہونے کی وجہ سے ہمارے ظاہر اور ہمارے باطن اور ہمارے اوّل اور ہمارے آخر اور ہمارے فوق اور ہمارے تحت اور ہمارے یمین اور ہمارے یسار اور ہمارے دل اور ہماری جان اور ہمارے روح کی تمام طاقتوں پر احاطہ کر رہا ہے۔ وہ ایک ایسا مسئلہ دقیق ہے جس کی کُنہ تک عقول بشریہ پہنچ ہی نہیں سکتیں۔ اور اس کے سمجھانے کی اس جگہ ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ جس قدر ہم نے اوپر لکھا ہے۔ وہی مخالف کے الزام اور افحام کے لئے کافی ہے۔ غرض قیوم عالم کے فیوض حاصل کرنے کا یہی طریق ہے کہ اپنی ساری ہمت اور زور اور طاقت سے اپنا بچاؤ طلب کیا جائے۔
اور یہ طریق کچھ نیا طریق نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہی طریق ہے جو قدیم سے بنی آدم کی فطرت کے ۳۵۹
ساتھ لگا چلا آتا ہے۔ جو شخص عبودیت کے طریقہ پر چلنا چاہتا ہے وہ اسی طریق کو اختیار کرتا ہے۔ اور جو شخص خدا کے فیوض کا طالب ہے وہ اسی راستہ پر قدم مارتا ہے۔ اور جو شخص مورد رحمت ہونا چاہتا ہے۔ وہ انہیں قوانین تدبیر کی تعمیل کرتا ہے۔ یہ قوانین کچھ نئے نہیں ہیں۔ یہ عیسائیوں کے خدا کی طرح کچھ مستحدث بات نہیں۔ بلکہ خدا کا یہ ایک قانونی حکم ہے کہ جو قدیم سے بندھا ہوا چلا آتا ہے۔ اور سنت اللہ ہے کہ جو ہمیشہ سے جاری ہے جس کی

بہت کم ہو گیا تھا۔ اور بے رحمی اور بے مروّتی اور سنگدلی اور قساوت قلبی اور کینہ کشی حد سے
زیادہ بڑھ گئی تھی اور خدا کو منظور تھا کہ جیسا وہ لوگ مبالغہ سے کینہ کشی کی طرف مائل تھے۔ ۳۵۹
ایسا ہی بمبالغہ تمام رحم اور درگذر کی طرف مائل کیا جائے۔ لیکن یہ رحم اور درگذر کی تعلیم کا

۴۱۰ رکھنے سے خدا کی طرف سے کوئی الہام نہیں پاتا۔ تو یہ خدا کے صفات کی ایک غلط فہمی ہے۔ کیونکہ القا اور الہام ایسا امر نہیں ہے کہ جو ہر جگہ بیجا بلا لحاظ

سچائی کثرتِ تجارب سے ہر یک طالبِ صادق پر روشن ہے اور کیونکر روشن نہ ہو۔ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ ہم لوگ کس حالتِ ضعف اور ناتوانی میں پڑے ہوئے ہیں اور بغیر خدا کی مددوں کے کیسے نکمّے اور ناکارہ ہیں۔ اگر ایک ذاتِ متصرفِ مطلق ہر لحظہ اور ہر دم ہماری خبرگیران نہ ہو۔ اور پھر اس کی رحمانیت اور رحیمیت ہماری کارسازی نہ کرے تو ہمارے سارے کام تباہ ہو جائیں۔ بلکہ ہم آپ ہی فنا کا راستہ لیں۔ پس اپنے کاموں کو خصوصاً آسمانی کتاب کو کہ جو سب امورِ عظیمہ سے ادق اور الطف ہے۔ خداوند قادر مطلق کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ بہ نیتِ تبرک و استمداد شروع کرنا ایک ایسی بدیہی صداقت ہے کہ بلا اختیار ہم اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ کیونکہ فی الحقیقت ہر یک برکت اسی راہ سے آتی ہے کہ وہ ذات جو متصرفِ مطلق اور علّت العلل اور تمام فیوض کا مبدء ہے جس کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ ہے۔ خود متوجہ ہو کر اوّل اپنی صفتِ رحمانیت کو ظاہر کرے اور جو کچھ قبل از سعی درکار ہے۔ اس کو محض اپنے تفضّل اور احسان سے بغیر توسطِ عمل کے ظہور میں لاوے۔ پھر جب وہ صفت رحمانیت کی اپنے کام کو بہ تمام و کمال کر چکے اور انسان توفیق پاکر اپنی قوتوں کے ذریعہ سے محنت اور کوشش کا حق بجا لاوے۔ تو پھر دوسرا کام اس مفضل تعالیٰ کا یہ ہے کہ اپنی صفتِ رحیمیت کو ظاہر کرے۔ اور جو کچھ بندہ نے محنت اور کوشش کی ہے اس پر
۳۹۰ نیک ثمرہ مترتب کرے۔ اور اس کی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچاکر گوہرِ مراد عطا فرماوے۔ اسی صفتِ ثانی کی رو سے کہا گیا ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے پاتا ہے۔ جو مانگتا ہے اس کو دیا جاتا

تعلیم نہ تھی کہ جو ہمیشہ کے لئے قائم رہ سکتی۔ کیونکہ حقیقی مرکز پر اس کی بنیاد نہ تھی۔ بلکہ اس قانون کی طرح جو مختص المقام ہوتا ہے صرف سرکش یہودیوں کی اصلاح کیلئے ایک خاص مصلحت
۴۱۰ تھی اور صرف چند روزہ انتظام تھا۔ اور مسیح کو خوب معلوم تھا کہ خدا جلد تر اس عارضی

مادّہ قابلہ کے ہو جایا کرے۔ بلکہ القا اور الہام کے لئے مادّہ قابلہ کا ہونا نہایت ضروری شرط ہے۔ اور دوسری شرط یہ بھی ہے کہ اُس الہام کیلئے ضرورت

ہے جو کھٹکھٹاتا ہے اُس کے واسطے کھولا جاتا ہے یعنے خدائے تعالیٰ اپنی صفت رحیمیت سے کسی کی محنت اور کوشش کو ضائع ہونے نہیں دیتا اور آخر جو ڈھونڈتا ہے وہ یابندہ ہو جاتا ہے۔ غرض یہ صداقتیں ایسی بیّن الظہور ہیں کہ ہریک شخص خود مجرب ہو کے ان کی سچائی کو شناخت کر سکتا ہے اور کوئی انسان ایسا نہیں کہ بشرط کسی قدر عقلمندی کے یہ بدیہی صداقتیں اُس پر مخفی رہیں۔ ہاں یہ بات اُن لوگوں پر نہیں کھلتی کہ جو دلوں کی سختی اور غفلت کی وجہ سے صرف اسباب معتادہ پر ان کی نظر ٹھہری رہتی ہے۔ اور جو ذات متصرف فی الاسباب ہے اس کے تصرفات لطیفہ پر ان کو علم حاصل نہیں ہوتا۔ اور نہ ان کی عقل اس قدر وسیع ہوتی ہے کہ جو اس بات کو سوچیں کہ ہزارہا بلکہ بے شمار ایسے اسباب سماوی و ارضی انسان کے ہریک جسم کی آسائش کے لئے درکار ہیں۔ جن کا بہم پہنچنا ہرگز انسان کے اختیار اور قدرت میں نہیں۔ بلکہ ایک ہی ذات جامع جمیع صفات کاملہ ہے کہ جو تمام اسباب کو آسمانوں کے اوپر سے زمینوں کے نیچے تک پیدا کرتا ہے اور ان پر ہر طور تصرف اور قدرت رکھتا ہے۔ مگر جو لوگ عقلمند ہیں وہ اس بات کو بلا تردد بلکہ بدیہی طور پر سمجھتے ہیں۔ اور جو اُن سے بھی عالی اور صاحب تجربہ ہیں وہ اس مسئلہ میں حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ شبہ کرنا کہ یہ استعانت بعض اوقات کیوں بے فائدہ اور غیر مفید ہوتی ہے اور کیوں خدا کی ربوبیت و رحیمیت ہریک وقت استعانت میں تجلی نہیں فرماتی۔ پس یہ شبہ صرف ایک صداقت کی غلط فہمی سے ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ ان دعاؤں کو کہ جو خلوص کے ساتھ کی جائیں ضرور سنتا ہے اور جس طرح مناسب ہو مدد چاہنے والوں کیلئے مدد بھی کرتا مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کی استعداد اور دعا میں خلوص نہیں ہوتا۔ نہ انسان

تعلیم کو نیست و نابود کر کے اس کامل کتاب کو دنیا کی تعلیم کے لئے بھیجے گا کہ جو حقیقی نیکی کی طرف تمام دنیا کو بلائے گی۔ اور بند کی ہوئی خداپرستی اور حکمت کا دروازہ کھول دے گی۔ اس لئے مجھ کو کہنا پڑا کہ ابھی بہت سی باتیں قابل تعلیم باقی ہیں جن کا تم ہنوز برداشت

حقہ بھی پائی جائے۔ ابتدا میں جب خدا نے انسان کو پیدا کیا۔ اُس وقت بذریعہ الہام بولیوں کی تعلیم کرنا ایسا امر تھا۔ کہ جس میں دونوں طور

۴۲۵ دل عاجزی کے ساتھ امداد الٰہی چاہتا ہے۔ اور منہ اس کا روحانی حالت درست ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے جو مشکل میں دُعا اور اس کے دل میں غفلت یا زیادہ ہوتی ہے۔ یا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا اس کی دُعا کو سن تو لیتا ہے۔ اور اس کے لئے جو کچھ اپنی حکمت کاملہ کے رو سے مناسب اور اصلح دیکھتا ہے عطا بھی فرماتا ہے لیکن نادان انسان خدا کی ان الطاف خفیہ کو شناخت نہیں کرتا۔ اور بباعث اپنے جہل اور بے خبری کے شکوہ اور شکایت شروع کر دیتا ہے اور اس آیت کے مضمون کو نہیں سمجھتا۔ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[1]۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُری سمجھو اور وہ اصل میں تمہارے لئے اچھی ہو اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو دوست رکھو اور وہ اصل میں تمہارے لئے بُری ہو۔ اور خدا چیزوں کی اصل حقیقت کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اب ہماری اس تمام تقریر سے واضح ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کس قدر عالی شان صداقت ہے جس میں حقیقی عبودیت اور خلوص میں ترقی کرنے کو نہایت عمدہ سامان موجود ہے جس کی نظیر کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ اور اگر کسی کے زعم میں پائی جاتی ہے تو وہ اس صداقت کو مع تمام دوسری صداقتوں کے جو ہم نیچے لکھتے ہیں نکال کر پیش کرے۔

اس جگہ بعض کوتہ اندیش اور نادان دشمنوں نے ایک اعتراض بھی بسم اللہ کی بابت پر کیا ہے۔ ان معترضین میں سے ایک صاحب پادری عماد الدین نام ہیں۔ جس نے اپنی کتاب ہدایت المسلمین میں اعتراض مندرجہ ذیل لکھا ہے۔ دوسرے صاحب پادری

۴۲۶ نہیں کر سکتے۔ بلکہ تیرے سے بعد ایک دوسرا آنے والا ہے وہ سب باتیں کھولے گا اور علم دین کو مرتبہ کمال پہنچائے گا۔ سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے اور ایک عرصہ تک وہی ناقص کتاب لوگوں کے ہاتھ میں رہی اور پھر اسی نبی معصوم

[1] البقرۃ : ۲۱۷

کی شرائط موجود تھی۔ اوّل ذاتی قابلیت پہلے انسان میں جیسا کہ چاہیئے الہام ۴۹۴

نرائن سنگھ نام وکیل امرتسری ہیں۔ جنہوں نے پادری کے اعتراض کو سچ سمجھ کر اپنے دلی عناد کے تقاضا کی وجہ سے وہی پوچ اعتراض اپنے رسالہ ودیا پرکاشک میں درج کر دیا ہے۔ سو ہم اس اعتراض کو معہ جواب اسکے لکھنا مناسب سمجھتے ہیں تا منصفین کو معلوم ہو کہ فرط تعصب نے ہمارے مخالفین کو کس درجہ کی کور باطنی اور نابینائی تک پہنچا دیا ہے کہ جو نہایت درجہ کی روشنی ہے۔ وہ ان کو تاریکی دکھائی دیتی ہے اور جو اعلیٰ درجہ کی ۴۹۵ خوشبو ہے۔ وہ اس کو بدبو تصور کرتے ہیں۔ سو اب جاننا چاہیئے کہ جو اعتراض بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بلاغت پر مذکورہ بالا لوگوں نے کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ الرحمٰن الرحیم جو بسم اللہ میں واقع ہے یہ فصیح طرز پر نہیں۔ اگر رحیم الرحمٰن ہوتا۔ تو یہ فصیح اور صحیح طرز تھی۔ کیونکہ خدا کا نام رحمان باعتبار اس رحمت کے ہے کہ جو اکثر اور عام ہے اور رحیم کا لفظ بہ نسبت رحمان کے اس رحمت کے لئے آتا ہے کہ جو قلیل اور خاص ہے۔ اور بلاغت کا کام یہ ہے کہ قلت سے کثرت کی طرف انتقال ہو۔ نہ یہ کہ کثرت سے قلت کی طرف یہ اعتراض ہے کہ جو ان دونوں صاحبوں نے اپنی آنکھیں بند کرکے اس کلام پر کیا ہے۔ جس کلام کی بلاغت کو عرب کے تمام اہل زبان جن میں بڑے بڑے شاعر بھی تھے باوجود سخت مخالفت کے تسلیم کر چکے ہیں۔ بلکہ بڑے بڑے معاند اس کلام کی شان عظیم سے نہایت درجہ تعجب میں پڑ گئے۔ اور اکثر ان میں سے کہ جو فصیح اور بلیغ کلام کے اسلوب کو بخوبی جاننے پہچاننے والے اور مذاق سخن سے عارف اور با انصاف تھے۔ وہ طرز قرآنی کو طاقت انسانی سے باہر دیکھ کر ایک معجزہ عظیم یقین کرکے ایمان لے آئے جن کی شہادتیں

کی پیشین گوئی کے بموجب قرآن شریف کو خدا نے نازل کیا اور ایسی جامع شریعت عطا ۴۹۶ فرمائی جس میں نہ توریت کی طرح خواہ نخواہ ہر جگہ اور ہر محل میں دانت کے عوض دانت نکالنا ضروری لکھا اور نہ انجیل کی طرح یہ حکم دیا کہ ہمیشہ اور ہر حالت میں دست دراز لوگوں کے طمانچے کھانے چاہیئے۔ بلکہ وہ کامل کلام عارضی خیالات سے ہٹا کر حقیقی نیکی کی طرف

پانے کے لئے موجود تھی۔ دُوسری ضرورت حقّہ بھی الہام کی مقتضی تھی کیونکہ اس وقت

جابجا قرآن شریف میں درج ہیں اور جو لوگ سخت کور باطن تھے اگرچہ وہ ایمان نہ لائے مگر سراسیمگی اور حیرانی کی حالت میں ان کو بھی کہنا پڑا کہ یہ سحرِ عظیم ہے جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا چنانچہ ان کا یہ بیان بھی فرقان مجید کے کئی مقام میں موجود ہے۔ اب اسی کلام معجز نظام پر ایسے لوگ اعتراض کرنے لگے جن میں سے ایک تو وہ شخص ہے جس کو دو سطریں عربی کی بھی صحیح اور بلیغ طور پر لکھنے کا ملکہ نہیں۔ اور اگر کسی اہل زبان سے بات چیت کرنے کا اتفاق ہو تو بجز ٹوٹے پھوٹے اور بے ربط اور غلط فقروں کے کچھ بول نہ سکے۔ اور اگر کسی کو شک ہو تو امتحان کر کے دیکھ لے۔ اور دُوسرا وہ شخص ہے جو علم عربی سے بکلی بے بہرہ بلکہ فارسی بھی
۳۶۲ اچھی طرح نہیں جانتا۔ اور افسوس کہ عیسائی مقدم الذکر کو یہ بھی خبر نہیں کہ یورپ کے اہل علم کہ جو اسکے بزرگ اور پیشرو ہیں۔ جن کا پورٹ صاحب وغیرہ انگریزوں نے ذکر کیا ہے وُہ خود قرآن شریف کے اعلیٰ درجہ کی بلاغت کے قائل ہیں۔ اور پھر دانا کو زیادہ تر اس بات پر غور کرنی چاہیئے کہ جب ایک کتاب جو خود ایک اہل زبان پر ہی نازل ہوئی ہے اور اس کی کمال بلاغت پر تمام اہل زبان بلکہ سبعہ معلقہ کے شعراء جیسے اتفاق کر چکے ہیں۔ تو کیا ایسا مسلّم الثبوت کلام کسی نادان اجنبی و ژولیدہ زبان والے کے انکار سے جو کہ لیاقت فن سخن سے محض بے نصیب اور تحصیل علوم عربیہ سے بالکل بے بہرہ بلکہ کسی ادنیٰ عربی آدمی کے مقابلہ پر بولنے سے عاجز ہے قابل اعتراض ٹھہر سکتا ہے بلکہ ایسے لوگ جو اپنی حیثیت سے بڑھ کر بات کرتے ہیں خود اپنی نادانی دکھلاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اہل زبان کی شہادت کے برخلاف اور بڑے بڑے نامی شاعروں کی گواہی کے مخالف کوئی نکتہ پیش کرنا حقیقت میں اپنی جہالت اور شرارت دکھلانا ہے۔ بھلا عمادالدین پادری کسی عربی آدمی کے

۳۶۳ ترغیب دیتا ہے اور جس بات میں واقعی طور پر بھلائی پیدا ہو خواہ وہ بات درشت ہو خواہ نرم۔ اسی کے کرنے کے لئے تاکید فرماتا ہے۔ جیسا فرمایا ہے۔ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔[1] الجزو نمبر ۲۵ یعنی بدی کی

[1] الشوریٰ : ۴۱

۵۱۶ بجز خدائے تعالیٰ کے اور کوئی حضرت آدم کے لئے رفیق شفیق نہ تھا کہ جو اُن کو بولنا سکھاتا۔ پھر اپنی تعلیم سے شائستگی اور تہذیب کے مرتبہ تک پہنچاتا۔ بلکہ حضرت

حاشیہ نمبر ۱۱

مقابلہ پر کسی دینی یا دنیوی معاملہ میں ذرا ایک آدھ گھنٹہ تک ہم کو بول کر تو دکھاوے۔ تا اہل بین لوگوں پر کھلے کہ اُسکو سیدھی سادی اور بامحاورہ اہل عرب کے مذاق پر بات چیت کرنی آتی ہے یا نہیں۔ کیونکہ ہم کو یقین ہے کہ اُسکو ہرگز نہیں آتی۔ اور ہم بہ یقین تمام جانتے ہیں کہ اگر ہم کسی عربی آدمی کو اُس کے سامنے بولنے کیلئے پیش کریں تو وہ عربوں کی طرح اونکے مذاق پر ایک چھوٹا سا قصہ بھی بیان نہ کر سکے اور جہالت کے کیچڑ میں پھنسا رہ جائے۔ اور اگر شک ہے تو اُس کو قسم ہے کہ آزما کر دیکھ لے۔ اور ہم خود اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اگر پادری عماد الدین صاحب ہم سے درخواست کریں تو ہم کوئی عربی آدمی بہم پہنچا کر کسی مقررہ تاریخ پر ایک جلسہ کرینگے جس میں چند لائق ہندو ہونگے اور چند مولوی مسلمان بھی ہونگے اور عماد الدین صاحب پر لازم ہوگا کہ وہ بھی چند عیسائی بھائی اپنے ساتھ لے آویں اور پھر سب حاضرین کے روبرو اوّل عماد الدین صاحب کوئی قصہ جو اسی وقت اُنکو بتلایا جائیگا عربی زبان میں بیان کریں اور پھر وہی قصہ وہ عربی صاحب کہ جو مقابل پر حاضر ہونگے۔ اپنی زبان میں بیان فرماویں۔ پھر اگر منصفوں نے یہ رائے دیدی کہ عماد الدین صاحب نے ٹھیک ٹھیک عربوں کے مذاق پر عمدہ اور لطیف تقریر کی ہے تو ہم تسلیم کر لینگے کہ اُنکا اہل زبان ہونا کچھ جائے تعجب نہیں بلکہ اُسی وقت پچاس روپیہ نقد بطور انعام اُنکو دیئے جاوینگے۔ لیکن اگر اُسوقت عماد الدین صاحب بجائے فصیح اور بلیغ تقریر کے اپنے ژولیدہ اور غلط بیانی کی بدبو پھیلانے لگے یا اپنی رسوائی اور نالیاقتی سے ڈر کر کسی اخبار کے ذریعہ سے یہ اطلاع بھی نہ دی کہ میں ایسے مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔ تو پھر ہم بجز اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین کہیں۔ ۵۱۷

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

پاداش میں اصول انصاف تو یہی ہے کہ بدکن آدمی اسی قدر بدی کا سزاوار ہے جس قدر ۵۱۸ اُس نے بدی کی ہے پر جو شخص عفو کرکے کوئی اصلاح کا کام بجالاوے یعنی ایسا عفو نہ ہو جس کا نتیجہ کوئی خرابی ہو۔ سو اس کا اجر خدا پر ہے۔ اور ایسا ہی جامعیت اور کمال شریعت کی طرف

۴۳۶ آدم کے لئے صرف ایک خدائے تعالیٰ تھا جس نے تمام ضروری حوائج آدم کو پورا کیا۔ اور اُس کو آپ تحسین تربیت اور حسن تادیب سے بمرتبہ تحقیق انسانیت

اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر عماد الدین صاحب قرآن ثانی بھی بنا دیں۔ تب بھی وہ کسی اہل زبان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پھر جس حالت میں وہ عربوں کے سامنے بھی بول نہیں سکتے اور فی الفور گونگا بننے کے لئے طیار ہیں۔ تو پھر ان عیسائیوں اور آریوں کی ایسی سمجھ پر ہزار حیف اور دو ہزار لعنت ہے کہ جو ایسے نادانوں کی تالیف پر اعتماد کر کے اس بے مثل کتاب کی بلاغت پر اعتراض کرتے ہیں کہ جس نے سیّد العرب پر نازل ہو کر عرب کے تمام فصیحوں اور بلیغوں سے اپنی عظمتِ شان کا اقرار کرا لیا۔ اور جس کے نازل ہونے سے سبعہ معلّقہ مکّہ کے دروازہ پر سے اُتار دیا گیا اور معلّقہ مذکورہ کے شاعروں میں سے جو شاعر اُس وقت بقید حیات تھا۔ وہ بلاتوقف اس کتاب پر ایمان لایا۔ پھر دوسرا افسوس یہ کہ اس نادان عیسائی کو ابتک یہ بھی خبر نہیں کہ بلاغت حقیقی اس امر میں محدود نہیں کہ قلیل کو کثیر پر ہر جگہ اور ہر محل میں خواہ نخواہ مقدم رکھا جائے۔ بلکہ اصل قاعدہ بلاغت کا یہ ہے کہ اپنے کلام کو واقعی صورت اور مناسب وقت کا آئینہ دار بنایا جائے سو اسجگہ بھی رحمان کو رحیم پر مقدم کرنے میں کلام کو واقعی صورت اور ترتیب کا آئینہ بنایا گیا ہے۔ چنانچہ اس ترتیب طبعی کا مفصل ذکر ابھی سورۃ فاتحہ کی آئندہ آیتوں میں آوے گا۔ اور اب ہم سورۃ ممدوحہ کی دوسری آیتوں کی تفسیر لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام محامد اس ذات معبود برحق مستجمع جمیع صفات کاملہ کو ثابت ہیں جس کا نام اللہ ہے۔ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی اصطلاح میں اَللّٰہ اس ذات کامل کا نام ہے کہ جو معبود برحق اور مستجمع جمیع صفات کاملہ اور تمام رذائل سے منزہ اور واحد لاشریک اور مبدء جمیع فیوض ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں اپنے نام

اِس آیت میں بھی اشارہ فرمایا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ[1] یعنی آج میں نے علم دین کو مرتبہ کمال تک

[1] المائدۃ: ۴

کے پہنچایا۔ ہاں بعد اُس کے جب اولاد حضرت آدم کی دُنیا میں پھیل گئی۔ اور
جو علوم خدائے تعالیٰ نے آدم کو سکھلائے تھے۔ وہ اُس کی اولاد میں۔ بخوبی

اَللّٰہ کو تمام دوسرے اسماء و صفات کا موصوف ٹھہرایا ہے اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو
یہ رتبہ نہیں دیا۔ پس اللہ کے اسم کو بوجہ موصوفیت تامہ ان تمام صفتوں پر دلالت ہے۔
جن کا وہ موصوف ہے۔ اور چونکہ وہ جمیع اسماء اور صفات کا موصوف ہے اسلئے اس کا مفہوم
یہ ہوا کہ وہ جمیع صفات کاملہ پر مشتمل ہے۔ پس خلاصہ مطلب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا یہ نکلا کہ
تمام اقسام حمد کے کیا باعتبار ظاہر کے اور کیا باعتبار باطن کے اور کیا باعتبار ذاتی کمالات
کے اور کیا باعتبار قدرتی عجائبات کے اللہ سے مخصوص ہیں اور اس میں کوئی دوسرا
شریک نہیں اور نیز جس قدر محامد صحیحہ اور کمالات تامہ کو عقل کسی عاقل کی سوچ سکتی ہے
یا فکر کسی متفکر کا ذہن میں لاسکتا ہے۔ وہ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں اور کوئی
ایسی خوبی نہیں کہ عقل اس خوبی کے امکان پر شہادت دے۔ مگر اللہ تعالیٰ بدقسمت انسان کی
طرح اس خوبی سے محروم ہو۔ بلکہ کسی عاقل کی عقل ایسی خوبی پیش ہی نہیں کر سکتی کہ جو
خدا میں نہ پائی جائے۔ جہاں تک انسان زیادہ سے زیادہ خوبیاں سوچ سکتا ہے وہ سب
اس میں موجود ہیں اور اسکو اپنی ذات اور صفات اور محامد میں من کل الوجوہ کمال حاصل ہے
اور رذائل سے بکلّی منزّہ ہے۔ اب دیکھو یہ ایسی صداقت ہے جس سے سچا اور جھوٹا مذہب
ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ تمام مذہبوں پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بجز اسلام دُنیا میں کوئی
بھی ایسا مذہب نہیں ہے کہ جو خدائے تعالیٰ کو جمیع رذائل سے منزّہ اور تمام محامد کاملہ
سے متصف سمجھتا ہو۔ عام ہندو اپنے دیوتاؤں کو کارخانہ ربوبیت میں شریک سمجھتے ہیں

پہنچایا۔ اور اپنی نعمت کو اُمت محمدیہ پر پورا کیا۔ اب اِن تمام تحقیقات سے ظاہر
ہے کہ انجیل کی تعلیم کامل بھی نہیں چہ جائیکہ اس کو بے نظیر اور لاثانی کہا جائے
ہاں اگر انجیل لفظاً و معناً خدا کا کلام ہوتا اور اس میں ایسی خوبیاں پائی جاتیں جن کا

رواج پکڑ گئے۔ تب بعض انسان بعض انسانوں کے اُستاد اور معلّم بن بیٹھے۔ اور

اور خدا کے کاموں میں اُن کو مستقل طور پر دخیل قرار دیتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ خدا
کے ارادوں کو بدلنے والے اور اس کی تقدیروں کو زیر و زبر کرنے والے ہیں۔ اور نیز
چند وہ لوگ کئی انسانوں اور دوسرے جانوروں کی نسبت بلکہ بعض ناپاک اور نجاست خوار
حیوانات یعنے خنزیر وغیرہ کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں اُن کا پرمیشر
ایسی ایسی جونوں میں تولد پاکر ان تمام آلائشوں اور آلودگیوں سے ملوّث ہوتا رہا ہے کہ
جو ان چیزوں کے مانند حال ہیں۔ اور نیز انہیں چیزوں کی طرح بھوک اور پیاس اور درد اور
دُکھ اور خوف اور غم اور بیماری اور موت اور ذلّت اور رُسوائی اور عاجزی اور ناتوانی کی
آفات میں گرفتار ہوتا رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تمام اعتقادات خدائے تعالیٰ کی خوبیوں
میں بٹہ لگاتے ہیں اور اسکے ازلی و ابدی جاہ و جلال کو گھٹاتے ہیں۔ اور آریہ سماج والے
جو اُنکے مہذب بھائی نکلے ہیں۔ جن کا یہ گمان ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک وید کی لکیر پر
چلتے ہیں۔ وہ خدائے تعالیٰ کو خالقیت سے ہی جواب دیتے ہیں اور تمام رُوحوں کو
اس کی ذات کامل کی طرح غیر مخلوق اور واجب الوجود اور موجود بوجود حقیقی قرار دیتے ہیں۔
۳۴۴ حالانکہ عقل سلیم خدائے تعالیٰ کی نسبت صریح یہ نقص سمجھتی ہے کہ وہ دُنیا کا مالک کہلاکر
پھر کسی چیز کا رب اور خالق نہ ہو۔ اور دُنیا کی زندگی اُس کے سہارے سے نہیں۔ بلکہ
اپنے ذاتی وجود کے رُو سے ہو۔ اور جب عقل سلیم کے آگے یہ دونوں سوال پیش کئے جائیں
کہ آیا خداوند قادر مطلق کے مرتبہ عالیہ کیلئے یہ بات اصلح اور انسب ہے کہ وہ آپ ہی
اپنی قدرت کاملہ سے تمام موجودات کو منصۂ ظہور میں لاکر اُن سب کا رب اور خالق ہو
اور تمام کائنات کا سلسلہ اسی کی ربوبیت تک ختم ہوتا ہو۔ اور خالقیت کی صفت

انسانوں کے کلام میں پائے جانا ممتنع اور محال ہے۔ تب وہ بلاشبہ بے نظیر ٹھہرتی۔ مگر
۳۴۵ وہ خوبیاں تو انجیل حق سے اسی زمانہ میں رخصت ہوگئیں جب حضرات عیسائیوں نے
نفسانیت سے اس میں تصرف کرنا شروع کیا۔ نہ وہ الفاظ رہے نہ وہ معانی رہے نہ وہ حکمت

ہر ایک بچہ کے لئے اُسکے والدین بولی سکھانے کے لئے رفیق شفیق نکل آئے مگر آدم کے لئے بجز ایک خدا کے اور کوئی نہ تھا جو اسکو بولی سکھاتا اور ادب انسانیت

اور قدرت اُس کی ذات کامل میں موجود ہو۔ اور پیدائش اور موت کے نقصان سے پاک ہو یا یہ باتیں اُس کی شان کے لائق ہیں کہ جس قدر مخلوقات اُسکے قبضہ تصرف میں ہیں یہ چیزیں اُس کی مخلوق نہیں ہیں اور نہ اُسکے سہارے سے اپنا وجود رکھتی ہیں اور نہ اپنے وجود اور بقا میں اسکی محتاج ہیں اور نہ وہ انکا خالق اور رب ہے اور نہ خالقیت کی صفت اور قدرت اُس میں پائی جاتی ہے اور نہ پیدائش اور موت کے نقصان سے پاک ہے۔ تو ہرگز عقل یہ فتویٰ نہیں دیتی کہ وہ جو دُنیا کا مالک ہے وہ دُنیا کا پیدا کنندہ نہیں اور ہزار ہا حکمت صفتیں کہ جو روحوں اور جسموں میں پائی جاتی ہیں وہ خود بخود ہیں اور انکا بنانے والا کوئی نہیں اور خدا جو ان سب چیزوں کا مالک کہلاتا ہے وہ فرضی طور پر مالک ہے اور نہ یہ فتویٰ دیتی ہے کہ اس کو پیدا کرنے سے عاجز سمجھا جائے یا نالائق اور ناقص ٹھیرایا جائے یا پلیدی اور نجاست خوری کی نالائق اور قبیح عادت کو اسکی طرف منسوب کیا جائے یا موت اور درد اور دُکھ اور بے علمی اور جہالت کو اُسپر روا رکھا جائے۔ بلکہ صاف یہ شہادت دیتی ہے کہ خدائے تعالیٰ ان تمام رذیلتوں اور نقصانوں سے پاک ہونا چاہیئے اور اس میں کمال تام چاہیئے۔ اور کمال تام قدرت تامہ سے مشروط ہے۔ اور جب خدائے تعالیٰ میں قدرت تامہ نہ رہی۔ اور نہ وہ کسی دوسری چیز کو پیدا کر سکا۔ اور نہ اپنی ذات کو ہر یک قسم کے نقصان اور عیب سے بچا سکا۔ تو اس میں کمال تام بھی نہ رہا۔ اور جب کمال تام نہ رہا تو نجات دہندہ ہونے کی امید کا مدار بھی جاتا رہا۔ اور وہ بے نصیب رہے۔

یہ ہندوؤں اور آریوں کا حال ہے اور جو کچھ عیسائی لوگ خدائے تعالیٰ کا جلال ظاہر

اور نہ وہ معرفت۔ سو اب اے حضرات آپ لوگ ذرا ہوش سنبھال کر جواب دیں کہ جب ایک طرف تکمیل ایمان بے مثل کتاب پر موقوف ہے۔ اور دوسری طرف آپ لوگوں کا یہ خیال کہ نہ قرآن شریف کو مانیں اور نہ اسکی کوئی دوسری کتاب نکالکر دکھلاویں جو بے مثل ہو۔ تو پھر

سے ادب آموز کرتا۔ اُس کے لئے بجائے اُستاد اور معلّم اور ملّا اور ماں باپ کے اکیلا خدا ہی تھا جس نے اُس کو پیدا کر کے آپ سب کچھ اس کو سکھایا غرض آدم کیلئے یہ ضرورت حقّہ وجوباً پیش آگئی تھی کہ خدا اُس کی تربیت آپ فرماتا اور اُسکے ۳۶۵

کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایسا امر ہے کہ صرف ایک ہی سوال سے دانا انسان سمجھ سکتا ہے یعنے اگر کسی دانا سے پوچھا جائے کہ کیا اُس ذات کامل اور قدیم اور غنی اور بے نیاز کی نسبت جائز ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے تمام عظیم الشان کاموں میں جو قدیم سے وہ کرتا رہا ہے آپ ہی کافی ہو۔ آپ ہی بغیر حاجت کسی باپ یا بیٹے کے تمام دُنیا کو پیدا کیا ہو۔ اور آپ ہی تمام رُوحوں اور جسموں کو وہ قوتیں بخشی ہوں جن کی انہیں حاجت ہے۔ اور آپ ہی تمام کائنات کا حافظ اور قیوم اور مدبّر ہو۔ بلکہ ان کے وجود سے پہلے جو کچھ اُن کو زندگی کے لئے درکار تھا۔ وہ سب اپنی صفت رحمانیت سے ظہور میں لایا اور بغیر استمداد کسی عامل کے سُورج اور چاند اور بے شمار ستارے اور زمین اور ہزارہا نعمتیں جو زمین پر پائی جاتی ہیں محض اپنے فضل و کرم سے انسانوں کے لئے پیدا کی ہوں۔ اور ان سب کاموں میں کسی بیٹے کا محتاج نہ ہُوا ہو۔ لیکن پھر وُہی کامل خدا آخری زمانہ میں اپنا تمام جلال اور اقتدار کالعدم کر کے مغفرت اور نجات دینے کے لئے بیٹے کا محتاج ہو جائے۔ اور پھر بیٹا بھی ایسا ناقص بیٹا جس کو باپ سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ جس نے باپ کی طرح نہ کوئی گوشہ آسمان کا اور نہ کوئی قطعہ زمین کا پیدا کیا جس سے اُس کی الوہیت ثابت ہو۔ بلکہ مرقس کے ۸ باب ۱۲ آیت میں اُسکی عاجزانہ حالت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اُس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کر کہا کہ اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ میں

آپ لوگ کمال ایمان و یقین کے درجہ تک کیونکر پہنچ سکتے ہیں اور کیوں منکر بیٹھے ہیں۔ کیا کسی اور کتاب کے نازل ہونے کی انتظار ہے۔ یا پرمیشر بننے کا ارادہ ہے۔ اور ایمان اور خدا کی کچھ پرواہ نہیں۔ اب دیکھئے کہ قرآن شریف کی بے نظیری کے انکار ۳۶۶

حاشیہ

دایہ محتاج کا آپ بندوبست کرتا۔ لیکن اُسکی اولاد کے لئے یہ ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ اب کروڑہا انسان مختلف بولیاں بولتے اور اپنے بچوں کو سکھاتے ہیں۔ ماسوا اس کے جیسا کہ ہم نے ابھی اُوپر بیان کیا ہے۔ ذاتی قابلیت بھی کو

حاشیہ

تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا اور اس کے مصلوب ہونے کے وقت بھی یہودیوں نے کہا کہ اگر وہ اب ہمارے رُوبرو زندہ ہو جائے تو ہم ایمان لائیں گے۔ لیکن اُس مسیح ابن مریم نے زندہ ہو کر نہ دکھلایا اور اپنی خدائی اور قدرت کا ایک ذرہ ثبوت نہ دیا۔ اور اگر بعض معجزات بھی دکھلائے تو وہ دکھلائے کہ اس سے پہلے اور نبی بکثرت دکھلا چکے تھے۔ بلکہ اُسی زمانہ میں ایک حوض کے پانی سے بھی ایسے ہی عجائبات ظہور میں آتے تھے (دیکھو باب ۵ انجیل یوحنا) غرض وہ اپنے خدا ہونے کا کوئی نشان دکھلا نہ سکا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ بالا میں خود اُس کا اقرار موجود ہے۔ بلکہ ایک ضعیفہ عاجزہ کے پیٹ سے تولد پا کر (بقول عیسائیوں) وہ ذلت اور رسوائی اور ناتوانی اور خواری عمر بھر دیکھی کہ جو انسانوں میں سے وہ انسان دیکھتے ہیں کہ جو بدقسمت اور بے نصیب کہلاتے ہیں۔ اور پھر مدت تک ظلمت خانہ رحم میں قید رہ کر اور اس ناپاک راہ سے کہ جو پیشاب کی بدرو ہے پیدا ہو کر ہر یک قسم کی آلودہ حالت کو اپنے اُوپر وارد کر لیا۔ اور بشری آلودگیوں اور نقصانوں میں سے کوئی ایسی آلودگی باقی نہ رہی۔ جس سے وہ بیٹا باپ کا بدنام کنندہ ملوث نہ ہو۔ اور پھر اُس نے اپنی جہالت اور بے علمی اور بے قدرتی اور نیز اپنے نیک نہ ہونے کا اپنی کتاب میں آپ ہی اقرار کر لیا۔ اور پھر در صورتیکہ وہ عاجز بندہ کہ خواہ مخواہ خدا کا بیٹا قرار دیا گیا۔ بعض بزرگ نبیوں سے فضائل علمی اور عملی میں کم بھی تھا۔ اور اُس کی تعلیم بھی ایک ناقص تعلیم تھی کہ جو موسیٰ کی شریعت کی ایک فرع تھی۔ تو پھر کیونکر جائز ہے

ـنے آپ کو کہاں سے کہاں تک پہنچایا۔ اور ابھی ٹھہر بیٹے اسی پر ختم نہیں آپ کے ان اعتقاد سے تو خدا کی ہستی کی بھی خیر نظر نہیں آتی کیونکہ جیسا ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ بڑا بھاری

جو الہام پانے کے لئے ضروری شرط ہے۔ ہر یک فرد بنی آدم میں نہیں پائی جاتی۔
ص ۳۱۹ اور اگر کسی میں ذاتی قابلیت پائی جائے۔ تو وہ اب بھی بذریعہ الہام اپنے
مایحتاج میں خدائے تعالیٰ سے اطلاع پاسکتا ہے اور خدا اس کو ہرگز ضائع

کہ خداوند قادر مطلق اور ازلی اور ابدی پر یہ بہتان باندھا جاوے کہ وہ ہمیشہ اپنی ذات میں کامل
اور غنی اور قادر مطلق ہو کر آخرکار ایسے ناقص بیٹے کا محتاج ہوگیا اور اپنے سارے جلال
اور بزرگی کو یکبارگی کھو دیا۔ میں ہرگز باور نہیں کرتا کہ کوئی دانا اس ذات کامل کی نسبت
کہ جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے۔ ایسی ایسی ذلتیں جائز رکھے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اگر
ابن مریم کے واقعات کو فضول اور بیہودہ تعریفوں سے الگ کر لیا جائے۔ تو انجیلوں سے
اس کے واقعی حالات کا یہی خلاصہ نکلتا ہے کہ وہ ایک عاجز اور ضعیف اور ناقص
بندہ یعنی جیسے کہ بندے ہوا کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ کے ماتحت نبیوں میں سے
ص ۳۴۴ ایک نبی تھا۔ اور اس بزرگ اور عظیم الشان رسول کا ایک تابع اور پس رو تھا۔ اور
خود اس بزرگی کو ہرگز نہیں پہنچا تھا۔ یعنے اس کی تعلیم ایک اعلیٰ تعلیم کی فرع تھی
مستقل تعلیم نہ تھی۔ اور وہ خود انجیلوں میں اقرار کرتا ہے کہ میں نہ نیک ہوں اور نہ عالم الغیب
ہوں۔ نہ قادر ہوں۔ بلکہ ایک بندہ عاجز ہوں۔ اور انجیل کے بیان سے ظاہر ہے کہ
اس نے گرفتار ہونے سے پہلے کئی دفعہ رات کے وقت اپنے بچاؤ کے لئے دعا کی۔ اور
چاہتا تھا کہ دعا اس کی قبول ہو جائے۔ مگر اس کی وہ دعا قبول نہ ہوئی۔ اور نیز جیسے
عاجز بندے آزمائے جاتے ہیں وہ شیطان سے آزمایا گیا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ وہ
ہر طرح عاجز ہی عاجز تھا۔ مخرج معلوم کی راہ سے جو پلیدی اور ناپاکی کا مبرز ہے تولد پاکر

نشان خدا کی ہستی کا یہی ہے کہ جو کچھ اس کی طرف سے ہے۔ وہ ایسی حالت بےنظیری
ص ۳۷۹ پر واقعہ ہے کہ اس صانع بےمثل پر دلالت کر رہا ہے۔ اب جبکہ وہ بےنظیری انجیل میں
ثابت نہ ہوئی اور قرآن شریف کو آپ لوگوں نے قبول نہ کیا تو اس صورت میں آپ لوگوں کو

نہیں چھوڑتا۔ خدا کی نظرِ عمیق ہر ایک انسان کی استعداد کے گہراؤ تک پہنچی ہوئی ہے وہ صاحب استعداد کو اپنی استعداد ظاہر کرنے سے کبھی محروم نہیں رکھتا اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک شخص خدا کے علم میں استعدادِ معرفت اور

مدت تک بھوک اور پیاس اور درد اور بیماری کا دُکھ اٹھاتا رہا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ بھوک کے دُکھ سے ایک انجیر کے نیچے گیا مگر چونکہ انجیر پھلوں سے خالی پڑی ہوئی تھی اس لئے محروم رہا۔ اور یہ بھی نہ ہو سکا کہ دو چار انجیریں اپنے کھانے کے لئے پیدا کر لیتا۔ غرض ایک مدت تک ایسی ایسی آلودگیوں میں رہ کر اور ایسے ایسے دُکھ اٹھا کر باقرار عیسائیوں کے مر گیا اور اس جہان سے اٹھایا گیا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خداوند قادر مطلق کی ذات میں ایسی ہی صفات ناقصہ ہونی چاہئیں۔ کیا وہ اسی سے قدوس اور ذوالجلال کہلاتا ہے کہ وہ ایسے عیبوں اور نقصانوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی ماں یعنے مریم کے پیٹ میں سے پانچ بچے پیدا ہو کر ایک بچہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا بن گیا اور چار باقی رہے اُن بیچاروں کو خدائی سے کچھ بھی حصہ نہ ملا۔ بلکہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جبکہ کسی مخلوق کے پیٹ سے خدا بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہمیشہ آدمی سے آدمی اور گدھی سے گدھا پیدا ہو۔ تو جہاں کہیں کسی عورت کے پیٹ سے خدا پیدا ہو تو پھر اُس پیٹ سے کوئی مخلوق پیدا نہ ہو۔ بلکہ جس قدر بچے پیدا ہوتے جائیں وہ سب خدا ہی ہوں تا وہ پاک رحم مخلوق کی شرکت سے منزہ رہے اور فقط خداؤں ہی کے پیدا ہونے کی ایک کان ہو۔ پس قیاس متذکرہ بالا کے رُو سے لازم تھا کہ حضرت مسیح کے دوسرے بھائی اور بہن بھی کچھ نہ کچھ خدائی میں سے بخرہ پاتے اور ان پانچوں حضرات کی والدہ تو رب الارباب ہی کہلاتی کیونکہ یہ پانچوں حضرات رُوحانی اور جسمانی قوتوں میں اسی سے فیضیاب ہیں۔ عیسائیوں نے ابن مریم کی بیجا

یہ ماننا پڑا کہ جو کچھ خدا کی طرف سے ہے اُس کا بے نظیر ہونا ضروری نہیں۔ اور اس اعتقاد سے آپ لوگوں کو یہ لازم آیا کہ یہ اقرار کریں کہ جو چیزیں خدا کی طرف سے صادر ہیں اُن کے

ولایت یا نبوت اور رسالت کی رکھتا ہے اور پھر بعض حوادث ارضی کے باعث سے یا جنگلی پیدائش ہونے کی وجہ سے وہ اُسی حالت میں مر جائے اور خدا اُس کو

تعریفوں میں بہت سا افترا بھی کیا۔ مگر پھر بھی اس کے نقصانوں کو چھپا نہ سکے اور ناپاکی آلودگیوں کا آپ اقرار کر کے پھر خواہ نخواہ اس کو خدائے تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا۔ یوں تو عیسائی اور یہودی اپنی عجیب کتابوں کے رو سے سب خدا کے بیٹے ہی ہیں۔ بلکہ ایک آیت کے رو سے آپ ہی خدا ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بدھ مت والے اپنے افترا اور اختراع میں اُن سے اچھے رہے۔ کیونکہ انہوں نے بدھ کو خدا ٹھہرا کر پھر ہرگز اُس کیلئے یہ تجویز نہیں کیا کہ اُس نے پلیدی اور ناپاکی کی راہ سے تولد پایا تھا۔ یا کسی قسم کی نجاست کھائی تھی۔ بلکہ اُن کا بدھ کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ وہ منہ کے راستہ سے پیدا ہوا تھا۔ پر افسوس عیسائیوں نے بہت سی جعلسازیاں تو کیں مگر یہ جعلسازی نہ سوجھی کہ مسیح کو بھی منہ کے راستہ سے ہی پیدا کرتے اور اپنے خدا کو پیشاب اور پلیدی سے بچاتے۔ اور نہ یہ سوجھی کہ موت جو حقیقت الوہیت سے بکلی منافی ہے اُس پر وارد نہ کرتے۔ اور نہ یہ خیال آیا کہ جہاں مریم کے بیٹے نے انجیلوں میں اقرار کیا ہے کہ میں نہ نیک ہوں اور نہ دانا مطلق ہوں نہ خود بخود آیا ہوں نہ عالم الغیب ہوں نہ قادر ہوں نہ دعا کی قبولیت میرے ہاتھ میں ہے۔ میں صرف ایک عاجز بندہ اور مسکین آدم زاد ہوں کہ جو ایک مالک رب العالمین کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ ان سب مقاموں کو انجیل سے نکال ڈالنا چاہئے۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ عظیم الشان صداقت الحمد للہ کے مضمون میں ہے۔ وہ بجز پاک اور مقدس مذہب اسلام کے کسی دوسرے مذہب میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ لیکن اگر برہمو لوگ کہیں کہ صداقت مذکورہ بالا کے ہم قائل ہیں۔ تو جاننا چاہئے کہ وہ بھی اپنے اس بیان میں جھوٹے ہیں کیونکہ ہم اسی مضمون میں لکھ چکے ہیں کہ برہمو لوگ خدائے تعالیٰ کے لئے توکل اور

بنانے میں کوئی دوسرا بھی قادر ہے تو اس قول کے بموجب معرفت صانع عالم پر کوئی نشان نہ رہا۔ گویا آپ کے مذہب کا یہ خلاصہ ہوا کہ خدائے تعالیٰ کی ہستی پر کوئی

اُس مرتبہ اقصیٰ تک نہ پہنچائے جس تک پہنچنے کے لئے اُس کو استعداد دی گئی تھی ص۳
بلکہ جنگلی اور بے زبان اور وحشی اور جاہل وہی رہتا ہے کہ جو اپنی فطرت میں
ناقص اور ناکارہ اور چارپایوں کی طرح ہے۔ ماسوا اِس کے جبکہ خدا نے

حاشیہ

غیر متکلم ہوتا اور نطق پر ہرگز قادر نہ ہوتا اور اپنے علوم کے القا اور الہام سے عاجز ہونا تجویز
کرتے ہیں۔ اور جو حقیقی اور کامل ابدی ہیں صفات کاملہ ہونی چاہئیے۔ اُن صفات سے اُس کو ص۳
معطل سمجھتے ہیں۔ بلکہ اِس قدر ایمان بھی انہیں نصیب نہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کی نسبت
یہ اعتقاد رکھیں کہ اپنی ہستی اور الوہیت کو اُس نے اپنے ارادے اور اختیار سے دُنیا
میں ظاہر کیا ہے۔ برخلاف اِس کے وہ تو یہ کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ ایک مُردہ یا ایک
پتھر کی طرح کسی گوشۂ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ عقلمندوں نے آپ محنتیں کرکے اُس کے
وجود کا پتہ لگایا اور اُس کی خدائی کو دنیا میں مشہور کیا۔ پس ظاہر ہے کہ وہ بھی مثل اپنے
اور بھائیوں کے حامد کامل حضرت احدیت سے منکر ہیں۔ بلکہ جن تعریفوں سے اُس کو
یاد کرنا چاہئیے وہ تمام تعریفیں اپنے نفس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِس جگہ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے
اپنی چار صفتیں بیان فرمائیں۔ یعنے ربّ العالمین۔ رحمان۔ رحیم۔ مالک یوم الدین۔ اور
اِن ہر چہار صفتوں میں سے ربّ العالمین کو سب سے مقدم رکھا اور پھر بعد اس کے صفت
رحمان کو ذکر کیا۔ پھر صفت رحیم کو بیان فرمایا۔ پھر سب کے اخیر صفت مالک یوم الدین کو
لائے۔ پس سمجھنا چاہئیے کہ یہ ترتیب خدائے تعالیٰ نے کیوں اختیار کی۔ اِس میں
نکتہ یہ ہے کہ ان صفات اربعہ کی ترتیب طبعی یہی ہے۔ اور اپنی واقعی صورت میں
اِسی ترتیب سے یہ صفتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دُنیا پر خدا کا

حاشیہ در حاشیہ

عقلی دلیل تمام نہیں ہو سکتی۔ تو اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ کیا آپ کے دعوے میں
میں کچھ کسر بھی رہ گئی کیا آپ لوگوں میں سے ایسی کوئی بھی رُوح نہیں کہ جو اِس باریک ص۳
دقیقہ کو سمجھے کہ قرآن سے انکار کرنا حقیقت میں رحمان پر حملہ ہے۔ جس کتاب کے

۲۴۲ کروڑہا انسانوں کو طرح طرح کی بولیاں عطا کر کے دوسرے لوگوں کے لئے عام
تعلیم کا دروازہ کھول دیا ہے۔ تو اس صورت میں بجز اس صورت خاص کے
کہ جس میں کوئی نشان ظاہر کرنا منظور ہو۔ اور سب صورتوں میں بطور الہام

حاشیہ نمبر ۱۱

چار طور پر فیضان پایا جاتا ہے۔ جو غور کرنے سے ہر یک عاقل اس کو سمجھ سکتا ہے۔
پہلا فیضان فیضانِ اعم ہے۔ یہ وہ فیضانِ مطلق ہے کہ جو بلا تمیز ذی روح و
غیر ذی روح افلاک سے لیکر خاک تک تمام چیزوں پر علی الاتصال جاری ہے اور ہر یک چیز کا
عدم سے صورت وجود پکڑنا اور پھر وجود کا حدِ کمال تک پہنچنا اسی فیضان کے ذریعہ سے
۲۴۳ ہے۔ اور کوئی چیز جاندار ہو یا غیر جاندار اس سے باہر نہیں۔ اسی سے وجود تمام ارواح و
اجسام ظہور پذیر ہوا اور ہوتا ہے اور ہر یک چیز نے پرورش پائی اور پاتی ہے۔ یہی فیضان
تمام کائنات کی جان ہے۔ اگر ایک لمحہ منقطع ہو جائے۔ تو تمام عالم نابود ہو جائے۔ اور اگر
نہ ہوتا۔ تو مخلوقات میں سے کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس کا نام قرآن شریف میں ربوبیت ہے۔ اور
اسی کی رو سے خدا کا نام ربّ العالمین ہے۔ جیسا کہ اس نے دوسری جگہ بھی
فرمایا ہے۔ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ الجزو نمبر ۸ یعنے خدا ہر یک چیز کا رب ہے۔ اور
کوئی چیز عالم کی چیزوں میں سے اس کی ربوبیت سے باہر نہیں۔ سو خدا نے سورۃ فاتحہ
میں سب صفات فیضانی میں سے پہلے صفت ربّ العالمین کو بیان فرمایا۔ اور کہا۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یہ اس لئے کہا کہ سب فیضانی صفتوں میں سے تقدم
طبعی صفت ربوبیت کو حاصل ہے یعنے ظہور کے رو سے بھی صفت مقدم بالظہور اور تمام
صفات فیضانی سے اعم ہے کیونکہ ہر یک چیز پر خواہ جاندار ہو خواہ غیر جاندار مشتمل ہے۔
پھر دوسرا قسم فیضان کا جو دوسرے مرتبہ پر واقعہ ہے فیضانِ عام ہے۔ اس میں

حاشیہ در حاشیہ

رو سے اس کی صفات کا کامل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے وجود کا پتہ لگتا ہے۔ اسی کا
منزہ اور مقدس ہونا مانا جاتا ہے۔ اس کی وحدانیت پھیلتی ہے۔ اسکی گم گشتہ توحید
۲۴۴ پھر قائم ہوتی ہے۔ اسی کتاب سے آپ لوگ مونہہ پھیرتے ہیں۔ بدقسمتی ہے یا نہیں؟

بولی سیکھنے کی کچھ بھی ضرورت نہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کہ جو حکیم مطلق ہے۔ بغیر ضرورت کے کوئی کام نہیں کرتا۔ اور عبث اور بے فائدہ طریق کو خواہ مخواہ لازم نہیں پکڑتا۔ ۳۴۲

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور فیضان اعم میں یہ فرق ہے کہ فیضان اعم تو ایک عام ربوبیت ہے جس کے ذریعہ سے کُل کائنات کا ظہور اور وجود ہے۔ اور یہ فیضان جس کا نام فیضان عام ہے۔ یہ ایک خاص عنایت ازلیہ ہے جو جانداروں کے حال پر مبذول ہے یعنی ذی روح چیزوں کی طرف حضرت باری کی جو ایک خاص توجہ ہے اس کا نام فیضان عام ہے۔ اور اس فیضان کی یہ تعریف ہے کہ یہ بلا استحقاق اور بغیر اس کے کہ کسی کا کچھ حق ہو سب ذی روحوں پر حسب حاجت اُن کے جاری ہے۔ کسی کے عمل کا پاداش نہیں۔ اور اسی فیضان کی برکت سے ہر یک جاندار جیتا، جاگتا، کھاتا، پیتا اور آفات سے محفوظ اور ضروریات سے متمتع نظر آتا ہے۔ ۳۴۳ اور ہر یک ذی روح کے لئے تمام اسباب زندگی کے جو اس کے لئے یا اس کے نوع کے بقا کے لئے مطلوب ہیں میسّر نظر آتے ہیں۔ اور یہ سب آثار اسی فیضان کے ہیں کہ جو کچھ روحوں کو جسمانی تربیت کے لئے درکار ہے۔ سب کچھ دیا گیا ہے۔ اور ایسا ہی جن روحوں کو علاوہ جسمانی تربیت کے روحانی تربیت کی بھی ضرورت ہے یعنی روحانی ترقی کی استعداد رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے قدیم سے عین ضرورتوں کے وقتوں میں کلام الٰہی نازل ہوتا رہا ہے۔ غرض اسی فیضان رحمانیت کے ذریعہ سے انسان اپنی کروڑہا ضروریات پر کامیاب ہے۔ سکونت کے لئے سطح زمین۔ روشنی کے لئے چاند اور سورج۔ دم لینے کے لئے ہوا۔ پینے کے لئے پانی۔ کھانے کے لئے انواع اقسام کے رزق۔ اور علاج امراض کیلئے لاکھوں طرح کی ادویہ۔ اور پوشاک کے لئے

حاشیہ

صاحبو! اب بے نظیری و حقانیت قرآن شریف بالکل کھل گئی ہے۔ تمہارے چھپانے سے چھپ نہیں سکتی۔ جیسے تم دیکھتے ہو کہ موسم کے آنے سے پھلوں کو نکلنے اور پکنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ ایسا ہی اب صداقت قرآنی کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا ہے ۳۴۲

بعض نادان آریہ ایک سنسکرت کو پرمیشر کی بولی ٹھہرا کر دوسری تمام بولیاں جو صد ہا عجائب اور غرائب صنع باری سے بھری ہوئی ہیں انسان کا ایجاد قرار دیتے ہیں۔ گویا انسان کے ہاتھ میں بھی ایک قسم کی خدائی ہے۔ کہ پرمیشر نے تو صرف

طرح طرح کی پوشیدنی چیزیں اور ہدایت پانے کے لئے صحف ربانی موجود ہیں اور کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ تمام چیزیں میرے عملوں کی برکت سے پیدا ہو گئی ہیں اور میں نے ہی کسی پہلے جنم میں کوئی نیک عمل کیا تھا جس کی پاداشت میں یہ بے شمار نعمتیں خدا نے بنی آدم کو عنایت کیں۔ پس ثابت ہے کہ یہ فیضان جو ہزارہا طور پر ذی روحوں کے آرام کے لئے ظہور پذیر ہو رہا ہے یہ عطیہ بلا استحقاق ہے جو کسی عمل کے عوض میں نہیں فقط ربانی رحمت کا ایک جوش ہے تا ہر یک جاندار اپنے فطرتی مطلوب کو پہنچ جائے اور جو کچھ اس کی فطرت میں حاجتیں ڈالی گئیں وہ پوری ہو جائیں۔ پس اس فیضان میں عنایت ازلیہ کا کام یہ ہے کہ انسان اور جمیع حیوانات کی ضروریات کا تعہد کرے اور انکی بایست اور نابایست کی خبر رکھے تا وہ ضائع نہ ہو جائیں اور انکی استعدادیں حیز کمون میں نہ رہیں اور اس صفت فیضانی کا خدائے تعالیٰ کی ذات میں پایا جانا قانون قدرت کے ملاحظہ سے نہایت بدیہی طور پر ثابت ہو رہا ہے کیونکہ کسی عاقل کو اس میں کلام نہیں کہ جو کچھ چاند اور سورج اور زمین اور عناصر وغیرہ ضروریات دنیا میں پائی جاتی ہیں جن پر تمام ذی روحوں کی زندگی کا مدار ہے اسی فیضان کے اثر سے ظہور پذیر ہیں اور ہر یک متنفس بلا تمیز انسان و حیوان و مومن و کافر و نیک و بد حسب حاجت اپنے ان فیوض مذکورہ بالا سے مستفیض ہو رہا ہے اور کوئی ذی روح اس سے محروم نہیں اور اس فیضان کا نام قرآن شریف میں رحمانیت ہے اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ سو اب تم چاند پر خاک مت ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اُلٹ کر تمہاری ہی آنکھوں پر گر پڑے۔

بعض عیسائی انجیل کو بطور نظیر پیش کرنے سے ناامید ہو کر فیضی کی سوادالعلم پیش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فیضی کی یہ کتاب ساری بے نقطہ ہے اس لئے وہ بھی اپنی فصاحت بلاغت

ایک بولی ظاہر کی۔ مگر آدمیوں نے وہ قوّت دکھلائی کہ جیسی بولیاں اُنہوں نے بہتر
ایجاد کر لیں۔ بھلا ہم آریہ لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر یہی سچ ہے کہ سنسکرت ہی ۴۳۳
پرمیشر کے مونہہ سے نکلی ہے۔ اور دوسری زبانیں انسانوں کی صنعت ہیں۔

اسی کے مدد سے خدا کا نام سورۃ فاتحہ میں بعد صفت رب العالمین رحمٰن آیا ہے۔ جیسا کہ
فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ۔ اسی صفت کی طرف قرآن شریف
کے کئی ایک اور مقامات میں بھی اشارہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ منجملہ ان کے یہ ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ
نُفُوْرًا تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ
قَمَرًا مُّنِيْرًا۔ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ
اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى
الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔[1] یعنی جب کافروں
اور بے دینوں اور دہریوں کو کہا جاتا ہے کہ تم رحمان کو سجدہ کرو تو وہ رحمان کے نام سے
متنفر ہو کر بطور انکار سوال کرتے ہیں کہ رحمان کیا چیز ہے (پھر بطور جواب فرمایا) رحمان وہ
ذات کثیر البرکت اور مصدر خیرات دائمی ہے جس نے آسمان میں برج بنائے۔ برجوں میں
آفتاب اور چاند کو رکھا جو کہ عامہ مخلوقات کو بغیر تفریق کافر و مومن کے روشنی پہنچاتے ہیں۔ ۴۳۴
اسی رحمان نے تمہارے لئے یعنی تمام بنی آدم کے لئے دن اور رات بنائے جو کہ ایک دوسرے
کے بعد دورہ کرتے رہتے ہیں تا جو شخص طالب معرفت ہو وہ ان دقائق حکمت سے فائدہ
اٹھاوے۔ اور جہل اور غفلت کے پردہ سے خلاصی پاوے۔ اور جو شخص شکر نعمت کرنے پر

میں قرآن کی طرح بلکہ اس سے بہتر ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ان نادانوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ
یہ بیہودہ حرکت تحقیقی فصاحت بلاغت کے دائرہ سے خارج ہے اور ایسا کام نہیں ہے جس کے
التزام سے کوئی کتاب بے نظیر اور بے مثیل بن جائے بلکہ بے نقط عبارتوں کا لکھنا نہایت درجہ
سہل اور آسان ہے اور کوئی ایسی صنعت نہیں ہے جس کا انجام دینا انسان پر سخت اور

[1] الفرقان: ۶۱ - ۶۴

اور پرمیشر کے نمونہ سے دُور رہی ہوئی ہیں۔ تو ذرا بتلاؤ تو سہی کہ وہ کونسے کمالات خاصہ
۴۴۷ ہیں۔ جو سنسکرت میں پائے جاتے ہیں۔ اور دُوسری زبانیں اُن سے عاری ہیں۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

مستعد ہو۔ وہ شکر کرے۔ رحمان کے حقیقی پرستار وہ لوگ ہیں کہ جو زمین پر بُرد باری سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل لوگ ان سے سخت کلامی سے پیش آئیں تو سلامتی اور رحمت کے لفظوں سے ان کا معاوضہ کرتے ہیں یعنی بجائے سختی کے نرمی۔ اور بجائے گالی کے دعا دیتے ہیں۔ اور تشبہ باخلاق رحمانی کرتے ہیں کیونکہ رحمان بھی بغیر تفریق نیک و بد کے اپنے سب بندوں کو سُورج اور چاند اور زمین اور دوسری بے شمار نعمتوں سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ پس ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے اچھی طرح کھول دیا کہ رحمان کا لفظ ان معنوں کر کے خدا پر بولا جاتا ہے کہ اس کی رحمت وسیع عام طور پر ہر یک بُرے بھلے پر محیط ہو رہی ہے۔ جیسا ایک جگہ بھی اسی رحمت عام کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ[1] یعنی میں اپنا عذاب جس کو لائق اُس کے دیکھتا ہوں پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر یک چیز کو گھیر رکھا ہے۔ اور پھر ایک اور موقعہ پر فرمایا قُلْ مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ[2] یعنی ان کافروں اور نافرمانوں کو کہہ کہ اگر خدا میں صفت رحمانیت کی نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ تم اُس کے عذاب سے محفوظ رہ سکتے۔ یعنی اسی کی رحمانیت کا اثر ہے کہ وہ کافروں اور بے ایمانوں کو مہلت دیتا ہے اور جلد تر نہیں پکڑتا۔ پھر ایک اور جگہ اسی رحمانیت کی طرف
۳۸۹ اشارہ فرمایا ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ[3] الجزو نمبر ۲۹ یعنی کیا ان لوگوں نے اپنے سروں پر پرندوں کو اُڑتے ہوئے نہیں دیکھا کہ کبھی وہ بازو کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں۔ رحمان ہی ہے کہ

حاشیہ نمبر ۱۱

مشکل ہو۔ اسی وجہ سے بہت سے منشیوں نے اپنی عربی اور فارسی کے ملاوہ میں اس قسم کی
۴۴۸ بے نقط عبارتیں لکھی ہیں اور اب بھی لکھتے ہیں۔ بلکہ بعض منشیوں کی ایسی عبارتیں بھی موجود ہیں جن کے تمام حروف نقطہ دار ہیں اور کوئی بے نقط حرف ان میں داخل نہیں لیکن

[1] الاعراف: ۱۵۷　[2] الانبیاء: ۴۳　[3] الملک: ۲۰

کیونکر پرمیشر کی کلام کو انسان کے مصنوع پر ضرور فضیلت ہونی چاہیئے۔ کیوں کہ وہ
اسی سے خدا کہلاتا ہے کہ اپنی ذات میں، اپنی صفات میں، اپنے کاموں میں سب سے
افضل اور بے مثل و مانند ہے۔ اگر ہم یہ فرض کریں کہ سنسکرت پرمیشر کا کلام ہے جو ۳۷۶

ان کو کرنے سے تمام و کمال ہے یعنے فیضان رحمانیت ایسا تمام ذی روحوں پر محیط ہو رہا ہے
کہ پرندے بھی جو ایک پیسہ کے دو تین مل سکتے ہیں وہ بھی اس فیضان کے وسیع دریا میں خوشی
اور سرور سے تیر رہے ہیں۔ اور چونکہ ربوبیت کے بعد اسی فیضان کا مرتبہ ہے۔ اس جہت سے
اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں رب العالمین کی صفت بیان فرما کر پھر اس کے رحمان ہونے
کی صفت بیان فرمائی تا ترتیب طبعی ان کی ملحوظ رہے۔ تیسری قسم فیضان کی فیضان خاص ہے
اس میں اور فیضان عام میں یہ فرق ہے کہ فیضان عام میں مستفیض پر لازم نہیں کہ حصول فیض کے
لئے اپنی حالت کو نیک بناوے اور اپنے نفس کو حجب ظلمانیہ سے باہر نکالے یا کسی قسم کا مجاہدہ
اور کوشش کرے بلکہ اس فیضان میں جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں خدائے تعالیٰ آپ ہی
ہر یک ذی روح کو اس کی ضروریات جن کا وہ حسب فطرت محتاج ہے عنایت فرماتا ہے۔
اور بن مانگے اور بغیر کسی کوشش کے مہیا کر دیتا ہے۔ لیکن فیضان خاص میں جہد اور کوشش اور
تزکیہ قلب اور دعا اور تضرع اور توجہ الی اللہ اور دوسرا ہر طرح کا مجاہدہ جیسا کہ موقعہ ہو شرط ہے
اور اس فیضان کو وہی پاتا ہے جو ڈھونڈتا ہے اور اسی پر وارد ہوتا ہے جو اس کے لئے محنت کرتا ہے
اور اس فیضان کا وجود بھی ملاحظہ قانون قدرت سے ثابت ہے۔ کیونکہ یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ
خدا کی راہ میں سعی کرنے والے اور غافل رہنے والے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ بلاشبہ جو لوگ
دل کی سچائی سے خدا کی راہ میں کوشش کرتے ہیں۔ اور ہر یک تاریکی اور فساد سے کنارہ کش ۳۷۷

قرآن شریف کی فصاحت بلاغت جن لوازم اور خواص سے مخصوص ہے وہ ایک ایسا
امر ہے جس کو دانشمند انسان سوچنے ہی سے بہ یقین دل سمجھ سکتا ہے کہ وہ پاک کلام انسانی
طاقتوں کے احاطہ سے خارج ہے کیونکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ قرآن شریف نے اپنی فصاحت ۳۷۸

ہندوؤں کے باپ دادوں پر نازل ہوا ہے۔ اور دوسری زبانیں دوسرے لوگوں کے باپ دادوں نے بوجہ اس کے کہ وہ ہندوؤں کے باپ دادوں سے زیادہ زیرک اور دانا تھے، آپ بنالی ہیں۔ مگر کیا ہم یہ بھی فرض کر سکتے ہیں کہ وہ لوگ ہندوؤں

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہو جاتے ہیں ایک خاص رحمت انکے شامل حال ہو جاتی ہے۔ اس فیضان کے رو سے خدائے تعالیٰ کا نام قرآن شریف میں رحیم ہے اور یہ مرتبہ صفت رحیمیت کا بوجہ خاص ہونے اور مشروط بشرائط ہونے کے مرتبہ صفت رحمانیت سے مؤخر ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے اول صفت رحمانیت ظہور میں آئی ہے۔ پھر بعد اسکے صفت رحیمیت ظہور پذیر ہوئی۔ پس اسی ترتیب طبعی کے لحاظ سے سورۃ فاتحہ میں صفت رحیمیت کو صفت رحمانیت کے بعد میں ذکر فرمایا اور کہا الرحمٰن الرحیم اور صفت رحیمیت کے بیان میں کئی مقامات پر قرآن شریف میں ذکر موجود ہے۔ جیسا ایک جگہ فرمایا ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا[1]۔ یعنے خدا کی رحیمیت صرف ایمانداروں سے خاص ہے جس سے کافر کو یعنے بے ایمان اور سرکش کو حصہ نہیں۔

اس جگہ دیکھنا چاہیئے کہ خدا نے کیسی صفت رحیمیت کو مومن کے ساتھ خاص کر دیا لیکن رحمانیت کو کسی جگہ مومنین کے ساتھ خاص نہیں کیا۔ اور کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ کان بالمؤمنین رحمانًا۔ بلکہ جو مومنین سے رحمت خاص متعلق ہے ہر جگہ اس کو رحیمیت کی صفت سے ذکر کیا ہے۔ پھر دوسری جگہ فرمایا ہے۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ[2] یعنے رحیمیت الٰہی انہیں لوگوں سے قریب ہے جو نیکوکار ہیں پھر ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[3]۔ یعنے جو لوگ ایمان لائے اور

حاشیہ نمبر ۱۱

اور بلاغت کو حریری اور فیضی وغیرہ انشاء پردازوں کی طرح فضول بیان کے پیرایہ میں ادا نہیں کیا۔ اور نہ کسی قسم کے لغو اور ہزل یا کذب کو اس پاک کلام میں دخل ہے۔ بلکہ قرآن مجید نے اپنی فصاحت اور بلاغت کو صداقت اور حکمت اور ضرورت حقہ کے

[1] احزاب: ۴۴ [2] اعراف: ۵۷ [3] البقرة: ۲۱۹

سے پہلے پیشر سے بھی کچھ بڑھ کر تھے یہ اُسی کی قدرت کاملہ نے صدہا عُمدہ زبانیں بنا کر دکھلا دیں۔ اور پرمیشر صرف ایک ہی بولی بنا کر رہ گیا۔ جن لوگوں کی نار وید میں شرک گھسا ہوا ہے انہوں نے اپنے پرمیشر کو بہت سی باتوں میں ایک برابر درجہ کا شخص

خدا کے لئے دوستوں سے بلکہ نفس پرستی سے جدائی اختیار کی اور خدا کی راہ میں کوشش کی۔ وہ خدا کی رحیمیت کے فیض سے مستفید ہوتے ہیں اور خدا غفور اور رحیم ہے یعنی اس کا فیضان بحیثیت رحیمیت ان لوگوں کے شامل حال ہو جاتا ہے کہ جو اس کے مستحق ہیں کوئی ایسا نہیں جس نے اس کو طلب کیا اور نہ پایا۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ۔ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

چوتھا قسم فیضان کا فیضان اخص ہے۔ یہ وہ فیضان ہے کہ جو صرف محنت اور سعی پر مترتب نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ظہور اور بروز کے لئے اول یہ شرط ہے کہ یہ عالم اسباب کہ جو ایک تنگ تاریک جگہ ہے بکلی معدوم اور منہدم ہو جائے۔ اور قدرت کاملہ حضرت احدیت کی بغیر آمیزش اسباب معتادہ کے برہنہ طور پر اپنا کام چمکار دکھلاوے۔ کیونکہ اس آخری فیضان میں کہ جو تمام فیوض کا منتہا ہے جو کچھ پہلے فیضانوں کی نسبت عند العقل زیادتی اور کمالیت متصور ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ فیضان نہایت منکشف اور صاف طور پر ہو اور کوئی اشتباہ اور خفا اور نقص باقی نہ رہے۔ یعنی نہ مفیض کے بالارادہ فیضان میں کوئی شبہ رہ جائے۔ اور نہ فیضان کے حقیقی فیضان اور رحمت خالصہ ہونے میں کچھ جائے کلام ہو۔ بلکہ جیسا مالک قدیم کی طرف سے فیض ہوا ہے اس کی فیاضی اور جزا دہی روز روشن کی طرح کھل جائے۔ اور شخص فیضیاب کو بطور حق الیقین یہ امر مشہود اور محسوس ہو کہ حقیقت میں وہ مالک الملک ہی اپنے ارادہ اور توجہ اور قدرت خاص سے ایک نعمت عظمیٰ اور لذت کبریٰ اس کو عطا کر رہا ہے اور حقیقت میں اس کو اپنے اعمال صالحہ کی

اکثر ہم نے ادا کیا ہے اور کمال ایجاز سے تمام دینی صداقتوں پر احاطہ کر کے دکھلایا ہے۔ چنانچہ اس میں ہر یک مخالف اور منکر کے ساکت کرنے کے لئے براہین ساطعہ بھری پڑی ہیں۔ اور مومنین کی تکمیل یقین کے لئے ہزارہا دقائق حقائق کا ایک دریائے عمیق و

سمجھ رکھا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ انادی جو ہوئے۔ خدا کے شریک جو ٹھہرے اور اگر کسی کے ۲۷۹
دل میں یہ وہم پیدا ہو کہ خدا نے ایک بولی پر کفایت کیوں نہ کی۔ یہ وہم بھی قلت تدبر
سے ناشی ہے۔ مگر کوئی دانا اقالیم مختلفہ کے اوضاع متفاوتہ اور طبائع متفرقہ پر نظر

شتابت اس میں بیتا ہوا نظر آتا ہے۔ جن ملکوں میں فساد دیکھتا ہے۔ انہیں کی اصلاح ۲۷۹
کے لئے زور مارتا ہے۔ جس شدت سے کسی افراط یا تفریط کا غلبہ پاتا ہے اسی شدت سے
اس کی مدافعت بھی کرتا ہے۔ جن انواع اقسام کی بیماریاں پھیلی ہوئی دیکھتا ہے ان سب کا

ایک کامل اور دائمی ہو اگرچہ نہایت اصفیٰ اور نہایت اعلیٰ اور نہایت مرغوب اور نہایت محبوب ہے
لیکن وہی ہے کہ کسی قسم کا امتحان اور ابتلا نہیں ہے۔ اور ایسے فیض سے اکمل اور اتم اور ابقیٰ اور
اعلیٰ اور اجلیٰ سے متمتع ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ بندہ اس عالم ناقص اور مکدر اور کثیف
اور تنگ اور منقبض اور ناپائیدار اور مشتبہ الحال سے دوسرے عالم کی طرف انتقال کرے کیونکہ ۲۷۹
یہ فیضان تجلیات عظمیٰ کا مظہر ہے جس میں شرط ہے کہ حسن حقیقی کا جمال بطور عریاں اور بہ تمام
حق الیقین مشہود ہو۔ اور کوئی مرتبہ شہود اور ظہور اور یقین کا باقی نہ رہ جائے اور کوئی پردہ
اسباب معتادہ کا درمیان نہ ہو اور ہر یک دقیقہ معرفت تامہ کا مکمن قوت سے حیز فعل
میں آ جائے اور نیز فیضان بھی ایسا منکشف اور معلوم الحقیقت ہو کہ اپنی نسبت آپ خدا نے
ہی ظاہر کر دیا ہو کہ وہ ہر یک امتحان اور ابتلا کی کدورت سے پاک ہے اور نیز اس فیضان میں
وہ اعلیٰ اور اکمل درجہ کی لذتیں ہوں جن کی پاک اور کامل کیفیت انسان کے دل اور روح
اور ظاہر اور باطن اور جسم اور جان اور ہر یک روحانی اور بدنی قوت پر ایسا اکمل اور ابقیٰ
اثر ڈالیں کہ جس سے بڑھ کر عقلاً اور خیالاً اور وہماً زیادت متصور نہ ہو اور یہ عالم کہ جو ناقص الحقیقت
اور مکدر الصورت اور ہالک الذات اور مشتبہ الکیفیت اور ضیق الظرف ہے۔ ان
تجلیات عظمیٰ اور انوار اصفیٰ اور عطیات دائمی کی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور وہ
اشعہ تامہ کاملہ دائمہ اس میں سما نہیں سکتے۔ بلکہ اس کے ظہور کے لئے ایک دوسرا عالم
درکار ہے کہ جو اسباب معتادہ کی ظلمت سے بکلی پاک اور منزہ اور ذات واحد قہار کی

کرے۔ تو بہ یقین کامل اُس کو معلوم ہوگا کہ ایک ہی بولی اُن سب کے مناسب حال نہیں تھی۔ بعض مُلکوں کے لوگ بعض طور کے حروف اور الفاظ کے بولنے پر بآسانی قادر ہیں اور بعض مُلکوں کے لوگوں کو اُن حروف اور الفاظ کا بولنا ایک مصیبت ہے

اختیار کامل اور خاص کا مظہر ہے۔ بایں ہمہ فیضان اخص سے اُن کامل انسانوں کو اسی زندگی میں کچھ حصّہ پہنچتا ہے کہ جو سچائی کی راہ پر کامل طور پر قدم مارتے ہیں اور اپنے نفس کے ارادوں اور خواہشوں سے الگ ہو کر بکلی خدا کی طرف جھک جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ مرنے سے پہلے مرتے ہیں اور اگرچہ بظاہر صورت اس عالم میں ہیں لیکن درحقیقت وہ دوسرے عالم میں سکونت رکھتے ہیں۔ پس چونکہ وہ اپنے دل کو اس دُنیا کے اسباب سے منقطع کر لیتے ہیں اور عادات بشریت کو توڑ کر اور یکبارگی غیر اللہ سے منہ پھیر کر وہ طریق جو خارق عادت ہے اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے خداوند کریم بھی ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہے اور بطور خارق عادت ان پر اپنے وہ انوار خاصہ ظاہر کرتا ہے کہ جو دوسروں پر بجز مرنے کے ظاہر نہیں ہو سکتے۔ غرض بباعث امور متذکرہ بالا وہ اس عالم میں بھی فیضان اخص سے کچھ حصّہ پا لیتے ہیں اور یہ فیضان ہر یک فیض سے خاص تر اور خارق تمام فیضانوں کا ہے اور اس کو پانے والا سعادت عظمیٰ کو پہنچ جاتا ہے اور خوشحالی دائمی کو پا لیتا ہے جو تمام خوشیوں کا سرچشمہ ہے اور جو شخص اس سے محروم رہا۔ وہ ہمیشہ کے دوزخ میں پڑا۔ اسی فیضان کے رو سے خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنا نام مالک یوم الدین بیان فرمایا ہے۔ دین کے لفظ پر الف لام لانے سے یہ غرض ہے کہ تا یہ بات ظاہر ہو کہ جزا سے مراد وہ کامل جزا ہے جس کی تفصیل قرآن مجید میں مندرج ہے اور وہ کامل جزا بجز تجلی مالکیت تامہ کے کہ جو عدم فیضان اسباب کو مستلزم ہے

علاج لکھا ہے۔ مذاہب باطلہ کے ہر ایک وہم کو مٹایا ہے۔ ہر ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔ کوئی صداقت نہیں جس کو بیان نہیں کیا۔ کوئی فرقہ ضالہ نہیں جس کا رد نہیں لکھا۔ اور پھر کمال یہ کہ کوئی کلمہ نہیں کہ بلاضرورت لکھا ہو اور کوئی بات نہیں کہ بے موقع بیان کی ہو۔

پس کیونکر ممکن تھا کہ حکیم مطلق صرف ایک ہی بولی سے پیار کرکے قاعدہ وضع الشیٔ فی موضعہٖ کی رعایت نہ کرتا۔ اور طبائع مختلفہ کے لئے جو مصلحت عامہ تھی اس کو ترک کر دیتا۔ کیا مناسب تھا کہ وہ جدا جدا طبیعتوں کے لوگوں کو ایک ہی بولی کے (ص ۴۶۱) تنگ پنجرہ میں قید کر دیتا۔ علاوہ اس کے انواع واقسام کی بولیوں کے بنانے میں

ظہور میں نہیں آسکتی۔ چنانچہ اسی کی طرف دوسری جگہ بھی اشارہ فرما کر کہا ہے۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ[1]۔ یعنے اس دن ربوبیت الٰہیہ بغیر توسط اسباب عادیہ کے اپنی تجلی آپ دکھائے گی۔ اور یہی مشہود اور محسوس ہوگا کہ بجز قوت عظمیٰ اور قدرت کاملہ حضرت باری تعالیٰ کے اور سب ہیچ ہیں۔ تب سارا آرام وسرور اور سب جزا اور پاداش بنظر صاف وصریح خدا ہی کی طرف سے دکھلائی دیگا اور کوئی پردہ اور حجاب درمیان نہیں رہیگا۔ اور کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہے گی۔ تب جنہوں نے اسکے لئے اپنے تئیں منقطع کر لیا تھا۔ وہ اپنے تئیں ایک کامل سعادت میں دیکھیں گے کہ جو انکے جسم اور جان اور ظاہر اور باطن پر محیط ہو جائے گی۔ اور کوئی حصہ وجود انکے کا ایسا نہیں ہوگا کہ جو اس سعادت عظمیٰ کے پانے سے بے نصیب رہا ہو۔ اور اس جگہ (ص ۴۶۲) مالک یوم الدین کے لفظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس روز راحت یا عذاب اور لذت یا درد جو کچھ بنی آدم کو پہنچے گا۔ اس کا اصل موجب خدائے تعالیٰ کی ذات ہوگی اور مالک مجازات کا حقیقی طور پر وہی ہوگا یعنے اس کا وصل یا فصل سعادت ابدی یا شقاوت ابدی کا موجب ٹھہرے گا۔ اس طرح پر کہ جو لوگ اس کی ذات پر ایمان لائے تھے اور توحید اختیار کی تھی۔ اور اس کی خالص محبت سے اپنے دلوں کو رنگین کر لیا تھا۔ ان پر انوار رحمت اس کی

اور کوئی لفظ نہیں کہ لغو طور پر تحریر پایا ہو۔ اور پھر با وصف التزام ان سب امور کے فصاحت کا وہ مرتبہ کامل دکھلایا جس سے زیادہ تر متصور نہیں۔ اور بلاغت کو اس کمال (ص ۴۶۳) تک پہنچایا کہ کمال حسن ترتیب اور موجز اور مدلل بیان سے علم اولین اور آخرین ایک

[1] المؤمن : ۱۷

خداوند تعالیٰ کی زیادت قدرت ثابت ہوتی ہے۔ اور عاجز بندوں کا مختلف زبانوں میں اس کی تعریف کرنا عبودیت کے بازار کی ایک رونق ہے۔

تمہید چہارم۔ خداوند تعالیٰ کے تمام مصنوعات پر نظر کرنے سے یہ

ذات کامل کے صاف اور راستبازی کے طور پر نازل ہوں گے۔ اور جن کو ایمان اور محبت الٰہیہ حاصل نہیں ہوتی۔ وہ اس لذت اور راحت سے محروم رہیں گے اور عذاب الیم میں جس کا ہم جا بجا بیان کر چکے ہیں حصہ اربعہ میں کہیں کہیں ہم نے تفصیل وار لکھ دیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ صفت رحمان کو صفت رحیم پر مقدم رکھنا نہایت ضروری اور مقتضائے بلاغت کا امر ہے کیونکہ صحیفہ قدرت پر جب نظر ڈالی جائے تو پہلے پہل خدائے تعالیٰ کی عام ربوبیت پر نظر پڑتی ہے۔ پھر اس کی رحمانیت پر۔ پھر اس کی رحیمیت پر۔ پھر اس کے مالک یوم الدین ہونے پر اور کمال بلاغت اسی کا نام ہے کہ جو صحیفہ فطرت میں ترتیب ہو۔ وہی ترتیب صحیفہ الہام میں بھی ملحوظ رہے کیونکہ کلام میں ترتیب قدرتی کا منقلب کرنا گویا قانون قدرت کو منقلب کرنا ہے اور نظام طبعی کو الٹا دینا ہے کلام بلیغ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ نظام کلام کا نظام طبعی کے ایسا مطابق ہو کہ گویا اسی کی عکسی تصویر ہو۔ اور جو امر طبعاً اور وقوعاً مقدم ہو۔ اس کو وضعاً بھی مقدم رکھا جائے۔ سو آیت موصوفہ میں یہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے کہ باوجود کمال فصاحت اور خوش بیانی کے وہ قدرتی ترتیب کا نقشہ کھینچ کر دکھلا دیا ہے اور وہی طرز بیان اختیار کی ہے جو کہ ہر یک صاحب نظر کو نظام عالم میں بدیہی طور پر نظر آرہی ہے۔ کیا یہ نہایت سیدھا
راستہ نہیں ہے کہ جس ترتیب سے خدا نے اپنی صحیفہ فطرت میں افعال کئے ہیں۔ اسی ترتیب سے ۴۴۲
صحیفہ الہام میں بھی واقع ہوں۔ سو یہی عمدہ اور پُرحکمت ترتیب پر اعتراض کرنا حقیقت

ایک چھوٹی سی کتاب میں بھر دیا۔ تا کہ انسان جس کی عمر تھوڑی اور کام بہت ہیں بے شمار دردسر سے چھوٹ جائے۔ اور تا اسلام کو اس بلاغت سے اشاعت مسائل میں مدد پہنچے۔ اور حفظ کرنا اور یاد رکھنا آسان ہو۔ اب بمقابلہ اس فصاحت و بلاغت کے

۲۴۴ افضل ثابت ہوتا ہے کہ عجائب اور غرائب اُس نے اپنے مصنوعات میں رکھے ہیں۔ وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو عام فہم ہیں۔ مثلاً سارے لوگ جانتے ہیں کہ انسان کی دو آنکھ اور دو کان ایک ناک اور دو پاؤں وغیرہ اعضا ہیں۔ یہ تو وہ امور ہیں کہ جو نظر سرسری سے معلوم ہوتے ہیں۔ دُوسرے وہ امور ہیں جن میں دقّتِ نظر

میں اِنھیں اندھوں کا کام ہے جن کی بصیرت اور بصارت دونوں یکبارگی جاتی رہی ہیں۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ؛ عیب نماید ہنرش در نظر

اب ہم پھر تقریر کو دوہرا کر اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں ربّ العالمین کی صفت سے لیکر مالک یوم الدین تک بیان فرمایا ہے یہ حسب تصریحات قرآن شریف چار عالیشان صداقتیں ہیں جن کا اجمالی طور پر بیان کرنا قرین مصلحت ہے۔ پہلی صداقت یہ کہ خدائے تعالیٰ ربّ العالمین ہے یعنی عالم کے اشیا میں سے جو کچھ موجود ہے سب کا ربّ اور مالک خدا ہے۔ اور جو کچھ عالم میں نمودار ہو چکا ہے اور دیکھا جاتا ہے یا ٹٹولا جاتا ہے یا عقل اس پر محیط ہو سکتی ہے وہ سب چیزیں مخلوق ہی ہیں اور ہستی حقیقی بجز ایک ذاتِ حضرت باری تعالیٰ کے اور کسی چیز کے لئے حاصل نہیں۔ غرض عالم بجمیع اجزائہٖ مخلوق اور خدا کی پیدائش ہے اور کوئی چیز اجزاء عالم میں سے ایسی نہیں کہ جو خدا کی پیدائش نہ ہو۔ اور خدائے تعالیٰ اپنی ربوبیت تامہ کے ساتھ عالم کے ذرّہ ذرّہ پر متصرّف اور حکمران ہے۔ اور اس کی ربوبیت ہر وقت کام میں لگی ہوئی ہے۔ یہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ دُنیا کو بنا کر اس کے انتظام سے الگ ہو بیٹھا ہے۔ اور اسے نیچر کے قاعدہ کے ایسا سپرد کیا ہے کہ خود کسی کام میں دخل بھی نہیں دیتا۔ اور جیسے کوئی کل بعد بنائے جانے کے پھر بنانے والے سے بے علاقہ ہو جاتی

۴۲۴ انسانوں کی کتابوں کو دیکھنا چاہیئے کیونکہ وہ جھوٹ اور جہل اور بیہودگی سے بھری ہوئی ہیں اور کیونکر غیر ضروری اور فضول طور پر ان کی عبارتیں لکھی گئی ہیں۔ اور ان کو ہرگز میسر نہیں آیا کہ الفاظ کو معانی مقصودہ کے تابع کریں۔ بلکہ ان کے معانی الفاظ کے پیچھے بھٹکتے پھرتے

دَرکار ہے۔ مثلاً آنکھ کی وہ ترکیب جس کے ذریعہ سے دونوں آنکھیں شے واحد کی طرح بالاتفاق کام کرتی ہیں اور ہر یک چھوٹی بڑی چیز کو دیکھ سکتے ہیں۔ یا کانوں کی بناوٹ کی وہ طرز جس سے وہ مختلف آوازوں کو بہ حیثیت اختلاف سُن سکتے ہیں۔ یہ وہ اُمور ہیں جو سرسری نظر سے دریافت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جو لوگ ماہر فن طبعی و طبابت

ہے۔ ایسا ہی مصنوعات صانع حقیقی سے بے علاقہ ہیں۔ بلکہ وہ ربّ العالمین اپنی ربوبیت تامہ کی آب پاشی ہر وقت برابر تمام عالم پر کر رہا ہے۔ اور اس کی ربوبیت کا مینہ بالاتصال تمام عالم پر نازل ہو رہا ہے۔ اور کوئی ایسا وقت نہیں کہ اس کے رشح فیض سے خالی ہو۔ بلکہ عالم کے بنانے کے بعد بھی اس مبدء فیوض کی فی الحقیقت بلا ایک ذرا تفاوت کے ایسی ہی حاجت ہے کہ گویا ابھی تک اس نے کچھ بھی نہیں بنایا۔ اور جیسا دنیا اپنے وجود اور نمود کے لئے اس کی ربوبیت کی محتاج تھی۔ ویسا ہی اپنے بقا اور قیام کے لئے اس کی ربوبیت کی حاجتمند ہے وہی ہے جو ہر دم دنیا کو سنبھالے ہوئے ہے اور دنیا کا ہر ذرہ اسی سے تر و تازہ ہے اور وہ اپنی مرضی اور ارادہ کے موافق ہر چیز کی ربوبیت کر رہا ہے۔ یہ نہیں کہ بلا ارادہ کسی شے کے ربوبیت کا موجب ہو۔ غرض آیات قرآنی کی رُو سے جن کا خلاصہ ہم بیان کر رہے ہیں۔ اس صداقت کا یہ منشا ہے کہ ہر یک چیز کہ جو عالم میں پائی جاتی ہے۔ وہ مخلوق ہے۔ اور اپنے تمام کمالات اور اپنے تمام حالات اور اپنے تمام اوقات میں خدائے تعالیٰ کی ربوبیت کی محتاج ہے۔ اور کوئی روحانی یا جسمانی ایسا کمال نہیں ہے جس کو کوئی مخلوق خود بخود اور بغیر ارادہ خاص اس متصرف مطلق کے حاصل کر سکتا ہو۔ اور نیز حسب تشریح اسی کلام پاک کے اس صداقت اور ایسا ہی دوسری

ہیں۔ اور رعایت حق اور حکمت اور ضرورت و مصلحت سے بکلی عاری اور خالی ہیں۔ اور جب انہوں نے صداقت یا ضرورت حقّہ کے التزام کو چھوڑ دیا۔ اور بیہودہ لغو میں جھوٹ بولنا یا بیہودہ گوئی اختیار کرنا۔ یا لغو اور غیر ضروری طور پر الفاظ کو منہ سے نکالنا۔

۲۴۳ ہیں۔ انہوں نے زمانہ دراز تک تدبّر اور تفکّر کر کے ان صداقتوں کو دریافت کیا ہے اور ابھی صدہا دقائق اور حقائق ترکیبِ انسان کے ایسے بھی مخفی ہیں جن پر کسی حکیم کا ذہن آج تک محیط نہیں ہوا۔ اور کچھ شک نہیں کہ ان دقائق اور حقائق سے اعلیٰ غرض یہی ہے کہ انسان اس حکیم علی الاطلاق کی قدرتِ کاملہ کا اعتراف کرے

صداقتیں ہیں یہ معنے بھی طرز ہی ہیں کہ ربّ العالمین وغیرہ صفتیں جو خدائے تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں یہ اسی کی ذاتِ واحد لاشریک سے خاص ہیں اور کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں۔ جیسا کہ اس سورۃ کے پہلے فقرہ میں یعنے الحمد للہ میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ تمام محامد خدا ہی سے خاص ہیں۔ دوسری صداقت رحمٰن ہے کہ جو بعد ربّ العالمین بیان فرمایا گیا اور رحمٰن کے معنے جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں یہ ہیں کہ جس قدر جاندار ہیں خواہ ذی شعور اور خواہ غیر ذی شعور اور
۲۴۸ خواہ نیک اور خواہ بد۔ ان سب کے قیام اور بقاء وجود اور بقاءِ نوع کیلئے اور ان کی تکمیل کے لئے خدائے تعالیٰ نے اپنی رحمتِ عامہ کے رو سے ہر یک قسم کے اسبابِ مطلوبہ میسر کر رکھے ہیں اور ہمیشہ میسر کرتا رہتا ہے اور یہ عطیّہ محض ہے کہ جو کسی عامل کے عمل پر موقوف نہیں۔ تیسری صداقت رحیم ہے کہ جو بعد رحمٰن کے مذکور ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ خدائے تعالیٰ سعی کرنے والوں کی سعی پر بمقتضائے رحمتِ خاصہ ثمراتِ حسنہ مترتب کرتا ہے۔ توبہ کرنے والوں کے گناہ بخشتا ہے۔ مانگنے والوں کو دیتا ہے۔ کھٹکھٹانے والوں کیلئے کھولتا ہے۔ چوتھی صداقت جو سورۃ فاتحہ میں مندرج ہے۔ مالک یوم الدین ہے یعنی بالکل وکامل جزا سزا کہ جو ہر یک قسم کے اتفاق و ابتلا اور توسط اسبابِ مختلفہ الغرض سے منزّہ ہے اور ہر یک کدورت اور کثافت اور شک اور شبہ اور نقصان سے پاک ہے۔ اور تجلیاتِ عظمیٰ کا مظہر

۲۴۳ اختیار کر لیا۔ تو پھر ان کو قرآن شریف کی بلاغت سے کیا نسبت۔ اور اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ چونکہ قرآنی فصاحت بلاغت فضول طریقوں سے بکلّی پاک اور منزّہ ہے۔ پس اس صورت میں حکیمِ مطلق کی شانِ مقدس سے بالکل دُور تھا کہ وہ فضول گو شاعروں

جس نے اس کی پیدائش میں ایسے عجائب غرائب کام کئے ہیں لیکن اس جگہ کوئی
بے سمجھ آدمی یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ خدا نے اس کلام کو جس کی غرض معرفتِ الٰہی تھی۔ ۳۸۴
ایسا ادق اور باریک کیوں بنایا۔ جس کی سمجھ کے لئے ایک زمانہ دراز تک

ہے۔ اُن کا مالک بھی وہی اللہ قادر مطلق ہے اور وہ اس بات سے ہرگز عاجز نہیں کہ اپنے کامل جزا کو
جو اِن کی طرح روشن ہے ظہور میں لاوے۔ اور اس صداقت عظمیٰ کے ظاہر کرنے سے حضرت
احدیت کا یہ مطلب ہے کہ تا ہر یک نفس پر بطور حق الیقین امور مفصلہ ذیل کھل جائیں۔ اوّل یہ
امر کہ جزا سزا ایک واقعی اور یقینی امر ہے کہ جو مالک حقیقی کی طرف سے اور اُسی کے ارادہ خاص سے
بندوں پر وارد ہوتا ہے اور ایسا کھل جانا دُنیا میں ممکن نہیں کیونکہ اس عالم میں یہ بات
عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتی کہ جو کچھ خیر و شر و راحت و رنج پہنچ رہا ہے وہ کیوں پہنچ رہا ہے
اور کس کے حکم و اختیار سے پہنچ رہا ہے اور کسی کو ان میں سے یہ آواز نہیں آتی کہ وہ اپنی
جزا پا رہا ہے۔ اور کسی پر بطور مشہود و محسوس منکشف نہیں ہوتا کہ جو کچھ وہ بھگت رہا ہے
حقیقت میں وہ اُس کے عملوں کا بدلہ ہے۔ دوسرے اس صداقت میں اس امر کا کھولنا مطلوب ۳۸۵
ہے کہ اسباب عادیہ کچھ چیز نہیں ہیں اور فاعل حقیقی خدا ہے اور وہی ایک ذات عظمیٰ ہے کہ جو
جمیع فیوض کا مبدء اور ہر یک جزا سزا کا مالک ہے۔ تیسرے اس صداقت میں اس بات
کا ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ سعادت عظمیٰ اور شقاوت عظمیٰ کیا چیز ہے یعنے سعادت عظمیٰ وہ
فوز عظیم کی حالت ہے کہ جب نور اور سرور اور لذت اور راحت انسان کے تمام ظاہر و
باطن اور تن اور جان پر محیط ہوجائے اور کوئی عضو اور قوت اُس سے باہر نہ رہے۔
اور شقاوت عظمیٰ وہ عذاب الیم ہے کہ جو بباعث نافرمانی اور ناپاکی اور بُعد

کی طرح بے نقط یا بانقط عبارت میں اپنا کلام نازل کرتا۔ کیونکہ یہ سب لغو حرکتیں ہیں۔
جن میں کچھ بھی فائدہ نہیں۔ اور حکیم مطلق کی شان اس سے بلند و برتر ہے کہ کوئی لغو
حرکت اختیار کرے۔ جس صورت میں اُس نے آپ ہی فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْنَ ھُمْ ۳۸۶

فکر اور نظر کی ورزش بیکار ہے۔ اور پھر بھی یہ توقع نہیں کہ تمام اسرار حکمیہ باستیفاء تمام حاصل ہوجائیں گے۔ اور اسی دقت کے باعث سے اب تک انسان کو گویا
٣٨١ دریا میں سے ایک قطرہ بھی حاصل نہیں ہوا۔ چاہیئے تھا کہ سب عجائب اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور دوری کے دنوں سے منتقل ہوکر بدنوں پر مستولی ہوجائے اور تمام جو دقائق روح کے مستقر معلوم ہو۔ اور یہ تجلیات عقلی اس عالم میں ظاہر نہیں ہوسکتیں کیونکہ اس تنگ اور منقبض اور مکدر عالم کو بوجہ روپوشی اسباب ہونے کے ایک ناقص حالت میں پڑا ہے۔ ان کے ظہور کی برداشت نہیں بلکہ اس عالم پر ہنوز نور اور ظلمت کی کشاکش غالب ہے۔ اور اس کی راحت اور رنج دونوں ناپائدار اور ناقص ہیں۔ اور نیز اس عالم میں جو کچھ انسان پر وارد ہوتا ہے۔ وہ زیر پردہ اسباب ہے جس سے مالک الجزاء کا چہرہ محجوب اور مکتوم ہو رہا ہے۔ اس لئے یہ خالص اور کامل اور منکشف طور پر یوم الجزاء نہیں ہوسکتا۔ بلکہ خالص اور کامل اور منکشف طور پر یوم الدین یعنی یوم الجزاء وہ عالم ہوگا کہ جو اس عالم کے ختم ہونے کے بعد آئے گا۔ اور وہی عالم تجلیات عقلی مظہر اور جلال اور جمال کے پورے ظہور کی جگہ ہے۔ اور یاد رہے کہ یہ عالم دنیوی اپنی اصل وضع کے رو سے دارالجزاء نہیں بلکہ دارالابتلا ہے۔ اس لئے جو کچھ عسر و یسر و راحت و تکلیف اور غم اور خوشی اس عالم میں
٣٨٢ لوگوں پر وارد ہوتی ہے۔ اس کو خدائے تعالیٰ کے لطف یا قہر پر دلالت قطعی نہیں۔ مثلاً کسی کا دولتمند ہوجانا اس بات پر دلالت قطعی نہیں کرتا کہ خدائے تعالیٰ اس پر خوش ہے۔ اور نہ کسی کا مفلس اور نادار ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ اس پر ناراض ہے۔ بلکہ یہ دونوں طور کے ابتلا ہیں۔ تا دولتمند کو اس کی دولت میں اور مفلس کو اس کی مفلسی میں جانچا جائے۔ یہ چار صداقتیں ہیں جن کا قرآن شریف میں مفصل بیان موجود ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ[1] یعنے ایماندار وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنا وقت بیہودہ کاموں میں نہیں کھوتے۔ تو پھر آپ ہی کیونکر بیہودہ کام کرتا جس حالت میں
٣٨٣ اپنی کتاب کی اس نے یہ تعریف کی ہے کہ اس کی شان میں فرمایا ہے وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ[2]

[1] المؤمنون: ۴ [2] یٰسٓ: ۲

خواص واضح ہوتے۔ تا کہ جس غرض کے لئے حکیم مطلق نے بدن انسان میں موضوع کئے تھے وہ غرض حاصل ہو جاتی۔ سو اس وہم کا جواب اور اسی قسم کے اور وہموں کا جواب جو مصنوعات الٰہیہ کے عجائبات اور خواص دقیقہ اور مخفیہ کی نسبت کسی کے دل میں خلجان کریں۔ یہ ہے کہ بلاشبہ خدا کا اپنے تمام

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

اور قرآن شریف کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ ان صداقتوں کی تفصیل میں آیات قرآنی ایک دریا کی طرح بہتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ اور اگر ہم اس جگہ مفصل طور پر ان تمام آیات کو لکھتے تو بہت سے اجزاء کتاب کے اسی میں خرچ ہو جاتے۔ سو ہم نے اس لحاظ سے کہ انشاء اللہ عنقریب براہین قرآنی کے موقعہ پر وہ تمام آیات بہ تفصیل لکھے جائیں گے۔ ان تمہیدی مباحث میں صرف سورۃ فاتحہ کے قول و دلی کلمات پر کفایت کی۔

اب بعد اس کے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ چاروں صداقتیں کہ جو بقید التحقیقات اور بغیر الصدق ایسے اعلیٰ اور اجلیٰ درجہ کے ہیں کہ یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور فرمانے کے وقت یہ چاروں صداقتیں گم ہو چکی تھیں اور کوئی قوم روئے زمین پر ایسی موجود نہیں تھی کہ جو بغیر آمیزش افراط یا تفریط کے ان صداقتوں کی پابند ہو۔ پھر جب قرآن شریف نازل ہوا۔ تو اس کلام مقدس نے نئے سرے ان گمشدہ صداقتوں کو زاویہ گمنامی سے باہر نکالا۔ اور گمراہوں کو ان کے حقانی وجود سے اطلاع دی اور دنیا میں ان کو پھیلایا۔ اور ایک عالم کو ان کے نور سے منور کیا۔ لیکن اس بات کے ثبوت کے لئے کہ کیونکر تمام قومیں ان صداقتوں سے بےخبر اور ناواقف محض تھیں۔ یہی ایک کافی دلیل ہے کہ اب بھی دنیا میں کوئی قوم بجز دین حق اسلام کی ٹھیک ٹھیک اور کامل طور پر ۲۵۸

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ [1] یعنی قرآنی حکمت پر یہ ہے۔ باطل کو اس کے آگے پیچھے سے ہرگز نہیں۔ تو اس صورت میں وہ کیونکر آپ ہی باطل کو اس میں بھر دیتا یا اس کلام کے لئے تو شیخی جیسا ہی کوئی نادان فضول گو چاہیے۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ [2]۔ ۲۵۹

[1] حٰمٓ السجدۃ: ۴۳ [2] النور: ۲۷

مصنوعات میں اور ہر یک چیز میں جو اُس کی طرف سے صادر ہو۔ قانونِ قدرت یہی ہے کہ اُس نے عجائبات بدیہیہ پر کفایت نہیں کی بلکہ ہر یک چیز میں (جو اُس کے دستِ قدرت سے ظہور پذیر ہے) عجائبات دقیقہ بھی (جو نہایت گہرے اور عمیق ہیں) مخفی رکھے ہیں۔ مگر خدا کے اس کلام کو عبث اور بے سُود سمجھنا سراسر نادانی ہے۔

ان صداقتوں پر قائم نہیں اور جو شخص کسی ایسی قوم کے وجود کا دعویٰ کرے تو بارِ ثبوت اُسی کے ذمہ ہے۔ ماسوا اس کے قرآنی شہادت کہ جو ہر یک دوست و دشمن میں شائع ہونے کی وجہ سے ہر یک مخاصم پر حجت ہے اس بات کے لئے ثبوت کافی ہے اور وہ شہادتیں جابجا قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ اور خود کسی تاریخ دان اور واقف حقیقت کو اس سے انکار نہیں ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت تک ہر یک قوم کی ضلالت اور گمراہی کمال کے درجہ تک پہنچ چکی تھی اور کسی صداقت پر کامل طور پر ان کا قیام نہیں رہا تھا۔ چنانچہ اگر اوّل یہودیوں ہی کے حال پر نظر کریں تو ظاہر ہوگا کہ انکو خدائے تعالیٰ کی ربوبیت تامّہ میں بہت سے شک اور شبہات پیدا ہوگئے تھے اور انہوں نے ایک ذات رب العالمین پر کفایت نہ کر کے صدہا ارباب متفرقہ اپنے لئے بنا رکھے تھے یعنی مخلوق پرستی اور دیوتا پرستی کا بغایت درجہ اُن میں بازار گرم تھا۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ حال قرآن شریف میں بیان کر کے فرمایا ہے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[1]۔ یعنی یہودیوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو کہ جو مخلوق اور غیر خدا ہیں اپنے رب اور قاضی الحاجات ٹھہرا رکھے ہیں۔ اور نیز اکثر دولتمند یہودیوں میں سے بعض نیچریوں کی طرح یہ اعتقاد ہوگیا تھا کہ انتظام دنیا کا قوانین منضبطہ معینہ پر چل رہا ہے۔

وَالطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ[2] خدا کے کلام کو اس طرح پر بے نقط سمجھنا چاہیئے کہ وہ لغو اور جھوٹ اور بیہودہ گوئی کے نقطوں سے منزہ اور معرا ہے اور اُس کی فصاحت بلاغت وہ بے بہا جوہر ہے جس سے دُنیا کو فائدہ پہنچتا ہے۔ روحانی بیماریوں سے

[1] توبہ : ۳۱ [2] نور : ۲۷

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

جاننا چاہیئے کہ خدا نے انسان کو دوسرے حیوانات کی طرح اس وضع فطرت پر پیدا نہیں کیا۔ کہ اس کا علم چند بدیہی اور محسوس باتوں میں محصور اور محدود رہے۔ بلکہ اس کو یہ استعداد بخشی ہے کہ وہ نظر اور فکر سے غیر متناہی علوم میں ترقیات کرتا رہے۔ اور اسی غرض سے اس کو عقل کا گوہر شب چراغ جو دوسرے حیوانات

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

اور اس قانون میں محکم بند تصرف کرنے سے خدائے تعالیٰ قاصر اور عاجز ہے۔ گویا اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں نہ اس قاعدہ کے برخلاف کچھ ایجاد کر سکتا ہے اور نہ فنا کر سکتا ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ اس نے اس عالم کا ایک خاص طور پر شیرازہ باندھ کر اس کی پیدائش سے فراغت پالی ہے تب سے یہ کل اپنے ہی پرزوں کی صلاحیت کی وجہ سے خودبخود چل رہی ہے اور رب العالمین کسی قسم کا تصرف اور دخل اس کل کے چلنے میں نہیں رکھتا اور نہ اس کو اختیار ہے کہ اپنی مرضی کے موافق اور اپنی خوشنودی یا ناخوشنودی کے رو سے اپنی ربوبیت کو بتفاوت مراتب ظاہر کرے یا اپنے ارادہ خاص سے کسی طور کا تغیر اور تبدیل کرے۔ بلکہ یہودی لوگ خدائے تعالیٰ کو جسمانی اور مجسم قرار دے کر عالم جسمانی کی طرح اور اس کا ایک جز سمجھتے ہیں۔ اور ان کی نظر ناقص میں یہ سمایا ہوا ہے کہ بہت سی باتیں کہ جو مخلوق پر جائز ہیں وہ خدا پر بھی جائز ہیں۔ اور اس کو من کل الوجوہ منزہ خیال نہیں کرتے۔ اور ان کی توریت میں جو محرف اور مبدل ہے خدائے تعالیٰ کی نسبت کئی طرح کی بے ادبیاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ پیدائش کے ۳۲ باب میں لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ یعقوب سے تمام رات صبح تک کشتی لڑا کیا۔ اور اس پر غالب نہ ہوا۔ اسی طرح برخلاف اس اصول کے کہ خدائے تعالیٰ ہر یک ما فی العالم کا رب ہے۔ بعض مردوں کو انہوں نے خدا کے بیٹے قرار دے رکھا ہے۔ اور کسی جگہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

شفا حاصل ہوتی ہے۔ حقائق اور دقائق کا جاننا حق کے طالبوں پر آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کا فصیح کلام معارف حقہ کو کمال دیانت سے کمال ترتیب سے کمال صفائی اور خوش بیانی سے لکھتا ہے اور وہ طریق اختیار کرتا ہے جس سے دلوں پر

ص۴۲۸ کو نہیں ملا حاصل ہوا ظاہر ہے کہ اگر یہ تمام عجائب غرائب الٰہی بدیہی طور پر واضح
اور لائح ہوتے جن میں نظر اور فکر کی کچھ بھی حاجت نہ ہوتی تو پھر انسان جس کا
کمال اس کی قوت نظریہ کی تکمیل پر موقوف ہے۔ کن چیزوں میں نظر اور فکر کرتا۔
اور اگر نظر اور فکر نہ کرتا تو پھر کیونکر اپنے کمال کو پہنچتا۔ سو چونکہ تمام انسانیت

عورتوں کو خدا کی بیٹیاں لکھا گیا ہے اور کسی جگہ انجیل میں یہ بھی فرما دیا ہے کہ تم سب خدا ہی ہو۔
اور سچ تو یہ ہے کہ عیسائیوں نے بھی انہیں تعلیموں سے مخلوق پرستی کا سبق سیکھا ہے کیونکہ
جب عیسائیوں نے معلوم کیا کہ بائیبل کی تعلیم بہت سے لوگوں کو خدا کے بیٹے اور خدا کی
بیٹیاں بلکہ خدا ہی بناتی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آؤ ہم بھی اپنے ابن مریم کو انہیں میں داخل
کریں تا وہ دوسرے بیٹوں سے کم نہ رہ جائے۔ اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے قرآن
ص۴۲۹ شریف میں فرمایا ہے کہ عیسائیوں نے ابن مریم کو ابن اللہ بنا کر کوئی نئی بات نہیں نکالی بلکہ
پہلے بے ایمانوں اور مشرکوں کے قدم پر قدم مارا ہے۔ غرض حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں یہودیوں کی یہ حالت تھی کہ مخلوق پرستی بدرجۂ غایت اُن پر غالب تھی
اور عقائد حقہ سے بہت دور جا پڑے تھے یہاں تک کہ بعض اُن کے ہندوؤں کی طرح
تناسخ کے بھی قائل تھے اور بعض جزا سزا کے قطعی منکر تھے۔ اور بعض مجازات کو صرف
دنیا میں محصور سمجھتے تھے اور قیامت کے قائل نہ تھے۔ اور بعض یونانیوں کے نقش قدم پر
چل کر مادہ اور روحوں کو قدیم اور غیر مخلوق خیال کرتے تھے۔ اور بعض دہریوں کی طرح
روح کو فانی سمجھتے تھے اور بعض کا فلسفیوں کی طرح یہ مذہب تھا کہ خدائے تعالیٰ
رب العالمین اور مدبر بالارادہ نہیں ہے۔ غرض مجذوم کے بدن کی طرح تمام

اعلیٰ درجہ کا اثر پڑے اور تھوڑی عبارت میں وہ علوم الٰہیہ سما جائیں جن پر دنیا کی
وسیلہ سے کسی کتاب یا دفتر نے احاطہ نہیں کیا۔ یہی حقیقی فصاحت بلاغت ہے جو
تکمیلِ نفسِ انسانی کے لئے ممد و معاون ہے جس کے ذریعہ سے حق کے طالب

انسان کے استعمال قوّت نظریّہ سے وابستہ ہے۔ اِس لئے اُس حکیم مطلق نے اکثر دقائق اور حقائق کو ایسے طور پر مخفی رکھا ہے کہ جب تک انسان اپنی خداداد قوّت کو بکمال اجتہاد استعمال میں نہ لاوے۔ ان دقائق کا انکشاف نہیں ہوتا۔ اس حکیم مطلق کا یہ ارادہ ہے کہ ترقی کرنے کا راستہ کھلا رہے اور جن سعادتوں کے لئے

خیالات اُنکے فاسد ہو گئے تھے اور خدائے تعالیٰ کی صفات کاملہ ربوبیت و رحمانیت و رحیمیت اور مالک یوم الدین ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے نہ ان صفتوں کو اسکی ذات سے مخصوص سمجھتے تھے اور نہ ان صفتوں کا کامل طور پر خدائے تعالیٰ میں پایا جانا یقین رکھتے تھے۔ بلکہ بہت سی بدگمانیاں اور بے ایمانیاں اور آلودگیاں اُن کے اعتقادوں میں پھر گئی تھیں اور توریت کی تعلیم کو انہوں نے نہایت بدشکل چیز کی طرح بناکر شرک اور بدی کی بدبو کو پھیلا شروع کر رکھا تھا۔ پس وہ لوگ خدائے تعالیٰ کو جسمانی اور جسم قرار دیتے ہیں اور اسکی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت وغیرہ صفات کے معطل جانتے ہیں اور ان صفتوں میں دوسری چیزوں کو شریک گردانتے میں اکثر مشرکین کے پیشوا اور سابقین اوّلین میں سے ہیں۔

یہ تو یہودیوں کا حال ہوا۔ مگر افسوس کہ عیسائیوں نے تھوڑے ہی دنوں میں اُس سے بدتر اپنا حال بنالیا۔ اور مذکورہ بالا صداقتوں میں سے کسی صداقت پر قائم

کمالِ مطلوب تک پہنچتے ہیں۔ اور یہی وہ صفتِ ربّانی ہے جس کا انجام پذیر ہونا بجز الٰہی طاقت اور اس کے علم وسیع کے ممکن نہیں۔ خدائے تعالیٰ اپنے کلام کے ایک ایک فقرہ کی سچائی کا ذمہ دار ہے اور جو کچھ اسکی تقریر میں واقعہ ہے۔ خواہ وہ اخبار اور آثار گذشتہ ہیں خواہ وہ آئندہ کی خبریں اور پیشگوئیاں ہیں اور خواہ وہ علمی اور دینی صداقتیں ہیں۔ یہ تمام کذب اور ہزل اور بیہودہ گوئی کے داغ سے منزّہ ہیں۔ اور اگر ایک ذرّہ بھی خلاف گوئی یا فضول اور لاف و گزاف ان میں پایا جاوے۔

انسان پیدا کیا گیا ہے۔ اس سعادت تک وہ پہنچ جائے۔ غرض خدا کے جتنے کام
۳۹۱ ہیں۔ وہ صرف موٹی صنعت پر ختم نہیں ہوسکتے۔ بلکہ ان میں جس قدر کھودتے جاؤ۔
زیادہ سے زیادہ باریکیاں نکلتی ہیں۔ پس جبکہ اُن تمام چیزوں کی نسبت جو خدا کی طرف
سے ہیں۔ یہ عام قانون ثابت ہوچکا۔ کہ وہ سب نکات دقیقہ اور اسرار عمیقہ سے پُر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

رہے اور جو خدا کی صفات کاملہ تھیں وہ سب ابن مریم پر غالب ہوگئیں۔ اور انکے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ جمیع ذوی العالم کا رب نہیں ہے بلکہ مسیح اسکی ربوبیت سے باہر ہے بلکہ مسیح آپ ہی رب ہے اور جو کچھ عالم میں پیدا ہوا۔ وہ بزعم باطل اُنکے بطور قاعدہ کلیہ مخلوق اور حادث نہیں بلکہ ابن مریم عالم کے اندر حدوث پاکر اور صریح مخلوق ہوکر پھر غیر مخلوق اور خدا کے برابر بلکہ آپ ہی خدا ہے۔ اور اُسکی عجیب ذات میں ایک ایسا اعجوبہ ہے کہ باوجود حادث ہونے کے قدیم ہے۔ اور باوجود اسکے کہ خود اپنے اقرار سے ایک واجب الوجود کے ماتحت اور اسی کا محکوم ہے۔ مگر پھر بھی آپ ہی واجب الوجود اور آزاد مطلق اور کسی کا ماتحت نہیں۔ اور باوجود اس کے کہ خود اپنے اقرار سے عاجز اور ناتوان ہے۔ مگر پھر بھی عیسائیوں کے بے بنیاد زعم میں قادر مطلق ہے اور عاجز نہیں۔ اور باوجود اس کے کہ خود اپنے

حاشیہ نمبر ۱۱

تو پھر وہ خدا کا کلام ہی نہیں رہتا۔ اسی لئے وہ خود اپنے تمام بیانات کو بپایۂ ثبوت پہنچاتا ہے۔ لیکن کوئی شاعر اس بات کا ذمہ وار نہیں ہوسکتا اور نہ کبھی ہوا کہ اس کا کلام ہر یک قسم کے کذب اور ہزل اور غیر ضروری باتوں سے پاک اور ضروری اور لابدی امور پر احاطہ رکھتا ہے۔ پھر جبکہ شاعروں کی فضول باتوں کو وہ مراتب حاصل نہیں ہیں کہ جو خدائے تعالیٰ کے پاک کلام کو حاصل ہیں اور نہ اس بارے میں شاعر کچھ دم مارسکتے ہیں اور نہ ذمہ وار بنتے ہیں۔ بلکہ اپنے عجز کے آپ ہی اقراری
۳۹۱ ہیں۔ تو کلام الٰہی کے مقابلہ پر اُن کا ناچیز کلام پیش کرنا کیسی سفاہت اور نادانی ہے۔
شاعر تو اگر مر بھی جاویں تو صداقت اور راستی و ضرورت حقہ کا اپنے کلام میں التزام

ہیں۔ تو اسے قانون قدرت کی متابعت سے یہ بھی ہر یک عاقل کو ماننا پڑا کہ خدا کا ۲۹۲
کلام بھی نکات دقیقہ سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اس میں سب سے زیادہ
لعل الف چاہئیے۔ کیونکہ وہ خدا کا کلام ہے۔ اور حکیم مطلق کے علوم قدیم کا
مخزن ہے جس کو خدا نے اس بات کا آلہ بنایا ہے کہ تمام قوانین قدرتیہ جو

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اور سے امور غیبیہ کے بارہ میں نادانی محض ہے یہاں تک کہ قیامت کی بھی خبر نہیں کہ کب آئیگی
مگر پھر بھی نصرانیوں کے فرضی عقیدہ کے رو سے عالم الغیب ہے۔ اور باوجود اس کے کہ خود
اپنے اقرار سے اور نیز صحف انبیاء کی گواہی سے ایک مسکین بندہ ہے۔ مگر پھر بھی حضرات
مسیحیوں کی نظر میں خدا ہے۔ اور باوجود یکہ خود اپنے اقرار سے نیک اور بےگناہ نہیں ہے
مگر پھر بھی عیسائیوں کے خیال میں نیک اور بےگناہ ہے۔ غرض عیسائی قوم بھی ایک عجیب
قوم ہے جنہوں نے ضدین کو جمع کر دکھایا اور تناقض کو جائز سمجھ لیا۔ اور گو اُن کے اعتقاد
کے قائم ہونے سے مسیح کا دروغگو ہونا لازم آیا مگر انہوں نے اپنا اعتقاد کو نہ چھوڑا۔
ایک ذلیل اور عاجز بندہ کو رب العالمین قرار دیا۔ اور رب العالمین پر ہر طرح کی ذلت
اور موت اور درد اور دکھ اور تجسم اور حلول اور تغیر اور تبدل اور حدوث اور تولد کو روا
رکھا ہے۔ نادانوں نے خدا کو بھی ایک کھیل بنالیا ہے۔ عیسائیوں پر کیا حصر ہے ان سے
پہلے کئی عاجز بندے خدا قرار دیئے گئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے رام چندر خدا ہے۔ کوئی کہتا ہے ۲۹۳

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

نہ کرسکیں۔ وہ تو بغیر فضول گوئی کے بول ہی نہیں سکتے۔ اور اُن کی ساری کل فضول اور
جھوٹ پر ہی چلتی ہے۔ اگر جھوٹ نہیں یا فضول گوئی نہیں تو پھر شعر بھی نہیں۔ اگر تم
ان کا فقرہ فقرہ تلاش کرو کہ کس قدر حقائق و دقائق ان میں جمع ہیں۔ کس قدر راستی
اور صداقت کا التزام ہے۔ کس قدر حق اور حکمت پر قیام ہے۔ کس ضرورت حقہ سے وہ
باتیں اُن کے مونہہ سے نکلی ہیں۔ اور کیا کیا اسرار بے مثل و مانند اُن میں لپٹے ہوئے ہیں تو تمہیں
معلوم ہوکہ ان تمام خوبیوں میں سے کوئی بھی خوبی اُن کی مردہ عبارات میں پائی نہیں جاتی۔
اُن کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ جس طرف قافیہ ردیف ملتا نظر آیا۔ اسی طرف جھک

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پائے جاتے ہیں۔ ان کی اصلاح کے لئے امورِ مذکورہ سامان
موجود ہو۔ پس اگر وہ ناقص ہو تو اتنے بڑے کام اس سے کیونکر انصرام ہو سکیں۔ اگر وہ
تمام غلطیوں سے انسان کو پاک نہ کر سکتا تو پھر صرف بعض غلطیوں سے پاک

حاشیہ نمبر ۱۱

نہیں کرشن کی خدائی نسبت تو کیا کہیے۔ اسی طرح کوئی بدھ کو کوئی کسی کو کوئی کسی کو خدا
ٹھہراتا ہے۔ ایسا ہی آخری زمانہ کے ان سادہ لوحوں نے بھی پہلے مشرکوں کی ریس کر کے
ابن مریم کو بھی خدا اور خدا کا فرزند ٹھہرا لیا۔ غرض عیسائی لوگ نہ خداوند حقیقی کو رب العالمین
سمجھتے ہیں نہ اسے رحمان اور رحیم خیال کرتے ہیں اور نہ جزا سزا اس کے ہاتھ میں یقین رکھتے ہیں
بلکہ ان کے گمان میں حقیقی خدا کے وجود سے زمین و آسمان خالی پڑا ہوا ہے اور جو کچھ ہے
ابن مریم ہی ہے۔ اگر رب ہے تو وہی ہے۔ اگر رحمان ہے تو وہی ہے۔ اگر رحیم ہے تو وہی
ہے۔ اگر مالک یوم الدین ہے تو وہی ہے۔ ایسا ہی عام ہندو اور آریہ بھی ان صداقتوں
سے منحرف ہیں۔ کیونکہ ان میں سے جو آریہ ہیں۔ وہ تو خدائے تعالیٰ کو خالق ہی نہیں
سمجھتے اور اپنی روحوں کا رب اس کو قرار نہیں دیتے۔ اور جو اُن میں سے بت پرست

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

گئے ہیں جو مضمون دل کو اچھا لگا وہی جھک ماری۔ نہ حق اور حکمت کی پابندی ہے اور نہ فضول گوئی
سے پرہیز ہے اور نہ یہ خیال ہے کہ اس کلام کے بولنے کے لئے کونسی سخت ضرورت درپیش ہے
اور اس کے ترک کرنے میں کونسا سخت نقصان عائد حال ہے ناحق بے فائدہ فقرہ سے فقرہ ملاتے
ہیں۔ سر کی جگہ پاؤں پاؤں کی جگہ سر لگاتے ہیں۔ سراب کی طرح جھک تو بہت ہے پر حقیقت دیکھو تو
خاک بھی نہیں۔ شعبدہ بازی کی طرح صرف کھیل ہی کھیل۔ اصلیت دیکھو تو کچھ بھی نہیں۔ نادار۔
نالائق اور ناتوان اور گئے گذرے ہیں آنکھیں اندھی اور پیر شکستہ۔ گر ان کی نسبت نہایت
ہی نرمی کیجئے تو یہ کہیے کہ وہ سب ضعیف اور ہیچ ہونے کی وجہ سے عنکبوت کی طرح ہیں اور
ان کے اشعار بیت عنکبوت ہیں۔ ان کی نسبت خدا تعالیٰ نے خوب فرمایا ہے وَالشُّعَرَاءُ
يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ۔ وَاَنَّهُمْ
يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ

کرتا حقیقت میں ایسا تھا کہ گویا منزل تک پہنچانے سے پہلے راستہ میں ہی
چھوڑ دیتا۔ غرض جب خدا کا قانونِ قدرت (ہر یک چیز میں جو اس کی طرف
سے صادر ہے) یہی ثابت ہوا کہ ان سب میں خداوند تعالیٰ نے دقائق حکمیہ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

ہیں وہ صفت ربوبیت کو اس رب العالمین سے خاص نہیں سمجھتے اور تنکیس کر دیا ربوبیت کے
کاروبار میں خدائے تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور بہر دو فریق ۲۹۷
خدائے تعالیٰ کی رحمانیت سے بھی انکاری ہیں اور اپنے دیوتوں سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رحمانیت کی صفت
ہرگز خدائے تعالیٰ میں نہیں پائی جاتی اور جو کچھ دنیا کیلئے خدا نے بنایا ہے یہ خود دنیا کے نیک عملوں کی
وجہ سے خدا کو بنانا پڑا۔ ورنہ پرمیشر خود اپنے ارادہ سے کسی سے نیکی نہیں کر سکتا اور نہ کبھی کی۔ اسی
طرح خدائے تعالیٰ کو کامل طور پر رحیم بھی نہیں سمجھتے کیونکہ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ کوئی گنہگار
خواہ کیسا ہی سچے دل سے توبہ کرے اور خواہ وہ سالہا سال تضرع اور زاری میں اعمالِ صالح
میں مشغول رہے۔ خدا اس کے گناہوں کو جو اس سے صادر ہو چکے ہیں۔ ہرگز نہیں بخشے گا۔
جب تک وہ کئی لاکھ جونوں کو بھگت کر اپنی سزا نہ پالے۔ جب ہی کسی نے ایک گناہ کیا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

یَتَّبِعُہُمُ الْغٰوٗنَ ۔ الخ وغیرہ یعنی شاعروں کے پیچھے وہی لوگ چلتے ہیں جو جاہل ہیں اور حق اور حکمت کا
راستہ چھوڑ دیا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ شاعر تو وہ لوگ ہیں جو قافیہ اور ردیف اور مضمون کی ۲۹۸
تلاش میں ہر یک جنگل میں بھٹکتے پھرتے ہیں حقانی باتوں پر انکا قدم نہیں جمتا اور جو کچھ کہتے ہیں وہ
کرتے نہیں۔ پس وہ ظالم لوگ جو خدا کے حقانی کلام کو شاعروں کے کلام سے تشبیہ دیتے ہیں انہیں عنقریب
معلوم ہوگا کہ کس طرف پھیریں گے۔ اب دانا کو سوچنا چاہیئے کہ کیا اس سے زیادہ تر نا انصافی کوئی اور بھی
ہوگی کہ حقانی کلام کو لغو محض سے تشبیہ دیجائے یا ظلمت کو نور سے برابر ٹھہرایا جائے کیا ایسی کتابیں
اس کتابِ مقدس سے کچھ نسبت رکھتی ہیں جنکے سر پر فضول گوئی کا داغ اور جھوٹ اور بیہودہ گوئی
کا دھبہ اس قدر پھیل گیا ہے جس کو دیکھ کر ہر یک پاک دل آدمی کو نفرت اور کراہت آتی ہے۔
کیا ایسی کتابیں ان صحفِ مطہرہ سے مشابہ کہلا سکیں گی جن کتابوں کا مادہ ہی قدیم سے

لہ الشعراء : ۲۲۵-۲۲۸

۴۹۲ ضرور دیکھتے ہیں صرف موٹی باتوں پر ختم نہیں کیا۔ تو اس تحقیق سے جھوٹ اُن لوگوں کا کھل گیا جن کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا کے کلام میں صرف چند احکام سریع الفہم چاہیئے اور لطائف و دقائق اس میں نہیں چاہیئے اور نیز یہیں سے اس جگہ انہوں نے اپنے اس وہم کے مضبوط کرنے کی غرض سے ایک دلیل بنائی ہوئی ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

پھر نہ وہاں تو یہ کام آوے نہ بندگی نہ خوف الٰہی نہ عشق الٰہی نہ اور کوئی عمل صالح گویا وہ جیتے جی ہی مر گیا۔ اور خدائے تعالیٰ کی رحیمیت سے بکلی نا امید ہو گیا۔ علیٰ ہذا القیاس یہ لوگ یوم الجزاء پر جس کے رُو سے خدائے تعالیٰ مالک یوم الدین کہلاتا ہے صحیح طور پر ایمان نہیں رکھتے اور ان طریقوں سے جو
۴۹۳ بید کے رُو سے انسان اپنی سعادت عظمیٰ تک پہنچتا ہے یا شقاوت عظمیٰ میں پڑتا ہے اس کامل سعادت اور شقاوت کے ظہور سے انکاری ہیں اور نجات اُخروی کو صرف ایک خیال اور وہمی طور پر سمجھتے ہیں بلکہ وہ نجات ابدی کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اور اُن کا مقولہ ہے کہ انسان کو ہمیشہ کے لئے نہ یہاں جگہ آرام ہے اور نہ اُس جگہ۔ اور نیز اُن کے زعم باطل میں دنیا بھی آخرت کی طرح ایک کامل دار الجزاء ہے جس کو دنیا میں بہت سی دولت دی گئی۔ وہ اُس کے نیک عملوں کے عوض میں بلکہ جو کسی پہلے جنم میں اُس نے کئے ہوں گے دی گئی ہے اور اس بات کا مستحق ہو کر

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

حیوانوں کی طرح بگڑا ہوا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اگرچہ تعصب وہ سخت بلا ہے کہ نہ عقل کو
۴۹۴ چھوڑتا ہے اور نہ سمجھ کو۔ اور نہ قوت سامعہ اس سے سلیم رہتی ہے اور نہ قوت باصرہ۔ لیکن انسان کو یہ بھی تو سوچ لینا چاہیئے کہ جن دو چیزوں میں کچھ بھی مشابہت اور مناسبت نہیں۔ اُن کو خواہ نخواہ ایک دوسرے کا شبیہ قرار دینے کا آخری نتیجہ ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے کہ ایسے شخصوں کو دانشمند لوگ پاگل اور دیوانہ کہنے لگتے ہیں۔ اے حضرات عیسائیوں! آپ لوگ ہندوؤں کی چال نہ چلیں۔ آپ لوگوں میں سے قرآن شریف ہی کے اُترنے کے زمانہ میں ایسے نیک سرشت پادری بہت گذرے ہیں جن کے آنسو قرآن شریف کو سُن کر نہیں تھمتے تھے۔ اُن بزرگ قسیسوں کو یاد کرو جن کا ذکر خیر قرآن شریف میں درج ہے وہ جو قرآن مجید کو سُن کر ٹھوڑیوں کے بل گر کر روتے تھے۔ قرآن ہی کی عظمت شان نے اُن سے کفر چھڑوایا۔ تمام کتب الہامیہ پر اپنی فضیلت کا

اور وہ یہ ہے کہ کتب الہامیہ کم عقلوں اور کم فہموں یا اُمّیوں اور بدوؤں کے لئے
نازل ہوئی ہیں۔ پس ان کی تعلیم ویسی ہی چاہیئے جو کہ بقدر عقول اُن لوگوں کے ہو ۴۵۵
کیونکہ اُمّی اور ناخواندہ آدمی نکات دقیقہ سے منتفع نہیں ہوسکتے۔ اور نہ اُن پر مطلع
ہوسکتے ہیں۔ لیکن واضح ہو کہ یہ وہم محض کوتہ اندیشی سے اُن کے دلوں کو

(حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

اسی دنیا میں اپنے نفس امارہ کی خواہشوں کے پورا کرنے میں اس دولت کو خرچ کرے۔ لیکن ظاہر
ہے کہ اسی جہان میں خدائے تعالیٰ کا کسی کو اس غرض سے دولت دینا کہ وہ اس دولت کو فی الحقیقت
اپنے اعمال کی جزا سمجھ کر کھانے پینے اور ہر طرح کی عیاشی کیلئے آلہ بنا لے یہ ایک ایسا ناجائز
فعل ہے کہ جس کو خدائے تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا نہایت درجہ کی بے ادبی ہے۔ کیونکہ اس سے ۴۵۶
یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گویا ہندوؤں کا پرمیشر آپ ہی لوگوں کو بدفعلی اور پلیدی میں ڈالنا چاہتا
ہے۔ اور قبل اس کے جو ان کا نفس پاک ہو نفسانی لذات کے وسیع دروازے ان پر کھولتا
ہے اور پہلے جنموں کے نیک عملوں کا اجر اُن کو یہ دیتا ہے کہ پچھلے جنم میں وہ ہر طرح کے
وسائل تنعم پاکر اور نفس امارہ کے پورے تابع ہو کر پھر تحت الثریٰ میں

(بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

اتار کر دیا۔ اب آپ لوگوں کی آنکھوں میں نہ تو قرآن حریری ہو اور فیضی کے واہیات کلام سے
بہار نہیں۔ یہ بڑا کفر خدا کو نہیں بھاتا۔ اگر آپ لوگ کوئی نظیر قرآن شریف کی اس کے ظاہری و باطنی ۴۵۷
کمالات میں ثابت کر دکھاتے تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔ پر آپ تو ایسی نظیر پیش کرنے سے بکلی عاجز
اور ساکت ہیں پھر معلوم نہیں کہ تم آنکھیں رکھتے ہوئے کیوں نہیں دیکھتے۔ کان رکھتے ہوئے
کیوں نہیں سنتے۔ دل رکھتے ہوئے کیوں نہیں سمجھتے۔ مگر حریری اور فیضی تم سے بھی اول ہوتے
تو وہ آپ ہی دعویٰ کرتے کہ ہم نے قرآن شریف کی نظیر بنالی ہے۔ پر خدا نہ کرے کہ کسی
لکھے پڑھے آدمی کی ایسی پست عقل ہو۔ بھلا تم آپ ہی بتلاؤ کہ وہ کونسا کلام تمہارے جاہل
میں ہے جس میں قرآن شریف کی طرح یہ دعویٰ موجود ہے۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ
وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ

پکڑتا ہے اور اس پست اور ناچیز خیال سے بغایت درجہ سفاہت اور جہالت کی بدبو
۲۴۶ آتی ہے۔ کاش کہ وہ کلام الٰہی کو غور سے دیکھتے۔ تا انہیں معلوم ہوتا کہ خدا کی
مقدس اور کامل کلام پر ایسا گمان کرنا گویا چاند پر خاک ڈالنا ہے۔ اور اب بھی
ایسے لوگ اگر اس کتاب کو ذرا آنکھ کھول کر پڑھیں اور وہ صدہا دقائق عمیقہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس شخص کے خیال میں یہ جما ہوا ہے کہ میرے ہاتھ میں جس قدر دولت
اور مال اور حشمت اور حکومت ہے۔ یہ میرے ہی اعمال سابقہ کا بدلہ ہے۔ وہ کیا کچھ نفس امارہ
کی پیروی نہیں کریگا۔ لیکن اگر وہ یہ سمجھتا کہ دُنیا دار الجزا نہیں ہے بلکہ دار الابتلا ہے
اور جو کچھ مجھ کو دیا گیا ہے وہ بطور ابتلاء اور آزمائش کے دیا گیا ہے تا یہ ظاہر کیا جائے کہ
میں کس طور پر اس میں تصرف کرتا ہوں۔ کوئی ایسی شئے نہیں ہے جو میری ملکیت یا میرا
حق ہو۔ تو ایسا سمجھنے سے وہ اپنی نجات اس بات میں دیکھتا کہ اپنا تمام مال نیک مصارف
۲۴۶ میں خرچ کرے اور نیز وہ غایت درجہ کا شکر بھی کرتا کیونکہ وہی شخص دلی اخلاص اور سچے شکر
سکتا ہے کہ جو سمجھتا ہے کہ مجھ کو مفت ملا اور بغیر کسی استحقاق کے مجھ کو ملا ہے۔ غرض آریہ
لوگوں کے نزدیک خدائے تعالیٰ نہ رب العالمین ہے نہ رحمان نہ رحیم اور نہ ابدی اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا[1]۔ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا
بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ[2] فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي
۲۴۷ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ[3] الجزو نمبر ۱۔ یعنی ان کو
کہہ دے کہ اگر تمام جن اور آدمی اس بات پر اتفاق کرلیں کہ قرآن کی مثل کوئی کلام لائیں
تو یہ بات اُن کے لئے ممکن نہیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن
جاویں۔ اور اگر تم کو قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شک ہے۔ تو تم بھی
کوئی ایک سورۃ اسی کی مانند بنا کر دکھلاؤ۔ اور اگر نہ بناؤ۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز
نہیں بنا سکو گے۔ تو اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو

[1] بنی اسرائیل: ۸۹ [2] البقرۃ: ۲۴ [3] البقرۃ: ۲۵

اور حقائق و دقائق کلام الٰہی کے جو ہم نے اس کتاب میں اپنے موقعہ پر کمال
وضاحت سے لکھے ہیں بنظر تامل و تیقظ مشاہدہ کریں تو اُن کا خیال فاسد
۳۹۵ ایسا دُور ہو جائیگا جیسا کہ آفتاب کے نکلنے سے تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔ اور
ظاہر ہے کہ امر محسوس اور مشہود کے مقابلہ پر کسی قیاس کی پیش نہیں جاتی جب

حاشیہ نمبر ۱۱

دائمی اور کامل جزا دینے پر قادر ہے۔
اب ہم یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ برہمو سماج والوں کا معارف مذکورہ بالا کی نسبت کیا
حال ہے یعنے وہ ہر چہار صداقتیں کہ جو ابھی مذکور ہوئی ہیں۔ برہمو لوگ ان پر ثابت قدم
۳۹۶ ہیں یا نہیں۔ سو واضح ہو کہ برہمو لوگ ان چاروں صداقتوں پر جیسا کہ چاہیئے ثبات اور
قیام نہیں رکھتے بلکہ ان معارف عالیہ کے کامل مفہوم پر اُن کو اطلاع ہی نہیں۔ اوّل

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کافروں کے لئے طیار کی گئی ہے۔ پھر میں مکرر کہتا ہوں کہ قبل اسکے جو تم لوگ اس فکر میں پڑو کہ
قرآن شریف کے مثل و مانند کوئی دوسرا کلام تلاش کیا جائے اوّل تم کو اس بات کا دیکھ لینا
نہایت ضروری ہے کہ اُس دوسری کلام نے وہ دعویٰ بھی کیا ہے یا نہیں جس دعویٰ کو
آیات مذکورہ بالا میں ابھی تم سن چکے ہو۔ کیونکہ اگر کسی متکلم نے ایسا دعویٰ ہی نہیں کیا کہ میرا کلام
بےمثل و مانند ہے جس کے مقابلہ اور معارضہ سے فی الحقیقت تمام جن و انس عاجز و ساکت ہیں تو
ایسے متکلم کے کلام کو خواہ نخواہ بےمثل و مانند سمجھ لینا حقیقت میں کسی مثل مشہور کا مصداق
ہے کہ مدعی سست و گواہ چست۔ ماسوا اسکے کسی کلام کو قرآن شریف کی نظیر اور شبیہ
ٹھہرانے میں اس بات کا ثبوت بھی پیدا کر لینا چاہیئے کہ جن کمالات ظاہری و باطنی پر
قرآن شریف مشتمل ہے۔ انہیں کمالات پر وہ کلام بھی اشتمال رکھتا ہے جس کو بطور نظیر پیش کیا
گیا ہے۔ کیونکہ اگر نظیر پیش کردہ کو کمالات قرآنیہ سے کچھ بھی حصہ حاصل نہیں تو پھر ایسی
۳۹۷ نظیر پیش کرنا بجز اپنی جہالت اور حماقت دکھلانے کے کس غرض پر مبنی ہوگا۔ یہ بات
خوب یاد رکھو کہ جیسے ان تمام چیزوں کی نظیر اور شبیہ بنانا کہ جو صادر من اللہ ہیں
غیر ممکن اور ممتنع ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف کی نظیر بنانا بھی حد امکان سے

متواتر تجربہ سے ایک چیز کی کوئی خاصیت معلوم ہو گئی تو پھر مجرد قیاس کو اپنی دستاویز بنا کر اس امر واقعی سے جو بپایہ ثبوت پہنچ چکا ہے۔ انکار کرنا اسی کا نام جنون اور سودا ہے۔ اگر یہ لوگ عقل خداداد کو ذرا کام میں لاویں۔ تو ان پہ

خدا کا رب العالمین ہونا کہ جو ربوبیت تامہ سے مراد ہے بہ نسبت لوگوں کی سمجھ اور عقل سے اب تک چھپا ہوا ہے اور وہ لوگ ربوبیت الٰہیہ کا دنیا پر اس سے زیادہ اثر نہیں
۲۹۸ سمجھتے کہ اس نے کسی وقت یہ تمام عالم معہ اس کی تمام قوتوں اور طاقتوں کے پیدا کیا ہے۔ لیکن اب وہ تمام قوتیں اور طاقتیں مستقل طور پر اپنے اپنے کام میں لگی

خارج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے عربی دان شاعروں کو کہ جن کی عربی مادری زبان تھی اور جو طبعی طور پر اور نیز کسبی طور پر مذاقِ کلام سے خوب واقف تھے ماننا پڑا کہ قرآن شریف انسانی طاقتوں سے بلند تر ہے اور کچھ عرب پر موقوف نہیں بلکہ خود عجم میں کئی اندھے تھے کہ جو اسی کامل روشنی سے بینا ہو گئے اور کئی بہرے تھے کہ اسی سے سننے لگ گئے اور اب بھی وہ روشنی چاروں طرف سے تاریکی کو اٹھاتی جاتی ہے اور قرآن شریف کے انوار بھی دلوں کو منور کرتے جاتے ہیں۔ واقعی یہ حال ہو رہا ہے کہ جس قدر لوگوں کی آنکھیں کھلتی جاتی ہیں۔ اسی قدر قرآن شریف کی عظمت کے قائل ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ بڑے بڑے متعصب انگریزوں میں سے جو کہ حکیم اور علامہ کہلاتے تھے خود بول اٹھے کہ قرآن شریف اپنی فصاحت اور بلاغت میں بے نظیر ہے یہاں تک کہ گاڈفری ہیگنس صاحب جیسے سرگرم عیسائی کو اپنی کتاب کی دفعہ ۲۲۱ میں لکھنا پڑا کہ حقیقت میں جیسی عالی عبارتیں قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ اس سے زیادہ غالباً دنیا بھر میں نہیں مل سکتیں۔ اور ایسا ہی پیاٹ صاحب کو بمجبوری اپنی کتاب میں یہی گواہی دینی پڑی۔

آریہ سماج والے جو خدا کے الہام اور کلام کو وید پر ختم کئے بیٹھے ہیں۔ وہ بھی
۲۹۹ عیسائیوں کی طرح قرآن شریف کی بے نظیری سے انکار کر کے اپنے وید کی نسبت

ظاہر ہو کر خود وہ قیاس ہی فاسد ہے اور بعینہٖ وہ ایسا معقول ہے جیسے کوئی نباتات کے ۳۰۵
خواص دقیقہ سے انکار کر کے یہ کہے کہ اگر خدا نے بالارادہ خلق اللہ کی نفع رسانی کی
غرض سے یہ کام کیا ہے کہ انسان کی شفا کے لئے نباتات و جمادات وغیرہ میں
طرح طرح کے خواص رکھے ہیں تو پھر اُن خواص کو اِس قدر تہ در تہ کیوں چھپایا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہوئی ہیں اور خدائے تعالیٰ کو قدرت نہیں ہے کہ اُن میں کچھ تصرف کرے یا کچھ تغیر اور تبدل ظہور میں لاوے۔ اور ان کے زعم باطل میں قوانین نیچریہ کی سخت تحکم اور پائدار بنیاد نے قادر مطلق کو معطل اور بیکار کی طرح کر دیا ہے۔ اور ان میں تصرف کرنے کے لئے کوئی راہ اُس پر کھلا نہیں۔ اور ایسی کوئی تدبیر اُس کو یاد نہیں۔ جس سے وہ مستثنٰی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

فصاحت بلاغت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس امر کو بار بار غافل لوگوں پر ظاہر کرنا فرض سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف کی بے نظیری سے صرف وہ شخص انکار کر سکتا ہے جس کو یہ طاقت ہو کہ جو کچھ قرآن شریف کی وجوہ بے نظیری اِس کتاب میں بطور نمونہ دکھائی گئی ہیں کسی دوسری کتاب سے نکال کر دکھلا سکے۔ سو اگر آریہ سماج والوں کو اپنے وید پر یہ اُمید ہے کہ وہ قرآن شریف کا مقابلہ کر سکے گا۔ تو انہیں بھی اختیار ہے کہ وید کا زور دکھلاویں۔ مگر صرف دعویٰ ہی دعویٰ کرنا اور بار بار ناشائستہ باتیں منہ پر لانا نیک طینت آدمیوں کا کام نہیں۔ انسان کی سعادت شرافت اور عقل اِسی میں ہے کہ اگر اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل ہو تو پیش کرے۔ ورنہ ایسا دعویٰ کرنے سے ہی زبان بند رکھے۔ جس کا ماحصل بجز فضول گوئی و ژاژخائی اور کچھ بھی نہیں۔ سمجھنا چاہیئے کہ قرآن شریف کی بلاغت ایک پاک اور مقدس بلاغت ہے۔ جس کا مقصد اصل یہ ہے کہ حکمت اور راستی کی روشنی کو فصیح کلام میں بیان کر کے تمام حقائق اور دقائق علم دین ایک موجز اور مدلل عبارت میں بھر دیئے جائیں۔ اور جہاں تفصیل کی اشد ضرورت ہو۔ وہاں تفصیل ہو۔ اور جہاں اجمال کافی ہو۔ وہاں اجمال ہو اور کوئی صداقت دینی ایسی نہ ہو۔ جس کا مفصلاً یا مجملاً ذکر نہ کیا جائے۔ اور

۲۹۱ط کہ ان کی ناواقفیت سے ایک زمانہ دراز تک لوگ بے علاج ہی مرتے رہے
اور اب تک جمیع خواص مخفیہ پر احاطہ نہ ہوا۔ لیکن ظاہر ہے کہ بعد تحقق
خدا کے عام قانون کے (جو کہ زمین و آسمان میں ایک ہی طرز پر پایا جاتا ہے)

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۲۹۱ط کسی مادہ حار کو اس کی تاثیر حرارت سے روک سکے یا کسی مادہ بارد کو اس کی برودت
کے اثروں سے بند کر سکے یا آگ میں اس کی خاصیت احراق کی ظاہر نہ ہونے دے۔
پھر اگر اس کو کوئی تدبیر یاد بھی ہے۔ تو صرف انہیں حدود تک جن پر علم انسان کا
محیط ہے اس سے زیادہ نہیں یعنے جو کچھ محدود اور محصور طور پر کوائف و خواص

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۲۹۲ط باوصف اسکے ضرورت حقہ کے تقاضا سے ذکر ہو نہ غیر ضروری طور پر اور پھر کلام بھی ایسا فصیح
اور بلیغ اور متین ہو کہ جس سے بہتر بنانا ہرگز کسی کیلئے ممکن نہ ہو اور پھر وہ کلام روحانی برکات بھی
اپنے ہمراہ رکھتا ہو۔ یہی قرآن شریف کا دعویٰ ہے۔ جس کو اس نے آپ ثابت کر دیا ہے۔ اور
اور جا بجا فرما بھی دیا ہے کہ کسی مخلوق کیلئے ممکن نہیں کہ اسکی نظیر بنا سکے۔ اب جو شخص منصفانہ
طور پر بحث کرنا چاہتا ہے۔ اُس پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ قرآن شریف کے ساتھ مقابلہ کرنے
کے لئے ایسی کتاب کا پیش کرنا ضروری ہے جس میں وہی خوبیاں پائی جائیں جو اس میں پائی
جاتی ہیں۔ سچ ہے کہ وید میں شاعرانہ تلازمات پائے جاتے ہیں اور شاعروں کی طرح انواع
اقسام کے استعارات بھی موجود ہیں۔ مثلاً رگ وید میں ایک جگہ آگ کو ایک دولتمند فرض
کر لیا ہے جس کے پاس بہت سے جواہرات ہیں اور اسکی روشنی کو جوہر تاباں سے تشبیہ دی ہے
بعض جگہ اسکو ایک سپہ سالار مقرر کیا ہے جسکی لال جھنڈی ہے۔ اور دھوئیں کو جو آگ پر
اُٹھتا ہے ایک علم سپہ ٹھہرا لیا ہے۔ ایک جگہ اس حرارت کو جو بخارات ملی کو اٹھا لے جاتی ہے مقرر کیا
ہے اور اس کا نام بھی ماتر شوا رکھا ہے اور بخارات کو گوئیں ٹھہرایا ہے اور اندر جس
وید میں آسمان کا فضا اور خاص کر کے گرج و زہیر مراد ہے۔ اس کو اس شکل میں قصاب سے
تشبیہ دی ہے۔ اور لکھا ہے کہ جس طرح قصاب گائے کے گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے

ایسے ایسے شبہات میں مبتلا ہونا انہیں لوگوں کا کام ہے جو قوانین قدرتیہ
میں ذرہ غور نہیں کرتے اور قبل اسکے کہ خدا کی صفات اور عادات کو جس طرز
سے وہ آئینہ فطرت میں ظاہر ہو رہی ہیں بخوبی دریافت کریں پہلے ہی اس کی ذات

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

عالم کے متعلق انسان نے دریافت کیا ہے اور جو کچھ تا دم حال بشری تجارب کے احاطہ
میں آچکا ہے یہیں تک خدا کی قدرتوں کی حد بست ہے اور اس سے بڑھ کر اس کی
قدرت تامہ اور ربوبیت عامہ کوئی کام نہیں کرسکتی گویا خدا کی قدرتیں اور حکمتیں بھی
تمامی انہیں میں ہیں جن کو انسان دریافت کرچکا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ربوبیت تامہ اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

اسی طرح اندر نے ورترا کے سر پر ایسا بجر مارا جو اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور پانی قطرہ قطرہ ہوکر
بہ نکلا لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کے تلازمات کو قرآن شریف سے کچھ بھی مناسبت نہیں صرف
شاعرانہ خیالات ہیں اور پھر بھی ایسے قابل تعریف یا وقعت نہیں بلکہ اکثر مقامات نکتہ چینی کے
لائق ہیں مثلاً استعارہ مذکورہ بالا جس میں اندر کو ایک بوچڑ سے تشبیہ دی ہے جس کا کام
گائے کا گوشت فروخت کرنا ہے۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے کہ جو لطیف طبع شاعروں کے کلام
میں ہرگز نہیں آسکتا کیونکہ شاعر کو یہ بھی خیال کرلینا لازم ہے کہ میرے اس مضمون سے عام لوگ
کراہت تو نہیں کرینگے مگر اس شرتی میں یہ خیال نظر انداز ہوگیا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جو لوگ
وید کے مخاطب ہیں وہ گائے کے گوشت کا نام سننے سے متنفر ہیں انکی طبیعتوں پر ایسا ذکر
سخت گراں گذرتا ہے۔ اور پھر اندر کو جو وید میں ایک بزرگ دیوتا مقرر ہوچکا ہے بوچڑ سے تشبیہ
دینا اور بعد بزرگ قرار دینے کے پھر اسکی ہجو ملیح کرنا شائستگی کلام سے بعید اور ایک طرح کی
بے ادبی ہے۔ ماسوا اسکے اس تشبیہ میں ایک اور بھی نقص ہے۔ وہ یہ ہے کہ مشبہ بہ اس امر میں
چاہیئے کہ مشہور اور معروف ہو۔ پس یہ کہنا کہ اندر نے ورترا کو ایسا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جیسے
بوچڑ گائے کے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔ یہ تشبیہ فن بلاغت کے رو سے
تب درست ٹھہرتی ہے کہ جب یہ ثابت ہو کہ وید کے زمانہ میں عام طور پر گائے کا
گوشت بازاروں میں بکتا تھا اور بوچڑ لوگ ٹکڑے ٹکڑے کرکے وہ گوشت آریہ

اور اُس کی صفات کا حلیہ لکھنے کو بیٹھ جاتے ہیں۔ ورنہ اگر انسان ذرا بھی آنکھ کھول کر ہر یک
۴۱۱ طرف نظر ڈالے تو عادت اللہ کسی ایک یا دو چیز میں محصور نہیں اور نہ ایسی پوشیدہ ہے
جس کا سمجھنا مشکل ہو۔ بلکہ یہ بات اجلیٰ بدیہیات سے ہے کہ جواہر لطیفہ اور مصنوعات عالیہ

---

۴۱۰ قدرت کاملہ کے مفہوم سے بکلّی منافی ہے۔ کیونکہ ربوبیت تامہ اور قدرت کاملہ وہ
ہے کہ جو اُس ذاتِ غیر محدود کی طرح غیر محدود ہے اور کوئی انسانی قاعدہ اور قانون
اس پر احاطہ نہیں کر سکتا۔

لوگوں کو بیچتے تھے مگر حال کے آریہ لوگ ہرگز اسکے قائل نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ کلام الٰہی کو ایسی تشبیہ بیان کرنا جس کا خارج میں وجود ہی نہیں بلکہ جس سے لوگ متنفر ہیں دائرہ فصاحت بلاغت سے بالکل خارج ہے۔ اگر ایک شاعر بھی اپنے کلام میں ایسی تشبیہ بیان کرے تو وہ دانشمندوں کے نزدیک قابل ملامت اور سادہ لوح ٹھہرتا ہے کیونکہ تشبیہ کا لطف تب ہی ظاہر ہوتا ہے کہ جب مشابہت ایسی ظاہر ہو کہ جس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے سامعین
۴۱۱ اس سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوں اور اُنکی نظر میں وہ چیز بدیہی الظہور اور مسلّم الوجود ہو۔
اور نیز اُن کی طبیعتیں بھی اُسکے ذکر سے کراہت نہ کرتی ہوں۔ لیکن کون ثابت کر سکتا ہے کہ وید کے زمانہ میں ہندوؤں میں گائے کا گوشت بیچنا اور خریدنا اور کھانا ایک عام رواج تھا جس سے آریہ قوم کو نفرت نہ تھی۔ اور اگر یہ بھی خیال کیا جائے کہ خود وید کا یہی ذکر کرنا اس رواج پر ثبوت ہے تو ایسا خیال کرنے سے بھی بکلّی اعتراض مرتفع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گائے کے لہو اور گوشت سے پانی کو عمدہ مشابہت حاصل نہیں۔ ہاں گائے کے دودھ کو البتہ پانی سے مشابہت حاصل ہے۔ سو اگر رگ وید سنہتا اشٹک اوّل سکت ۸۱ کی یہ شرح تھی جس میں یہ لکھا ہے اے اندر ورترا پر اپنا بجر چلا اور اُسے ایسا ٹکڑے ٹکڑے کر جیسے بوچڑ گائے کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔ اس طرح پر ہوتا کہ جب اندر نے اپنے بجر سے ورترا کو مارا تو اُس میں

تو ایک طرف رہا۔ ایک ادنیٰ مکھی بھی (جو حقیر اور ذلیل اور مکروہ جانور ہے) اس
قانون قدرت سے باہر نہیں۔ تو پھر نعوذ باللہ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا کا کلام ۴۰۲
کہ جو اس کی ذات کی طرح مقدس اور کمال رنگ سے رنگین چاہیے۔ ایسا

نہیں محصور ہو کر وابستہ قدرت فانی کا ہو۔ خدا کی قدرتوں کا حصر دعویٰ ہے خدائی کا
جاننا چاہیے کہ جو امر غیر محدود اور غیر محصور ہے وہ کسی قانون کے اندر آ ہی نہیں سکتا کیونکہ ۴۰۲
جو چیز اول سے آخر تک قواعد معلومہ مفہومہ کے سلسلہ کے اندر داخل ہو۔ اور کوئی جز

سے اس طرح پر پانی بہہ نکلا جیسے شیر دار گائے کا پستان دبانے سے دودھ بہہ نکلتا ہے۔
تو وہ لوازم جس کا بیان کرنا مقصود تھا۔ وہ بھی تمام رہتا اور تشبیہ بھی نہایت مطابق آجاتی۔
ماسوا اس کے کسی طبیعت کو اس تشبیہ سے نفرت بھی نہیں۔ کیونکہ ہند کے لوگ بھی بلا دغدغہ گائے
کا دودھ پی لیتے ہیں۔

قطع نظر ان سب باتوں کے ایسے شاعرانہ تکلفات میں ہماری بحث بھی نہیں اور قرآن شریف
کے سامنے ان لغویات کا ذکر کرنا ایک بیہودہ حرکت اور ناحق کا درد سر ہے۔ جس بلاغت حقیقی
کو قرآن شریف پیش کرتا ہے وہ تو ایک دوسرا ہی عالم ہے جس کو لغو اور جھوٹ اور بیہودہ باتوں
سے کچھ بھی تعلق نہیں بلکہ حکمت اور معرفت کے بے انتہا دریا کو اقل اور اکمل عبارت میں بالتزام
فصاحت و بلاغت بیان کیا ہے اور جمیع دقائق الٰہیات پر احاطہ کر کے ایسا کمال دکھلایا ہے ۴۰۲
جس سے انسانی قوتیں عاجز ہیں۔ لیکن وید کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں
جس میں بجائے حقائق و معارف کے طرح طرح کے گمراہ کرنے والے مضمون موجود ہیں۔
کروڑہا بندگان خدا کو مخلوق پرستی کی طرف کس نے جھکایا؟ وید نے۔ آریوں کو
صدہا دیوتاؤں کا پرستار کس نے بنایا؟ وید نے۔ کیا اس میں کوئی ایسی شرتی
بھی ہے جو کہ صاف صاف اور واشگاف طور پر مخلوق پرستی سے منع کرے
اور سورج چاند وغیرہ کی پرستش سے روکے اور ان تمام شرتیوں کو جو مخلوق
پرستی کی تعلیم پر مشتمل ہیں محل اعتراض ٹھہراوے۔ کوئی بھی نہیں۔ پھر وہ بلاغت

ادنیٰ اور ارذل ہے کہ دقائق مخفیہ میں ایک مکھی کے مرتبہ تک بھی نہیں پہنچتا۔ اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ خدا نے ضروریات دین میں سے کسی امر کا
۳۴۲ اخفا نہیں کیا۔ اور دقائق عمیقہ وہ دقائق ہیں جو ماسوا اصل اعتقاد کے بالائی امور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اُس کا اس سلسلہ سے باہر نہ ہو اور نہ غیر معلوم اور نامفہوم ہو۔ تو وہ چیز محدود ہوتی ہے۔ اب اگر خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ و ربوبیت تامہ کو قوانین محدودہ مشہودہ
۳۴۲ میں ہی منحصر سمجھا جائے۔ تو جس چیز کو غیر محدود تسلیم کیا گیا ہے۔ اُس کا محدود

حاشیہ نمبر ۱۱

جو حق اور حکمت کی روشنی دکھلانے پر منحصر ہے کیونکر اسکو نصیب ہو سکتی ہے۔ کیا ہم ایسے کلام کو بلیغ کہہ سکتے ہیں جسکی نسبت دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے کہ اُس کا مقصود اصلی شرک کا مٹانا اور توحید کا قائم کرنا ہے۔ لیکن وہ گونگوں کی طرح اس دعویٰ کو بپایۂ صداقت پہنچانے سے عاجز رہے۔ ہر ایک عاقل جانتا ہے کہ وجوہ بلاغت میں سے نہایت ضروری ایک یہ وجہ ہے کہ جس بات کا ظاہر کرنا اور کھولنا مقصود ہو۔ اسکو اس طرح کھول کر جتلایا جائے کہ طالب حق کی تسلی کے لئے کافی ہو۔ اور سب کو معلوم ہے کہ وہی شخص فصیح کہلاتا ہے جو کہ اپنے مطلب کو ایسے عمدہ طور پر ادا کرے کہ گویا اپنے مافی الضمیر کا نقشہ کھینچکر دکھلا دے۔ اب اگر آریہ صاحبوں کا دعوےٰ یہ ہوتا کہ وید کا اصل مطلب مخلوق پرستی کی تعلیم ہے۔ تو شاید اس کی نسبت گمان ہو سکتا کہ وہ بلاغت کے درجہ سے بکلی ساقط نہیں کیونکہ وید نے حقیقی بلاغت کے مذاق پر مخلوق پرستی پر کوئی دلیل بیان نہیں کی اور اس کو ثابت کر کے نہیں دکھلایا۔ مگر تاہم
۳۴۲ واضح کلام ہے کہ بلاغت کی ایک جز ہے اپنا منشاء دیوتاؤں کی پوجا کی نسبت کھول کر بیان کر دیا۔ اور اگنی اور وایو اور اندر وغیرہ کی تعریف میں صد ہا منتر جنتر بنا ڈالے۔ اور ان چیزوں سے گویں اور گھوڑے اور بہت مال بھی مانگا لیکن اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ وید نے اپنی قوت بیانی اور کمال بلاغت سے توحید کے بیان کرنے میں زور لگایا ہے اور مشرکین کے اوہام اور وساوس کو دلائل واضحہ سے مٹایا ہے اور جو براہین اثبات توحید اور ابطال شرک

ہیں۔ اور اُن نفوس کے لئے مقرر کئے گئے ہیں جن میں صلاحیت اور استعداد تحصیل کمالات فاضلہ کی پائی جاتی ہے۔ اور جو لوگ ہریک غبی اور بلید کی طرح اِن مسائل پر کفایت کرنا نہیں چاہتے وہ بذریعہ اُن دقائق کے ۳۴۳

ہونا لازم آجائے گا۔ پس آریہ سماج والوں کی یہی بھاری غلطی ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی غیر متناہی قدرتوں اور ربوبیتوں کو اپنے تنگ اور منقبض تجارب کے دائرہ میں گھسیڑنا چاہتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ جو اُنہوں نے ایک قانون مشخص مقرر رکھے ہیں

کے لئے ضروری ہیں۔ وہ سب بیان کئے ہیں اور صداقت الٰہی کو ثابت کرکے دکھلایا ہے۔ اور آگ وغیرہ کی پرستش سے منع کیا ہے تو یہ دعویٰ کسی طرح سرسبز نہیں ہو سکتا۔ کون اس بات کو نہیں جانتا کہ وید کے مضمون اسی کی طرف جھکے ہوئے ہیں کہ تم آگ کی پرستش کرو۔ اِندر کے بھجن گاؤ۔ سورج کے آگے ہاتھ جوڑو۔ اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں بقول تمہارے وید کا یہ منشاء تھا کہ توحید کو بیان کرے اور سورج چاند وغیرہ کی پرستش سے روکے اور مشرکوں کو توحید کے درجہ تک پہنچاوے اور بگڑے ہوئے لوگوں کو اصلاح پر لاوے۔ اور مخلوق پرستوں کو خدا پرست بناوے اور اہل شرک کے تمام وساوس مٹاوے۔ لیکن بجائے اسکے کہ وہ اپنے اس منشاء کو پورا کرتا۔ بجائے اسکے بیان سے مخلوق پرستی کی تعلیم پھیلتی گئی جس تعلیم نے کروڑوں کی کشتی کو ڈبو دیا۔ لاکھوں کو ورطہ شرک و کفر میں غرق کیا۔ ایک جگہ بھی تو یہ کھول کر وید نے بیان نہ کیا کہ مخلوق پرستی سے باز آجاؤ۔ آگ وغیرہ کی پوجا مت کرو۔ بجز خدا کے اور کسی چیز سے مرادیں مت مانگو۔ خدا کو یکتا و بے مانند سمجھو۔ اس صورت میں ہریک عقلمند آپ ہی انصاف کرے کہ کیا فصیح کلام کی یہی نشانیاں ہوا کرتی ہیں کہ مافی الضمیر کچھ ہے اور مُنہ سے کچھ اور ہی نکلتا جاتا ہے۔ اس قدر غلط بیانی تو بچوں اور مسلوب الحواسوں کے کلام میں بھی نہیں ہوتی وہ بھی اس قدر قوت بیانی رکھتے ہیں کہ اپنا دلی منشاء ظاہر کر دیتے ہیں۔ جب پانی کی خواہش ہو ۳۴۴ آگ نہیں مانگتے۔ اور اگر روٹی کی طلب ہو تو پتھر نہیں طلب کرتے۔ مگر میں حیران ہوں کہ وید کی

حکمت اور معرفت میں ترقی کرتے ہیں اور حق الیقین کے اُس بلند مینار تک پہنچ جاتے ہیں جو انسانی استعدادوں کے لئے اقصیٰ مراتب سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر اسرار الٰہیہ سالک کے سامنے بدیہیات ہی ہوتے تو پھر دانا اور

آتے ہیں۔ ان کا مفہوم محدود ہونے کو لازم پڑا ہوا ہے۔ اور جو حکمتیں اور قدرتیں ذات غیر محدود میں پائی جاتی ہیں۔ اُن کا غیر محدود ہونا واجب ہے۔ کیا کوئی دانا کہہ سکتا ہے کہ اُس ذات قادر مطلق کو اِس اِس طور پر جانا یاد ہے اور اس سے زیادہ نہیں۔ کیا اُس کی غیر متناہی قدرتیں انسانی قیاس کے پیمانہ سے وزن کی جا سکتی ہیں یا اُس کی

بلاغت کس قسم کی بلاغت ہے جس کا منشاء تو توحید تھا مگر برخلاف اسکے صدہا دیوتاؤں کا جھگڑا شروع کردیا۔ جو کلام اپنا منشاء ظاہر کرنے سے بھی عاجز ہے خدا نہ کرے کہ وہ فصیح بلیغ ہو۔ کلام بلیغ میں ایسی غلطی کب پڑ سکتی ہے کہ جو امر اصل مقصود بالذات ہو وہی صفائی اور شائستگی سے بیان نہ ہو سکے۔ بلاغت کی اوّل شرط یہی ہے کہ متکلم اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے پر بخوبی قادر ہو۔ اور جس امر کو ظاہر کرنا چاہے ایسا صفائی سے ظاہر کرے کہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہ جائے۔ گونگوں کی طرح مبہم اور بے سروپا بات نہ کہے۔ ہاں جس بات کو مخفی رکھنا اور بطور اسرار بیان کرنا مصلحت ہو اُسکو مخفی طور پر بیان کرنا ہی بلاغت ہے۔ مگر توحید جس کی مسائل پر نجات کا وابستہ ہے ایسا امر نہیں ہے جسکو مخفی رکھنا جائز ہو۔ پس یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ وید نے بالارادہ مضمون توحید کو چیستانوں اور پہیلیوں کی طرح بیان کیا ہے اور دانستہ دھوکا دینے والی عبارتیں درج کی ہیں کیونکہ اس سے یہ ماننا پڑیگا کہ وید نے عمداً چند کروڑ آدمیوں کو ورطۂ ہلاکت میں ڈالنا چاہا اور جان بوجھ کر ایسی عبارتیں لکھی ہیں۔ جن کے پڑھنے سے مخلوق پرستی کی تعلیم پھیلتی ہے۔ بلکہ اس صورت میں عام ہندوؤں کی یہ رائے درست ہوگی کہ وید کا دلی منشاء یہی تھا کہ آریہ قوم کو دیوتاؤں کا پجاری بنا دے۔ اور اگر وید کا دلی ارادہ مخلوق پرستی کے برخلاف بھی

ش۴ نادان میں فرق کیا ہوتا۔ اِس طور سے تو سارے علم ہی برباد ہو جاتے۔ اور جو عمدہ معیار استعدادوں کی شناخت کیلئے ہے اور جس ذریعہ سے انسان کی قوّتِ نظریہ بڑھتی ہے اور استکمالِ نفس ہوتا ہے وہ مفقود ہو جاتا۔ اور جب وہ

ش۵ قادر دانا اور خبیر مطلق ہی کی ہیں حضرت ذی العظمت سے کسی وقت عاجز ہو سکتی ہیں۔ بلاشبہ اُس کا پُر زور ہاتھ ذرہ ذرہ پر قابض ہے اور کسی مخلوق کا قیام اور بقا اپنی مستحکم پیدائش کے موجب نہیں۔ بلکہ اسی کے سہارے اور آسرے سے ہے اور اُس کی ربّانی طاقتوں

تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اُس کو بات کرنے کا سلیقہ بالکل یاد نہیں اور اُس میں یہ لیاقت ہی نہیں کہ اپنے منشاء کو مخاطبین پر اچھی طرح ظاہر کر سکے تو اس صورت میں وید کا بلاغت کے مرتبہ سے ساقط ہونا ایسا ظاہر ہے کہ حاجت بیان نہیں۔ ایسے کلام کو کسی عاقل کے نزدیک بلیغ و فصیح نہیں کہہ سکتے جس کے الفاظ معانی مقصودہ پر دلالت نہیں کرتے بلکہ برخلاف مُراد لوگوں اور مفاسد کی طرف کھینچتے ہیں جس شرتی پر نظر ڈال کر دیکھو بجائے رہبری کے رہزنی کر رہی ہے۔ یہ خوب بلاغت ہے اور عجب فصاحت کہ مافی الضمیر سمجھانے کا طریق بھی ٹھیک نہ آیا۔ یوں تو کسی صاحب کو شاید یقین نہ آئے۔ مگر ہم بطور نمونہ رگوید میں سے ش۲۵ جو کہ سب ویدوں میں اعلیٰ اور افضل شمار کیا جاتا ہے۔ کسی قدر ایسی شرتیاں لکھتے ہیں جن کی نسبت آریوں کا خیال ہے کہ اُن میں توحید کی تعلیم ہے۔ اور پھر بعد اسکے کسی قدر بطور نمونہ وہ آیات لکھیں گے جو کہ قرآن شریف نے توحید کے بارے میں لکھی ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو کہ وید اور قرآن میں سے کس نے مسئلہ توحید کو صفائی اور شائستگی و پُرزور بیان اور بلیغ تقریر میں بیان کیا ہے اور کس کا بیان مجمل اور بے سروپا اور طرح طرح کے شکوک و شبہات میں ڈالتا ہے کیونکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ بلاغت کے آزمانے کے لئے یہی سہل طریق ہے کہ جن دو کلاموں کا موازنہ و مقابلہ منظور ہو۔ اُن کی قوتِ بیانی کو دیکھا جائے کہ کس مرتبہ تک ہے اور اپنے فرض منصبی کے

حاشیہ

ذریعہ ہی مفقود ہو جاتا تو پھر انسان کن امور میں نظر اور فکر کرتا۔ اور اگر وہ نظر اور فکر نہ کرتا تو ایک حد معلوم اور محدود پر اس کو بھی مثل اور چارپایوں کے ٹھہرنا پڑتا اور ترقیات غیر متناہی کی قابلیت نہ رکھتا۔ پس اس صورت میں

بقیہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کے آگے بے شمار میدان قدرتوں کے پڑے ہیں۔ نہ اندرونی طور پر کسی جگہ انتہا ہے۔ اور نہ بیرونی طور پر کوئی کنارہ ہے۔ جس طرح یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ایک مشتعل آگ کی تیزی فرو کرنے کے لئے خارج میں کوئی ایسے اسباب پیدا کرے جن سے اس آگ کی تیزی جاتی رہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اس آگ کی خاصیت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور کرنے کیلئے کیسی کیسی موشگافی و دقیقہ رسی انہوں نے کی ہے اور کہاں تک اپنے مدلل و موجز بیانی جہل کی تاریکی کو اٹھانے کیلئے علم کی روشنی دکھلائی ہے اور وحدانیت الٰہی کی خوبیاں اور شرک کی قباحتیں ظاہر کی ہیں۔ لیکن اگر کسی کو یہ شک ہو کہ شاید رگ وید میں ایسی شرتیاں بھی ہوں گی جو کہ بیان توحید میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکیں۔ تو اسے اختیار ہے کہ وہی شرتیاں پیش مذکورہ بیان کرے تا آریہ لوگ جو رگوید کو کہتے ہیں سب ویدوں سے پہلے اسی کا فیصلہ ہو جائے۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا کہ قرآن شریف کی بے نظیر بلاغت تو اس کے ہزارہا

حاشیہ

دقائق و حقائق ہی کے مقابلہ پر بتفصیل خوبیوں سے ساقط و عاجز ہیں اپنے موقعہ پر ذکر کئے جائیں گے اس جگہ صرف بعض آریوں کے اصرار سے جو کہ بمقابلہ قرآن شریف وید کی بلاغت کا دعوے کرتے ہیں کسی قدر آیات قرآنی اس غرض سے لکھی جاتی ہیں تا کہ ان کی زبان درازی کو ایسے آسانی طور پر روکا جائے جس سے منصفین پر وید کا بالکل ہیچ اور ناچیز ہونا کھل جائے۔ اور یہ بات ظاہر ہو جائے کہ وید میں اس قدر قوت بیانی بھی نہیں کہ وہ اپنے منشاء مراد کو صفائی سے بیان کر سکے چہ جائیکہ اس کو قرآن شریف کی اعلیٰ بلاغتوں کے ساتھ دم مارنے کی طاقت ہو۔ کیونکہ اس موقعہ سے ہر یک منصف سمجھ سکتا ہے کہ جو کتاب اپنے مطلب کو صفائی سے بھی بیان نہیں کر سکتی وہ پھر اور مراتب بلاغت و فصاحت

جس سعادت کیلئے وہ پیدا کیا گیا تھا اُس سعادت سے محروم رہ جاتا۔ سو جس خدا نے انسان کو نظر اور فکر کرنے کی قوتیں عنایت کیں ہیں اور اُس کو ایک کمال حاصل کرنے کی استعداد بخشی ہے۔ اس کی نسبت یہ کیونکر بدگمان کیا جائے

احراق دُور کرنے کے لئے اُسی کے وجود میں کوئی ایسے اسباب پیدا کر دے جن سے خاصیت احراق دُور ہو جائے۔ کیونکہ اُس کی غیر متناہی حکمتوں اور قدرتوں کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔ اور جب ہم اُس کی حکمتوں اور قدرتوں کو غیر متناہی

کی توقع رکھنا کمال حماقت ہے۔ اگر وید اس سہل اور آسان طریق میں مقابلہ قرآن شریف کر سکتا تو پھر شاید دوسرے حقائق و دقائق میں بھی مقابلہ کر سکے جن میں قرآن شریف کا یہ دعویٰ ہے کہ اُس کے مقابلہ سے دوسری تمام کتابیں عاجز ہیں۔ لیکن جو اسی جگہ آریہ صاحبوں کا وید مُردہ کی طرح بے حس و حرکت رہ گیا اور ایک ذرہ سی بات میں بھی قرآن شریف کے سامنے دم نہ مار سکا تو پھر ایسے وید پر ناز کر کے یہ خیال کرنا کہ وہ قرآن شریف کے اعلیٰ حقائق و دقائق کا مقابلہ کر لے گا۔ کمال درجہ کی نادانی ہے۔ اور اس جگہ یہ بھی ناظرین پر ظاہر کیا جاتا ہے کہ چونکہ محققین ہنود نے اُپنشدوں کو وید میں داخل نہیں سمجھا اور نہ اپنے پرمیشر کا کلام اُن کو قرار دیا ہے۔ بلکہ صاف صاف بیان لئے ظاہر کی ہے کہ وہ بعض لوگوں کے اپنے ہی خیالات ہیں جیسا کہ پنڈت دیانند کا بھی یہی مذہب ہے اور تمام ہندی اور بنگالی پنڈت اسی رائے پر متفق ہیں۔ اس لئے غیر ضروری معلوم ہوا کہ اُپنشدوں کے مضامین کی تفتیش کی جائے۔ کیونکہ جب وہ عبارتیں وید میں داخل ہی نہیں ہیں۔ بلکہ باقرار پنڈت دیانند اور دوسرے محققین کے وید کی تعلیم کے مطابق بھی نہیں۔ ایک فضول اور بے تعلق حواشی ہیں کہ جو بعض نا سمجھ برہمنوں نے پیچھے سے جڑ دیئے ہیں۔ تو اس صورت میں گو اُپنشدوں میں کیسی ہی غلطیاں کیوں نہ ہوں۔ مگر اس جگہ ان کا بیان کرنا محض طول بلاطائل ہے۔ ہاں خاص چاروں بیدوں میں سے جن کو آریہ لوگ اپنے پرمیشر کا کلام اور ست ودیا کی پستک سمجھ رہے ہیں۔

کر وہ اپنی کتاب نازل کرکے انسان کو کسی کمال تک پہنچانا نہیں چاہتا بلکہ کمال سے
روکتا ہے کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ خدا نے اپنے کلام کو اسی لئے بھیجا ہے کہ ۴۰۲
تا انسانوں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالے۔ پس اگر خدا کی کتاب ظلمتوں

والی بھی۔ تو ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ ہم اس بات کو بھی مان لیں کہ اس کی تمام حکمتوں اور
قدرتوں پر ہم کو علم حاصل ہونا ممتنع اور محال ہے سو ہم اس کی ناپیدا کنار حکمتوں اور
قدرتوں کے لئے کوئی قانون نہیں بنا سکتے۔ اور جس چیز کی حدود ہمیں معلوم ہی نہیں ۴۰۳
اس کی پیمائش کرنے سے ہم عاجز ہیں۔ ہم بنی آدم کی دنیا کا نہایت ہی تنگ اور

کسی قدر شرتیاں بطور نمونہ بیان کرنا قرین مصلحت ہے۔ سو ہم رگوید میں سے کئی ایک شرتیاں جن کی
نسبت آریوں کا خیال ہے کہ توحید کی تعلیم دیتی ہیں ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔
میں اگنی دیوتا کی جو ہوم کا بڑا گرو کارکن اور دیوتاؤں کو نذریں پہنچانے والا اور بڑا
ثروت والا ہے مہما کرتا ہوں۔ ایسا ہو کہ اگنی جس کی ہمارے زمانہ قدیم اور زمانہ حال کے رشی کرتے چلے
آئے ہیں دیوتاؤں کو اس طرف متوجہ کرے۔ اے اگنی جو کہ دو لکڑیوں کے باہم رگڑنے
سے پیدا ہوتی ہے اس پاک کئے ہوئے کشا پر دیوتاؤں کو لا تو ہماری جانب سے ان کا
بلانے والا ہے اور تیری ہی پرستش ہوتی ہے۔ اے اگنی تو ہماری خوش ذائقہ قربانی دیوتاؤں
کو ان کے کھانے کے واسطے پیش کر۔ اے اگنی وایو سورج وغیرہ دیوتاؤں کو ہمارا
نذر پیش کر۔ اے بے عیب اگنی تو منجملہ دیوتاؤں کے ایک ہوشیار دیوتا ہے تو
اپنے عابدین کے پاس رہتا ہے اور ہمیں اولاد عطا کرتا ہے تمام دولتوں کا تو ہی بخشنے والا
ہے۔ اگنی کا مبارک نام لیکر پکارو جو کہ سب سے پہلا دیوتا ہے۔ اے اگنی سُرخ گھوڑوں کے
سوار ہمارے استت سے پرسن ہو کر تینتیس دیوتاؤں کو یہاں لا۔ اے اگنی جیسا کہ ہم
لوگ اپنے گھروں میں تجھے محفوظ جگہ میں ہمیشہ روشن کرتے ہیں۔ تو ہم سب کی زندگانی کا ۴۰۴
باعث ہے ہمارے فائدہ کے لئے دولت والا ہو جا۔ اے عاقل اگنی تو نہایت

سے نہیں نکال سکتی بلکہ ارسطو اور افلاطون کی کتب میں نکل سکتی ہیں۔ تو پھر کیا خدا کا یہ فرمانا کہ ساری تاریکیوں سے میری کتاب ہی نجات دیتی ہے نرا دعویٰ ہی ہُوا۔ جب ایک بات کی سچائی تجربہ اور قیاس سے بالکل کھل جائے تو اس کے سامنے ۳۰۹

حاشیہ

چھوٹا سا دائرہ ہیں اور پھر اس دائرہ کا بھی پورا پورا ہمیں علم حاصل نہیں پس اس صورت میں ہماری نہایت ہی کم ظرفی اور سفاہت ہے کہ ہم اس ناقص قلیل پیمانہ سے خدائے تعالیٰ کی غیر محدود حکمتوں اور قدرتوں کو ناپنے لگیں۔ غرض خدائے تعالیٰ کی ربوبیت تامہ اور ۳۰۹

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہے جیسے اپنے جسم کا آپ جلانے والا ہے آج ہماری خوش ذائقہ قربانی دیوتاؤں کے کھانے کے لئے پیش کر۔ اگنی دیوتا جو کہ ہمیشہ جوان رہتا ہے بڑا عاقل ہے۔ اور نیک کرنیوالے کے گھر کا محافظ ہے اور نذر دُور لیجانے والا ہے جس کا منہ دیوتاؤں تک نذریں پہنچانے کا وسیلہ ہے اور گھر کی آگ سے روشن ہوتا ہے۔ لازوال اگنی اپنی خوراک کو اپنی ڈاڑھ سے چبا کر اور اس کو جلدی سے تناول کر کے خشک لکڑی پر چڑھ گیا ہے جلانے والے عنصر کا شعلہ چالاک گھوڑے کی مانند پھیلتا ہے اور بادل کی مانند بلند ہو کر گرجتا ہے۔ اے اگنی نیک جس کو کوئی نہیں روک سکتا اور جس کی نو ہر طرف سے دلکشا کرنیوالا ہے دیوتاؤں کو پہنچا سب۔ اے اگنی جس قدر تیرے سے ہو سکے اپنی نذر دینے والے کو فائدہ پہنچا۔ وہ یقیناً تیرے ہی پاس اے انگرا واپس ہوئیگا۔ اگنی کے وسیلہ سے تو ہماری کو ایسی آسودگی حاصل ہوتی ہے جو روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور جو شہرت کا چشمہ اور انسان کی نسل بڑھانے والی ہے۔ اے اندر اے وائو یہ بوٹی تمہارے واسطے نچوڑا گیا ہے ہمارے واسطے کھانا لیکر ادھر آؤ۔ اے اندر جس کی استت سب کرتے ہیں ایسا ہو کہ پیلنے والے سوم کا رس تیرے میں سرایت کرے اور تجھے فہم برتر حاصل کرنے کے لئے موافق ہو۔ جو کچھ عمدہ تعریفیں اور دیوتاؤں کی ہو سکتی ہیں۔ تو سب کا اندر ہی مستحق ہے۔ جو لوگ اندر کا دھیان کرتے ہیں خواہ لڑائی میں یا حصول اولاد کے لئے اور عاقل جو فہم کے طالب

کس کا پیش جا سکتی ہے۔ ہم نے جس قدر صداقتیں کہ نہایت نازک اور اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ قرآن شریف سے نکال کر اس کتاب میں لکھی ہیں۔ اس کا دیکھنا

قدرت کاملہ کہ جو ذرہ ذرہ کے وجود اور بقا کے لئے ہر دم اور ہر لحظہ آبپاشی کر رہی ہے اور جس کے عجیب در عجیب تصرفات تعداد اور شمار سے باہر ہیں۔ اس ربوبیت تامہ سے برہمو سماج والے منکر ہیں۔ ماسوا اس کے برہمو سماج والے ربوبیت الٰہیہ کو روحانی

ہیں۔ سب کی آرزو پوری ہوتی ہے۔ اندر کا شکم سوم کا رس کثرت سے پینے کے باعث سمندر کی مانند پھولتا ہے اور تالاب کی مانند ہمیشہ تر رہتا ہے۔ اندر سب دیوتاؤں سے طاقت میں زیادہ ہے اور تمام دیوتاؤں پر اسکو فوقیت حاصل ہے۔ بڑے دیوتاؤں کو نمسکار چھوٹے دیوتاؤں کو نمسکار، نوجوان دیوتاؤں کو نمسکار، بوڑھے دیوتاؤں کو نمسکار۔ ہم سب دیوتاؤں کی حتی المقدور پوجا کرتے ہیں۔ اے اندر کوسیکا رشی کے پوتر جلد آ اور بہو رشی کو بڑا مالدار کردے۔ رتمام پرانوں کے تجربہ میں لکھا ہے کہ کوسیکا کا بیٹا وشوامتر تھا اور سایانا ویدکا بھاشیکا اسکی وجہ بیان کرنے کو اتھک سیکا کا لیونکر پوتر ہوگیا۔ یہ قصہ بیان کرتا ہے جو کہ وید کے ترجمہ انوکرامنیکا میں درج ہے کہ کوسیکا اشیرتھا کے پوتر نے یہ دل میں خواہش کرکے کہ اندر کی توجہ سے میرا بیٹا ہو۔ تپ جپ اختیار کیا تھا۔ جس تپ کی علاوہ میں خود اندر ہی نے اسکے گھر جنم لے لیا۔ اور آپ ہی اس کا بیٹا بن گیا۔ اندر نے جس کی بہت مفسّان تعریف کرتے ہیں متحرک ہواؤں کی ہمراہ وسیوں اور کیسیوں پر بیٹھے راکشسوں پر حملہ آور ہوکر اپنے بجر سے انکو قتل کیا۔ بعد اس نے اپنے گورے ہمراہیوں پر کھیت تقسیم کردیئے اور سورج اور پانی کو دیا گیا۔ اس جگہ گورے ہمراہیوں سے مراد جیسا کہ طرز وید کے قرینات کی ہے پانی کے قطرے ہیں اور مطلب اس شرتی کا یہ ہے کہ کرہ زمہریر کی تاثیر سے قطرات پانی جو شکل میں گورے معلوم ہوتے ہیں بادل سے مترشح ہوکر کھیتوں پر گر پڑے۔ بعض کسی کھیت پر اور بعض کسی کھیت پر اور سب پانی بہ گیا اور سورج نکل آیا۔ فرنگستانی مفسروں نے

ہمارے اس بیان کے لئے شاہد ناطق اور قول فیصل ہے اور ان سب دقائق حقائق قرآنیہ پر مطلع ہونے سے ہر یک شخص کو بشرطیکہ نرا اندھا نہ ہو یہ ماننا پڑیگا کہ صدہا حقائق اور معارف جو افلاطون اور ارسطو وغیرہ کے خواب میں بھی نہیں ۴۱۰

خواب میں بھی تام اور کامل نہیں سمجھتے جو خدائے تعالیٰ کو اس قدرت سے عاجز اور درماندہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنی ربوبیت تامہ کے تقاضا سے اپنا روشن اور لاریب فیہ کلام انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کرتا۔ ۴۱۱

یہ معنے کئے ہیں کہ اندر نے بزعم آریا لوگوں کے آریا قوم پر جو بہ نسبت قدیم باشندوں کے گورے رنگ کے تھے کھیت ان قدیم لوگوں کی تقسیم کر دی مگر یہ معنے درست نہیں ہیں۔ ۴۱۲
فقرہ کا سیاق سباق صریح اِن کے برخلاف ہے۔ اے اندر تیرے ہی سبب خوراک کی ہر جگہ کثرت ہے اور وہ بآسانی دستیاب ہو سکتی ہے۔ اے بجر کے تھامنے والے ہمارا کھیت سرسبز کر دے اور بہت دولت عطا کر۔ ہم اندر کی طرف اسکی شفقت اور دولت اور کامل قوت حاصل کرنے کیلئے رجوع ہوتے ہیں کیونکہ وہ طاقت اور دولت بخش کر ہماری پرورش کرنے کے قابل ہے۔ اے سورج اور چاند ہمارے یگ کو کامیاب کرو اور ہماری قوت زیادہ کرو تم بہت آدمیوں کے فائدہ کے واسطے پیدا ہوئے ہو۔ بھوتوں کو بھگا دو آسمان سے سورج کے نکلنے پر ستارے معدوم ہو جاتے ہیں کے چوروں کی مانند بھاگ جاتے ہیں ہم سورج دیوتا کے پاس جاتے ہیں جو دیوتاؤں کے درمیان نہایت عمدہ دیوتا ہے۔ اے چاند ہمیں ہر طرح کے پاپ سے محفوظ رکھ۔ ہماری توکل سے خوش ہو کر ہمارا دوست ہو جا۔ ایسا ہو کہ تیری قوت زیادہ ہو۔ اے چاند تو دولت کا بخشنے والا ہے اور مشکلوں سے نجات دینے والا ہمارے مکان پر دلیر بہادروں کے ہمراہ آ۔ اے چاند اور اگنی تم مرتبہ میں برابر ہو ہماری تعریفوں کو آپس میں بانٹ لو کیونکہ تم ہمیشہ دیوتاؤں کے سردار رہے ہو۔ میں جل دیوتا کو جس میں ہمارے مویشی پانی پیتے ہیں بلاتا ہوں۔ دریا جو بہہ رہے ہیں ان کو نذریں دینی چاہئیں

۴۳۹ آئے تھے۔ بلکہ سب پر قرآن شریف محیط ہے۔ پس کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خدا کا کلام جامع دقائق و حقائق ہے اور میں اس بات کو مکرر لکھتا ہوں کہ خدا نے اس طرز کے اختیار کرنے میں انسانوں پر کوئی مصیبت نہیں ڈالی بلکہ اوّل اس کو

حاشیہ نمبر ۱۱

اسی طرح وہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت پر بھی کامل طور پر ایمان نہیں لاتے۔ کیونکہ
۴۴۰ کامل رحمانیت یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے ابدان کی تکمیل اور تربیت کے لئے تمام اسباب اپنے خاص دست قدرت سے ظاہر فرمائے ہیں۔ اور کئی چند روزہ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ایسا ہو کہ وہ جل جو سورج کے قریب ہیں اور وہ جو سورج کے شریک رہتے ہیں۔ ہماری اس ریت پر مہربان ہوں۔ اے دھرتی دیوتا ایسا ہو کہ تو بہت وسیع ہو جائے۔ تجھ پر کانٹے نہ ہیں اور تو ہمارے رہنے کی جگہ ہو جائے اور ہمیں بڑی خوشی دے۔ ایسا ہو کہ ورونا دیوتا ہمارا خاص مہربان ہو جائے۔ ایسا ہو کہ متر دیوتا ہماری نگہبانی کرے۔ ایسا ہو کہ یہ دونوں ہمیں
۴۴۱ نہایت دولتمند کریں۔ اے مشتری دیوتا تو اور تیری بی بی کے دیوتاؤں سے ہماری سفارش کر۔ اے اگنی دیوتاؤں کو یہاں لا۔ ان کو ہر جگہ بٹھا اور انہیں آراستہ کر۔ اور تو رتو دیوتا کا ہم پیالہ ہو۔ اے اگنی سرخ گھوڑوں کے سوار جیتے لال ہونٹوں والے ہم سے خوش ہو کر تینتیس دیوتاؤں کو یہاں لا۔ ہم اگنی کی جو مذہبی رسوم میں روشن کی جاتی ہے پرستش کرتے ہیں۔ ہاتھوں نے اگنی کو جو دیوتاؤں کا بلانے والا کل کن پیدا بہت بڑی دولت بخشنے والا جلد بخشنے والا اور بہت مشہور ہے پاک اپنے جنگلوں میں دکھاتا ہے۔ اگنی ہوا سے بھڑک کر اور مشتعل ہو کر بڑی بڑی لکڑیوں میں بآسانی گھس جاتی ہے۔ اے اگنی جب تو سانڈھ کی طرح بنوں میں گھس جاتی ہے تب تو جس طرف جائے تیرا راستہ سیاہ ہوتا جاتا ہے یعنی لکڑیوں کو جلا کر بھسم کرتی جاتی ہے اور سب چیزوں کو جو آگے آتی ہیں خواہ ساکن ہوں یا متحرک جلا دیتی ہے۔ میں اگنی کی جو ہر قسم کی دولت کا دینے والا ہے پوجا کرتا ہوں۔ اگنی جس میں ایسی روشنی ہے جو کہ اور کو حاصل نہیں ہو سکتی وہ یگیہ کے مکان میں سب کی زیبائش ہے جیسے گھر کی زیبائش عورت

قوّت نظریہ عنایت کی اور پھر نظر کرنے کا سامان بھی عطا فرمایا۔ یہی عطیات الٰہی ہیں جن سے
انسان کا ستارہ اقبال چمکتا ہے اور انسان اور حیوان میں امتیاز حاصل ہوتی ہے ۲۱۲
حیوانات کو خدا نے سوچنے کی طاقت نہیں دی اور نہ انہوں نے کچھ سوچا۔ پھر

جسمانی آسائش کے لئے سورج اور چاند اور ہوا اور بادل وغیرہ صدہا چیزیں اپنے ہاتھ
سے بنائی ہیں۔ اسی طرح اس نے روحانی تکمیل اور تربیت کے لئے اور اس عالم
کی آسائش کے لئے جس کی شقاوت اور سعادت ابدی اور دائمی ہے۔ روحانی نور ۲۱۳

ہوتی ہے۔ اگنی جو بن میں پیدا ہوتا ہے اور انسان کا دوست ہے وہ اپنے پوجاری کی اس طرح
حفاظت کرتا ہے جیسے راجہ شفیق آدمی پر مہربانی کرتا ہے ایسا ہو کہ وہ ہم پر مہربان ہو۔ جب
اے اگنی دیوتا تو خشک لکڑی کے رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے تب تمام تیرے پوجاری پاک دم
ادا کرتے ہیں ایسا ہو کہ وہ اگنی جو رنگ برنگ روشنی کی مالک ہے ہم اپنے پوجاری کی خواہشوں کو
غور سے سُنے۔ ہمیشہ انگلیاں پیاری اگنی سے ایسی محبت کرتی ہیں جیسی عورتیں اپنے خاوندوں سے کرتی
ہیں۔ اے اگنی جب کہ پوجاری تجھے اپنے گھر میں روشن کرتا ہے اور تجھے بھوگ لگاتا ہے جس کی وہ
ہر روز خواہش رکھتا ہے۔ تو اے اگنی دو طرح سے زیادہ ہو کر اسکی اوقات بسری کے لوازم ۲۱۴
زیادہ کرتی ہے۔ ایسا ہو کہ قوّت باصرہ کی اگنی جو خوراک سے تعلق رکھتی ہے جنگلوں اور بادور
پربتوں کی خدمت کرنے والے کو بطور چشمہ حرارت سردی کے دن بچاوے۔ اور ایسا ہو کہ اگنی
سے اس کا مضبوط اور بے عیب اور جوان اور خیمہ لڑکا پیدا ہو۔ ایسا ہو کہ اے اگنی تیرے دولتمند
پوجاری بہت خوراک حاصل کریں۔ ایسا ہو کہ وہ دیا ولی جو تیری تعریف کرتے ہیں اور تجھے روشن
کرتے ہیں انکی عمر دراز ہو۔ ایسا ہو کہ ہم لڑائیوں میں اپنے دشمنوں سے لوٹ حاصل کریں۔ جل ہی
بوٹیاں ہیں اسواسطے اے پوجاری جل کی تعریف کرنے میں مستعد ہو۔ اے جل تمام بیماریوں کے کھونے
والی بوٹیوں کو میرے بدن کے فائدے کے واسطے پکا۔ اندر کا اختیار انکے عمل پر پڑا۔ اپنے تیز
اور عمدہ تیرے اس نے توکے شہر غارت کئے تب اندر اپنا بجر لیکر ورترا کی جانب

دیکھو کہ وہ ویسے کے ویسے رہے یا نہیں۔ اور یہ وسوسہ کہ خدا نے اپنی کتاب اُمّیوں
۲۱۲ اور بدوؤں کے لئے بھیجی ہے (اُن کی سمجھ کے موافق چاہیئے) ٹھیک نہیں ہے۔
اوّل تو اس میں یہ جھوٹ ہے کہ وہ کلام نرا اُمّیوں کی تعلیم کے لئے نازل ہوا

حاشیہ نمبر ۱۱

یعنے ایسا پاک اور روشن کلام دنیا کے انجام کے لئے بھیجا ہو۔ اور جس علم کی مستعد
رُوحوں کو ضرورت ہے وہ سب علم آپ عطا فرمایا ہو۔ اور جن شکوک اور شبہات میں
اُن کی ہلاکت ہو۔ اُن سب شکوک سے آپ نجات بخشی ہو۔ لیکن ایسے کامل رحمانیت کو
۲۱۳ یہ ہنود سماجی والے تسلیم نہیں کرتے۔ اور نہ یہ کہ رگ میں جو خدا نے انسانوں سے شکر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

متوجہ ہوا۔ اور اُن کو مار کر اپنی طبیعت خوش کی۔ اے جنگل کے مالکو پسندیدہ صورت والو
تم دونوں ہمارا شیریں سوم کا رس دل پسند اور گھی سمیت اندر کے واسطے طیار کرو۔ سوم کے
رس کا بقیہ کٹھیوں میں لاؤ اور اُس کو کپڑے کے چھیوں پر چھڑکو اور جو باقی بچے اُسکو گائے
کی کھال پر رکھو وہ یعنے چھلنی ہے جو کہ گائے کی کھال کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ اے سوم کے رس
پینے والے اندر گو ہم مستحق نہیں ہیں پر تو ہمیں ہزارہا عمدہ گوئیں اور گھوڑے دیکر مالامال کر۔
اے خوبصورت اور طاقتور اندر خوراک کے مالک تیری شفقت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ ہمیں
ہزاروں عمدہ گھوڑے اور گوئیں دے۔ ہر ایک کو جو ہمیں گالی دیتا ہے غارت کر۔ ہر ایک
جو ہمیں نقصان پہنچاتا ہے قتل کر اور ہمیں ہزاروں گھوڑے اور گوئیں دے۔ اے اندر
جو ہماری بہتری میں راضی ہوتا ہے ایسا کر کہ ہمیں خوراک بافراط ملے۔ اور مضبوط اور
۲۱۴ بہت دودھ دینے والی گوئیں ہمارے ہاتھ آویں جن کے باعث سے ہم عیش و عشرت
میں مشغول رہیں۔ اے اندر اور اگنی میں جو دولت کا خواہشمند ہوں تم دونوں کو اپنے
دل میں رشتہ دار اور قرابتی تصور کرتا ہوں۔ اور عقل جو تم نے مجھے عطا کیا ہے کسی
دوسرے نے کبھی نہیں دیا۔ اور اس طرح بہرہ مند ہو کر میں نے یہ منتر جس میں
میں نے اپنی خوراک کی خواہش ظاہر کی ہے تمہاری تعریف میں بنایا ہے۔ اے اندر
اور اگنی نعمتوں کے عطا کرنے والو خواہ پاتال مرت لوک یا سرگ لوک جہاں کہیں

ہے۔ خدا نے تو آپ ہی فرما دیا ہے کہ تمام دنیا اور مختلف طبائع کی اصلاح
کے لئے یہ کتاب نازل ہوئی ہے جیسے اسی کتاب میں مخاطب ہیں ایسے ہی
عیسائی اور یہودی اور مجوسی اور صابئین اور دوسرے مذہب اور دہریہ وغیرہ تمام ۲۱۱

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

پیدا کرنے کے لئے ہر یک طرح کی مدد کی اور کوئی دقیقہ تائید کا اٹھا نہ رکھا۔ مگر وہ مدد
روحانی تربیت میں نہ کر سکا۔ گویا خدا نے روحانی تربیت کے بارے میں جو اصلی اور
حقیقی تربیت تھی دانستہ دریغ کیا اور اس کے لئے ایسے زبردست اور قوی اور
خاص اسباب پیدا نہ کئے جیسے اس نے بدنی تربیت کے لئے پیدا کئے بلکہ انسان کو صرف ۲۱۲

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

تم ہو۔ وہاں سے یہاں آؤ اور ارگ پیو۔ اے اندر اور اگنی نعمتوں کے عطا کرنے والو۔ خواہ
سرگ لوک یا تل لوک یا مرت لوک جہاں کہیں تم ہو۔ وہاں سے یہاں آؤ۔ اور کچھ ہوا ارگ
پیو۔ اے اندر اور اگنی بجر گھمانے والو۔ شہروں کے غارت کرنے والو۔ ہمیں دولت عطا کرو
لڑائیوں میں ہماری مدد کرو۔ ایسا ہو کہ متر اور یوتا۔ ورن دیوتا۔ ادتی دیوی۔ سمندر دیوتا
دھرتی دیوی۔ آسمان دیوتا۔ یہ سب مل کر ہماری اس دعا پر متوجہ ہوں۔ اے انسانوں پر
مہربانی کرنے والے اندر تو بھی مخلوق ہی ہے۔ جب پیدائش کے وقت سے آج تک کوئی
تیرا نظیر نہیں ہوا۔ تو تینوں لوک اور تینوں گروہ آتش اور تمام اس عالم کا جو مخلوقات سے پُر
ہے۔ سہارا دینے والا ہے۔ اے اندر جو سب دیوتاؤں میں اول درجہ کا دیوتا ہے۔ ہم
تجھے بلاتے ہیں تو نے لڑائیوں میں فتوحات حاصل کی ہیں۔ ایسا ہو کہ اندر جو کہ کارساز ہے اور
تمام مانع چیزوں کا جڑ سے اکھاڑنے والا ہے ہمارے رتھ کو لڑائیوں میں سب سے آگے رکھے۔
تو اے اندر فتح کرتا ہے لیکن لوٹ کو نہیں روکتا۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں اور بڑی سخت
لڑائیوں میں ہم تجھے اے تو خوار مگھوان اپنی حفاظت کے لئے تیار کرتے ہیں۔ ایسا ہو کہ
اندر ہمارا ساتھی ہو۔ اور ایسا ہو کہ ہم سیدھے راستہ سے خوراک کثیر حاصل کریں۔ اور ایسا ہو ۲۱۳
کہ متر اور یوتا۔ ورن دیوتا۔ ادتی دیوی۔ سمندر دیوتا۔ دھرتی دیوی۔
آکاش دیوتا ہمارے واسطے خوراک کی حفاظت کریں۔ ہم سوم کا ارگ اس کو جو

فرقے مخاطب ہیں اور سب کے خیالات فاسدہ کا اُس میں ردّ موجود ہے
سب کو سنایا گیا ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
جَمِيْعًا۔ الجزو نمبر ۹۔[1] پھر جبکہ ثابت ہے کہ قرآن شریف کو تمام دنیا کے طبائع

حاشیہ

اُسی کی عقل ناقص کے ہاتھ میں چھوڑ دیا اور کوئی ایسا کامل نور اپنی طرف سے اُس کی
عقل کی امداد کے لئے پیدا نہ کیا جس سے عقل کی پُر غبار آنکھ روشن ہو کر سیدھا
راستہ اختیار کرتی اور سہو اور غلطی کے مہلک خطرات سے بچ جاتی۔ اسی طرح

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بہت سی مہمات کا سر کرنے والا سب دیوتاؤں سے اچھا دیوتا نعمتوں کا عطا کرنے والا۔ سچی
طاقت والا بہادر اندر ہے۔ جو دولت کا لحاظ کرتا ہے اور اُس شخص سے دولت چھین
لیتا ہے جو یگ نہیں کرتا جیسے رہزن مسافر سے چھین لیتا ہے اور اُسے یگ کرنے والے
کو دیتا ہے جو چڑھاتے ہیں۔ اے اندر تیری سب تعریف کرتے ہیں ہمیں پار کر اور لوگوں
سے ہمیں نقصان نہ پہنچے تو بڑا طاقت والا ہے زیادتی و تعدی سے ہمیں محفوظ رکھ۔ اے
انسانو! تمہاری ہر روزہ زندگی کا باعث وہ اندر ہے جو صبح کی کرنوں کے ساتھ بے عقل
کو عقل دیتا ہے اور بے شکل کو شکل عطا کرتا ہے۔ تو نے اے اندر بہادر مروت دیوتا
پیچھے ہوا جو ہر چیز کو اُڑا لے جاتی ہے اور دشوار گذار مقاموں میں پہنچ سکتی ہے گاؤں کا کھوج
لگایا جو غار میں بہ رمل نے چھپا رکھی ہیں ایسا ہو کہ اے مروت دیوتا تم دلیر اندر کے ہمراہ دونوں
خوشی مناتے ہوئے اور یکساں شان و شوکت کے ساتھ نمودار ہو۔ اے اجیت اندر لڑائیوں
میں ہماری حفاظت کر جہاں سے بہت لوٹ ہمارے ہاتھ آوے۔ ہم اندر کو جو ہمارے
دشمنوں کے مقابلہ میں بجر کو گھماتا ہے اور جو ہمارا مددگار ہے بہت فارغ البالی اور بیشمار
دولت حاصل کرنے کے لئے بلاتے ہیں۔ اے مینہ کے برسانے والے تمام خواہشوں
کے پورا کرنے والے اس بادل کو کھول دے تو ہمیشہ ہماری درخواستیں قبول کرتا رہا ہے
مینہ کے برسانے والا طاقتور مالک اندر ہمیشہ درخواستیں قبول کرنے والا انسانوں کو

[1] الاعراف : ۱۵۹

۵۹۱ سے کام پڑا تو تم خود ہی سوچو کہ اس صورت میں لازم تھا یا نہیں کہ وہ ہر یک طور کی طبیعت پر اپنی عظمت اور حقانیت کو ظاہر کرتا اور ہر یک طور کے شبہات کو مٹاتا۔ ماسوا اس کے اگرچہ اس کلام میں باقی بھی مخاطب اہل مکہ ہی ہیں مگر یہ تو نہیں کہ

۵۹۲ حاشیہ در حاشیہ

برہمو سماج والے خدا تعالیٰ کی ربوبیت پر بھی کامل طور پر ایمان نہیں رکھتے۔ کیونکہ کامل ربوبیت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مستعد روحوں کو اُن کے فطرتی جوشوں کے مطابق اور اُن کے پُرجوش اخلاص کے اندازہ پر اور اُن کے صدق سے بھری ہوئی

۵۹۳ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

اپنی طاقت عطا کرتا ہے جیسا سانڈ گؤوں کی ریوڑ کی حفاظت کرتا ہے۔ ہم اسے اندر جو کہ ہر جگہ انسانوں میں موجود ہے نیچے بلاتے ہیں۔ ایسا ہو کہ تو صرف ہمارا ہی ہو جائے۔ اے اندر تیری حمایت کا ہمارے پاس ایک ذاتی ہتھیار رہے جس کے وسیلہ سے ہم اپنے مخالفوں پر ظفریاب ہو سکتے رہیں۔ اندر دیوتا بڑا طاقت والا اور عالی رتبہ ہے ایسا ہو کہ قدر و منزلت ہمیشہ بجلی بردار کے قبضہ میں رہے۔ اُسکی جرأت و فوجیں آسمان کی مانند ہمیشہ عظیم ہوں۔ حقیقت میں اندر کے گانے کے لائق یا پڑھنے کے لائق تعریف بار بار کرنی چاہیئے تاکہ وہ سوما کا رس پیوے۔ اے اندر دیوتا یہاں آؤ اور تمام اقسام کے ارگوں سے اندر کھانوں سے سیر ہو کر اور قوت حاصل کر کے اپنے دشمنوں پر ظفریاب ہو اے اندر نعمتوں کے بخشنے والے اور اپنے پجاریوں کی پرورش کرنے والے میں نے تیری تعریف کی ہے جو تجھ تک پہنچ گئی ہے اور جس کو تو نے منظور کیا ہے۔ اے مقبول اندر اس رسم میں ہمیں دولت حاصل کرنے کے لئے دلیر کر کیونکہ ہم محنتی اور مشہور ہیں۔ اے اندر ہمیں بے اندازہ بے شمار اور بے زوال دولت بخش جو مویشی اور خوراک اور زندگانی کا چشمہ ہے۔ اے اندر ہمیں نامور کر اور ایسی دولت دے جو ہزاروں طریقوں سے حاصل ہو اور وہ کھانے کی چیزیں جو کھیتوں سے چھکڑوں میں آتی ہیں عطا کر۔ ہم اندر کو اپنے مال کی حفاظت کے واسطے مدح کر کر بلاتے ہیں۔ ایسا اندر جو دولت کا مالک ہے اور جس کی لوگ تعریف کرتے ہیں اور جو یگیہ کرنے کی جگہ آمد و رفت رکھتا ہے۔ اے ستکرتو اندر تمام وید کے پڑھنے والے

خدا اُنہیں کو اُمّی ہی رکھنا چاہتا تھا۔ بلکہ وُہ یہ چاہتا تھا کہ جو علاقتیں انسانیت ۴۱۵
اور عقل کی اُن کی فطرت میں موجود ہیں۔ وہ بکمین قوت سے حیّز فعل میں آجائیں۔
اگر نادان کو ہمیشہ کے لئے نادان ہی رکھنا ہے تو پھر تعلیم کا کیا فائدہ ہوا۔

کوششوں کے مقدار پر معارف صافیہ غیر محدود سے اُن کو طلب کرے اور جس قدر وُہ اپنے
دلوں کو کھولیں اُسی قدر اُن کے لئے آسمانی دروازے کھولے جائیں۔ اور جس قدر لُنی کی ۴۱۶
پیاس بڑھتی جائے۔ اُسی قدر اُن کو پانی بھی دیا جائے یہاں تک کہ وہ حق الیقین کے

تیری استت کرتے ہیں۔ رگوید کے پڑھنے والے تیری تعریف کرتے ہیں جو کہ تعریف کے لائق
ہے اور برہمن تجھے بانس کی مانند بلند کرتے ہیں۔ اندر نعمتیں بخشنے والا اپنے پوجاری کے مطلب
سے واقف ہے جس نے پہاڑ کی چوٹیوں پر سوم کا پودہ لاکر بہت پرستش کی ہے۔ اس واسطے ۴۱۷
اندر مروت کی فوج کے ہمراہ آتا ہے۔ اے سوم کی رس پینے والے اندر اپنے بڑے
ایال والے مضبوط اور خوبصورت گھوڑوں کو جوت کر ہماری تعریفیں سُننے کے لئے یہاں آ۔
اے باسو دیوتا ہماری اس پوجا میں آکر شامل ہو۔ ہماری منتوں اور تعریف اور دُعاؤں کو
قبول کر۔ ہمارے یگ پر مہربان ہو۔ اور بہت خوراک دے۔ منتر جو کہ ترقی کا باعث ہے
اندر کی ہمائیں بار بار پڑھنا چاہیئے۔ جو کہ بہت دشمنوں کو پراگندہ کرنیوالا ہے تاکہ یہ طاقتور
دیوتا ہم اور ہماری اولاد اور ہمارے دوستوں سے شفقت سے بولے۔ ہم اندر کی طرف
اس کی شفقت اور دولت اور کامل طاقت حاصل کرنے کے لئے رجوع ہوتے ہیں کیونکہ
وہ طاقتور اندر دولت بخش کر ہماری رکشا کرنے کے قابل ہے۔ اے اندر جبکہ تو
اپنے دشمنوں کو غارت کرتا ہے اُس وقت آسمان اور زمین تجھے سہارا نہیں دے سکتے
مینہ برسانا تیرے اختیار میں ہے۔ ہمیں بڑی فیاضی سے گائیں عطا کر۔ اے
تعریف کے مستحق اندر ایسا ہو کہ ہم ہمیشہ تیری تعریف کرتے رہیں۔ ایسا ہو کہ
اس تعریف سے اے بڑی عمر والے تیری قوت زیادہ ہو۔ اور ایسا ہو کہ یہ ہماری تعریف

خدا نے تو علم اور حکمت کی طرف آپ ہی رغبت دیدی ہے۔ دیکھو اس آیت میں
علم اور حکمت کی کیسی تاکید ہے۔ یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ ۴۱۴
فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا[1] یعنے خدا جس کو چاہتا ہے حکمت عنایت کرتا ہے

حاشیہ

شربت خوشگوار سے سیراب ہو جائیں اور شک اور شبہ کی موت سے بکلی نجات حاصل ہو۔
لیکن برہمو سماج والے اس صداقت سے انکاری ہیں۔ اور بقول اُن کے انسان
کیسا ہی بدقسمت ہے کہ گو کیسا ہی دلبر حقیقی کے وصال کے لئے تڑپا کرے اور گو ۴۱۵

حاشیہ در حاشیہ

تجھے پسند ہے تاکہ ہمیں خوشی حاصل ہو۔ ہم اگنی کو جو دیوتاؤں کا پیغمبر اور اُن کے بلانے والا
اور بہت ثروت والا اور اس یگ کا کمپوذن کرنے والا ہے منتخب کرتے ہیں۔ اے روشن
اگنی ہم نے تجھے کُسی کا ہوم کر کے بلایا ہے۔ ہمارے دشمنوں کو جلا دے جن کے محافظ ناپاک
ارواح ہیں۔ اس اگنی کے یگ میں تعریف کرو کہ جو بڑا عاقل صادق اور روشن ہے اور
بیماری کا کھونے والا ہے۔ اے روشن اگنی دیوتاؤں کے پیغمبر اس نذریں پیش کرنے والے کی
حفاظت کر جو کہ تیری پوجا کرتا ہے۔ اے صاف کرنے والے اس شخص پر مہربان ہو جو دیوتاؤں ۴۱۶
کے خوش کرنے کے واسطے اگنی کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اے روشن اور صاف کرنے والے
اگنی ہمارے یگ اور ہمارے بھوگ میں دیوتاؤں کو لا۔ ہم نے تیری تعریف وہ منتر پڑھ کر کی
ہے جو سب سے آخر تصنیف ہوا ہے۔ ہمیں خوراک عطا کر اور دولت جو اولاد کا چشمہ ہے
عنایت فرما۔ اے اگنی دیوتا ہمارا بھوگ دیوتاؤں کو پہنچا اور ایسا ہو کہ نذریں دینے والے
کو یعنے اگنی کو اس کے عوض میں علم نصیب ہو۔ اے اگنی مع تمام دیوتاؤں کے سوم کا رس
پینے کو ہماری پوجا میں آ اور نذر پیش کر۔ اے دانا اگنی کانو یعنے رشی لوگ تجھے بلاتے
ہیں اور تیرے گن گاتے ہیں۔ اے اگنی مع دیوتاؤں کے آ۔ اے اگنی نیک کاموں کے
ترقی دینے والوں کو یعنے دیوتاؤں کو جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ اس نذر میں مع اُن کی
بی بیوں کے شریک کر۔ اے روشن زبان والے انہیں سوم کا رس پینے کو دے۔ اُن

[1] بقرہ : ۲۷۰

اور جس کو حکمت دی گئی اُس کو بہت سا مال دیا گیا۔ اور پھر فرمایا ہے۔ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ الجزو نمبر ۲؎
۳۱۵ یعنے رسول تم کو کتاب اور حکمت اور وہ تمام حقائق اور معارف سکھلاتا ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اُس کی آنکھوں سے دریا بہہ نکلے اور گو اُس یار عزیز کے لئے خاک میں مل جائے مگر وہ ہرگز نہ ملے۔ اور اُن کے نزدیک وہ کچھ ایسا سخت دل ہے کہ جس کو اپنے طالبوں پر رحم
۳۱۶ ہی نہیں اور اپنے خاص نشانوں سے ڈھونڈنے والوں کو تسلی نہیں بخشتا اور اپنے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

دیوتاؤں کو بھی کہ ہم پرستش اور تعریف کرتے ہیں سوم کا رس اور گھی چڑھنے کے وقت بلا۔ اے اگنی دیوتا اپنی چالاک اور طاقتور گھوڑیاں جن کو بنام روہت نامزد کرتے ہیں رتھ میں جوت اور ان کے وسیلہ سے یہاں دیوتاؤں کو لا۔ اے اگنی انعام کے دینے والے اور رتو دیوتا کے ساتھ یگ میں حصہ لینے والے گھر کی آگ ہو کر پجاری کی خاطر دیوتاؤں کی پرستش کر۔ تجھے اے اگنی سوم کا رس پینے کو شوق سے بلایا ہے۔ مروت کو ساتھ لے کر آ۔ نہ کسی دیوتا کو اور نہ انسان کو اس یگ میں کچھ اختیار حاصل ہے جو کہ تیرے واسطے اے طاقت والے حاصل ہوا ہے سو اے اگنی مروت کو ساتھ لے کر آ۔ اے اگنی دیوتاؤں کی خوبصورت رانیوں کو اور توا شتری کو سوم کا رس پینے کے واسطے یہاں لا۔ اے اگنی ہمارے اس بھوگ کی اور ان نئے منتروں کے دیوتاؤں کو خبر کر۔ اے اگنی تو سب سے پہلے انگرا رشی تھا۔ تو دیوتا اور دیوتاؤں کا مددگار دوست تھا۔ تیرے ہی یگ میں عاقل فہیم اور روشن ہتھیار والی مروت پیدا ہوئی تھی۔ اے اگنی تو جو سب سے پہلا اور سب انگراؤں کا سردار ہے دیوتاؤں کی پوجا کو تیرے ہی باعث سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ تو دانا ہے رنگ برنگ رنگوں والا ہے۔ تمام دنیا کے فائدے کے واسطے ہی فہیم ہے۔ جو دو بالیوں کی اولاد ہے اور انسان کے فائدہ کے واسطے انیک روپ دھارن کر سکتے ہیں۔ اے ہوا پر فوقیت رکھنے والے اگنی اپنے پجاری کو روشنی دے

؎ بقرہ : ۱۵۲

جن کا خود بخود معلوم کر لینا تمہارے لئے ممکن نہ تھا۔ اور پھر فرمایا ہے۔
اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا الجزو نمبر ۲۲[1] یعنے خدا سے وہی لوگ
ڈرتے ہیں جو اہل علم ہیں۔ اور پھر فرماتا ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا الجزو نمبر ۱۶[2]

دلبراؤ تجلیات سے دردمندوں کا کچھ علاج نہیں کرتا۔ بلکہ ان کو انہیں کے خیالات میں
آوارہ چھوڑتا ہے۔ اور اس سے زیادہ ان کو کچھ بھی معرفت عطا نہیں کرتا کہ صرف
اپنی اٹکلیں دوڑایا کریں۔ اور انہیں اٹکلوں میں ہی ساری عمر کھو کر اپنی ظلمانی حالت
میں ہی مر جائیں۔ مگر کیا یہ سچ ہے کہ خداوند کریم ایسا ہی سخت دل ہے یا ایسا بخیل ۲۱۸

بلکہ اس کو معلوم ہو کہ میری پوجا قبول ہوئی تیرے بل سے آکاش اور دھرتی لرزاں ہے۔
تو نے اس بوجھ کو اٹھایا ہے جس کے لئے پروہت مقرر کیا گیا تھا۔ تو نے جو رگ دیوتاؤں
کی پرستش کی ہے۔ تو اے اگنی خواہشوں کی پورا کرنے والی ہے۔ اپنے پجاریوں کی
دولت کی زیادہ کرنے والی ہے۔ اے اگنی دولت کی خاطر ہم تیری پوجا کرتے ہیں۔ اس
چومسے کرنے والے کا نام کر دے۔ ایسا ہو کہ تیری کرپا سے جو ہماری اولاد ہو تو پھر
ہم یہ رسم ادا کریں۔ دھرتی آکاش اور تمام دیوتاؤں سمیت ہمیں بچا۔ اے اگنی اس
ہماری غلطی کو اور اس طریق کو جس میں ہم گمراہ ہو گئے معاف کر تیری تعریف کرنی چاہیے
کیونکہ تو ان لوگوں کی جو تجھ کو تیرے لائق ارگ دیتے ہیں حفاظت کرنے والی ہے۔ اے
پاک اگنی جو بھوگ لینے ہر طرف جاتی ہے یگ کے گھر میں جو تیرے نزدیک ہے جیسے پہلے
زمانہ میں منش انگرا اور ییاتی یعنے راجگان سلف جاتے تھے اور دیوتاؤں کو یہاں لا۔ اور
انہیں پاک کشا پر بٹھا۔ اور ان میں ایسا جلال پیش کر جس سے وہ مشکور ہوں۔ اے اگنی ۲۱۹
تو پجاری کو اس منتر سے جو ہم اپنی لیاقت اور اپنی آگاہی کے موافق پڑھتے ہیں ترقی دے اور
ہمیں دولتمند کر اور ہمیں نیک سمجھ دے اور بہت طور لگ دے۔ ہم منتر پڑھ کر
مہا تیجوان اگنی کو جس کی اور رشی بھی تعریف کرتے ہیں۔ بہت آدمیوں کے فائدہ کے

[1] فاطر: ۲۹ [2] طٰہٰ: ۱۱۵

دعا کرکے خدایا مجھے مراتب علمیہ میں ترقی بخش۔ اور پھر فرماتا ہے۔ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔[1] الجزو نمبر ۱۵ یعنے جو شخص اس جہان میں اندھا رہا۔ اور علم الٰہی میں بصیرت پیدا نہ کی۔ وہ

بے رحم اور بخیل ہے یا ایسا ہی کمزور اور ناتواں ہے کہ ڈھونڈنے والوں کو سراسیمہ اور حیران چھوڑتا ہے اور کھٹکھٹانے والوں پر اپنا دروازہ بند رکھتا ہے۔ اور جو صدق سے اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ اُن کی کمزوری پر رحم نہیں کرتا۔ اور اُن کا ہاتھ

واسطے جو دیوتاؤں کے پاس کر ہیں مناتے ہیں۔ ہم اس اگنی کی طرف دوڑتے جاتے ہیں جو بل کے زیادہ کرنے والی ہے۔ ہم اسے اگنی نذریں چڑھا کر تیری پوجا کرتے ہیں۔ اے بہت کچھ دینے والے ہم پر آج مہربان ہو۔ اے اگنی تو خوشی کی دینے والی۔ دیوتاؤں کے بلانے والی اور اُن کے پیغمبر اور انسان کی محافظ ہے۔ وہ نیک اور دیرپا کام جو دیوتا کرتے ہیں سب تیرے میں جمع ہیں۔ اے نوجوان اور نیک فال اگنی جو کچھ کہ ہم تجھ کو پیش کریں تو ہم پر مہربان ہو کر یا تو اب یا کسی اور وقت طاقتور دیوتاؤں کے پاس لیجا۔ اے اگنی اس طور پر تیرا پوجاری تیری پوجا کرتا ہے اور تو اپنی روشنی سے آپ روشن ہے۔ آدمی بعد سات کاروبار کرنے والے پروہتوں کی حجوم کرکے اس اگنی کو جو اُن کے دشمنوں پر فتحیاب ہے روشن کرتے ہیں۔ اے اگنی جو کہ فنا کرنے والی ہے تو نے اور دوسرے دیوتاؤں نے مل کر ورترا کو قتل کیا ہے۔ دیوتاؤں نے دھرتی اور سُرگ اور اکاس کو مخلوقات کے واسطے فراخ رہنے کی جگہ بنایا ہے ایسا ہو کہ دولت والا اگنی ہر وقت ضرور جگے کانو پر اس طرح مہربان ہو جیسا کہ لڑائی میں گھوڑا مویشی کے واسطے ہنہناتا ہے۔ اُس اگنی کی کرنیں جس کو کانو نے سورج سے زیادہ روشن کر دیا ہے سرفرازی سے چمکتے ہیں ہم اُس کی تعریفیں کرتے ہیں۔ ہم اس کو بلند کرتے ہیں۔ اے اگنی خوراک بخشنے والی ہمارے خزانے پُر کر دے۔ کیونکہ دیوتاؤں کی دوستی تیرے ذریعہ سے

[1] بنی اسرائیل: ۷۳

اُس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اندھوں سے بدتر ہوگا۔ اور پھر یہ دعا سکھاتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ الجزو نمبر ۱۔ یعنے اے باری تعالیٰ ہم پر وہ صراط مستقیم ظاہر کر جو تُو نے ۲۰

بقیہ حاشیہ

نہیں پکڑتا اور اُن سچے طالبوں کو گڑھے میں گرنے دیتا ہے تو ضرور لطف فرما کر چند قدم آگے نہیں آتا۔ اور اپنے جلوہ خاص سے مشکلات کے حل کے لئے قصد کر کے کوئی کام نہیں کرتا سبحانہٗ و تعالیٰ عمّا یصفون۔ اسی طرح رگوید ساماج والے خدائے تعالیٰ کے مالک یوم الدین ہونے سے بھی بے خبر ہیں۔ کیونکہ یوم الجزاء کے مالک ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ ۲۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر

حاصل ہو سکتی ہے تو طرح طرح کی خوشیوں کی مالک ہے۔ ہمیں خوش کر کیونکہ تو زندگی ہے۔ اے اگنی ہماری حفاظت کیلئے سورج دیوتا کی مانند ہو۔ سیدھی کھڑی ہو جا۔ تو خوراک کی دینے والی ہے جس کے کارن ہم تجھے مرہم چھوڑا کر کھاتے ہیں اور پروہت تجھے نذریں چڑھاتے ہیں۔ اے جوان اور چمکدار اگنی ہمیں ناپاک رُدھوں سے اور کینہ ور آدمی سے جو بخشش نہیں کرتا اور بدذاتی جانوروں سے اور اُن لوگوں سے جو ہمارے مارنے کی فکر میں ہیں بچا۔ اے اگنی تجھے منو نے انسان کی بہت سی نسلوں پر روشنی کرنے کیلئے روکا تھا۔ تو جو یگ کیلئے پیدا ہوئی ہے اور چڑھاوے سے سیر ہوتی ہے تجھکو سب آدمی نمسکار کرتے ہیں روشن ہو گئی ہے۔ اگنی کے شعلے روشن طاقتور اور خوفناک ہیں ان کا اعتماد نہ کرنا چاہیئے وہ طاقتور ناپاک رُدھوں کو اور دیگر جانداروں کو ہمیشہ ضرور بالکل جلا دیتے ہیں۔ اے اگنی جو امیر ہے اور جو کہ تمام مخلوقات کی خبرداری کرنیوالی ہے جس سے غذا میں دینے والے کے پاس بہت قسم کی دولت معہ عمدہ گھوڑوں کے آ۔ دیکھو یہاں پر اونچی اُٹھتی ہیں ہو۔ آج ہم اگنی کو جو غیر مکانوں کے دینے والی ہو رتھ پرے اور دھوئیں کے جھنڈے والی روشنی بخشنے والی اور علی الصباح جو ہماری پوجا کرتا ہے اُس کی حفاظت کرنیوالی ہے منتخب کرتے ہیں۔ تمام اگنی کے جو سب دیوتاؤں سے بہتر اور کم عمر کو دیوتا ہے انسان کا مہمان ہے جسکو سب بلاتے ہیں اور چڑھاوا چڑھانے والے کا رفیق ہے۔ سب مخلوقات کو جانتی ہے۔ رات کال بھیا ۲۲

سلہ تماشہ : ۴۰۶

اُن تمام اہلِ کمال لوگوں پر ظاہر کیا جن پر تیرا فضل اور کرم تھا۔ چونکہ اہلِ کمال لوگوں
۴۲۱ کا صراطِ مستقیم یہی ہے کہ وہ علیٰ وجہ البصیرت حقائق کو معلوم کرتے ہیں
نہ اندھوں کی طرح۔ پس اِس دُعا کا ماحصل تو یہی ہُوا کہ خداوند ذوالجلال تمام

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۴۲۲ خدائے تعالیٰ کی مالکیت تامہ کہ جو تجلّیاتِ عقلیہ پر موقوف ہے تمہید ہیں آگے پھر
اُس مالکیتِ تامہ کی شان کے موافق پوری پوری جزا جزا دینا دکھائے۔ یعنی اوّل
اُس مالکِ حقیقی کی مالکیتِ تامہ کا ثبوت ایسے کامل الظہور مرتبہ پر ہو جس سے کہ

(رگ وید)

کرتا ہوں تاکہ وہ اندر دیوتاؤں کو لیجاوے۔ اے یگ کرنے والا اور شرب گیانی اگنی سب
آدمی مجھے روشن کرتے ہیں بہت لوگ بُلاتے ہیں عاقل دیوتاؤں کو جلدی سے یہاں لا۔ تو
۴۲۳ اَے اگنی انسانوں کے یگوں کی حفاظت کرنیوالا ہے اور دیوتاؤں کی پیغمبر ہے۔ آج یہاں
دیوتاؤں کو جو صبح جاگتے ہیں اور سورج کا دھیان کرتے ہیں لا۔ اے اسوفون دیوتاؤ تم
صبح کے یگ کے واسطے جاگو۔ ایسا ہو کہ وہ دونوں دیوتا سوم کا رس پینے کیلئے یہاں آویں ہم
دونوں اسوفونوں کو جو دونوں دیوتا ہیں اور نہایت اچھے رتھ والے ہیں اور ایک عمدہ گاڑی میں
سوار ہوتے ہیں اور رشک تک پہنچتے ہیں بُلاتے ہیں۔ اے اسوفون دیوتاؤ اپنا چابک
جو کہ تمہارے گھوڑوں کی جھاگوں سے تر ہے اور اُسکی پھنکار سے بڑی آواز ہوتی ہے سوم کے
رنگ کو چلا دو۔ اے اسوفون دیوتاؤ لنگ جو پینے والے کے رہنے کی جگہ جہاں تم اپنی رتھ میں
سوار ہو کر جاتے ہو تم سے دُور نہیں ہے۔ میں سونے کے ہاتھ والے سورج کو اپنی
حفاظت کیلئے بُلاتا ہوں وہ پُجاریوں کا درجہ مقرر کرتا ہے۔ سورج کی جو پانی کا مددگار
نہیں ہے ہماری حفاظت کیلئے تعریف کرو۔ ہم اُس کی پوجا کرنے کیلئے آرزو رکھتے ہیں۔
دوستو بیٹھ جاؤ۔ درحقیقت ہم سورج کی تعریف کریں گے۔ کیونکہ وہ درحقیقت دولت کا
بخشنے والا ہے۔ عاقل ہمیشہ سورج کے اس بڑے درجہ کا دھیان کرتے ہیں جب سے آنکھ
آسمان کی سیر کرتی ہے۔ دانا آدمی ہوکر ہوشیار رہتے ہیں اور تعریف کرنے میں بڑے سرگرم

علوم حقّہ اور معارف صحیحہ اور اسرار عمیقہ اور حقائق دقیقہ جو دنیا کے تمام
اہل کمال لوگوں کو متفرق طور پر وقتاً فوقتاً تو عنایت کرتا رہا ہے۔ اب وہ
سب تم میں جمع کر۔ سو دیکھئے کہ اس دعا میں بھی علم اور حکمت ہی خدا سے ۲۴۲

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

تمام اسباب مستفادہ بھی درمیان سے اٹھ جائیں اور زید و عمر کا دخل درمیان نہ
رہے۔ اور ملک واحد قہار کا وجود عریاں طور پر نظر آوے۔ اور جب یہ معرفت کاملہ
اپنا جلوہ دکھا چکی۔ تو پھر خدا بھی بطور کامل ظہور میں آوے۔ یعنے من حیث الورود ۲۴۳
بھی کامل ہو۔ اور من حیث الوجود بھی۔ من حیث الورود اس طرح پر کہ ہر یک

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہیں۔ سورج کے اعلیٰ درجہ کی ہم تعریف کرتے ہیں۔ سب کوئی سورج دیوتا کو اس کے
گھوڑے بلندی پر چلاتے ہیں تاکہ وہ تمام دنیا کو دکھائی دے۔ تو اے سورج سب سے زیادہ چلتا ہے تو
سب کو دکھائی دیتا ہے تو مخزن روشنی کا ہے تو تمام آسمان پر چمکتا ہے۔ تو اے سورج ارت
دیوتا کے سامنے نکلتا ہے تو انسان کے نزدیک نکلتا ہے اور تو اس طرح نکلتا ہے کہ تمام دیولوک
تجھے دیکھ سکے۔ تو اس روشنی کے ساتھ نمودار ہوتا ہے جس کے ساتھ تو صاف کرنے والا برائی سے ۲۴۴
بچانے والا ہے۔ تو فراخ آسمان کو دن اور رات کا اندازہ کرتا ہوا اور سب مخلوقات کو دیکھتا ہوا
طے کرتا ہے۔ تو اے سورج آرام دہندہ روشنی سے چمکتا ہوا نمودار ہو کر اور سب سے بلند
آسمان پر چڑھ کر میرے دل کی بیماری اور میرے بدن کی زردی کھودے۔ روشنی کو تاریکی کے
پیچھے دیکھ کر ہم سورج دیوتا کے پاس جاتے ہیں جو دیوتاؤں کے درمیان ایک عمدہ دیوتا
ہے۔ اے چاند دیوتا تو ہر دم کے کام کرنے نیکی کا کرنے والا ہے۔ تو اپنی تحریروں
کے باعث سے صاحب طاقت اور سب بینا ہی ہے۔ تو اپنی بخششوں کے باعث
نعمتوں کا دینے والا اور اپنی بزرگی سے بزرگ ہے۔ تو نے اسے انسان کے رہنما
نیگ کے چڑھاووں سے خوب پرورش پائی ہے۔ تیرے کام ورن راجہ کے مانند ہیں۔
تیرا کام مثل چاند بڑا ہے۔ تو عزیز مترا دیوتا کی مانند سب کا صاف کرنے والا ہے۔ تو

ہماری ہے اور وہ علم مانگا ہے جو تمام دُنیا میں متفرق تھا۔ خلاصہ یہ کہ گو خدا نے تعالیٰ
نے اصولِ نجات کو بہت واضح اور آسان طور پر اپنی کتاب میں بیان کر دیا
۴۴۳ ہے۔ جس کے معلوم کرنے اور جاننے میں کسی نوع کی دقت اور ابہام نہیں اور

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جزا یاب کو جزا کے وارد ہونے کے ساتھ ہی یہ بات معلوم اور متحقق ہو کہ یہ فی الحقیقت
اُس کے اعمال کی جزا ہے اور نیز یہ بھی متحقق ہو کہ اِس جزا کا وارد کنندہ فی الحقیقت
۴۴۳ کریم ہی ہے جو رب العالمین ہے کوئی دوسرا نہیں۔ اور ان دونوں باتوں میں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

دیوتا کی مانند سب کا بڑھانے والا ہے چونکہ تیرے میں وہ سب گلیں ہیں جو تیرے
سبب سے آسمان زمین پہاڑیوں اور پانی سب میں پرگٹ ہے۔ اس لئے اے چاند ہم
ہم سے اچھی طرح پیش آ۔ اور بانظل ہماری نذریں قبول کر۔ تو اے چاند جو تعریف کا
شائق اور پودوں کا گورو ہے ہماری جان ہے۔ اگر تو چاہے گا۔ تو ہم نہیں مریں گے۔ تو
اے چاند اُس شخص کو جو تیری پوجا کرتا ہے خواہ وہ جوان ہو۔ یا بوڑھا دولت دیتا ہے تاکہ
وہ اُس سے حظ اُٹھاوے اور زندہ رہے۔ اے چاند ہمیں اُس سے جو نقصان پہنچانے
کی فکر میں ہے محفوظ رکھ تجھ جیسے دیوتا کا دوست کبھی نہیں مر سکتا۔ اے چاند دیوتا ہماری
۴۴۳ ایسی مدد کر کہ جس سے بھوگ لگانے والے کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ہماری اِس
بلدان کو اور تعریف کو قبول فرما کر اے چاند دیوتا ہمارے پاس آ۔ اور ہماری رسم کا ترقی
دینے والا ہو۔ چونکہ ہم منتروں سے واقف ہیں اس سبب سے ہم تیری تعریف کر کر تیرا رتبہ
بڑھاتے ہیں۔ اے کرپا ندھان چاند ادھر آ۔ اے دولت بخشنے والے ہماری کھونے والی
دولت سے آگاہ و خوراک کے بڑھانے والے چاند دیوتا ہمارا ایک اعلیٰ مددگار ہو۔
اے چاند دیوتا ہمارے دلوں میں ایسا خوش رہ جیسے مویشی سبزہ زاروں میں یا
انسان اپنے گھروں میں خوش رہتا ہے۔ اے چاند دیوتا ایسا ہو کہ قوت تیرے میں
ہر طرف سے آوے ہمارے واسطے خوراک مہیا کرنے میں سرگرم ہو۔ اے خوش چاند

سب خواندہ اور ناخواندہ اُس میں برابر ہیں لیکن اُس حکیم مطلق نے علمِ الٰہی کے دقائق اور اسرارِ عالیہ میں یہ چاہا ہے کہ انسان محنت کرکے اُن کو دریافت کرے تا یہی محنت اُس کے لئے موجب تکمیلِ نفس ہو جائے کیونکہ

ایسا متحقق ہو کہ کوئی اشتباہ درمیان نہ رہ جائے۔ اور من حیث الوجوہ اس طرح پر کامل ہو کر انسان کے دل اور روح اور ظاہر اور باطن اور جسم اور جان اور ہر یک رُوحانی اور بدنی قوت پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہو جائے۔ اور نیز دائمی اور لازوال اور غیر منقطع ہو۔ تا وہ شخص جو نیکیوں میں سبقت لے گیا ہے۔ اپنی اُس سعادت عظمیٰ کو کہ جو تمام سعادتوں کا انتہائی مرتبہ ہے اور وہ شخص کہ جو بدیوں میں سبقت لے گیا ہے ۲۴۲

دیوتا سب بیلوں کے ساتھ بڑھتا جا۔ ہمارا دوست ہو۔ خوراک کی طرف سے آسودہ حالی بخش تا ہم پھلیں پھولیں۔ چاند دیوتا اُس شخص کو جو کہ نذریں چڑھاتا ہے۔ دودھ والی گائے۔ چالاک گھوڑا اور ایک بیٹا ہو کر گھر و بار میں ہوشیار۔ خانگی تعلقات میں ہنرمند۔ یَگ یا میں سرگرم۔ مجلس میں لائق اور جو اپنے باپ کی عزّت کا باعث ہو دیتا ہے۔ ہم اے چاند دیوتا تجھے رَن میں قائل ہزاروں آدمیوں کے گروہوں میں لڑ کر فتحیاب ہونے والا۔ طاقت زائل نہ ہونے دینے والا۔ یگوں کے درمیان پیدا اور روشن مکان میں رہنے والا مشہور اور بہادر جانکر خوش ہوتے ہیں۔ تو نے اے چاند دیوتا یہ پودے پانی کے اور گائیں پیدا کی ہیں۔ تو نے کشادہ آسمان کو پھیلایا ہے۔ تو نے تاریکی کو روشنی سے پراگندہ کر دیا ہے۔ اے طاقتور چاند دیوتا اپنی روشن دماغی کے ساتھ اپنی دولت کا ایک حصہ دے ایسا ہو کہ کوئی مخالف تجھے دق نہ کر سکے۔ تو کسی دو برابر کے مخالفوں کی بہادری پر فوقیت رکھتا ہے ہمیں رَن میں ہمارے دشمنوں سے بچا۔ سُورج روشن صبح کے اس طرح ساتھ آتا ہے۔ ۲۴۳
جیسے مرد نوجوان خوبصورت عورت کے پیچھے چلتا ہے۔ اُس وقت دھرم آتما لوگ مقرری وقت کی رسموں کو کرتے ہیں اور مبارک سُورج کو تجھے انعام کی خاطر پوجتے ہیں۔

تمام قویٰ انسانیہ کا قیام اور بقا محنت اور ورزش پر ہی موقوف ہے۔ اگر انسان ہمیشہ آنکھ بند رکھے اور کبھی اُس سے دیکھنے کا کام نہ لے (تو جیسا کہ تجارب طبیہ سے ثابت ہوگیا ہے) تھوڑے ہی دنوں کے بعد اندھا ہو جائیگا اور ۴۴۲

حاشیہ نمبر ۱۱

اپنی اُس شقاوت ازلی کو کہ جو تمام شقاوتوں کی آخری حد ہے پہنچ جائے اور تا ہر یک فریق اُس اعلیٰ درجہ کے مکافات کو پالے جو اُس کے لئے ممکن ہے یعنی اُس کامل اور دائمی مکافات کو پالے کہ جو اِس عالم بے بقا اور زوال پذیر میں جس کا تمام رنج و راحت موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے منصۂ ظہور نہیں آسکتی۔ بلکہ اُسکے کامل ظہور کیلئے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یعنے اُس کی پرستش کرتے ہیں۔ سورج کی تیز رفتار ہاتھوں والا ہاتھ پاؤں کے مضبوط راستہ طے کرنے والے گھوڑے جن کی ہم نے پرستش کی ہے اور جو تعریف کئے جانے کے مستحق ہیں آسمان کی چوٹی پر پہنچ گئے ہیں اور جلد زمین اور آسمان کے گرد پھر آئے ہیں۔ ایسا دیوتا پن اور جلال سورج کا ہے کہ جب وہ غروب ہو جاتا ہے وہ پھیلی ہوئی روشنی کو جو دوسرے کام پر پھیلی ہوئی تھی اپنے میں چھپا لیتا ہے۔ جب وہ اپنے گھوڑوں کو کھول دیتا ہے۔ اُسوقت رات کی تاریکی سب پر چھا جاتی ہے۔ آفتاب مترا دیوتا اور ورن دیوتا کے سامنے اپنی روشن صورت آسمان کے درمیان ظاہر کرتا ہے اور اُس کی کرنیں ایک تو اُس کی بیحد روشن طاقت کو پھیلاتی ہیں اور دوسری جب وہ چلی جاتی ہیں تب رات کی تاریکی لاتی ہیں۔ آج دیوتاؤ سورج کے نکلنے پر ہمیں نالائق باتوں سے بچاؤ۔ اور ایسا ہو کہ مترا دیوتا ورن دیوتا ادتی دیوتا سندر دیوتا دھرتی دیوی اکاش دیوتا اِس ہماری دعا کو متوجہ ہو کر سنیں۔

اب ناظرین اِس کتاب کے خود خیال فرماویں کہ اِس قدر شرتیوں سے جن کا ایک ذخیرہ کلاں یہاں لکھ کر کئی صفحے ہم نے سیاہ کئے ہیں۔ کیا کچھ خدا کا بھی پتہ مل سکتا ہے۔ اور حضرات آریہ سماج والے انصافاً ہم کو بتلا دیں کہ رگوید نے اِن

اگر کان بند رہے تو بہرہ ہو جائے گا۔ اور اگر ہاتھ پاؤں حرکت سے بند رہیں تو آخر یہ نتیجہ ہوگا کہ ان میں نہ حس باقی رہے گی اور نہ حرکت۔ اسی طرح اگر قوت حافظہ سے کبھی کام نہ لے تو حافظہ میں فتور پڑے گا اور اگر قوت متفکرہ

مالک حقیقی نے اپنے لطف کامل اور قہر عظیم کے دکھلانے کی غرض سے یعنے جمالی و جلالی صفتوں کی پوری پوری تجلی ظاہر کرنے کے قصد سے ایک اور عالم جو ابدی اور لازوال ہے مقرر کر رکھا ہے تا خدائے تعالیٰ میں جو صفت مجازات ہے جس کا کامل طور پر اس منقبض اور فانی عالم میں ظہور نہیں ہو سکتا۔ وہ اس ابدی اور

شرتیوں میں اپنا منشاء ظاہر کرنے میں کونسی بلاغت دکھلائی ہے۔ اور آپ ہی بولیں کہ کیا اس کی تقریر فصیح تقریروں کی طرح پُر زور اور مدلل ہے یا پیچ اور پوچ ہے منصفین پر پوشیدہ نہیں کہ ان شرتیوں میں بجائے اس کے کہ حق الامر کو اپنی خوش بیانی کے ذریعہ سے ظاہر کیا جاتا اور راستی کے پھیلانے کے لئے کوشش کی جاتی۔ خود مضمون شرتیوں کا ایسا بے سروپا اور مہمل ہے جس سے سامع اس کا ایک ذہول میں پڑ جاتا ہے۔ کبھی ایک چیز کو خالق ٹھہراتا ہے اور اسی سے مرادیں مانگتا ہے۔ کبھی اسی کو مخلوق بناتا ہے اور دوسرے کی محتاج قرار دیتا ہے۔ کبھی کسی کے لئے خدائی صفتیں قائم کرتا ہے اور پھر اسی کی طرف فانی چیزوں کی صفتیں منسوب کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس نے اس قدر کلام کو طول دیا۔ اور پھر ماحصل اس کا خاک بھی نہیں۔ نہ توحید کا مدعی ہو کر توحید کو بیان کیا ہے۔ نہ مخلوق پرستی کا مدعی ہو کر مخلوق پرستی کو بہ پایۂ ثبوت پہنچایا ہے۔ بلکہ سراسیمہ اور مختل الحواس آدمی کی طرح ایسی تقریر بے بنیاد اور متناقض ہے کہ جس سے ہندو مذہب کی عجب طرح کی گڑ بڑ پڑ گئی ہے۔ اور کوئی کسی دیوتا کا پجاری اور کوئی کسی دیوتا کا بھجن گا رہا ہے۔ کیا ایسی تقریر سراپا فضول و مہمل اس لائق ہو سکتی ہے کہ کوئی دانا اسکو بلیغ فصیح کہے۔ شاید بعض ہندو صاحب جنہوں نے فقط وید کا نام سن رکھا ہے

کو بیکار چھوڑ دے تو وہ بھی گھٹتے گھٹتے کالعدم ہو جائے گی۔ سو یہ اُس کا فضل و
۴۲۵ کرم ہے کہ اُس نے بندوں کو اُس طریقہ پر چلانا چاہا جس پر اُن کی
قوتِ نظریہ کا کمال موقوف ہے۔ اور اگر خدائے تعالیٰ محنت کرنے سے

حاشیہ نمبر ۱۱

وسیع عالم میں ظہور پذیر ہو جائے اور ملکوتی تجلّیات تا بحدِ کمال ظاہر ہو کر انسان اُس اعلیٰ درجہ کے
شہود و تمام تک بھی پہنچ جائے کہ جو اُس کی بشری طاقتوں کے لئے حدِّ امکان میں داخل ہے
اور چونکہ اعلیٰ درجہ کی مکافات عند العقل اسی میں منحصر ہے کہ جو امر بطور جزا وارد ہے۔
۴۲۶ وہ انسان کے ظاہر و باطن و جسم و جان پر بتمام و کمال دائمی و لازمی طور پر محیط

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور کبھی اُس مقدس کتاب کو درشن نہیں کیا۔ وہ دل میں یہ وسوسہ کریں کہ یہ شُرتیاں جو رگوید میں سے
نقل کی ہیں وہ صحیح طور پر نہیں نقل کی گئیں یا شاید اُن سے بہتر وید مذکور میں اور شرتیاں ہوں گی
جن میں وید نے وحدانیتِ الٰہی کے بیان کرنے میں دادِ فصاحت دی ہوگی یا مخلوق پرستی کو
فصیح اور مدلل تقریر میں جو لازمہ فصاحت و بلاغت ہے باطل کیا ہوگا۔ سو ایسے وسواسی آدمیوں کے
۴۲۷ جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ ہم نے یہ تمام شُرتیاں رگوید سنگتا اشٹک اوّل سکت سے ۱۱۵ سکت تک
بطور نمونہ منتخب کر کے لکھی ہیں۔ اگر کسی کو یہ دعویٰ ہو کہ وہ شرتیاں صحیح نہیں ہیں تو اُسے لازم ہے کہ
جو اُس کی دانست میں صحیح ترجمہ ہو وہ پیش کرے تا منصف لوگ آپ دیکھ لیں کہ شرتیاں صحیح ہیں
یا اُس کی پیش کردہ صحیح ہیں۔ اور اگر کسی کو یہ دعویٰ ہو کہ اگرچہ یہ شرتیاں مہمل اور بے سروپا ہیں۔
مگر اُسی رگوید میں ایسی شرتیاں بھی پائی جاتی ہیں جن میں وحدانیتِ الٰہی کا بیان نہایت
صفائی اور شائستگی سے موجود ہے تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ ہمراہ اِن شرتیوں کے اُن
شرتیوں کو بھی پیش کرے تا اگر کسی طرح ہاتھ پاؤں مار کر وید کی بلاغت و خوش بیانی ثابت
ہو سکے تو ثابت ہو جائے ہم کو کسی صاحب سے ناحق کی ضد نہیں ہے۔ ہم اپنے سچے دل سے
کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی غور اور تدبر سے وید پر نظر کر کے اُس کو طریقہ شائستہ بیانی سے
بالکل دور اور مہجور پایا ہے۔ اور ہم بڑے افسوس سے لکھتے ہیں کہ ایسی پراگندہ باتیں کیونکر

بکلی آنے اور رکھنا چاہتا۔ تو پھر یہ بھی مناسب نہ تھا کہ اپنی آخری کتاب کو تمام لوگوں
کے لئے جو مختلف زبانیں رکھتے ہیں ایک ہی زبان میں جس سے وہ ناآشنا ۴۲۴
ہیں بھیجتا۔ کیونکہ غیر زبان کا دریافت کرنا بھی بغیر محنت کے گو تھوڑی ہی ہو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہو جائے اور نیز اعلیٰ درجہ کا یقین یعنی حق الیقین کے وجود کی نسبت اس بات پر موقوف ہے کہ مدرک تمام اسباب مُعتادہ کو بکلّی نیست و نابود کرکے بغیر ان طور پر جلوہ گر ہو وسطہ پر صادق ٹھیک ہو جس کا مطلب انتہائی معرفت اور انتہائی مکاشفات سے بھی متحقق ہوگا جب وہ تمام باتیں مذکورہ بالا متحقق ہو جائیں کیونکہ حق الیقین اُسکی تعریف میں داخل ہیں کیونکہ انتہائی معرفت بجز اسکے عند العقل ممکن نہیں کہ مالک حقیقی کا جلال بطور حق الیقین مشہود ہو یعنی ظہور اور بروز تام جس پر ۴۲۵

حاشیہ نمبر ۱۱

آریہ سماج والوں کے دلوں کو بھا رہی ہیں اور کیوں وہ ایسے کچے اور پست خیالات پر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ اگر وید کا کلام باوجود ایسی فضول طوالت اور بیجا طول بیانی اور خبط مضمون کے پھر بھی فصیح اور بلیغ ہی ہے تو پھر غیر فصیح کلام دنیا میں کس کو کہنا چاہیئے۔ اور اگر آریہ سماج والوں کو یہ معلوم نہیں کہ کلام فصیح کسے کہتے ہیں تو لازم ہے کہ وہ ذرا آنکھ کھول کر بمقابلہ طول طویل عبارات وید کے کلام کے جو اوپر تحریر ہو چکا ہے قرآن شریف کی چند آیات پر نظر ڈالیں کہ کس لطافت و ایجاز سے مسائل کثیرہ وحدانیت کو قلیل و دلکش عبارات میں بیان کرتا ہے اور کس عمدہ کوشش سے مسئلہ توحید کو دل میں بٹھاتا ہے اور کیسی فصیح اور مدلل تقریر سے توحید الٰہی کو قلوب صافیہ میں منقش کرتا ہے۔ مگر اس کی مانند وید مذکور میں شرتیاں موجود ہوں تو پیش کرنی چاہئیں ۴۲۶
ورنہ بیہودہ بک بک کرنا اور لاجواب رہ کر پھر خبث اور شر سے باز نہ آنا انہی لوگوں کا کام ہے جن لوگوں کو خدا اور ایمانداری سے کچھ بھی غرض نہیں اور نہ حیا اور شرم سے کچھ سروکار ہے۔ اب یہاں ہم بطور نمونہ بمقابلہ وید کی شرتیوں کے کسی قدر آیات قرآن شریف جو وحدانیت الٰہی کو بیان کرتی ہیں لکھتے ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو جائے کہ وید اور قرآن شریف میں سے کس کی عبارت میں لطافت اور ایجاز اور

ممکن نہیں ہے کیا۔

۴۲۵ تمہید پنجم: جس معجزہ کو عقل شناخت کرکے اسکے منجانب اللہ ہونے

زیادت متصور نہ ہو۔ علیٰ ہذا القیاس انتہائی مکافات بھی تجویز ہیں کہ عند العقل غیر ممکن ہے کہ جیسے جسم اور جان دونوں دنیا کی زندگی میں مل کر فرمانبردار یا نافرمان

۴۲۶ اور سرکش تھی۔ ایسا ہی مکافات کے وقت وہ دونوں بحد والتمام جزا یا دونوں سزا

زور بیلی پایا جاتا ہے اور کس کی عبادت طرح طرح کے شکوک اور شبہات میں واقع ہے اور فصول اور طول طویل ہے۔ اور آیات محمدیہ یہ ہیں:

ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَيُّ ٱلْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُۥ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَّهُۥ مَا
فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۝ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ لَمْ
يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ۝ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ
ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا ۝ مَا كَانَ مَعَهُۥ مِنْ إِلَٰهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍۭ
بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۝ قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِۦ
فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ ٱلضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ قُلِ ٱدْعُوا۟ شُرَكَآءَكُمْ
ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ۔ إِنَّ وَلِـِّۧىَ ٱللَّهُ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْكِتَٰبَ وَهُوَ
يَتَوَلَّى ٱلصَّٰلِحِينَ وَٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ لَا يَسْتَطِيعُونَ
نَصْرَكُمْ وَلَآ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ۝ تُسَبِّحُ لَهُ ٱلسَّمَٰوَٰتُ ٱلسَّبْعُ
وَٱلْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ وَإِن مِّن شَىْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِۦ وَلَٰكِن
لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۝ قَالُوا۟ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدًا سُبْحَٰنَهُۥ هُوَ ٱلْغَنِىُّ
لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ إِنْ عِندَكُم مِّن سُلْطَٰنٍۭ بِهَٰذَآ
أَتَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ إِنَّمَا ٱللَّهُ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ
۴۲۷ سُبْحَٰنَهُۥٓ أَن يَكُونَ لَهُۥ وَلَدٌ لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ
وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلًا ۝ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ ٱلْبَنَٰتِ سُبْحَٰنَهُۥ وَلَهُم مَّا

۱ بقرہ: ۲۵۵ ۲ اخلاص: ۱-۴ ۳ انبیاء: ۲۲ ۴ مومنون: ۹۱ ۵ بنی اسرائیل: ۵۶
۶ اعراف: ۱۹۵-۱۹۶ ۷ بنی اسرائیل: ۴۴ ۸ یونس: ۶۸ ۹ نساء: ۱۷۱

کو گواہی دی۔ وہ اُن معجزات سے ہزار ہا درجہ افضل ہوتا ہے کہ جو صرف بطور
کتھا یا قصہ کے منقولات میں بیان کئے جاتے ہیں۔ اس ترجیح کے دو ۲۴۹

میں پکڑے جائیں اور مکاشفات کا طور کا بحر موّاج یکساں ظاہر و باطن پر اپنے احاطۂ
تام سے محیط اور مشتمل ہو جائے۔ لیکن برہمو سماج والے اس صداقت سے بھی
انکاری ہیں بلکہ اس صداقت قصوٰی کا وجود ان کے نزدیک متحقق ہی نہیں۔ اور

یُشْرِکُوْنَ ۔ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی تِلْکَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی
یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ
لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً
وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ
فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ
وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ لَا تُدْرِکُهُ
الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ۔ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّهُوَ السَّمِیْعُ
الْبَصِیْرُ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَ
الْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُکْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ
وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ
عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْکَ
لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ
اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُکْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا
اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَاِنْ جَاهَدٰکَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ
لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ
یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ
الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ

۱ النجم: ۲۲، ۲۳ ۲ البقرۃ: ۲۲، ۲۳ ۳ الزخرف: ۸۵ ۴ الحدید: ۴ ۵ الانعام: ۱۰۴ ۶ الشوریٰ: ۱۲ ۷ الفرقان: ۳
۸ القصص: ۷۱ ۹ النساء: ۴۹ ۱۰ الکہف: ۱۱۱ ۱۱ لقمان: ۱۴ ۱۲ القصص: ۸۹ ۱۳ بنی اسرائیل: ۲۴ ۱۴ العنکبوت: ۹ ۱۵ الانعام: ۱۸، ۱۹

باعث ہیں۔ ایک تو یہ کہ منقولی معجزات ہمارے لئے جو صدہا سال اُس
۳۳ زمانہ سے پیچھے پیدا ہوئے ہیں جب معجزات دکھلائے گئے تھے مشہود

بزعم ان کے انسان کی قسمت میں نہ انتہائی معرفت کا پانا مقدّر ہے نہ انتہائی مکالمات کو ۔
۳۴ اور مکالمات ان کے نزدیک فقط ایک خیالی پلاؤ ہے جو صرف اپنے ہی سے بہ فہلد

لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ
الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ
مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۔
۳۵ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا
وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔
اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۔ فَاجْتَنِبُوا
الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۔ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ
اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ
يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ
خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۔ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ
الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۔ اِنْ كُلُّ مَنْ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۔ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ
اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۔
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ
يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ
مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۔ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۔

الرعد:۱۵ ، البقرۃ:۲۵۶ ، الانبیاء:۲۹ ، الاعراف:۱۸۱ ، العنکبوت:۱۸ ، الحج:۳۱ ، الاعراف:۱۹۶
حٰمٓ السجدۃ:۳۸ ، یٰسٓ:۴۱ ، مریم:۹۴ ، الانبیاء:۳۰ ، النساء:۱۷۲ ، الحج:۷۴ ، البقرۃ:۱۶۶

اور محسوس کا حکم نہیں رکھتے اور اخبار منقولہ ہونے کے باعث سے وہ
درجہ اُن کو حاصل بھی نہیں ہو سکتا جو مشہودات اور مرئیات کو حاصل ہوتا ہے

حاشیہ

تصورات سے بکلی بچایا جائے گا۔ نہ حقیقی طور پر کوئی جزا خدائے تعالیٰ کی طرف سے
بندوں پر وارد ہوگی۔ نہ کوئی سزا بلکہ خود تراشیدہ خیالات ہی خوشحالی یا بدحالی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ[1] وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ
وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ
يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ
اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ
مَرْيَمَ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ[2] مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰى
اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ[3] اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ ۲۳۰
هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا
اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَ
الْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ
وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ[4]۔ ترجمہ:۔ اللہ جو جامع صفات کاملہ
اور مستحق عبادت ہے اس کا وجود بدیہی الثبوت ہے کیونکہ وہ حی بالذات اور قائم
بالذات ہے بجز اس کے کوئی چیز حی بالذات اور قائم بالذات نہیں یعنے اس
کے بغیر کسی چیز میں یہ صفت پائی نہیں جاتی کہ بغیر کسی علّت موجدہ کے آپ ہی
موجود اور قائم رہ سکے یا کہ اس عالم کی جو کمال حکمت اور ترتیب محکم اور موزونی سے
بنایا گیا ہے علت موجبہ ہو سکے اور یہ امر اس صانع عالم جامع صفات کاملہ کی ہستی کو

[1] الانعام: ۱۰۱ [2] توبہ: ۳۰، ۳۱ [3] مریم: ۳۶ [4] الحج: ۱۸، ۱۹

۴۲۱ دوسرے یہ کہ جن لوگوں نے منقول معجزات کو جو تصرف عقل سے بالاتر ہیں
مشاہدہ کیا ہے اُن کے لئے بھی وہ تسلی تام کا موجب نہیں ٹھہر سکتی کیونکہ

۴۲۱ کے موجب ہو جائیں گے۔ اور کوئی ایسا ظاہری و باطنی امر نہیں ہوگا کہ جو خاص
خدائے تعالیٰ کے ارادہ سے نیک بندوں پر بصورت نعمت اور بد بندوں پر

ثابت کرنے والا ہے۔ تفصیل اس استدلال لطیف کی یہ ہے کہ یہ بات بہ بداہت ثابت ہے کہ عالم کے اشیاء میں سے ہر یک موجود جو نظر آتا ہے اُس کا وجود اور قیام نظراً علیٰ ذاتہٖ ضروری نہیں۔ مثلاً زمین کروی الشکل ہے اور قطر اس کا بعض کے گمان کے موافق تخمیناً چار ہزار کوس پختہ ہے مگر اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کہ کیوں یہی شکل اور یہی مقدار اُس کے لئے ضروری ہے اور کیوں جائز نہیں کہ اس سے زیادہ یا اس سے کم ہو یا برخلاف شکل حاصل کے کسی اور شکل سے متشکل ہو۔ اور جب اس پر کوئی دلیل قائم نہ ہوئی تو یہ شکل اور یہ مقدار جس کے مجموعہ کا نام وجود ہے زمین کے لئے ضروری نہ ہوا اور علیٰ ہذا القیاس اس عالم کی تمام اشیاء کا وجود اور قیام غیر ضروری ٹھہرا۔ اور صرف یہی بات نہیں کہ وجود ہر یک ممکن کا نظراً علیٰ ذاتہٖ غیر ضروری ہے بلکہ بعض صورتیں ایسی نظر آتی ہیں کہ اکثر چیزوں کے معدوم ہونے کے اسباب بھی قائم ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ چیزیں معدوم نہیں ہوتیں مثلاً باوجودیکہ کئی سخت سخت قحط اور وبائیں پڑی ہیں مگر پھر بھی
۴۲۲ ابتدا زمانہ سے تخم ہر یک چیز کا بچتا چلا آیا ہے حالانکہ عند العقل جائز بلکہ واجب تھا کہ ہزارہا شدائد اور حوادث میں سے جو ابتدا سے دُنیا پر نازل ہوتی رہی ہیں کبھی کوئی ایسا بھی ہوتا کہ شدّتِ قحط کے وقت تخم خوراک انسانی کا بکلّی مفقود ہو جاتا یا کوئی قسم غلّہ کی مفقود ہو جاتی یا کبھی شدّتِ وبا کے وقت نوع انسان کا نام و نشان باقی نہ رہتا یا کوئی اور قسم حیوانات میں سے مفقود ہو جاتے یا کبھی اتفاقی طور پر سورج یا چاند کی کل بگڑ جاتی یا دوسری بے شمار چیزوں سے جو عالم کی درستی نظام کے لئے ضروری ہیں کسی چیز کے وجود میں

بہت سے ایسے عجائبات تحتی ہیں کہ ارباب شعبدہ بازی انکو دکھلاتے پھرتے ۲۲۲

بصورت عذاب اُترے کہ جس پر ان کا یہ مذہب نہیں سمجھا کہ امر مجازات کا تماما ملک ہے۔
اور وہی ہے جو نیک بندوں پر اپنے خاص ارادہ سے خوشحالی اور لذّت دائمی کا ۲۲۳

نازل ہوتا ہے کیونکہ کروڑہا چیزوں کا اعتدال اور فساد سے سالم رہنا اور کبھی ان پر آفت نازل نہ ہونا قیاس سے بعید ہے۔ پس جو چیزیں نہ ضروری الوجود ہیں نہ ضروری القیام بلکہ اُن کا کبھی نہ کبھی بگڑ جانا اُن کے باقی رہنے سے زیادہ تر قرین قیاس ہے اُن پر کبھی زوال نہ آنا اور احسن طور پر بہ ترتیب محکم اور ترکیب ابلغ اُن کا وجود اور قیام پایا جانا اور کروڑہا ضروریات عالم میں سے کبھی کسی چیز کا مفقود نہ ہونا صریح اس بات پر نشان ہے کہ اُن سب کے لئے ایک محیی اور محافظ اور قیّوم ہے جو جامع صفات کاملہ ہے اور حکیم اور رحمان اور رحیم اور اپنی ذات میں ازلی ابدی اور ہریک نقصان سے پاک ہے جس پر کبھی موت اور فنا طاری نہیں ہوتی بلکہ اونگھ اور نیند سے بھی جو فی الحقیقت موت سے مشابہ ہے پاک ہے سو وہی ذات جامع صفات کاملہ ہے جس نے اس عالم امکانی کو برعایت کمال حکمت و موزونیت وجود عطا کیا اور ہستی کو نیستی پر ترجیح بخشی اور وہی بوجہ اپنی کمالیت اور خالقیت اور ربوبیت اور قیّومیت کے مستحق عبادت ہے۔ یہاں تک تو ترجمہ اس آیت کا ہوا اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوۡمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ۱؎۔ اب بنظر انصاف دیکھنا چاہیئے کہ کس بلاغت اور لطافت اور متانت اور حکمت سے اس آیت میں وجود صانع عالم پر دلیل بیان فرمائی ہے اور کس قدر تھوڑے لفظوں میں معانی کثیرہ اور لطائف علمیہ کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے اور
مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ کے لئے ایسی محکم دلیل سے وجود ایک خالق کامل الصفات ۲۲۴
کا ثابت کر دکھایا ہے جس کے کمال اور عمدگی کے برابر کسی حکیم نے آج تک کوئی تقریر بیان نہیں کی بلکہ حکماء ناقص الفہم نے ارواح اور اجسام کو حادث بھی نہیں سمجھا اور اس

۱؎ بقرہ : ۲۵۶

ہیں۔ گو وہ مکر اور فریب ہی ہیں مگر آپ مخالف براہین پر کیونکر ثابت کرسکے

فیضان کرے گا۔ جس لذت کاملہ کو سعید لوگ نہ صرف باطنی طور پر بلکہ صوری
مشہودہ اور محسوسہ میں بھی مشاہدہ کریں گے۔ اور قویٰ انسانیہ میں سے کوئی

راز دقیق سے یہ پیش ہو کہ حیات حقیقی اور ہستی حقیقی اور قیام حقیقی صرف خدا ہی کیلئے مسلّم ہے
یہ دقیق معرفت اسی آیت سے انسان کو حاصل ہوتی ہے جس میں خدا نے فرمایا کہ حقیقی طور پر زندگی
اور بقا اور زندگی صرف اللہ کے لئے حاصل ہے جو جامع صفات کاملہ ہے اس کے بغیر کسی
دوسری چیز کو وجود حقیقی اور قیام حقیقی حاصل نہیں اور اسی بات کو صانع عالم کی ضرورت
کے لئے دلیل ٹھہرایا اور فرمایا لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ یعنی جبکہ عالم کے لئے
نہ حیات حقیقی حاصل ہے نہ قیام حقیقی تو بالضرور اس کو ایک علت موجبہ کی حاجت ہے
جس کے ذریعہ سے اس کو حیات اور قیام حاصل ہوا۔ اور ضرور ہے کہ ایسی علت موجبہ
جامع صفات کاملہ اور مدبّر بالارادہ اور حکیم اور عالم الغیب ہو۔ سو وہی اللہ ہے۔ کیونکہ
اللہ بموجب اصطلاح قرآن شریف کے اس ذات کا نام ہے جو مستجمع کمالات تامہ ہے۔
اسی وجہ سے قرآن شریف میں اللہ کے اسم کو جمیع صفات کاملہ کا موصوف ٹھہرایا ہے
اور جابجا فرمایا ہے کہ اللہ وہ ہے جو کہ رب العالمین ہے رحمٰن ہے رحیم ہے مدبّر
بالارادہ ہے حکیم ہے عالم الغیب ہے قادر مطلق ہے ازلی ابدی ہے وغیرہ وغیرہ۔ سو
یہ قرآن شریف کی ایک اصطلاح ٹھہر گئی ہے کہ اللہ ایک ذات جامع جمیع صفات کاملہ کا نام
ہے اسی جہت سے اس آیت کے سر پر بھی اللہ کا اسم لائے اور فرمایا اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا
هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ یعنی اس عالم بے ثبات کا قیوم وہ ذات جامع الکمالات ہے۔ یہ
اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ عالم جس ترتیب محکم اور ترکیب ابلغ سے موجود اور
مترتب ہے اس کے لئے یہ گمان کرنا باطل ہے کہ انہیں چیزوں میں سے بعض چیزیں
بعض کے لئے علت موجبہ ہوسکتی ہیں بلکہ اس محکم نظام کے لئے جو سراسر حکمت سے بھرا

دکھلا دیں کہ انبیاء سے جو عجائبات اِس قسم کے ظاہر ہوئے ہیں کسی نے ساتھ

قوت ظاہری ہو یا باطنی اپنے مناسبِ حال لذّات اُٹھانے سے محروم نہیں رہے گی اور جسم اور جان دونوں راحت یا عذاب اُخروی میں یعنی بہشتی یا دوزخی صورت میں شریک ہو جائیں گے

ہُوا ہے ایک ایسے صانع کی ضرورت ہے جو اپنی ذات میں مُدبّر بالارادہ اور حکیم اور علیم اور رحیم اور خیر فانی اور تمام صفاتِ کاملہ سے متصف ہو سو وہی اللہ ہے جس کو اپنی ذات میں کمال تام حاصل ہے۔ پھر بعد ثبوت وجود صانع عالم کے طالبِ حق کو اس بات کا سمجھنا ضروری تھا کہ وہ صانع ہر یک طور کی شرکت سے پاک ہے۔ سو اُس کی طرف اشارہ فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ الخ۔ اس کامل عبارت کو جو بقدر ایک سطر بھی نہیں دیکھنا چاہیئے کہ کس لطافت اور عمدگی سے ہر یک قسم کی شرکت سے وجود حضرت باری کا منزّہ ہونا بیان فرمایا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرکت از رُوئے حصر عقلی چار قسم پر ہے کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے اور کبھی مرتبہ میں اور کبھی نسب میں اور کبھی فعل میں اور تاثیر میں۔ سو اس سورۃ میں ان چاروں قسموں کی شرکت سے خدا کا پاک ہونا بیان فرمایا اور کھول کر بتلا دیا کہ وہ اپنے عدد میں ایک ہے دو یا تین نہیں اور وہ صمد ہے یعنی اپنے مرتبۂ وجوب اور محتاج الیہ ہونے میں منفرد اور یگانہ ہے اور بجز اس کے تمام چیزیں ممکن الوجود اور ہالکۃ الذات ہیں جو اس کی طرف ہر دم محتاج ہیں اور وہ لَمْ يَلِدْ ہے یعنی اس کا کوئی بیٹا نہیں تا بوجہ بیٹا ہونے کے اس کا شریک ٹھہر جائے اور وہ لَمْ يُوْلَدْ ہے یعنی اس کا کوئی باپ نہیں تا بوجہ باپ ہونے کے اس کا کوئی شریک بن جائے اور وہ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا ہے یعنی اس کے کاموں میں کوئی اس سے برابری کرنے والا نہیں تا باعتبار فعل کے اس کا کوئی شریک قرار پاوے سو اس طور سے ظاہر فرما دیا کہ خدائے تعالیٰ چاروں قسم کی شرکت سے پاک اور منزّہ ہے اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ پھر بعد اس کے اس کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایک عقلی دلیل بیان فرمائی اور کہا لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۔ وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ الخ۔ یعنے اگر زمین و آسمان میں بجز اس

۱ الاخلاص : ۲-۵ ۲ الانبیاء : ۲۳ ۳ المؤمنون : ۹۲

بناکر دکھلا دیا اور کسی نے مُردہ کو زندہ کر کے دکھلا دیا۔ یہ اسی قسم کی دست بازیوں
سے مُنزّہ ہیں جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں۔ یہ مشکلات کچھ ہمارے ہی زمانہ میں ۴۴۳

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳
غرض یہ جو سماع والوں کا اعتقاد بالکل اس صداقت کے برخلاف اور اس کے مفہوم کا ہی ۴۴۴
کے منافی ہے جو یہاں تک کہ خدا اپنی کنہ باطنی سے نہایت اخروی کے متعلق سامان کو کر ظاہری

حاشیہ نمبر ۱۱
ایک ذات جامع صفات کاملہ کے کوئی اور بھی خدا ہوتا تو یہ دونوں بگڑ جاتے۔ کیونکہ ضرور تھا
کہ کبھی وہ جماعت خدائیوں کی ایک دوسرے کے برخلاف کام کرتے۔ پس اسی پھوٹ اور
اختلاف سے عالم میں فساد راہ پاتا اور نیز اگر الگ الگ خالق ہوتے تو ہر واحد اُن میں سے اپنی
ہی مخلوق کی بھلائی چاہتا اور ان کے آرام کے لئے دوسروں کا برباد کرنا روا رکھتا۔ پس یہ بھی
موجب فساد عالم ٹھہرتا۔ یہاں تک تو دلیل لمّی سے خدا کا واحد لاشریک ہونا ثابت کیا۔ پھر
بعد اس کے خدا کے واحد لاشریک ہونے پر دلیل اِنّی بیان فرمائی اور کہا قُلِ ادْعُوا ۴۴۵
الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا[1]
یعنے مشرکین اور منکرین وجود حضرت باری کو کہہ کہ اگر خدا کے کارخانہ میں کوئی اور لوگ بھی
شریک ہیں یا اسباب موجودہ ہی کافی ہیں تو اس وقت کہ تم اسلام کے دلائل حقیت اور
اس کی شوکت اور قوت کے مقابلہ پر مقہور ہو رہے ہو اپنے شرکاء کو مدد کے لئے بلاؤ
اور یاد رکھو کہ وہ ہرگز تمہاری مشکل کشائی نہ کر سکیں گے۔ اور نہ بلا کو تمہارے سر پر سے ٹال
سکیں گے۔ اے رسول ان مشرکین کو کہہ کہ تم اپنے شرکاء کو جن کی پرستش کرتے ہو۔
میرے مقابلہ پر بلاؤ اور جو تدبیر میرے مغلوب کرنے کے لئے کر سکتے ہو وہ سب
تدبیریں کرو۔ اور مجھے ذرہ مہلت مت دو اور یہ بات سمجھ رکھو کہ میرا حامی اور ناصر
اور کارساز وہ خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا ہے اور وہ اپنے نیک اور صالح رسولوں
کی آپ کارسازی کرتا ہے مگر جن چیزوں کو تم لوگ اپنی مدد کیلئے پکارتے ہو۔ وہ ممکن
نہیں ہے جو تمہاری مدد کر سکیں اور نہ کچھ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ پھر بعد اس کے خدا کا
ہر یک نقصان اور عیب سے پاک ہونا قانون قدرت کے رو سے ثابت کیا اور فرمایا

[1] بنی اسرائیل: ۵۷

پیدا نہیں ہوئیں بلکہ ممکن ہے کہ انہیں زمانوں میں یہ مشکلات پیدا ہو گئی ہوں۔ مثلاً
۴۲۴ جب ہم یوحنا کی انجیل کے پانچویں باب کی دوسری آیت سے پانچویں آیت

قوتوں کے مناسب حال سعادت عظمیٰ کی تکمیل کے لئے قرآن شریف میں بیان
۴۲۵ کیا گیا ہے اور اسی طرح عذاب اُخروی کے جسمانی سامان کو کہ جو ظاہری قوتوں کے

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ[1] یعنی ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے خدا کی تقدیس کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اس کی تقدیس نہیں کرتی پر تم اُن کی تقدیس کو سمجھتے نہیں یعنے زمین آسمان پر نظر غور کرنے سے خدا کا کامل اور مقدس ہونا اور بیٹوں اور شریکوں سے پاک ہونا ثابت ہو رہا ہے مگر اُن کیلئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ پھر بعد اسکے جزئی طور پر مخلوق پرستوں کو ملزم کیا اور اُنکا خطا پر ہونا ظاہر فرمایا اور کہا قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ[2] یعنے بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے حالانکہ بیٹے کا محتاج ہونا ایک نقصان ہے اور خدا ہر یک نقصان سے پاک ہے وہ تو غنی اور بے نیاز ہے جس کو کسی کی حاجت نہیں جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اُسی کا ہے۔ کیا تم خدا پر ایسا بہتان لگاتے ہو جس کی تائید میں تمہارے
۴۲۶ پاس کسی نوع کا علم نہیں۔ خدا کیوں بیٹوں کا محتاج ہونے لگا۔ وہ کامل ہے اور فرائض الوہیت کے ادا کرنے کیلئے وہی اکیلا کافی ہے کسی اور مُمد کی حاجت نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا بیٹیاں رکھتا ہے حالانکہ وہ ان سب نقصانوں سے پاک ہے کیا تمہارے لئے بیٹے اور اُسکے لئے بیٹیاں یہ تو ٹھیک ٹھیک تقسیم نہ ہوئی۔ اے لوگو! تم اس خدائے واحد لاشریک کی پرستش کرو جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا چاہیئے کہ تم اُس قادر توانا سے ڈرو جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور آسمان کو تمہارے لئے چھت بنایا اور آسمان سے پانی اُتار کر طرح طرح کے رزق تمہارے لئے پھلوں میں سے پیدا کئے سو تم دیدہ و دانستہ انہیں چیزوں کو خدا کا شریک مت ٹھہراؤ جو تمہارے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہیں۔ خدا ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں نہ آسمان میں نہ

[1] بنی اسرائیل: ۴۵ [2] یونس: ۶۹

۴۲۶ تک دیکھتے ہیں تو اُس میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں اور اور تعلیم میں باب الفضان
کے پاس ایک حوض ہے جو عبرانی میں بیت حسدا کہلاتا ہے۔ اُس
کے پانچ اُسارے ہیں۔ اُن میں ناتوانوں اور اندھوں اور لنگڑوں

حاشیہ

۴۳۶ مناسب حال شہادت عقلی کی تکمیل کے لئے فرقان مجید میں مندرج ہے مورد اعتراض سمجھتے ہیں مگر ایسی سمجھ پر پتھر پڑیں کہ جو ایک بدیہی اور کامل صداقت کو عیب کی صورت میں تصور کیا جائے۔ افسوس یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے کہ شہادت عقلی یا شہادت عقلی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲

اور وہی زمین میں خدا۔ وہی اوّل ہے اور وہی آخر۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن۔ آنکھیں اُس کی کنہ دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور اُس کو آنکھوں کی کنہ معلوم ہے۔ وہ سب کا خالق ہے اور کوئی چیز اُس کی مانند نہیں اور اُس کے خالق ہونے پر یہ دلیل واضح ہے کہ ہر یک چیز کو ایک اندازہ مقرری میں محصور اور محدود پیدا کیا ہے جس سے وجود اُس ایک حاصر اور محدد کا ثابت ہوتا ہے۔ اُسی کیلئے تمام محامد ثابت ہیں اور دنیا و آخرت میں وہی منعم حقیقی ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہر یک حکم ہے اور وہی تمام چیزوں کا مرجع و مآب ہے خدا ہر یک گناہ کی بخشش دیگا جس کے لئے چاہے گا۔ پر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ سو جو شخص خدا کی ملاقات کا طالب ہے اُسے لازم ہے کہ ایسا عمل اختیار کرے جس میں کسی نوع کا فساد نہ ہو اور کسی چیز کو خدا کی بندگی میں شریک نہ کرے۔ تو خدا کے ساتھ کسی دوسری چیز کو ہرگز شریک مت ٹھہراؤ۔ خدا کا شریک ٹھہرانا سخت ظلم ہے۔ تو بجز خدا کے کسی دوسرے کو مت
۴۳۷ پکار۔ سب ہلاک ہو جائیں گے ایک اُسی کی ذات باقی رہ جاویگی۔ اُسی کے ہاتھ میں حکم ہے اور وہی تمہارا مرجع ہے۔ تیرے خدا نے یہ چاہا ہے کہ تو فقط اُسی کی بندگی کر اور اپنے ماں باپ سے احسان کر۔ اور اگر تجھے اس بات کی طرف بہکاویں کہ تو میرے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرائے تو اُن کا کہا مت مان۔ اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو بجز خدا اور کوئی تیرا یار نہیں کہ وہ اُس تکلیف کو دور کرے۔ اور اگر تجھے کچھ بھلائی پہنچے تو ہر یک بھلائی کے پہنچانے پر

اور پژمُردوں کی ایک بڑی بھیڑ پڑی تھی جو پانی کے ملنے کی منتظر تھی کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اُس حوض میں اُتر کر پانی کو ہلاتا تھا اور

حاشیہ نمبر ۱۱

کے پانے کے لئے یہی ایک طریق ہے کہ خدائے تعالیٰ توجہ خاص فرماکر امر مکاشفات کو کامل طور پر نازل کرے اور کامل طور پر نازل ہونے کے یہی معنے ہیں کہ وہ مکاشفات تمام ظاہر و باطن پر مستولی ہو جائے اور کوئی ایسی ظاہری یا باطنی قوت باقی نہ رہے جسکو اس مکاشفات

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

خدا ہی قادر ہے کوئی دوسرا نہیں۔ اُسی کا تمام بندوں پر تسلط اور تصرف ہے اور وہی صاحب حکمت کاملہ اور ہر یک چیز کی حقیقت سے آگاہ ہے تمام حاجتوں کا اُسی سے مانگنا چاہیئے۔ اور جو لوگ بجز اُسکے اَور اَور چیزوں سے اپنی حاجت مانگتے ہیں وہ چیزیں اُن کی دعاؤں کا کچھ جواب نہیں دیتیں۔ ایسے لوگوں کی یہ مثال ہے جیسے کوئی پانی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر کہے کہ اے پانی میرے مونہہ میں آجا۔ سو ظاہر ہے کہ پانی میں یہ طاقت نہیں کہ کسی کی آواز سُنے اور خود بخود اُس کے مونہہ میں پہنچ جائے۔ اسی طرح مشرک لوگ بھی اپنے معبودوں سے عبث طور پر مدد طلب کرتے ہیں جس پر کوئی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا۔ گو کوئی مقرب الٰہی ہو مگر کسی کی مجال نہیں کہ خواہ نخواہ سفارش کر کے کسی مجرم کو رہا کرا دے۔ خدا کا علم اُن کے پیش و پس پر محیط ہو رہا ہے اور اُن کو خدا کے علوم سے صرف اُسی قدر اطلاع ہوتی ہے جن باتوں پر وہ آپ مطلع کرے اس سے زیادہ نہیں اور وہ خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور خدا کے تمام کامل نام اسی سے مخصوص ہیں اور ان میں شرکت غیر کی جائز نہیں۔ سو خدا کو اُنہیں ناموں سے پکارو جو بلا شرکت غیرے ہیں یعنی نہ مخلوقات ارضی و سماوی کے نام خدا کے لئے وضع کرو اور نہ خدا کے نام مخلوق چیزوں پر اطلاق کرو۔ اور اُن لوگوں سے جُدا رہو جو کہ خدا کے ناموں میں شرکت غیر جائز رکھتے ہیں عنقریب وہ

۴۲۲ پانی ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اُس میں اُترتا کیسی ہی بیماری میں کیوں نہ ہو وہ اُس سے
چنگا ہو جاتا تھا اور وہاں ایک شخص تھا کہ جو اڑتیس برس سے بیمار تھا یسوع نے

۴۲۳ سے مقصد تک پہنچا ہوا ہے یہی مکافات عظیمہ کا انتہائی مرتبہ ہے جس کو فرقان مجید نے دوسرے
لفظوں میں بہشت اور دوزخ کے نام سے تعبیر کیا ہے اور اپنی کامل اور روشن کتاب میں
مشہور کیا ہے کہ وہ بہشت اور دوزخ روحانی اور جسمانی دونوں قسم کے مکافات پر

۴۲۴ اپنے کاموں کا بدلہ پاؤ گے۔ تم لوگ بجز خدا کے صرف بیجان بتوں کی پرستش کرتے ہو
اور سراسر جھوٹ پر جمے ہوئے ہو۔ سو اس پلیدی سے جو بت ہیں پرہیز کرو اور دروغگوئی
سے باز آؤ۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں کیا انکے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے
ہیں کیا انکی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں کیا انکے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں اور تم
سورج اور چاند کو بھی مت سجدہ کرو اور اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا
کیا ہے۔ اگر تم حقیقی طور پر خدا کے پرستار ہو تو اسی خالق کی پرستش کرو۔ مخلوق کی مجال کو یہ
طاقت نہیں کہ چاند کی جگہ پہنچ جائے اور نہ رات دن پر سبقت کر سکتی ہے کوئی ستارہ اپنے
خط مقرری سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ زمین آسمان میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو مخلوق اور
بندۂ خدا ہونے سے باہر ہو اور اگر کوئی کہے کہ ہم بھی بمقابلہ خدا تعالیٰ کے ایک خدا ہیں تو ایسے
شخص کو ہم واصل جہنم کریں اور ظالموں کو ہم یہی سزا دیا کرتے ہیں۔ سو تم خدا اور اسکے پیغمبروں پر
ایمان لاؤ اور یہ مت کہو کہ تین ہیں باز آجاؤ کہ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اے لوگو ایک مثال
ہے تم غور کر کے سنو جن چیزوں سے تم مرادیں مانگتے ہو وہ چیزیں تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں
کر سکتیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو اس سے چھڑا نہیں سکتیں طالب بھی ضعیف
ہیں اور مطلوب بھی ضعیف یعنے مخلوق چیزوں سے مرادیں مانگنے والے ضعیف العقل
ہیں اور مخلوق چیزیں جو معبود ٹھہرائی گئیں وہ ضعیف القدرت ہیں۔ مشرک لوگوں نے
جیسا چاہیئے تھا خدا کو شناخت نہیں کیا وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ گویا خدا کا کارخانہ
بغیر دوسرے شرکاء کے چل نہیں سکتا حالانکہ خدا اپنی ذات میں صاحب قوت تامہ

جب اُسے پڑے ہوئے دیکھا اور جانا کہ وہ بڑی مدت سے اِس حالت میں ہے۔ تو اُس سے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ چنگا ہو جائے۔ بیمار نے اُسے جواب دیا کہ اے

کامل طور پر مشتمل ہے اور اِن دونوں قصوں کو کتاب مقدس میں مفصل طور پر بیان فرمادیا ہے اور سعادت عقلی اور شقاوت عقلی کی حقیقت کو بخوبی کھول دیا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم بھی بیان کر چکے ہیں اِس صداقت قصوی اور نیز دوسری گذشتہ بالا صداقتوں سے برہمو سماج والے ناآشنا محض ہیں۔

امر غالبہ کا طرح ہے تمام قوتیں اُسی کیلئے خاص ہیں اور مشرک لوگ ایسے نادان ہیں کہ جنات کو خدا کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور اُس کیلئے بغیر کسی علم اور اطلاع حقیقت حال کے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ مسیح کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں یہ سب اُن کے مونہہ کی باتیں ہیں جن کی صداقت پر کوئی حجت قائم نہیں کرسکتے بلکہ صرف پہلے زمانہ کے مشرکوں کی ریس کر رہے ہیں بعضوں نے سچائی کا راستہ کیسا چھوڑ دیا اپنے فقیہوں اور درویشوں اور مریم کے بیٹے کو خدا ٹھہرا لیا ہے حالانکہ حکم یہ تھا کہ فقط خدائے واحد کی پرستش کرو جو اپنی ذات میں کامل ہے اس کو کچھ حاجت نہیں کہ بیٹا بناوے کونسی کسر اس کی ذات میں رہ گئی تھی جو بیٹے کے وجود سے پوری ہوگی اور اگر کوئی کسر نہیں تھی تو پھر کیا بیٹا بنانے میں خدا ایک فضول حرکت کرتا جس کی اس کو کچھ ضرورت نہ تھی وہ تو ہر یک عبث کام اور ہر یک حالت ناتمام سے پاک ہے جب کسی بات کو کہتا ہے ہو تو ہو جاتی ہے۔ اہل اسلام جو ایمان لائے ہیں جنہوں نے توحید خالص اختیار کی اور یہود جنہوں نے اولیاء اور انبیاء کو اپنا قاضی الحاجات ٹھہرا دیا اور مخلوق چیزوں کو کارخانہ خدائی میں شریک مقرر کیا اور صابئین جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اور نصاریٰ جنہوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے اور مجوس جو آگ اور سورج کے پرستار ہیں اور باقی تمام مشرک جو طرح طرح کے شرک میں گرفتار ہیں خدا اُن سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دیگا خدا ہر یک چیز پر شاہد ہے اور خود مخلوق پرستوں کا باطل پر ہونا کچھ

۴۳۹ خداوند مجھ پاس آدمی نہیں کہ جب پانی ہلے تو مجھے اُس میں ڈال دے اور جب تک میں
آپ سے آؤں دوسرا مجھ سے پہلے اُتر پڑتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ وہ شخص جو

۴۳۱ چھٹی صداقت جو سورۃ فاتحہ میں مندرج ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہے
جس کے معنے یہ ہیں کہ اے صاحب صفات کاملہ اور مبدء فیوض اربعہ ہم
تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور پرستش وغیرہ ضرورتوں اور حاجتوں میں مدد بھی

پوشیدہ بات نہیں یہ بات نہایت بدیہی ہے اور ہر یک شخص ذاتی تجربہ سے دیکھ سکتا ہے کہ جو کچھ
آسمان اور زمین میں اجرام فلکی اور اجسام ارضی و نباتات اور جمادات اور حیوانات اور عناصر اور
چاند اور سورج اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور طرح طرح کے جاندار اور انسان یعنی جنگلی
مشرک لوگ پوجا کرتے ہیں یہ سب چیزیں خدا کو سجدہ کرتی ہیں یعنی اپنی ہستی اور بقا اور وجود
میں اُس کی محتاج پڑی ہوئی ہیں اور بہ تذلل تمام اُسکی طرف جھکی ہوئی ہیں اور ایک دم اس سے
بے نیاز نہیں۔ پس ایسی چیزوں سے جو آپ ہی حاجتمند ہیں حاجتیں مانگنا صریح گمراہی ہے
۴۲۹ اور بعض انسان جو سرکش ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی تذلل سے خالی نہیں کیونکہ اسی دنیا میں طرح
طرح کے آلام اور اسقام اور افکار اور ہموم کا عذاب اُن پر نازل ہوتا رہتا ہے اور آخرت کا
عذاب بھی اُن کیلئے طیار ہے۔ پھر بجز خدا کے کونسی چیز ہے جسکے وجود پر نظر کرنے سے صفت غنی
اور بے نیاز ہونے کی اس میں پائی جاتی ہے تا کوئی اُسکو اپنا معبود ٹھہراوے اور جبکہ کوئی چیز
بجز خدا کے غنی اور بے نیاز نہیں تو تمام مخلوق پرستوں کا باطل پر ہونا ثابت ہے۔ یہ چند
آیات قرآن شریف میں جو مذکور ہوئیں رگوید کی طول طویل شرتیوں کے مقابلہ پر ہم نے اس جگہ بیان
کیا ہے۔ اب وید کی شرتیوں میں جس قدر بے فائدہ طوالت اور فضول تقریر اور بے سروپا اور
دھوکا دینے والا مضمون اور غیر معقول باتیں ہیں بمقابلہ اُسکے دیکھنا چاہیئے کہ کیونکر قرآن شریف
کی آیات میں بکمال ایجاز و لطافت توحید کے ایک عظیم الشان دریا کو مع دلائل عقلیہ و براہین
فلسفیہ اقل قلیل الفاظ میں بھر دیا ہے اور کیونکر مدلل اور موجز عبارت میں تمام ضروریات
توحید کا ثبوت دیکر طالبین حق پر معرفت الٰہی کا دروازہ کھول دیا ہے اور کیونکر ہر یک

حضرت عیسیٰ کی نبوت کا منکر ہے اور ان کے معجزات کا انکاری ہے جب
یوحنا کی یہ عبارت پڑھے گا اور ایسے شخص کے وجود پر اطلاع پائیگا کہ جو حضرت

حاشیہ در حاشیہ

تجھ سے ہی چاہتے ہیں یعنی خالصاً معبود ہمارا تو ہی ہے اور تیرے تک پہنچنے کے لئے
کوئی اور دیوتا ہم اپنا ذریعہ قرار نہیں دیتے نہ کسی انسان کو نہ کسی بت کو نہ اپنی عقل اور
علم کو کچھ حقیقت سمجھتے ہیں اور ہر بات میں تیری ذات قادر مطلق سے مدد چاہتے ہیں۔

حاشیہ نمبر ۱۱

آیت اپنے پرزور بیان سے مستعد دلوں پر پورا اپنا اثر ڈال رہی ہے اور اندرونی تاریکیوں کو
دور کرنے کیلئے الٰہی دریا کی روشنی دکھلا رہی ہے اسی جگہ سے دانا انسان سمجھ سکتا ہے کہ
کس کتاب میں بلاغت اور خوش بیانی اور زور تقریر پایا جاتا ہے اور کونسی کتاب کلام بلیغ
فصیح سے محروم ہے۔ نیک دل اور منصف انسان جب بہ نیت مقابلہ و موازنہ وید اور قرآن
شریف کی عبارت پر نظر ڈالے گا تو اُسے فی الفور یہ دکھائی دیگا کہ وید اپنی عبارت میں ایسا کچا
اور ناتمام ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں طرح طرح کے شکوک پیدا کرتا ہے اور خدا کے تعلق
کی نسبت انواع اقسام کی بدگمانیوں میں ڈالتا ہے اور کسی جگہ اپنے دعویٰ کو طاقت بیانی
سے واضح کر کے نہیں دکھلاتا اور نہ پایہ ثبوت تک پہنچاتا ہے بلکہ یہ خود معلوم نہیں
ہوتا کہ اس کا دعویٰ کیا ہے اور اگر کچھ معلوم بھی ہوتا ہے تو بس یہی کہ وہ اگنی اور سورج اور
اندر وغیرہ کی پرستش کرانا چاہتا ہے اور اس پر بھی کوئی حجت اور دلیل پیش نہیں کی کہ
کب سے اور کیونکر ان چیزوں کو خدائی کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔ اور پھر باوجود اس مجمل بیانی کے
چاروں وید اس قدر لمبی اور طول طویل عبارت میں لکھے گئے ہیں جن کا مطالعہ شاید کوئی بڑا
معمّر آدمی بشرطیکہ اسکی عمر بھی دراز ہو کر سکے لیکن بمقابلہ اسکے جب منصف آدمی قرآن شریف کو
دیکھے تو فی الفور اُسے معلوم ہوگا کہ قرآن شریف میں اعجاز کلام اور قلّ و دلّ بیان میں جو
لوازم ضروریہ بلاغت ہے وہ کمال دکھلایا ہے کہ وہ باوجود احاطہ جمیع ضروریات
دین اور استیفا تمام دلائل و براہین کے اس قدر حجم میں قلیل المقدار ہے کہ انسان

۴۲۱ عیسیٰ کے ملک میں قدیم سے چلا آتا تھا اور جس میں قدیم سے یہ خاصیت تھی کہ
اس میں ایک ہی غوطہ لگانا ہر یک قسم کی بیماری کو گو وہ کیسی ہی سخت کیوں نہ ہو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یہ صداقت بھی ہمارے مخالفین کی نظر سے چھپی ہوئی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ بت پرست
۴۲۲ لوگ بجز ذات واحد خدائے تعالیٰ کے اور اور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اور
آریہ سماج والے بھی روحانی طاقتوں کو غیر مخلوق سمجھ کر ان کے زور سے مکتی حاصل

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

صرف تین چار پہر کے عرصہ میں ابتدا سے انتہا تک بفراغ خاطر اس کو پڑھ سکتا ہے۔ اب
دیکھنا چاہیئے کہ یہ بلاغت قرآنی کس قدر بھارا معجزہ ہے کہ علم کے ایک بحر ذخار کو تین چار جز
میں لپیٹ کر دکھلا دیا ہے اور گویا ایک جہان کو صرف چند صفحات میں بھر دیا ہے کیا کبھی
کسی نے دیکھا یا سنا کہ اس قدر قلیل الحجم کتاب تمام زمانہ کی صداقتوں پر مشتمل ہو کیا عقل
کسی عاقل کی انسان کیلئے یہ مرتبہ عالیہ تجویز کر سکتی ہے کہ وہ تھوڑے سے لفظوں میں ایک
دریا حکمت کا بھر دے جس سے علم دین کی کوئی صداقت باہر نہ ہو یہ واقعی اور سچی باتیں ہیں جنکا
ہم لکھتے ہیں جسے انکار ہو وہ بمقابلہ ہمارے امتحان کر لے۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ
وید کا کلام ایک اور ضروری نشانی سے جو کلام الٰہی کیلئے لابدی اور لازمی ہے خالی ہے اور وہ یہ ہے کہ
وید میں پیشگوئیوں کا نام و نشان نہیں اور وید ہرگز اخبار غیبیہ پر مشتمل نہیں ہے حالانکہ جو کتاب
۴۲۳ خدا کا کلام کہلاتی ہے اس کیلئے یہ ضروری بات ہے کہ خدا کے انوار اس میں ظاہر ہوں یعنے
جیسے خدائے تعالیٰ عالم الغیب اور قادر مطلق بے مثل و بے ہمتا ہے ویسا ہی لازم ہو کہ
اس کا کلام جو اسکی صفات کاملہ کا آئینہ ہے صفات مذکورہ کو اپنی مشہود حالت میں ثابت
کرتا ہو ظاہر ہے کہ خدا کے کلام سے یہی علت غائی ہے کہ تا اسکے ذریعہ سے کامل طور پر خدا
کی ذات اور صفات کا علم حاصل ہو اور تا انسان وجوہات قیاسی سے ترقی کر کے عین الیقین بلکہ
حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جائے اور ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ علمی تب ہی حاصل ہو سکتا ہو کہ
جب خدا کا کلام طالب حقیقت کو صرف عقل کے حوالہ نہ کرے بلکہ اپنی ذاتی تجلیات سے

ڈور کر دیتا تھا تو خواہ نخواہ اُس کے دل میں ایک قوی خیال پیدا ہوگا کہ
اگر حضرت مسیح نے کچھ خوارق عجیبہ دکھلائے ہیں تو بلاشبہ اُن کا یہی موجب ۴۴۳

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کرنا چاہتے ہیں۔ برہمو سماج والے الہام کی روشنی سے مونہہ پھیر کر اپنی عقل کو ایک
دیوی قرار دے بیٹھے ہیں جو کہ اُن کے زعم باطل میں خدا تک پہنچانے میں اختیار
کلی رکھتی ہے اور سب الٰہی اسرار پر محیط اور متصرف ہے سو وہ لوگ بجائے خدا کے ۴۴۴

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہر ایک عقیدہ کو کھولا ہے مثلاً بہت سی پیشگوئیاں اور اخبار غیبیہ بیان کر کے اور پھر اُنکا پورا ہونا
دکھلا کر صفت عالم الغیبی کی جو خدائے تعالیٰ میں پائی جاتی ہے طالب حق پر ثابت کرے
علیٰ ہذا القیاس اپنے تابعین کو پوری پوری مدد کا وعدہ دیکر اور پھر اُن وعدوں کو پورا
کر کے اپنا قادر اور صادق اور ناصر ہونا بپایہ ثبوت پہنچا دے لیکن ان باتوں میں سے
وید میں کوئی بھی نہیں بشرطیکہ کوئی انصاف پر آوے اور غور اور فکر سے نگاہ کرے تو اُس پر
ظاہر ہوگا کہ وید میں ان نشانیوں میں سے کوئی نشانی پائی نہیں جاتی اور جس تکمیل علمی کے لئے
کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اُس تکمیل کا سامان وید کے پاس موجود نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر
مستقل طور پر ایک عقلمند آدمی معرفت الٰہی کیلئے سامان طیار کر سکتا ہے اور حتی الوسع والطاقت
اپنے قدم کو غلطی اور خطا سے بچا سکتا ہے وہ مرتبہ بھی وید کو حاصل نہیں اور وید کے اصول ایسے
فاسد اور بدیہی البطلان ہیں کہ دس برس کا بچہ بھی بشرطیکہ تعصب اور ضد نہ کرے اُنکی غلطی
اور بے راہی پر شہادت دے سکتا ہے۔ پھر یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جن رُوحانی تاثیرات پر
فرقان مجید مشتمل ہے اُن سے بھی وید بکلی محروم اور تہی دست ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ فرقان مجید ۴۴۵
باوجود اُن تمام کمالات بلاغت و فصاحت و احاطۂ حکمت و معرفت ایک رُوحانی تاثیر
اپنی ذات بابرکات میں ایسی رکھتا ہے کہ اُس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور
منوّر الباطن اور منشرح الصدر اور مقبول الٰہی اور قابل خطاب حضرت عزت بنا دیتا ہے اور
اُس میں وُہ انوار پیدا کرتا ہے اور وہ فیوض غیبی اور تائیدات لاریبی اُس کے شامل حال کر

ہوگا کہ حضرت ممدوح اسی حوض کے پانی میں کچھ تصرف کرکے ایسے ایسے خوارق
۴۴۳ دکھلاتے ہوں گے کیونکہ اس قسم کے اقتباس کی ہمیشہ دنیا میں بہت سی

حاشیہ

پرستش اور استمداد کے اسی سے راہ پاتے مشتعین کا خطاب رکھتے ہیں اور شرک خفی میں گرفتار
اور مبتلا ہیں اور جب منع کیا جائے تو کہتے ہیں مثل عطیات الٰہیہ ہے سو اسی غرض سے
پیش کی ہو کہ تا انسان اپنی معاش اور مہمات میں اس کو استعمال میں لاوے جیسی عطیہ الٰہیہ کا استعمال
میں لانا شرک نہیں ہو سکتا سو واضح ہو کہ یہ ایک غلطی ہے اور بارہا اس کا مفصل بیان میں آ گیا ہے کہ جس طریق
۴۴۴ کا اول اور جن معارف حقہ پر ہماری نجات موقوف ہے ان مقاصد عالیہ کے حصول کے لئے عقل

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

دنیا سے کہ جو اخیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں اور حضرت احدیت کی طرف سے وہ علم تازہ اور لذیذ
کلام اس پر نازل ہوتا ہے جس سے صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی کامل متابعت سے اور
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی سے ان مقامات تک پہنچایا گیا ہے کہ جو بجز ولی الٰہی کے
مخصوص ہیں اور ان ربانی خوشبوؤں اور تجلیاتوں سے بہرہ یاب ہو گیا ہے جن سے وہ کامل ایماندار
بہرہ یاب تھے جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور نہ صرف منقول کے طور پر بلکہ حال کے طور پر بھی ان
تمام محبوبات کو ایک صاف چشمہ اپنے پر صدق دل میں بہتا ہوا دیکھتا ہے اور ایک ایسی کیفیت تعلق
بحضرت الٰہی اپنے منشرح سینہ میں مشاہدہ کرتا ہے جس کو ان الفاظ کے ذریعہ سے اور کسی مثال کے
پیرایہ میں بیان کر سکتے ہیں اور انوار الٰہی کو اپنے نفس پر بارش کی طرح برستے ہوئے دیکھتا ہے اور
وہ انوار کبھی انباء غیبیہ کے رنگ میں اور کبھی علوم و معارف کی صورت میں اور کبھی خوارق نما
لئے ہوئے پیرایہ میں اس پر اپنا پرتو ڈالتے رہتے ہیں یہ تاثیرات قرآن مجید کی سلسلہ وار ابتداء سے آتی ہیں
اور جب سے کہ آفتاب صداقت ذات بابرکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آیا اسی
دم سے آج تک ہزارہا نفوس کو جو استعداد اور قابلیت رکھتے تھے متابعت کلام الٰہی اور اتباع
رسول مقبول سے مراتب عالیہ مذکورہ بالا تک پہنچ چکے ہیں اور پہنچتے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ
۴۴۵ اس قدر ان پر پے در پے موجب الا آسمانی ملتفات و تفقدات وارد کرتا ہے اور

نظیریں پائی گئی ہیں اور اب بھی ہیں اور عند العقل یہ بات نہایت صحیح اور قرین قیاس ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ذریعہ نہیں بن سکتی ہاں ان معارف کے حاصل کرنے کے بعد انکی صداقت اور حقانیت کو سمجھ سکتی ہے لیکن وہ انکشاف صحیح اور کامل صفا اس پاک اور صاف روشنی سے ہوتا ہے کہ جو خداتعالیٰ کی ذات میں موجود ہے اور عقل کی ذرہ سی اور ناقص روشنی جو انسان میں موجود ہے اس جگہ عاجز ہے سو غرض اس طرح لازم آتا ہے کہ برہمو سماج والے خدا کے اس روشن کلام کو کہ جو انکشاف صحیح اور کامل کا مدار ہے منہ پھیر کر اور اس سے بکلی بے نیازی ظاہر کر کے اپنی ہی عقل ناقص کو رہبر مطلق ٹھہراتے ہیں اور خانے کا رہنما سمجھتے ہیں سو انکا دل بیابانوں جنگلوں میں پڑا ہوا ہے کہ جس منزل عالی تک الٰہی نور نہیں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اپنی حمایتیں اور عنایتیں دکھلاتا ہے کہ صادق نگاہوں کی نظر میں ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ منظور نظر احدیت سے ہیں جن پر لطف ربانی کا ایک عظیم الشان سایہ اور فضل یزدانی کا ایک جلیل القدر پیرایہ ہے اور دیکھنے والوں کو صریح دکھلائی دیتا ہے کہ وہ خاص عنایات خارق عادت سے سرفراز ہیں اور کرامات عجیبہ غریبہ سے ممتاز ہیں اور محبوبیت کے عطر سے معطر ہیں اور مقبولیت کے فخروں سے متفخر ہیں اور قادر مطلق کا نور انکی صحبت میں انکی توجہ میں انکی ہمت میں انکی دعا میں انکی نظر میں انکے اخلاق میں انکی طرز معیشت میں انکی خوشنودی میں انکے غضب میں انکی رغبت میں انکی نفرت میں انکی حرکت میں انکے سکون میں انکے نطق میں انکی خاموشی میں انکے ظاہر میں انکے باطن میں ایسا بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک لطیف اور مصفا شیشہ ایک نہایت عمدہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور انکے فیض صحبت اور ارتباط اور محبت سے وہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں کہ جو ریاضات شاقہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں اور ان کی نسبت ارادت اور عقیدت پیدا کرنے سے ایمانی حالت ایک دوسرا رنگ پیدا کر لیتی ہے اور نیک اخلاق کے ظاہر کرنے میں ایک طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور شوریدگی اور امّارگی نفس کی دور ہونے لگتی ہے۔ اور

۴۴۳ اندھوں لنگڑوں وغیرہ کو شفا حاصل ہوئی ہے تو بالیقین یہ نسخہ حضرت مسیح نے
اسی حوض سے اڑایا ہوگا اور پھر نادانوں اور سادہ لوحوں میں کہ جو بات کی تہ تک

حاشیہ نمبر ۱۱

۴۴۴ اور ربانی تجلیات پہنچا سکتے ہیں اُس منزل تک اُن کی اپنی ہی عقل پہنچا دیگی۔ اب ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر
اور کیا حمق ہوگا کہ اپنی عقل کی طاقت کو ربانی طاقت کے مساوی بلکہ اس سے عمدہ تر خیال کرتے ہیں۔
سو دیکھئے وہی بات سچ نکلی یا نہیں کہ وہ بجائے خدا کے عقل سے اَنَا وَلَا غَیْرِی پکار رہے ہیں
عیسائیوں کا حال بیان کرنا کچھ ضرورت ہی نہیں سب لوگ جانتے ہیں کہ حضرات عیسائی بجائے ایک

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اطمینان اور حلاوت پیدا ہوتی جاتی ہے اور بقدر استعداد اور مناسبت ذوقی ایمانی جوش دلوں
میں اور اُنس اور شوق ظاہر ہوتا ہے اور التذاذ بذکر اللہ بڑھتا ہے اور اُن کی صحبت طویلہ سے
بضرورت یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی ایمانی قوتوں میں اور اخلاقی حالتوں میں اور انقطاع
عن الدنیا میں اور توجہ الی اللہ میں اور محبت الٰہیہ میں اور شفقت علی العباد میں اور وفا اور
رضا اور استقامت میں اُس اعلیٰ مرتبہ پر ہیں جس کی نظیر دنیا میں نہیں دیکھی گئی اور
۴۴۵ عقل سلیم فی الفور معلوم کر لیتی ہے کہ وہ بند اور زنجیر اُن کے پاؤں سے اُتارے گئے ہیں
جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہیں اور وہ تنگی اور انقباض اُن کے سینہ سے دور کیا گیا ہے
جس کے باعث سے دوسرے لوگوں کے سینے منقبض اور کوفتہ خاطر ہیں۔ ایسا ہی وہ لوگ
تحدیث اور مکالمات حضرت احدیت سے بکثرت مشرف ہوتے ہیں اور متواتر اور دائمی
خطابات کے قابل ٹھہر جاتے ہیں اور حق جلّ و علا اور اُس کے مستعد بندوں میں ارشاد اور
ہدایت کے لئے واسطہ گردانے جاتے ہیں۔ اُن کی نورانیت دوسرے دلوں کو منور
کرتی ہے اور جیسے موسم بہار کے آنے سے نباتی قوتیں جوش زن ہو جاتی ہیں ایسا ہی
اُن کے ظہور سے فطرتی نور طبائع سلیمہ میں جوش مارتے ہیں اور خود بخود ہر یک سعید کا
دل یہی چاہتا ہے کہ اپنی سعادت مندی کی استعدادوں کو بکوشش تمام منصۂ ظہور میں
لاوے اور خواب غفلت کے پردوں سے خلاصی پاوے اور معصیت اور فسق و فجور

نہیں پہنچتے اور اصل حقیقت کو نہیں شناخت کر سکتے یہ مشہور کر دیا کہ ایک ۴۴۳
رُوح کی مدد سے ایسے ایسے کام کرتا ہوں بالخصوص جبکہ یہ بھی ثابت ہے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کہ خداوند تعالیٰ کی خالص طور پر پرستش کریں مسیح کی پرستش میں مشغول ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنے کاروبار میں خدا سے مدد چاہیں مسیح سے مدد مانگتے رہتے ہیں اور اُن کی زبانوں پر ہر وقت ربّنا المسیح جاری ہے۔ سو وہ لوگ ۴۴۴ مضمون اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر عمل کرنے سے محروم اور راندہ درگاہِ الٰہی ہیں۔ ساتویں صداقت جو سورۃ فاتحہ میں درج ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہے

کے داخلوں سے اور جہالت اور بے خبری کی ظلمتوں سے نجات حاصل کرے۔ سو اُس کے مبارک کلمات میں کچھ ایسی خاصیت بھری ہے اور کچھ ایسی قسم کا انشراح وزیادت ہوجاتا ہے کہ ہر یک مومن اور طالب حق بقدر طاقت ایمانی اپنے نفس میں بغیر کسی ظاہری موجب کے انشراح اور شوق و دینداری کا پاتا ہے اور محبت کو زیادت اور قوت میں دیکھتا ہے۔ غرض اُن کے اُس جوہر لطیف سے جو اُن کو کامل متابعت کی برکت سے حاصل ہوا ہے ہر یک شخص کو بقدر اپنے اخلاص کے حصہ پہنچتا ہے۔ ہاں جو لوگ شقی ازلی ہیں وہ اُس سے کچھ حصہ نہیں پاتے بلکہ اور بھی عناد اور حسد اور شقاوت میں بڑھ کر ہاویہ جہنم میں گرتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ[۱] پھر ہم اسی تقریر کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کی غرض سے دوسرے لفظوں میں دوبارہ کر تفصیل لکھتے ہیں کہ متبعین قرآن شریف کو جو فضائل ملتے ہیں اور جو مواہب خاصہ ۴۴۵ اُن کے نصیب ہوتے ہیں اگرچہ وہ بیان اور تقریر سے خارج ہیں مگر اُن میں سے کئی ایک ایسے امور بات عظیمہ ہیں جن کو اس جگہ مفصل طور پر بغرض ہدایت طالبین بطور نمونہ لکھنا قرین مصلحت ہے۔ چنانچہ وہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں :-

ازانجملہ علوم و معارف ہیں جو کامل متبعین کو خوانِ نعمت فرقانیہ سے حاصل ہوتے

[۱] البقرۃ : ۸

۴۴۵ کہ حضرت مسیح اسی حوض پر اکثر جایا بھی کرتے تھے تو اس خیال کو اور بھی قوت حاصل ہوتی ہے۔ غرض مخالف کی نظر میں ایسے معجزوں سے کہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جنکے معنے یہ ہیں کہ ہم کو وہ راستہ دکھلا اور اس راستہ پر ہم کو ثابت اور قائم کر کہ جو سیدھا ہے جس میں کسی نوع کی کجی نہیں۔ اس صداقت کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی حقیقی دعا یہی ہے کہ وہ خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ طلب کرے کیونکہ ہر یک مطلوب کے حاصل کرنے کیلئے طبعی قاعدہ یہی ہے کہ ان وسائل کو حاصل کیا جائے جنکے ذریعہ سے وہ مطلوب ملتا ہو اور خدا نے ہر یک امر کی تحصیل کیلئے
۴۴۶ یہی قانون قدرت ٹھہرا رکھا ہے کہ جو اسکے حصول کے وسائل ہیں وہ حاصل کئے جائیں اور جن

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہیں۔ جب انسان فرقان مجید کی سچی متابعت اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو اسکے امر و نہی کے بکلّی حوالہ کر دیتا ہے اور کامل محبت اور اخلاص سے اس کی ہدایتوں میں غور کرتا ہے اور کوئی اعراض صوری یا معنوی باقی نہیں رہتا۔ تب اس کی نظر اور فکر کو حضرت فیاض مطلق کی طرف سے ایک نور عطا کیا جاتا ہے اور ایک لطیف عقل اس کو بخشی جاتی ہے جس سے عجیب غریب لطائف اور نکات علم الٰہی کے جو کلام الٰہی میں پوشیدہ ہیں اس پر کھلتے ہیں اور ابر نیسان کے رنگ میں معارف دقیقہ اس کے دل پر برستے ہیں۔ وہی معارف دقیقہ ہیں جن کو فرقان مجید میں حکمت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔[1] یعنے خدا جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی ہے یعنے حکمت خیر کثیر پر مشتمل ہے اور جس نے حکمت پائی اس نے خیر کثیر کو پالیا۔ سو یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں یہ خیر کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحر محیط کے رنگ میں ہیں جو کلام الٰہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے جو اعلیٰ درجہ کے حقائق حقّہ ان کے نفس آئینہ صفت پر منعکس
۴۴۷ ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں ان پر منکشف ہوتی رہتی ہیں۔ اور تائیدات الٰہیہ

[1] بقرہ: ۲۷۰

جو قدیم سے جوش دکھلاتا رہا ہے حضرت عیسیٰ کی نسبت بہت سے شکوک

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

راہوں پر چلنے سے وہ مطلب مل سکتا ہے۔ وہ راہیں اختیار کی جائیں اور جب انسان صراط مستقیم پر ٹھیک ٹھیک قدم مارے اور جو حصول مطلب کی راہیں ہیں اُن پر چلنا اختیار کرے تو پھر مطلب خود بخود حاصل ہو جاتا ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اُن راہوں کے چھوڑ دینے سے جو کسی مطلب کے حصول کے لئے بطور وسائل کے ہیں یونہی مطلب حاصل ہو جائے بلکہ قدیم سے یہی قانون قدرت بندھا ہوا چلا آتا ہے کہ

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ہر یک تحقیق اور تدقیق کے وقت کچھ ایسا سامان اُن کیلئے میسر کر دیتی ہے جس سے بیان اُنکا مبسوط اور بے نقص نہیں رہتا اور نہ کچھ غلطی واقع ہوتی ہے۔ سو جو جو علوم و معارف و دقائق حقائق و لطائف و نکات و ادلّہ و براہین اُن کو سوجھتے ہیں وہ اپنی کمیت اور کیفیت میں ایسے مرتبہ کاملہ پر واقع ہوتے ہیں کہ جو خارق عادت ہے اور جس کا موازنہ اور مقابلہ دوسرے لوگوں سے ممکن نہیں کیونکہ وہ اپنے آپ ہی نہیں بلکہ تفہیم غیبی اور تائید صمدی ان کی پیش رو ہوتی ہے۔ اور اسی تفہیم کی طاقت سے وہ اسرار اور انوار قرآنی اُن پر کھلتے ہیں کہ جو صرف عقل کی دُود آمیز روشنی سے کھل نہیں سکتے۔ اور یہ علوم و معارف جو اُن کو عطا ہوتے ہیں جن سے ذات اور صفات الٰہی کے متعلق اور عالم معاد کی نسبت لطیف اور باریک باتیں اور نہایت عمیق حقیقتیں اُن پر ظاہر ہوتی ہیں یہ ایک رُوحانی خوارق ہیں کہ جو بالغ نظروں کی نگاہوں میں جسمانی خوارق سے اعلیٰ اور الطف ہیں بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ عارفین اور اہل اللہ کا قدر و منزلت دانشمندوں کی نظر میں انہیں خوارق سے معلوم ہوتا ہے اور وہی خوارق اُن کی منزلت عالیہ کی زینت اور آرائش اور اُن کے چہرہ صلاحیت کی زیبائی اور خوبصورتی ہیں کیونکہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ علوم و معارف حقّہ کی ہیبت سب سے زیادہ اُس پر اثر

اور شبہات پیدا ہوتے ہیں اور اس بات کے ثبوت میں بہت سی مشکلات پڑتی ہیں کہ یہودیوں کی رائے کے موافق مسیح مکّار اور شعبدہ باز نہیں تھا اور نیک چلن

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہر یک مقصد کے حصول کے لئے ایک مقرری طریقہ ہے جب تک انسان اس طریقہ مقررہ پر قدم نہیں مارتا تب تک وہ امر اس کو حاصل نہیں ہوتا۔ پس وہ شے جس کو محنت اور کوشش اور دعا اور تضرع سے حاصل کرنا چاہیئے صراط مستقیم ہے۔ جو شخص صراط مستقیم

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

واقعی ہے اور صداقت اور معرفت ہر یک چیز سے زیادہ اُسکو پیاری ہے اور اگر ایک زاہد عابد ایسا فرض کیا جائے کہ صاحب مکاشفات ہے اور اخبار غیبیہ بھی اسے معلوم ہوتے ہیں اور ریاضات شاقہ بھی بجالاتا ہے اور کئی اور قسم کے خوارق بھی اس سے ظہور میں آتے ہیں مگر علوم الٰہی کے بارہ میں سخت جاہل ہے۔ یہاں تک کہ حق اور باطل میں تمیز ہی نہیں کرسکتا بلکہ خیالات فاسدہ میں گرفتار اور عقائد غیر صحیحہ میں مبتلا ہے ہر یک بات میں خام اور ہر یک رائے میں فاش غلطی کرتا ہے تو ایسا شخص طبائع سلیمہ کی نظر میں نہایت حقیر اور ذلیل معلوم ہوگا۔ اسکی یہی وجہ ہے کہ جس شخص سے دانا انسان کو جہالت کی بدبو آتی ہے اور کوئی احمقانہ کلمہ اسکے منہ سے سُن لیتا ہے تو فی الفور اسکی طرف سے دل متنفر ہو جاتا ہے اور پھر وہ شخص عاقل کی نظر میں کسی طور سے قابل تعظیم نہیں ٹھہر سکتا اور گو کیسا ہی زاہد عابد کیوں نہ ہو کچھ حقیر سا معلوم ہوتا ہے پس انسان کی اس فطرتی عادت سے ظاہر ہے کہ خوارق روحانی یعنی علوم و معارف اس کی نظر میں اہل اللہ کیلئے شرط لازمی اور اکابر دین کی شناخت کے لئے علامات خاصہ اور ضروریہ ہیں۔ پس یہ علامتیں قرآن شریف کے کامل تابعین کو بکمال اور اتم طور پر عطا ہوتی ہیں اور باوجودیکہ ان میں سے اکثروں کی سرشت پر امیت غالب ہوتی ہے اور علوم رسمیہ کو باستیفا حاصل نہیں کیا ہوتا لیکن نکات اور لطائف علم الٰہی میں اس قدر اپنے معاصروں سے سبقت لے جاتے ہیں کہ بسا اوقات بڑے بڑے مخالف ان کی تقریروں کو سُن کر یا اُن کی تحریروں کو پڑھ کر اور دریائے حیرت

ح۴۴۶ آدمی تھا جس نے اپنے عجائبات کے دکھلانے میں اس قدیمی جوش سے کچھ
مدد نہیں لی اور سچے سچے معجزات ہی دکھائے ہیں اور اگرچہ قرآن شریف

ح۴۴۷ کی طلب میں کوشش نہیں کرتا اور نہ اس کی کچھ پرواہ رکھتا ہے وہ خدا کے نزدیک
ایک مُردہ آدمی ہے اور اگر وہ خدا سے بہشت اور عالم ثانی کی راحتوں کا طالب ہو
تو حکمتِ الٰہی اُسے یہی جواب دیتی ہے کہ اے نادان اوّل صراطِ مستقیم کو

میں پڑ کر بلا اختیار بول اُٹھتے ہیں کہ اُن کے علوم و معارف ایک دوسرے عالم سے ہیں
جو تائیدات الٰہی کے رنگ خاص سے رنگین ہیں اور اس کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ اگر کوئی منکر
بطور مقابلہ کے انبیاء کے مباحث میں سے کسی بحث میں اُن کی محققانہ اور عارفانہ تقریروں
کے ساتھ کسی تقریر کا مقابلہ کرنا چاہے تو آخیر پر بشرط انصاف و دیانت اسکو اقرار کرنا
پڑیگا کہ صداقت حقہ اُسی تقریر میں تھی جو اُن کے منہ سے نکلی تھی اور جیسے جیسے بحث عمیق
ہوتی جائیگی بہت سے لطیف اور دقیق براہین ایسے نکلتے آئیں گے جن سے روز روشن کی طرح
اُن کا سچا ہونا کھلتا جائیگا چنانچہ ہر یک طالب حق پر اس کا ثبوت ظاہر کرنے کیلئے ہم آپ ہی
ح۴۴۸ ذمہ وار ہیں۔ ازانجملہ ایک عصمت بھی ہے جس کو حفظِ الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور
یہ عصمت بھی قرآن مجید کے کامل تابعین کو بطور خارق عادت عطا ہوتی ہے اور اس جگہ عصمت سے
مراد ہماری یہ ہے کہ وہ ایسے نالائق اور مذموم عادات اور خیالات اور اخلاق اور افعال سے محفوظ
رکھے جاتے ہیں جن میں دوسرے لوگ دن رات آلودہ اور ملوث نظر آتے ہیں اور اگر کوئی
لغزش بھی ہو جائے تو رحمتِ الٰہیہ جلد تر اُس کا تدارک کر لیتی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ
عصمت کا مقام نہایت نازک اور نفس امارہ کے مقتضیات سے نہایت دور پڑا ہوا
ہے جس کا حاصل ہونا بجز توجہ خاص الٰہی کے ممکن نہیں۔ مثلاً اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ وہ
صرف ایک کذب اور دروغگوئی کی عادت سے اپنے تمام معاملات اور بیانات اور
حرفوں اور پیشوں میں قطعی طور پر باز رہے تو یہ اس کے لئے مشکل اور ممتنع

پر ایمان لانے کے بعد ان وساوس سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر
۴۳۹ جو شخص ابھی قرآن شریف پر ایمان نہیں لایا اور یہودی یا ہندو یا عیسائی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

طلب کر بیٹھے سب کچھ تجھے آسانی سے مل جائے گا۔ سو سب دعاؤں سے مقدم دعا
۴۳۹ جس کی طالب حق کو اشد ضرورت ہے طلب صراط مستقیم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے
مخالفین اس صداقت پر قدم مارنے سے بھی محروم رہے۔ عیسائی لوگ تو اپنی ہر

حاشیہ نمبر ۱۱

ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر اس کام کے کرنے کیلئے کوشش اور سعی بھی کرے تو اس قدر موانع اور عوائق اس کو پیش آتے ہیں کہ بالآخر خود اس کا یہ اصول ہو جاتا ہے کہ دنیاداری میں جھوٹ اور خلاف گوئی سے پرہیز کرنا ناممکن ہے۔ مگر ان سعید لوگوں کیلئے کہ جو سچی محبت اور پورے جوش ارادت سے فرقان مجید کی ہدایتوں پر چلنا چاہتے ہیں صرف یہی امر آسان نہیں کیا جاتا کہ وہ دروغگوئی کی قبیح عادت سے باز رہیں بلکہ وہ ہر ناکردنی اور ناگفتنی کے چھوڑنے پر قادر مطلق سے توفیق پاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے ایسی تقریبات خفیہ سے ان کو محفوظ رکھتا ہے جن سے وہ ہلاکت کے ورطوں میں پڑیں۔ کیونکہ وہ دنیا کا نور ہوتے ہیں اور ان کی سلامتی میں دنیا کی سلامتی اور ان کی ہلاکت میں دنیا کی ہلاکت ہوتی ہے۔ اسی جہت سے وہ اپنے ہر یک خیال اور علم اور فہم اور غضب اور شہوت اور خوف اور طمع اور تنگی اور فراخی اور
۴۳۹ خوشی اور غمی اور عسر اور یسر میں تمام نالائق باتوں اور فاسد خیالوں اور نادرست عملوں اور ناجائز علموں اور بیجا فہموں اور ہر یک افراط اور تفریط نفسانی سے بچائے جاتے ہیں اور کسی مذموم بات پر ٹھہرا نہیں پاتے کیونکہ خود خداوند کریم ان کی تربیت کا متکفل ہوتا ہے۔ اور جس شاخ کو ان کے شجرۂ طیبہ میں خشک دیکھتا ہے اُس کو فی الفور اپنے مربیانہ ہاتھ سے کاٹ ڈالتا ہے اور حمایت الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی ہے۔
اور یہ نعمت محفوظیت کی جو ان کو عطا ہوتی ہے۔ یہ بھی بغیر ثبوت نہیں بلکہ زیرک انسان کسی قدر صحبت سے اپنی پوری تسلی سے اس کو معلوم کر سکتا

ہے وہ کیونکر ایسے وساوس سے نجات پا سکتا ہے اور کیونکر اس کا دل اطمینان پکڑ سکتا ہے کہ باوجود ایسے عجیب جوش کے جس میں ہزاروں لنگڑے اور لولے

دعائیں روٹی ہی مانگا کرتے ہیں۔ اور اگر کھا پی کر اور پیٹ بھر کر بھی گرجا میں آویں پھر بھی جھوٹ موٹ اپنے تئیں بھوکے ظاہر کرکے روٹی مانگتے رہتے ہیں۔ گویا ان کا مطلوب اعظم روٹی ہی ہے وبس۔ آریہ سماج والے اور دوسرے ان کے

ہے۔ ازانجملہ ایک مقام توکل ہے جس پر نہایت مضبوطی سے ان کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے غیر کو وہ چشمۂ صافی ہرگز میسر نہیں آسکتا بلکہ انہیں کے لئے وہ خوشگوار اور موافق کیا جاتا ہے اور نور معرفت ایسا ان کو تھامے رہتا ہے کہ وہ بسا اوقات طرح طرح کی بے سامانی میں ہو کر اور اسباب عادیہ سے بکلی اپنے تئیں دور پا کر پھر بھی ایسی بشاشت اور انشراح خاطر سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسی خوشحالی سے دنوں کو کاٹتے ہیں کہ گویا ان کے پاس ہزارہا خزائن ہیں۔ اُن کے چہروں پر تونگری کی تازگی نظر آتی ہے اور صاحب دولت ہونے کی مستقل مزاجی دکھائی دیتی ہے اور تنگیوں کی حالت میں بکمال کشادہ دلی اور یقین کامل اپنے مولیٰ کریم پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ سیرت ایثار ان کا مشرب ہوتا ہے اور خدمت خلق ان کی عادت ہوتی ہے اور کبھی انقباض ان کی حالت میں راہ نہیں پاتا اگرچہ سارا جہان ان کا عیال ہو جائے اور فی الحقیقت خدائے تعالیٰ کی ستاری مستوجب شکر ہے جو ہر جگہ ان کی پردہ پوشی کرتی ہے اور قبل اس کے جو کوئی آفت فوق الطاقت نازل ہو ان کو دامن عاطفت میں لے لیتی ہے کیونکہ ان کے تمام کاموں کا خدا متولی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُس نے آپ ہی فرمایا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ[1] لیکن دوسروں کو دنیا داری کے دلآزار اسباب میں چھوڑا جاتا ہے اور وہ خارق عادت سیرت جو خاص ان لوگوں کے ساتھ ظاہر کی جاتی ہے کسی دوسرے کے ساتھ ظاہر نہیں کی جاتی۔ اور یہ خاصہ ان کا بھی محبت سے بہت

[1] الاعراف : ۱۹۷

اور مادر زاد اندھے ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے اور جو صدہا سالوں سے
اپنے خواص عجیبہ کے ساتھ یہودیوں اور اس ملک کے تمام لوگوں میں مشہور اور ۵۲۸

حاشیہ نمبر ۱۱

بُت پرست بھائی اپنی دُعاؤں میں جنم مرن سے بچنے کے لئے بھی اوگون سے جو ان کے
زعم باطل میں ٹھیک اور درست ہے طرح طرح کے اشلوک پڑھا کرتے ہیں اور
صراط مستقیم کو خدا سے نہیں مانگتے۔ علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ نے تو اس جگہ جمع کا لفظ لیا ہے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

جلد ثابت ہو سکتا ہے۔ از انجملہ ایک مقام محبت ذاتی کا ہے جس پر قرآن شریف کے کامل
متبعین کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے رگ و ریشہ میں اس قدر محبت الٰہیہ تاثیر کر جاتی ہے کہ
ان کے وجود کی حقیقت بلکہ ان کی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبوب حقیقی سے ایک عجیب
طرح کا پیار اُن کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارق عادت انس اور شوق ان کے
قلوب صافیہ پر مستولی ہو جاتا ہے کہ جو غیر سے بکلی منقطع اور گسستہ کر دیتا ہے اور آتش
عشق الٰہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اوقات خاصہ میں بدیہی طور پر مشہود
اور محسوس ہوتی ہے بلکہ اگر محبان صادق اس جوش محبت کو کسی حیلہ اور تدبیر سے پوشیدہ رکھنا
بھی چاہیں تو یہ ان کیلئے غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ جیسے عشاق مجازی کیلئے بھی یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ
اپنے محبوب کی محبت کو جس کے دیکھنے کیلئے دن رات مرتے ہیں اپنے رفیقوں اور ہم صحبتوں سے
چھپائے رکھیں بلکہ وہ عشق جو اُن کے کلام اور اُن کی صورت اور اُن کی آنکھ اور اُن کی وضع اور اُن کی
فطرت میں گھس گیا ہے اور ان کے بال بال سے مترشح ہو رہا ہے وہ ان کے چھپانے سے ہرگز
چھپ ہی نہیں سکتا اور ہزار چھپائیں کوئی نہ کوئی نشان اس کا نمودار ہو جاتا ہے اور سب سے
بزرگ تر ان کے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کو ہر یک چیز پر اختیار کر لیتے ہیں
اور اگر آلام اس کی طرف سے پہنچیں تو محبت ذاتی کے غلبہ سے برنگ انعام ان کو مشاہدہ کرتے ہیں
اور عذاب کو شربت عذب کی طرح سمجھتے ہیں کسی تلوار کی تیز دھار ان میں اور ان کے محبوب میں جدائی
نہیں ڈال سکتی اور کوئی بلیہ عظمیٰ ان کو اپنے اس پیارے کی یادداشت سے روک نہیں سکتی
اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اسی کی محبت میں لذات پاتے اور اسی کی ہستی کو ہستی

زبان زد ہو رہا تھا اور بے شمار آدمی اس میں غوطہ مارنے سے شفا پا چکے تھے اور ہر روز پاتے تھے اور ہر وقت ایک میلہ اس پر لگا رہتا تھا اور مسیح

کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کوئی انسان ہدایت طلب کرنے اور نعماء الٰہی پانے سے ممنوع نہیں ہے۔ مگر بموجب اصول آریہ سماج کے ہدایت طلب کرنا گنہگار کے لئے ناجائز ہے اور خدا اس کو ضرور سزا دے گا۔ اور ہدایت پانا نہ پانا اسکے لئے برابر ہے۔ برہمو سماج والوں کا دعا قول پر کچھ ایسا اعتقاد ہی نہیں وہ ہر وقت اپنی

خیال کرتے ہیں اور اسی کے ذکر کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیتے ہیں۔ اگر جاگتے ہیں تو اسی کو اگر آرام پاتے ہیں تو اسی سے۔ تمام عالم میں اسی کو رکھتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے ہیں۔ اسی کیلئے جیتے ہیں۔ اسی کیلئے مرتے ہیں۔ عالم میں رہ کر پھر بے عالم ہیں اور باخود ہو کر پھر بیخود ہیں۔ نہ عزت سے کام رکھتے ہیں نہ نام سے نہ اپنی جان سے نہ اپنے آرام سے بلکہ سب کچھ ایک کیلئے کھو بیٹھتے ہیں اور ایک کے پانے کیلئے سب کچھ دے ڈالتے ہیں۔ لایدرک آتش سے جلتے جاتے ہیں اور کچھ بیان نہیں کر سکتے کہ کیوں جلتے ہیں۔ اور تفہیم اور تفہیم سے صمٌّ بکمٌ ہوتے ہیں اور ہر یک مصیبت اور ہر یک رسوائی کے سہنے کو طیار رہتے ہیں اور اس سے لذت پاتے ہیں۔

عشق است کہ برخاک مذلت غلطاند عشق است کہ بر آتش سوزاں بنشاند
کس بہر کسے سر ندہد جان نفشاند عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

ازانجملہ اخلاق فاضلہ ہیں جیسے سخاوت شجاعت ایثار علو ہمت وفور شفقت حلم حیا مودت یہ تمام اخلاق بھی بوجہ احسن اور انسب انہیں سے صادر ہوتے ہیں اور وہی لوگ ہیں کہ جو متابعت قرآن شریف وفاداری سے اخیر عمر تک ہر یک حالت میں انکو بخوبی و شائستگی انجام دیتے ہیں اور کوئی انقباض خاطر انکو ایسا پیش نہیں آتا کہ جو اخلاق حسنہ کی کماحقہ صادر ہونے سے انکو روک سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ خوبی علمی یا عملی یا اخلاقی انسان سے صادر ہو سکتی ہے وہ صرف انسانی طاقتوں سے صادر نہیں ہو سکتی بلکہ اصل موجب اسکے صدور کا فضل الٰہی ہو ہے پس چونکہ یہ لوگ سب سے زیادہ مورد فضل الٰہی ہوتے ہیں اسلئے خود خداوند کریم اپنے تفضلات خاصہ سے تمام خوبیوں سے انکو متمتع کرتا ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو

بھی اکثر اس حوض پر جایا کرتا تھا اور اس کی ان عجیب غریب خاصیتوں سے باخبر تھا مگر پھر بھی مسیح نے ان معجزات کے دکھلانے میں جنکو قدیم سے حوض

حاشیہ نمبر ۱۱

عقل کے گھنڈ میں رہتے ہیں اور نیز ان کا یہ بھی قول ہے کہ کسی خاص دعا کو بندگی اور عبادت کے لئے خاص کرنا ضروری نہیں۔ انسان کو اختیار ہے جو چاہے دعا مانگے مگر یہ اُن کی سراسر نادانی ہے اور ظاہر ہے کہ اگرچہ جزوی حاجات صدہا انسان کو لگی ہوئی ہیں۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۴۵۲ کہ حقیقی طور پر بجز خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نیک نہیں تمام اخلاق فاضلہ اور تمام نیکیاں اسی کے لئے مسلّم ہیں پھر جس قدر کوئی اپنے نفس اور ارادت سے فانی ہو کر اس ذات خیر محض کا قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر اخلاق الٰہیہ اس کے نفس پر منعکس ہوتی ہیں پس بندہ کو جو جو خوبیاں اور سچی تہذیب حاصل ہوتی ہے وہ خدا ہی کے قرب سے حاصل ہوتی ہے اور ایسا ہی چاہیئے تھا کیونکہ مخلوق فی ذاتہٖ کچھ چیز نہیں ہے سو اخلاق فاضلہ الٰہیہ کا انعکاس انہیں کے دلوں پر ہوتا ہے کہ جو لوگ قرآن شریف کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں اور تجربہ صحیحہ بتلا سکتا ہے کہ جس مشرب صافی اور روحانی ذوق اور محبت سے بھرے ہوئے جوش سے اخلاق فاضلہ ان سے صادر ہوتے ہیں اسکی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی اگرچہ منہ سے ہر یک شخص دعویٰ کر سکتا ہے اور لاف وگزاف کے طور پر ہر یک کی زبان چل سکتی ہے مگر جو تجربہ صحیحہ کا تنگ دروازہ ہے اس دروازہ سے سلامت نکلنے والے یہی لوگ ہیں اور دوسرے لوگ اگر کچھ اخلاق فاضلہ ظاہر کرتے بھی ہیں تو تکلف اور تصنع سے ظاہر کرتے ہیں اور اپنی آلودگیوں کو پوشیدہ رکھ کر اور اپنی بیماریوں کو چھپا کر اپنی جھوٹی تہذیب دکھلاتے ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ امتحانوں میں انکی قلعی کھل جاتی ہے اور تکلف اور تصنع اخلاق فاضلہ کے ادا کرنے میں اکثر وہ اسلئے کرتے ہیں کہ اپنی دنیا اور معاشرت کا حسن انتظام وہ اسی میں دیکھتے ہیں اور اگر اپنی اندرونی آلائشوں کی ہر جگہ پیروی کریں تو پھر بابِ معاشرت میں خلل پڑتا ہے اور اگرچہ بقدر استعداد فطرتی کے کچھ تخم اخلاق کا ان میں بھی ہوتا ہے مگر وہ اکثر نفسانی خواہشوں کے کانٹوں کے نیچے دبا رہتا ہے اور بغیر آمیزش اغراض نفسانی کے خالصاً للہ

[illegible] دکھلا رہا تھا اسی حوض کی مٹی یا پانی سے کچھ مدد نہیں لی اور اسی میں کچھ تصرف
کرکے اپنا نیا نسخہ نہیں نکالا۔ جواب شبہ ایسا خیال بے دلیل بات ہے کہ جو

حاشیہ نمبر ۱۱

[illegible] مگر حاجت عظمیٰ جس کا دن رات اور ہر یک دم فکر کرنا چاہیئے صرف ایک ہی ہے یعنی یہ کہ انسان اس طرح
طرح کے حجب ظلمانیہ سے نجات پاکر معرفت کامل کے درجہ تک پہنچ جائے اور کسی طرح کی نابینائی اور
بے باطنی اور بے مہری اور بیوفائی باقی نہ رہے بلکہ خدا کو کامل طور پر شناخت کرکے اور اس کی خالص محبت سے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ظاہر نہیں ہوتا ہے جب تک اپنے کمال کو پہنچے اور خالصتاً للہ انہیں میں وہ تخم کمال کا پوشیدہ ہے کہ
جو خدا کے ہو رہتے ہیں اور جن کے نفوس کو خدائے تعالیٰ غیریت کی لوث سے بکلی خالی پاکر خود
اپنے پاک اخلاق سے بھر دیتا ہے اور اُن کے دلوں میں وہ اخلاق ایسے پیارے کر دیتا ہے جیسے وہ
اُس کو آپ پیارے ہیں پس وہ لوگ فانی ہونے کی وجہ سے تخلق باخلاق اللہ کا ایسا مرتبہ حاصل کر لیتے
ہیں کہ گویا وہ خدا کا ایک آلہ ہو جاتے ہیں جس کی توسط سے وہ اپنے اخلاق ظاہر کرتا ہے اور ان کو بھوکے
[illegible] اور پیاسے پاکر وہ آب زلال اُن کو اپنے اس خاص چشمہ سے پلاتا ہے جس میں کسی مخلوق کو علی وجہ الاصالت
اس کے ساتھ شرکت نہیں اور منجملہ ان عطیات کے ایک کمال عظیم جو قرآن شریف کے کامل تابعین کو دیا
جاتا ہے عبودیت ہے یعنی وہ باوجود بہت سے کمالات کے ہر وقت نقصان ذاتی اپنا پیش نظر رکھتے
ہیں اور بشہود کبریائی حضرت باری تعالیٰ ہمیشہ تذلل اور نیستی اور انکسار میں رہتے ہیں اور
اپنی اصل حقیقت کو ذلت اور مفلسی اور ناداری اور پرتقصیری اور خطاواری سمجھتے ہیں اور ان تمام
کمالات کو جو ان کو دیئے گئے ہیں اس عارضی روشنی کی مانند سمجھتے ہیں جو کسی وقت آفتاب کی طرف
سے دیوار پر پڑتی ہے جس کو حقیقی طور پر دیوار سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہوتا اور لباس مستعار کی طرح
معرض زوال میں ہوتی ہے پس وہ تمام خیر و خوبی خدا ہی میں محصور رکھتے ہیں اور تمام نیکیوں
کا چشمہ اسی کی ذات کامل کو قرار دیتے ہیں اور صفات الٰہیہ کے کامل شہود سے ان کے دل
میں حق الیقین کے طور پر بھر جاتا ہے کہ ہم کچھ چیز نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے وجود
اور ارادہ اور خواہش سے بکلی کھوئے جاتے ہیں اور عظمت الٰہی کا پُرجوش دریا ان کے

۴۹۴ مخالفت کے رُوبرو کارگر نہیں اور بلاریب اس جوہر عجیب الصفات کے وجود پر خیال کرنے سے مسیح کی حالت پر بہت سے اعتراضات عاید ہوتے ہیں جو کسی طرح

حاشیہ نمبر ۱۱

۴۹۴ پہنچ کر مرتبہ وصال الٰہی کا جس میں اس کی سعادت تامہ ہے پالیوے۔ یہی ایک دُعا ہے۔ جس کی انسان کو سخت حاجت ہے اور جس پر اس کی ساری سعادت موقوف ہے۔ سو اس کے حصول کا سیدھا راستہ یہی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہے کیونکہ انسان کیلئے ہر یک مطلب کے پانے کا یہی ایک طریق ہے کہ جن راہوں پر چلنے سے وہ مطلب حاصل ہوتا ہے ان راہوں پر مضبوطی سے قدم مارے اور وہی راستہ اختیار کرے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

دلوں پر ایسا محیط ہو جاتا ہے کہ ہروار طور کی بستی ان پر وارد ہو جاتی ہے اور شرک خفی کے ہر یک رگ و ریشہ سے بکلی پاک اور منزہ ہو جاتے ہیں اور منجملہ ان عطیات کے ایک یہ ہے کہ ان کی معرفت اور خداشناسی بذریعہ کشوف صادقہ و علوم لدنیہ و الہامات صریحہ و مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت و دیگر خوارق عادات بدرجہ اکمل و اتم پہنچائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ان میں اور عالم ثانی میں ایک نہایت رقیق اور شفاف حجاب باقی رہ جاتا ہے جس میں سے ان کی نظر عبور کر کے واقعات اُخروی کو اسی عالم میں دیکھ لیتی ہے برخلاف دوسرے لوگوں کے کہ جو بباعث پُرظلمت ہونے اپنی کتابوں کے اس مرتبہ کاملہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے بلکہ ان کی تعلیم کتابیں ان کے
۴۹۴ حجابوں پر اور بھی صدہا حجاب ڈالتے ہیں اور بیماری کو آگے سے آگے بڑھا کر موت تک پہنچاتے ہیں۔ فلسفی جن کے قدموں پر آج کل برہمو سماج والے چلتے ہیں اور جن کے مذہب کا سارا مدار عقلی خیالات پر ہے وہ خود اپنے طریق میں ناقص ہیں اور ان کے نقصان پر یہی دلیل کافی ہے کہ ان کی معرفت باوجود صدہا طرح کی غلطیوں کی نظری وجوہ سے تجاوز نہیں کرتی اور قیاس کی انگلیوں سے آگے نہیں بڑھتی اور ظاہر ہے کہ جس شخص کی معرفت صرف نظری طور پر محدود ہو اور وہ بھی کئی طرح کی غلطی آلودگیوں سے ملوث۔ وہ شخص بمقابل اس شخص کے جس کو عرفان کامل کے مرتبہ تک پہنچایا ہے اپنی علمی حالت میں بغایت درجہ پست اور متنزل ہے۔ ظاہر ہے کہ نظر اور

اُٹھا نہیں سکتے اور جس قدر غور کرو اُسی قدر تردد اور دلگیری بڑھتی ہے اور مسیحی جماعت کیلئے ۴۵۵
کوئی راستہ مخلصی کا نظر نہیں آتا کیونکہ دنیا کی موجودہ حالت کو دیکھ کر یہ وساوس اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کہ جو سیدھا منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے اور سب راہوں کو چھوڑ دے۔ اور یہ بات نہایت ۴۵۵
بدیہی ہے کہ ہر شے کے حصول کے لئے خدا نے اپنے قانون قدرت میں صرف ایک ہی راستہ
ایسا رکھا ہے جس کو سیدھا کہنا چاہیئے اور جب تک ٹھیک ٹھیک وہی راستہ اختیار نہ

حاشیہ نمبر ۱۱

فکر یہ کہ مرتبہ کے آگے ایک مرتبہ بداہت اور شہود کا باقی ہے یعنی جو امور نظری اور فکری طور پر
معلوم ہوتے ہیں وہ ممکن ہیں کہ کسی اور ذریعہ سے بدیہی اور شہود طور پر معلوم ہوں سو یہ مرتبہ
بداہت کا عند العقل ممکن الوجود ہے اور گو بے سمجھ والے اس مرتبہ کے وجود فی الخارج سے انکار
ہی کریں پر اس بات سے انہیں انکار نہیں کہ وہ مرتبہ اگر خارج میں پایا جائے تو بلاشبہ اعلیٰ و اکمل ہے
اور جو نظر اور فکر میں خفایا باقی رہ جاتے ہیں اُنکا ظہور اور بروز اُسی مرتبہ پر موقوف ہے اور خود ہر ایک
کون نہیں سمجھ سکتا کہ ایک امر کا بدیہی طور پر حاصل ہونا نظری طور سے اعلیٰ اور اکمل ہے مثلاً اگرچہ
مصنوعات کو دیکھ کر دانا اور سلیم الطبع انسان کا اس طرف خیال آسکتا ہے کہ ان چیزوں کا کوئی
صانع ہوگا مگر نہایت بدیہی اور روشن طریق معرفت الٰہی کا جو اُسکے وجود پر قطعی یقینی دلیل
ہے یہ ہے کہ اُسکے بندوں کو الہام ہوتا ہے اور قبل اسکے جو حقائق اشیا کا انجام کھلے آپ ہی کھلوایا جاتا
ہے اور وہ اپنے معروضات میں حضرت احدیت سے جوابات پاتے ہیں اور اُن سے مکالمات اور ۴۵۵
مخاطبات ہوتے ہیں اور بہ نظر کشفی انکو عالم ثانی کے واقعات دکھلائے جاتے ہیں اور جو امر کہ
حقیقت پر مطلع کیا جاتا ہے اور دوسرے کئی طور سے اسرار اُخروی ان پر کھولے جاتے ہیں اور
کچھ شک نہیں کہ یہ تمام امور علم الیقین کو اتم اور اکمل مرتبہ تک پہنچاتے ہیں اور نظری ہونے
کے کمتر نشیب سے بداہت کے بلند مینار تک لے جاتے ہیں۔ بالخصوص مکالمات اور مخاطبات حضرت احدیت
ان سب اقسام سے اعلیٰ ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ سے صرف اخبار غیبیہ ہی معلوم نہیں ہوتے بلکہ عاجز
بندہ پر جو جو مولیٰ کریم کی عنایتیں ہیں اُن سے بھی اطلاع دی جاتی ہے اور ایک لذیذ اور

بھی زیادہ تقویت پکڑتے ہیں اور بہت سی نظیریں ایسے ہی طرح طرح اور قبول کے اپنے ہی قوت حافظہ پیش کرتی ہے بلکہ ہر ایک انسان ان مکروں کے بارے میں

کیا جائے ممکن نہیں کہ وہ بغیر حاصل ہو سکے جس طرح خدا کے تمام قوا اور قدیم سے مقرر اور منضبط ہیں ایسا ہی نجات اور سعادتِ اُخروی کی تحصیل کے لئے ایک خاص طریق مقرر ہے جو مستقیم اور سیدھا ہے سو دعا میں وضع استقامت یہی ہے کہ اُسی طریق مستقیم کو خدا سے مانگا جائے۔ اس شوق اور ذوق اور دستوری صداقت جو سورۃ فاتحہ میں درج ہے۔

مبارک کلام سے ایسی تسلی اور تشفی اس کو عطا ہوتی ہے اور خوشنودی حضرت باری تعالیٰ سے مطلع کیا جاتا ہے جس سے بندہ کو وہ ہیبت دنیا کا مقابلہ کرنے کیلئے بڑی قوت پاتا ہے گویا صبر اور استقامت کے پہاڑ اس کو عطا کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح بذریعہ کلام الٰہی وہ کے علوم اور معارف بھی بندہ کو سکھلائے جاتے ہیں اور وہ اسرار مخفیہ و دقائق عمیقہ بتلائے جاتے ہیں کہ جو بغیر تعلیم خاص ربانی کے کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتے۔ اور اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ یہ تمام امور جن کی نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن شریف کے کامل اتباع سے حاصل ہوتے ہیں کیونکر اسلام میں ان کا متحقق الوقوع ہونا بہ پایۂ ثبوت پہنچ سکتا ہے تو اس وہم کا جواب یہ ہے کہ صحبت کیجئے۔ اور اگرچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں لیکن بغیر انشراح طویل کے پھر مکرر ہر ایک مخالف پر ظاہر کرتے ہیں کہ فی الحقیقت یہ دولت عظمیٰ اسلام میں پائی جاتی ہے کسی دوسرے مذہب میں ہرگز پائی نہیں جاتی اور طالب حق کیلئے اس کے ثبوت کے بارے میں ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں۔ بشرط صحبت و حسن ارادت و تحقق مناسبت و صبر و ثبات یہ امور ہر ایک طالب پر بقدر استعداد اور لیاقت ذاتی اس کی کے کھل سکتے ہیں اور انہی امور میں سے جو اخبار غیبیہ ہیں ان کی نسبت یہ شبہ ہرگز نہیں کرنا چاہیئے جو اس کام میں رمال و منجم بھی شریک ہیں۔ کیونکہ یہ قوم کسی خاص فن یا قواعد کے ذریعہ سے اخبار غیبیہ کو نہیں بتلاتی۔ اور نہ غیب دان ہونے کا دعویٰ کرتی ہے بلکہ خداوند کریم جو ان پر مہربان ہے اور ان کے حال پر ایک خاص عنایات و توجہات رکھتا ہے وہ بعض مصالح کے لحاظ سے بعض امور

۴۵۴ چشم دید باتوں کا ایک ذخیرہ رکھتا ہے اور خود اس قسم کے کرشمے سادہ لوحوں اور جاہلوں کے
سامنے چل جاتے ہیں اور زیرپردہ رہتے ہیں یہ ایک ایسا امر ہے جو مثلاً پہلی کو

حاشیہ

۴۵۴ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ
ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہم کو اُن سالکین کا راستہ بتلا جنہوں نے ایسی راہیں اختیار
کیں کہ جن سے اُن پر تیرا انعام وارد ہوا اور اُن لوگوں کی راہوں سے بچا جنہوں نے
لاپرواہی سے سیدھی راہ پر قدم مارنے کے لئے کوشش نہ کی اور اسی باعث سے

حاشیہ در حاشیہ

پیش از وقوع اُن کو بتلا دیتا ہے تا جس کام کا اُس نے ارادہ کیا ہے بوجہ احسن انجام کو
پہنچ جائے۔ مثلاً وہ خلق اللہ پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ فلاں بندہ مؤیّد من اللہ ہے اور
جو کچھ انعامات اور اکرامات وہ پاتا ہے وہ معمولی اور اتفاقی طور پر نہیں بلکہ خاص ارادہ و
توجہ الٰہی سے ظہور میں آتے ہیں۔ اسی طرح جو کچھ فتح و نصرت اور اقبال و عزت اس کو ملتی
ہے وہ کسی تدبیر اور حیلہ کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خدا ہی ہے جو اس کو غلبہ بخشے اور
اپنی تائیدات اُس کے شامل حال کرے۔ پس وہ کریم اور رحیم اس مقصود کے ثابت کرنے کی
غرض سے ان انعامات اور فتوح سے پہلے بطور پیشگوئی ان نعمتوں کے عطا کرنے کی بشارت دے
دیتا ہے۔ سو ان پیشگوئیوں سے مقصود بالذات اخبار غیبیہ نہیں ہوتیں بلکہ مقصود بالذات
یہ ہوتا ہے کہ تا یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ شخص مؤیّد من اللہ اور ان خاص لوگوں میں
سے ہے جن کی تائید کے لئے عنایات حضرت عزّت خاص طور پر تجلّی کرتی ہیں۔ اب اس تقریر
سے ظاہر ہے کہ اس مؤیّد من اللہ کو منجّم وغیرہ سے کچھ بھی نسبت نہیں اور اس کی پیشگوئیاں اصل
مقصود نہیں ہے بلکہ اصل مقصود کی شناخت کیلئے علامات و آثار ہیں۔ ماسوا اس کے
جن لوگوں کو خدائے تعالیٰ خاص اپنے لئے چن لیتا ہے اور اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور
اپنے گروہ میں داخل کرتا ہے اُن میں صرف یہی علامت نہیں کہ وہ پوشیدہ چیزیں بتلاتے
ہیں۔ تا اُنکا حال نجومیوں اور جوتشیوں اور رمالوں اور کاہنوں کے حال سے مشتبہ ہو جائے
اور کچھ مابہ الامتیاز باقی نہ رہے بلکہ اُن کے شامل حال ایک عظیم الشان نور ہوتا ہے جس کے مشاہدہ

اُن کی کارسازیوں پر دلیر کرتا ہے۔ خواہم الناس کو جو اکثر چارپایوں کی طرح ہوتے ہیں اس طرف خیال بھی نہیں ہوتا کہ کبھی تھوڑی تفتیش کریں اور بات کی تہ تک

تیری تائیدات سے محروم رہ کر گمراہ رہے۔ یہ تین صداقتیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ بنی آدم اپنے اقوال اور افعال اور اعمال اور نیات کے رُو سے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض سچے دل سے خدا کے طالب ہوتے ہیں اور صدق اور عاجزی سے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

کے سبب سے طالب صادق بدیہی طور پر اُنکو شناخت کر سکتا ہے اور حقیقت میں وہی ایک نور ہے جو اُن کے ہر یک قول اور فعل اور حال اور قال اور عقل اور فہم اور ظاہر اور باطن پر محیط ہو جاتا ہے اور صد ہا شاخیں اسکی نمودار ہو جاتی ہیں اور رنگارنگ کی صورتوں میں جلوہ فرماتا ہے وہی نور شدائد اور مصائب کے وقتوں میں صبر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور استقامت اور رضا کے پیرایہ میں اپنا چہرہ دکھاتا ہے۔ تب یہ لوگ جو اس نور کے مورد ہیں آفات عظیمہ کے مقابل پر جبال راسیات کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور جن صدمات کی ادنیٰ مس سے نا آشنا لوگ روتے اور چلاتے ہیں بلکہ قریب بمرگ ہو جاتے ہیں ان صدمات کے سخت زلزلوں کو یہ لوگ کچھ چیز نہیں سمجھتے اور فی الفور عنایت الٰہی کنار عاطفت میں اُنکو کھینچ لیتی ہے اور کوئی خامی اور بے صبری اُن سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ محبوب حقیقی کے ایلام کو بہ رنگ انعام دیکھتے ہیں اور بکشادہ دلی سینہ و انشراح خاطر اسکو قبول کرتے ہیں بلکہ اس سے متلذذ ہوتے ہیں کیونکہ طاقتوں اور قوتوں اور صبروں کے پہاڑ انکی طرف روان کئے جاتے ہیں اور محبت الٰہیہ کی پر جوش تجلی غیر کی یادداشت سے اُن کو روک لیتی ہیں۔ پس اُن سے ایک ایسی برداشت ظہور میں آتی ہے کہ جو خارق عادت ہے اور جو کسی بشر سے بجز تائید الٰہی ممکن نہیں اور ایسا ہی وہ نور حاجات کے وقتوں میں قناعت کی صورت میں اُن پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ سو دنیا کی خواہشوں سے ایک عجیب طور کی برودت اُنکے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے کہ بدبودار چیز کی طرح دنیا کو سمجھتے ہیں اور یہی دنیوی لذّات جن کے حصول پر دنیادار لوگ فریفتہ ہیں اور بشوق تمام اُنکے جویان اور اُنکے زوال سے سخت ہراسان ہیں یہ اُن کی نظر میں بغایت درجہ ناچیز ہو جاتے ہیں اور تمام سرور اپنا

۵۵۳ پہنچ جائیں اور ایسے تماشوں کے دکھلانے کا عرصہ بھی نہایت ہی تھوڑا ہوتا ہے
جس میں غور و فکر کرنے کیلئے کافی فرصت نہیں مل سکتی اس لئے منکروں کے لئے

۵۵۴ پس خدا بھی ان کا طالب ہو جاتا ہے اور رحمت اور انعام کے ساتھ ان پر رجوع کرتا ہے۔
اسی حالت کا نام انعام الٰہی ہے۔ اسی کی طرف آیت ممدوحہ میں اشارہ فرمایا اور کہا۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔ یعنی وہ لوگ ایسا صفا اور سیدھا راستہ
اختیار کرتے ہیں جس سے فیضان رحمت الٰہی کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں اور بباعث اسکے

اسی میں پاتے ہیں کہ مولیٰ حقیقی کی وفا و محبت اور رضا سے دل بھرا ہوا ہے اور اسی کے ذوق
۵۵۵ اور شوق اور انس سے اوقات معمور ہیں۔ ان دولتوں سے بیزار ہیں کہ جو اسکی خلاف مرضی ہے
اور اس عزت پر خاک ڈالتے ہیں جس میں مولیٰ کریم کی ارادت نہیں اور ایسا ہی وہ نور کبھی فراست
کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی قوت نظریہ کی بلند پروازی میں اور کبھی قوت عملیہ کی حیرت انگیز
کارگذاری میں کبھی حلم اور رفق کے لباس میں اور کبھی درشتی اور غیرت کے لباس میں۔ کبھی سخاوت اور
ایثار کے لباس میں۔ کبھی شجاعت اور استقامت کے لباس میں۔ کبھی کسی خلق کے لباس میں اور کبھی
کسی خلق کے لباس میں اور کبھی مخاطبات حضرت احدیت کے پیرایہ میں اور کبھی کشوف صادقہ
اور اطلاعات واضحہ کے رنگ میں یعنی جیسا موقعہ پیش آتا ہے اس موقعہ کے مناسب حال
وہ نور حضرت واہب الخیر کی طرف سے جوش مارتا ہے۔ نور ایک ہی ہے اور یہ تمام اسکی شاخیں ہیں
جو شخص فقط ایک شاخ کو دیکھتا ہے اور صرف ایک ٹہنی پر نظر رکھتا ہے اسکی نظر محدود رہتی ہے۔
اسلئے بسا اوقات وہ دھوکا کھا لیتا ہے لیکن جو شخص یکجائی نگاہ سے اس شجرۂ طیبہ کی تمام شاخوں پر
نظر ڈالتا ہے اور انکے انواع و اقسام کے پھلوں اور شگوفوں کی کیفیت معلوم کرتا ہے وہ روز روشن
کی طرح ان نوروں کو دیکھ لیتا ہے اور نورانی جلال کی یکلخت چمکتی ہوئی تلوار اسکے تمام گھمنڈوں کو توڑ
ڈالتی ہے۔ شاید اس جگہ بعض طبائع پر یہ اشکال پیش آوے کہ بعض کمالات کو وہ لوگ بھی
پالیتے ہیں کہ جو نہ نبی ہیں اور نہ رسول۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں یہ اشکال ایک

۴۵۸ دست بازی کی بہت گنجائش رہتی ہے اور اُن کے پوشیدہ بھیدوں پر
اطلاع پانے کا کم موقع ملتا ہے۔ علاوہ اس کے عوام بیچارے علوم طبعی وغیرہ فنون

۴۵۸ کے ان میں اور خدا میں کوئی حجاب باقی نہیں رہتا اور بالکل رحمت الٰہی کے محاذی آپڑتے ہیں۔
اس جہت سے انوار فیضان الٰہی کے ان پر وارد ہوتے ہیں۔ دوسری قسم وہ لوگ ہیں کہ
جو دیدہ و دانستہ مخالفت کا طریق اختیار کر لیتے ہیں اور دشمنوں کی طرح خدا سے منہ

ناچیز وہم ہے کہ جو ایسے لوگوں کے دلوں کو پکڑتا ہے کہ جو اسلام کی اصل حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اگر نبیوں کے تابعین کو ان کے کمالات اور علوم اور معارف میں ظلّی وجود کے طور پر شرکت نہ ہو تو باب وراثت کا بکلی مسدود ہو جاتا ہے یا بہت ہی تنگ اور منقبض رہ جاتا ہے کیونکہ یہ
۴۵۹ نعمت بجز اسی وراثت کے کہ جو کچھ فیوض حضرت مبدء فیض سے اُن کے رسولوں اور نبیوں کو ملتے ہیں اور جس نورانیت یقین اور معرفت تک ان مقدسوں کو پہنچایا جاتا ہے اس شربت سے ان کے تابعین کے حلق محض نا آشنا رہیں اور صرف خشک اور ظاہری باتوں سے ہی ان کے انفس بہلائے جائیں ایسی تجویز سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ حضرت فیاض مطلق کی ذات میں بھی ایک قسم کا بخل ہو۔ اور نیز اس سے کلام الٰہی اور رسول مقبول کی عظمت اور بزرگی کا کسر شان لازم آتا ہے کیونکہ کلام الٰہی کی اعلیٰ تاثیر یہ اور نبی معصوم کی قوت قدسیہ کے کمالات اسی میں ہیں کہ انوار اس کلام الٰہی کے ہمیشہ قلوب صافیہ مستعدہ کو روشن کرتے رہیں نہ یہ کہ تاثیر اس کی بکلی معطل ہو یا صرف معدود چند تک ہو کر پھر ہمیشہ کیلئے باطل ہو جائے اور زائل القوت دوا کی طرح فقط نام ہی تاثیر کا باقی رہ جائے۔ ماسوا اس کے جبکہ ایک حقیقت واقعی طور پر بتحقیق ہر زمانہ میں خارج میں متحقق الوجود بھی پائی جاتی ہے اور اب بھی متحقق الوجود ہے اور شہادات مشاہدہ سے اس کا ثبوت بدیہی طور پر مل سکتا ہے تو پھر ایسی روشن صداقت سے کیونکر کوئی منصف انکار کر سکتا ہے بلکہ ایسی کھلی کھلی سچائی کیونکر دل کا چھپا سکتی ہے حالانکہ تم یقیناً بھی یہی چاہتے ہو کہ جب تک درخت قائم ہو اس کو پھل بھی لگتے رہیں جب کہ درخت خشک ہو جائے یا جڑ سے کاٹا جائے اس سے پھلوں کی توقع

تو اس غرض سے کچھ خبر نہیں رکھتے اور جو کائنات میں حکیم مطلق نے طرح طرح کے عجیب خواص رکھے ہیں ان خواص کی انہیں کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ پس وہ ہر یک وقت

پھیر لیتے ہیں سو خدا بھی ان سے منہ پھیر لیتا ہے اور رحمت کے ساتھ ان پر رجوع نہیں کرتا۔ اسی کا باعث یہی ہوتا ہے کہ وہ عداوت اور بیزاری اور غضب اور غیظ اور ناراضامندی جو خدا کی نسبت ان کے دلوں میں چھپی ہوئی ہوتی ہے وہی ان میں اور خدا میں حجاب ہو جاتی ہے

رکھنا محض نادانی ہے پس جس حالت میں قرآن مجید وہ عظیم الشان سرسبز و شاداب درخت ہے جس کی جڑھیں زمین کے نیچے تک اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں تو پھر ایسے شجرہ طیبہ کے پھلوں سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ اسکے پھل بدیہی الظہور ہیں جن کو ہمیشہ لوگ کھاتے رہے ہیں اور اب بھی کھاتے ہیں اور آئندہ بھی کھائیں گے اور یہ بات بعض نا عاقلوں کی بالکل بیہودہ اور غلط ہے کہ اس زمانہ میں کسی کو ان پھلوں تک گذر نہیں بلکہ ان کا کھانا پہلے لوگوں کے ہی حصہ میں تھا اور وہی خوش نصیب لوگ تھے جنہوں نے وہ پھل کھائے اور ان سے متمتع ہوئے اور ان کے بعد بدنصیب لوگ پیدا ہوئے جن کو اس باغ کے اندر سے روک دیا۔ خدا کسی ذی استعداد کی استعداد کو ضائع نہیں کرتا اور کسی سچے طالب پر اسکے فیض کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی کے خیال باطل میں یہ سمایا ہوا ہے کہ کسی وقت کسی زمانہ میں فیوض الٰہی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور ذی استعداد لوگوں کی کوششیں اور محنتیں ضائع جاتی ہیں تو سمجھو کہ اب تک خدا تعالیٰ کا قدر شناخت نہیں کیا اور ایسا آدمی انہیں لوگوں میں داخل ہے جن کی نسبت خدائے تعالیٰ نے آپ فرمایا ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ[1]۔ لیکن اگر یہ عذر پیش کیا جائے کہ جن علوم و معارف و کثرت صدق و مخاطبات حضرت احدیت کے تحقق وجود کا ذکر کیا جاتا ہے وہ اب کہاں ہیں اور کیونکر بہ پایہ ثبوت پہنچ سکتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب امور اسی کتاب میں ثابت کئے گئے ہیں اور طالب حق کیلئے ان کے ملنے کا نہایت سیدھا اور آسان راستہ کھلا ہے کیونکہ وہ علوم و معارف کو خود اس کتاب میں دیکھ سکتا ہے اور جو کشوف صادقہ اور اخبار غیبیہ اور دوسرے خوارق ہیں

[1] الانعام : ۹۲

۴۶۳ اور ہر زمانہ میں دھوکا کھانے کو طیّار ہیں۔ اور کیونکر دھوکہ نہ کھاویں خواص اشیاء کے ایسے ہی حیرت افزا ہیں اور بے خبری کی حالت میں موجب زیادت حیرت

حاشیہ

۴۶۳ اس حالت کا نام غضب الٰہی ہے۔ اسی کی طرف خدائے تعالیٰ نے اشارہ فرما کر کہا۔ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں کہ جو خدا سے لاپرواہ رہتے ہیں اور سعی اور کوشش سے اس کو طلب نہیں کرتے۔ خدا بھی اُن کے ساتھ لاپرواہی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

وہ غیر مذہب والوں کی شہادات سے بخوبی ثابت ہو سکتے ہیں یا وہ آپ ہی ایک عرصہ تک صحبت میں رہ کر یقین کامل کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے اور جو لوازم اور خصوصیات اسلام ہیں۔ وہ بھی سب صحبت سے کھل سکتے ہیں۔ لیکن اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ عجائب و غرائب اہل حق پر منکشف ہوتے ہیں اور جو کچھ برکات ان میں پائے جاتے ہیں وہ کسی طالب پر تب کھولے جاتے ہیں کہ جب وہ طالب کمال صدق اور اخلاص سے بہ نیت ہدایت پانے کے رجوع کرتا ہے اور
۴۶۲ جب وہ ایسے طور سے رجوع کرتا ہے تو تب جس قدر اور جس طور سے انکشاف مقدر ہوتا ہے تو وہ بارادہ خاص الٰہی ظہور میں آتا ہے مگر جس جگہ سائل کے صدق اور نیت میں کچھ فتور ہوتا ہے اور سینہ خلوص سے خالی ہوتا ہے تو پھر ایسے سائل کو کوئی نشان دکھلایا نہیں جاتا۔ یہی عادت خداوند تعالیٰ کی انبیاء کرام سے ہے۔ جیسا کہ یہ بات انجیل کے مطالعہ سے نہایت ظاہر ہے کہ کئی مرتبہ یہودیوں نے مسیح سے کچھ معجزہ دیکھنا چاہا۔ تو اس نے معجزہ دکھلانے سے صاف انکار کیا اور کسی گذشتہ معجزہ کا بھی حوالہ نہ دیا۔ چنانچہ مرقس کی انجیل کے آٹھ باب اور بارہ آیت میں بھی اسی کی تصریح ہے اور عبارت مذکور یہ ہے۔ تب فریسی نکلے اور اس سے یعنی مسیح سے حجت کر کے اس کے امتحان کے لئے آسمان سے کوئی نشان چاہا۔ اس نے اپنے دل میں آہ کھینچ کر کہا اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا۔ سو اگرچہ بظاہر دلالت عبارت اسی پر ہے کہ مسیح سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا لیکن اصل معنے اسکے یہی ہیں کہ اس وقت تک مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا تھا تب ہی اس نے کسی گذشتہ معجزہ کا حوالہ نہیں دیا کیونکہ

ہوتے ہیں مثلاً مکھی اور دوسرے بعض جانوروں میں یہ خاصیت ہے کہ اگر ایسے
طور پر مر جائیں کہ اُن کے اعضا میں کچھ زیادہ تفرّق اتصال واقع نہ ہو اور اختنا

کرتا ہے اور یقین کو اپنا راستہ نہیں دکھلاتا کیونکہ وہ لوگ راستہ طلب کرتے ہیں آپ سعی
کرتے ہیں اور سچے تشنہ اس فیض کے لائق نہیں بنتے کہ جو خدا کے قانونِ قدیم میں
محنت اور کوشش کرنے والوں کے لئے مقرر ہے۔ اسی حالت کا نام بخل الٰہی ہے۔

یہود میں صاحبِ صدق اور اخلاص کم تھے بلکہ کسی نے حسنِ ارادت کے لحاظ سے کوئی معجزہ ظہور
میں آیا۔ لیکن اس کے بعد جب لوگ صاحبِ صدق اور ارادت پیدا ہو گئے اور طالبِ حق بن کر
مسیح کے پاس آئے تو وہ معجزات دیکھنے سے محروم نہیں رہے چنانچہ یہودا اسکریوطی
کی خراب نیت پر مسیح کا مطلع ہو جانا یہ آپ کا ایک معجزہ ہی تھا جو اس نے اپنے شاگردوں اور
صادق الاعتقاد لوگوں کو دکھلایا۔ اگرچہ اُس کے دوسرے سب عجیب کام بباعث قصّہ ہونے اور
بوجہ آیتِ مذکورہ بالا کے مخالفوں کی نظر میں قابلِ انکار اور محلِ اعتراض ٹھہر گئے اور اب بطور
حجّتِ مستقل نہیں ہو سکتے لیکن معجزہ مذکورہ بالا منصف مخالف کی نظر میں بھی ممکن ہے کہ ظہور
میں آیا ہو۔ غرض معجزات اور خوارق کے ظہور کیلئے طالب کا صدق اور اخلاص شرط ہے اور تصدیق
اور اخلاص کے یہی آثار اور علامات ہیں کہ کینہ اور مکابرہ درمیان نہ ہو۔ اور صبر اور ثبات اور
غربت اور تذلّل سے بہ نیتِ ہدایت پانے کے کوئی نشان طلب کیا جائے اور پھر اس نشان
کے ظہور تک صبر اور ادب سے انتظار کیا جائے تا خداوند کریم وہ بات ظاہر کرے جس سے
طالبِ صادق یقینِ کامل کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔ غرض ادب اور صدق اور صبر یہ کرامات
الٰہیہ کے ظہور کے لئے شرطِ اعظم ہے جو شخص فیضِ الٰہی سے مستفیض ہونا چاہتا ہے۔ اُس کے
حال کے یہی مناسب ہے کہ سراپا ادب ہو کر بہ تمام تر غربت و صبر اس نعمت کو اس کے
اہل کے دروازہ سے طلب کرے اور جہاں معرفتِ الٰہیہ کا چشمہ دیکھے آپ اُفتاں و خیزاں
اُس چشمہ کی طرف دوڑے اور پھر صبر اور ادب سے کچھ دنوں تک ٹھہرا رہے لیکن جو لوگ
خدائے تعالیٰ کی طرف سے صاحبِ خوارق ہیں اُن کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ

اپنی اصلی ہیئت اور وضع پر سلامت رہیں اور متعفن ہونے بھی نہ پاویں بلکہ ابھی تازہ ہی پھول اور فوت پر دو تین گھنٹہ سے زیادہ عرصہ نہ گذرا ہو جیسے پانی

جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا نے ان کو گمراہ کیا یعنے جبکہ انہوں نے ہدایت پانے کے طریقوں کو بجد و جہد طلب نہ کیا۔ تو خدا نے بھی بپابندی اپنے قانون قدیم کے ان کو ہدایت بھی نہ دی اور اپنی تائید سے محروم رکھا۔ اسی کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا۔ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ غرض

شعبدہ بازوں کی طرح بازاروں اور مجالس میں تماشا دکھلاتے پھریں اور ہر یک امور ان کے اختیار میں ہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کے ظہور میں آنے کو بلاشبہ نیتیں صادقوں اور صابروں اور مخلصوں کی اور ارادت صحیحہ پر اس آگ کا ظہور اور بروز موقوف ہے اور ایک اور بات بھی یاد رکھنی چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ اہل اللہ کے کشوف اور الہامات کو فقط اخبار غیبیہ کا ہی خطاب دینا غلطی ہے بلکہ وہ کشوف اور الہامات تائیدات الٰہیہ کے باغ کی خوشبوئیں ہیں جو دور سے ہی اس باغ کا وجود بتلاتے ہیں اور علامت اور نشان ان کشوف اور الہامات کے اس شخص پر کما حقہٗ کھلتی ہے جس کی نظر تائیدات الٰہیہ کی تلاش میں ہو یعنے وہ اصل نشان تائیدات الٰہیہ کو ٹھہرا کر پیشگوئیوں کو ان تائیدوں کے لوازم سمجھتا ہو جو بغرض ثابت کرنے تائیدوں کے استعمال میں لائے گئے ہیں۔ غرض مدار مقرب اللہ ہونے کا تائیدات الٰہیہ ہیں اور پیشگوئیاں روشن ثبوت ان تائیدات کا واقعی طور پر پایا جانا ہر یک عام اور خاص کو دکھلاتے ہیں پس تائیدات اصل ہیں اور پیشگوئیاں ان کی فرع اور تائیدات قرص آفتاب کی طرح ہیں اور پیشگوئیاں اس آفتاب کی شعاعیں اور کرنیں ہیں۔ تائیدات کو پیشگوئیوں کے وجود سے یہ فائدہ ہے کہ تا ہریک کو معلوم ہو کہ وہ حقیقت میں خاص تائیدیں ہیں محض اتفاقات کے قبیل اصالت اور اتفاق پر محمول نہیں ہو سکتیں اور پیشگوئیوں کو تائیدات کے وجود سے یہ فائدہ ہے کہ اس پیرایہ میں ہونے سے ان کی شان بڑھتی ہے اور ایک بے مثل خصوصیت ان میں پیدا ہو جاتی ہے کہ جو مجرد بیان اخبار غیبیہ کی صورت میں نہیں پائی جاتی۔ سو یہی خصوصیت تمام پیشگوئیوں اور ان جلیل الشان پیشگوئیوں میں مابہ الامتیاز ٹھہر جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ

میں مری ہوئی مکھیاں ہوتی ہیں تو اس صورت میں اگر نمک باریک پیس کر اُس مکھی
وغیرہ کو اُسکے نیچے دبایا جاوے اور پھر اسی قدر خاکستر بھی اسپر ڈالی جاوے تو وہ
مکھی زندہ ہو کر اُڑ جاتی ہے اور یہ خاصیت مشہور و معروف ہے جس کو اکثر لڑکے ۴۴۲
بھی جانتے ہیں لیکن اگر کسی سادہ لوح کو اِس نسخہ پر اطلاع نہ ہو اور کوئی مکّار

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اصل اور خلاصہ ان تینوں صداقتوں کا یہ ہے کہ جیسے انسان کی خدا کے ساتھ تین حالتیں ہیں ایسا ہی خدا بھی
ہر یک حالت کے موافق اُن کے ساتھ جدا جدا معاملہ کرتا ہے جو لوگ اُسپر بھروسہ رکھتے ہیں اور دلی محبت اور صدق سے ۴۴۲
اُسکے ہو رہتے ہیں خدا بھی اُن پر راضی ہو جاتا ہے اور اپنی رضامندی کے انوار اُنپر نازل کرتا ہے۔ اور جو لوگ

حاشیہ نمبر ۱۱

اِس قوم کی عظمت اور بزرگی کے سمجھنے کے لئے جو پیشگوئیوں اور تائیدات کا فرق ہے یہ ایک بھید ہے اس کو
خیال میں رکھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بھید دوسرے لوگوں کی پیشگوئیوں میں غیر ممکن اور ممتنع ہے۔
علاوہ اس کے ان کی پیشگوئیوں میں ایسی فاش غلطیاں نکل آتی ہیں جن سے ہر یک ذلت اُن کی ظاہر ۴۴۳
ہوتی ہے مگر خدا کے لوگ جو ہوتے ہیں اُن کی روشن پیشگوئیاں ربّانی تجلیات کے نور سے منور
ہوتی ہیں ماسوا اس کے وہ مبارک پیشگوئیاں ایک عجیب طور کی عجیب تائید سے لازم
ملزوم ہوتی ہیں۔ خدا اپنے بندوں کے کاموں کا آپ متولی ہو کر ایک حیرت انگیز طور پر
اُن کی تائید کرتا ہے اور کیا ظاہری طور پر اور کیا باطنی طور پر ہر دم اور ہر لحظہ اُن کی مدد میں
رہتا ہے اور اُن سے اُسکی یہی عادت ہے کہ اُن کو اپنی تائیدات کی خبریں پیش از وقوع بتلاتا ہے
اور اُن کے تردد و تفکر کے وقت میں اپنے پُر نور کلام سے اُن کو تسلّی اور تشفّی بخشتا ہے اور پھر
ایک ایسے عجیب طور پر اُن کی مدد کرتا ہے کہ جو خیال اور گمان میں نہیں ہوتی اور جو شخص اُن کی صحبت میں
رہ کر ان باتوں کو تحقیق کی نگاہ سے دیکھتا رہتا ہے اور صاف اور پاک نظر سے اُن کی عظمت اور بزرگی
پر غور کرتا ہے۔ اُس کو بلا اختیار ایک ضروری اور جازم یقین سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ
لوگ مؤید من اللہ ہیں اور حضرت احدیت کو اُن کی طرف ایک خاص توجہ ہے کیونکہ یہ بات
ظاہر ہے کہ جب ایک آدھ دفعہ نہیں بلکہ بسلسلہ دائمی کسی انسان کو اتفاق پڑے کہ وہ کسی تائید کا وعدہ

اُس نادان اور بے خبر کے سامنے مگس مسیح ہونے کا دعویٰ کرے اور اسی حکمت
عملی سے مقتولوں کو زندہ کرے اور بظاہر کوئی منتر جنتر پڑھتا رہے جس سے یہ
جتلانا منظور ہو کہ گویا وہ اُسی منتر کے ذریعہ سے مقتول کو زندہ کرتا ہے تو پھر
اُس سادہ لوح کو اس قدر عقل اور فرصت کہاں ہے کہ تحقیقات کرتا پھرے۔ کیا تم

حاشیہ نمبر ۱۱

اُس سے مونہہ پھیر لیتے ہیں اور عمداً مخالفت اختیار کرتے ہیں۔ خدا بھی مخالف کی طرح
اُن سے معاملہ کرتا ہے۔ اور جو لوگ اُسکی طلب میں سستی اور لاپروائی کرتے ہیں خدا بھی اُن سے
لاپروائی کرتا ہے اور اُن کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ غرض جس طرح آئینہ میں انسان کو
وہی شکل نظر آتی ہے کہ جو حقیقت میں شکل رکھتا ہے۔ اسی طرح حضرت احدیت کہ جو ہر یک ۶۶۵

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کیونکہ از وقوع منکر پھر اس تائید کو ظہور میں آتے ہوئے بچشم خود دیکھ لے تو کوئی انسان ایسا پاگل ۶۶۵
اور دیوانہ نہیں کہ پھر بھی ان سچی پیشگوئیوں اور قوی تائیدوں پر یقین کامل نہ رکھے۔ ہاں اگر
فرطِ تعصب اور بے ایمانی سے کسی چشم دیدہ ماجرا کا دانستہ انکار کرے تو یہ اور بات ہے۔ لیکن
پھر بھی اُس کا دل انکار نہیں کر سکتا اور ہر وقت اُس کو ملزم کرتا ہے کہ تُو شریر اور سرکش
آدمی ہے۔ اب چند کشوف اور الہامات نو وارد بغرض افادہ طالبین حق لکھے جاتے ہیں اور
اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اگر خدا نے چاہا تو جو کچھ مواہب لدنیہ سے اس احقر عباد پر
ظاہر کیا جائے گا۔ وہ اس کتاب میں درج ہوتا رہے گا۔ الّا ماشاء اللہ۔ اور اس سے غرض
یہ ہے کہ تا یقین اور معرفت کے سچے طالب فائدہ حاصل کریں اور اپنی حالت میں کشائش
پاویں اور اُنکے دل پر سے وہ پردے اٹھیں جن سے اُنکی ہمت نہایت پست اور اُن کے
خیالات نہایت پُر ظلمت ہو رہے ہیں۔ اور اس جگہ ہم کرراً یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ باتیں
ایسی نہیں ہیں جن کا ثبوت پیش کرنے سے یہ خاکسار عاجز ہو۔ یا جنکے ثبوت میں اپنے ہی ہم مذہبوں کو
پیش کیا جائے بلکہ یہ وہ بدیہی الصدق باتیں ہیں جن کی صداقت پر مخالف المذہب لوگ
گواہ ہیں اور عین کمال سچائی پر وہ لوگ شہادت دے سکتے ہیں کہ جو ہمارے دینی دشمن ہیں۔ ۶۶۶
اور یہ سب اہتمام اس لئے کیا گیا کہ تا جو لوگ فی الحقیقت راہ راست کے طالب اور جویان

حاشیہ

دیکھتے نہیں کہ مکّار لوگ اسی زمانہ میں دُنیا کو ہلاک کر رہے ہیں۔ کوئی سونا بنا کر دکھلاتا ہے اور کیمیا گری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور کوئی آپ ہی زمین کے نیچے پتھر دبا کر پھر ہندوؤں کے سامنے دیوی نکالتا ہے۔ بعض نے ایسا بھی کیا ہے کہ جمال گوٹہ کا روغن اپنی دوات کی سیاہی میں ملا لیا اور پھر اُس سیاہی سے کسی سادہ لوح کو تعویذ لکھ کر دیا تا دست آنے پر تعویذ کا اثر ظاہر ہو۔ ایسے ہی ہزارہا اَور مکر اور فریب ہیں کہ جو اسی زمانہ میں ہو رہے ہیں اور بعض مکر ایسے عمیق ہیں جن سے بڑے بڑے دانشمند

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کدورت سے منزّہ اور پاک ہے محبت والوں کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ غضب والوں پر غضب ناک ہے لاپرواہوں کے ساتھ لاپرواہی کرنے والوں سے الگ ہو جاتا ہے اور جھکنے والوں کی طرف جھکتا ہے۔ چاہنے والوں کو چاہتا ہے اور نفرت کرنے والوں سے نفرت کرتا ہے اور جس طرح آئینہ کے سامنے جو انداز اپنا بناؤ گے وہی انداز آئینہ میں بھی نظر آئے گا۔ ایسا ہی خداوند تعالیٰ کے رُوبرو جس انداز کو کوئی لیتا ہے۔ وہی انداز خدا کی طرف سے اُس کیلئے موجود ہے اور جن لباسوں کو بندہ اپنے لئے آپ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

ہیں اُن پر بکمال وضاحت ظاہر ہو جائے کہ تمام برکات اور انوار اسلام ہی میں محدود اور مخصوص ہیں اور تا جو اس زمانہ کے ملحد ذریت ہے اُس پر خدائے تعالیٰ کی حجت بطور اتمام پہنچے اور تا اُن لوگوں کی فطرتی شیطنت ہر یک منصف پر ظاہر ہو کر جو ظلمت سے دوستی اور نور سے دشمنی رکھ کر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ سے انکاری ہیں اور اُس عالی جناب کی شان کی نسبت پُر خبث کلمات مونہہ پر لاتے ہیں اور اس افضل البشر پر ناحق کی تہمتیں لگاتے ہیں اور بباعث غایت درجہ کی کور باطنی کے اور بوجہ نہایت درجہ کی بے ایمانی کے اس بات سے بے خبر ہو رہے ہیں کہ دُنیا میں وہی ایک کامل انسان آیا ہے جس کا نور آفتاب کی طرح ہمیشہ دُنیا پر اپنی شعاعیں ڈالتا رہا ہے اور ہمیشہ ڈالتا رہے گا۔ اور تا انہی تحریرات سے حقیّت اسلام کی شان و شوکت خود مخالفوں کے اقرار سے ظاہر ہو جائے اور تا جو شخص سچی طلب رکھتا ہو۔ اُس کے لئے ثبوت کا راستہ کھل جائے۔ اور جو اپنے میں کچھ دماغ رکھتا ہو۔ اُس کی دماغ شکنی

ص۴۹۶ دھوکا کھا جاتے ہیں اور علوم طبعی کے دقائق عمیقہ اور جسمی ترکیب اور قوتوں کے
خواص عجیبہ جو حال کے زمانہ میں نئے تجارب کے ذریعہ سے روز بروز پھیلتے
جاتے ہیں یہ جدید باتیں ہیں جن سے جھوٹے معجزے دکھلانے والے نئے نئے مکر
اور فریب دکھلا سکتے ہیں۔ سو اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ جو عجوبات بظاہر صورت
ان مکروں سے متشابہ ہیں۔ گو وہ سچے بھی ہوں تب بھی محجوب الحقیقت ہیں اور
اُن کے ثبوت کے بارے میں بڑی بڑی دقتیں ہیں۔

حاشیہ نمبر ۱۱

ص۴۹۶ اختیار کر لیتا ہے۔ وہی حکم ہو بہو اس کا اس کو دیا جاتا ہے۔ جب انسان ہر یک طرح کے
حجابوں اور کدورتوں اور آلائشوں سے اپنے دل کو پاک کر لیتا ہے اور صحن سینہ اس کے کا
مواد ردیہ ما سوائے اللہ سے بالکل خالی ہو جاتا ہے۔ تو اس کی ایسی مثال ہوتی ہے
جیسے کوئی اپنے مکان کا دروازہ جو آفتاب کی طرف ہو کھول دیتا ہے اور سورج کی کرنیں
اس کے گھر کے اندر چلی آتی ہیں۔ لیکن جب بندہ نادرستی اور دروغ اور طرح طرح
کی آلائشوں کو آپ اختیار کر لیتا ہے اور خدا کو حقیر چیز کی طرح خیال کر کے چھوڑ دیتا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ص۴۹۶ ہو جائے اور نیز ان کشوف اور الہامات کے لکھنے کا یہ بھی ایک باعث ہے کہ تا اس سے مومنوں کی
قوت ایمانی بڑھے اور ان کے دلوں کو ثبات اور تسلی حاصل ہو۔ اور وہ اس حقیقت حقہ کو
بہ یقین کامل سمجھ لیں کہ صراط مستقیم فقط دین اسلام ہے اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک
ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب
نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے
خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اُٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار
نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے
ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا
ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک

تمہید ششم۔ جس طرح محجوب الحقیقت معجزات عقلی معجزات سے برابری نہیں کرسکتے۔ ایسا ہی پیشین گوئیاں اور اخبار از منہ گذشتہ جو مجوسیوں و ہندوؤں اور کاہنوں اور مؤرخوں کے طریقہ بیان سے مشابہ ہیں اُن پیشین گوئیوں اور اخبار غیبیہ سے مساوی نہیں ہوسکتیں کہ جو محض اخبار نہیں ہیں بلکہ اُن کے ساتھ قدرتِ الوہیت بھی شامل ہے کیونکہ دنیا میں بجز انبیاء کے اور بھی ایسے لوگ بہت نظر آتے ہیں کہ ایسی ایسی خبریں پیش از وقوع ہتلایا کرتے ہیں کہ زلزلے ۴۹۶

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہے تو اسکی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے کوئی روشنی کو ناپسند کرے اور اس سے تنفر رکھ کر اپنے گھر کے تمام دروازے بند کرلیوے تا ایسا نہ ہو کہ کسی طرف سے آفتاب کی شعاعیں اسکے گھر کے اندر آجائیں۔ اور جیسے انسانی بباعث جذبات نفسانی یا ننگ و ناموس یا تقلید قوم و غیرہ طرح طرح کی غلطیوں اور الجھنوں میں گرفتہ ہو اور سستی اور تکاسل اور لاپرواہی سے اُن الجھنوں سے پاک ہونے کیلئے کچھ سعی اور کوشش نہ کرے تو اسکی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے کوئی اپنے گھر کے دروازوں کو بند پاوے۔ اور ۴۹۷

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

پہنچ جاتا ہے اور یہ باعث ان کشوف اور الہامات کی تحریر کا ہوا اور پھر غیر مذہب والوں کی شہادت قولی سے اسکے ثابت کرنے پر یہی سبب ہے کہ تا ہمیشہ کیلئے ایک قوی حجت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے اور جو سفلہ اور ناخدا ترس اور سیاہ دل کسی ناحق کا مقابلہ اور مکابرہ مسلمانوں سے کرتے ہیں۔ اُن کا مغلوب اور لاجواب ہونا ہمیشہ لوگوں پر ثابت اور آشکار ہوتا رہے اور جو ضلالت اور گمراہی کی ایک زہرناک ہوا آجکل چل رہی ہے اسکی زہر سے زمانہ حال کے طالب حق اور نیز آئندہ کی نسلیں محفوظ رہیں۔ کیونکہ ان الہامات میں ایسی بہت سی باتیں آئیں گی جن کا ظہور آئندہ زمانوں پر موقوف ہے۔ پس جب یہ زمانہ گذر جائے گا اور ایک نئی دنیا نقاب پوشیدگی سے اپنا چہرہ دکھلائے گی۔ اور ان باتوں کی صداقت کو جو اس کتاب میں درج ہے بچشم خود دیکھے گی۔ تو اس کی تقویتِ ایمان کے لئے یہ پیشین گوئیاں بہت فائدہ دیں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ سو اس وقت جو پیشگوئیاں خداوند کریم کی طرف سے ظاہر ہوئی ہیں۔ ۴۹۸

۶۶۵ آویں گے وبا پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑے گا ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کرے گی
یہ ہوگا وہ ہوگا اور بارہا کوئی نہ کوئی ان کی خبر سچی بھی نکل آتی ہو پس ایسی شبہات کے مٹانے
کیلئے وہ پیشگوئیاں اور اخبار غیبیہ زبردست اور کامل متصور ہوں گے جن کے ساتھ
ایسے نشان قدرت الٰہیہ کے ہوں جن میں رمالوں اور خواب بینوں اور نجومیوں وغیرہ کا
شریک ہونا ممتنع اور محال ہو یعنی ان میں خداوند تعالیٰ کے کامل جلال کا جوش اور اسکی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۶۶۶ تمام گھر میں اندھیرا بھرا ہوا دیکھے اور پھر اُٹھ کر دروازوں کو بند کر دے اور ہاتھ پاؤں
توڑ کر بیٹھا رہے اور دل میں یہ کہے کہ اب اس وقت کون اُٹھے اور کون اتنی تکلیف
اُٹھاوے۔ یہ تینوں مثالیں ان تینوں حالتوں کی ہیں جو انسان کے اپنے ہی فعل یا
اپنی ہی سستی سے پیدا ہو جاتی ہیں جن میں سے پہلی حالت کا نام حسب تصریح گذشتہ
کے انعام الٰہی اور دوسری حالت کا نام غضب الٰہی اور تیسری حالت کا نام اضلال الٰہی ہے
ان تینوں صداقتوں سے بھی ہمارے مخالفین بے خبر ہیں۔ کیونکہ برہمو سماج والوں کو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

بعض ان میں سے ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ از انجملہ ایک یہ ہے کہ کچھ عرصہ گذرا ہے کہ ایک دفعہ
سخت ضرورت روپیہ کی پیش آئی۔ جس ضرورت کا ہمارے اس جگہ کے آریہ ہمنشینوں کو
بخوبی علم تھا اور یہ بھی ان کو خوب معلوم تھا کہ بظاہر کوئی ایسی تقریب پیش نہیں ہے جو
جائے امید ہو سکے بلکہ اس معاملہ میں ان کو ذاتی طور پر واقفیت تھی۔ جس کی وہ شہادت
۶۶۷ دے سکتے ہیں۔ پس جبکہ وہ اپنے مشکل امر اور فقدان اسباب حل مشکل سے کامل طور پر مطلع تھے
اسلئے بلا اختیار دل میں اس خواہش نے جوش مارا کہ مشکل کشائی کیلئے حضرت احدیت میں
دعا کی جائے تا اس دعا کی قبولیت سے ایک تو اپنی مشکل حل ہو جائے اور دوسرے مخالفین
کے لئے تائید الٰہی کا نشان پیدا ہو۔ ایسا نشان کہ اسکی سچائی پر وہ لوگ گواہ ہو جائیں سو اسی دن
دعا کی گئی اور خدائے تعالیٰ سے یہ مانگا گیا کہ وہ نشان کے طور پر مالی مدد سے اطلاع بخشے۔ تب
یہ الہام ہوا۔ دس دن کے بعد میں موج دکھاتا ہوں۔ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ[1]
فی شائل مقیاس۔ دن ول یو گو ٹو امرتسر۔ یعنے دس دن کے بعد روپیہ

[1] بقرۃ: ۲۱۵

تائیدات کا ایسا بزرگ چمکتا نظر آتا ہو۔ جو بدیہی طور پر اُسکی توجہات خاصہ پر دلالت ۵۴۹
کرتا ہو اور نیز وہ ایک ایسی نصرت کی خبر پر مشتمل ہوں جس میں اپنی فتح اور مخالف کی شکست اور اپنی عزت اور مخالف کی ذلت اور اپنا اقبال اور مخالف کا زوال بتفصیل تمام ظاہر کیا گیا ہو۔ اور ہم اپنے موقعہ پر بیان کریں گے اور کچھ بیان بھی کرچکے ہیں کہ یہ اعلیٰ درجہ کی پیشین گوئیاں صرف قرآن شریف سے مخصوص ہیں کہ جن کے پڑھنے سے جلال الٰہی کا ایک عالم نظر آتا ہے۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اس صداقت سے بالکل بے خبر نہیں ہے جس کے رو سے خدا تعالیٰ سرکش اور غضبناک بندوں کے ۵۴۹
ساتھ غضبناک کا معاملہ کرتا ہے۔ چنانچہ برہمو صاحبوں میں سے ایک صاحب نے اس بارہ میں انہیں دنوں میں ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے جس میں صاحب موصوف خدا کی کتابوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان میں غضب کی صفت خدائے تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کی گئی ہے کیا خدا ہماری طرح چڑچڑا ہے۔ سو جواب ظاہر ہے کہ اگر صاحب راقم کو اس صداقت کی کچھ بھی خبر ہوتی تو کیوں وہ ناحق اپنے اوقات ضائع کرکے ایک ایسا رسالہ چھپواتے جس سے اُن کی کم فہمی ہر ایک پر کھل گئی۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

آنے کا۔ خدا کی مدد نزدیک ہے اور جیسے جب جننے کیلئے اونٹنی دُم اٹھاتی ہے تب اس کا بچہ جننا نزدیک ہوتا ہے ایسا ہی مدد الٰہی بھی قریب ہے اور پھر انگریزی فقرہ میں یہ فرمایا کہ دس دن کے بعد جب روپیہ آئیگا تب تم امرتسر بھی جاؤ گے تو جیسا اس پیشگوئی میں فرمایا تھا ایسا ہی ہندوؤں یعنی آریوں مذکورہ بالا کے روبرو وقوع میں آیا یعنی حسب منشاء پیشگوئی دس دن تک ایک خرمہرہ نہ آیا اور دس دن کے بعد یعنی گیارھویں روز محمد افضل خان صاحب سپرنٹنڈنٹ بندوبست راولپنڈی نے ایک سو دس روپیہ بھیجے اور بیست روپیہ ایک اور جگہ سے آئے اور برابر
روپیہ آنے کا سلسلہ جاری ہوگیا جس کی امید نہ تھی اور اُسی روز کہ جب دس دن کے گذرنے ۵۵۰
کے بعد محمد افضل خان صاحب وغیرہ کا روپیہ آیا امرتسر بھی جانا پڑا کیونکہ عدالت خفیفہ امرتسر سے ایک شہادت کے ادا کرنے کے لئے اس عاجز کے نام اُسی روز ایک سمن

تمہید ہفتم ۔ قرآن شریف میں جس قدر باریک صداقتیں علم دین کی اور علوم دقیقہ الٰہیات کے اور براہین قاطعہ اصول حقّہ کے معہ دیگر اسرار اور معارف کے مندرج ہیں اگرچہ وہ تمام فی حدّ ذاتہا ایسے ہیں کہ قوی بشریہ ان کو بہ ہیئت مجموعی دریافت کرنے سے عاجز ہیں اور کسی عاقل کی عقل ان کے دریافت کرنے کے لئے بطور خود سبقت نہیں کر سکتی کیونکہ پہلے زمانوں پر نظر استقرائی ڈالنے سے ثابت ہو گیا ہے کہ کوئی حکیم یا فیلسوف ان علوم و معارف کا دریافت کرنے والا نہیں گذرا۔

حاشیہ نمبر ۱۱

ہے اور ان کو باوجود دعوے عقل کے یہ بات سمجھ نہ آئی کہ خدا کا غضب بندہ کی حالت کا ایک عکس ہے جب انسان کسی قدر فطرتی شر سے محجوب ہو جاتا ہے اور خدا سے دوسری طرف منہ پھیر لے تو کیا وہ اس لائق رہ سکتا ہے کہ جو سچے مقبولوں اور صادقوں پر فیضان رحمت ہوتا ہے اُس پر بھی وہی فیضان ہو جائے ہرگز نہیں بلکہ خدا کا قانون قدیم جو ابتدا سے چلا آیا ہے جس کو ہمیشہ راستباز اور صادق آدمی تجربہ کرتے رہے ہیں اور اب بھی صحیح تجارب سے اُس کی سچائیوں کو مشاہدہ کرتے ہیں وہ یہی قانون ہے کہ جو شخص ظلمانی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

آگیا۔ سو یہ وہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی مفصل حقیقت پر اس جگہ کے چند آریوں کو بخوبی اطلاع ہے اور وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس پیشگوئی سے پہلے سخت ضرورتیں پیش آئیں جس سے دعا کی گئی اور پھر اس دعا کا قبول ہونا اور دس دن کے بعد ہی روپیہ آنے کی بشارت دیا جانا اور ساتھ ہی روپیہ آنے کے بعد امرتسر جانے کی اطلاع دیا جانا یہ سب واقعات ٹھیک ٹھیک ہیں اور پھر انہیں کے روبرو اس پیشگوئی کا پورا ہونا بھی ان کو معلوم ہے اور اگرچہ یہ لوگ بباعث ظلمت کفر کے خبث اور عناد سے خالی نہیں ہیں اور اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح بغض اور کینۂ اسلام پر کمربستہ اور جیفۂ دنیا پر گرے ہوئے اور حق اور راستی سے بکلی بے غرض ہیں لیکن اگر شہادت کے وقت ان کو قسم دیجائے تو بحالت قسم وہ سچ سچ بیان کرنے سے کسی طرف گریز نہیں کر سکتے اور اگر خدا سے نہیں تو رسوائی اور وبال قسم سے ڈر کر ضرور سچی گواہی دیدیں گے۔

۴۵۱ لیکن اس جگہ عجیب بر عجیب اور بات ہے یعنے یہ کہ وہ علوم اور معارف ایک ایسے
اُمّی کو عطا کی گئی کہ جو لکھنے پڑھنے سے ناآشنا محض تھا جس نے عمر بھر کسی
مکتب کی شکل نہیں دیکھی تھی اور نہ کسی کتاب کا کوئی حرف پڑھا تھا اور نہ کسی اہل علم
یا حکیم کی صحبت میسر آئی تھی بلکہ تمام عمر جنگلیوں اور وحشیوں میں سکونت رہی
انہیں میں پرورش پائی اور انہیں میں سے پیدا ہوئے اور انہیں کے ساتھ اختلاط رہا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی اور ناخواندہ ہونا ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۴۱۱ گمراہیوں سے نکل کر سیدھا خداے تعالیٰ کی طرف اپنے رُوح کا منہ پھیر کر اُس کے آستانہ پر گر پڑتا ہو
اُسی پر فیضانِ رحمت خاصہ ایزدی کا ہوتا ہے اور جو شخص اِس طریق کے برخلاف کوئی دُوسرا طریق
اختیار کر لیتا ہے تو بالضرور جو امر رحمت کے برخلاف ہے یعنے غضب الٰہی اُسپر وارد ہو جاتا ہے
اور غضب کی اصل حقیقت یہی ہے کہ جب ایک شخص اُس طریق مستقیم کو چھوڑ دیتا ہے کہ جو قانونِ قدرت
میں افاضۂ رحمت الٰہی کا طریق ہے تو فیضانِ رحمت سے محروم رہ جاتا ہے اسی محرومی کی حالت کا
نام غضب الٰہی ہے اور چونکہ انسان کی زندگی اور آرام اور راحت خدا کے فیض سے ہی ہے۔ اِس

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

۴۶۱ ازانجملہ ایک یہ ہے کہ مولوی ابو عبد اللہ غلام علی صاحب قصوری جن کا ذکر ہم حاشیہ در
حاشیہ نمبر ۳ میں درج ہے الہام اولیاء اللہ کی عظمت شان میں کچھ شک رکھتے تھے اور شک بھی انکا بالمواجہ
تقریر سے نہیں بلکہ اُنکے رسالہ کی بعض عبارتوں سے مترشح ہوتا تھا سو کچھ عرصہ ہوا کہ اُنکے شاگردوں
میں سے ایک صاحب نور احمد نامی جو حافظ اور حاجی بھی ہیں بلکہ شاید کچھ عربی دان بھی ہیں اور واعظ
قرآن بھی اور خاص امرتسر میں رہتے ہیں اتفاقاً اپنی درویشانہ حالت میں سیر کرتے کرتے یہاں
بھی آ گئے اُن کا خیال الہام کے انکار میں مولوی صاحب کے انکار سے کچھ بڑھ کر معلوم ہوتا تھا۔
اور برہمو سماج والوں کی طرح صرف انسانی خیالات کا نام الہام رکھتے تھے چونکہ وہ ہمارے ہی
یہاں ٹھہرے اور اس عاجز پر انہوں نے خود آپ ہی یہ غلط رائے جو الہام کے بارہ میں
اُن کے دل میں تھی مخالفانہ طور پر ظاہر بھی کر دی اس واسطے دل میں بہت رنج گزرا ہر چند معقولی

کوئی تاریخ دان اسلام کا اس سے بے خبر نہیں لیکن چونکہ یہ امر آئندہ فصلوں کیلئے بہت کارآمد ہے اسلئے ہم کسی قدر آیات قرآنی لکھ کر اُمّیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت کرتے ہیں سو واضح ہو کہ وہ آیات بہ تفصیل ذیل ہیں :-

قال اللّٰہ تعالٰی ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ سورۃ الجمعۃ الجزو نمبر ۲۸	وہ خدا جس نے اَن پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا ان پر وہ اسکی آیتیں پڑھتا ہے اور اُنکو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں پھنسے ہوئے تھے۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہمیشہ جو لوگ فیضانِ رحمت کے طریق کو چھوڑ دیتے ہیں وہ خدا کی طرف سے اسی جہان میں یا دوسرے جہان میں طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیونکہ جس کے شامل حال رحمت الٰہی نہیں ہے ضرور ہے کہ انواع اقسام کے عذاب روحانی و بدنی اُسکی طرف توجہ کریں اور چونکہ خدا کے قانون میں یہی انتظام مقرر ہے کہ رحمت خاصہ انہیں کے شامل حال ہوتی ہے کہ جو رحمت کے طریق کو یعنی دُعا اور توحید کو اختیار کرتے ہیں اس باعث سے جو لوگ اس طریق کو چھوڑ دیتے ہیں وہ طرح طرح کی آفات میں گرفتار

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

طور پر سمجھایا گیا کچھ اثر مترتب نہ ہوا آخر توجہ الی اللہ تک نوبت پہنچی اور اُنکو قبل از ظہور پیشگوئی بتلایا گیا کہ خداوند کریم کی حضرت میں دُعا کی جائے کچھ تعجب نہیں کہ وہ دعا بپایۂ اجابت پہنچ کر کوئی ایسی پیشگوئی خداوند کریم ظاہر فرماوے جسکو تم بچشم خود دیکھ جاؤ۔ سو اُس رات اس مطلب کے لئے تضرّع کی جناب میں دُعا کی گئی علی الصباح بنظر کشفی ایک خط دکھلایا گیا جو ایک شخص نے ڈاک میں بھیجا ہے اُس خط پر انگریزی زبان میں لکھا ہوا ہے آئی ایم کوارلر اور عربی میں یہ لکھا ہوا ہے ھٰذَا شَاھِدٌ نَزَّاغٌ اور یہی الہام حکایتاً عن الکاتب القا کیا گیا اور پھر وہ حالت جاتی رہی۔ چونکہ یہ خاکسار انگریزی زبان سے کچھ واقفیت نہیں رکھتا اس جہت سے پہلے علی الصباح میاں نور احمد صاحب کو اس کشف اور الہام کی اطلاع دیکر اور اس آنے والے خط سے مطلع کر کے پھر اسی وقت ایک انگریزی خوان سے اس انگریزی فقرہ کے معنے دریافت کئے گئے تو معلوم ہوا کہ اس کے

۲۷۲

عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ	میں جس کو چاہتا ہوں عذاب پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز پر احاطہ کر رکھا ہے سو میں ان کیلئے جو ہر یک طرح کے شرک اور کفر اور فواحش سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیز ان کیلئے جو ہماری نشانیوں پر ایمان کامل لاتے ہیں اپنی رحمت لکھوں گا وہ وہی لوگ ہیں جو اس رسول نبی پر ایمان لاتے ہیں کہ جس میں ہماری قدرت کاملہ کی دو نشانیاں

۲۷۳

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہو جاتے ہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا تمہاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم دعا نہ کرو اور اس کے فیضان کے خواہاں نہ ہو۔ خدا کو تو کسی کی زندگی اور وجود کی حاجت نہیں وہ تو بے نیاز مطلق ہے۔ اور آریہ سماج والے اور عیسائی بھی ان تینوں صداقتوں میں سے پہلی اور تیسری صداقت سے بے خبر ہیں۔ کوئی ان میں سے یہ اعتراض کرتا ہے کہ خدا نے تمام سب

۲۷۴

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

یہ معنے ہیں کہ ایک جھگڑنے والا ہے سو اس مختصر فقرہ سے یقیناً معلوم ہو گیا کہ کسی جھگڑے کے متعلق کوئی خط آنے والا ہے اور هٰذَا شَاهِدٌ نَزَّاغٌ کو کاتب کی طرف سے دوسرا فقرہ لکھا ہوا تھا اور اس کے یہ معنے کھلے کہ کاتب خط نے کسی مقدمہ کی شہادت کے بارہ میں وہ خط لکھا ہے۔ اُس دن حافظ نور احمد صاحب بباعث بارش باران امرتسر جانے سے روکے گئے اور درحقیقت ایک سماوی سبب اُن کا رک جانا بھی قبولیت دعا کی ایک جز تھی تا وہ جیسا کہ ان کیلئے خدائے تعالیٰ سے درخواست کی گئی تھی پیشگوئی کے ظہور کو بچشم خود دیکھ لیں۔ غرض اس تمام پیشگوئی کا مضمون ان کو سنا دیا گیا شام کو ان کے روبرو پادری رجب علی صاحب مہتمم و مالک مطبع سفیر ہند کا ایک خط رجسٹری شدہ امرتسر سے آیا جس سے معلوم ہوا کہ پادری صاحب نے اپنے کاتب پر جو اسی کتاب کا کاتب ہے عدالت خفیفہ میں نالش کی ہے اور اس عاجز کو ایک واقعہ کا گواہ ٹھہرایا ہے اور ساتھ اس کے ایک سرکاری سمن بھی آیا اور اس خط کے آنے کے بعد وہ فقرہ الہامی یعنی هٰذَا شَاهِدٌ نَزَّاغٌ جس کے یہ معنے ہیں کہ یہ گواہ تباہی ڈالنے والا ہے۔ ان

۱؎ الفرقان: ۷۸ ۔ ۲؎ آل عمران: ۹۸

فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ

۶۷۲ یعنی ایک تو یہ نشانی کہ توریت اور انجیل میں نبی کی نسبت
پیشگوئیاں موجود ہیں جن کو وہ آپ بھی اپنی کتابوں میں موجود پاتے
ہیں۔ دوسری وہ نشانی کہ جو اس نبی کی ذات میں موجود ہے اور
وہ یہ کہ وہ باوجود اُمّی اور ناخواندہ ہونے کے ایسی ہدایت کامل لایا
جو کہ ہر ایک قسم کی حقیقی صداقتیں جن کی سچائی کو عقل شہادت
کرتی ہے اور جو صفت زمانہ پر ابھی نہیں کھلی تھیں لوگوں کی ہدایت
کے لئے بیان فرماتا ہوا نیکو کاموں کے بجالانے کیلئے حکم کرتا ہو اور ہر ایک

۶۷۳ لوگوں کو کیوں ہدایت نہیں دیتا اور کوئی ایسا اعتراض کرتا ہو کہ خدا میں صفت اضلال کیونکر پائی جاتی ہے
جو لوگ خدائے تعالیٰ کی ہدایت کی نسبت معترض ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہدایت الٰہی انہیں کے شامل حال
ہوتی ہے کہ جو ہدایت پانے کیلئے کوشش کرتے ہیں اور ان راہوں پر چلتے ہیں جن راہوں پر چلنا فیضان الٰہی
کے لئے ضروری ہے اور جو لوگ اضلال الٰہی کی نسبت معترض ہیں وہ بھی یہ خیال نہیں کرتے کہ خدائے تعالیٰ
اپنے قواعد مقررہ کے ساتھ ہر ایک انسان سے مناسب حال معاملہ کرتا ہے اور جو شخص سستی اور تکاسل

مضمون پر بجوالہ معلوم ہوا کہ مہتمم مطبع سفیر ہند کے دل میں بعض کاغذ یہ مرکوز تھا کہ اس جگہ کی
شہادت جو ٹھیک ٹھیک اور مطابق واقعہ ہوئی بباعث وثاقت اور صداقت اور نیز با اعتبار
اور قابل قدر ہونے کی وجہ سے فریق ثانی پر تب ہی ڈالے گی اور اسی نیت سے مہتمم مذکور نے
۶۷۴ اس عاجز کو ادائے شہادت کیلئے تکلیف بھی دی اور سمن جاری کرایا اور اتفاق ایسا ہوا کہ
جس دن یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور امرتسر جانے کا سفر پیش آیا وہی دن پہلی پیشگوئی کے
پورے ہونے کا دن تھا سو وہ پہلی پیشگوئی بھی میاں نور احمد صاحب کے روبرو پوری ہو گئی یعنی
اسی دن جو دس دن کے بعد کا دن تھا روپیہ آگیا اور امرتسر بھی جانا پڑا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔
منجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خان
کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے۔ یہ پیشگوئی بھی بدستور معمول اسی وقت چند آریوں کو بتلائی گئی۔
اور یہ قرار پایا کہ انہیں میں سے ڈاک کے وقت کوئی ڈاکخانہ میں جاوے۔ چنانچہ ایک آریہ
ملاوامل نامی اس وقت ڈاکخانہ میں گیا اور یہ خبر لایا کہ ہوتی مردان سے دس روپیہ

وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

نامعقول بات سے کہ جس کی سچائی سے عقل و شریعت انکار کرتی ہے منع کرتا ہے اور پاک چیزوں کو پاک اور پلید چیزوں کو پلید ٹھہراتا ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے سر پر سے وہ بھاری بوجھ اتارتا ہے جو ان پر پڑا ہوا تھا اور جن طوقوں میں وہ گرفتار تھے ان سے خلاصی بخشتا ہے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اسکو قوت دیں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی کامل متابعت اختیار کریں جو اسکے ساتھ نازل ہوا ہے وہی لوگ نجات یافتہ ہیں۔ لوگوں کو کہہ دے کہ میں

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

سے اس کے لئے کوشش کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں قدیم سے اس کا یہی قاعدہ مقرر ہے کہ وہ اپنی تائید سے ان کو محروم رکھتا ہے اور انہیں کو اپنی راہیں دکھلاتا ہے جو ان راہوں کے لئے بدل و جان سعی کرتے ہیں۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ جو شخص نہایت لاپروائی سے سستی کر رہا ہے وہ ایسا ہی خدا کے فیض سے مستفیض ہو جائے جیسے وہ شخص کہ جو تمام عقل اور تمام زور اور تمام اخلاص سے اس کو ڈھونڈتا ہے۔ اسی کی طرف ایک دوسرے مقام میں بھی اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے وَالَّذِیْنَ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

آئے ہیں اور ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ یہ دس روپیہ ارباب سرور خان نے بھیجے ہیں۔ چونکہ ارباب کے لفظ سے اتحاد قومی مفہوم ہوتا تھا اسلئے ان آریوں کو کہ جو ارباب کے لفظ میں دونوں صاحبوں کی شراکت بموجب پیشگوئی کی صداقت کے لئے کافی ہے مگر بعض نے ان میں اس بات کو قبول نہ کیا اور کہا کہ اتحاد قومی شے دیگر ہے اور قرابت شے دیگر۔ اور اسی انکار پر بہت ضد کی ناچار انکے اصرار پر خط لکھنا پڑا! اور وہاں سے یعنی ہوتی مردان سے کئی روز کے بعد ایک دوست منشی الٰہی بخش نامی نے جو ان دنوں میں ہوتی مردان میں اکاؤنٹنٹ تھے۔ خط کے جواب میں لکھا کہ ارباب سرور خان ارباب محمد لشکر خان کا بیٹا ہے۔ چنانچہ اس خط کے آنے پر سب مخالفین لاجواب اور عاجز رہ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ سورۂ اعراف۔ الجزو نمبر ۹ ۔	۲۸۹ خدا کی طرف سے تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ وہ خدا جو بلا شرکت الغیرے آسمان اور زمین کا مالک ہے جس کے سوا اور کوئی خدا اور قابل پرستش نہیں زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پس اُس خدا پر اور اُس کے رسول پر جو نبی اُمّی ہے ایمان لاؤ۔ وہ نبی جو خدا اور اُس کے کلموں پر ایمان لاتا ہے اور تم اُس کی پیروی کرو تا تم ہدایت پاؤ۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [2] یعنی جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو بالضرور
۲۵۶ اپنی راہیں دکھلا دیا کرتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ دس صداقتیں جو سورۂ فاتحہ میں درج ہیں کیسی اعلیٰ اور بے نظیر صداقتیں ہیں جنکے دریافت کرنے سے تمام مخالفین قاصر رہے ہیں پھر دیکھنا چاہیئے کہ کس ایجاز و لطافت سے اس قلیل عبارت میں اُنکو خدائے تعالیٰ نے بھر دیا ہے اور پھر اِس طرف خیال کرنا چاہیئے کہ علاوہ ان خوبیوں کے اور اِس کمال ایجاز کے دوسرے کیا کیا لطائف ہیں جو اس سورۂ مبارکہ میں بھرے ہوئے ہیں۔ اگر ہم بالتفصیل ان سب لطائف کو بیان کریں تو یہ مضمون ایک

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

از انجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ اپریل ۱۸۸۳ء میں صبح کے وقت بیداری میں جہلم سے پچیس روپیہ روانہ ہونے کی اطلاع دی گئی اور اِس بات سے انہیں کے آریوں کو جن میں سے بعض خود جاکر ڈاکخانہ میں خط لیتے تھے مجھ کو ہی اطلاع تھی کہ اس روپیہ کے روانہ ہونے کے بارہ میں جہلم سے کوئی خط نہیں آیا تھا کیونکہ یہ انتظام اس عاجز نے پہلے سے کر رکھا تھا کہ جو کچھ ڈاکخانہ سے خط وغیرہ آتا تھا
۵۶ اُسکو خود بعض آریہ ڈاکخانہ سے لے آتے تھے اور ہر روز ہر یک بات سے مجھ کو ہی مطلع رہتے تھے۔ اور خود ایک ڈاکخانہ کا ڈاک منشی بھی ایک ہندو ہی ہے۔ غرض جب یہ الہام ہوا تو اُن ہی لوگوں میں ایک پنڈت کا بیٹا شام لال نامی جو ناگری اور فارسی دونوں میں لکھ سکتا تھا بطور روزنامہ نویس نوکر رکھا ہوا تھا اور بعض امور غیبیہ جو ظاہر ہوتے تھے اُس کے ہاتھ سے وہ ناگری اور فارسی خط میں قبل از وقوع لکھائے جاتے تھے اور پھر شام لال مذکور کے اُس پر دستخط کرائے جاتے تھے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی بھی بدستور اُس سے لکھائی گئی اور اُس وقت کئی آریوں

[1] اعراف: ۱۵۷، ۱۵۹ [2] عنکبوت: ۷۰

۵۷۷ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۱؎ سورۃ الشوریٰ الجزو نمبر ۲۵۔	اور اسی طرح ہم نے اپنے امر سے تیری طرف ایک روح نازل کی ہے تجھے معلوم نہ تھا کہ کتاب اور ایمان کسے کہتے ہیں پر ہم نے اُسکو ایک نور بنایا ہے جس کو ہم چاہتے ہیں بذریعہ اُسکے ہدایت دیتے ہیں اور تحقیق سیدھے راستہ کی طرف تُو ہدایت دیتا ہے۔

حاشیہ نمبر ۱۱

دفتر بنا ہیگا صرف چند لطیفے بطور نمونہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اوّل یہ لطیفہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس سورۃ فاتحہ میں دعا کرنے کا ایسا طریقہ مسنون بتلایا ہے جس سے بڑھ کر کوئی طریقہ پیدا ہونا ممکن نہیں
۵۵۸ اور جس میں وہ تمام امور جمع ہیں جو دعا میں دلی جوش پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ قبولیت دعا کے لئے ضرور ہے کہ اس میں ایک جوش ہو کیونکہ جس دعا میں جوش نہ ہو۔ وہ صرف لفظی بڑبڑاہٹ ہے حقیقی دعا نہیں۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ دعا میں جوش پیدا ہونا ہر یک وقت انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ انسان کیلئے اشد ضرورت ہے کہ دعا کرنے کے وقت جو امور دلی جوش کے محرک ہیں وہ اُسکے خیال میں حاضر ہوں اور یہ بات ہر یک عاقل پر روشن ہے کہ دلی جوش پیدا کرنیوالی صرف دو ہی چیزیں ہیں ایک خدا کو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

کو بھی خبر دی گئی اور ابھی پانچ روز نہیں گذرے تھے جو پینتالیس روپیہ کا منی آرڈر جہلم سے آ گیا۔ اور جب حساب کیا گیا تو ٹھیک ٹھیک اُسی دن منی آرڈر روانہ ہوا تھا جس دن خداوند عالم الغیب نے اُس کے روانہ ہونے کی خبر دی تھی۔ اور یہ پیشگوئی بھی اُسی طور پر
۵۷۸ ظہور میں آئی جس سے یہ تمام انکشاف حق الیقین پر اُسکی صداقت کھل گئی اور اُس کے قبول کرنے سے کچھ چارہ نہ رہا۔ کیونکہ ہم کو اپنی ذاتی واقفیت سے بخوبی معلوم تھا کہ اس روپیہ کا اس مہینہ میں جہلم سے روانہ ہونا بے نشان محض تھا جس سے پہلے کوئی اطلاعی خط نہیں آیا تھا۔ فالحمد للہ علٰی ذالک۔

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہوا ہے کہ خواب میں دیکھا تھا کہ حیدرآباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے اور اس میں کسی قدر روپیہ دینے کا وعدہ

۱؎ شوریٰ : ۵۳

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ [1] سورۃ العنکبوت الجزو نمبر ۲۱ -	۵۴۴ اور اس سے پہلے تو کسی کتاب کو نہیں پڑھتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا تا باطل پرستوں کو شک کرنے کی کوئی وجہ بھی ہوتی بلکہ وہ آیات بیّنات ہیں جو اہل علم لوگوں کے سینوں میں ہیں اور ان سے انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کامل اور قادر اور جامع صفات کاملہ خیال کر کے اپنی حاجتوں اور کاموں کو ابتداء سے انتہا تک اپنے وجود اور بقا کے لئے ضروری دیکھنا اور تمام فیوض کا مبدء اسی کو خیال کرنا۔ دوسرے
۵۴۵ اپنے تئیں اور اپنے تمام ہم جنسوں کو عاجز اور مفلس اور خدا کی مدد کا محتاج یقین کرنا یہی دو امر ہیں جن سے دعاؤں میں جوش پیدا ہوتا ہے اور جو جوش دلانے کیلئے کامل ذریعہ ہیں۔ وجہ یہ کہ انسان کی دعا میں تب ہی جوش پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے تئیں سراسر ضعیف اور ناتوان اور مدد الٰہی کا محتاج دیکھتا ہے اور خدا کی نسبت نہایت قوی اعتقاد سے یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ بغایت درجہ کامل القدرت اور رب العالمین اور رحمان اور رحیم اور مالک امر مجازات ہے اور جو کچھ انسان کی حاجتیں ہیں سب کا پورا کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ سو سورۃ فاتحہ کے ابتداء میں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

لکھا ہے یہ خواب بھی بدستور روز نامہ مذکورہ بالا میں اسی ہندو کے ہاتھ سے لکھائی گئی اور کئی آریوں کو اطلاع دی گئی۔ پھر تھوڑے دنوں کے بعد حیدر آباد سے خط آگیا اور نواب صاحب موصوف نے سو روپیہ بھیجا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ایک دوست نے بڑی مشکل کے وقت لکھا کہ اس کا ایک عزیز کسی سنگین مقدمہ
۵۴۶ میں ماخوذ ہے اور کوئی صورت نجات کی نظر نہیں آتی اور کوئی سبیل رہائی کی دکھائی نہیں دیتی۔ سو اس دوست نے بہ پُر درد وجہ الحاح کر کے دعا کیلئے درخواست کی۔ چونکہ اس کی رہائی مقدر تھی اور تقدیر معلق تھی اس لئے اسی رات وقت صافی میسر آگیا جو ایک مدت تک میسر نہیں آیا تھا۔ دعا کی گئی اور وقت صافی قبولیت کی امید تھا۔ چنانچہ قبولیت کے آثار سے ایک یہ کہ اطلاع دی گئی

[1] عنکبوت: ۴۹، ۵۰

ان تمام آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا بکمال وضاحت ثابت ۵۱۰
ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت فی الحقیقت اُمّی اور ناخواندہ نہ ہوتے تو
بہت سے لوگ اس دعویٰ اُمّیت کی تکذیب کرنیوالے پیدا ہوجاتے کیونکہ آنحضرت
نے کسی ایسے ملک میں یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ جس ملک کے لوگوں کو آنحضرتؐ کے حالات

حاشیہ نمبر ۱۱

جو اللہ تعالیٰ کی نسبت بیان فرمایا گیا ہے کہ وہی ایک ذات ہے کہ جو تمام محامد کاملہ سے متصف
اور تمام خوبیوں کی جامع ہے اور وہی ایک ذات ہے جو تمام عالموں کی رب اور تمام رحمتوں کا
چشمہ اور سب کو اُنکے عملوں کا بدلہ دینے والی ہے۔ پس ان صفات کے بیان کرنے سے اللہ تعالیٰ
نے بخوبی ظاہر فرمادیا کہ سب قدرت اُسی کے ہاتھ میں ہے اور ہر یک فیض اُسی کی طرف سے ہے ۵۱۱
اور اپنی اس قدر عظمت بیان کی کہ دنیا اور آخرت کے کاموں کا قاضی الحاجات اور ہر یک چیز کا
علت العلل اور ہر یک تغیر کا مبدء اپنی ذات کو ٹھہرایا جس میں یہ بھی اشارہ فرمادیا ہے کہ اُسی ذات کے
بغیر اور اُسکی رحمت کے بدوں کسی زندگی اور آرام اور راحت ممکن نہیں اور پھر بندہ کو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

پھر چند روز کے بعد خبر ملی کہ مدعی ایک ناگہانی موت سے مرگیا اور اس طرح وہ شخص ماخوذ نے
خلاصی پائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اسواسطے کبھی کبھی دوسری زبان میں الہام ہونا جس سے یہ خاکسار ناآشنا محض ہے اور پھر
جو الہام کسی پیشگوئی پر مشتمل ہونا عجائبات غریبہ میں سے ہے جو قادر مطلق کی وسیع قدرتوں پر
دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ بیگانہ زبان کے تمام الفاظ محفوظ نہیں رہتے اور انکے تلفظ میں بعض وقت ۵۱۲
بباعث سرعت ورود الہام اور ناآشنائی لہجہ زبان کچھ فرق آجاتا ہے مگر اکثر صاف صاف الہام
غیر تبدیل فقرات میں کم فرق آتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جلدی کی جلدی القا ہونے کی وجہ سے
بعض الفاظ یادداشت سے باہر رہ جاتے ہیں۔ لیکن جب کسی فقرہ کا القا مکرر سہ کرر ہو تو پھر
وہ الفاظ اچھی طرح سے یاد رہتے ہیں۔ الہام کے وقت میں قادر مطلق اپنے اس تصرف
بحت سے کام کرتا ہے جس میں اسباب اندرونی یا بیرونی کی کچھ آمیزش نہیں ہوتی اُس وقت

اور واقعات سے بیخبر اور ناواقف قرار دے سکیں۔ بلکہ وہ تمام لوگ ایسے تھے جن میں آنحضرت نے ابتداء عمر سے نشوونما پایا تھا اور ایک حصّہ کلاں عمر اپنی کا اُنہی کی مخالطت اور مصاحبت میں بسر کیا تھا پس اگر فی الواقعہ جناب ممدوح اُمّی نہ ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اپنے اُمّی ہونے کا اُن لوگوں کے سامنے نام بھی لے سکتے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

تذلّل کی تعلیم دی اور فرمایا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ نہ صرف تمام فیوض ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں یعنی ہم عاجز ہیں آپ سے کچھ بھی نہیں کر سکتے جبتک تیری توفیق اور تائید شامل حال نہ ہو پس خدائے تعالیٰ نے دُعا میں جوش دلانے کیلئے دو محرک بیان فرمائے۔ ایک اپنی عظمت اور رحمت شاملہ دوسرے بندوں کا عاجز اور ذلیل ہونا۔ اب جاننا چاہیئے کہ یہی دو محرک ہیں جن کا دُعا کے وقت خیال میں لانا دُعا کرنیوالوں کیلئے نہایت ضروری ہے جو لوگ دُعا کی کیفیت سے کسی قدر چاشنی حاصل رکھتے ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ بغیر پیش ہونے ان دونوں محرکوں کی دُعا ہو ہی نہیں سکتی اور بجز اُن کے آتش شوق الٰہی دُعا میں اپنے شعلوں کو بلند نہیں کرتی یہ بات نہایت ظاہر ہے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

زبان خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ ہوتی ہے جس طرح اور جس طرف چاہتا ہے اُس آلہ کو چلاتا یا کو پھیرتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ الفاظ زور کے ساتھ اور ایک جلدی سے نکلتے آتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جیسے کوئی لطف اور ناز سے قدم رکھتا ہے اور ایک قدم پر ٹھہر کر پھر دوسرا قدم اُٹھاتا ہے اور چلنے میں اپنی خوش وضع دکھلاتا ہے اور ان دونوں اندازوں کے اختیار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تا ربانی الہام کو نفسانی اور شیطانی خیالات سے امتیاز کلی حاصل رہے اور خداوند تعالیٰ کا الہام اپنی جلالی اور جمالی برکت سے فی الفور شناخت کیا جائے۔ ایک نوکی حالت یاد آئی ہے کہ انگریزی میں اوّل یہ الہام ہوا۔ آئی لو یُو یعنے میں تم سے محبت رکھتا ہوں پھر یہ الہام ہوا۔ آئی ایم وِد یُو یعنے میں تمہارے ساتھ ہوں پھر الہام ہوا۔ آئی شیل ہیلپ یُو یعنے میں تمہاری مدد کرونگا۔ پھر الہام ہوا

جن پر کوئی حال اُن کا پوشیدہ نہ تھا اور جو ہر وقت اِس گھات میں لگے ہوئے تھے کہ
کوئی خلاف گوئی ثابت کریں اور اُس کو مشتہر کر دیں۔ جن کا عناد اِس درجہ تک
پہنچ چکا تھا کہ اگر بس چل سکتا تو کچھ جھوٹ موٹ سے ہی ثبوت بنا کر پیش
کر دیتے اور اسی جہت سے اُن کو اُن کی ہر یک بدظنی پر ایسا مسکت جواب
دیا جاتا تھا کہ وہ ساکت اور لاجواب رہ جاتے تھے مثلاً جب قریب بعض ۴۸۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کہ جو شخص خدا کی عظمت اور رحمت اور قدرت کاملہ کو یاد نہیں رکھتا وہ کسی طرح سے خدا کی طرف
رجوع نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص اپنی عاجزی اور درماندگی اور مسکینی کا اقراری نہیں اُس کی
رُوح اس مولیٰ کریم کی طرف ہرگز جھک نہیں سکتی۔ غرض یہ ایسی صداقت ہے جس کے سمجھنے کیلئے
کوئی عمیق فلسفہ درکار نہیں بلکہ جب خدا کی عظمت اور اپنی ذلّت اور عاجزی محقق طور پر دل
میں منقش ہو تو وہ حالت خاصہ خود انسان کو سکھا دیتی ہے کہ خالص دُعا کرنے کا یہی ذریعہ ہے
سچّے پرستار خوب سمجھتے ہیں کہ حقیقت میں انہیں دو چیزوں کا تصور دعا کیلئے ضروری ہے یعنے ۴۸۱
اوّل اِس بات کا تصور کہ خدائے تعالیٰ ہر یک قسم کی ربوبیّت اور پرورش اور رحمت اور
بدلہ دینے پر قادر ہے اور اُس کی یہ صفات کاملہ ہمیشہ اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

آئی کین ویٹ آئی ول ڈو۔ یعنے میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ پھر بعد اسکے بہت ہی
زور سے جس سے بدن کانپ گیا یہ الہام ہوا۔ وی کین ویٹ وی ول ڈو۔ یعنے ہم
کر سکتے ہیں جو چاہیں گے اور اُس وقت ایک ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو ۴۸۱
سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے اور باوجود پُردہشت ہونے کے پھر اس میں ایک لذّت تھی
جس سے رُوح کو معنے معلوم کرنے سے پہلے ہی ایک تسلی اور تشفّی ملتی تھی اور یہ انگریزی
زبان کا الہام اکثر ہوتا رہا ہے۔ ایک دفعہ ایک طالب العلم انگریزی خواں ملنے کو آیا۔ اُس
کے روبرو ہی یہ الہام ہوا۔ دِس از مائی اینیمی۔ یعنے یہ میرا دشمن ہے۔ اگرچہ
معلوم ہو گیا تھا کہ یہ الہام اُسی کی نسبت ہے۔ مگر اُسی سے یہ معنے بھی دریافت

نادانوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ قرآن کی توحید ہمیں پسند نہیں آتی کوئی ایسا قرآن لاؤ جس میں بُتوں کی تعظیم اور پرستش کا ذکر ہو یا اسی میں کچھ تبدیل تغیر کر کے بجائے توحید کے شرک بھر دو تب ہم قبول کرلیں گے اور ایمان لے آئیں گے۔ تو خدا نے اُن کے سوال کا جواب اپنے نبی کو وہ تعلیم کیا جو آنحضرت کے واقعات عمری پر نظر کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

دوسرے اِس بات کا تصور کہ انسان بغیر توفیق اور تائید الٰہی کے کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور بلاشبہ یہ دونوں تصور ایسے ہیں کہ جب دُعا کرنے کے وقت دل میں جم جاتے ہیں تو یکایک انسان کی حالت کو ایسا تبدیل کر دیتے ہیں کہ ایک متکبر اُن سے متاثر ہو کر رو دیتا ہوا زمین پر گر پڑتا ہے اور ایک گردن کش سخت دل کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہی کل ہے جس سے ایک غافل مُردہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ انہیں دو باتوں کے تصور سے ہر یک دل دُعا کرنے کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ غرض یہی روحانی وسیلہ ہے جس سے انسان کی رُوح رُو بحق ہوتی ہے اور اپنی کمزوری اور امداد ربّانی پر نظر پڑتی ہے اسی کے ذریعہ سے انسان ایک ایسے عالم بیخودی میں پہنچ جاتا ہے جہاں اپنی مکدر ہستی کا نشان باقی نہیں رہتا اور صرف ایک ذاتِ عظمیٰ کا جلال چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور وہی ذاتِ رحمتِ کُل اور ہریک ہستی کا ستون اور ہریک
ص۴۸۲ درد کا چارہ اور ہریک فیض کا مبدء دکھائی دیتی ہے۔ آخر اس سے ایک صورت فنائی اللہ کی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جس کے ظہور سے نہ انسان مخلوق کی طرف مائل رہتا ہے نہ اپنے نفس کی طرف نہ اپنے ارادہ کی طرف اور بالکل خدا کی محبت میں کھویا جاتا ہے اور اُس ہستی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کئے گئے اور آخر وہ ایسا ہی آدمی نکلا اور اُس کے باطن میں طرح طرح کے خبث پائے
ص۴۸۳ گئے۔ ایک دفعہ صبح کے وقت بنظرِ کشفی چند ورق چھپے ہوئے دکھلائے گئے کہ جو ڈاکخانہ سے آئے ہیں اور اخیر پر اُن کے لکھا تھا آئی ایم بائی عیسیٰ۔ یعنے میں عیسیٰ کے ساتھ ہوں۔ چنانچہ وہ مضمون کسی انگریزی خوان سے دریافت کر کے ڈھونڈ

قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ ھٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۶۵۵

وہ لوگ جو ہماری ملاقات سے ناامید ہیں یعنی ہماری طرف سے بکلی علاقہ توڑ بیٹھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کے بجز کوئی اور قرآن لا جس کی تعلیم اس کی تعلیم سے مغایر اور منافی ہو یا اسی میں تبدیل کر۔ ان کو جواب دے کہ مجھے یہ قدرت نہیں اور نہ روا ہے کہ میں خدا کے کلام میں اپنی طرف سے کچھ تبدیل کروں۔ میں تو صرف اُس وحی کا تابع ہوں جو میرے پر نازل ہوئی ہے

بقیہ حاشیہ

حقیقی کی شہود سے اپنا اور دوسری مخلوق چیزوں کی ہستی کالعدم معلوم ہوتی ہے اس کمالات کا نام خدا نے صراط مستقیم رکھا ہے جس کی طلب کے لئے بندہ کو تعلیم فرمایا اور کہا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنی وہ راستہ فنا اور توحید اور محبت الٰہی کا جو آیات مذکورہ بالا سے مفہوم ہو رہا ہے وہ ہمیں عطا فرما اور اپنے غیر سے بکلی منقطع کر۔ خلاصہ یہ کہ خدائے تعالیٰ نے دعا میں جوش پیدا کرنے کیلئے وہ اسباب حقہ انسان کو عطا فرمائے کہ جو اس قدر دل میں جوش پیدا کرتے ہیں کہ دعا کرنیوالے کو خودی کے عالم سے بیخودی اور نیستی کے عالم میں پہنچا دیتے ہیں۔ اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بات ہرگز نہیں کہ سورۃ فاتحہ دعا کے کئی طریقوں میں سے ہدایت مانگنے کا ایک طریقہ ہے بلکہ جیسا کہ دلائل مذکورہ بالا سے ثابت ہو چکا ہے درحقیقت صرف یہی ایک طریقہ ہے جس پر جوش دل سے دعا کا صادر ہونا موقوف ہے اور جس پر طبیعت انسانی بمقتضا اپنے فطرتی تقاضا کے چلنا چاہتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسے خدا نے دوسرے امور میں قواعد مقررہ ٹھہرا رکھے ہیں ایسا ہی دعا کیلئے بھی ایک قاعدہ خاص ہے اور وہ قواعد وہی ہیں جو سورۃ فاتحہ میں لکھے گئے ہیں اور ۶۵۶

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

تحریر کو بتلایا گیا جس سے یہ سمجھا گیا تھا کہ کوئی شخص عیسائی یا عیسائیوں کی طرز پر دین اسلام کی نسبت کچھ اعتراض چھپوا کر بھیجے گا۔ چنانچہ اسی روز ایک آریہ کو ڈاک آنے کے وقت ڈاکخانہ میں بھیجا گیا تو وہ چند چھپے ہوئے ورق لایا جس میں عیسائیوں کی طرز پر ایک صاحب خام خیال نے اعتراضات لکھے تھے۔ ایک دفعہ کسی امر میں جو دریافت طلب تھا خواب میں ایک درم نقرہ جو بشکل بادامی تھا اس عاجز کے ہاتھ میں دیا ۶۵۷

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ سورۃ یونس الجزو نمبر ۱۱۔	۴۸۲ کہہ یہ خداوند کی طرف سے ہے نہ میری طرف سے اگر خدا چاہتا تو میں تم کو یہ کلام نہ سناتا اور خدا تم کو اس پر مطلع نہ کرتا پہلے اس سے ایک عمر تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا تم کو عقل نہیں کیا تم کو خوب معلوم نہیں کہ افترا کرنا میرا کام نہیں اور جھوٹ بولنا میری عادت میں نہیں اور دیکھو کہ فرمایا کہ اس شخص سے زیادہ تر اور کون ظالم ہوگا جو خدا پر افترا باندھے یا خدا کے کلام کو کہے کہ یہ انسان کا افترا ہے۔ بلاشبہ مجرم نجات نہیں پائیں گے۔

ممکن نہیں کہ جب تک وہ دونوں محرک کسی کے خیال میں نہ ہوں تب تک اس کی دعا میں جوش پیدا ہو سکے۔ سو طبعی راستہ دعا مانگنے کا وہی ہے جو سورۃ فاتحہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ پس سورۃ ممدوحہ کے لطائف میں سے یہ ایک نہایت عمدہ لطیفہ ہے کہ دعا کو معہ محرکات اس کے بیان کیا ہے۔ فتدبر۔

پھر ایک دوسرا لطیفہ اس سورۃ میں یہ ہے کہ ہدایت کے قبول کرنے کے لئے پورے پورے اسباب ترغیب بیان فرمائے ہیں کیونکہ ترغیب کامل جو معقول طور پر دکھانے ایک زبردست کشش ہے اور حصر عقلی کی رو سے ترغیب کامل اس ترغیب کا نام ہے جس میں تین جز یں موجود ہوں۔ ایک یہ کہ جس شے کی طرف ترغیب دینا منظور ہو اس کی ذاتی خوبی بیان کی جائے۔ سو اس جز کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ یعنے ہم کو وہ راستہ بتلا جو اپنی ذات میں صفت استقامت

گیا۔ اس میں دو سطریں تھیں۔ اوّل سطر میں یہ انگریزی فقرہ لکھا تھا۔ یس آئی ایم ہیپی اور دوسری سطر جو خط فارسی میں لکھی ہوئی تھی۔ وہ اس پہلی سطر کا ترجمہ تھا یعنے یہ لکھا تھا کہ ہاں میں خوش ہوں۔ ایک دفعہ کچھ حزن اور غم کے دن آنے والے تھے کہ ایک کاغذ پر بہ نظر کشفی یہ فقرہ انگریزی میں لکھا ہوا دکھایا گیا۔ لائف آف پین۔ یعنے زندگی دکھ کی۔ ایک دفعہ بعض مخالفوں کے بارہ میں جنہوں نے

ے یونس : ۱۷-۱۸

بقیہ

غرض یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا عربوں اور عیسائیوں اور یہودیوں کی نظر میں ایسا بدیہی اور یقینی امر تھا کہ اس کے انکار میں کچھ دم نہیں مار سکتے تھے بلکہ اسی جہت سے وہ توریت کے اکثر قصے جو کسی خواندہ آدمی پر مخفی نہیں رہ سکتے بطور امتحان نبوت آنحضرت سے پوچھتے تھے اور پھر جواب صحیح اور درست پاکر اُن فاش غلطیوں سے مبرّا دیکھ کر جو توریت کے قصوں میں پڑ گئے ہیں وہ لوگ جو اُن میں راسخ فی العلم تھے بصدق دلی ایمان لے آتے تھے جن کا ذکر قرآن شریف میں اس طرح پر درج ہے۔

بقیہ

حاشیہ نمبر ۱۱

عمدہ راستی سے موصوف ہے جس میں ذرا کجی نہیں سو اس آیت میں ذاتی خوبی اُس راستہ کی بیان فرماکر اُسکے حصول کیلئے ترغیب دی۔ دوسری جزو ترغیب کی یہ ہے کہ جس شے کی طرف ترغیب دینا منظور ہو اُس شے کے فوائد بیان کئے جائیں۔ سو اس جزو کو اِس آیت میں بیان فرمایا۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنے اُس راستہ پر ہم کو چلا جس پر چلنے سے پہلے سالکوں پر انعام اور اکرام ہو چکا ہے۔ سو اس آیت میں راستہ چلنے والوں کا کامیاب ہونا ذکر فرما کر اُس راستہ کا شوق دلایا۔ تیسری جزو ترغیب کی یہ ہے کہ جس شے کی طرف ترغیب دینا منظور ہو اُس شے کے چھوڑنے والوں کی خرابی اور بدحالی بیان کی جائے سو اس جزو کو اس آیت میں بیان فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ یعنے اُن لوگوں کی راہوں سے بچا جنہوں نے صراط مستقیم کو چھوڑا اور دوسری راہیں اختیار کیں اور غضب الٰہی میں پڑے یا گمراہ ہوئے۔ سو اس آیت میں اُس سیدھا راستہ چھوڑنے پر جو ضرر مترتب ہوتا ہے اُس سے آگاہ کیا۔ غرض سورۃ فاتحہ میں ترغیب کی

بقیہ

حاشیہ در حاشیہ

جنہوں نے دل سے خواہ مخواہ قرآن شریف کی توہین کی تھی اور عداوت ذاتی سے جس کا کچھ چارہ نہیں دین متین اسلام پر بیجا اعتراضات اور بیہودہ تعرضات کئے تھے یہ دو فقرے انگریزی میں الہام ہوئے۔ گاڈ از کمنگ بائی ہز آرمی۔ ہی از وِد یو ٹو کل انیمی۔ یعنے خدائے تعالیٰ دلائل اور براہین کا لشکر لیکر چلا آتا ہے وہ دشمن کو

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۔ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۔ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۱؎ سورۃ المائدۃ الجزو نمبر ۷

تب فرقوں میں سے مسلمانوں کی طرف زیادہ تر رغبت کرنیوالے عیسائی ہیں یہ اسلئے کہ ان میں بعض بعض اہل علم اور راہب بھی ہیں کہ تکبر نہیں کرتے اور جب خدا کے کلام کو کہ اسکے رسول پر نازل ہوا سنتے ہیں تب تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ حقانیت کلام الٰہی کو پہچان جاتے ہیں کہتے ہیں کہ خدایا ہم ایمان لائے ہم کو ان لوگوں میں لکھ لے جو تیرے دین کی سچائی کے گواہ ہیں اور کیوں ہم خدا اور صداقت کے پیغام پر ایمان نہ لاویں۔ حالانکہ ہماری آرزو ہے کہ خدا ہم کو اُن بندوں میں داخل کرے جو نیکوکار ہیں۔

کیفیت جو حال کا لطیف طور پر بیان کیا۔ تمدنی خوبی بھی بیان کی۔ فوائد بھی بیان کئے اور پھر اُس بلاوے کے جو فوق العادت ہی ان کا نام ہی اور بد حالی بھی بیان فرمائی جو ان کی خوبی کو شکر طبع جبلہ انکی طرح بیان کی ہیں اور تو شرح اختلاع پاکر جو لوگ فوائد کے خواہاں ہیں انکے دلوں میں شوق پیدا ہو اور تنگ کرنے کا خوف بھی معلوم کر کے اس وبال سے ڈریں جو تنگ کرنے پر عائد حال ہوگا۔ پس یہ بھی ایک کمال لطیف ہے جس کا التزام اس سورۃ میں کیا گیا۔ پھر چوتھا لطیفہ اس سورۃ میں یہ ہے کہ باوجود التزام فصاحت و بلاغت یہ کمال دکھلایا ہے کہ صفات الٰہیہ کے ذکر کرنے کے بعد جو فقرات دعا وغیرہ کے بارہ میں لکھے ہیں انکو ایسے عمدہ طور پر بطور لف و نشر مرتب کے بیان کیا ہے جس کا سلیقہ سے بیان کرنا باوجود رعایت تمام مدارج

مطلوب اور بلاغت کرنے کے لئے تمہارے ساتھ ہے اسی طرح اور بھی بہت سے فقرات تھے جن میں سے کچھ تو یاد ہیں اور کچھ بھول گئے۔ لیکن سب سے زیادہ عربی زبان میں الہام ہوتا ہے خصوصاً آیات قرآنی میں بکثرت اور بتواتر ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی قدر عربی الہامات جو بعض عظیم الشان پیشگوئیوں یا اور احسانات الٰہیہ پر مشتمل ہیں ذیل میں معہ ترجمہ لکھے جاتے ہیں۔ تا اگر خدا چاہے تو طالب صادق کو ان سے فائدہ ہو۔

۱؎ مائدہ : ۸۳ - ۸۵

۵۳۸ إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا۔ سورۃ بنی اسرائیل الجزو نمبر ۱۵[1]

جو لوگ عیسائیوں اور یہودیوں میں سے صاحب علم ہیں جب اُن پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ کرتے ہوئے ٹھوڑیوں پر گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا خدا تخلّف وعدہ سے پاک ہے۔ ایک دن ہمارے خداوند کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا اور روتے ہوئے ٹھوڑیوں پر گر پڑتے ہیں اور خدا کا کلام اُن میں فروتنی اور عاجزی کو بڑھاتا ہے۔

پس یہ تو اُن لوگوں کا حال تھا جو عیسائیوں اور یہودیوں میں اہل علم اور صاحب انصاف تھے کہ جب وہ ایک طرف آنحضرتؐ کی حالت پر نظر ڈال کر دیکھتے تھے کہ محض اُمّی ہیں کہ تربیت اور تعلیم کا ایک نقطہ بھی نہیں سیکھا اور نہ کسی مہذّب قوم

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۳۹ فصاحت و بلاغت کے بہت مشکل ہوتا ہے اور جو لوگ سخن میں صاحب مذاق ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے لف و نشر کیسا نازک اور دقیق کام ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اوّل سورۃ الفاتحہ میں فیوض اربعہ کا ذکر فرمایا کہ وہ ربّ العالمین ہے۔ رحمان ہے۔ رحیم ہے۔ مالک یوم الدین ہے اور پھر بعد اس کے فقرات نعبد اور نستعین اور دعا اور طلب جزا کو انہیں کے ذیل میں اس لطافت سے لکھا ہے کہ جس فقرہ کو کسی قسم فیض سے نہایت مناسبت تھی اُسی کے پیچھے وہ فقرہ درج کیا۔ چنانچہ ربّ العالمین کے مقابلہ پر اِیَّاکَ نَعْبُدُ لکھا۔ کیونکہ ربوبیت سے استحقاق عبادت شروع ہو جاتا ہے پس اسی کے پیچھے اور اسی کے محاذات میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

اور تامّل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم پر خداوند کریم کی نظر عنایت ہوتی ہے اور جو لوگ
۵۴۰ راہ راست پر ہوتے ہیں اُن سے کیونکر خدا ذکر اپنے مکالمات اور مخاطبات میں بطور تنبیہ کے آتا ہے اور کیونکر اُن تفضلات سے بیش از وقوع اطلاع دیتا ہے جن کو اس نے لطف محض سے اپنے وقتوں پر ظاہر کرنا ہے اور وہ الہامات یہ ہیں۔

[1] بنی اسرائیل : ۱۰۸ - ۱۱۰

۴۸۴ میں بود و باش رہی اور نہ مجالس علمیہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور دوسری طرف وہ قرآن شریف میں صرف پہلی کتابوں کے قصے نہیں بلکہ صدہا باریک صداقتیں دیکھتے تھے جو پہلی کتابوں کی مکمل اور متمم تھیں تو آنحضرت کی حالت اُمیّت کو سوچنے سے اور پھر اُس تاریکی کے زمانہ میں ان کمالات علمیہ کو دیکھنے سے نیز انوار ظاہری و باطنی کے مشاہدہ سے نبوت آنحضرت کی اُنکو اظہر من الشمس معلوم ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ اگر ان مسیحی فاضلوں کو آنحضرت کے اُمّی اور مؤید من اللہ ہونے پر یقین کامل نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ وہ ایک ایسے دین سے جس کی حمایت میں ایک بڑی سلطنت قیصر روم کی قائم تھی اور جو نہ صرف ایشیا میں بلکہ بعض حصص یورپ میں بھی پھیل چکا تھا اور جو بوجہ اپنی مشرکانہ تعلیم کے دنیا پرستوں کو عزیز اور پیارا معلوم ہوتا تھا صرف شک اور شبہ کی حالت میں الگ ہو کر ایسے مذہب کو

حاشیہ در حاشیہ

کا لکھنا نہایت موزون اور مناسب ہے۔ اور رحمٰن کے مقابلہ پر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ لکھا۔ ۴۲۵ کیونکہ بندہ کے لئے اعانت الٰہی جو توفیق عبادت اور ہر یک اُس کے مطلب میں ضروری ہے جس پر اُس کی دنیا اور آخرت کی صلاحیت موقوف ہے یہ اُس کے کسی عمل کا پاداش نہیں بلکہ محض صفت رحمانیت کا اثر ہے۔ پس استعانت کو صفت رحمانیت سے بشدت مناسبت ہے۔ اور رحیم کے مقابلہ پر اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ لکھا کیونکہ دعا ایک مجاہدہ اور کوشش ہے اور کوششوں پر جو ثمرہ مترتب ہوتا ہے وہ صفت رحیمیت کا اثر ہے۔ اور مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے مقابلہ پر صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ

حاشیہ در حاشیہ

بُوْرِکْتَ یَا اَحْمَدُ وَکَانَ مَا بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ حَقًّا فِیْکَ۔ اے احمد تو ۴۴۴ مبارک کیا گیا اور خدا نے جو تجھ میں برکت رکھی ہے وہ حقانی طور پر رکھی ہے۔ شَاْنُکَ عَجِیْبٌ وَّ اَجْرُکَ قَرِیْبٌ۔ تیری شان عجیب ہے اور تیرا بدلہ نزدیک ہے۔ اِنِّیْ رَاضٍ مِّنْکَ۔ اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ۔ اَلْاَرْضُ وَالسَّمَآءُ مَعَکَ کَمَا ھُوَ مَعِیْ۔ میں تجھ سے راضی ہوں۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ زمین اور آسمان تیرے

قبول کر لیتے جو بباعث تعلیم توحید کے تمام مشرکین کو بُرا معلوم ہوتا تھا اور اُس کے قبول کرنے والے ہر وقت چاروں طرف سے معرضِ ہلاکت اور بلا میں تھے پس جس چیز نے اُن کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیرا وہ یہی بات تھی جو انہوں نے آنحضرتؐ کو محض اُمّی اور سراپا مؤیّد من اللہ پایا اور قرآن شریف کو بشری طاقتوں سے بالاتر دیکھا اور پہلی کتابوں میں اس آخری نبی کے آنے کے لئے خوشخبریاں پڑھتے تھے سو خدا نے اُن کے سینوں کو ایمان لانے کے لئے کھول دیا اور ایسے ایماندار نکلے جو خدا کی راہ میں اپنے خونوں کو بہایا اور جو لوگ عیسائیوں اور یہودیوں اور عربوں میں سے نہایت درجہ کے جاہل اور شریر اور

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ لکھا کیونکہ امر مجازات مالک یوم الدین کے متعلق ہے۔ سو ایسا فقرہ جس میں طلب انعام اور عذاب سے بچنے کی درخواست ہے اُسی کے نیچے رکھنا موزوں ہے۔

چوتھا لطیفہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ مجمل طور پر تمام مقاصد قرآن شریف پر مشتمل ہے گویا یہ سورۃ مقاصد قرآنیہ کا ایک ایجاز لطیف ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ[1] یعنے ہم نے تجھے اے رسول سات آیتیں سورۃ فاتحہ کی عطا کی ہیں جو مجمل طور پر تمام مقاصد قرآنیہ پر مشتمل ہیں اور اُن کے مقابلہ پر قرآن عظیم بھی عطا فرمایا ہے جو مفصل طور پر مقاصد دینیہ کو ظاہر کرتا ہے اور اسی جہت سے اس سورۃ کا نام

ساتھ ہیں جیسے وہ میرے ساتھ ہیں۔ ھو کا ضمیر واحد بتاویل مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے۔ اور ان کلمات کا ماحصل مطلب تلطفات اور برکات الٰہیہ ہیں جو حضرت خیر الرسل کی متابعت کی برکت سے ہر یک کامل مومن کے شامل حال ہو جاتی ہیں اور حقیقی طور پر مصداق ان سب عنایات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے سب طفیلی ہیں اور اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر یک مدح و ثناء جو کسی مومن کے

[1] الحجر : ۸۸

۴۹۸ بدباطن تھے اُن کے حالات پر بھی نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی بہ یقین کامل آنحضرت کو اُمّی جانتے تھے اور اسی لئے جب وہ بائبل کے بعض قصّے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور امتحانِ نبوت پوچھ کر اُن کا ٹھیک ٹھیک جواب پاتے تھے تو یہ بات اُن کو زبان پر لانے کی مجال نہ تھی کہ آنحضرت کچھ پڑھے لکھے ہیں۔ آپ ہی کتابوں کو دیکھ کر جواب بتلا دیتے ہیں بلکہ جیسے کوئی لاجواب رہ کر اور کھسیانا بنکر کچے عذر پیش کرتا ہے ایسا ہی نہایت ندامت سے یہ کہتے تھے کہ شاید در پردہ کسی

حاشیہ نمبر ۱۱

امّ الکتاب ہے اور سورۃ الجامع ہے۔ اُمّ الکتاب اس جہت سے کہ جمیع مقاصد قرآنیہ اس سے مستخرج ہوتے ہیں اور سورۃ الجامع اس جہت سے کہ علوم قرآنیہ کے جمیع انواع پر بصورت اجمالی مشتمل ہے اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ جس نے سورۃ فاتحہ کو پڑھا گویا اس نے
۴۹۸ سارے قرآن کو پڑھ لیا۔ غرض قرآن شریف اور احادیث نبوی سے ثابت ہے کہ سورۃ فاتحہ مجموعہ ایک آئینہ قرآن نما ہے۔ اس کی تصریح یہ ہے کہ قرآن شریف کے مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ وہ تمام محامد کاملہ باری تعالیٰ کو بیان کرتا ہے اور اس کی ذات کیلئے جو کمال تام حاصل ہے اس کو بوضاحت بیان فرماتا ہے سو یہ مقصد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں بطور اجمال آگیا۔ کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ تمام محامد کاملہ اللہ کے لئے ثابت ہیں جو مستجمع جمیع کمالات اور مستحق

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

الہامات میں کی جائے وہ تحقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہوتی ہے اور
۴۹۸ وہ مومن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح سے حصہ حاصل کرتا ہے۔ اور وہ بھی محض خدائے تعالیٰ کے لطف اور احسان سے نہ کسی اپنی لیاقت اور خوبی سے۔ پھر بعد اس کے فرمایا اَنْتَ وَجِیْہٌ فِیْ حَضْرَتِیْ اِخْتَرْتُکَ لِنَفْسِیْ۔ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے اختیار کیا۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَ تَفْرِیْدِیْ فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا میری توحید اور تفرید سو وہ وقت آگیا جو تیری مدد کی جائے اور تجھ کو لوگوں میں معروف و مشہور کیا

عیسائی یا یہودی عالم بائیبل سے یہ قصے بتلا دیتے ہوں گے پس ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت
کا اُمّی ہونا اُن کے دلوں میں بہ یقین کامل مسلّم نہ ہوتا تو اسی بات کے ثابت کرنے
کے لئے نہایت کوشش کرتے کہ آنحضرت اُمّی نہیں ہیں فلاں مکتب یا مدرسہ
میں انہوں نے تعلیم پائی ہے۔ واہیات باتیں کرنا جن سے ان کی حماقت ثابت
ہوتی تھی کیا ضرور تھا۔ کیونکہ یہ الزام لگانا کہ بعض عالم یہودی اور عیسائی در پردہ
آنحضرت کے رفیق اور معاون ہیں بدیہی البطلان تھا۔ اس وجہ سے کہ قرآن تو
بجا بجا اہل کتاب کی وحی کو ناقص بتلاتا اور ان کی کتابوں کو محرّف اور مبدّل اور ان کے
عقائد کو فاسد اور باطل اور خود اُن کو بشرطیکہ بے ایمان مریں ملعون اور جہنمی
بتلاتا ہے۔ اور اُن کے اصول مصنوعہ کو دلائل قویّہ سے توڑتا ہے تو پھر کس طرح ۴۹۰

بقیہ حاشیہ

جیسا بیان ہے۔ دوسرا مقصد قرآن شریف کا یہ ہے کہ خدا کا مصلح کامل ہونا اور خالق العالمین
ہونا ظاہر کرتا ہے اور عالم کے ابتدا کا حال بیان فرماتا ہے اور جو دائرہ عالم میں داخل ہو چکا اس کو ۴۹۱
مخلوق ٹھہراتا ہے اور اُن امور کے جو اس کے مخالف ہیں ان کا کذب ثابت کرتا ہے۔ سو یہ مقصد ربّ العالمین میں
بطور اجمال آ گیا۔ تیسرا مقصد قرآن شریف کا خدا کا فیضان بلا استحقاق ثابت کرنا اور اس کی رحمت
عامہ کا بیان کرنا ہے سو یہ مقصد لفظ رحمان میں بطور اجمال آ گیا۔ چوتھا مقصد قرآن شریف کا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

جائے۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۱؎ - کیا
انسان پر یعنے تجھ پر وہ وقت نہیں گذرا کہ تیرا دنیا میں کچھ بھی ذکر و تذکرہ نہ تھا۔ یعنے تجھ کو
کوئی نہیں جانتا تھا کہ تو کون ہے اور کیا چیز ہے اور کسی شمار و حساب میں نہ تھا۔ یعنے کچھ بھی ۴۹۲
نہ تھا۔ یہ گزشتہ تلطفات اور احسانات کا حوالہ ہے تا محسن حقیقی کے آئندہ فضلوں کیلئے ایک
نمونہ ٹھہرے۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى زَادَ مَجْدَكَ۔ يَنْقَطِعُ اٰبَآءُكَ وَ
يُبْدَءُ مِنْكَ۔ سب پاکیاں خدا کیلئے ہیں جو نہایت برکت والا اور عالی ذات ہے۔ اُس نے
تیرے مجد کو زیادہ کیا۔ تیرے آباء کا نام اور ذکر منقطع ہو جائے گا۔ یعنے بطور مستقل ان کا

۱؎ الدھر : ۲

ممکن تھا کہ وہ لوگ قرآن شریف سے اپنے مذہب کی آپ ہی مذمت کرواتے۔ اور اپنی کتابوں کا آپ ہی رد لکھواتے اور اپنے مذہب کی بیخ کنی کے آپ ہی موجب بنجاتے پس یہ سست اور نادرست باتیں اس لئے دنیا پرستوں کو بکنی پڑیں کہ انکو عاقلانہ طور پر قدم مارنے کا کسی طرف راستہ نظر نہیں آتا تھا اور آفتاب صداقت کا ایسی پُرزور روشنی سے اپنی کرنیں چاروں طرف چھوڑ رہا تھا کہ وہ اس سے چمگادڑ کی طرح چھپتے پھرتے تھے اور کسی ایک بات پر انکو ہرگز ثبات وقیام نہ تھا بلکہ تعصب اور شدت عناد نے انکو سودائیوں اور پاگلوں کی طرح بنا رکھا تھا۔ پہلے تو قرآن کے قصوں کو سنکر جن میں بنی اسرائیل کے پیغمبروں کا ذکر تھا۔ اس وہم میں پڑے کہ شاید ایک شخص اہل کتاب میں سے پوشیدہ طور پر یہ قصے سکھاتا ہوگا
۴۹۱ جیسا انکا یہ مقولہ قرآن شریف میں درج ہے اِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ[۱] سورة النحل الجزو نمبر ۱۴۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

خدا کا وہ فیضان ثابت کرتا ہے جو محنت اور کوشش پر مترتب ہوتا ہے۔ سو یہ مقصد لفظ رحیم میں آگیا۔ پانچواں مقصد قرآن شریف کا عالم معاد کی حقیقت بیان کرنا ہے۔ سو یہ
۴۹۱ مقصد مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں آگیا۔ چھٹا مقصد قرآن شریف کا اخلاص اور عبودیت اور تزکیہ نفس عن غیر اللہ اور علاج امراض روحانی اور اصلاح اخلاق ردیہ اور توحید فی العبادت کا بیان کرنا ہے۔ سو یہ مقصد اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں بطور اجمال آگیا۔ ساتواں مقصد قرآن شریف کا ہر یک کام میں فاعل حقیقی خدا کو ٹھہرانا اور تمام توفیق اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

تمام نہیں ہوگا اور خدا تجھ سے ابتدا شرف اور مجد کا کریگا۔ نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ وَأُحْيِيْتَ بِالصِّدْقِ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ۔ نُصِرْتَ وَقَالُوْا لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔ تو رعب کے ساتھ مدد کیا گیا اور صدق
۴۹۱ کے ساتھ زندہ کیا گیا۔ اے صدیق تو مدد کیا گیا اور مخالفوں نے کہا کہ اب گریز کی جگہ نہیں یعنے امر اپنی آخر حد تک پہنچ جائے گا کہ مخالفوں کے بل ٹوٹ جائیں گے اور انکے دلوں پر یاس مستولی ہو جائیگی اور حق آشکارا ہو جائیگا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَتْرُكَكَ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ

[۱] النحل : ۱۰۴

اور پھر جب دیکھا کہ قرآن شریف میں صرف قصے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے حقائق ہیں تو
پھر یہ دوسری رائے ظاہر کی وَاَعَانَہٗ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ الجزو نمبر ۱۸
یعنے ایک بڑی جماعت نے متفق ہو کر قرآن شریف کو تالیف کیا ہے ایک آدمی کا کام
نہیں۔ پھر جب قرآن شریف میں ان کو یہ جواب دیا گیا کہ اگر قرآن کو کسی جماعت علماء
فضلاء اور شعراء نے اکٹھے ہو کر بنایا ہے تو تم بھی کسی ایسی جماعت سے مدد لیکر قرآن کی
نظیر بنا کر دکھلاؤ تا تمہارا سچا ہونا ثابت ہو۔ تو پھر لاجواب ہو کر اس رائے کو بھی چھوڑ دیا
اور ایک تیسری رائے ظاہر کی اور وہ یہ کہ قرآن کو جنات کی مدد سے بنایا ہے یہ
آدمی کا کام نہیں پھر خدا نے اس کا جواب بھی ایسا دیا کہ جس کے سامنے وہ چون وچرا
کرنے سے عاجز ہوگئے جیسا فرمایا ہے۔

حاشیہ در حاشیہ

الفتن اور نصرت اور ثبات علی الطاعت اور عصمت عن العصیان اور حصول جمیع اسباب خیر
اور صلاحیت دنیا و دین اسی کی طرف سے قرار دینا اور ان تمام امور میں اسی سے مدد
چاہنے کے لئے تاکید کرنا سو یہ مقصد اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں بطور اجمال آگیا۔ ۲ پانچواں
مقصد قرآن شریف کا صراط مستقیم کے دقائق کو بیان کرنا ہے اور پھر اس کی ۴۹۴
طلب کے لئے تاکید کرنا کہ دعا اور تضرع سے اس کو طلب کریں سو یہ مقصد اِھْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں بطور اجمال کے آگیا (۶) چھٹا مقصد قرآن شریف کا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

مِنَ الطَّیِّبِ۔ اور خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے جب تک وہ خبیث اور طیب میں
صریح فرق نہ کرلے۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ
لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اور خدا اپنے امر پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔
اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ ھٰذَا الَّذِیْ
کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ جب مدد اور فتح الٰہی آئے گی اور تیرے رب کی

۱ الفرقان: ۵ ۲ یوسف: ۲۲

۵۴۲ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ فَأَيْنَ تَذْهَبُوْنَ[1]۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا[2]۔ سورۃ بنی اسرائیل الجزو نمبر ۱۵۔

یعنے قرآن ہر یک قسم کے امور غیبیہ پر مشتمل ہے اور اس قدر بتلانا جنات کا کام نہیں۔ ان کو کہدے کہ اگر تمام جن متفق ہو جائیں اور ساتھ ہی بنی آدم بھی اتفاق کرلیں اور سب مل کر یہ چاہیں کہ مثل اس قرآن کے کوئی اور قرآن بنا دیں تو ان کیلئے ہرگز ممکن نہیں ہوگا اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ان لوگوں کا طریق و خلق بیان کرتا ہے جن پر خدا کا انعام و فضل ہوا تا طالبین حق کے دل جمعیت پکڑیں سو یہ مقصد صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں آگیا۔ دسواں مقصد قرآن شریف کا اُن لوگوں کا خلق و طریق بیان کرتا ہے جن پر خدا کا غضب ہوا۔ یا جو راستہ بھول کر انواع اقسام کی بدعتوں میں پڑ گئے۔ تا حق کے طالب اُن کی راہوں سے ڈریں۔ سو یہ مقصد غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں بطور اجمال آگیا ہے۔ یہ مقاصد عشرہ ہیں جو قرآن شریف میں مندرج ہیں جو تمام صداقتوں کا اصل الاصول ہیں۔ سو یہ تمام مقاصد سورۃ فاتحہ میں بطور اجمال آ گئے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بات پوری ہو جائیگی و گفتار اس خطاب کے وقت ٹھہریگا کہ یہ وہی بات ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے
۵۴۳ تھے۔ أَرَدْتُّ أَنْ أَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ۔ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ۔ یعنی میں نے
اپنی طرف سے خلیفہ کرنے کا ارادہ کیا۔ سو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ میں زمین پر کرنے والا ہوں۔ یہ اختصاری کلمہ ہے یعنی اسکو قائم کرنیوالا ہوں۔ اسجگہ خلیفہ کے لفظ سے ایسا شخص مراد ہے کہ جو ارشاد اور ہدایت کیلئے بین اللہ و بین الخلق واسطہ ہو۔ خلافت ظاہری کہ جو سلطنت اور حکمرانی پر اطلاق پاتی ہے مراد نہیں ہے اور نہ وہ بجز قریش کے کسی دوسرے کیلئے خدا کی طرف سے شریعت اسلام میں مسلّم ہو سکتی ہے بلکہ یہ صرف روحانی مراتب اور روحانی نیابت کا ذکر ہے
۵۴۴ اور آدم کے لفظ سے بھی وہ آدم جو ابو البشر ہے مراد نہیں بلکہ ایسا شخص مراد ہے جس سے

[1] سورۃ تکویر : ۲۵-۲۷ [2] بنی اسرائیل : ۸۹

پھر جب ان بدبختوں پر اپنے تمام خیالات کا جھوٹ ہونا کھل گیا اور کوئی بات بنتی نظر نہ آئی تو آخرکار کمال بےحیائی سے کینہ لوگوں کی طرح اس بات پر آگئے کہ ہر طرح پر اس تعلیم کو شائع ہونے سے روکنا چاہیے جیسا اس کا ذکر قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۝ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ؎ ص۲۹۲

یعنے کافروں نے یہ کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور جب تمہارے سامنے پڑھا جاوے تو تم شور ڈال دیا کرو۔ تا شاید اسی طرح غالب آجاؤ۔ اور بعضوں نے عیسائیوں اور یہودیوں میں سے یہ کہا کہ یوں کرو کہ اول صبح کے وقت جاکر قرآن پر ایمان لے آؤ پھر شام کو ایمان سے انکار کر کے اپنا پہلا دین اختیار کر لو۔ تا شاید اس طور سے لوگ شک میں پڑ جائیں اور دین اسلام کو چھوڑ دیں۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

پانچویں لطیفہ سورۃ فاتحہ میں یہ ہے کہ وہ اس اتم اور اکمل تعلیم پر مشتمل ہے کہ جو طالب حق کے لئے ضروری ہے اور جو ترقیات قربت اور معرفت کے لئے کامل دستور العمل ہے کیونکہ ترقیات قربت کا شروع اس نقطہ سے ہے کہ جب سالک اپنے نفس پر ایک موت قبول کر کے اور سختی اور آزار کشی کو روا رکھ کر ص۱۱۳

سلسلۂ ارشاد اور ہدایت کا قائم ہو کر روحانی پیدائش کی بنیاد ڈالی جائے گویا وہ روحانی زندگی کے رو سے حق کے طالبوں کا باپ ہے۔ اور یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس میں روحانی سلسلہ کے قائم ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ اس سلسلہ کا نام و نشان نہیں۔ پھر بعد اس کے اس روحانی آدم کا روحانی مرتبہ بیان فرمایا اور کہا۔ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ جب یہ آیت شریفہ جو قرآن شریف کی آیت ہے الہام ہوئی تو اس کے معنے کی تشخیص اور تعیین میں تامل تھا۔ اور اسی تامل میں کچھ خفیف سی خواب آگئی اور اس خواب میں اس کے معنے حل کئے گئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دنوّ سے مراد قرب الٰہی ہے

؎ حٰمٓ السجدۃ: ۲۷ ؎ آل عمران: ۷۳ ؎ النجم: ۹-۱۰

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا[۱] ۔ سورۃ النساء الجزو نمبر ۵۔	۵۶۹ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یہ عیسائی اور یہودی جنہوں نے انجیل اور توریت کو کچھ ادھورا سا پڑھ لیا ہے ایمان اُن کا دیوتوں اور بتوں پر ہے اور مشرکوں کو کہتے ہیں کہ اُن کا مذہب جو بت پرستی ہے وہ بہت اچھا ہے اور توحید کا مذہب جو مسلمان رکھتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے اس کیلئے کوئی مددگار نہیں۔

تبتّل الی اللہ

۵۷۰ اُن تمام نفسانی خواہشوں سے خالصاً للہ دست کش ہو جائے کہ جو اُس میں اور اُس کے مولا کریم میں جدائی ڈالتے ہیں اور اُس کے منہ کو خدا کی طرف سے پھیر کر اپنی نفسانی لذّات اور جذبات اور عادات اور خیالات اور ارادات اور غیر مخلوق کی طرف پھیرتے ہیں اور اُس کے خوفوں اور اُمیدوں میں گرفتار کرتے ہیں اور ترقیات کو مسدود

قرب الٰہی کی حقیقت

اور قرب کسی حرکت مکانی کا نام نہیں بلکہ اس وقت انسان کو مقرب الٰہی بولا جاتا ہے کہ جب وہ ارادہ اور نفس اور خلق اور تمام اضداد اور اغیار سے بکلی الگ ہو کر طاعت اور محبت الٰہی میں سراپا محو ہو جاوے اور ہر یک ماسوا اللہ سے پوری دوری حاصل کر لیوے اور محبت الٰہی کے دریا میں ایسا ڈوب جائے کہ کچھ اثر وجود اور انانیت کا باقی نہ رہے۔ اور جب تک اپنی ہستی کے لوث سے مبرا نہیں اور بقا باللہ کے پیرایہ سے متحلی نہیں تب تک اس قرب کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اور بقا باللہ کا مرتبہ تب حاصل ہوتا ہے کہ جب خدا کی محبت ہی انسان کی غذا ہو جائے
۵۷۱ اور ایسی حالت ہو جائے کہ بغیر اُس کی یاد کے جی ہی نہیں سکتا اور اُس کے غیر کا دل میں سمانا موت کی طرح دکھائی دے اور صریح مشہود ہو کہ وہ اُسی کے ساتھ جیتا ہے اور ایسا خدا کی طرف کھینچا جاوے جو دل اُس کا ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق اور اُسکے درد سے دردمند رہے۔ اور ماسوا سے اس قدر نفرت پیدا ہو جائے کہ گویا غیر اللہ سے اُس کی عداوت ذاتی ہے جن کی طرف میل کرنے سے بالطبع دکھ اُٹھاتا ہے۔ جب یہ حالت متحقق ہو گی تو دل جو مورد انوار الٰہی ہے خوب صاف ہو گا اور اسماء اور صفات الٰہی کا اُس میں

[۱] النساء : ۵۲-۵۳

۴۹۳ اب خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے کہ اگر آنحضرت اُمّی نہ ہوتے تو مخالفین اسلام بالخصوص یہودی اور عیسائی جن کو علاوہ اعتقادی مخالفت کے یہ بھی حسد اور بغض دامنگیر تھا کہ بنی اسرائیل میں سے رسول نہیں آیا بلکہ اُن کے بھائیوں میں سے جو بنی اسماعیل ہیں آیا وہ کیونکر ایک صریح امر خلاف واقعہ پا کر خاموش رہتے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

۴۹۴ وہ ہے کہ جو جو ابتدائی درجہ میں نفس کشی کے لئے تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ اور حالت متضادہ کو چھوڑ کر طرح طرح کے دکھ سہنے پڑتے ہیں وہ سب آلام صورت انعام میں ظاہر ہو جائیں اور بجائے مشقت کے لذّت اور بجائے رنج کے راحت اور بجائے تنگی کے انشراح اور بشاشت نمودار ہو۔ اور ترقیات کا اعلیٰ درجہ وہ ہے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

انعکاس ہو کر ایک دوسرا کمال جو تدلّی ہے عارف کے لئے پیش آئیگا اور تدلّی سے مراد وہ ہبوط اور نزول ہے کہ جب انسان تخلق باخلاق اللہ حاصل کر کے اُس ذات رحمان و رحیم کی طرح شفقت علی العباد عالم خلق کی طرف رجوع کرے۔ اور چونکہ کمالات دنوّ کے کمالات تدلّی سے لازم ملزوم ہیں۔ پس تدلّی اسی قدر ہوگی جس قدر دنوّ ہے اور دنوّ کی کمالیت اس میں ہے کہ اسماء اور صفات الٰہی کے عکوس کا سالک کے قلب میں ظہور ہو۔ اور محبوب حقیقی بے شائبہ ظلیت اور بے توہم حالیت و محلیت اپنے تمام صفات کاملہ کے ساتھ اس میں ظہور فرمائے اور یہی استخلاف کی حقیقت اور نفخ روح اللہ کی ماہیت ہے اور یہی تخلق باخلاق اللہ کی اصل بنیاد ہے۔ اور جبکہ تدلّی کی حقیقت کو تخلق باخلاق اللہ لازم ہوا اور کمالیت فی التخلق اس بات کو چاہتی ہے کہ شفقت علی العباد اور اُن کے لئے بمقام نصیحت کھڑے ہونا اور اُن کی بھلائی کے لئے دل و جانی
۴۹۵ مصروف ہو جانا اس حد تک پہنچ جائے جس پر زیادہ متصور نہیں اس لئے واصل تام کو مجمع الاضداد ہونا پڑا کہ وہ کامل طور پر رُو بخدا بھی ہو اور پھر کامل طور پر رُو بخلق بھی۔ پس وہ ان دونوں قوسِ الوہیت و انسانیت میں ایک وتر کی طرح

ہوسکتا۔ اُن پر یہ بات بکمالی درجہ ثابت ہو چکی تھی کہ جو کچھ آنحضرت کے مونہہ سے
نکلتا ہے وہ کسی اُمّی اور ناخواندہ کا کام نہیں اور نہ دس بیس آدمیوں کا کام ہے
تب ہی تو وہ اپنی جہالت سے اَعَانَہٗ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ[1] کہتے تھے اور جو اُن میں سے دانا ۴۹۴
اور واقعی اہلِ علم تھے وہ بخوبی معلوم کرچکے تھے کہ قرآن انسانی طاقتوں سے باہر ہے

بقیہ حاشیہ

کہ سالک اس تعبد خدا اور اس کے ارادوں اور خواہشوں سے اتحاد اور محبت اور یک جہتی ۴۹۵
پیدا کرلے کہ اُس کا تمام اپنا عین و اثر جاتا رہے۔ اور ذات اور صفاتِ الٰہیہ بلا شائبہ
ظلمت اور بلا توہم حالیّت و محلیّت اُس کے وجود آئینہ صفت میں منعکس ہوجائیں اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

واقعہ ہے جو دونوں سے تعلق کامل رکھتا ہے۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ وصول کامل کے لئے دنو اور
تدلّی دونوں لازم ہیں۔ دنوّ اس قرب تام کا نام ہے کہ جب کامل تزکیہ کے ذریعہ سے انسان
کامل سیر الی اللہ سے سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق ہوجائے اور اپنی ہستی ناچیز سے بالکل پاک
ہو کر اور غرقِ دریائے بیچون و بیچگون ہو کر ایک جدید ہستی پیدا کرے جس میں بیگانگی اور دوئی اور
جہل اور نادانی نہیں ہے اور صبغۃ اللہ کے پاک رنگ سے کامل رنگینی میسر ہے اور تدلّی انسانی
کی اُس حالت کا نام ہے کہ جب وہ تخلق باخلاق اللہ کے بعد ربانی شفقتوں اور رحمتوں سے
رنگین ہوکر خدا کے بندوں کی طرف اصلاح اور فائدہ رسانی کے لئے رجوع کرے۔ پس
جاننا چاہیئے کہ اس جگہ ایک ہی دل میں ایک ہی حالت اور نیت کے ساتھ دو قسم کا
رجوع پایا گیا۔ ایک خدائے تعالیٰ کی طرف جو وجود قدیم ہے اور ایک اُس کے بندوں کی
طرف جو وجود محدث ہے اور دونوں قسم کا وجود یعنے قدیم اور حادث ایک دائرہ کی
طرح ہے جس کی طرف اعلیٰ وجوب اور طرف اسفل امکان ہے۔ اب اُس دائرہ کے
درمیان میں انسان کامل بوجہ دنو اور تدلّی کی دونوں طرف سے اتصال مستحکم کرکے
یوں مثالی طور پر صورت پیدا کر لیتا ہے۔ جیسے ایک وتر دائرہ کے دو قوسوں میں ۴۹۶
ہوتا ہے یعنے حق اور خلق میں واسطہ ٹھہر جاتا ہے پہلے اس کو دنو اور قرب الٰہی

[1] الفرقان : ۵

اور اُن پر یقین کا دروازہ ایسا کُھل گیا تھا کہ اُن کے حق میں خدا نے فرمایا یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ[1] یعنے اُس نبی کو ایسا شناخت کرتے ہیں کہ جیسا اپنے بیٹوں کو شناخت کرتے ہیں اور حقیقت میں یہ دروازہ یقین اور معرفت کا کچھ اُن کے لئے ہی نہیں کُھلا بلکہ اِس زمانہ میں بھی سب کے لئے کُھلا ہے کیونکہ

قدامت کے آئینہ کے ذریعہ سے جس نے سالک میں اور اُس کی نفسانی خواہشوں میں غایت درجہ کا بُعد ڈال دیا ہے۔ انعکاس ربانی ذات اور صفات کا نہایت صفائی سے دکھائی دے۔ اِس تقریر میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا وجود یوں پایا

کی خلعت خاص عطا کی جاتی ہے۔ اور قرب کے اعلیٰ مقام تک صعود کرتا ہے۔ اور پھر شفقت کی طرف اُس کو لایا جاتا ہے۔ پس اُس کا وہ صعود اور نزول دو قوس کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے اور نفس جامع التعلقین انسانِ کامل کا اُن دونوں قوسوں میں قاب قوسین کی طرح ہو جاتا ہے اور قاب عرب کے محاورہ میں کمان کے چِلّہ پر اطلاق پاتا ہے۔ پس آیت کے بطور ترجمت اللفظ یہ معنے ہوئے کہ نزدیک ہوا۔ یعنے خدا سے پھر اُترا یعنے خلقت پر پس ہوئے اس صعود اور نزول کی وجہ سے دو قوسوں کیلئے ایک ہی وتر ہو گیا۔ اور چونکہ اُس کا تخلق ہونا چشمۂ صافیہ تخلق باخلاق اللہ ہے۔ واسطے اسکی توجہ مخلوق توجہ بخالق کے عین ہے۔ یا یوں سمجھو کہ چونکہ مالک حقیقی اپنی غایت شفقت علی العباد کی وجہ سے اِس قدر بندوں کی طرف رجوع رکھتا ہے کہ گویا وہ بندوں کے پاس ہی آ بیٹھا ہے۔ پس جبکہ سالک سیر الی اللہ کرتا ہوا اپنی کمال سیر کو پہنچ گیا۔ تو جہاں خدا تعالیٰ تھا اُس کو لوٹ کر آنا پڑا۔ پس اس کمال دنو یعنے قرب تام اُس کی تدلّی یعنے ہبوط کا موجب ہو گیا۔ یُحْیِ الدِّیْنَ وَ یُقِیْمُ الشَّرِیْعَةَ۔ زندہ کریگا دین کو اور قائم کرے گا شریعت کو۔ یَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ یَا مَرْیَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ یَا اَحْمَدُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ

[1] البقرة: ۱۴۸

۴۹۴ قرآن شریف کی حقانیت معلوم کرنے کے لئے اب بھی وہی معجزات قرآنیہ اور
وہی تاثیرات فرقانیہ اور وہی تائیدات غیبیہ اور وہی آیات لاریبیہ موجود ہیں جو
اس زمانہ میں موجود تھیں خدا نے اس دین قویم کو قائم رکھنا تھا اس لئے اس کی سب
برکات اور سب آیات قائم رکھیں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں کے ادیان

حاشیہ نمبر ۱۱

ویدانتیوں کے باطل خیالات کی تائید ہو۔ کیونکہ انہوں نے خالق اور مخلوق میں جو ابدی امتیاز
ہے شناخت نہیں کیا۔ اور اپنے کشوف مشتبہ کے دھوکہ سے کہ جو سلوک ناتمام
۴۹۵ کی حالت میں اکثر پیش آجاتے ہیں یا جو سودا انگیز ریاضتوں کا ایک نتیجہ ہوتا ہے سخت

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

الجنّۃ نفخت فیک من لدنی روح الصدق۔ اے آدم اے مریم اے احمد
۴۹۶ تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنے نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے
اپنی طرف سے سچائی کی روح تجھ میں پھونک دی ہے۔ اس آیت میں بھی روحانی آدم کا وجہ تسمیہ
بیان کیا گیا یعنے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بلا توسط اسباب ہے ایسا ہی روحانی
آدم میں بلا توسط اسباب ظاہریہ نفخ روح ہوتا ہے اور یہ نفخ روح حقیقی طور پر انبیاء علیہم السلام
سے خاص ہے اور پھر بطور تبعیت اور وراثت کے بعض افراد خاصہ امّت محمدیہ کو یہ نعمت عطا
کی جاتی ہے اور ان کلمات میں بھی جس قدر پیشگوئیاں ہیں وہ ظاہر ہیں۔ پھر بعد اسکے
فرمایا۔ نُصِرْتَ وَقَالُوْا لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔ تو مدد دیا گیا۔ اور انہوں نے کہا کہ
اب کوئی گریز کی جگہ نہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَدَّ عَلَيْهِمْ
رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ شَكَرَ اللّٰهُ سَعْيَهٗ۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور خدا تعالیٰ کی
راہ کے مزاحم ہوئے ان کا ایک مرد فارسی الاصل نے رد لکھا ہے۔ اس کی سعی کا خدا شاکر
ہے۔ كِتَابُ الْوَلِيِّ ذُوالْفَقَارِ عَلِيٍّ۔ ولی کی کتاب علی کی تلوار کی طرح ہے یعنے مخالف
کو نیست و نابود کرنے والی ہے۔ اور جیسے علی کی تلوار نے بڑے بڑے خطرناک معرکوں
میں نمایاں کام دکھلائے تھے ایسا ہی یہ بھی دکھلائے گی۔ اور یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ جو

عزّ و جلّ اور باطلہ اور ناقصہ کا استیصال منظور تھا اس جہت سے اُن کے ہاتھ صرف قصّے ہی قصّے رہ گئے اور برکت حقانیت اور تاثیرات سماویہ کا نام و نشان نہ رہا۔ اُن کی کتابیں ایسے نشانوں سے کالعدم ہیں جن کے ثبوت کا ایک ذرا نشان اُن کے ہاتھ میں نہیں صرف گزشتہ قصوں کا حوالہ دیا جاتا ۷۰۵
ہے مگر قرآن شریف ایسے نشان پیش کرتا ہے جن کو ہر یک شخص دیکھ سکتا ہے۔

خیالات کے بیچ میں پڑ گئے یا کسی نے سُکر اور بیخودی کی حالت میں جو ایک قسم کا جنون ہے۔ اس فرق کو نظر سے ساقط کر دیا کہ جو خدا کی رُوح اور انسان کی رُوح میں باعتبار طاقتوں اور قوتوں اور کمالات اور تقدسات کے ہے وہ ظاہر ہے

کتاب کی تاثیرات عظیمہ اور برکات عمیمہ پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ فرمایا وَلَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ۔ اگر ایمان ثریا سے لٹکتا ہو یعنی زمین سے بالکل اٹھ جاتا تب بھی شخص مقدم الذکر اسکو پالیتا۔ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ عنقریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے اگرچہ آگ اسکو چھوئے بھی نہ جاوے۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ وَقَالُوْا لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ عَلَيْهِمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ۔ کیا کہتے ہیں کہ ہم ایک قوی جماعت ہیں جو جواب دینے پر قادر ہیں۔ عنقریب یہ ساری جماعت بھاگ جائے گی اور پیٹھ پھیریگی اور جب یہ لوگ کوئی نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ایک معمولی اور قدیمی سحر ہے حالانکہ اُن کے دل اُن نشانوں پر یقین کر گئے ہیں اور دلوں میں انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ اب گریز کی جگہ نہیں اور یہ خدا کی رحمت ہے کہ تو اُن پر نرم ہوا اور اگر تو سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے نزدیک نہ آتے اور تجھ سے الگ ہو جاتے۔ اگرچہ قرآنی معجزات ایسے دیکھتے جن سے پہاڑ جنبش میں آجاتے۔ یہ آیات اُن بعض لوگوں کے حق میں بطور الہام القا ہوئیں جن کا ایسا ہی خیال اور سوال تھا اور شاید ایسے ہی اور لوگ بھی نکل آویں جو اسی قسم کی باتیں کریں اور

۴۹۸ **تمہید ہشتم۔ جو امر خارق عادت کسی ولی سے صادر ہوتا ہے وہ حقیقت میں اُس متبوع کا معجزہ ہے جس کی وہ اُمّت ہے اور یہ بدیہی اور**

حاشیہ نمبر ۱۱

۴۹۹ کرتا۔ قادر مطلق کہ جس کے علم قدیم سے ایک ذرہ مخفی نہیں اور جس کی طرف کوئی نقصان اور خسران عاید نہیں ہو سکتا۔ اور جو ہر یک قسم کے جہل اور آلودگی اور ناتوانی اور غم اور حزن اور درد اور رنج اور گرفتاری سے پاک ہے وہ کیونکر اس چیز کا محتاج ہو سکتا ہے کہ جو

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

بدرجہ یقین کامل پہنچ کر پھر منکر ہیں۔ پھر بعد اس کے فرمایا اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَان۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا۔ یعنی ہم نے ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پُر از معارف و حقائق کو قادیان کے قریب اُتارا ہے اور ضرورت حقّہ کے ساتھ اُتارا ہے اور بضرورت حقّہ اُترا ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی کہ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہ ہونا ہی تھا۔ یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کیلئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حدیث متذکرہ بالا میں اشارہ فرما چکے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرما چکا ہے چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ[۱]۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے

۴۹۹ ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکّل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رُو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر

۱ الصف : ۱۰

ظاہر ہے کیونکہ جب کسی امر کا ظاہر ہونا کسی شخص اور کسی خاص کتاب کی متابعت

اُن سب بلاؤں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ کیا انسان جس کی رُوحانی ترقیات کے لئے اِس قدر حالات منتظرہ ہیں جن کا کوئی کنارہ نظر نہیں آتا۔ وہ اُس ذات صاحب کمال تام سے مشابہ یا اس کا عین ہو سکتا ہے جس کے لئے کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں۔ کیا جس کی

بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اُس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اُس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے۔ اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اسلئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اِس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے یعنی حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز رُوحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے یعنی رُوحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے۔ گو اسکی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔ اور اگرچہ دین اسلام اپنے دلائل حقہ کے رُو سے قدیم سے غالب چلا آیا ہے اور ابتداء سے اسکے مخالف رُسوا اور ذلیل ہوتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس غلبہ کا مختلف فرقوں اور قوموں پر ظاہر ہونا ایک ایسے زمانہ کے آنے پر موقوف تھا کہ جو باعث کھل جانے راہوں کے تمام دُنیا کو ممالک متحدہ کی طرح بناتا ہو اور ایک ہی قوم کے حکم میں داخل کرتا ہو اور تمام اسباب اشاعت تعلیم اور تمام وسائل اشاعت دین کے بتمام تر سہولت آسانی پیش کرتا ہو۔ اور اندرونی اور بیرونی طور پر تعلیم حقانی کے لئے نہایت مناسب اور موزون ہو سو اب وُہی زمانہ ہے کیونکہ بباعث کھل جانے راستوں اور مطلع ہونے ایک قوم کے دُوسری قوم سے اور ایک ملک کے دُوسرے ملک سے سامان تبلیغ کا بوجہ احسن میسر آگیا ہے اور بوجہ انتظام ڈاک و ریل و تار و جہاز و وسائل متفرقہ اخبار وغیرہ کے دینی تالیفات کی اشاعت کے لئے بہت سی آسانیاں ہو گئی ہیں۔ غرض

سے وابستہ ہے اور بدوں متابعت کے وہ ظہور میں آ ہی نہیں سکتا۔

ہستی فانی اور جس کی ذات میں صریح مخلوقیت کے نقصان پائے جاتے ہیں۔ وہ باوجود اپنی تمام آلائشوں اور کمزوریوں اور ناپاکیوں اور عیبوں اور نقصانوں کے اُس ذات جلیل الصفات سے برابر ہو سکتا ہے جو اپنی خوبیوں اور پاک صفتوں میں ازلی ابدی طور

بلاشبہ اب وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ جس میں تمام دنیا ایک ہی ملک کا حکم پیدا کرتی جاتی ہے اور بباعث شائع اور رائج ہونے کئی زبانوں کے تفہیم تفہم کے بہت ذریعے نکل آئے ہیں اور غیریت اور اجنبیت کی مشکلات بہت سی سہل ہو گئی ہے اور بوجہ میل ملاپ دائمی اور اختلاط شبانروزی کی وحشت اور نفرت بھی کہ جو بالطبع ایک قوم کو دوسری قوم سے تھی بہت سی گھٹ گئی ہے چنانچہ اب ہندو بھی جن کی دنیا ہمیشہ ہمالہ پہاڑ کے اندر ہی اندر تھی اور جن کو سمندر کا سفر کرنا مذہب سے خارج کر دیتا تھا۔ لنڈن اور امریکہ تک سیر کر آتے ہیں۔ بخلاصہ کلام یہ کہ اس زمانہ میں ہر یک ذریعہ اشاعت دین کا اپنی وسعت تامہ کو پہنچ گیا ہے اور گو دنیا پر بہت سی ظلمت تاریکی چھا رہی ہو مگر پھر بھی ضلالت کا دورہ انتہا تک پہنچا ہوا معلوم ہوتا ہے اور گمراہی کا کمال زوال نظر آتا ہے کچھ خدا کی طرف سے ہی طبائع سلیمہ صراط مستقیم کی تلاش میں لگ گئے ہیں اور نیک اور پاکیزہ فطرتیں طریقہ حقہ کے مناسب حال ہوتی جاتی ہیں اور توحید کے قدرتی جوش نے مستعد دلوں کو وحدانیت کے چشمہ صافی کی طرف مائل کر دیا ہے اور مخلوق پرستی کی عمارت کا بودہ ہونا دانشمند لوگوں پر کھلتا جاتا ہے اور مصنوعی خدا پھر دوبارہ عقلمندوں کی نظر میں انسانیت کا جامہ پہنتے جاتے ہیں اور باایں ہمہ آسمانی مدد دین حق کی تائید کے لئے ایسے جوش میں ہے کہ وہ نشان اور خوارق جن کی سماعت سے عاجز اور ناقص بندے خدا بنائے گئے تھے۔ اب وہ حضرت سید الرسل کے ادنیٰ خادموں اور چاکروں سے مشہود اور محسوس ہو رہے ہیں اور جو پہلے زمانہ کے بعض نبی صرف اپنے حواریوں کو چھپ چھپ کر کچھ نشان دکھلاتے تھے۔ اب وہ نشان حضرت سید الرسل کے

تو بہ بداہت ثابت ہے کہ اگرچہ وہ امر بظاہر صورت کسی تاریخ سے ظہور میں

پر اتم اور اکمل ہے۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْن۔ بلکہ اس تیسرے قسم کی ترقی سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ سالک خدا کی محبت میں ایسا فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے اور اس قدر ذات بیچون و بیچگون اپنی تمام صفات

امر تاریخ سے دشمنوں کے روبرو ظاہر ہو گئے ہیں اور انہیں دشمنوں کی شہادتوں سے حقیقت اسلام کا آفتاب تمام عالم کیلئے طلوع کر رہا ہے۔ ماسوا اسکے یہ زمانہ اشاعت دین کیلئے ایسا مددگار ہے کہ جو امر پہلے زمانوں میں سو سال تک دنیا میں شائع نہیں ہو سکتا تھا۔ اب اس زمانہ میں وہ صرف ایک سال میں تمام ملکوں میں پھیل سکتا ہے۔ اس لئے اسلامی ہدایت اور ربانی نشانوں کا نقارہ بجانے کیلئے اس قدر اس زمانہ میں طاقت و قوت پائی جاتی ہے جو کسی زمانہ میں اسکی نظیر نہیں پائی جاتی۔ صدہا وسائل جیسے ریل تار و اخبار وغیرہ اسی خدمت کے لئے ہر وقت طیار ہیں کہ تا ایک ملک کے واقعات دوسرے ملک میں پہنچا دیں۔ سو بلاشبہ معقولی اور روحانی طور پر دین اسلام کے دلائل حقیت کا تمام دنیا میں پھیلنا ایسے ہی زمانہ پر موقوف تھا اور یہی با سامان زمانہ اس مہمان عزیز کی خدمت کرنے کیلئے من کل الوجوہ اسباب مہیا رکھتا ہے۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔ اور اسی ارادہ کی وجہ سے خداوند کریم نے اس عاجز کو یہ توفیق دی کہ اتنا عظیم دس ہزار روپیہ کا اشتہار کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا اور دشمنوں اور مخالفوں کی شہادت سے آسمانی نشان پیش کی گئی۔ اور ان کے معارضہ اور مقابلہ کے لئے تمام مخالفین کو مخاطب کیا گیا۔ تا کوئی دقیقہ اتمام حجت کا باقی نہ رہے اور

آیا ہو لیکن درحقیقت مظہر اُس امر کا نبی متبوع ہے جس کی متابعت سے ظہور

کاملہ کے ساتھ اُس سے قریب ہو جاتی ہے کہ الوہیت کے تجلیات اُس کے نفسانی جذبات پر ایسے غالب آجاتے ہیں اور ایسے اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جو اُس کو اپنے نفسانی جذبات سے بلکہ ہر یک سے جو نفسانی جذبات کا تابع ہو۔ مغائرت کلی اور

ہر یک مخالف اپنے مغلوب اور لاجواب ہونے کا آپ گواہ ہو جائے۔ غرض خداوند کریم نے جو اسباب اور وسائل اشاعت دین کے اور دلائل اور براہین اتمام حجت کے محض اپنے فضل اور کرم سے اس عاجز کو عطا فرمائے ہیں وہ اُمم سابقہ میں سے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائے۔ اور جو کچھ اس بارے میں توفیقات غیبیہ اس عاجز کو دی گئی ہیں وہ اُن میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ سو چونکہ خداوند کریم نے اسباب خاصہ سے اس عاجز کو مخصوص کیا ہے اور ایسے زمانہ میں اس خاکسار کو پیدا کیا ہے کہ جو تمام خدمت تبلیغ کیلئے نہایت ہی معین و مددگار ہے۔ اسلئے اُس نے اپنے تفضلات و عنایات سے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ روز ازل سے یہی قرار یافتہ ہے کہ آیت کریمہ متذکرہ بالا اور نیز آیت وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ کا روحانی طور پر مصداق یہ عاجز ہے اور خدائے تعالیٰ ان دلائل و براہین کو اور ان سب باتوں کو کہ جو اس عاجز نے مخالفوں کیلئے لکھے ہیں خود مخالفوں تک پہنچا دے گا اور اُنکا عاجز اور لاجواب اور مغلوب ہونا دُنیا میں ظاہر کرکے مفہوم آیت متذکرہ بالا کو پورا کر دے گا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

پھر بعد اس کے جو الہام ہے وہ یہ ہے۔ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ۔ اور درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضلات اور عنایات اُسی کے طفیل سے ہیں اور اُسی سے محبت کرنے کا یہ صلہ ہے۔ سبحان اللہ اس سرورِ کائنات کے حضرت احدیت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے کہ اس کا محب خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کا

اُس کا مشروط ہے اور پھر اس بات کا کہ کیوں معجزہ نبی کا دوسرے کے توسط

عداوت ذاتی پیدا ہو جاتی ہے اور ان میں اور قسم دوم کی ترقی میں فرق یہ ہے کہ گو قسم دوم میں بھی اپنے رب کی مرضی سے موافقت تامہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا ایلام بصورت انعام نظر آتا ہے۔ مگر ہنوز اس میں ایسا تعلق بالذات نہیں ہوتا کہ جو

خادم ایک دنیا کا مخدوم بنایا جاتا ہے۔

ہیچ محبوبے نماند ہمچو یار دلبرم ۔۔۔ مہر و مہ را نیست قدرے در دیار دلبرم
آں کجا روئے کہ دارد ہمچو رویش آب و تاب ۔۔۔ واں کجا باغے کہ میدارد بہار دلبرم

اس مقام میں مجھ کو یاد آیا کہ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنے ارادہ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنے یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔ سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔ اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں بھی یہی سر ہے کہ افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔ اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے۔ وہ انہیں طیبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔ اسی جگہ ایک نہایت روشن کشف یاد آیا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ

سے ظہور پذیر ہو جاتا ہے یہ ہے کہ جب ایک شخص وہی امر بجا لاتا ہے کہ جو اُس کے

ماسوی اللہ کے ساتھ عداوت ذاتی پیدا ہو جانے کا موجب ہو اور جس سے محبت الٰہی حضرت
دل کا مقصود بالذات رہے بلکہ دل کی سرشت ہی ہو جائے۔ غرض قسم دوئم کی ترقی میں خدا
سے موافقت تامہ کرنا اور اُس کے غیر سے عداوت رکھنا سالک کا مقصود ہو جاتا ہے اور

نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبت حس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یکدفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اُسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے یعنی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علیؓ و حسنینؓ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین اور ایک نے اُن میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی۔ جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علیؓ نے تالیف کیا ہے۔ اور اب علیؓ وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا۔ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ۔ تو سیدھی راہ پر ہے۔ پس جو حکم کیا جاتا ہے اس کو کھول کر سنا اور جاہلوں سے کنارہ کر۔ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ قَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۔ وَقَالُوْا اَنّٰی لَکَ ھٰذَا۔ اِنَّ ھٰذَا لَمَکْرٌ مَّکَرْتُمُوْہُ فِی الْمَدِیْنَۃِ۔ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَ ھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ اور کہیں گے کہ کیوں نہیں یہ اترا کسی بڑے عالم فاضل پر اور شہر ملا[1] میں سے اور کہیں گے کہ یہ مرتبہ تجھ کو کہاں سے ملا یہ تو ایک مکر ہے جو تم نے شہر میں باہم مل کر بنا لیا ہے تیری طرف دیکھتے ہیں اور نہیں دیکھتے۔ یعنی تو انہیں نظر نہیں آتا۔

[1] سہو کاتب ہے۔ لفظ "دو شہروں میں" ہونا چاہیئے۔ (مصحح)

شارع نے فرمایا ہے اور اُس امر سے پرہیز کرتا ہے کہ جو اُس کے شارع

اُس مقصد کے حصول سے وہ لذّت پاتا ہے لیکن قسم سوم کی ترقی میں خدا سے موافقت تامہ اور اُس کے غیر سے عداوت خود سالک کی سرشت ہو جاتی ہے جس سرشت کو وہ کسی حالت میں چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ انفکاک الشیئ عن نفسہٖ محال ہے۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ۔ ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے اُمتِ محمدیہ میں کئی اولیاء کامل بھیجے پر شیطان نے اُن کی تو ابع کی راہ کو بگاڑ دیا۔ یعنے طرح طرح کی بدعات مخلوط ہو گئیں اور سیدھا قرآنی راہ اُن میں محفوظ نہ رہا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ وَمَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامٌ شَدِيْدٌ۔ کہہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو سو میری پیروی کرو۔ یعنے اتباعِ رسول مقبول کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے۔ اور یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ نئے سرے زمین کو زندہ کرتا ہے۔ اور جو شخص خدا کے لئے ہو جائے خدا اُس کے لئے ہو جاتا ہے۔ کہہ اگر میں نے یہ افترا کیا ہے تو میرے پر جرم شدید ہے۔ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ۔ وَاِنَّ عَلَيْكَ رَحْمَتِيْ فِي الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ۔ وَاِنَّكَ مِنَ الْمَنْصُوْرِيْنَ۔ تُو آج میرے نزدیک با مرتبہ اور امین ہے اور تیرے پر میری رحمت دُنیا اور دین میں ہے اور تُو مدد دیا گیا ہے۔ يَحْمَدُكَ اللّٰهُ وَيَمْشِيْ اِلَيْكَ۔ خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔ خبردار ہو خدا کی مدد نزدیک ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات کے وقت میں سیر کرایا یعنے ضلالت اور گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے مقاماتِ معرفت اور یقین تک لدُنّی طور سے پہنچایا۔

نے منع کیا ہے اور اُسی کتاب کا پابند رہتا ہے جو اُس کے شارع نے دی ہے تو

حاشیہ نمبر ۱۱

برخلاف قسم دوم کے کہ اُس میں انقطاع جائز ہے اور جب تک ولایت کسی ولی کی قسم سوم تک
۵۰۴ نہیں پہنچتی عارضی ہے اور خطرات سے امن میں نہیں۔ وجہ یہ کہ جب تک انسان کی سرشت میں خدا
کی محبت اور اُس کے غیر کی عداوت داخل نہیں تب تک پھر رگ و ریشہ ظلم کا اُس میں باقی ہے کیونکہ اُس نے حق ربوبیت کا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

خَلَقَ اٰدَمَ فَاَکْرَمَہٗ۔ پیدا کیا آدم کو پس اکرام کیا اُس کا۔ جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ
جری اللہ نبیوں کے حلّوں میں۔ اس فقرہ الہامی کے یہ معنے ہیں کہ منصب ارشاد و
ہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونے کا دراصل حُلّہ انبیاء ہے اور ان کے غیر کو بطور مستعار
ملتا ہے اور یہ حُلّہ انبیاء اُمّتِ محمدیہ کے بعض افراد کو بغرض تکمیل ناقصین عطا ہوتا ہے
اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ
کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ۔ پس یہ لوگ گو نبی نہیں پر نبیوں کا کام اُن کو سپرد
کیا جاتا ہے۔ وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا۔ اور تھے تم ایک
گڑھے کے کنارہ پر سو اُس سے تم کو خلاصی بخشی یعنے خلاصی کا سامان عطا فرمایا
۵۰۵ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَ عَلَیْکُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَہَنَّمَ
لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا۔ خدائے تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر
رحم کرے۔ اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی
طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اس
مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے یعنی اگر طریق رفق اور
نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ اور آیات بیّنہ
سے کھل گیا ہے اُس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب
خدائے تعالیٰ مجرمین کے لئے شدّت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور
حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور

وہ اس صورت میں بالکل اپنے نفس سے محو ہو کر اپنے شارع کی ذمہ واری ۵۰۵

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

جیسا کہ چاہئے تھا ادا نہیں کیا۔ اور لقا تو تام حاصل کرنے سے ہنوز قاصر ہے۔ لیکن
جب اس کی سرشت میں محبت الٰہی اور موافقت باللہ بکلی داخل ہوگی۔
یہاں تک کہ خدا اس کے کان ہوگیا جن سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں ہوگیا

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کردیں گے اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا۔ اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کرے گا۔ اور یہ زمانہ اس زمانہ کیلئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے یعنے اسوقت جلالی طور پر خدائے تعالیٰ اتمام حجت کریگا۔ اب بجائے اسکے جمالی طور پر یعنی رفق اور احسان سے اتمام حجت کر رہا ہے۔ تُوْبُوْا وَاَصْلِحُوْا وَاِلَى اللّٰهِ تَوَجَّهُوْا وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ توبہ کرو اور فسق اور فجور اور کفر اور معصیت سے باز آجاؤ اور اپنے حال کی اصلاح کرو اور خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اسپر توکل کرو اور صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اس سے مدد چاہو۔ کیونکہ نیکیوں سے بدیاں دور ہو جاتی ہیں۔ بُشْرٰى لَكَ يَا اَحْمَدِىْ۔ اَنْتَ مُرَادِىْ وَمَعِىْ۔ غَرَسْتُ كَرَامَتَكَ بِيَدِىْ۔ خوشخبری ہو تجھے اے میرے احمد۔ تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے تیری کرامت کو اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ مومنین کو کہدے کہ اپنی آنکھیں نامحرموں سے بند رکھیں اور اپنی ستر گاہوں کو اور کانوں کو نالائق امور سے بچاویں۔ یہی اُن کی پاکیزگی کیلئے ضروری اور لازم ہے۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر یک مومن کے لئے منہیات سے پرہیز کرنا اور اپنے اعضاء کو ناجائز افعال سے محفوظ رکھنا لازم ہے اور یہی طریق اس کی پاکیزگی کا مدار ہے۔

چشم و گوش و دل بدیدہ بند اے حق گزین
یاد کن فرمان قل للمؤمنین ۵۰۶

۵۰۲ میں جا پڑتا ہے۔ پس اگر شارع طبیب حاذق کی طرح ٹھیک ٹھیک صراطِ مستقیم

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۰۳ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اُس کا ہاتھ ہوگیا جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اُس کا پاؤں ہو گیا جس سے وہ چلتا ہے تو پھر کوئی ظلم اس میں باقی نہ رہا اور ہر یک خطرہ سے امن میں آگیا۔ اسی درجہ کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔[1] اب سمجھنا چاہیئے کہ یہ ترقیاتِ ثلاثہ کہ جو تمام علوم و معارف کا اصل الاصول بلکہ تمام

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

خاطرِ خود زیں و آں یکسر بر آر — تا شود بر خاطرت حق آشکار
زیرِ پائے دلبرانِ ایں جہاں — تا نماید چہرۂ آں محبوبِ جاں
کاملانِ حق اند ہم زیرِ زمیں — تو نگوئی با حیات ایں چنیں
سالہا باید کہ خونِ دل خوری — تا بگوئے دلستانے رہبری
کے بآسانی رسے بکشایدت — صد جنوں باید کہ تا ہوش آیدت

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اور جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دُعا کرنیوالے کی دُعا قبول کرتا ہوں اور میں نے تجھے اسلئے بھیجا ہے کہ تا سب لوگوں کیلئے رحمت کا سامان پیش کروں۔ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ وَكَانَ كَيْدُهُمْ عَظِيْمًا۔ اور جو لوگ اہلِ کتاب و مشرکوں میں سے کافر ہوگئے ہیں یعنے کفر پر سخت اصرار اختیار کیا ہے وہ بجز اس کے کفر سے بجز اسکے باز آنیوالے نہیں تھے کہ انکو کھلی نشانی دکھلائی جاتی اور اُن کا مکر ایک بھارا مکر تھا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ نے آیاتِ سماوی اور دلائلِ عقلی سے اس عاجز کے ہاتھ پر ظاہر کیا ہے وہ اتمامِ حجت کیلئے نہایت ضروری تھا اور اس زمانہ کے سیاہ باطن جن کو جہل اور خبث کے کیڑے نے اندر ہی اندر کھا لیا

[1] الانعام : ۸۳

کا رہنما ہے اور وہ مبارک کتاب لایا ہے جس میں بشرط پیروی کی امراض روحانی

دین کا ایک باب ہے جو سورۃ فاتحہ میں بتمام تر خوبی و رعایت ایجاز و خوشی اسلوبی بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ پہلی ترقی کہ جو قربت کے میدانوں میں چلنے کے لئے اوّل قدم ہے اس آیت میں تعلیم کی گئی ہے جو فرمایا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کیونکہ

سے ایسے نہیں تھے جو بجز آیاتِ صریحہ و براہین قطعیہ اپنے کفر سے باز آجاتے بلکہ وہ اسی فکر میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح بیخ اسلام کو صفحۂ زمین سے نیست و نابود کردیں۔ اگر خدا ایسا نہ کرتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے جو دنیا کو ان آیات بیّنات کی نہایت ضرورت تھی اور دنیا کے لوگ جو اپنے کفر اور خبث کی بیماری سے مجذوم کی طرح گداز ہوگئے ہیں وہ بجز اس آسمانی دوا کے جو حقیقت میں حق کے طالبوں کے لئے آبِ حیات تھی تندرستی حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ۔ اور جب اُن کو کہا جائے کہ تم زمین میں فساد مت کرو۔ اور کفر اور شرک اور بد عقیدگی کو مت پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ہی راستہ ٹھیک ہے اور ہم مفسد نہیں ہیں بلکہ مصلح اور ریفارمر ہیں۔ خبردار رہو۔ یہی لوگ مفسد ہیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں۔ کہہ میں شریر مخلوقات کی شرارتوں سے خدا کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اور اندھیری رات سے خدا کی پناہ میں آتا ہوں یعنی یہ زمانہ اپنے فسادِ عظیم کے رُو سے اندھیری رات کی مانند ہے سو الٰہی قوتیں اور طاقتیں اس زمانہ کی تنویر کیلئے درکار ہیں۔ انسانی طاقتوں سے یہ کام انجام ہونا محال ہے۔ اِنِّیْ نَاصِرُکَ۔ اِنِّیْ حَافِظُکَ۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ عَجِيْبٌ۔ يَجْتَبِيْ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ میں تیری مدد کروں گا۔ میں تیری حفاظت کرونگا۔ میں تجھے لوگوں کے لئے پیشرو بناؤں گا۔ کیا لوگوں

کا علاج ہے اور اس کی علمی اور عملی تکمیل کے لئے پورا سامان موجود ہے۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہر یک قسم کی کجی اور بد راہی سے باز آ کر اور بالکل رو بخدا ہو کر راہِ راست کو اختیار کرنا یہ ایسی سخت گھاٹی ہے جسکو دوسرے لفظوں میں فنا سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ تمام عمر کی مالوفات اور معتادات کو یکلخت چھوڑ دینا اور نفسانی خواہشوں کو جو ایک عمر سے عادت ہو چکی ہیں یکدفعہ ترک کرنا اور ہر یک ننگ اور ناموس اور عجب

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کو تعجب ہوا کہ خدا ذوالعجائب ہے ہمیشہ عجیب کام ظہور میں لاتا ہے جسکو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے چن لیتا ہے وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا کہ ایسا کیوں کیا اور لوگ پوچھے جاتے ہیں اور ہمیشہ یہ دن لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں یعنے کبھی کسی کی نوبت آتی ہے اور کبھی کسی کی اور عنایاتِ الٰہیہ نوبت بہ نوبت اُمتِ محمدیہ کے مختلف افراد پر وارد ہوتے رہتے ہیں۔ وَقَالُوْا اَنّٰى لَكَ هٰذَا۔ وَقَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ اِذَا نَصَرَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنَ جَعَلَ لَهُ الْحَاسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُمْ۔ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ۔ اور کہیں گے کہ یہ تجھ کو کہاں سے اور یہ تو ایک بناوٹ ہے خدا تعالیٰ جب مومن کی مدد کرتا ہے تو زمین پر کئی اسکے حاسد بنا دیتا ہے سو جو لوگ حسد پر اصرار کریں اور باز نہ آویں تو جہنم اُن کا وعدہ گاہ ہے۔ کہہ یہ سب کاروبار خدا کی طرف سے ہیں۔ پھر انکو چھوڑ دے تا اپنے بیجا خوض میں کھیلتے رہیں۔ تَلَطَّفْ بِالنَّاسِ وَتَرَحَّمْ عَلَيْهِمْ اَنْتَ فِيْهِمْ بِمَنْزِلَةِ مُوْسٰى وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ۔ لوگوں کے ساتھ رفق اور نرمی سے پیش آ اور اُن پر رحم کر۔ تو اُن میں بمنزلہ موسیٰ کے ہے۔ اور اُن کی باتوں پر صبر کر۔ حضرت موسیٰ بردباری اور حلم میں بنی اسرائیل کے تمام نبیوں سے سبقت لے گئے تھے اور بنی اسرائیل میں نہ مسیح اور نہ کوئی دوسرا نبی ایسا نہیں ہوا جو حضرت موسیٰ کے مرتبہ عالیہ تک پہنچ سکے۔ توریت سے ثابت ہے جو حضرت موسیٰ رفق اور حلم اور اخلاق فاضلہ میں سب اسرائیلی نبیوں سے بہتر اور فائق تر تھے جیسا کہ گنتی باب ۱۲ آیت سوم توریت میں لکھا ہے کہ موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ بردبار تھا

اور پھر اُس کے پیرو نے بغیر کسی اعراض صوری یا معنوی کے اُن تعلیمات کو

اور دیا ہے عنوانہ پھیر کر اور تمام ماسوا اللہ کو کالعدم سمجھ کر سیدھا خدا کی طرف رخ کر لینا حقیقت میں ایک ایسا کام ہے جو صوفیوں کے برابر ہو اور ریاضت رو و عملی پیدائش کا مدار ہو اور جیسے دو ان جیسا کمال کی نہیں پاتا اور اپنی مصروفیت کو نہیں چھوڑتا تب تک نیا جاندار وجود میں تا خیر ممکن ہو ہوئی طرح اس کا پیدائش کو قسم

سو خدا نے توریت میں موسیٰ کی بُردباری کی ایسی تعریف کی جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں میں سے کسی کی تعریف میں کلمات بیان نہیں فرمائے۔ ہاں جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُن اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔[1] تو خلق عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ و شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا۔ کہ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ یعنی تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے اور کوئی نبی تیرے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی تعریف بطور پیشگوئی زبور باب ۴۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں موجود ہے جیسا کہ فرمایا کہ خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا۔ اور چونکہ اُمّتِ محمدیہ کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اس لئے

[1] القلم : ۵

بصدق دل قبول کرلیا ہے۔ تو جو کچھ انوار و آثار بعد متابعت کامل کے مترتب

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۱۰ اس فنا سے طیار ہوتا ہے۔ جوں جوں بندہ کا نفس شکست پکڑتا جاتا ہے اور اس کا فعل اور ارادت اور رؤیت خلق کا فنا ہوتا جاتا ہے توں توں پیدائش روحانی کے اعضاء بنتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب فنا اتم حاصل ہو جاتی ہے تو وجود ثانی کی خلعت عطا کی جاتی ہے

حاشیہ نمبر ۱۱

الہام متذکرہ بالا میں اس عاجز کی تشبیہ حضرت موسیٰ سے دی گئی اور یہ تمام برکات حضرت سید الرسل کے ہیں جو خداوند کریم اسکی تابع امت کو اپنے کمال لطف اور احسان سے ایسے لطیف

۵۱۱ خطابات شریفہ سے یاد فرماتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اور پھر بعد اسکے یہ الہامی عبارت ہے۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ۔ وَیُحِبُّوْنَ اَنْ تُدْھِنُوْنَ۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ قِیْلَ ارْجِعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ فَلَا تَرْجِعُوْنَ۔ وَقِیْلَ اسْتَحْوِذُوْا فَلَا تَسْتَحْوِذُوْنَ۔ اَمْ تَسْئَلُھُمْ مِنْ خَرْجٍ فَھُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ۔ بَلْ اٰتَیْنٰھُمْ بِالْحَقِّ فَھُمْ لِلْحَقِّ کَارِھُوْنَ۔ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا۔ وَلَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ خَافِیَۃٌ۔ وَلَا یَصْلُحُ شَیْءٌ قَبْلَ اِصْلَاحِہٖ۔ وَمَنْ رُّدَّ مِنْ مَّطْبَعِہٖ فَلَا مَرَدَّ لَہٗ۔ اور جب انکو کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ہی ایمان لاویں جیسے بیوقوف ایمان لائے ہیں۔ خبردار ہو وہی بیوقوف ہیں مگر جانتے نہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تم ان سے مداہنہ کرو۔ کہہ اے کافرو میں اس چیز کی پرستش نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو۔ تم کو کہا گیا کہ خدا کی طرف رجوع کرو سو تم رجوع نہیں کرتے۔ اور تم کو کہا گیا جو تم اپنے نفسوں پر غالب آجاؤ سو تم غالب نہیں آتے۔ کیا تو ان لوگوں سے کچھ مزدوری مانگتا ہے۔ پس وہ اس تاوان کی وجہ سے حق کو قبول کرنا ایک پہاڑ سمجھتے ہیں بلکہ انکو مفت حق دیا جاتا ہے اور وہ حق سے کراہت کر رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان عیبوں سے

ہوں گے۔ وہ حقیقت میں اُس نبی متبوع ؐ کے فیوض ہیں۔ سو اسی جہت سے اگر

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اور ثم انشأناه خلقًا آخر کا وقت آجاتا ہے۔ اور چونکہ یہ فنا اتم بغیر نصرت و توفیق و توجّہ خاص قادرِ مطلق کے ممکن نہیں۔ اس لئے یہ دُعا تعلیم کی یعنے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ اے خدا ہم کو راہِ راست پر قائم کر

حاشیہ نمبر ۱۱

پاک برتر ہے جو وہ لوگ اُسکی ذات پر لگاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بے امتحان کے صرف زبانی ایمان کے دعویٰ سے چھوٹ جاوینگے۔ چاہتے ہیں جو ایسے کاموں سے تعریف کئے جائیں جن کو انہوں نے کیا نہیں اور خدائے تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ اور جب تک وہ کسی شے کی اصلاح نہ کرے اصلاح نہیں ہو سکتی اور جو شخص اُسکے مطلع سے رد کیا جائے۔ اُسکو کوئی واپس نہیں لا سکتا۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ يَا اِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ عَبْدٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ وَّمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ۔ کیا تو اسی غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دیگا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ جس چیز کا تجھے علم نہیں اُسکے پیچھے مت پڑ۔ اور ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر۔ وہ غرق کئے جاوینگے۔ اے ابراہیم اس سے کنارہ کر یہ صالح آدمی نہیں۔ تو صرف نصیحت دہندہ ہے ان پر داروغہ نہیں۔ یہ چند آیات جو بطور الہام القا ہوئی ہیں بعض خاص لوگوں کے حق میں ہیں۔ پھر آگے اسکے یہ الہام ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى۔ اور صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد چاہو اور ابراہیم کے مقام سے نماز کی جگہ پکڑو۔ اس جگہ مقام ابراہیم سے اخلاق مرضیہ و معاملہ باللہ مراد ہے یعنے محبت الٰہیہ اور تفویض اور رضا اور وفا یہی حقیقی مقام ابراہیم کا ہے جو اُمت محمدیہ کو بطور تبعیت و وراثت عطا ہوتا ہے اور جو شخص قلب ابراہیم پر مخلوق ہے اُس کی اتباع بھی اسی میں ہے۔ يَظَلُّ رَبُّكَ عَلَيْكَ وَيُغِيْثُكَ وَ

ولی سے کوئی امر خارق عادت ظاہر ہو تو اس نبی متبوع کا معجزہ ہوگا۔ اب

بقیہ حاشیہ

اور ہر یک طور کی کجی اور بے راہی سے نجات بخش۔ اور یہ کامل استقامت اور راست روی
جس کو طلب کرنے کا حکم ہے نہایت سخت کام ہے اور اوّل دفعہ میں اس کا حملہ سالک پر
ایک شیر ببر کی طرح ہے جس کے سامنے موت نظر آتی ہے پس اگر سالک ٹھہر گیا۔
اور اس موت کو قبول کر لیا تو پھر بعد اس کے کوئی اسے سخت موت نہیں اور خدا اس سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ترجمہ۔ وَاِنْ لَّمْ یَعْصِمْکَ النَّاسُ یَعْصِمُکَ اللّٰہُ مِنْ عِنْدِہٖ۔ یَعْصِمُکَ اللّٰہُ
مِنْ عِنْدِہٖ وَاِنْ لَّمْ یَعْصِمْکَ النَّاسُ۔ خدائے تعالیٰ اپنی رحمت کا تجھ پر سایہ کریگا اور نیز
تیرا فریادرس ہوگا اور تجھ پر رحم کریگا۔ اور اگر تمام لوگ تیرے بچانے سے دریغ کریں مگر خدا تجھے
بچائیگا اور خدا تجھے ضرور اپنی مدد سے بچائیگا اگرچہ تمام لوگ دریغ کریں۔ یعنے خدا تجھے آپ مدد
دیگا اور تیری ہستی کے ضائع ہونے سے تجھے محفوظ رکھیگا اور اسکی تائید میں تیرے شامل حال رہیگی۔
وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْ کَفَرَ اَوْقِدْ لِیْ یَا ھَامَانُ لَعَلِّیْ اَطَّلِعُ اِلٰی اِلٰہِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ
لَاَظُنُّہٗ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ۔ یاد کر جب منکر نے بغرض کسی مکر کے اپنے رفیق کو کہا کہ کسی فتنہ یا
آزمائش کی آگ بھڑکا تا میں موسیٰ کے خدا پر یعنے اس شخص کے خدا پر مطلع ہو جاؤں کہ کیونکر
وہ اسکی مدد کرتا ہے اور اسکے ساتھ ہے یا نہیں۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ یہ کسی
واقعہ آئندہ کی طرف اشارہ ہے کہ جو بصورت گذشتہ بیان کیا گیا ہے۔ تَبَّتْ یَدَا
اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ۔ مَا کَانَ لَہٗ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْھَا اِلَّا خَائِفًا۔ وَمَا اَصَابَکَ
فَمِنَ اللّٰہِ۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ بھی ہلاک ہوا۔ اور اسکو لائق
نہ تھا کہ اس کام میں بجز خائف اور ترسان ہونے کے یونہی دلیری سے داخل ہو جاتا ۱۱۵
اور جو تجھ کو پہنچے وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ یہ کسی شخص کے شر کی طرف اشارہ ہے جو بذریعہ
تحریر یا بذریعہ کسی اور فعل کے اس سے ظہور میں آوے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اَلْفِتْنَۃُ
ھٰھُنَا فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ۔ اَلَا اِنَّھَا فِتْنَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ لِیُحِبَّ حُبًّا جَمًّا۔

ان تمہیدات کے بعد دلائل حقیت قرآن شریف کے لکھے جاتے ہیں۔ ونسئل اللہ التوفیق والنصرۃ ھو نعم المولٰی ونعم النصیر۔

زیادہ تر کریم ہے کہ پھر آگ کو یہ جلتا ہوا دوزخ دکھاتی ہے۔ غرض یہ کامل استقامت وہ نعمت ہے کہ جس سے کارخانہ وجود بندہ کو بکلی شکست پہنچتی ہے اور ہوا اور شہوت اور ارادت اور ہر یک خودروی کے فعل سے یکبارگی دستکش ہونا پڑتا ہے اور یہ مرتبہ سیر و سلوک کے مراتب میں سے وہ مرتبہ ہے جس میں انسانی کوششوں کا بہت کچھ دخل ہے اور بشری مجاہدات کی بخوبی پیش رفت ہے اور اسی حد تک اولیاء اللہ کی کوششیں اور سالکین کی محنتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور پھر بعد اس کے خالص مواہب کا دور

نعمت من اللہ العزیز الاکرم عطاءً غیر مجذوذ۔ اس جگہ فتنہ ہے پس صبر کر جیسے اولوالعزم لوگوں نے صبر کیا ہے۔ خبردار ہو۔ یہ فتنہ خدا کی طرف سے ہے تا وہ ایسی محبت کرے جو کامل محبت ہے اس خدا کی محبت جو نہایت عزت والا اور نہایت بزرگ ہے وہ بخشش جس کا کبھی انقطاع نہیں۔ شَاتَانِ تُذْبَحَانِ۔ وَكُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اور زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مرنے سے بچ جائیگا۔ یعنی ہر یک کے لئے قضا و قدر درپیش ہے اور موت سے کسی کو خلاصی نہیں۔ کوئی چار روز پہلے اس دنیا کو چھوڑ گیا اور کوئی پیچھے اُسے جاملا۔

ہمیں مرگ است کز یاراں ہمو شنیدے یاراں زد بیکدم می کند وقت خزاں فصل بہاراں را

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا۔ اور سست مت ہو اور غم مت کرو۔ کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے کیا تو نہیں جانتا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور خدا ان لوگوں پر تجھ کو گواہ لائے گا۔ آوی اللہ اجرک وَيَرْضٰى عَنْكَ رَبُّكَ وَيُتِمُّ اسْمَكَ وَعَسٰى أَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ

باب اوّل

اُن براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیّت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں

برہان اوّل ۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَاللّٰہِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ہیں۔ جن میں بشری کوششوں کو کچھ دخل نہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ کی طرف سے عجائبات
سماوی کی سیر کرانے کے لئے نفس سماوی اور آسمانی براق عطا ہوتا ہے۔
اور دوسری ترقی کر جو قربت کے میدانوں میں چلنے کے لئے دوسرا قدم ہے یہ آیت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ خدا تیرا بدلہ پورا دے گا اور تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے
اسم کو پورا کریگا۔ اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو دوست رکھو اور اصل میں وہ تمہارے لئے
بُری ہو۔ اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُری سمجھو اور اصل میں وہ تمہارے لئے اچھی ہو۔
اور خدا تعالیٰ عواقب امور کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ کُنْتُ کَنْزًا
مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا
فَفَتَقْنٰھُمَا۔ وَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا ھُزُوًا۔ اَھٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰہُ۔
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّالْخَیْرُ
کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا ۵۲۰
مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا سو میں نے چاہا کہ شناخت کیا جاؤں
آسمان اور زمین دونوں بند تھے سو ہم نے ان دونوں کو کھول دیا اور تیرے ساتھ ہنسی
سے ہی پیش آئیں گے اور ٹھٹھا مار کر کہیں گے کیا یہی ہے جس کو خدا نے

مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى
وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

میں تعلیم کی گئی ہے جو فرمایا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ یعنی ہم کو اُن لوگوں کی راہ دکھلا جن پر تیرا انعام اکرام ہوا۔ اس جگہ واضح رہے کہ جو لوگ منعم علیہم ہیں اور خدا سے ظاہری و باطنی نعمتیں پاتے ہیں شدائد سے خالی نہیں ہیں بلکہ اس دار الابتلاء میں ایسی ایسی شدتیں اور مصیبتیں ان کو پہنچتی ہیں کہ اگر وہ کسی دوسرے کو پہنچتیں تو وہ ایمان کی سلک منقطع ہو جاتی لیکن اس جہت سے انکا

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اصلاح خلق کے لئے مقرر کیا ہے جن کا مادہ ہی خبیث ہے اُن سے صلاحیت کی اُمید مت رکھو۔ اور پھر فرمایا۔ کہہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی تمہارا معبود نہیں وہی اکیلا معبود ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا نہیں چاہیئے۔ اور تمام خیر اور بھلائی قرآن میں ہے۔ بجز اس کے اور کسی جگہ سے بھلائی نہیں مل سکتی اور قرآنی حقائق صرف انہیں لوگوں پر کھلتے ہیں جن کو خدائے تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف اور پاک کرتا ہے اور میں ایک عمر تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا تم کو عقل نہیں۔

ہست فرقان مبارک از خدا طیب شجر ۔۔۔ نونہال و نیک بو و سایہ دار و پُر ثمر
میوہ گر خواہی بیا زیر درخت میوہ دار ۔۔۔ گر خردمندی مجنباں بیہدہ با بے ثمر
ہرچہ باید ہست در مصحف فرقان مجید ۔۔۔ حسن آں شاہد ببیں از شاہداں یا خود نگر
وانکہ او نامد پئے تحقیق در دیگر تعلیمات ۔۔۔ آدمی ہرگز نباشد ہست او بدتر ز خر

قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی وَاِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ اِیْلِیْ اِیْلِیْ لِمَا سَبَقْتَنِیْ اِیْلِیْ اَوْس۔ کہہ ہدایت وہی ہے جو خدا کی ہدایت ہے اور میرے ساتھ میرا رب ہے

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (الجزو نمبر ۱۴ سورۃ النحل)[1] وَھُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ حَتّٰۤی اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰہُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِہِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِہٖ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ کَذٰلِکَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ وَالْبَلَدُ

انعام منعم علیہم رکھا گیا ہے کہ وہ بباعث غلبۂ محبت کلام کو بر رنگ انعام دیکھتے ہیں اور ہر یک مصیبت یا راحت جو دوست حقیقی کی طرف سے انکو پہنچتی ہے بوجہ مستی عشق اس سے لذت اٹھاتے ہیں۔ بس یہ ترقی فی القرب کی دوسری قسم ہے جس میں اپنے محبوب کے جمیع افعال سے لذت آتی ہے اور جو کچھ اسکی طرف سے پہنچے انعام ہی انعام نظر آتا ہے اور اصل موجب اس حالت کا ایک محبت کامل اور تعلق صادق ہوتا ہے جو اپنے محبوب سے ہو جاتا ہے اور یہ ایک موہبت خاص ہوتی ہے جو بعض کو بخشی جاتی ہے

عنقریب وہ میرا راہ کھول دیگا۔ اے میرے خدا آسمان سے رحم اور مغفرت کر۔ میں مغلوب ہوں میری طرف سے مقابلہ کر۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ آخری فقرہ اس الہام کا یعنی ایلی اوس بباعث سرعت ورود مشتبہ رہا ہے اور نہ اسکے کچھ معنی کھلے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اے خالق ارض و سما بر من در رحمت کشا — دانی تو این درد مرا از دیگران پنہاں کنم
از بس لطیفی یا ودود ہر رگ تارم ربود — [illegible]
[illegible] — [illegible]
خواہی بقہرم کش بیا خواہی بلطفم رو نما — [illegible]

یہ سب اشارات مختصر الفاظ ہیں جن کی تشریح اس جگہ ضروری نہیں۔ یَا عَبْدَ الْقَادِرِ اِنِّیْ مَعَکَ اَسْمَعُ وَاَرٰی غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ رَحْمَتِیْ وَقُدْرَتِیْ وَنَجَّیْنٰکَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰکَ فُتُوْنًا۔ لَیَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ

۱؎ النحل : ۶۴-۶۶

الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا
كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ[1]۔ الجزو نمبر ۸ سورۃ الاعراف۔
اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ
يَشَآءُ وَ يَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

حیلہ اور تدبیر کو کچھ دخل نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے آتی ہے۔ اور جب آتی ہے۔ تو پھر
سالک ایک دوسرا رنگ پکڑ لیتا ہے اور تمام بوجھ اس کے سر سے اتار دیے
جاتے ہیں اور ہر یک ایلام انعام ہی معلوم ہوتا ہے اور شکوہ اور شکایت کا نشان نہیں ۵۱۵
رہتا۔ پس یہ حالت ایسی ہوتی ہے کہ گویا انسان بعد موت کے زندہ کیا گیا ہے کیونکہ
نفس کی تنگیوں سے نکل آتا ہے جو پہلے درجہ میں تنگیاں تھیں جن سے ہر یک وقت موت کا

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

لِيُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ اے عبدالقادر میں تیرے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور
دیکھتا ہوں۔ تیرے لئے میں نے رحمت اور قدرت کو اپنے ہاتھ سے لگایا اور تجھ کو غم سے
نجات دی اور تجھ کو خالص کیا اور تم کو میری طرف سے مدد آئے گی۔ خبردار ہو لشکر خدا کا
ہی غالب ہوتا ہے اور خدا ایسا نہیں جو ان کو عذاب پہنچاوے جب تک تو ان کے درمیان ہے یا
جب وہ استغفار کریں۔ اَنَا بُدُّكَ اللَّازِمُ اَنَا مُحْيِيْكَ نَفَخْتُ فِيْكَ مِنْ لَّدُنِّيْ رُوْحَ
الصِّدْقِ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ۔ میں تیرا چارہ لازمی ہوں۔ میں تیرا زندہ کرنے والا ہوں ۵۱۶
میں نے تجھ میں سچائی کی روح پھونکی ہے اور اپنی طرف سے تجھ میں محبت ڈال دی ہے تاکہ میرے
روبرو تجھ سے نیکی کی جائے۔ سو تو اس بیج کی طرح ہے جس نے اپنا سبزہ نکالا پھر موٹا ہوتا گیا یہاں تک کہ
اپنے ساقوں پر قائم ہو گیا۔ ان آیات میں خدائے تعالیٰ کی ان تائیدات اور احسانات کی طرف
اشارہ ہے اور نیز اس عروج اور اقبال اور عزت اور عظمت کی خبر دی گئی ہے کہ جو آہستہ
آہستہ اپنے کمال کو پہنچے گی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا

[1] الاعراف : ۵۸-۵۹

۵۹۳ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

ساتھ معلوم ہوتا تھا مگر اب چاروں طرف سے انعام ہی انعام پاتا ہے اور اسی جہت سے اُس کی حالت کے مناسب حال یہی تھا کہ اُس کا نام منعم علیہ رکھا جاتا اور دوسرے ۵۹۴ لفظوں میں اِس حالت کا نام بقا ہے۔ کیونکہ سالک اِس حالت میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہے کہ گویا وہ مَرا ہوا تھا اور اب زندہ ہو گیا۔ اور اپنے نفس میں بڑی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ ہم نے تجھ کو کھلی کھلی فتح عطا فرمائی ہے۔ یعنے عطا فرمائیں گے۔ اور درمیان میں جو بعض مکروہات و شدائد ہیں وہ اس لئے ہیں تا خدائے تعالیٰ تیرے پہلے اور پچھلے گناہ معاف فرمائے۔ یعنے اگر خدائے تعالیٰ چاہتا تو قادر تھا کہ جو کام مدّنظر ہے وہ بغیر پیش آنے کسی نوع کی تکلیف کے اپنے انجام کو پہنچ جاتا اور بآسانی فتح عظیم حاصل ہو جاتی۔ لیکن تکالیف اِس جہت سے پیش آئیں تا وہ تکالیف موجب ترقی مراتب و مغفرت خطایا ہوں۔ آج اِس موقعہ کے اثناء میں جبکہ یہ عاجز بغرض تصحیح کاپی کو دیکھ رہا تھا۔ بعالمِ کشف چند ورق ہاتھ میں دیئے گئے۔ اور اُن پر لکھا ہوا تھا کہ فتح کا نقارہ بجے۔ پھر ایک نے مسکرا کر اُن ورقوں کی دوسری طرف ایک تصویر دکھلائی اور کہا کہ دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری۔ جب اِس عاجز نے دیکھا تو وہ اسی عاجز کی تصویر تھی اور سبز پوشاک تھی مگر نہایت رُعبناک جیسے سپہ سالار مسلّح فتحیاب ہوتے ہیں اور تصویر کے ۵۹۵ یمین و یسار میں حُجّت اللّٰہ القادر و سُلطان احمد مختار لکھا تھا۔ اور یہ سوموار کا روز اُنیسویں ذوالحجہ ۱۳۰۰ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۸۸۳ء اور ششم کاتک ۱۹۴۰ بکرم ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا۔ وَاللّٰهُ

قَدِيْرٌ۔ الجزو نمبر ۲۱ سورۃ الروم۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ
بِقَدَرِهَا۔ الجزو نمبر ۱۳ سورۃ الرعد۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ
اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ قُلْ
سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۱؎

بقیہ حاشیہ

خوشحالی اور انشراح صدر دیکھتا ہے اور بشریت کے انقباض سب دور ہو جاتے ہیں اور الوہیت کے مربیانہ انوار نعمت کی طرح برستے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی مرتبہ میں سالک پر ہر یک نعمت کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور عنایات الٰہیہ کامل طور پر متوجہ ہوتی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ۔ بَعْدَ الْعُسْرِ يُسْرٌ وَلِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ تَمْتَرُوْنَ۔ کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں۔ پس خدا نے اس کو ان الزامات سے بری کیا جو اس پر لگائے گئے تھے اور خدا کے نزدیک وہ وجیہ ہے۔ کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں۔ پس جبکہ خدا نے پہاڑ پر تجلّی کی تو اس کو پاش پاش کر دیا یعنی مشکلات کے پہاڑ آسان ہو گئے اور خدائے تعالیٰ کافروں کے مکر کو سُست کر دے گا اور ان کو مغلوب اور ذلیل کر کے دکھلائے گا۔ تنگی کے بعد فراخی ہے اور پہلے بھی خدا کا حکم ہے اور پیچھے بھی خدا کا ہی حکم ہے۔ کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں۔ اور ہم اس کو لوگوں کیلئے رحمت کا نشان بنائیں گے اور یہ امر پہلے ہی سے قرار پایا ہوا تھا۔ یہ وہ سچی بات ہے جس میں تم شک کرتے ہو۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ مَتَّعَ اللّٰهُ الْمُسْلِمِيْنَ بِبَرَكَاتِهِمْ۔ فَانْظُرُوْا اِلٰٓى اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ۔ وَاَنْبِئُوْنِيْ مِنْ مِّثْلِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا رسول ہے اور جو ۲؎

۱؎ الروم : ۴۹ - ۵۱ ۲؎ الرعد : ۱۸

كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ[1]۔ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ
الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَفَلَا
يُبْصِرُونَ[2]۔ الجزو نمبر ۲۱ سورہ سجدہ۔ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ
فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً[3]۔ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ

۵۱۵ ہیں اور اس مرتبہ کا نام سیر فی اللہ ہے کیونکہ اس مرتبہ میں ربوبیت کے عجائبات سالک پر کھولے جاتے ہیں اور جو ربانی نعمتیں دوسروں سے مخفی ہیں ان کا اس کو سیر کرایا جاتا ہے کشوف صادقہ سے متمتع ہوتا ہے اور مخاطبات حضرت احدیت سے سرفرازی پاتا ہے۔ اور عالم ثانی کے باریک بھید دل سے مطلع کیا جاتا ہے اور علوم اور معارف سے وافر حصہ دیا جاتا ہے۔ غرض ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بہت کچھ اس کو عطا

لوگ تمہارے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں یعنی کفار ان کے سامنے لاجواب اور عاجز ہیں اور ان کی حقانیت کی ہیبت کافروں کے دلوں پر مستولی ہے اور وہ لوگ آپس میں رحم کرتے ہیں وہ ایسے مرد ہیں کہ ان کو یاد الٰہی سے نہ تجارت روک سکتی ہے اور نہ بیع مانع ہوتی ہے۔ یعنے محبت الٰہیہ میں ایسا کمال تام رکھتے ہیں کہ دنیوی مشغولیاں گو کیسی ہی کثرت سے پیش آویں ان کے حال میں خلل انداز نہیں ہو سکتیں۔ خدائے تعالیٰ ان کے برکات سے مسلمانوں کو متمتع کریگا۔ سو ان کا ظہور رحمت الٰہیہ کے آثار ہیں۔ سو ان آثار کو دیکھو اور اگر ان لوگوں کی کوئی نظیر تمہارے پاس ہے یعنی اگر تمہارے ہم مشربوں اور ہم مذہبوں میں سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ جو اسی طرح تائیدات الٰہیہ سے مؤید ہوں۔ سو تم اگر سچے ہو تو ایسے لوگوں کو پیش کرو۔ اور جو شخص بجز دین اسلام کے کسی اور دین کا خواہاں اور جویاں ہوگا۔ وہ دین ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائیگا۔ اور آخرت میں وہ زیان کاروں میں سے ہوگا۔
يَا أَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَةُ عَلَى شَفَتَيْكَ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ
وَانْحَرْ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي۔ أَنْتَ مَعِيَ وَأَنَا مَعَكَ۔ سِرُّكَ سِرِّي۔

[1] الروم : ۴۲-۴۳ [2] السجدۃ : ۲۸ [3] بنی اسرائیل : ۱۳۔

فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ
اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ
اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا
شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔ وَ بِالْحَقِّ

کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس درجہ یقین کامل تک پہنچتا ہے کہ گویا مدبّر حقیقی کو بچشم خود دیکھتا ہے۔ سو اس طور کی اطلاع کامل جو اسرار سماوی میں اس کو بخشے جاتے ہیں۔ اس کا نام سیر فی اللہ ہے۔ لیکن یہ وہ مرتبہ ہے جس میں محبت الٰہی انسان کو دی تو جاتی ہے لیکن بطور طبعیت اس میں قائم نہیں کی جاتی جیسے اس کی سرشت

وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ
اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی ہے ہم نے تجھ کو معارف کثیرہ عطا فرمائے ہیں سو اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے اور میری یاد کیلئے نماز کو قائم کر۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ ہم نے تیرا وہ بوجھ جس نے تیری کمر توڑ دی تھا اتار دیا ہے اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ہے۔ تو سیدھی راہ پر ہے۔ دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقربین میں سے ہے۔ حَمَاكَ اللّٰهُ۔ نَصَرَكَ اللّٰهُ۔ رَفَعَ اللّٰهُ حُجَّةَ الْاِسْلَامِ۔ جَمَالٌ۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَمْشَاكُمْ فِیْ كُلِّ حَالٍ۔ لَا تُحَاطُ اَسْرَارُ الْاَوْلِیَآءِ۔
خدا تیری حمایت کریگا۔ خدا تجھ کو مدد دیگا۔ خدا حجت اسلام کو بلند کریگا۔ جمال الٰہی ہے جس نے ہر حال میں تمہارا تتبع کیا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے جو اپنے ولیوں میں اسرار ہیں۔ وہ احاطہ سے باہر ہیں۔ کوئی کسی راہ سے اس کی طرف کھینچا جاتا ہے اور کوئی کسی راہ سے۔ یعقوب نے وہ مرتبہ گرفتاری سے پایا جو دوسرے ترک ماسوا سے پاتے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدائے تعالیٰ میں ولا مستقیں ہیں جو تربیت

[1] سورۃ القدر ۲-۶ [2] سورۃ المزمل: ۱۶

أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ
عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ
فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ الجزو نمبر ۶ سورۃ مائدہ
وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ

بقیہ حاشیہ

میں داخل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں محفوظ ہوتی ہے۔
اور تیسری ترقی جو قربت کے میدانوں میں چلنے کے لئے انتہائی قدم ہے۔ اس

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

عباد میں مصروف ہیں۔ ایک صفت رفق اور لطف اور احسان ہے جس کا نام جمال ہے اور
دوسری صفت قہر اور سختی ہے جس کا نام جلال ہے سو عادت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ
جو لوگ اس کی درگاہ عالی میں بلائے جاتے ہیں ان کی تربیت کبھی جمالی صفت سے اور کبھی جلالی صفت سے
ہوتی ہے اور جہاں حضرت احدیت کے تلطفات عظیمہ مبذول ہوتے ہیں وہاں ہمیشہ صفت جمالی
کے تجلیات کا غلبہ رہتا ہے مگر کبھی کبھی بندگان خاص کی صفات جلالیہ سے بھی تادیب اور
تربیت منظور ہوتی ہے۔ جیسے انبیاء کرام کے ساتھ بھی خدائے تعالیٰ کا یہی معاملہ رہا ہے کہ
ہمیشہ صفات جمالیہ حضرت احدیت کے ان کی تربیت میں مصروف رہی ہیں لیکن کبھی کبھی ان کی
استقامت اور اخلاق فاضلہ کے ظاہر کرنے کیلئے جلالی صفتیں بھی ظاہر ہوتی رہی ہیں اور ان کو
شریر لوگوں کے ہاتھ سے انواع اقسام کے دکھ ملتے رہے ہیں تا ان کے وہ اخلاق فاضلہ
جو بغیر تکالیف شاقہ کے پیش آنے کے ظاہر نہیں ہو سکتے وہ سب ظاہر ہو جائیں اور دنیا
کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ کچے نہیں ہیں بلکہ سچے وفادار ہیں۔ وَقَالُوا أَنَّىٰ لَكَ
هَٰذَا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ۔ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً۔
لَا يُصَدِّقُ السَّفِيهُ إِلَّا سَيْفَةَ الْهَلَاكِ۔ عَدُوٌّ لِي وَعَدُوٌّ لَكَ قُلْ أَتَىٰ
أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ۔ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ۔
اور کہیں گے یہ تجھ کو کہاں سے حاصل ہوا۔ یہ تو ایک سحر ہے جو اختیار کیا جاتا ہے۔ ہم

[1] سورۃ بنی اسرائیل: ۱۰۶ [2] مائدہ: ۲۰

اٰیاتہ لعلکم تھتدون۔ الجزو نمبر ۴ سورۃ آل عمران۔ ولو لا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیاتک ونکون من المؤمنین۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولٰکن اللہ ذو فضل

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

آیت میں تعلیم کی گئی ہے۔ جو فرمایا ہے۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں انسان کو خدا کی محبت اور اُس کے غیر کی عداوت سرشت میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور بطور طبیعت اسی میں قیام پکڑتی ہے۔

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

ہرگز نہیں مانیں گے جب تک خدا کو چشم خود دیکھ نہ لیں۔ سفیہ بجز ضربہ بالکل کسی چیز کو باور نہیں کرتا۔ میرا اور تیرا دشمن ہے۔ کہہ خدا کا امر آیا ہے سو تم جلدی مت کرو۔ جب خدا کی مدد آئے گی تو کہا جائے گا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں؟ وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں۔ انی متوفیک ورافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وکان اللہ بکم رؤفا رحیما۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ تموت وانا راض منک فادخلوا الجنۃ ان شاء اللہ اٰمنین۔ سلام علیکم طبتم فادخلوھا اٰمنین۔ سلام علیک جعلت مبارکا۔ سمع اللہ انہ سمیع الدعاء۔ انت مبارک فی الدنیا والاٰخرۃ۔ امراض الناس وبرکاتہ۔ ان ربک فعال لما یرید۔ اذکر نعمتی التی انعمت علیک وانی فضلتک علی العالمین۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ منّ ربکم علیکم واحسن الی احبابکم وعلمکم ما لم تکونوا تعلمون۔ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور جو لوگ تیری متابعت اختیار کریں گے۔ یعنی حقیقی طور پر اللہ و رسول کے متبعین میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کو ان کے مخالفوں پر کہ جو انکاری ہیں۔ قیامت تک غلبہ بخشوں گا۔ یہ

ل آل عمران : ۱۰۴ ۲ القصص : ۴۸

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ [1] وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ [2] لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ [3] اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ

بقیہ حاشیہ

۵۲۱ نور صاحب اس مرتبہ کا اخلاق الٰہیہ سے ایسا ہی بالطبع پیار کرتا ہے کہ جیسے وہ اخلاق
حضرت احدیّت میں محبوب ہیں اور محبت ذاتی حضرت خداوند کریم کی اس قدر

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

وہ لوگ حجت اور دلیل کے رُو سے اپنے مخالفوں پر غالب رہیں گے اور صدق اور راستی کے
انوار ساطعہ انہیں کے شامل حال رہیں گے اور سُست مت ہو اور غم مت کرو۔ خدا تم پر
۵۲۲ بہت ہی مہربان ہے۔ خبردار ہو تحقیق جو لوگ مقربان الٰہی ہوتے ہیں ان پر نہ کچھ خوف ہے اور
نہ کچھ غم کرتے ہیں۔ تو اس حالت میں مریگا کہ خدا تجھ پر راضی ہوگا۔ پس بہشت میں داخل ہو
انشاء اللہ اس کے ساتھ تم پر سلام تم شرک سے پاک ہوگئے۔ سو تم اس کے ساتھ بہشت میں
داخل ہو تجھ پر سلام تُو مبارک کیا گیا۔ خدا نے دُعا سُن لی وہ دُعاؤں کو سنتا ہے۔ تو دنیا اور
آخرت میں مبارک ہے۔ یہ اس طرف اشارہ فرمایا کہ پہلے اس سے چند مرتبہ الہامی طور پر خدائے
تعالیٰ نے اس عاجز کی زبان پر یہ دُعا جاری کی تھی کہ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُبَارَکًا حَیْثُ مَا کُنْتُ
یعنی اے میرے رب مجھے ایسا مبارک کر کہ ہر جگہ میں بود و باش کروں برکت میرے ساتھ رہے
پھر خدا نے اپنے لطف و احسان سے وہی دُعا کہ آپ ہی فرمائی تھی قبول فرمائی۔ اور یہ عجیب
بندہ نوازی ہے کہ اوّل آپ ہی الہامی طور پر زبان پر سوال جاری کرنا اور پھر یہ کہنا کہ یہ تیرا سوال
منظور کیا گیا ہے اور اس برکت کے بارہ میں ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں بھی ایک عجیب الہام اُردو
میں ہوا تھا جس کو اسی جگہ لکھنا مناسب ہے اور تقریب اس الہام کی یہ پیش آئی تھی کہ
مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کہ جو کسی زمانہ میں اس عاجز کے ہم مکتب بھی تھے۔
جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے اور بٹالیوں کو اُن کے خیالات گراں گذرے تو
تب ایک شخص نے مولوی صاحب ممدوح سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے
اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے سے یہ عاجز شام کے وقت اس شخص

[1] بقرہ : ۲۵۳-۲۵۲ [2] انبیاء : ۱۰۸ [3] یٰس : ۷

۵۱۱ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا[۱] وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ
النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ[۲] وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ
الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا لِنُحْيِيَ بِهِ

۵۱۲ اُس کے دل میں یہ سیرت پیدا ہو جاتی ہے کہ اُس کے دل سے محبتِ الٰہی کا منفک ہونا مستحیل اور ممتنع ہو جاتا ہے۔ اور پھر اُس کے دل کو اور اُس کی جان کو بڑے بڑے امتحانوں اور ابتلاؤں

کے ہمراہ مولوی صاحب موصوف کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو معہ اُنکے والد صاحب کے مسجد میں پایا۔ پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی صاحب موصوف کی اُس وقت کی تقریر کو سُنکر معلوم کر لیا کہ اُنکی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابلِ اعتراض ہو اسلئے خاص اللہ کیلئے بحث کو ترک کیا گیا۔ رات کو خداوند کریم نے اپنے الہام اور مخاطبت میں اُسی ترکِ بحث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تیرا خدا
۵۱۱ تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دیگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر بعد اُسکے عالمِ کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ چونکہ خالصاً خدا اور اُسکے رسول کیلئے انکسار اور تذلّل اختیار کیا گیا اس لئے اُس محسنِ مطلق نے نہ چاہا کہ اُسکو بغیر اجر کے چھوڑے۔ فتدبّروا وتفکّروا۔

پھر بعد اسکے فرمایا کہ لوگوں کی بہبودی اور خدا کی برکتیں یعنے مبارک کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ اس سے لوگوں کی روحانی بیماریاں دُور ہونگی اور جن کے نفس سعید ہیں وہ تیری باتوں کے ذریعہ سے رشد اور ہدایت پاجائیں گے اور ایسا ہی جسمانی بیماریاں اور تکالیف جن کی تقدیر مبرم نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ تیرا رب بڑا ہی قادر ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا کی نعمت کو یاد رکھ اور میں نے تجھ کو تیرے وقت کے تمام عالموں پر فضیلت دی ہے۔ اس جگہ جاننا چاہیئے کہ یہ تفضیل طفیلی اور جزوی ہے یعنے جو شخص حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل طور پر متابعت کرتا ہے اُس کا مرتبہ خدا کے نزدیک اُس کے تمام ہمعصروں سے برتر و اعلیٰ ہے پس حقیقی اور کلّی طور پر تمام فضیلتیں حضرت خاتم الانبیاء کو جناب احدیّت کی طرف سے ثابت ہیں۔ اور

[۱] سورۃ الفرقان: ۴۵ [۲] سورۃ فاطر: ۴۶

۵۲۲ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝ وَلَوْ شِئْنَا
لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا
كَبِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ

کے سخت صدمات کے نیچے میں دے کر کوفتہ کیا جائے اور نچوڑا جائے۔ تو بجز محبت الٰہیہ کے اور کچھ اس کے دل اور جان سے نہیں نکلتا۔ اُسی کے درد سے لذت پاتا

دوسرے تمام لوگ اُسکی متابعت اور اُسکی محبت کے طفیل سے کسی قدر متابعت و محبت مراتب پاتے ہیں۔
فما اعظم شانہ ما اعظم شانہ اللّٰھم صلّ علیہ و آلہ۔ اب بعد اسکے بقیہ ترجمہ الہام یہ ہے۔ اے نفس
بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ۔ وہ تجھ پر راضی اور تو اُس پر راضی پھر میرے بندوں میں
داخل ہو اور میری بہشت میں اندر آجا۔ خدا نے تجھ پر احسان کیا اور تیرے دوستوں سے نیکی کی اور
تجھ کو وہ علم بخشا جسکو تُو خود بخود نہیں جان سکتا تھا اور اگر تُو خدا کی نعمتوں کو گننا چاہے تو تیرے لئے
غیر ممکن ہے۔ پھر ان الہامات کے بعد چند الہام فارسی اور اردو میں اور ایک انگریزی میں ہوا۔ وہ بھی
۵۲۳ بغرض افادہ طالبین لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے
محمدیان بر منار بلند تر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار۔ خدا تیرے سب کام
درست کر دیگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ رب الافواج اس طرف توجہ کریگا۔
اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے مونہہ کی باتیں ہیں
جناب الٰہی کے احسانات کا دروازہ کھلا ہے اور اُس کی پاک رحمتیں اس طرف متوجہ
ہیں۔ دی ڈیز شل کم وین گاڈ شیل ہیلپ یو۔ گلوری بی ٹو دس لارڈ
گاڈ میکر آف ارتھ اینڈ ہیون۔ وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔
خدائے ذوالجلال آفرینندہ زمین و آسمان ان الہامات کے بعد ایک ایسی پیشگوئی چند آریوں کے
روبرو جو پنڈت دیانند کے توابع میں پوری ہوئی کہ جس کی کیفیت پر مطلع ہونا ناظرین کیلئے
خالی از فائدہ نہیں۔ سو اگرچہ اس کے لکھنے سے کسی قدر طول ہی ہو لیکن بہ نظر خیرخواہی

۲۴؎ سورۃ الفرقان : ۴۹-۵۰ و ۵۲-۵۳

أَرَادَ شُكُورًا ۞ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۚ[1]
۲۲۳ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۞ أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ
سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۞ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۞[2]

۲۲۲ ہے۔ اور اسی کو واقعی اور حقیقی طور پر اپنا دل آرام سمجھتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس میں تمام ترقیاتِ قرب ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے اس انتہائی کمال کو پہنچ جاتا ہے کہ جو فطرتِ بشری کیلئے مقدر ہے۔

اُن لوگوں کے جو مخالفِ اسلام ہیں یہ خبر یہیں لکھی جاتی ہے اور اس پیشگوئی کے ظہور سے پہلے ایک عجیب طور کی مشکلات اور مکروہات پیش آئے۔ آخر خداوند کریم نے ان سب مشکلات کو دور کر کے بتاریخ دہم ستمبر ۱۸۸۳ء روز دوشنبہ اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ بتاریخ ۸ ستمبر ۱۸۸۳ء روز پنجشنبہ خداوند کریم نے تنگی صورت کے وقت میں
۲۲۳ اس عاجز کی تسلی کے لئے اپنے کلام مبارک کے ذریعہ سے یہ بشارت دی کہ بست و یک روپیہ آنیوالے ہیں۔ چونکہ اس بشارت میں ایک عجیب بات یہ تھی کہ آنیوالے روپیہ کی تعداد سے اطلاع دی گئی۔ اور کسی خاص تعداد سے مطلع کرنا ذاتِ غیب دان کا خاصہ ہے کسی اور کا کام نہیں ہے۔ دوسری عجیب تر یہ بات تھی کہ یہ تعداد غیر معہود طرز پر تھی کیونکہ قیمت مقررہ کتاب سے اس تعداد کو کچھ تعلق نہیں۔ پس انہیں عجائبات کی وجہ سے یہ الہام قبل از وقوع بعض آریوں کو بتلایا گیا۔ پھر ۱۰ ستمبر ۱۸۸۳ء کو تاکیدی طور پر سہ بارہ الہام ہوا کہ بست و یک روپیہ آئے ہیں۔ جس الہام سے سمجھا گیا کہ آج اس پیشگوئی کا ظہور ہو جائیگا۔ چنانچہ ابھی الہام پر شاید تین منٹ سے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا ہوگا کہ ایک شخص وزیر سنگھ نامی بیمار دار آیا اور اس نے آتے ہی ایک روپیہ نذر کیا۔ ہر چند علاج معالجہ اس عاجز کا پیشہ نہیں۔ اور اگر اتفاقاً کوئی بیمار آجاوے تو اگر اس کی دوا یاد ہو تو محض ثواب کی غرض سے لِلّٰہ فی اللّٰہ دی جاتی ہے۔ لیکن وہ روپیہ اس سے لیا گیا۔ کیونکہ فی الفور خیال آیا کہ یہ اس پیشگوئی

[1] سورۃ الفرقان: ۶۳ [2] سورۃ الفرقان: ۵۵

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۱؎
اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۲؎ الجزو نمبر ۲۷ سورۃ الحدید یعنے ہم کو اپنی ذات الوہیت کی قسم ہے جو مبدء
فیضان ربوبیت و پرورش اور جامع تمام صفات کاملہ ہے جو ہم نے تجھ سے پہلے دنیا کے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یہ لطائف خمسہ ہیں کہ جو بطور نمونہ مشتے از خروارے ہم نے لکھے ہیں مگر کتاب معنوی
۵۲۴ اس صورت میں اور نیز دوسرے حقائق و معارف اس قدر ہیں کہ اگر ان کا مشرح تفسیر بھی
لکھا جائے تو اس کے لکھنے کے لئے ایک بڑی کتاب چاہیئے۔ اور جو اس سورۃ
مبارکہ میں خواص اور معانی ہیں وہ بھی ایسے اعلیٰ و حیرت انگیز ہیں جن کو طالب حق

حاشیہ نمبر ۱۱

کی ایک جز ہے۔ پھر بعد اس کے ڈاکخانہ میں ایک اپنا معتبر بھیجا گیا اس خیال سے کہ شاید
دوسری جگہ بذریعہ ڈاکخانہ روپیہ آیا ہو۔ ڈاکخانہ سے ڈاک منشی نے جو ایک ہندو ہے جواب میں
یہ کہا کہ میرے پاس صرف ایک منی آرڈر پانچ روپیہ کا جس کے ساتھ ایک کارڈ بھی تھی ہے
ڈیرہ غازیخان سے آیا ہے سو ابھی تک میرے پاس روپیہ موجود نہیں جب آئیگا تو دونگا۔
۵۲۵ اس خبر کے سننے سے سخت حیرانی ہوئی اور وہ اضطراب پیش آیا جو بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ یہ
عاجز اسی تردد میں سر بزانو تھا اور اس تصور میں تھا کہ پانچ اور ایک ملکر چھ ہوئے اب
بکیس کیونکر ہوگئے یا الٰہی یہ کیا ہوا۔ سو اسی استغراق میں تھا کہ یکدفعہ یہ الہام ہوا۔ بست و یک
آئے ہیں اس میں شک نہیں۔ اس الہام پر دو پہر نہیں گذرنے پائے تھے کہ اسی روز ایک آریہ
کہ جو ڈاک منشی کے بیان کی تحقیق کیلئے بھیجا تھا ڈاکخانہ میں گیا اور اس کو ڈاک منشی نے
کسی بات کی تقریب سے خبر دی کہ در اصل بست روپیہ آئے ہیں اور پہلے یونہی منہ
سے نکل گیا تھا جو میں نے پانچ روپیہ کہہ دیا۔ چنانچہ وہی آریہ بیست روپیہ معہ ایک کارڈ
کے جو منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ کی طرف سے تھا لے آیا اور معلوم ہوا کہ وہ
کارڈ بھی منی آرڈر کے کاغذ سے تعلق رکھتا تھا اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ روپیہ آیا ہوا تھا
اور نیز منشی الٰہی بخش صاحب کی تحریر سے جو بحوالہ ڈاکخانہ کے رسید کی تھی یہ بھی

۱؎ سورۃ الفرقان: ۴۸-۴۹ ۲؎ سورۃ الحدید: ۱۸

۵۲۳ کئی فرقوں اور قوموں میں پیغمبر بھیجے۔ پس وہ لوگ شیطان کے دھوکا دینے سے بگڑ گئے اور بُرے کام اُن کو اچھے دکھائی دینے لگے سو وہی شیطان آج اُن سب کا رفیق ہے جو اُن کو جادۂ استقامت سے منحرف کر رہا ہے اور یہ کتاب اسلئے نازل کی گئی ہے کہ تا اُن لوگوں کا رفع اختلافات کیا جائے اور تا مومنوں کے لئے وہ ہدایت

دیکھ کر اس بات کے اقرار کے لئے مجبور ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ قادر مطلق کا کلام ہے۔

۵۲۴ چنانچہ منجملہ اُن خواص عالیہ کے ایک خاصہ زوجلال سورۂ فاتحہ میں یہ ہے کہ بڑی حضور

معلوم ہوا کہ یہی تاریخ ۶ ستمبر ۱۸۸۳ء کو یعنی اسی روز جب الہام ہوا تھا قادیان میں پہنچ گیا تھا۔ پس ذلک فضل اللہ کا سلسلہ الہام انشاء فرمایا اور حضرت عالم الغیب کا سارا بیان صحیح ثابت ہوا۔ پس اس مبارک دن کی یادداشت کے لئے ایک روپیہ کی شیرینی لیکر بعض لوگوں کو دی گئی۔ فالحمد للہ علی آلائہ ونعمائہ ظاہرھا وباطنھا۔

اے خدا اے چارۂ آزار ما اے علاج گریہ ہائے زار ما
اے تو مرہم بخش جان ریش ما اے تو دلدار دل غمکیش ما
از کرم برداشتی ہر بار ما واز تو ہر بار و بہر اشجار ما
حافظ و ستاری از جود و کرم بیکساں را یاری از لطف اتم
۵۲۵ بندۂ درماندہ باشد دل طپاں ناگہاں درماں بیاری از میاں
عاجزے را ظلمتے گیرد براہ ناگہاں آری برو صد مہر و ماہ
حسن و خلق و دلبری بر تو تمام صحبتے بعد از لقائے تو حرام
آں خردمندے کہ او دیوانہ ات شمع بزم است آنکہ او پروانہ ات
ہر کہ عشقت در دل و جانش فتد ناگہاں جانے در ایمانش فتد
عشق تو گردد عیاں بر روئے او بوئے تو آید ز بام و کوئے او
صد ہزاراں نعمتش بخشی ز جود مہر و مہ را پیشش آری در سجود
خود نشینی از پئے تائید او در رہ تو یاد او فتد از دید او

جو پہلے کتابوں میں ناقص رہ گئی تھیں کامل طور پر بیان کی جائیں تا وہ کامل رحمت کا موجب ہو اور حقیقت حال یہ ہے کہ زمین ساری کی ساری مر گئی تھی خدا نے آسمان سے پانی اُتارا اور نئے سرے اس مُردہ زمین کو زندہ کیا۔ یہ ایک نشانِ صداقت ۵۲۵

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

سے اپنی ہمت سے اس کو ورد کرلینا اور اُس کی تعلیم کو فی الحقیقت سچ سمجھ کر اپنے دل میں قائم کرلینا تزکیہ باطن میں نہایت دخل رکھتا ہے جیسے اس سے انشراح خاطر ہوتا ہے نور بشریت کی ظلمت دُور ہوتی ہے اور حضرت مبدء فیوض کے فیوض انسان پر

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بس نہانی کارہا کاندر جہاں — می نمائی بہر آرائش عیاں
خود کنی و خود کشائی کار را — خود دہی رونق تو آں بازار را
خاک را در یکدمے چیزے کنی — کز ظہورش خلق گیرد روشنی
ہر کسے چوں مہربانی میکنی — از زمینی آسمانی میکنی
صد شعاعِ عشق می بینی چوں آفتاب — تا نماند طالبِ دیں در حجاب
تا ز تاریکی بر آید عالمے — تا نشاں یابند از کویت ہمے
زیں نشانہا بیدلاں کور ولاند — صد نشاں بینند و غافل بگذرند
عشقِ ظلمت دشمنی با آفتاب — شب پراں سرمدی جاں در حجاب
آں شہِ عالم کہ نامش مصطفٰی — سیدِ عشاقِ حق شمس الضحٰی
آنکہ ہر نورے طفیلِ نورِ اوست — آنکہ منظورِ خدا منظورِ اوست
آنکہ بہر زندگی آبِ رواں — در معارف ہمچو بحرِ بیکراں
آنکہ بر صدق و کمالش در جہاں — صد دلیل و حجت روشن عیاں
آنکہ انوارِ خدا بر روئے او — مظہرِ کارِ خدائے کوئے او
آنکہ جمعِ انبیا و راستاں — خادمانش ہمچو خاکِ آستاں
آنکہ مہرش میرساند تا سما — میکند چوں ماہِ تاباں در صفا
صد ہزار فرعونیاں را ہر زماں — چوں ید بیضائے موسیٰ صد نشاں
۵۲۶ آں نبی مفخر ایں کوردلاں زار — ہست یک شہوت پرست کیں شعار
شرمت آید سگ ناچیز پست — می نہی نامِ چناں شہوت پرست

اُس کتاب کا سب پر اُن لوگوں کیلئے جو سُنتے ہیں یعنے طالب حق ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ وُہ ذات کریم و رحیم ہے جس کا قدیم سے یہ قانونِ قدرت ہے کہ وُہ ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے یعنے بارش سے پہلے چلاتا ہے یہاں تک کہ جب بھاری بدلیوں کو اُٹھالاتی ہیں تو ہم کسی مُردہ شہر کی طرف

حاشیہ نمبر ۱۱

۵۲۸ وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور قبولیت الٰہی کے آثار اُس پر احاطہ کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ترقی کرتا کرتا مخاطباتِ الٰہیہ سے سرفراز ہو جاتا ہے اور کشوف صادقہ اور الہامات واضحہ سے تمتّع تام حاصل کرتا ہے اور حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہو جاتا ہے اور وُہ وُہ عجائبات القائے غیبی اور کلام لاریبی اور استجابت ادعیہ اور کشفِ مغیبات

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

این نشانہا چوں عیاں ہست اے حکیم — کو رخش رخشاں بود نورِ قدیم
در شبہ پیدا شود و روشن کند — در جہاں آید دل افروزش کند
مظہر انوار آں بیچوں بود — در تحمید از ہمہ بشر افزوں بود
انبیا عشق آں دہد دل را کشاد — کشف نہ بیند کس بصد سالہ جہاد
انبیا عشق دل فروزد جاں دہد — جلوۂ از طاقتِ یزداں دہد
انبیا عشق سینہ نورانی کند — با خبر از یار پنہانی کند
منطق او از معارف پُر بود — ہر بیانش سراسر دُر بود
از کمال حکمت و تکمیلِ دیں — با تمہد بر اولین و آخرین
وز کمالِ صورت و حسنِ اتم — جملہ خوباں را کند زیر قدم
تا بعشق چوں انبیا گردد زکے — نور شاں افتد برہمہ نزدیک و دور
شیر حق پُر ہیبت از ربِ جلیل — دشمناں پیشش چو روباہ ذلیل
ایں چنیں شیئے بود شہوت پرست — ہوش کن اے زود بے ناچیز و پست
جیستی اے کور بے فطرت تباہ — طعنہ بر خوباں بدیں روئے سیاہ
شہوت شاں از سر آزادی است — نے اسیراں چوں تو آں قوم ہست
خود نگہ کن ایں ہمہ زندانی است — واں دگر را بوئے سلطانی است
نیچہ در نکاحست پیرو را اقرار — نیک فرقے ہست دوری آشکار

یعنی جس ضلع میں بباعث امساک باران زمین مُردہ کی طرح خشک ہو گئی ہو ۔ اُن بوادوں کو
۵۲۳ ہانک دیتے ہیں پھر آسمان سے پانی اُتارتے ہیں اور اُسکے ذریعہ سے قسم قسم کے میوے پیدا
کر دیتے ہیں ۔ اسی طرح روحانی مُردوں کو زندے کر کے گوشے سے نکالا کرتے ہیں اور یہ مثال اسلئے بیان کی گئی
تو کہ تم دھیان کرو اور اس بات کو سمجھ جاؤ کہ جیسا کہ ہم امساک باران کی شدت کے وقت مُردہ زمین کو

۵۲۴ اور تائید حضرت قاضی الحاجات اُس سے ظہور میں آتی ہیں کہ جس کی نظیر اُس کے غیر میں
نہیں پائی جاتی ۔ اگر مخالفین اس سے انکار کریں اور غالباً انکار ہی کریں گے ۔ تو اس کا ثبوت
اسی کتاب میں دیا گیا ہے ۔ اور یہ احقر ہریک طالب حق کی تسلی کرنے کو طیار ہے ۔ اور
نہ صرف مخالفین کو بلکہ اُن اور ایسے موافقین کو بھی کہ جو بظاہر مسلمان ہیں مگر محجوب

کار پاکاں بر دلِ کردن قیاس | کار ناپاکاں بود اے بد حواس
کاملاں کز شوق دلبر می روند | بادو صد بارے سبکتر می روند
ایں کمال آمد کہ با فرزند و زن | از ہمہ فرزند و زن یکسو شدن
در جہان و باز بیروں از جہان | بس ہمیں آمد نشانِ کاملان
چوں ستورے زیر بار افتد بسر | در چنیں رفتن سریع و تیز تر
ایں چنیں اسپے کجا آید بکار | تا بکار ست ایں در اسپانش شمار
۵۲۵ اسپ آں اسپ است کو بار گراں | می کشد ہم میرود بس خوش عناں
کاملے گر زن بیارد صد ہزار | صد کنیزک صد ہزاراں کاروبار
پس گرانی در حضورِ او فتور | نیست آں کامل ز قربت ہست دور
نیست آں کامل بنزد مردے زندہ جاں | گر خرد مندی ز مردانش مخواں
کامل آں باشد کہ با فرزند و زن | با عیال و خویش مشغولی تن
با تجارت باہمہ بیع و شرا | یک زماں غافل نگردد از خدا
ایں نشانِ قوّتِ مردانہ است | کاملاں را بس ہمیں پیمانہ است
سوختہ جانے ز عشقِ دلبرے | کے فراموشش کند با دیگرے

زندہ کر دیا کرتے ہیں ایسا ہی ہمارا قاعدہ ہے کہ جب سخت درجہ پر گمراہی پھیل جاتی ہے اور دل جو زمین سے مشابہ ہیں مر جاتے ہیں تو ہم اُن میں زندگی کی روح ڈال دیتے ہیں اور جو زمین پاکیزہ ہے اس کی تو کھیتی اللہ کے اذن سے جیسی کہ چاہیئے نکلتی ہے اور جو خراب زمین ہے اُس کی صرف تھوڑی سی کھیتی نکلتی ہے اور گندہ

حاشیہ

مسلمانوں اور طالب بے چارے ہیں جو کہ اس پُرظلمت زمانہ میں آیاتِ سماوی پر یقین نہیں رہا اور الہاماتِ حضرتِ احدیت کو محال خیال کرتے ہیں اور از قبیل اوہام اور وساوس قرار دیتے ہیں جنہوں نے انسان کی ترقیات کا نہایت تنگ اور منقبض دائرہ

حاشیہ در حاشیہ

او نظر دارد بغیرِ دل بہ یار — دست در کار و خیال اندر نگار
دل طپاں در فرقتِ محبوبِ خویش — سینہ از ہجرانِ یارے ریش ریش
دوختہ دو دیدہ از روئے کسے — دل رواں ہر لحظہ در کوئے کسے
گم شدہ از خود براہِ روئے کسے — ہر زماں پیچاں چو گیسوئے کسے
دلبری در شدہ محوِ روئے دوست — راحتِ جانش بیادِ روئے دوست
جاں فدا و کے جہاں فراموش شود — ہر زماں آید بہم آغوشش شود
دیدہ چوں بر دلبرِ مست او فتد — ہر چہ غیر اوست از دست او فتد
غیر کو در بُعد و دوری ست دور — یار دور افتادہ ہر دم در حضور
کار و بارِ عاشقاں کارِ جداست — برتر از فکر و قیاساتِ شماست
قوم حیران ست دل در دلبرے — چشمِ ظاہر بین بدیوار و درے
جاں فروشاں از پے مہ پیکرے — بر زباں صد قصہ ہا از دیگرے
غافلاں را ما نعے از یار نیست — کج ہوا زی بر سرِ شاں بار نیست
بادو صد زنجیر ہر دم پیشِ یار — شاد با او گل گل اندر پیشِ خار
تو بیک خارے برآری صد فغاں — عاشقاں خنداں بپائے جاں فشاں
عاشقاں در عظمتِ مولیٰ فنا — غرقہ در دریائے توحید از وفا
کیں و مہرِ شاں ہمہ بہرِ خداست — قہرِ شاں گر ہست آں قہرِ خداست

کھیتی نہیں نکلتی اسی طرح سے ہم پھیر پھیر کر بتاتے ہیں تا جو شکر کرنے والے ہیں شکر کریں۔ اور پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ وہ ذات کریم و رحیم ہے کہ جو بروقت ضرورت ایسی ہوائیں چلاتا ہے جو بدلی کو ابھارتی ہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ اس بدلی کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اسکو تہ بہ تہ رکھتا ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بتلاتا ہے کہ جو صرف عقلی اٹکلوں اور قیاسی ڈھکوسلوں پر ختم ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف
۵۱۹ خدائے تعالیٰ کو بھی نہایت درجہ کا کمزور اور ضعیف سا خیال کر رہے ہیں۔ سو یہ عاجز
ان سب صاحبوں کی خدمت میں باادب تمام عرض کرتا ہے کہ اگر اب تک تاثیرات قرآنی سے
انکار ہے اور اپنے جہل قدیم پر اصرار ہے تو اب نہایت نیک موقعہ ہے کہ یہ احقر خادمین

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۲۰
آنکہ در عشقِ احد محو و فناست ۔ ہر چہ زو آید ز ذاتِ کبریاست
فانی است و تیرِ او تیرِ حق است ۔ صیدِ او در اصل نخچیرِ حق است
آنچہ می باشد خدا را از صفات ۔ خود دہد در فانیاں آں پاک ذات
شیوۂ حق گردد در انفعال آشکار ۔ از جمال و از جلالِ کردگار
لطفِ شاں لطفِ خدا قہرِ شاں ۔ قہرِ حق گردد نہ آنچہ دیگراں
فانیاں ہستند از خود دور تر ۔ چوں ملائک کارکن از دادگر
گر فرشتہ قبضِ جانے میکند ۔ یا کرم بر ناتوانے میکند
ایں ہمہ سختی و نرمی از خداست ۔ او ز خواہشہائے نفسِ خود جداست
ہمچنیں ہستند مقام انبیاء ۔ واصلان و فاصلان از ماسواء
فانی اند و آلۂ ربانی اند ۔ نورِ حق در جامۂ انسانی اند
سنتِ تجلی در قبائے حضرت اند ۔ گم ز خود در رنگِ آں حضرت اند
اخترانِ آسمانِ زیب و فر ۔ رفتہ از چشمِ خلائق دور تر
کس ز قدرِ برترِ شاں آگاہ نیست ۔ زانکہ او دنی را بعالی راہ نیست
کور کو یابد ز نورِ راستے دنی ۔ چشمِ کورش بے خبر زاں روشنی
ہمچنیں تو اے عدوِ مصطفےٰ ۔ مستقلی کوریٔ خود را لیا
بر قمر عو عو کنی از سگ رگے ۔ نورِ مہ کمتر نگردد زیں سگے

پھر تو دیکھتا ہے کہ اُس کے بیچ میں سے مینہ نکلتا ہے پھر جن بندوں کو اپنے بندوں میں سے اس مینہ کا پانی پہنچاتا ہے تو وہ خوش وقت ہو جاتے ہیں اور ناگہانی طور پر خدا اُن کے غم کو خوشی کے ساتھ مبدل کر دیتا ہے اور مینہ کے اُترنے سے پہلے ان کو باعث نہایت سختی کے کچھ امید باقی نہیں رہتی پھر یکدفعہ خدائے تعالیٰ اُن کی دستگیری فرماتا ہے یعنے ایسے وقت میں باران رحمت نازل ہوتا ہے جب

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بمنہ ذاتی تجارب سے ہر یک منکر کی پوری پوری اطمینان کر سکتا ہے واسطے مناسب ہے کہ طالب حق بلکہ اس احقر کی طرف رجوع کریں اور جو جو خواص کلام الٰہی کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اسکو بچشم خود دیکھ لیں اور تاریکی اور ظلمت میں سے نکل کر نور حقیقی میں داخل ہو جائیں۔ ابھی تک یہ عاجز زندہ ہے مگر وجود خاکی کی کیا بنیاد اور جسم فانی کا کیا اعتماد۔ پس مناسب ہے کہ اس عام اعلان کو سنتے ہی احقاق حق اور ابطال باطل کی طرف توجہ کریں۔ تا اگر دعویٰ اس احقر کا بپایۂ ثبوت نہ پہنچ سکے تو منکر اور رُوگردان رہنے کیلئے ایک وجہ موجہ پیدا ہو جائے۔ لیکن اگر اس عاجز کے قول کی صداقت جیسا کہ چاہیئے بپایۂ ثبوت پہنچ جائے تو تہ دل سے ڈر کر اپنے باطل خیالات سے باز آئیں اور طریقہ حقّہ اسلام پر قدم

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

مصطفےٰ آئینہ روئے خداست | منعکس در وے ہماں خوئے خداست
گر ندیدستی خدا او را ببیں | من رآنی قد رأی الحق ایں یقیں
آنکہ او یزداں پرستاں شہ را | خصم او گردد جناب کبریا
دست حق تائید ایں مستاں کند | جاہل کے بادست حق دستاں کند
منزل شاں برتر از صد آسماں | پس نہاں اندر نہاں اندر نہاں
پا فشردہ در وفائے دلبرے | و از سرش بر فلک افتادہ سرے
جان خود را سوختہ بہر نگار | زندہ گشتہ بعد مرگ صد ہزار
صاحب چشم اند آنہا بے تمیز | چشم کوراں خود نیابد ہیچ چیز

لوگوں کے دل ٹوٹ جاتے ہیں اور سینہ بستگی کی کوئی اُمید باقی نہیں رہتی اور پھر فرمایا کہ تو خدا کی رحمت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ اور اس کی رحمت کی نشانیوں پر غور کر کہ وہ کیونکر زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے زندہ کرتا ہے بیشک وہی خدا ہے جس کی
۵۴۴ یہ بھی عادت ہے کہ جب لوگ روحانی طور پر مر جاتے ہیں اور سختی اپنی نہایت کو پہنچ جاتی ہے تو اسی طرح وہ ان کو بھی زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پہ قادر اور توانا ہے اسی نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہر یک وادی اپنے اپنے اندازہ اور قدر کے موافق بہ نکلا یعنے ہر یک شخص نے اپنی استعداد کے موافق فائدہ اٹھایا۔ اور پھر فرمایا کہ وہ رسول اس وقت آیا کہ جب جنگل اور دریا میں فساد ظاہر ہو گیا یعنے تمام روئے زمین پر ظلمت اور ضلالت پھیل گئی اور کیا اُمّی لوگ اور کیا اہل کتاب اور اہل علم سب کے سب بگڑ گئے اور کوئی حق پر قائم نہ رہا اور یہ سب فساد اس لئے ہوا کہ لوگوں کے دلوں سے خلوص اور صدق اٹھ گیا اور ان کے اعمال خدا کیلئے نہ رہے بلکہ ان میں

---

۵۴۵ بچاویں تا اس جہان میں ذلت اور رسوائی سے اور دوسرے جہان میں عذاب اور عقوبت سے نجات پاویں سو دیکھو اے بھائیو اے عزیزو اے فلاسفرو اے پنڈتو اے پادریو اے آریو اے نیچریو اے برہمو دھرم والو کہ میں اس وقت صاف صاف اور علانیہ کہہ رہا ہوں کہ اگر کسی کو شک ہو اور خواص مذکورہ بالا کے ماننے میں کچھ تامل ہو تو وہ بلا توقف اس عاجز کی طرف رجوع کریں اور صبوری اور صدق دل سے کچھ عرصہ تک صحبت میں رہ کر بیانات مذکورہ بالا کی حقیقت کو بچشم خود دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ اس ناچیز کے گذشتے

۵۴۶
روئے شاں آں آفتابے کامدہ — چشم مرداں خیرہ ہم چوں شپراں
تو ہمی نازی برائے تو بچوں زناں — ناقص ابن ناقص ابن ناقصاں
خوب گر زرد و تو زشتے زر تباہ — بس چہ حظ از نام تو لے زرد سیاہ
کوریت صد پردہ ہا بر تو فگند — وایں تعصبہائے تو بیخت بکند

بہت سا خلل واقع ہو گیا اور وہ سب رُو بدنیا ہو گئے اور رُو بحق نہ رہے اس لئے
امدادِ الٰہی اُن سے منقطع ہو گئی سو خدا نے اپنی حجت پوری کرنے کے لئے اُن کے لئے
اپنا رسول بھیجا تا اُن کو اُن کے بعض عملوں کا مزہ چکھاوے اور تا ایسا ہو کہ وہ رجوع ۳۰:۴۲
کریں۔ کہہ زمین پر سیر کرو پھر دیکھو کہ جو تم سے پہلے کافر اور سرکش گذر چکے ہیں اُن کا
کیا انجام ہوا اور اکثر اُن میں سے مشرک ہی تھے کیا انہوں نے کبھی نہیں دیکھا کہ
ہمارا یہی دستور اور طریق ہے کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی روانہ کر دیا کرتے ہیں پھر
اس سے کھیتی نکالتے ہیں تا اُن کے چارپائے اور خود وہ کھیتی کو کھاویں اور مرنے
سے بچ جائیں سو تم کیوں نظرِ غور سے ملاحظہ نہیں کرتے تا تم اس بات کو سمجھ جاؤ
کہ وہ کریم و رحیم خدا کہ جو تم کو جسمانی موت سے بچانے کے لئے شدتِ قحط اور امساکِ
باران کے وقت بارانِ رحمت نازل کرتا ہے وہ کیونکر شدتِ ضلالت کے وقت جو
رُوحانی قحط ہے زندگی کا پانی نازل کرنے سے جو اس کا کلام ہے تم سے دریغ کرے

کے بعد کوئی نامنصف کہے کہ کب مجھ کو کھول کر کہا گیا تا میں اس جستجو میں پڑتا کہ کب
کسی نے اپنی ذمہ داری سے دعویٰ کیا تا میں ایسے دعویٰ کا ثبوت اس سے مانگتا۔
سو اے بھائیو۔ اے حق کے طالبو اِدھر دیکھو کہ یہ عاجز کھول کر کہتا ہے اور اپنے خدا
پر توکل کر کے جس کے انوار دن رات دیکھ رہا ہے اس بات کا ذمہ وار بنتا ہے کہ اگر
تم بدل صدق اور صفائی سے حق کے جویاں اور خواہاں ہو کر صبر اور ارادت سے کچھ
مدت تک اس احقر کی صحبت میں زندگی بسر کرو گے۔ تو یہ بات تم پر بدیہی طور پر

اے بسا محبوبِ آں ربِ جلیل ۔۔۔ پشت از کوری حقیر است و ذلیل
اے بسا کس خوردہ صد جامِ فنا ۔۔۔ پیشِ بدبختے پُر از حرص و ہوا
گر نمانے از وجودِ تو نشاں ۔۔۔ نیک بختی زیں حیات چوں سگاں
زاغ گر زادے بجائے مادرت ۔۔۔ نیک بودے از فطرتِ بدگوہرت

اور پھر فرمایا کہ ہم نے رات اور دن دو نشانیاں بنائی ہیں یعنی انتشار ضلالت
۵۲۴ جو رات سے مشابہ ہے اور انتشار ہدایت جو دن سے مشابہ ہے۔ رات جب اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو دن کے چڑھنے پر دلالت کرتی ہے اور دن جب اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو رات کے آنے کی خبر دیتا ہے سو ہم نے رات کا نشان محو کر کے دن کا نشان رہنما بنایا یعنے جب دن چڑھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے اندھیرا تھا۔ سو دن کا نشان ایسا روشن ہے کہ رات کی حقیقت بھی اسی سے کھلتی ہے اور رات کا نشان یعنی ضلالت کا زمانہ اس لئے مقرر کیا گیا کہ دن کے نشان یعنی انتشار ہدایت

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

کھل جانے کی۔ غرض فی الحقیقت وہ خواص روحانی جن کا اس جگہ ذکر کیا گیا ہے سورۃ فاتحہ اور
۵۲۴ قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں سو کیا مبارک وہ شخص ہے کہ جو اپنے دل کو تعصب اور عناد سے خالی کر کے اور اسلام کے قبول کرنے پر مستعد ہو کر اس مطلب کے حصول کے لئے بصدق و ارادت توجہ کرے اور کیا بدقسمت وہ آدمی ہے کہ اس قدر دلائل باہرہ سن کر پھر بھی نظر اٹھا کر نہ دیکھے اور دیدہ و دانستہ خدائے تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا مورد بن جاوے۔ مرگ نہایت نزدیک ہے اور بازی اجل سر پر ہے۔ اگر جلد تر خدا سے ڈر کر اس عاجز کی باتوں کی طرف نظر نہیں کرو گے اور اپنی تسلی اور تشفی حاصل کرنے کے لئے صدق اور ارادت سے قدم نہیں اٹھاؤ گے تو میں ڈرتا ہوں کہ آپ لوگوں کا ایسا ہی انجام نہ ہو جیسا پنڈت دیانند آریوں کے سرگروہ کا انجام ہوا۔ کیونکہ اس احقر نے ان کو ان کی وفات سے ایک مدت پہلے راہ راست کی

۵۲۴
تا بکے کذب و فسق و کفرت در سرست — وایں نجاست خوارئیت زاں بدتر است
تو چہ دانی اے شقی سرمدی — زانکہ از جانِ جہاں منکر شدی
اے عدو انکار کردی از شاہ دیں — خاندان و چاکرانش را ببیں
کس ندیدہ از بزرگانت نشاں — نیست در دستِ تو بیش از داستاں

کی خوبی اور زیبائی اُسی سے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ خوبصورت کا قدر و منزلت بدصورت سے
ہی معلوم ہوتا ہے اس لئے حکمتِ الٰہیّہ نے یہی چاہا کہ ظلمت اور نور علیٰ سبیل التبادل
دنیا میں دَور کرتے رہیں۔ جب نُور اپنے کمال کو پہنچ جائے تو ظلمت قدم بڑھاوے
اور جب ظلمت اپنے انتہائی درجہ تک پہنچ جائے تو پھر نور اپنا پیارا چہرہ دکھا دے
سو استیلاء ظلمت کا نور کے ظہور پر ایک دلیل ہے اور استیلاء نور کا ظلمت کے آنے
کا ایک سبیل ہے۔ ہر کمال را زوالے مثل مشہور ہے سو اس آیت میں اس ۴۳۳
بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب ظلمت اپنے کمال کو پہنچ گئی اور بَرّ و بحر ظلمت

طرف دعوت کی اور آخرت کی رسوائی یاد دلائی اور اُن کے مذہب اور اعتقاد کا سراسر
باطل ہونا براہین قطعیہ سے اُن پر ظاہر کیا اور نہایت عمدہ اور کامل دلائل سے بلاریب تمام
اُن پر ثابت کر دیا کہ دہریوں کے بعد تمام دنیا میں آریوں سے بدتر اور کوئی مذہب نہیں ۴۳۴
کیونکہ یہ لوگ خدائے تعالیٰ کی سخت درجہ پر تحقیر کرتے ہیں کہ اس کو خالق اور رب العالمین
نہیں سمجھتے اور تمام عالم کو یہاں تک کہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو اُس کا شریک ٹھہراتے
ہیں اور صفت قدامت اور ہستی حقیقی میں اُس کے برابر سمجھتے ہیں۔ اگر ان کو پوچھو کیا
تمہارا پرمیشر کوئی روح پیدا کر سکتا ہے یا کوئی ذرہ جسم کا وجود میں لا سکتا ہے یا ایسا
ہی کوئی اور زمین و آسمان بھی بنا سکتا ہے یا کسی اپنے عاشق صادق کو نجات ابدی
دے سکتا ہے اور بار بار گتی پانے سے بچا سکتا ہے یا اپنے کسی محب خالص کی توبہ
قبول کر سکتا ہے تو ان سب باتوں کا یہی جواب ہے کہ ہرگز نہیں۔ اس کو یہ قدرت ہی

لیک گر خواہی بیا بنگر ز ما — صد نشانِ صدقِ شانِ مصطفیٰ ۴۳۵
ہاں بیا اے دیدہ بستہ از حسد — تا شعاعِ شمس بینی تو بدرد
صادقاں را نورِ حق تابد مدام — کاذباں مردند و شد ترکے تمام
مصطفیٰ مہرِ درخشانِ خداست — بر عدوش لعنتِ ارض و سماست

سے بھر گئے تو ہم نے مطابق اپنے قانونِ قدیم کے نور کے نشان کو ظاہر کیا تا دانشمند لوگ قادرِ مطلق کی قدرتِ نمایاں کو ملاحظہ کرکے اپنے یقین اور معرفت کو زیادہ کریں۔ اور پھر بعد اس کے فرمایا اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ[1] الخ اس سورۃ کا حقیقی مطلب جو ایک بھاری صداقت پر مشتمل ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اس قاعدہ کلی کا بیان فرماتا ہے کہ دنیا میں کب اور کس وقت میں کوئی کتاب اور پیغمبر بھیجا جاتا ہے سو وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دلوں پر ایک ایسی غلیظ ظلمت طاری ہو جاتی ہے کہ

نہیں کہ ایک ذرہ اپنی طرف سے پیدا کر سکے اور نہ اس میں یہ حیثیت ہے کہ کسی اوتار یا کسی رکھی یا منی کو یا کسی ایسے کو بھی کہ جس پر وید اترا ہو ہمیشہ کیلئے نجات دے اور
۵۳۵ پھر اس کا مرتبہ چھوٹا رکھ کر مکتی خانہ سے باہر دفعہ کرے اور اپنے اُس پیارے کو جس کے دل میں پرمیشر کی پریت اور محبت رچ گئی ہے بار بار کُتّے بلّے بننے سے بچا لے۔

مگر افسوس کہ پنڈت صاحب نے اس نہایت ذلیل اعتقاد سے دست کشی اختیار نہ کی اور اپنے تمام بزرگوں اور اوتاروں وغیرہ کی اہانت اور ذلت جائز رکھی مگر اس ناپاک اعتقاد کو نہ چھوڑا۔ اور مرتے دم تک یہی اُن کا ظنِّ بد رہا کہ کیسا ہی اوتار ہو رام چندر ہو یا کرشن ہو۔ یا خود وہی ہو جس پر وید اترا ہے پرمیشور کو ہرگز منظور ہی نہیں کہ اُس پر دائمی فضل کرے۔ بلکہ وہ اوتار بنا کر پھر بھی انہیں کیڑے مکوڑے ہی بناتا رہے گا۔ وہ کچھ ایسا سخت دل ہے کہ عشق اور محبت کا اس کو ذرا پاس نہیں۔ اور ایسا ضعیف ہے کہ اس میں خود بخود بنانے کی ذرہ طاقت نہیں۔

۵۳۶ ایں نشانِ لعنت آمد کایں خساں ماندہ اندر ظلمتے چوں شپّراں
نے دمے صافی ز شکّے رہا بیں راندۂ درگاہِ ربّ العالمیں
جانِ تہی صد کیں بکینِ مصطفےٰ رہ نہ بینی جز بدینِ مصطفےٰ
تا نہ نورِ احمد آید چارہ گر کس نمی گیرد ز تاریکی بدر

[1] القدر : ۲

یکبارگی تمام دل رُو بدُنیا ہو جاتے ہیں اور پھر رُو بدُنیا ہونے کی شامت سے اُن کے تمام عقائد و اعمال و افعال و اخلاق و آداب اور نیتوں اور ہمتوں میں اختلال کلی راہ پا جاتا ہے اور محبت الٰہیہ دلوں سے بکلی اُٹھ جاتی ہے اور یہ عام وبا ایسا پھیلتا ہے کہ تمام زمانہ پر رات کی طرح اندھیرا چھا جاتا ہے تو ایسے وقت میں یعنی جب ۵۳۵
وہ اندھیرا اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے رحمت الٰہیہ اس طرف متوجہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اس اندھیری سے خلاصی بخشے اور جن طریقوں سے اُن کی اصلاح قرین مصلحت ہے ان طریقوں کو اپنے کلام میں بیان فرماوے۔ سو اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

یہ پنڈت صاحب کا خود ساختہ عقیدہ تھا جس کو بہ زور دلائل سے رد کر کے پنڈت صاحب پر یہ ثابت کیا گیا تھا کہ خدائے تعالیٰ ہرگز ادھورا اور ناقص نہیں بلکہ مبدء ہے تمام فیضوں کا اور جامع ہے تمام خوبیوں کا اور مستجمع ہے جمیع صفات کاملہ کا اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور معبودیت میں اور پھر اس کے بعد دو دفعہ ۵۳۵
بذریعہ خط رجسٹری شدہ حقیت دین اسلام سے بدلائل واضحہ اُن کو متنبہ کیا گیا۔ اور دوسرے خط میں یہ بھی لکھا گیا کہ اسلام وہ دین ہے جو اپنی حقیت پر دوہرا ثبوت ہر وقت موجود رکھتا ہے۔ ایک معقولی دلائل جن سے اصول حقہ اسلام کی بنیاد زمین کی طرح مضبوط اور مستحکم ثابت ہوتی ہیں۔ دوسری آسمانی آیات و ربانی تجلیات اور غیبی مکاشفات اور روحانی الہامات و مخاطبات اور دیگر خوارق عادات جو اسلام کے کامل متبعین سے ظہور میں آتے ہیں جن سے تحقیقی نجات اسی جہان میں سچے ایماندار کو

۵۳۵

از طفیل اوست نور ہر نبی — نام ہر مرسل بنامش او جلی
آں کتابے کو خورد از وے ہدا — کز بخش روشن شد ایں ظلمت سرا
ہست فرقاں لعل طیب طاہر جوہر — از نشانہا سینہ ہر دم پُر
صد نشاں با راستی رخشے پدید — نے چو دین تو بنا لش بر شنید

آیت ممدوحہ میں اشارہ فرمایا کہ ہم نے قرآن کو ایک ایسی رات میں نازل کیا ہے
جس میں بندوں کی اصلاح اور بھلائی کے لئے صراط مستقیم کی کیفیت بیان کرنا
اور شریعت اور دین کی حدود کو بتلانا از بس ضروری تھا یعنی جب گمراہی کی تاریکی
اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ جیسی سخت اندھیری رات ہوتی ہے تو اُس وقت رحمت الٰہی
اس طرف متوجہ ہوئی کہ اس سخت اندھیری کے اُٹھانے کے لئے ایسا قوی نور نازل
کیا جائے کہ جو اس اندھیری کو دُور کر سکے۔ سو خدا نے قرآن شریف کو نازل کر کے اپنے
بندوں کو وہ عظیم الشان نور عطا کیا کہ جو شکوک اور شبہات کی اندھیری کو دُور کرتا ہے
اور روشنی کو پھیلاتا ہے۔ اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اس باطنی لیلۃ القدر کو ظاہری ۵۴۴
لیلۃ القدر سے کہ جو عند العوام مشہور ہے کچھ منافات نہیں بلکہ عادت اللہ اسی طرح
پر جاری ہے کہ وہ ہر یک کام مناسبت سے کرتا ہے اور حقیقت باطنی کے لئے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ملتی ہے۔ یہ دونوں قسم کے ثبوت اسلام کے غیر میں ہرگز نہیں پائے جاتے اور نہ
اُن کو طاقت ہے کہ اس کے مقابل پر کچھ دم مار سکیں۔ لیکن اسلام میں وجود اس کا
متحقق ہے۔ سو اگر ان دونوں قسم کے ثبوت میں سے کسی قسم کے ثبوت میں شک ہو
تو اسی جگہ قادیان میں آکر اپنی تسلی کر لینی چاہیئے۔ اور یہ بھی پنڈت صاحب کو ۵۴۵
لکھا گیا کہ معمولی خرچ آپ کی آمد و رفت کا اور نیز واجبی خرچ خوراک ہمارے ذمہ
رہے گا۔ اور وہ خط ان کے بعض آریوں کو بھی دکھلایا گیا۔ اور نیز دونوں رجسٹریوں
کی اُن کی دستخطی رسید بھی آگئی پر انہوں نے حبّ دنیا اور ناموس و ننگ کے باعث سے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

پُر ز اعجاز است آں عالی کلام   نور یزدانی درو رخشد تمام ۵۴۵
از خدائی ہا نمودہ کار را   کہ ندیدہ پردۂ کفّار را
آفتاب است و کند چوں آفتاب   گر ز کوری می نیابی رُخ متاب
اے مزوّر گر بیائی سوئے ما   واز وفا رخت افگنی در کوئے ما

جو ظاہری صورت مناسب ہو وہ اُسکو عطا فرماتا ہے۔ سو چونکہ لیلۃ القدر کی حقیقت باطنی وہ کمال ضلالت کا وقت ہے جس میں عنایت الٰہیہ اصلاح عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ سو خدائے تعالیٰ نے بغرض تحقق مناسبت اس زمانہ ضلالت کی آخری جز کو جس میں ضلالت اپنے نکتہ کمال تک پہنچ گئی تھی خارجی طور پر ایک رات میں مقرر کیا اور یہ رات وہ رات تھی جس میں خداوند تعالیٰ نے دنیا کو کمال ضلالت میں پاکر اپنے پاک کلام کو اپنے نبی پر اُتارنا ارادہ فرمایا۔ سو اس جہت نہایت درجہ کی برکات اُس رات میں پیدا ہو گئی یا یوں کہو کہ قدیم سے اسی ارادۂ قدیم کے رُو سے پیدا تھی اور پھر اس خاص رات میں وہ قبولیت اور برکت ہمیشہ کے لئے باقی رہی اور پھر بعد اسکے فرمایا کہ وہ ظلمت کا وقت کہ جو اندھیری رات سے مشابہ تھا جس کی تنویر کے لئے کلام الٰہی کا نور اُترا۔ اُس میں بباعث نزول قرآنی ۵۴۵

حاشیہ

اس طرف ذرا بھی توجہ نہ کی یہاں تک کہ جس دنیا سے انہوں نے پیار کیا اور دل لگایا تھا آخر بعد حسرت اس کو چھوڑ کر اور تمام درہم و دینار سے مجبوری جدا ہو کر اِس دار الفنا سے کُوچ کر گئے اور بہت سی غفلت اور ظلمت اور ضلالت اور کفر کے پہاڑ اپنے سر پر لے گئے اور اُن کے سفر آخرت کی خبر بھی کہ جو اُن کو تیسری اکتوبر ۱۸۸۳ء میں پیش آیا تخمیناً تین ماہ پہلے خداوند کریم نے اس عاجز کو دیدی تھی چنانچہ یہ خبر بعض آریہ کو بتلائی بھی گئی تھی۔ خیر یہ سفر تو ہر یک کو درپیش ہے اور کوئی آگے اور کوئی پیچھے اس مسافرخانہ کو چھوڑنے والا ہے مگر یہ افسوس ایک بڑا افسوس ہے

از سر صدق و ثبات و غم خوری ۵۴۶
دیدہ گار سے دل حضور مابری

عاقلے بینی زرہبانی نشان
سوئے رحمان خلق و عالم را کشان

گر خلاف واقعہ گفتم سخن
را ضیم گر تو سرم بُری ز تن

راضیم گر خلق بر دادم کشند
از سر کین بامداد ادم کشند

کی ایک رات ہزار مہینہ سے بہتر بنائی گئی۔ اور اگر معقولی طور پر نظر کریں تب بھی ظاہر ہے کہ ضلالت کا زمانہ عبادت اور طاعت الٰہی کے لئے دوسرے زمانہ سے زیادہ تر موجب قربت و ثواب ہے پس وہ دوسرے زمانوں سے زیادہ تر افضل ہے۔ اور اس کی عبادتیں بباعث شدت و صعوبت اپنی قبولیت سے قریب ہیں اور اس زمانہ کے عابد رحمت الٰہی کے زیادہ تر مستحق ہیں کیونکہ سچے عابدوں اور ایمانداروں کا مرتبہ ایسے ہی وقت میں عنداللہ متحقق ہوتا ہے کہ جب تمام زمانہ پر دنیا پرستی کی ظلمت طاری ہو اور سچ کی طرف نظر ڈالنے سے جان جانے کا اندیشہ ہو۔ اور یہ بات خود ظاہر ہے کہ جب دل افسردہ اور مردہ ہو جائیں اور سب کسی کو جیفۂ دنیا ہی پیارا دکھائی دیتا ہو اور ہر طرف اس روحانی موت کی زہرناک ہوا چل رہی

۵۴۶ کہ پنڈت صاحب کو خدا نے ایسا موقع ہدایت پانے کا دیا کہ اس عاجز کو اُن کے زمانہ میں پیدا کیا مگر وہ باوصف ہر طرح کے اعلام کے ہدایت پانے سے بے نصیب گئے۔ روشنی کی طرف ان کو بلایا گیا مگر انہوں نے کم بخت دنیا کی محبت سے اس روشنی کو قبول نہ کیا اور سر سے پاؤں تک تاریکی میں پھنسے رہے۔ ایک بندۂ خدا نے بار بار ان کو ان کی بھلائی کیلئے اپنی طرف بلایا مگر انہوں نے اس طرف قدم بھی نہ اٹھایا اور یونہی عمر کو بیجا تعصبوں اور نخوتوں میں ضائع کر کے حباب کی طرح ناپدید ہو گئے۔ حالانکہ اس عاجز کے دس ہزار روپیہ کے اشتہار کا اوّل نشانہ وہی تھے اور اسی وجہ سے ایک مرتبہ رسالہ برادرِ ہند میں بھی اُن کیلئے اعلان چھپوایا گیا تھا مگر اُن کی طرف سے کبھی صدا نہ اٹھی یہاں تک کہ خاک میں یا راکھ میں جا ملے۔

۵۴۷ راستیم گر پا نشد مرا ایں کیفرے — قول روشن بود خاک افتادہ سرے
راستیم گر ملک جانش تن رسد — وانچہ از قسمم غلط بر من رود
گر بود عمر رفتہ باشد بر زباں — راستیم بہ بہر سزا سے کاز باں
نیک گر تو زیں سخن پیچی سرے — بر تو ہم لعنت ز رب اکبرے

ہو۔ اور محبت الٰہیہ یک لخت دلوں سے اٹھ گئی ہو اور زور بگی ہوتے ہیں اور وفادار بندہ دیکھتے ہیں کسی نوع کے ضرر متصور ہوں نہ کوئی اس راہ کا رفیق نظر آوے اور نہ کوئی اس طریق کا ہمدم ملے بلکہ اس راہ کی خواہش کرنے والے پر موت تک پہنچانے والی مصیبتیں دکھائی دیں اور لوگوں کی نظر میں ذلیل اور حقیر ٹھہرتا ہو تو ایسے وقت میں ثابت قدم ہو کر اپنے محبوب حقیقی کی طرف رخ کر لینا اور ناہموار عزیزوں اور دوستوں اور خویشوں اور اقارب کی رفاقت چھوڑ دینا اور غربت اور بے کسی اور تنہائی کی تکلیفوں کو اپنے سر پر قبول کر لینا اور دکھ پانے اور ذلیل ہونے اور مرنے کی کچھ پرواہ نہ کرنا حقیقت میں ایسا کام ہے کہ بجز اولوالعزم مرسلوں اور نبیوں اور صدیقوں کے جن پر فضل احدیت کی بارشیں ہوتی ہیں اور جو اپنے محبوب

سو اے بھائیو انہیں پنڈت صاحب کے حال سے نصیحت پکڑو اور اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو بلکہ نجات کو ڈھونڈو تا اسی جہان میں اس کی برکتیں پاؤ۔ سچی اور حقیقی نجات وہی ہے جس کی اسی جہان میں برکتیں ظاہر ہوتی ہیں اور قادر قوی کا وہی پاک کلام ہے کہ جو اسی جگہ طالبوں پر آسمانی راہ کھولتا ہے سو اپنے آپ کو دھوکا مت دو۔ اور جس دین کی حقیقت اسی دنیا میں نظر آ رہی ہے اس پاک دین سے روگردان ہو کر اپنے دل پر تاریکی کا دھبہ مت لگاؤ۔ ہاں اگر مقابلہ اور معارضہ کرنے کی طاقت ہے تو اسی سورۃ فاتحہ کے کمالات کے مساوی کوئی دوسرا کلام پیش کرو اور جو کچھ سورۃ فاتحہ کے خواص روحانی کی بابت اس عاجز نے لکھا ہے وہ کوئی سماعی بات نہیں ہے بلکہ یہ عاجز اپنے ذاتی تجربہ

زیں نشاں ہا ہر کہ روگرداں بود ۔۔۔ آں نہ مردے رہزنِ مرداں بود

اے عزیز ہیچ خبیثانے برار ۔۔۔ کز جفا با حق نشید استدکار

وا نشید از در مضمر و گوش کم ۔۔۔ باز سر پیچید ازاں بدر اتم

وان چناں بر قصرا وار و مدار ۔۔۔ گفتگو ہا بر زباں دل بے قرار

کی طرف بلا اختیار کھینچے جاتے ہیں اور کسی سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا اور حقیقت میں ایسے وقت کی ثابت قدمی اور صبر اور عبادت الٰہی کا ثواب بھی وہ ملتا ہے کہ جو کسی دوسرے وقت میں ہرگز نہیں مل سکتا۔ سو اسی جہت سے لیلۃ القدر کے ایسے ہی زمانہ میں ہمیشہ نازل کی گئی کہ جس میں بباعث سخت ضلالت کے نیکی پر قائم ہونا کسی بڑے جوانمرد کا کام تھا۔ یہی زمانہ ہے جس میں جوانمردوں کی قدر و منزلت ظاہر
۵۲۵ ہوتی ہے اور نامردوں کی ذلت بپایۂ ثبوت پہنچتی ہے۔ یہی پُر ظلمت زمانہ ہے جو اندھیری رات کی طرح ایک خوفناک صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ سو اس طغیانی کی حالت میں کہ جو بڑے ابتلاء کا وقت ہے وہی لوگ ہلاکت سے بچتے ہیں جن پر عنایات الٰہیہ کا ایک خاص سایہ ہوتا ہے۔ پس انہی موجبات سے خدائے تعالیٰ نے اسی زمانہ کی ایک جز کو جس میں ضلالت کی تاریکی غایت درجہ تک پہنچ چکی تھی لیلۃ القدر مقرر کیا اور پھر بعد اس کے جس کا دوسری برکات سے اس ضلالت کا تدارک کیا جاتا ہے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

سے بیان کر سکے کہ فی الحقیقت سورۂ فاتحہ مظہر انوار الٰہی ہے۔ اس قدر عجائبات اس سورۃ کے پڑھنے کے وقت دیکھے گئے ہیں کہ جن سے خدا کے پاک کلام کا قدر و منزلت معلوم ہوتا ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کی برکت سے اور اس کے تلاوت کے التزام سے کشف مغیبات اس درجہ تک پہنچ گیا کہ صدہا اخبار غیبیہ قبل از وقوع منکشف ہوئیں اور ہر یک مشکل کے وقت اس کے پڑھنے کی حالت میں عجیب طور پر رفع حجاب کیا گیا اور قریب تین ہزار کے کشف صحیح اور رؤیا صادقہ یاد ہے کہ جو اب تک اس عاجز

۵۲۶

فرق بسیار است در دید و شنید	خاک بر فرقے کہ کس را ندید
دیدہ را کن جستجو اے نا تمام	ورنہ در کار خودی بس سرد و خام
بو سلامت چوں ہمہ باشد ہنا	آں نمی‌زاید جز اے صدق و صفا
صد ہزاراں گفتہ از گفتہ شنید	نیست یکساں با یکے کاں ہست دید

اُس کی کیفیت ظاہر فرمائی اور بیان فرمایا کہ اُس ارحم الراحمین کی یوں عادت ہے کہ جب ظلمت اپنے کمال تک پہنچ جاتی ہے اور خط تاریکی کا اپنے انتہائی نقطہ پر جا ٹھہرتا ہے یعنے اس غایت درجہ پر جس کا نام باطنی طور پر لیلۃ القدر ہے۔ تب خداوند تعالیٰ رات کے وقت میں کہ جس کی ظلمت باطنی ظلمت سے مشابہ ہے عالم ظلمانی کی طرف توجہ فرماتا ہے اور اسکے اذن خاص سے ملائکہ اور روح القدس زمین پر اترتے ہیں اور خلق اللہ کی اصلاح کے لئے خدائے تعالیٰ کا نبی ظہور فرماتا ہے تب وہ نبی آسمانی نور پاکر خلق اللہ کو ظلمت سے باہر نکالتا ہے اور جب تک وہ نور اپنے کمال تک نہ پہنچ جائے تب تک ترقی پر ترقی کرتا جاتا ہے اور اسی قانون کے مطابق وہ اولیاء بھی پیدا ہوتے ہیں کہ جو ارشاد اور ہدایت خلق کیلئے بھیجے جاتے ہیں کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں سو انکے نقش قدم پر چلائے جاتے ہیں

سے ظہور میں آچکے اور صبح صادق کے کھلنے کی طرح پوری بھی ہو چکی ہیں۔ اور دو سو جگہ سے زیادہ قبولیت دعا کے آثار نمایاں ایسے نازک موقعوں پر دیکھے گئے جن میں بظاہر کوئی صورت مشکل کشائی کی نظر نہیں آتی تھی اور اسی طرح کشف قبور اور دوسرے انواع اقسام کے عجائبات اسی سورہ کے التزام ورد سے ایسے ظہور میں آتے گئے کہ اگر ایک ادنےٰ پرتو ان کا کسی پادری یا پنڈت کے دل پر پڑ جائے تو یکدفعہ محبت دنیا سے قطع تعلق کر کے اسلام کے قبول کرنے کے لئے مرنے پر آمادہ ہو جائے اسی طرح بذریعہ الہامات صادقہ کے جو پیشگوئیاں اس عاجز پر ظاہر ہوئی

دین ہما باشد کہ ز فرقان باقی است | واز شرابش دیدہ ہر دم ساقی است
دل مدہ الا بخوبی کو جمال | وانماید ہر تو آیات کمال
کوری خود ترک کن ماہے بہ بیں | اے گدا برخیز و آن شاہے بہ بیں
رو بہ بین در قد بہ بین و خدبہ بیں | واز محاسن ہائے خوبان صد بہ بیں

اب جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اس بات کو بڑے پُر زور الفاظ سے قرآن شریف میں بیان کیا ہے کہ دُنیا کی حالت میں قدیم سے ایک مدّ وجزر واقعہ ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا ہے تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ[1] یعنے اے خدا کبھی تُو رات کو دن میں اور کبھی دن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنے ضلالت کے غلبہ پر ہدایت اور ہدایت کے غلبہ پر ضلالت کو پیدا کرتا ہے۔ اور حقیقت اس مدّ وجزر کی یہ ہے کہ کبھی بامر اللہ تعالیٰ انسانوں کے دلوں میں ایک صُورت انقباض اور محجوبیت کی پیدا ہو جاتی ہے اور دُنیا کی آرائشیں اُن کو عزیز معلوم ہونے لگتی ہیں اور تمام ہمتیں اُن کی اپنی دُنیا کے درست کرنے
ص۲۶۴ میں اور اس کے عیش حاصل کرنے کی طرف مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ ظلمت کا زمانہ ہے جس کے انتہائی نقطہ کی رات لیلۃ القدر کہلاتی ہے اور وہ لیلۃ القدر ہمیشہ آتی

[illegible]

بیچ پیشگوئیوں میں سے بعض پیش گوئیاں مخالفوں کے سامنے پُوری ہو گئی ہیں۔ اور پُوری ہوتی جاتی ہیں اِس قدر ہیں کہ اس عاجز کے خیال میں دو انجیلوں کی ضخامت سے
ص۵۳۰ کم نہیں۔ اور یہ عاجز بطفیل متابعت حضرت رسول کریم مخاطبات حضرت احدیّت میں اس قدر عنایات پاتا ہے کہ جس کا کچھ تھوڑا سا نمونہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴ کے عربی الہامات وغیرہ میں لکھا گیا ہے۔ خداوند کریم نے اُسی رسول مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اِس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے۔

[illegible]

ص۵۴۱
بیچم از خود دُور شو بہر خدا | تا بگیرد نوشی آں کیمیاے لقا
دیں حق بہر خطائے ابجد است | داخل او در امان ایزد است
در دے نیک و خوش اسلوبی کند | ہم چو خود زیبا و محبوبی کند
جانب اہل سعادت سے بزن | تا شوی رُخشندہ سعید اے جان من

[1] آل عمران : ۲۸

ہے مگر کامل طور پر اُس وقت آئی تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا دن آپہنچا تھا کیونکہ اُس وقت تمام دُنیا پر ایسی کامل گمراہی کی تاریکی پھیل چکی تھی جس کی مانند کبھی نہیں پھیلی تھی اور نہ آئندہ کبھی پھیلے گی جب تک قیامت نہ آوے۔ غرض جب یہ ظلمت اپنے اُس انتہائی نقطہ تک پہنچ جاتی ہے کہ جو اس کے لئے مقدر ہے تو عنایت الٰہیہ تنویر عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور کوئی صاحب نور دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اور جب وہ آتا ہے تو اُس کی طرف مستعد روحیں کھینچی چلی آتی ہیں اور پاک فطرتیں خود بخود رُو بحق ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور جیسا کہ ہرگز ممکن نہیں کہ شمع کے روشن ہونے سے پروانہ اُس طرف رُخ نہ کرے۔ ایسا ہی یہ بھی غیر ممکن ہے کہ بروقت ظہور کسی صاحب نور کے صاحب فطرت سلیمہ کا اس کی طرف بلا ارادت متوجہ نہ ہو۔ اِن آیات میں جو خدا تعالیٰ نے بیان

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بار بار بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیمن متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جمال ہمنشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

اب وہ واقعات اجتبیٰ اور بیانات الہام کردہ مفصل لکھی اور کسی قدر الہام کہ جو پہلے درج کی

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

آنکہ بہر انکار دلیری باز کردی — رو در حق زن چرا سر می زنی
نالہ ہا کن کہ خدا زین بیکسان — بگسلد از پائے من بند گران
تا نگردی نالہ ہائے دردناک — دست غیبی کی رسد تا تو ز خاک
بے عنایات خدا کار است خام — پختہ داند این سخن را والسلام

منہ

فرمایا ہے جو بنیاد دعویٰ ہے اُس کا خلاصہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت ایک ایسی ظلمانی حالت پر زمانہ آچکا تھا کہ جو آفتاب صداقت کے ظاہر ہونے کے مقتضی تھے اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے رسول کا بار بار یہی کام بیان کیا ہے کہ اس نے زمانہ کو سخت ظلمت میں پایا اور پھر ظلمت سے انکو باہر نکالا جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[۱] الجزو نمبر ۱۳ سورہ ابراہیم۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[۲] الجزو نمبر ۳۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[۳] الجزو نمبر ۲۲۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[۴] الجزو نمبر ۶ سورہ مائدہ۔

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہٹ دھرمی کو اختیار کر کے محض کینہ اور عناد اور شیطانی سیرت کی راہ سے عوام کالانعام کو یہ کہہ کر بہکاتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی ظہور میں نہیں آئی سو اب منصفان حق پسند خود سوچ سکتے ہیں کہ جس حالت میں حضرت خاتم الانبیاء کے ادنیٰ خادموں اور کمترین چاکروں سے ہزارہا پیشگوئیاں ظہور میں آتی ہیں اور خوارق عجیبہ ظاہر ہوتے ہیں تو پھر کس قدر بے حیائی اور بے شرمی ہے کہ کوئی کور باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں سے انکار کرے اور پادریوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے بارہ میں اس وجہ سے فکر پڑی کہ توریت کتاب استثنا باب ہژدہم آیت بست و دوم میں سچے نبی کی یہ نشانی لکھی ہے کہ اس کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔ سو جب پادریوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی خبریں قبل از وقوع بطور پیشگوئی فرمائی ہیں اور اکثر پیشگوئیوں سے قرآن شریف بھی بھرا ہوا ہے اور وہ سب پیشگوئیاں اپنے وقتوں پر پوری بھی ہو گئیں تو ان کے دل کو یہ دھڑکا شروع ہوا کہ ان پیشگوئیوں پر نظر ڈالنے سے

[۱] ابراہیم: ۲ [۲] البقرہ: ۲۵۸ [۳] الاحزاب: ۴۴ [۴] المائدہ: ۱۶-۱۷

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[1]۔ الجزو نمبر ۲۸

یعنے یہ ہماری کتاب ہے جس کو ہم نے تیرے پر اس غرض سے نازل کیا ہے کہ تا تو لوگوں کو جو ظلمت میں پڑے ہوئے ہیں نور کی طرف نکالے سو خدا نے اُس زمانہ ۵۵ کا نام ظلمانی زمانہ رکھا اور پھر فرمایا کہ خدا مومنوں کا کارساز ہے اُن کو ظلمات سے نور کی طرف نکال رہا ہے اور پھر فرمایا کہ خدا اور اس کے فرشتے مومنوں پر درود بھیجتے ہیں تا خدا اُن کو ظلمت سے نور کی طرف نکالے اور پھر فرمایا کہ ظلمانی زمانہ کے تدارک کے لئے خدائے تعالیٰ کی طرف سے نور آتا ہے وہ نور اس کا رسول اور اُس کی کتاب ہے خدا اس نور سے اُن لوگوں کو راہ دکھلاتا ہے کہ جو اُس کی خوشنودی کے خواہاں ہیں سو اُن کو خدا ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور سیدھی راہ کی

نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدیہی طور پر ثابت ہوتی ہے اور پادریوں کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ توریت میں یعنے کتاب استثناء ۱۸ باب ۲۱ اور ۲۲ آیت میں سچے نبی کی نشانی لکھی ہے وہ نشانی صحیح نہیں ہے سو اس پیچ میں آکر نہایت ہٹ دھرمی سے ان کو یہ کہنا پڑا کہ وہ پیشگوئیاں اصل میں فراستیں ہیں کہ اتفاقاً پوری ہوگئی ہیں لیکن چونکہ جس درخت کی بیخ مضبوط اور طاقتیں تمام ہیں وہ ہمیشہ پھل لاتا ہے۔ اس جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں اور دیگر خوارق صرف اُسی زمانہ تک محدود نہیں تھے بلکہ اب بھی اُن کا برابر سلسلہ جاری ہے۔ اگر کسی پادری وغیرہ کو شک و شبہ ہو تو ۱۲۹ اس پر لازم و فرض ہے کہ وہ صدق اور ارادت سے اس طرف توجہ کرے پھر دیکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں کس قدر اب تک بارش کی طرح برس رہی ہیں لیکن اس زمانہ کے متعصب پادری اگر خودکشی کا ارادہ کریں تو کریں مگر یہ امید تو بہت ہی کم ہے کہ وہ طالب صادق بن کر کمال ارادت اور صدق سے اس نشان کے جویاں ہوں۔ بہرحال دوسرے

[1] الطلاق : ۱۱-۱۲

ہدایت دیتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا نے اپنی کتاب اور اپنا رسول بھیجا وہ تم پر کلام الٰہی پڑھتا ہے تا وہ ایمانداروں اور نیک کرداروں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالے۔ پس خدائے تعالیٰ نے ان تمام آیات میں کھلا کھلا بیان فرما دیا کہ جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے اور قرآن شریف نازل کیا گیا اس زمانہ پر ضلالت اور گمراہی کی ظلمت طاری ہو رہی تھی اور کوئی ایسی قوم نہیں تھی کہ جو اُس ظلمت سے بچی ہوئی ہو۔ پھر بقیہ ترجمہ آیات ممدوحہ بالا کا یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے کہ تمہاری حالت معصیت اور ضلالت پر شاہد ہے اور یہ رسول اسی رسول کی مانند ہے کہ جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا اور ہم نے اس کلام کو ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ یہ اترا ہے یعنی یہ کلام فی حد ذاتہٖ حق اور راست ہے اور اس کا آنا بھی حقاً ضروری تھا ہے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

لوگوں پر یہ بات واضح رہے کہ جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات اب بھی آفتاب کی طرح روشن ہیں اور دوسرے کسی نبی کی برکات کا نشان نہیں ملتا۔ تو اس صورت میں لازم ہے کہ اگر ایسے متعصب اور دنیا پرست پادری کسی بازار یا کسی شہر یا کسی گاؤں میں کسی کو برخلاف اس حق الامر کے بہکاتے نظر آویں تو یہی موقعہ اس کتاب کو ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے۔ کیونکہ یہ کتاب دس ہزار روپیہ کے اشتہار پر تالیف کی گئی ہے اور اس سے معارضہ کرنے والا دس ہزار روپیہ پا سکتا ہے۔ پس شرم اور حیا سے نہایت بعید ہے کہ جو لوگ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں وہ پنڈت ہوں یا پادری آریہ ہوں یا برہمو۔ وہ صرف زبان سے طریق فضول گوئی کا اختیار رکھیں اور موجود دلائل قطعیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر ناطق ہو رہی ہیں ان کے جواب کچھ فکر نہ کریں یہ عاجز خواہ مخواہ ان کو دین اسلام کے قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کرتا۔ لیکن اگر مقابلہ و معارضہ سے عاجز رہیں اور جو کچھ آسمانی نشانی اور عقلی دلائل حقیت اسلام

یہ نہیں کہ فضول یا وربے فائدہ اور بے وقت نازل ہوا ہے۔ اے اہل کتاب تمہارے پاس ایسے وقت میں ہمارا رسول آیا ہے کہ جبکہ ایک مدت سے رسولوں کا آنا منقطع ہو رہا تھا۔ سو وہ رسول فترت کے زمانہ میں آکر تم کو وہ راہ راست بتلاتا ہے جس کو تم بھول گئے تھے۔ تا تم یہ نہ کہو کہ ہم تو ہی گمراہ رہے اور خدا کی طرف سے کوئی بشیر و نذیر نہ آیا جو ہم کو متنبہ کرتا۔ سو اب سمجھو کہ وہ بشیر و نذیر جس کی ضرورت تھی آگیا اور خدا جو ہر چیز پر قادر ہے اُس نے تم کو گمراہ پاکر اپنا کلام اور اپنا رسول بھیج دیا۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارہ تک پہنچ چکے تھے سو خدا نے تم کو اسے ایمان دار و نجات دی۔ اسی طرح وہ اپنے نشان کو بیان فرماتا ہے تا تم ہدایت پاجاؤ اور تا عذاب کے نازل ہونے پر گمراہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اے خداوند تو نے قبل از عذاب اپنا رسول کیوں نہ بھیجا تا ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور مومن بن جاتے۔ اور ۵۵۴

۵۴۴

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

پر دلالت کرتے ہیں اُن کی نظیر اپنے مذہب میں پیش نہ کرسکیں تو پھر بھی لازم ہے کہ جھوٹ کو چھوڑ کر سچے مذہب کو قبول کرلیں۔

اب پھر ہم اپنی اصل تقریر کی طرف رجوع کرکے لکھتے ہیں کہ جس قدر ہم نے ابتک لطائف و معارف و خواص سورۃ فاتحہ لکھے ہیں۔ وہ بدیہی طور پر بے مثل و مانند ہیں مثلاً جو شخص ذرا منصف بن کر اوّل اُن صداقتوں کے اعلیٰ مرتبہ پر غور کرے جو کہ سورۃ فاتحہ میں جمع ہیں اور پھر ان لطائف اور نکات پر نظر ڈالے جن پر سورۃ ممدوحہ مشتمل ہے اور پھر حسن بیان اور ایجاز کلام کو مشاہدہ کرے کہ کیسے معانی کثیرہ کو الفاظ قلیلہ میں بھرا ہوا ہے اور پھر عبارت کو دیکھے کہ کیسی آب و تاب رکھتی ہے اور کس قدر روانگی اور صفائی اور ملائمت اس میں پائی جاتی ہے کہ گویا ایک نہایت مصفّٰی اور شفاف پانی ہے کہ بہتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اور پھر اُس کی رُوحانی تاثیروں کو دل میں سوچے کہ جو بطور خارق عادت دلوں کو ظلمات بشریت سے صاف کرکے مورد انوار حضرت الوہیت بناتی ہیں جن کو ہم اس کتاب کے

اگر خدا صالح لوگوں کے ذریعہ سے گمراہیوں کا تدارک نہ فرماتا اور بعض کو بعض سے
دفع نہ کرتا تو زمین بگڑ جاتی۔ پر یہ خدا کا فضل ہے کہ وہ گمراہی کے پھیلنے کے وقت
اپنی طرف سے ہادی بھیجتا ہے کیونکہ تفضّل اور احسان اُسکی عادت ہے۔ اور تجھ کو ہم نے
اس لئے بھیجا ہے کہ تمام عالم پر نظر رحمت کریں اور نجات کا راستہ اُن پر کھول دیں
اور تا لوگوں کو کہ غفلت کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں حق کی طرف توجہ دلاوے
اور اُن کو خبردار کرے۔ کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اکثر لوگ اُن میں سے سنتے اور سمجھتے
ہیں نہیں یہ تو چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر۔ اور اگر خدا ان لوگوں سے

ہر مرتبہ پر ثابت کرتے چلے جاتے ہیں تو اُس پر قرآن شریف کی شان بلند جس سے
انسانی طاقتیں مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ ایسی وضاحت سے کھل سکتی ہے جس پر زیادت
متصوّر نہیں۔ اور اگر باوجود مشاہدہ ان کمالات کے پھر بھی کسی کے دل میں عدیم المثالی
اُس کلام مقدس کی مشتبہ رہے تو اُس کا علاج قرآن شریف نے آپ ہی ایسا کیا

* یہ عاجز اس مقام تک لکھ چکا تھا کہ شہاب الدین نامی ایک شخص موحّد ساکن
تھہ غلام نبی نے آکر بیان کیا کہ مولوی غلام علی صاحب اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری اور
مولوی عبد العزیز صاحب اور بعض دوسرے مولوی صاحبان اس قسم کے الہام سے کہ جو اولیاء اللہ کو
وحی سے مشابہ ہے باصرار تمام انکار کرتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض مولوی صاحبان محدثین کے
خیالات سے اسکو منسوب کرتے ہیں۔ اور اُن کی اس بارہ میں حجت یہ ہے کہ اگر یہ الہام حق
اور صحیح ہے تو صحابہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسکے پانے کے احق اور اولیٰ تھے حالانکہ
اُن کا پانا متحقق نہیں۔ اب یہ احقر عباد عرض کرتا ہے کہ اگر یہ اعتراض جو شہاب الدین موحّد نے
مولوی صاحبوں کی طرف سے بیان کیا ہے حقیقت میں انہیں کے مونہہ سے نکلا ہے تو جواب
اس کے ہر یک طالب صادق کو اور نیز حضرات ممدوحہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ عدم علم سے
عدم شے لازم نہیں آتا کیا ممکن نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قسم کے

ان کے گناہوں کا مؤاخذہ کرتا تو زمین پر ایک بھی زندہ نہ چھوڑتا اور خدا وہ ذات کریم رحیم ہے کہ جو بارش سے پہلے ہواؤں کو چھوڑتا ہے۔ پھر ہم ایک پاک پانی آسمان سے اُتارتے ہیں تا اُس سے مری ہوئی بستی کو زندہ کریں اور پھر بہت سے آدمیوں اور اُن کے چارپایوں کو پانی پلاویں اور ہم پھیر پھیر کر مثالیں بتلاتے ہیں تا لوگ یاد کرلیں کہ نبیوں کے بھیجنے کا یہی اصول ہے اور اگر ہم چاہتے تو ہر یک بستی کے لئے جدا جدا رسول بھیجتے مگر یہ اس لئے کیا گیا کہ تا تجھ سے بھاری کوششیں ظہور میں آویں یعنی جب ایک مرد ہزاروں کا کام کریگا تو بلاشبہ وہ بڑا اجر پائیگا اور

حاشیہ نمبر ۱۱

۵۲۳ سو جس کامل طور پر حقانیت پر اپنی حجت کو پورا کردیا ہے اور وہ یہ ہے وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۱ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

الہامات پاتے ہیں مگر مصلحتِ وقت سے عام طور پر اُنکو شائع نہیں کیا اور خدائے تعالیٰ کو ہر یک زمانہ میں نئے نئے مصالح ہیں پس نبوت کے بعد یہی مصلحتِ ربانی کا یہی تقاضا تھا کہ جو غیر نبی ہے اُنکے الہامات نبی کی وحی کی طرح قلمبند نہ ہوں تا غیر نبی کا نبی کے کلام سے تداخل واقعہ نہ ہو جائے لیکن اس زمانہ کے بعد جس قدر اولیاء اور صاحب کمالاتِ باطنیہ گذرے ہیں اُن سب کے الہامات مشہور و متعارف ہیں کہ جو ہر یک عصر میں قلمبند ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس کی تصدیق کے لئے شیخ عبد القادر جیلانی اور مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور دوسرے اولیاء اللہ کی کتابیں دیکھنی چاہئیں کہ کس کثرت سے ۵۲۴ ان کے الہامات پائے جاتے ہیں بلکہ امام ربانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں جو مکتوب پنجاہ و یکم ہے اس میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت سے مشرف ہو جاتا ہے اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہے اور انبیاء کے مرتبہ سے اس کا مرتبہ قریب واقعہ ہوتا ہے ایسا ہی شیخ عبد القادر جیلانی

۱ سورۃ البقرۃ: ۲۴

۵۴۴ یہ امر اُس کی افضلیت کا موجب ہوگا سو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگتر تھے اور خدائے تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرت اپنے ذاتی جوہر کے رُو سے فی الواقعہ سب انبیاء کے سردار ہیں ایسا ہی ظاہری خدمات کے رُو سے بھی اُن کا سب سے فائق اور برتر ہونا دُنیا پر ظاہر اور روشن ہو جائے اس لئے خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کافۂ بنی آدم کے لئے عام رکھا۔ تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محنتیں اور کوششیں عام طور پر ظہور میں آویں۔ موسیٰ اور ابن مریم کی طرح ایک خاص

بقیہ حاشیہ

۵۴۵ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ[1] ۔ یعنے اگر تمہیں اِس کلام کے منجانب اللہ ہونے میں کچھ شک ہے تو تم اس کی کسی سورۃ کی مانند کوئی کلام بنا کر دکھاؤ۔ اور اگر تم بنا نہ سکو اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

صاحب نے فتوح الغیب کے کئی مقامات میں اِس کی تصریح کی ہے اور دیگر اولیاء اللہ کے ملفوظات اور مکتوبات کا تجسّس کیا جائے تو اس قسم کے بیانات اُن کے کلمات میں بہت پائے جائیں گے اور اُمّتِ محمدیہ میں محدثیت کا منصب اس قدر بکثرت ثابت ہوتا ہے جس سے انکار کرنا بڑے غافل اور بے خبر کا کام ہے۔ اِس اُمّت میں آج تک ہزارہا اولیاء اللہ صاحبِ کمال گذرے ہیں جن کی خوارق اور کرامات بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ثابت اور متحقق ہو چکی ہیں اور جو شخص تفتیش کرے اس کو معلوم ہوگا کہ حضرت احدیت نے جیسا کہ اِس اُمّت کا خیر الامم نام رکھا ہے ویسا ہی اِس اُمّت کے اکابر کو سب سے زیادہ کمالات بھی بخشے ہیں جو
۵۴۶ کسی طرح چھپ نہیں سکتے اور اُن سے انکار کرنا ایک سخت درجہ کی حق پوشی ہے۔ اور نیز ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ الزام کہ صحابہ کرام سے ایسے الہامات ثابت نہیں ہوئے بالکل بیجا اور غلط ہے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ کے رُو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے الہامات اور خوارق بکثرت ثابت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ساریہ کے لشکر کی خطرناک حالت سے باعلامِ الٰہی مطلع ہو جانا جس کو بیہقی نے ابن عمر سے

---

[1] سورۃ البقرۃ : ۲۵

ذریعہ سے مخصوص نہ ہوں اور تا ہر یک طرف سے اور ہر یک گروہ اور قوم سے تکالیف شاقہ اُٹھا کر اُس اجر عظیم کے مستحق ٹھہر جائیں کہ جو دوسرے نبیوں کو نہیں ملے گا۔ اور پھر فرمایا کہ خدا وہ ہے کہ جو رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات لاتا ہے تا جس نے ۵۷۳
یاد کرنا ہو وہ یاد کرے یا شکر کرنا ہو تو شکر کرے یعنی دن کے بعد رات کا آنا اور رات کے بعد دن کا آنا اس بات پر ایک نشان ہے کہ جیسے ہدایت کے بعد ضلالت اور غفلت کا زمانہ آجاتا ہے ایسا ہی خدا کی طرف سے یہ بھی مقرر ہے کہ ضلالت اور غفلت کے بعد ہدایت کا زمانہ آتا ہے اور پھر فرمایا کہ خداوند ذات قادر مطلق ہے جس نے بشر کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا پھر اس کے لئے نسل اور رشتہ مقرر کر دیا

یاد رکھو کہ ہرگز بنا نہ سکو گے۔ سو اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے طیار ہے۔ جس کا ایندھن کافر آدمی اور ان کے بُت ہیں جو نارِ جہنم کو اپنے گرد لئے ہوں اور ستر ہزار سے ۵۷۴ اور سے افروختہ کرتے ہیں یہ قول فیصل ہے کہ جو خدائے تعالیٰ نے منکریں	حاشیہ نمبر ۱۱
روایت کیا ہے اگر الہام نہیں تھا تو اور کیا تھا اور پھر اُن کی یہ آواز کہ یا ساریۃ الجبل الجبل مدینہ میں بیٹھے ہوئے منہ سے نکلنا اور وہی آواز قدرتِ غیبی سے ساریہ اور اُن کے لشکر کو دور دراز مسافت سے سُنائی دینا اگر خارق عادت نہیں تھی تو اور کیا چیز تھی۔ اسی طرح جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بعض الہامات و کشوف مشہور و معروف ہیں ماسوا اس کے میں پوچھتا ہوں کہ کیا خدائے تعالیٰ کا قرآن شریف میں اس بارہ میں شہادت دینا تسلی بخش امر نہیں ہے کیا اُس نے صحابہ کرام کے حق میں یہ نہیں فرمایا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ[1]۔ پھر جس حالت میں خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کے اصحاب کو امم سابقہ سے جمیع کمالات میں بہتر و بزرگتر ٹھہرا دیا ہے اور دوسری طرف بطور نمونہ خود فرما دیا ہے کہ پہلی اُمتوں کے کاملین کا حال بیان کر کے کہتا ہے کہ مریم صدیقہ والدہ عیسیٰ اور ایسا ہی والدہ حضرت موسیٰ اور نیز حضرت مسیح کے حواری اور نیز خضر جن میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا یہ ۵۷۵ سب ملہم من اللہ تھے اور بذریعہ وحی و الہام اسرار غیبیہ سے مطلع کئے جاتے تھے۔	بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

[1] آل عمران: ۱۱۱

اسی طرح وہ انسان کی رُوحانی پیدائش پر بھی قادر تھا یعنے اس کا قانون قدرت رُوحانی پیدائش میں بعینہٖ جسمانی پیدائش کی طرح ہے کہ اوّل وہ ضلالت کے وقت میں کہ جو عدم کا حکم رکھتا ہے کسی انسان کو رُوحانی طور پر اپنے ہاتھ سے پیدا کرتا ہے اور پھر اس کے متبعین کو کہ جو اس کی ذرّیت کا حکم رکھتے ہیں بہ برکت متابعت اس کی کے رُوحانی زندگی عطا فرماتا ہے سو تمام مُرسل رُوحانی آدم ہیں اور اُن کی اُمّت کے نیک لوگ اُن کی رُوحانی نسلیں ہیں اور رُوحانی اور جسمانی سلسلہ بالکل آپس میں تطابق رکھتا ہے اور خدا کے ظاہری اور باطنی قوانین میں کسی نوع کا

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اعجاز قرآنی کے ملزم کرنے کے لئے آپ فرما دیا ہے۔ اب اگر کوئی ملزم اور لاجواب رہ کر پھر بھی قرآن شریف کی بلاغت بے مثل سے منکر رہے اور بیہودہ گوئی اور شرارت سے باز نہ آوے

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

سو اب سوچنا چاہیئے کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُمّتِ محمدیہ کے کامل متبعین اُن لوگوں کی نسبت بوجہ اولیٰ ملہم و محدّث ہونی چاہیئے کیونکہ وہ حسب تصریح قرآن شریف خیر الامم ہیں۔ آپ لوگ کیوں قرآن شریف میں غور نہیں کرتے۔ اور کیوں سوچنے کے وقت غلطی کھا جاتے ہیں کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمّت کے لئے بشارت دے چکے ہیں کہ اس اُمّت میں بھی پہلی اُمّتوں کی طرح محدّث پیدا ہوں گے اور محدّث بفتح دال وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباس کی قرأت میں آیا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ۔ پس اس آیت کے رُو سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے محدّث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے جس میں دخل شیطانی کا قائم نہیں رہ سکتا اور جو ظاہر ہے کہ اگر خضر اور موسےٰ کی

اختلاف نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ کیا تو خدا کی طرف دیکھتا نہیں کہ وہ کیونکر سایہ کو لمبا کھینچتا ہے یہاں تک کہ تمام زمین پہ تاریکی ہی دکھائی دیتی ہے اور اگر وہ چاہتا تو ہمیشہ تاریکی رکھتا اور کبھی روشنی نہ ہوتی لیکن ہم آفتاب کو اس لئے نکالتے ہیں کہ تا اس بات پر دلیل قائم ہو کہ اس سے پہلے تاریکی تھی یعنے تا بذریعہ روشنی کے تاریکی کا وجود شناخت کیا جائے کیونکہ ضد کے ذریعہ سے ضد کا پہچاننا بہت آسان ہو جاتا ہے اور روشنی کا قدر و منزلت اسی پر کھلتا ہے کہ جو تاریکی کے وجود پر علم رکھتا ہو اور پھر فرمایا کہ ہم تاریکی کو روشنی کے ذریعہ سے تھوڑا تھوڑا دور کرتے جاتے ہیں تا

سے باز نہ آوے تو ایسے بیمار منقلب الفطرت کا اس دنیا میں علاج نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے وہی علاج ہے جس کا خدا نے اپنے قول فیصل میں وعدہ فرمایا ہے۔

والدہ کا الہام صرف شک کی قسم شبہات کا ذخیرہ تھا اور قطعی اور یقینی نہ تھا۔ تو ان کو کب جائز تھا کہ وہ کسی بے گناہ کی جان کو خطرہ میں ڈالتے یا ہلاکت تک پہنچاتے۔ یا کوئی دوسرا ایسا کام کرتے جو شرعاً و عقلاً جائز نہیں ہے۔ آخر یقینی علم ہی تھا جس کے باعث سے وہ کام کرنا ان پر فرض ہو گیا تھا۔ اور وہ امور ان کے لئے روا ہو گئے کہ جو دوسروں کے لئے ہرگز روا نہیں۔ پھر ماسوا اس کے ذرا انصافاً سوچنا چاہیئے کہ کوئی امر مشہود و موجود کہ جو بپایۂ صداقت پہنچ چکا ہو اور تجارب صحیحہ کے رو سے راست راست ثابت ہو چکا ہو صرف ظنی خیالات سے متزلزل نہیں ہو سکتا وَالظَّنُّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا۔ سو اس عاجز کے الہامات میں کوئی ایسا امر نہیں ہے جو زیر پردہ اور مخفی ہو بلکہ یہ وہ چیز ہے کہ جو صدہا اتفاقوں کی روئیت میں داخل ہو کر سلامت نکلی ہے اور خداوند کریم نے بڑے بڑے تنازعات میں فتح نمایاں بخشی ہے اس مقام میں یاد آیا کہ جو رویا صادقہ حصہ سوم میں ایک ہندو کے مقدمہ کے بارہ میں لکھی گئی ہے اس میں بھی ایک عجیب نزاع و انکار کے موقعہ پر الہام ہوا تھا جس سے ایک بڑا فتح اور

اندھیرے میں بیٹھنے والے اس روشنی سے آہستہ آہستہ منتفع ہو جائیں اور یکلخت
انتقال میں حیرت و وحشت متصور ہے وہ بھی نہ ہو سو اسی طرح جب دنیا پر زوالِ
تاریکی طاری ہوتی ہے تو خلقت کو روشنی سے منتفع کرنے کے لئے اور نیز روشنی اور
تاریکی میں جو فرق ہے وہ فرق ظاہر کرنے کے لئے خدائے تعالیٰ کی طرف سے آفتاب
صداقت نکلتا ہے اور پھر وہ آہستہ آہستہ دنیا پر طلوع کرتا جاتا ہے اور
پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کا یہ قانونِ قدرت ہے کہ جب زمین مر جاتی ہے تو وہ
۵۴۹ نئے سرے سے زمین کو زندہ کرتا ہے۔ ہم نے کھول کر یہ نشان بتلائے ہیں تا ہو کہ لوگ

بقیہ حاشیہ

بعض شریر اور کور باطن کی جہل نے ضد اور نفسانیت پر مضبوطی سے قدم مار رکھا
۵۵۰ ہے اور جن کو تعصب کی گندہ اندھیری نے بالکل اندھا کر دیا ہے وہ لوگوں کو یہ کہہ کر
بہکاتے ہیں کہ جس قدر لطائف و نکات قرآن کے مسلمان لوگ ذکر کرتے ہیں۔ اور جس قدر

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

۵۵۱ کر بے زنجیر ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس رؤیا صادقہ میں کہ ایک کشفِ صریح کی قسم تھی۔ یہ معلوم کرایا گیا
تھا کہ ایک کھتری ہندو بسمبر داس نامی جو اب تک قادیان میں بقید حیات موجود ہے مقدمہ فوجداری
سے بری نہیں ہوگا مگر آدھی قید تخفیف ہو جائے گی لیکن اس کا دوسرا ہم قید خوشحال نامی کہ
وہ بھی اب تک قادیان میں زندہ موجود ہے ساری قید بھگتے گا۔ سو اس جزو کشف کی نسبت
یہ ابتلا پیش آیا کہ جب چیف کورٹ سے حسب پیشگوئی اس عاجز مثل مقدمہ مذکورہ
واپس آئی تو متعلقین مقدمہ نے مسل واپسی کو بریت پر حمل کر کے گاؤں میں یہ مشہور کر
دیا کہ دونوں ملزم جرم سے بری ہو گئے ہیں مجھ کو یاد ہے کہ رات کے وقت میں یہ خبر مشہور
ہوئی اور یہ عاجز مسجد میں عشاء کی نماز پڑھنے کو طیار تھا کہ ایک نمازیوں میں سے
بیان کیا کہ یہ خبر بازار میں پھیل رہی ہے اور ملزمان گاؤں میں آ گئے ہیں۔ سو چونکہ یہ
عاجز علانیہ لوگوں میں کہہ چکا تھا کہ دونوں ملزم ہرگز جرم سے بری نہیں ہوں گے اس لئے
جو کچھ غم اور قلق اور کرب اس وقت گذرا سو گذرا۔ تب خدائے کریم نے اس عاجز بندہ

سوچیں اور سمجھیں۔

ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف کی ضرورت نزول کی اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ قرآن شریف ایسے وقت میں آیا ہے کہ جب تمام اُمتوں نے اصول حقہ کو چھوڑ دیا تھا اور کوئی دین روئے زمین پر ایسا نہ تھا کہ جو خداشناسی اور پاک اعتقادی اور نیک عملی پر قائم اور بحال ہوتا بلکہ سارے دین بگڑ گئے تھے۔ اور ہر یک مذہب میں طرح طرح کا فساد دخل کر گیا تھا اور خود لوگوں کے طبائع میں دنیا پرستی کی محبت اس قدر بھر گئی تھی کہ بجز دنیا اور دنیا کے ناموں اور دنیا کے آراموں

بقیہ حاشیہ

خواص عجیبہ اس کے مسلمانوں کی کتابوں میں اندراج پائے ہیں یہ سب انہیں کے فہم کی تیزی ہے اور انہیں کی طبیعتوں کے ایجادات ہیں ورنہ در اصل قرآن لطائف و نکات و خواص عجیبہ سے خالی ہے مگر ایسے لوگ بجز اس کے کہ اپنا ہی حمق اور خبث ۵۵۴ ب

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کا ہر یک حال میں حامی ہے جیسا کہ اوّل یا عین نماز میں بذریعہ الہام یہ بشارت ملی کہ لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰی اور پھر مخبر کو ظاہر ہو گیا کہ وہ خبر پکی ہونے کی سراسر جھوٹی تھی اور انجام کار وہی ظہور میں آیا کہ جو اس عاجز کو خبر دی گئی تھی جس کو شرمپت نامی ایک آریہ اور چند دوسرے لوگوں کے پاس قبل از وقوع بیان کیا گیا تھا کہ جو اب تک قادیان میں موجود ہیں۔ پھر ایک اور ایسا ہی پُر دہشت ماجرا گذرا جس کا قصہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک مقدمہ میں کہ اس عاجز کے والد مرحوم کی طرف سے بعض زمینداری حقوق کے متعلق کسی رعیت پر دائر تھا اس خاکسار پر خواب میں یہ ظاہر کیا گیا کہ اس مقدمہ میں ڈگری ہو جائے گی چنانچہ اس عاجز نے وہ خواب ایک آریہ کو کہ جو قادیان میں موجود ہے بتلا دی۔ پھر بعد اس کے ایسا اتفاق ہوا کہ اخیر تاریخ پر صرف مدعا علیہ اپنے چند گواہوں کے عدالت میں حاضر ہوا اور اس طرف سے کوئی مختار وغیرہ حاضر نہ ہوا۔ شام کو مدعا علیہ اور سب گواہوں نے واپس آکر بیان کیا کہ مقدمہ خارج ہو گیا۔ اس خبر کو سنتے ہی

اور دُنیا کی عزتوں اور دُنیا کی راحتوں اور دُنیا کے مال و متاع کے اور کچھ ان کا مقصد
۵۵۵ نہیں رہا تھا اور خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس کے ذوق اور شوق سے بکلی بے بہرہ
اور بے نصیب ہو گئے تھے اور رسوم اور عادت کو مذہب سمجھا گیا تھا۔ پس خدا نے جس کا
یہ قانونِ قدرت ہے کہ وہ شدتوں اور صعوبتوں کے وقت اپنے عاجز بندوں کی
خبر لیتا ہے اور جب کسی سختی سے جیسے امساکِ باران وغیرہ سے اُسکے بندے قریب
ہلاکت کے ہو جاتے ہیں بارانِ رحمت سے اُنکی مشکل کشائی کرتا ہے نہ چاہا کہ خلق اللہ
ایسی بلا میں مبتلا رہے جس کا نتیجہ ہلاکت دائمی اور ابدی ہے۔ سو اُس نے بہ تعمیل اپنے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ظاہر کریں تو وہ قرآنی پر پردہ ڈال نہیں سکتے۔ تو ہمارے جواب میں یہی کہنا کافی ہوگا کہ اگر
مسلمانوں نے خود اپنی ہی زیرکی سے قرآن شریف میں انواع و اقسام کے لطائف و
نکات و خواص ایجاد کر لئے ہیں اور اصل میں موجود نہیں تو تم بھی اُن کے مقابلہ پر کسی اپنے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

وہ آریہ تکذیب اور استہزاء سے پیش آیا۔ اُس وقت جس قدر قلق اور کرب گذرا
بیان میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ قریب قیاس معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ایک گروہ کثیر کا بیان
جن میں بے تعلق آدمی بھی تھے خلافِ واقعہ ہو۔ اُس سخت حزن اور غم کی حالت میں نہایت
شدت سے الہام ہوا کہ جو ایک آہنی میخ کی طرح دل کے اندر داخل ہو گیا اور وہ یہ تھا۔
ڈگری ہو گئی ہے مسلمان ہے۔ یعنے کیا تو باور نہیں کرتا اور باوجود مسلمان
ہونے کے شک کو دخل دیتا ہے۔ آخر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت ڈگری
ہی ہوئی تھی اور فریق ثانی نے حکم کے سننے میں دھوکا کھایا تھا۔ اسی طرح فی الواقعہ
۵۵۶ بلا مبالغہ صدہا الہام ہیں کہ جو فلق صبح کی طرح پورے ہو گئے اور بہت سے الہامات
بطور اسرار ہیں جن کو یہ عاجز بیان نہیں کر سکتا۔ بارہا ایسی مخالفوں کی حاضری کے
وقت میں ایسا کھلا کھلا الہام ہوا ہے جس کے پورا ہونے سے مخالفوں کو بجز اقرار کے
اور کوئی راہ نظر نہیں آیا۔ ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ یکدفعہ بعض امور میں کئی طرح

قانون قدیم کے کہ جو جسمانی اور روحانی طور پر ابتدا سے چلا آتا ہے قرآن شریف کو
خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نازل کیا اور ضرور تھا کہ ایسے وقت میں قرآن شریف
نازل ہوتا کیونکہ اس پُر ظلمت زمانہ کی حالت موجودہ کو ایسی عظیم الشان کتاب
اور ایسے عظیم الشان رسول کی حاجت تھی اور ضرورت حقہ اس بات کی مقتضی ہورہی
تھی کہ اس تاریکی کے وقت میں جو تمام دنیا پر چھائی تھی اور اپنے انتہائی درجہ تک پہنچ
چکی تھی آفتاب صداقت کا طلوع کرے کیونکہ بجز طلوع اس آفتاب کے ہرگز
ممکن نہ تھا کہ ایسی اندھیری رات خود بخود روز روشن کی صورت پکڑ جائے اور اسی
کی طرف ایک دوسرے مقام میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

الہامی کتاب یا کسی دوسری کتاب سے اسی قدر لطائف و نکات و خواص ایجاد کر کے دکھاؤ
اور اگر تمام قرآن شریف کے مقابلہ پر نہیں تو صرف بطور نمونہ سورۃ فاتحہ کے مقابلہ پر جس کے
کمالات کسی قدر اسی حاشیہ میں بیان کئے گئے ہیں کسی اپنی کتاب سے نکال کر پیش کرو

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

کا غم پیش آگیا تھا جس کے دفعیہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی اور بجز صبر و نقصان اٹھانے
کے اور کوئی سبیل نہ تھی اسی روز شام کے قریب یہ عاجز اپنے معمول کے مطابق جنگل
میں سیر کو گیا اور اس وقت ہمراہ ایک آریہ ملاوامل نامی تھا جب واپس آیا تو گاؤں کے دروازہ
کے نزدیک یہ الہام ہوا نَجَّیْنٰکَ مِنَ الْغَمِّ۔ پھر دوبارہ الہام ہوا نَجَّیْنٰکَ مِنَ الْغَمِّ
اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی ہم نے تجھے اس غم سے نجات دی ضرور نجات دینگے کیا تو
نہیں جانتا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ چنانچہ اسی قدم پر قبل الہام ہوا تھا۔ اُس آریہ کو اس الہام
سے اطلاع دی گئی تھی اور پھر خدا نے وہ تینوں طور کا غم دور کر دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔
اور ایک اتفاق عجیب یہ ہوا کہ جس وقت شہاب الدین موصوف نے مولوی صاحبان کو دکھی
کی رائے بیان کی اُسی رات انگریزی میں ایک الہام ہوا کہ جو شہاب الدین کو سنایا گیا۔
اور وہ یہ ہے۔ وِدہ آل مین شُڈ بی اینگری بٹ گاڈ از وِد یُو۔ ہی شیل

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ[۱] یعنے جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوگئے اُن کا راہ راست پر آنا بجز اسکے ہرگز ممکن نہ تھا کہ اُنکی طرف ایسا عظیم الشان نبی بھیجا جاوے جو ایسی عظیم الشان کتاب لایا ہے کہ جو سب الٰہی کتابوں کے معارف اور صداقتوں پر
۵۵۲ محیط اور ہر یک غلطی اور نقصان سے پاک اور منزہ ہے۔ اب اس دلیل کا ثبوت دو مقدموں کے ثبوت پر موقوف ہے اوّل یہ کہ خدائے تعالیٰ کا یہی قانون قدیم ہے کہ

بقیہ حاشیہ

۵۵۳ افسوس یہاں سے یہ مادر زاد اندھے پیدا ہوگئے کہ جو اس قدر روشنی کو دیکھ کر پھر بھی اُن کی تاریکی دُور نہیں ہوتی جن کی باطنی بیماریوں کے معالجہ کس قدر ردّی اور متعفّن ہو رہے ہیں جنہوں نے ان کے تمام حواس ظاہری و باطنی کو بیکار کردیا ہے ذرا نہیں سوچتے کہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱

ہیلپ یُو۔ وارڈس اوف گوڈ کین ناٹ ایکس چینج۔ یعنے اگر تمام آدمی ناراض ہوں گے مگر خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری مدد کرے گا۔ خدا کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ پھر ماسوا اس کے اور بھی چند الہامات ہوئے جو نیچے لکھے جاتے ہیں۔ اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ كِتَابِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ۔ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ
۵۵۴ الطَّيِّبُ۔ یعنے تمام بھلائی قرآن میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ وہی اللہ جو رحمان ہے اُسی رحمان کی طرف کلمات طیبہ صعود کرتے ہیں۔ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ۔ اللہ وہ ذات کریم ہے کہ جو نا امیدی کے پیچھے مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت کو دنیا میں پھیلاتا ہے یعنی عین ضرورت کے وقت تجدید دین کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ جس کو چاہتا ہے بندوں میں سے چن لیتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ مَنَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ وَلِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ

[۱] سورۃ البیّنۃ: ۲ تا ۴

وہ جسمانی یا رُوحانی حاجتوں کے وقت مدد فرماتا ہے یعنی جسمانی صعوبتوں کے وقت بارش وغیرہ سے اور رُوحانی صعوبتوں کے وقت اپنا شفا بخش کلام نازل کرنے سے عاجز بندوں کی دستگیری کرتا ہے۔

سو یہ مقدمہ بدیہی الصداقت ہے کیونکہ کسی عاقل کو اس سے انکار نہیں کہ یہ دونوں سلسلے رُوحانی اور جسمانی اسی وجہ سے اب تک صحیح و سالم چلے آتے ہیں کہ خداوند کریم نیست و نابود ہونے سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے مثلاً اگر خدائے تعالیٰ جسمانی سلسلہ کی حفاظت نہ کرتا اور سخت سخت قحطوں کے وقت میں بارانِ رحمت سے دستگیری نہ فرماتا تو بالآخر نتیجہ اس کا یہی ہوتا کہ لوگ پہلی فصلوں کی جس قدر پیداوار تھی سب کی سب کھا لیتے اور پھر آگے اناج کے نہ ہونے سے تڑپ تڑپ کر مر جاتے اور نوع انسانی کا

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

قرآن شریف وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں اپنی حکمتوں اپنی صداقتوں اپنی بلاغتوں اپنے لطائف و نکات اپنے انوار رُوحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اس کی خوبیوں کو قرار دے دیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

آبَآؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُوْنَ۔ اور اسی طرح ہم نے یوسف پر احسان کیا۔ تا ہم اس سے بدی اور فحشا کو روک دیں اور تا تو اُن لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادوں کو کسی نے نہیں ڈرایا۔ سو وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس جگہ یوسف کے لفظ سے یہی عاجز مراد ہے کہ جو باعتبار کسی رُوحانی مناسبت کے اطلاق پایا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ بعد اس کے فرمایا۔ قُلْ عِنْدِیْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّؤْمِنُوْنَ۔ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ رَبَّنَا عَاجٍ۔ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ۔ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنْ غَمِّیْ۔ اِیْلِیْ اِیْلِیْ لِمَا سَبَقْتَنِیْ۔ کرمہائے تو مارا کرد گستاخ۔

خاتمہ ہو جاتا یا اگر خدائے تعالیٰ معین وقتوں پر رات اور دن اور سورج اور چاند اور ہوا اور بادل کو خدمات مقررہ میں نہ لگاتا تو تمام سلسلہ عالم کا درہم برہم ہو جاتا اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ اشارہ فرما کر کہا ہے اَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ[1] وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ[2]۔ الجزو نمبر ۲۵۔ یعنے کیا یہ منکر لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں اور خدا پر جھوٹ باندھا ہے اگر خدا چاہے تو اس کا اترنا بند کر دے پر وہ بند نہیں کرتا کیونکہ اس کی عادت اسی پر جاری ہے کہ وہ احقاق حق اور ابطال باطل اپنے کلمات سے کرتا ہے۔ اور یہ

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

اپنے بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے
۵۵۵ ھل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جن میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اس کے دقائق تو بحر زخار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔ کوئی صداقت

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۵۶ کہ جسکے پاس خدائی گواہی ہو پس کیا تم ایمان نہیں لاتے۔ یعنے خدائے تعالیٰ کا تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا یہ سب خدا کی شہادت ہے جس کو قبول کرنا ایماندار کا فرض ہے۔ پھر بقیہ الہامات کا یہ ہے کہ بہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتلائیگا۔ اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر ہمارا رب عاجی ہے اسکے معنے ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔ بعض ناحق باتوں کی طرف مجھ کو بلاتے ہیں اُن سے اے میرے رب مجھے زندان بہتر ہے۔ اے میرے خدا مجھ کو میرے غم سے نجات بخش۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

[1] الشوریٰ : ۲۵ [2] الشوریٰ : ۲۹

تعصب اُسی کو پہنچتا ہے کیونکہ امراض روحانی پر اُسی کو اطلاع ہے اور ازالہ مرض اور استرداد ۵۵۴
صحت پر وُہی قادر ہے۔ پھر بعد اسکے بطور استدلال کے فرمایا کہ اللہ وہ ذات کامل الرحمت
ہے کہ اُس کا قدیم سے یہی قانونِ قدرت ہے کہ اُس تنگ حالت میں وہ ضرور مینہ برساتا ہے
کہ جب لوگ نا اُمید ہو چکتے ہیں۔ پھر زمین پر اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وُہی کارساز حقیقی
اور ظاہراً و باطناً قابلِ تعریف ہے یعنے جب سختی اپنی نہایت کو پہنچ جاتی ہے اور کوئی صورت مخلصی
کی نظر نہیں آتی۔ تو اس صورت میں اُس کا یہی قانون قدیم ہے کہ وہ ضرور عاجز بندوں

حاشیہ در حاشیہ

نہیں جو اُس سے باہر ہو۔ کوئی حکمت نہیں جو اُس کے محیط بیان سے رہ گئی ہو۔ کوئی
نور نہیں جو اُس کی متابعت سے نہ ملتا ہو۔ اور یہ باتیں بلا ثبوت نہیں۔ کوئی ایسا امر نہیں ۵۵۵
جو صرف زبان سے کہا جاتا ہے بلکہ یہ وہ متحقق اور بدیہی الثبوت صداقت ہے کہ جو
تیرہ سو برس سے برابر اپنی روشنی دکھلاتی چلی آئی ہے اور ہم نے بھی اس صداقت کو
اپنی اس کتاب میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے اور دقائق اور معارف قرآنی کو اس قدر
بیان کیا ہے کہ جو ایک طالب صادق کی تسلی اور تشفی کے لئے بحر عظیم کی طرح ۵۵۶

حاشیہ در حاشیہ

تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔ یہ سب امور ہیں کہ جو اپنے اپنے اوقات پر چسپاں ہیں
جن کا علم حضرت عالم الغیب کو ہے۔ پھر بعد اسکے فرمایا ھو شعنا نعسا۔ یہ دونوں فقرے
شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنے ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔ پھر بعد اسکے دو فقرے
انگریزی ہیں جن کے الفاظ کی صحت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہیں
آئی لو یو۔ آئی شیل گو یو اے لارج پارٹی آف اسلام۔ چونکہ اس وقت
یعنے آج کے دن اس جگہ کوئی انگریزی خوان نہیں اور نہ اسکے پورے پورے معنے کھلے ہیں
اسلئے بغیر معنوں کے لکھا گیا ہے۔ پھر بعد اسکے یہ الہام ہوا۔ یا عیسٰی انی متوفیک و
رافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین
کفروا الی یوم القیامۃ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین۔ اے عیسٰی میں تجھے ۵۵۷

؎ یہ فقرہ سہو کاتب سے یہاں سے رہ گیا ہے (براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ)

کی خبر لیتا ہے اور انکو ہلاکت سے بچاتا ہے اور جیسے وہ جسمانی سختی کے وقت رحم فرماتا ہے ایسا ہی
جب روحانی سختی یعنے ضلالت اور گمراہی اپنی حد کو پہنچ جاتی ہے اور لوگ راہ راست پر قائم
نہیں رہتے تو اس حالت میں بھی وہ ضرور اپنی طرف سے کسی کو مشرف بوحی کر کے اور اپنے نور
ح ۵۵۵ خاص کی روشنی عطا فرما کر ضلالت کی تاریکی کو اسکے ذریعہ سے اٹھاتا ہے اور چونکہ جسمانی رحمتیں
عام لوگوں کی نگاہ میں ایک واضح امر ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے آیت ممدوحہ میں اول ذکر فرقان مجید

حاشیہ نمبر ۱۱

جو کشش ہمارے میں سب یہ کیونکر ہو سکتا کہ کوئی شخص صرف مونہہ کی واہیات باتوں سے ولی
اور بزرگ کی کسر شان کرے۔ ہاں اگر کسی کے دل کو یہ وہم پکڑتا ہے کہ یہ تمام دقائق و
ش ۵۵۵ معارف و لطائف و نکات ہیں کہ جو قرآن شریف میں ثابت کر کے دکھلائے گئے ہیں کسی دوسری

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

کا اظہار بخشونگا یا وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا یعنے رفع درجات کرونگا یا دنیا سے اپنی طرف
اٹھاؤنگا اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں قیامت تک غلبہ بخشوں گا یعنے تیرے ہم عقیدہ اور
ہم مشربوں کو حجت اور برہان اور برکات کے رو سے دوسرے لوگوں پر قیامت تک فائق رکھونگا۔
پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے۔ اس جگہ عیسیٰ کے نام سے
بھی یہی عاجز مراد ہے اور پھر بعد اسکے اردو میں الہام فرمایا۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا۔
اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے
اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے
اسکی سچائی ظاہر کردے گا۔ اَلْفِتْنَةُ ھٰھُنَا فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ۔
اس جگہ ایک فتنہ ہے سو اولوالعزم نبیوں کی طرح صبر کر۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ
دَكًّا۔ جب خدا مشکلات کے پہاڑ پر تجلّی کریگا تو انہیں پاش پاش کر دے گا۔ قُوَّةُ الرَّحْمٰنِ
لِعُبَیْدِ اللّٰهِ الصَّمَدِ۔ یہ خدا کی قوت ہے کہ جو اپنے بندہ کے لئے وہ غنی مطلق ظاہر کرے گا
مَقَامٌ لَا تَتَرَقَّی الْعَبْدُ فِيْهِ بِسَعْيِ الْاَعْمَالِ۔ یعنی عبد اللہ الصمد ہونا ایک مقام ہے کہ جو بطریق
ح ۵۵۵ موہبت خاص عطا ہوتا ہے کوششوں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یَا دَاوٗدُ عَامِلْ بِالنَّاسِ
رِفْقًا وَّ اِحْسَانًا وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

کی نازل ہونے کی بیان کرکے پھر بطور توضیح جسمانی قانون کا حوالہ دیا تا دانشمند آدمی جسمانی قانون کو دیکھ کر کہ ایک مشہود اور بدیہی امر ہے خدائے تعالیٰ کے روحانی قانون کو بآسانی سمجھ سکے اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو لوگ بعض کتابوں کا منزل من اللہ ہونا مانتے ہیں انکو خود اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ کتابیں ایسے وقتوں میں نازل ہوئی ہیں کہ جب انکے نزول کی ضرورت تھی پس اسی اقرار کے ضمن میں انکو یہ دوسرا اقرار کرنا بھی لازم آیا کہ ضرورت کے وقتوں میں کتابوں کا نازل کرنا خدائے تعالیٰ کی عادت ہے لیکن ایسے لوگ کہ جو ضرورت کتب الٰہیہ سے منکر ہیں ۵۵۵

کتاب سے بھی مستخرج ہو سکتے ہیں۔ تو مناظرہ کا سیدھا راستہ یہ ہے کہ وہ شرائط مذکورہ بالا کی رعایت سے اس کتاب کے لطائف و معارف و خواص پیش کرے اور جس طرح قرآن تمام عقائد باطلہ کی تردید پر مشتمل ہے اور جس طرح وہ پاک کلام ہر یک عقیدہ حقہ کو دلائل عقلیہ سے ۵۵۶

یوسف ذو وجاہت آل لوط ایو تم کو یاد کرنا چاہیئے جو میں نے فرمایا ہے اشکر نعمتی رأیت خدیجتی۔ انک الیوم لذو حظ عظیم۔ انت محدث اللہ فیک مادۃ فاروقیۃ اے داؤد خلق اللہ کے ساتھ رفق اور احسان کے ساتھ معاملہ کر اور سلام کا جواب احسن طور سے دے۔ اور اپنے رب کی نعمت کا لوگوں کے پاس ذکر کر میری نعمت کا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ آج تجھے حظ عظیم ہے تو محدث اللہ ہے تجھ میں مادہ فاروقی ہے۔ سلام علیک یا ابراہیم۔ انک الیوم لدینا مکین امین۔ ذو عقل متین۔ حب اللہ خلیل اللہ اسد اللہ وصل علی محمد۔ ما ودعک ربک وما قلی۔ الم نشرح لک صدرک۔ الم نجعل لک سہولۃ فی کل امر۔ بیت الفکر و بیت الذکر۔ ومن دخلہ کان امنا۔ تیرے پر سلام ہو اے ابراہیم تو آج ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ اور امانتدار اور قوی العقل ہے اور دوست خدا ہے خلیل اللہ ہے اسد اللہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج یعنی یہ اس نبی کریم کی متابعت کا نتیجہ ہے اور بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ خدا نے تجھ کو ترک نہیں کیا اور نہ وہ تجھ پر ناراض ہے کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا۔ کیا ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

جیسے پرتو سماوی چاہئے سو اُنکے ملزم کرنے کیلئے اگرچہ بہت کچھ ہم لکھ چکے ہیں لیکن اگر ان میں
ایک ذرا انصاف ہو تو انکو وہی ایک دلیل کافی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے آیات گذشتہ بالا میں آپ
۵۵۵ بیان فرمائی ہے کیونکہ جس حالت میں وہ لوگ مانتے ہیں کہ حیات ظاہری کا تمام انتظام خدائے تعالیٰ
کی طرف سے ہے اور وہی اپنی آسمانی روشنی اور بارانی پانی کے ذریعہ سے دُنیا کو تاریکی اور ہلاکت
سے بچاتا ہے تو پھر وہ اس اقرار سے کہاں بھاگ سکتے ہیں کہ حیات باطنی کے وسائل بھی آسمان ہی سے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

ثابت کرتا ہے اور جس طرح ان صحف مقدسہ میں معارف و حقائق الٰہیہ مندرج ہیں اور جس طرح
۵۵۶ ان میں تنویر قلب کے متعلق خواص عجیبہ اور تاثیرات غریبہ پائے جاتے ہیں جن کو ہم نے
اس کتاب میں ثابت کر دیا ہے وہ سب اپنی کتاب میں پیش کرکے دکھلاوے اور جب تک

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

عطا فرمایا۔ اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص و قصد تعبد و صحت نیت و حسن ایمان داخل ہوگا وہ سوء
خاتمہ سے امن میں آجائیگا۔ بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف
۵۵۷ کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے کہ جو اس چوبارہ کے پہلو
میں بنائی گئی ہے اور آخری فقرہ مذکورہ بالا اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے جس کے حروف
سے بنائے مسجد کی تاریخ بھی نکلتی ہے اور وہ یہ ہے۔ مُبَارِکٌ وَّ مُبَارَکٌ وَّ کُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَکٍ
یُّجْعَلُ فِیْہِ یعنے یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائیگا
پھر بعد اسکے اس عاجز کی نسبت فرمایا۔ رُفِعْتَ وَجُعِلْتَ مُبَارَکًا۔ تو اونچا کیا گیا اور مبارک
بنایا گیا۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ
مُّھْتَدُوْنَ۔ یعنی جو لوگ ان برکات و انوار پر ایمان لائینگے کہ جو تجھ کو خدائے تعالیٰ نے عطا کئے ہیں اور
ایمان انکا خالص اور وفاداری سے ہوگا تو ضلالت کی راہوں سے امن میں آجائینگے اور وہی ہیں
جو خدا کے نزدیک ہدایت یافتہ ہیں۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ۔ قُلِ اللّٰہُ حَافِظُہٗ۔ عِنَایَۃُ
۵۵۸ اللّٰہِ حَافِظُکَ۔ نَحْنُ نَزَّلْنَاہُ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔ اَللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔
وَیُخَوِّفُوْنَکَ مِنْ دُوْنِہٖ۔ اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ۔ لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی۔ یَنْصُرُکَ اللّٰہُ فِیْ
مَوَاطِنَ۔ اِنَّ یَوْمِیْ لَفَصْلٌ عَظِیْمٌ۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِہٖ۔

نازل ہوتے ہیں اور خود یہ نہایت کوتہ اندیشی اور قلّت معرفت ہے کہ ناپائیدار حیات کا اہتمام تصرف خاص الٰہی سے تسلیم کر لیا جائے لیکن جو حقیقی حیات اور لازوال زندگی ہے یعنی معرفت الٰہی اور نور باطنی یہ صرف اپنی ہی عقلوں کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ کیا وہ خدا جس نے جسمانی سلسلہ کے برپا رکھنے کے لئے اپنی الوہیت
۵۵۵ کی قوی طاقتوں کو ظاہر کیا ہے اور بغیر وسیلہ انسانی ہاتھوں کے زبردست قدرتیں دکھائی ہیں وہ رُوحانی طور پر اپنی طاقت ظاہر کرنے کے وقت ضعیف اور کمزور خیال

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۵۶ ایسا نہ کرے تب تک کسی کے عوعو کرنے سے چاند کے نور میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ ایسے شخص کی حالت نہایت افسوس کے لائق ہے کہ جو ابتک بدیہی صداقت سے بدنصیب اور محروم رہنے کیلئے دانستہ ضلالت کی راہوں میں قدم رکھتا ہے۔ ہمارے مخالفوں میں سے کئی صاحب مشہور و نامور ہیں اور جہانتک ہم خیال کرتے ہیں اُن کے علم اور فہم کی نسبت ہمارا یہی ظن ہے کہ اگر انصاف پر آویں تو ان صداقتوں کو بدیہی طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ ہماری نیت میں ہرگز نفسانیت کا جھگڑا نہیں اور بجز اسکے کہ دنیا میں سچائی اور نیکی پھیلائی جاوے اور کوئی غرض نہیں اس لئے منصف مزاج ذی علم لوگوں سے یہی درخواست ہے کہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

بَصَائِرُ لِلنَّاسِ۔ نَصَرْتُکَ مِنْ لَّدُنِّیْ۔ اِنِّیْ مُنَجِّیْکَ مِنَ الْغَمِّ۔ وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا۔ اَنْتَ مَعِیْ وَاَنَا مَعَکَ۔ خَلَقْتُ لَکَ لَیْلًا وَّنَہَارًا۔ اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَکَ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃٍ لَا یَعْلَمُہَا الْخَلْقُ۔ مخالف لوگ ارادہ کرینگے کہ تا خدا کے نور کو بجھا دیں مگر خدا اس نور کا آپ حافظ ہے۔ عنایت الٰہیہ تیری نگہبان ہے ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی محافظ ہیں۔ خدا خیر الحافظین ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے اور تجھ کو اور اور چیزوں سے ڈرائینگے۔ یہی پیشوایان کفر ہیں مت خوف کر تجھی کو غلبہ ہے یعنی حجت اور برہان اور قبولیت اور برکت کے رُو سے تو ہی غالب ہے۔ خدا کئی میدانوں میں تیری مدد کرے گا۔ یعنے مناظرات و مجادلات بحث میں تجھ کو غلبہ رہیگا۔ پھر فرمایا کہ میرا دن حق اور باطل میں

کیا جا سکتا ہے کیا ایسا خیال کرنے سے وہ کامل رہ سکتا ہے یا اسکی روحانی طاقتوں کا ثبوت مل سکتا ہے حقیقی تسلی جسکی بنیاد ایک محکم یقین پر ہونی چاہیئے صرف قیاسی خیالات سے ممکن نہیں بلکہ خیالات قیاسی کی بڑی سے بڑی ترقی ظن غالب تک ہے اور وہ بھی اس حالت میں کہ جب قیاس انکار کی طرف جھک نہ جائے غرض عقلی وجوہ بالکل تسلی بخش اور آخری حدّ عرفان سے پیچھے رہے ہوئے ہیں اور اسکی اعلیٰ سے اعلیٰ پہنچ صرف ظاہری

حاشیہ نمبر ۱۱

وہ بھی ایک ساعت کے لئے صداقت نیت کو استعمال میں لاویں۔ جس حالت میں ان کی فراخ دلی اور نیک طبیعتی ان کی قوم میں مسلّم الثبوت ہے تو ہم کیونکر نا امید ہو سکتے ہیں یا کیونکر گمان کر سکتے ہیں کہ اس نیک خصلت کا اس سے زیادہ وسیع ہونا ممکن نہیں۔ اسلئے گو میں نے ابتک کسی صاحب مخالف کو منصفانہ قدم اٹھاتے نہیں پایا۔ لیکن تاہم ابھی

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

۵۹۱ فرق نہیں کرے گا۔ خدا لکھ چکا ہے کہ غلبہ مجھ کو اور میرے رسولوں کو ہے۔ کوئی نہیں کہ جو خدا کی باتوں کو ٹال دے۔ یہ خدا کے کام دین کی سچائی کے لئے حجت ہیں۔ میں اپنی طرف سے تجھے مدد دونگا میں خود تیرا غم دور کروں گا۔ اور تیرا خدا قادر ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرے لئے میں نے رات اور دن پیدا کیا جو کچھ تو چاہے کر کہ میں نے تجھے بخش دیا۔ تو مجھ سے وہ منزلت رکھتا ہے جس کی لوگوں کو خبر نہیں۔ اس آخری فقرہ کا یہ مطلب نہیں کہ منہیات شرعیہ تجھے حلال ہیں بلکہ اسکے یہ معنے ہیں کہ تیری نظر میں منہیات مکروہ کئے گئے ہیں اور اعمال صالحہ کی محبت تیری فطرت میں ڈالی گئی ہے۔ گویا جو خدا کی مرضی ہے وہ بندہ کی مرضی بنائی گئی اور سب ایمانیات اس کی نظر میں بطور فطرتی تقاضا کے محبوب کی گئی۔ وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا افْتِرَآءٌ ۔ وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ اِجْتَبَيْنٰهُمْ وَ اصْطَفَيْنٰهُمْ كَذٰلِكَ لِيَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ عَجِيْبٌ ۔

انگلوں تک سے ذہن سے روح کو حقیقی انشراح اور عرفان حاصل نہیں ہو سکا اور اندرونی آلائشوں ۵۵۹
سے پاکیزگی میسر نہیں آتی بلکہ ایسا انسان فقط سفلی خیالات کا بندہ بنکر مقامات حریری کے
ابوزید کی طرح اپنے علوم و فنون کو مکر و فریب کا آلہ بنا لیتا ہے اور سب لسانی اور خوش بیانی
اسکی دام تزویر ہی ہوتی ہے۔ کیا انسان کی کمزور عقل اپنی تنہائی کی حالت میں اس کو
اس ظلمت سے نکال سکتی ہے کہ جو جذبات نفس اور جہل اور غفلت کی وجہ سے اسکے نصیب ہو رہی ہے۔
کیا انسانی خیالات میں کوئی ایسی طاقت بھی موجود ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے علم اور قوت

تک بڑے میری ایک محکم یقین پر قائم ہے اور بہت مضبوط امید سے میں یہ خیال رکھتا ہوں کہ
جب ہمارے منصف مزاج مخالفین نہایت غائر اور عمیق نظر سے اس طرف متوجہ ہوں گے
تو ضرور ان کی اپنی نگاہیں ان کے وساوس دور کرنے کے لئے کافی ہوں گی۔ مجھے امید تھی

لَسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ۔ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ
ظُلْمًا وَّعُلُوًّا۔ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ۔ قُلْ جَآءَكُمْ نُوْرٌ مِّنَ اللّٰهِ فَلَا
تَكْفُرُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ سَلَامٌ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ صَافَيْنَاهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ
تَفَرَّدْنَا بِذٰلِكَ۔ فَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔ اور کہیں گے کہ یہ جھوٹ بنا لیا ۵۶۰
ہے ہم نے اپنے بزرگوں میں یعنے اولیاء سلف میں یہ نہیں سنا۔ حالانکہ بنی آدم یکساں پیدا نہیں کئے
گئے۔ بعض کو بعض پر خدا نے بزرگی دی ہے اور انکو دوسروں میں سے چن لیا ہے سو یہی سچ ہے تا
مومنوں کیلئے نشان ہو۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہمارے عجیب کام فقط اصحاب کہف تک ہی ختم ہیں
نہیں بلکہ خدا تو ہمیشہ صاحب عجائب ہے اور اسکے عجائبات کبھی منقطع نہیں ہوتے۔ ہم ایک ملک میں
ہیں ایک مثال میں ہم نے وہ نشان سلیمان کو سمجھائے یعنے اس عاجز کو اور لوگوں نے محض ظلم کی راہ
سے انکار کیا حالانکہ انکے دل یقین کر گئے سو عنقریب ہم انکے دلوں میں رعب ڈالدینگے۔ کہہ خدا کی
طرف سے نور اترا ہے سو تم اگر مومن ہو تو انکار مت کرو۔ ابراہیم پر سلام ہم نے اسکو خالص کیا
اور غم سے نجات دی۔ ہم نے ہی یہ کام کیا سو تم ابراہیم کے نقش قدم پر چلو۔ یعنے رسول کریم کا
طریقہ حقہ کہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح

برابر ہو سکے کیا خدا کے پاک انوار جو روح پر اثر ڈال سکتے ہیں اور عمیق شکوک سے
نجات بخش سکتے ہیں یہ بات خدا کے غیر کو بھی حاصل ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں بلکہ ایسے
دھوکے اُن لوگوں کو لگے ہوئے ہیں جنہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ ہماری حقیقی نجات
کس درجہ عرفان پر موقوف ہے اور طاقت الٰہی ہمارے روح پر کہاں تک کام
ص۵۲۱ کر سکتی ہے اور خدا کے بے نہایت فضل سے کس درجہ قربت اور شناخت پر ہم پہنچ
سکتے ہیں اور وہ کس درجہ تک ہمارے آگے سے حجاب اُٹھا سکتا ہے۔ ان کی معرفت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

ص۵۲۲ کہ اس کتاب کے حصہ سوم کے شائع ہونے سے برہمو سماج اور آریہ سماج کے دانشمند اپنی غلطی پر
متنبہ ہو کر صداقت حقہ کی طرف ایک پیاسہ کی طرح دوڑیں گے۔ مگر افسوس کہ اب میں دیکھتا
ہوں کہ میری فراست نے خطا کی اور مجھے اس بات کے سننے سے نہایت ہی دل شکنی ہوئی کہ برہمو
صاحبوں اور آریوں نے میری کتاب کو غور سے نہیں پڑھا۔ بالخصوص مجھ کو پنڈت شیو نرائن صاحب
کے ریویو کے دیکھنے سے ایک عالم تعجب کا برہمو صاحبوں کی طبیعت میں نظر آیا۔ خدا رحم کرے۔
افسوس کہ پنڈت صاحب نے ان حقانی صداقتوں سے کہ جو آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں کچھ بھی
فائدہ نہ اُٹھایا اور اس قدر قوی اور مضبوط دلائل کی روشنی سے پنڈت صاحب کی تعصب کی تاریکی
کچھ بھی دور نہ ہوئی۔ یہ امر یقیناً سخت حیرت کے لائق ہے کہ ایسے فہیم اور ذی علم لوگ
ایسے کامل ثبوت کو دیکھ کر اس کے قبول کرنے میں دیر کریں۔ پنڈت صاحب نے اس اشتہار کے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳

صرف ظاہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں یہ طریقہ خداوند کریم
کے اس عاجز بندہ سے دریافت کر لیں اور اس پر چلیں۔

ترسم آں قوم کہ بر دُرد کشاں مے خندند ۔ در سر کار خرابات کنند ایماں را

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ۔

دوستاں عیب کنندم کہ چرا دل بتو دادم ۔ باید اوّل بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی

وَالفضل من اللّٰہ ولا حول ولا قوة الا باللّٰہ العلی العظیم۔ منہ

بصرف ناکارہ و بے سود تک ختم ہے اور جو معرفت یقینی اور قطعی اور انسان کی نجات کے لئے
از بس ضروری ہے وہ ان کی عقل عجیب کے نزدیک محال اور ممتنع ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ
یہ ان کی سخت غلطی ہے کہ جو عقلی خیالات پر قناعت کرتے ہیں۔ حقانی معرفت کی راہ میں
بے شمار راز ہیں جن کو انسان کی کمزور اور دُود آمیز عقل دریافت نہیں کر سکتی اور قیاسی
طاقت بباعث اپنی نہایت ضعف کی الوہیت کے بلند اسرار تک ہرگز پہنچ نہیں سکتی۔
سو اس بلندی تک پہنچنے کے لئے بجز خدا کے عالی کلام کے اور کوئی زینہ نہیں۔ جو شخص دلی
سچائی سے خدا کا طالب ہے اسکو اسی زینہ کی حاجت پڑتی ہے اور تاوقتیکہ وہ محکم اور بلند
زینہ اپنی ترقیات کا ذریعہ نہ ٹھہرایا جائے تب تک انسان حقانی معرفت کے بلند مینار تک ۵۵۹
ہرگز پہنچ نہیں سکتا۔ بلکہ ایسے تاریک اور پُر ظلمت خیالات میں گرفتار رہتا ہے کہ جو
غیر تسلی بخش اور بعید از حقیقت ہیں اور بباعث فقدان اس حقانی معرفت کے اُسکے
سب معلومات بھی ناقص اور ادھورے رہتے ہیں اور جیسی سُوئی بغیر دھاگہ کے نکمی اور ناکارہ
ہے اور کوئی کام سینے کا اس سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عقلی فلسفہ بغیر تائید ۵۶۰
خدا کی کلام کے نہایت متزلزل اور غیر مستحکم اور بے ثبات اور بے بنیاد ہے۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

نہ صرف حدّ انصاف سے ہی تجاوز کیا ہے بلکہ حق پوشی کر کے اپنی قوم کی ہمدردی سے بلکہ خدا سے بھی
خارج ہو بیٹھے ہیں اور مجھے اس بات کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں کہ پنڈت صاحب کا یہ کلام
کس قدر ناانصافی سے بھرا ہوا ہے۔ یہ بات خود اس شخص پر کھل سکتی ہو کہ جو اوّل میری کتاب کو
دیکھے کہ میں نے کیونکر ضرورت وحی اللہ اور نیز اس کی وجود کا ثبوت دیا ہو اور پھر پنڈت
صاحب کی تحریر پر نظر ڈالے کہ انہوں نے میرے مقابلہ پر کیا لکھا ہو اور میرے دلائل کا کیا جواب
دیا ہے۔ جو لوگ پنڈت صاحب کی قوم میں سے اس کتاب کو غور سے پڑھیں گے ان کی دو حقوں پر
ہرگز پنڈت صاحب پردہ نہیں ڈال سکتے بشرطیکہ کوئی فطرتی پردہ نہ ہو۔

ہم اور ہماری کتاب

ابتدا میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اسوقت اسکی کوئی اور صورت تھی پھر بعد اسکے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اسکو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیت اسلام کے ظاہر کئے ہیں یہ بھی اتمام حجت کیلئے کافی ہیں۔ اور اسکے فضل و کرم سے امید کی جاتی ہے کہ وہ جب تک شکوک اور شبہات کی ظلمت کو بکلی دور نہ کرے اپنی تائیدات غیبیہ سے مددگار رہیگا اگرچہ اس عاجز کو اپنی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں لیکن اس سے نہایت خوشی ہے کہ وہ حیّ و قیّوم کہ جو فنا اور موت سے پاک ہے ہمیشہ تا قیامت دین اسلام کی نصرت میں ہے اور جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ ایسا اس کا فضل ہے کہ جو اس سے پہلے کسی نبی پر نہیں ہوا۔ اس جگہ ان تمام دلی ایمانداروں کا شکر کرنا لازم ہے جنہوں نے اس کتاب کے طبع ہونے کے لئے آج تک مدد دی ہے خدا تعالیٰ ان سب پر رحم کرے اور جیسا انہوں نے اسکے دین کی حمایت میں اپنی دلی محبت سے ہر یک طور کی کوشش کے بجالانے میں زور لگایا ہے خداوند کریم ایسا ہی ان پر فضل کرے۔ بعض صاحبوں نے اس کتاب کو محض خرید و فروخت کا ایک معاملہ سمجھا ہے اور بعض کے سینوں کو خدا نے کھول دیا اور صدق اور ارادت کو انکے دلوں میں قائم کر دیا ہے۔ لیکن موخر الذکر ابھی تھوڑے ہی لوگ ہیں کہ جو استطاعت مالی بہت کم رکھتے ہیں اور سنت اللہ اپنے پاک نبیوں سے یہی رہی ہے کہ اہل اول غرباء اور مساکین ہی رجوع کرتے رہے ہیں اگر حضرت احدیت کا ارادہ ہے تو کسی ذی مقدرت کے دل کو بھی اس مہم کے انجام دینے کے لئے کھول دیگا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

Published by Mubarak A. Saqi, Additional Nazir Isha'at,
16, Gressenhall Road, London SW18 5QL

Printed by Unwin Brothers Limited, The Gresham Press, Old Woking, Surrey